قرآن کریم کے معانی ومطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی

درسِ قرآن

پارہ ۲۱ تا ۲۵

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلام پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے

تسہیل شدہ ترجمہ
حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن ودیگر تفاسیر

اگر آپ روزانہ
پندرہ بیس منٹ "درسِ قرآن"
سے ایک درس پڑھیں تو ان شاء اللہ
آپ اس کے معانی ومطالب کو سمجھنے
میں کامیاب ہو جائیں گے

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے، آپ اس کو پڑھا کیجئے، اور پابندی رکھیے نماز کی، بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے،

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔

اُتْلُ آپ پڑھیں	مَا جو	اُوْحِيَ وحی کی گئی	اِلَيْكَ آپ کی طرف	مِنَ الْكِتٰبِ کتاب سے	وَاَقِمِ اور قائم کریں	الصَّلٰوةَ نماز
اِنَّ بیشک	الصَّلٰوةَ نماز	تَنْهٰى روکتی ہے	عَنِ سے	الْفَحْشَآءِ بے حیائی	وَالْمُنْكَرِ اور برائی	وَلَذِكْرُ اللهِ اور البتہ اللہ کی یاد
	اَكْبَرُ سب سے بڑی بات	وَاللهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تَصْنَعُوْنَ جو تم کرتے ہو		

یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل ایمان کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں اور اوروں کو بھی سنائیں تاکہ اس کے احکام وہدایات کی تبلیغ و اشاعت ہو۔ اسی کے ساتھ دوسرا حکم **واقم الصلوٰۃ** فرمایا گیا یعنی نمازوں کی پابندی رکھیں اور اس کو اس کے جملہ احکام وشرائط کے ساتھ ادا کریں۔ اب نماز کیا ہے؟ صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہمکلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جاندار مخلوق کی طرح حق تعالیٰ نے نماز کو بھی ایک صورت اور روح مرحمت فرمائی ہے چنانچہ نماز کی روح تو نیت اور حضور قلب ہے اور قیام وقعود نماز کا بدن ہے اور رکوع وسجدہ نماز کا سر اور ہاتھ پاؤں ہیں اور جس قدر اذکار وتسبیحات نماز میں ہیں وہ نماز کے آنکھ۔ کان وغیرہ ہیں اور اذکار وتسبیحات کے معنی کو سمجھنا گویا آنکھ کی بینائی اور کانوں کی قوت سماعت وغیرہ ہے اور نماز کے تمام ارکان کو اطمینان اور خشوع وخضوع سے ادا کرنا نماز کا حسن یعنی بدن کا سڈول اور رنگ وروغن کا درست ہونا ہے۔ الغرض اس طرح پر نماز کے اجزاء اور ارکان کو بحضور قلب پورا کرنے سے نماز کی ایک حسین جمیل پیاری صورت پیدا ہو جاتی ہے اور نماز میں جو تقرب نمازی کو حق تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کوئی خدمت گار اپنے بادشاہ کی خدمت میں کوئی خوبصورت کنیز ہدیہ پیش کرے اور اس وقت اس کو بادشاہ سے تقرب حاصل ہو۔ پس اگر تمہاری نماز میں خلوص نہیں ہے تو گویا مردہ اور بیمار کنیز بادشاہ کے نذر کر رہے ہو اور ظاہر ہے کہ یہ ایسی گستاخی اور بے باکی ہے کہ ایسا گستاخ شخص اگر قتل کر دیا جائے تو عجب نہیں۔ اور اگر نماز میں رکوع وسجدہ ٹھیک نہیں ہے تو گویا لنگڑی لولی اپاہج کنیز نذر سلطانی کرتے ہو۔ اور اگر ذکر وتسبیح اس میں نہیں تو گویا لونڈی کے آنکھ کان نہیں اور اگر سب کچھ موجود ہے مگر ذکر وتسبیح کے معنی نہیں سمجھے اور نہ دل متوجہ ہوا تو ایسا ہے جیسے کنیز کے اعضا تو سب موجود ہیں لیکن ان میں حس وحرکت بالکل نہیں یعنی حلقۂ چشم موجود ہے مگر بینائی نہیں ہے اور کان موجود ہیں مگر بہری ہے کہ سنائی نہیں دیتا۔ ہاتھ پاؤں ہیں مگر شل وبے حس ہیں۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اندھی بہری لولی لنگڑی کنیز شاہی نذرانہ میں قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بلکہ ایسی کنیز کا تحفہ پیش کرنا گستاخی اور شاہی عتاب کا موجب ہے۔ اسی طرح اگر ناقص نماز کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو گے تو کچھ عجب نہیں کہ پھٹے پرانے کپڑے کی طرح لوٹا دی جائے اور منہ پر پھینک ماری جائے۔ الغرض نماز سے مقصود چونکہ حق تعالیٰ کی تعظیم ہے لہذا نماز کے سنن ومستحبات وآداب میں جس قدر بھی کمی ہوگی اسی قدر احترام وتعظیم میں کوتاہی سمجھی جائے گی۔"

معلوم ہوا کہ یہ بات نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت اور ہمت کے موافق پوری توجہ اور شرائط وآداب کے ساتھ ادا کی جائے لیکن یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اگر جملہ آداب وکیفیت وحالات جو لکھے گئے ہیں اگر نہ بھی حاصل ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔ یہ بالکل غلط اور شیطانی مکر ہے نہ پڑھنے سے جس طرح کا پڑھنا ہو بہرحال بہتر ہے اس لئے کہ نماز نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے حتیٰ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ الغرض یہاں آیت میں نماز قائم کرنے کے حکم کے بعد نماز کے بہت سے اوصاف میں سے ایک اہم وصف پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اس آیت کی تشریح اور تفسیر میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے لکھا ہے۔

"نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں آسکتا ہے۔ ایک بطریق تسبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت وتاثیر یہ رکھی ہے کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہوجائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت اس پر مواظبت کی جائے اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔ دوسرے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی فرمانبرداری۔ خضوع وتذلل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت۔ الوہیت اور حکومت وشہنشاہی کا اظہار واقرار کرکے آیا ہے مسجد سے باہر آکر بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے۔ واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت اور سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اُسے روکتی اور منع کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتے اور منع فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے **ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآءِ ذی القربٰی وینھی عن الفحشآء والمنکر** بلاشبہ اللہ تم کو انصاف۔ سلوک اور قرابتداروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے نماز کے روکنے پر بھی ان کا نہ رکنا محل تعجب نہیں۔ ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔ سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان صلوٰۃ ادا کرتے وقت اور قرأت قرآن یا دعا وتسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کو مستحضر اور زبان ودل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اور اسی قدر اس کی نماز برائی کو چھڑانے میں مؤثر ثابت ہوگی۔ ورنہ جو نماز قلب لاہی وغافل سے ادا ہو وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی۔ جس کی نسبت حدیث میں فرمایا **لایذکرو اللہ فیھا الا قلیلاً** ایسی نماز کی نسبت حدیث میں وعید آئی ہے کہ جس کی نماز نے اسے برے اور فحش کاموں سے نہ روکا اس کو اس کی نماز نے اللہ سے اور زیادہ دور کردیا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد مروی ہے کہ اس شخص کی کوئی نماز نہیں ہے جس نے نماز کی اطاعت نہ کی۔ اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ آدمی فحشا و منکر سے رک جائے۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اس کی نماز نے فحش اور برے کاموں سے نہ روکا اس کی نماز نماز نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ اس کی نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں اسے دیکھنا چاہئے کہ اس کی نماز نے اسے فحشاء اور منکر سے کہاں تک باز رکھا۔ اگر نماز کے روکنے سے وہ برائیاں کرنے سے رک گیا ہے تو اس کی نماز قبول ہوئی ہے۔ آگے آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ نماز برائی سے کیوں نہ روکے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کی بہترین صورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور یہ ذکر اللہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو عبادت کیا۔ ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ یعنی خدا کی یاد سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔

اب یہاں ذکر اللہ کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا جائے۔ لوگوں نے عام طور پر ذکر اور یاد کو زبانی ذکر میں منحصر کر رکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ بلکہ اصل ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو امر و نہی کے ہر موقع پر یاد رکھا جائے یعنی جس وقت جو حکم دیا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد کر کے اس کو بجا لائیے۔ اور نہی کو یاد کر کے منع کئے ہوئے کام سے رک جائے۔ جو شخص امر و نہی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم اور نہی کو یاد کر کے اس کی تعمیل نہیں کرتا وہ ذاکر نہیں گو زبان سے کتنا ہی ذکر کرتا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ مجھے اس طریقہ سے یاد کرو جس طرح میں نے بتلایا ہے۔ تو جو شخص نماز کے وقت نماز نہیں پڑھتا محض زبان یا دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس طریقہ سے یاد نہیں کرتا جس طریقہ پر اس وقت وہ اپنی یاد چاہتے ہیں۔ اسی طرح جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔ اس کو سال تمام پر زکوٰۃ ادا کرنا چاہئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کا طریقہ یہی ہے۔ جس پر رمضان کا روزہ فرض ہے۔ اس کو رمضان میں روزہ رکھنا چاہئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کا یہی طریقہ ہے۔ جس وقت کوئی نامحرم عورت سامنے سے گزرے اس وقت اللہ کی یاد کا طریقہ یہی ہے کہ آنکھیں نیچی کرلے علیٰ ہذا ہر وقت کے متعلق جو بھی حکم ہے اس وقت اس کا بجا لانا ہی ذکر ہے۔ اگر اس وقت حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو بڑا ذکر لسانی کرنے سے یہ شخص ذاکر نہ ہوگا بلکہ غافل اور نافرمان شمار ہوگا۔ اسی لئے محققین صوفیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کی اطاعت میں لگا ہوا ہو وہ ذاکر ہے۔ گو زبان سے ذکر نہ کر رہا ہو۔ کیونکہ اطاعت میں لگا رہنا بدوں محبت یا خوف الٰہی کے نہیں ہوتا۔ اور محبت یا خوف ہی اصل ذکر ہے آیت کے اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ جو آدمی جس قدر خدا کو یاد کرتا ہے یا نہیں کرتا خدا تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ لہٰذا ذاکر اور غافل میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا معاملہ بھی جداگانہ ہوگا۔

اب تلاوت قرآن جس سے تبلیغ قولی بھی مقصود ہے اور اقامت صلوٰۃ جس میں تبلیغ فعلی بھی ہے ان پر اہل ایمان کے عامل ہونے سے منکرین اسلام اور منکرین توحید و رسالت اہل اسلام سے الجھیں گے۔ تکرار اور بحث مباحثہ بھی کریں گے اس لئے آگے منکرین جن میں اہل کتاب یعنی نصاریٰ و یہود اور مشرکین سب شامل ہیں ان سے گفتگو کا طریقہ اور بحث مباحثہ اور طرز کلام کا انداز بتلایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنے کلام پاک کی شب و روز تلاوت نصیب فرمائیں اور اس کے احکام و ہدایات پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی ہمت و توفیق نصیب فرمائیں۔ حق تعالیٰ ہم کو ایسی نمازیں ادا کرنے کی صلاحیت اور توفیق عطا فرمائیں کہ جو ہم کو ظاہری و باطنی تمام گناہوں اور برے کاموں سے روک دینے والی ہوں۔ یا اللہ ہم کو اپنے ذاکرین بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیے اور ہم کو ذکر اللہ کی حقیقت نصیب فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۤ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

اور تم اہل کتاب کے ساتھ بجز مہذب طریقہ کے مباحثہ مت کرو، ہاں جو اُن میں زیادتی کریں،

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور یوں کہو کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور اُن کتابوں پر بھی جو تم پر نازل ہوئیں، اور ہمارا معبود ایک ہے اور ہم تو اُس کی اطاعت کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ

اور اسی طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں، اور ان لوگوں میں بھی بعض ایسے (منصف) ہیں

مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

کہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں، اور ہماری آیتوں سے بجز کافروں کے اور کوئی منکر نہیں ہوتا۔

وَ اور	لَا تُجَادِلُوْا تم نہ جھگڑو	اَهْلَ الْكِتٰبِ اہل کتاب	اِلَّا مگر	بِالَّتِيْ اس طریقہ سے جو	هِيَ اَحْسَنُ وہ بہتر	اِلَّا بجز	
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا جن لوگوں نے ظلم کیا	مِنْهُمْ انمیں	سے	وَ اور	قُوْلُوْٓا تم کہو	اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ ہم ایمان لائے اس پر جو	اُنْزِلَ نازل کیا گیا	
اِلَيْنَا ہماری طرف	وَاُنْزِلَ اور نازل کیا گیا	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	وَاِلٰـهُنَا اور ہمارا معبود	وَاِلٰـهُكُمْ اور تمہارا معبود	وَاحِدٌ ایک		
وَنَحْنُ اور ہم	لَهٗ اس کے	مُسْلِمُوْنَ فرمانبردار	وَ اور	كَذٰلِكَ اسی طرح	اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ ہم نے نازل کی تمہاری طرف	الْكِتٰبَ کتاب	
فَالَّذِيْنَ پس جن لوگوں کو	اٰتَيْنٰهُمُ ہم نے دی انہیں	الْكِتٰبَ کتاب	يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَ اور	مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ ان (اہل مکہ) سے	
مَنْ يُّؤْمِنُ بعض ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَمَا يَجْحَدُ اور وہ نہیں انکار کرتے	بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کا	اِلَّا مگر صرف	الْكٰفِرُوْنَ کافر		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے تمام اہل ایمان کو حکم ہوا تھا کہ کلام پاک کی تلاوت کرتے رہیں اور نماز آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ منکرین جن میں اہل کتاب بھی ہیں اور مشرکین کفار بھی ہیں ان باتوں سے خصوصاً تبلیغ وتلاوت قرآن سے بدکیں گے اور اہل ایمان سے الجھیں گے اس لئے اہل ایمان کو ہدایات دی جارہی ہیں کہ منکرین سے کلام وبحث مباحثہ میں کیا انداز اختیار کریں۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں پہلے اہل کتاب سے گفتگو کا طریقہ بتلایا جاتا ہے۔ پھر آگے غیر اہل کتاب یعنی کفار ومشرکین کو بتلایا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آگے اس سورۃ میں اہل ایمان کو مکہ سے ہجرت کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اس وقت حبش ایک ایسا ملک تھا جہاں مسلمان ہجرت کر کے جاسکتے تھے اور حبش پر اس زمانہ میں عیسائیوں کا غلبہ اور ان کی حکومت تھی اس وجہ سے بھی ان آیات میں مسلمانوں کو ہدایات دی جارہی ہیں کہ اہل کتاب سے جب سابقہ پیش آئے تو ان سے دین کے معاملہ میں کس طرح گفتگو کی جائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اہل کتاب سے دینی بحث کے وقت فریق مقابل کی علمی اور دینی حیثیت کا خیال رکھو۔ اہل کتاب کا دین اصل میں سچا تھا۔ یہ مشرکوں کے دین کی طرح جڑ بنیاد سے غلط نہیں ہے اس لئے جوش مناظرہ اور مباحثہ میں صداقت اور اخلاق کی حد سے نہ نکلو۔ جہاں کہیں جتنی سچائی ہو اس کا اعتراف کرو اور نرمی۔ متانت۔ خیر خواہی اور صبر وتحمل سے واجبی بات سمجھاؤ۔ ان سے تیز اور دل دکھانے والی باتیں مت کرو۔ البتہ ان میں جو صریح بے انصافی۔ عناد اور ہٹ دھرمی پر تل جائیں اور خوانخواہ زیادتی پر اتر آئیں ان کے ساتھ سختی

اور تیزی کا برتاؤ کر سکتے ہو اور جو ایسے نہ ہوں اور تمہیں ستاتے نہ ہوں تو انہیں نرمی سے سمجھاؤ اور ان سے کہو کہ ہمارا جیسا قرآن پر ایمان ہے۔ اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء ورسل پر جو کتابیں اتاریں بیشک وہ اپنے وقت میں بالکل سچی تھیں۔ ایک حرف ان کا غلط نہ تھا۔ گو تمہارے ہاتھ میں وہ آسمانی کتابیں اپنی اصلی صورت اور حقیقت میں باقی نہ رہیں۔ پھر ہمارا تمہارا دونوں کا معبود ایک ہی ہے۔ بس فرق اتنا ہے ہم فقط اسی معبود حقیقی کے حکم پر چلتے ہیں تم نے اس سے ہٹ کر اوروں کو بھی خدائی کے حقوق و اختیارات دے دیئے۔ نیز ہم نے اس کے تمام احکام کو مانا۔ سب پیغمبروں کی تصدیق کی۔ سب کتابوں کو برحق سمجھا۔ اس کے آخری حکم کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔ تم نے کچھ مانا کچھ نہ مانا اور آخری صداقت سے منکر ہو گئے۔ آخر ہماری کتاب میں تمہاری کتابوں سے کونسی بات کم ہے جو قبول کرنے میں تمہیں تردد ہے۔ جس طرح انبیائے سابقین پر کتابیں اور صحیفے ایک دوسرے کے بعد اترتے رہے۔ پیغمبر آخر الزمان پر یہ کتاب اتری۔ اس کے ماننے سے انکار کیوں ہے؟ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن اہل کتاب نے اپنی کتاب ٹھیک سمجھی وہ اس کتاب کو بھی مانیں گے اور انصافاً ماننا چاہئے چنانچہ ان میں کے جو منصف ہیں وہ اس قرآن کی صداقت دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اہل کتاب بلکہ غیر اہل کتاب بھی جو آسمانی کتب سابقہ کا کچھ علم نہیں رکھتے مگر حق شناس ہیں وہ بھی اس قرآن کو مانتے جارہے ہیں۔ حقیقت میں قرآن کریم کی صداقت کے دلائل اس قدر روشن ہیں کہ بجز سخت حق پوش نافرمان اور متعصب کے کوئی ان کی تسلیم سے انکار نہیں کر سکتا۔ اس کا فقط وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو خوانخواہ ضد اور عناد میں انکار پر تلے ہوئے ہیں۔

یہ ہدایت اس مقام پر موقع کی مناسبت سے اہل کتاب کے ساتھ دین میں گفتگو ومباحثہ کرنے کے معاملہ میں دی گئی ہے مگر یہ اہل کتاب کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ تبلیغ دین کے باب میں ایک عام ہدایت ہے جو قرآن مجید میں جگہ جگہ دی گئی ہے۔ یہاں جس عمدہ طریق بحث کی طرف حق تعالیٰ نے خود رہنمائی فرمائی ہے اسے تبلیغ دین کی خدمت انجام دینے والوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ اس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ جس شخص سے تمہیں بحث کرنی ہو اس کی گمراہی کو بحث کا نقطۂ آغاز نہ بناؤ بلکہ بات اس سے شروع کرو کہ حق وصداقت کے وہ کون سے اجزاء ہیں جو تمہارے اور اس کے درمیان مشترک ہیں یعنی آغاز کلام نکات اختلاف سے نہیں بلکہ نکات اتفاق سے ہونا چاہئے پھر انہی متفق علیہ امور سے استدلال کر کے مخاطب کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ جن امور میں تمہارے اور اس کے درمیان اختلاف ہے ان میں تمہارا مسلک متفق علیہ بنیادوں سے مطابقت رکھتا ہے اور مقابل کا مسلک ان سے متضاد ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے یہاں تلقین فرمایا کہ اہل کتاب سے جب سابقہ پیش آئے تو سب سے پہلے مثبت طور پر اپنا یہی موقف ان کے سامنے پیش کرو کہ جس خدا کو تم مانتے ہو اسی کو ہم مانتے ہیں۔ اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ اس کی طرف سے جو احکام وہدایات وتعلیمات آئی ہیں ان سب کے آگے ہمارا سر تسلیم خم ہے خواہ وہ تمہارے ہاں آئی ہوں یا ہمارے ہاں۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں ملک۔ قوم اور نسل کے بندے نہیں کہ ایک جگہ خدا کا حکم آئے تو مانیں اور اسی خدا کا دوسری جگہ حکم آئے تو نہ مانیں۔ مگر یہ دلیل وہی پیش کر سکتا ہے جو خود پہلے اپنے آپ کو **نحن له مسلمون** کا مصداق بنالے کہ ہم تو اسی کے فرمانبردار اور تابعدار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے سے تبلیغ دین کے معاملہ میں گفتگو کرنے سے پہلے خود پورا مسلم اور فرمانبردار اور تابعدار ہونا چاہئے ورنہ کس منہ سے کہے گا **نحن له مسلمون** کہ ہم تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔

یہاں منکرین میں سے اہل کتاب سے گفتگو کی ہدایت دی گئی۔ آگے عام منکرین توحید رسالت یعنی کفار ومشرکین کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت اور دلیل دی جاتی ہے اور ان سے طرز گفتگو تلقین فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ حق ناشناس لوگ کچھ شبہ نکالتے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

بلکہ یہ کتاب خود بہت سی واضح دلیلیں ہیں اُن لوگوں کے ذہن میں جن کو علم عطا ہوا ہے اور ہماری آیتوں سے بس ضدی لوگ انکار کئے جاتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کے پاس سے نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوئیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ نشانیاں تو خدا کے قبضہ میں ہیں، اور میں تو صرف ایک صاف صاف

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ڈرانے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جو اُن کو سنائی جاتی رہتی ہے، بلاشبہ اس کتاب میں

لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ

ایمان لانے والے لوگوں کیلئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بس ہے، اس کو سب چیز کی خبر ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

جو آسمانوں میں ہے، اور زمین میں ہے، اور جو لوگ جھوٹی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں تو وہ لوگ بڑے زیاں کار ہیں۔

وَ اور	مَا نہ	كُنْتَ تَتْلُوْا آپ پڑھتے تھے	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	مِنْ كِتٰبٍ کوئی کتاب	وَلَا تَخُطُّهٗ اور نہ اسے لکھتے ہیں	
بِيَمِيْنِكَ اپنے دائیں ہاتھ سے	اِذًا اس (صورت) میں	لَّارْتَابَ البتہ شک کرتے	الْمُبْطِلُوْنَ حق ناشناس	بَلْ هُوَ بلکہ وہ (یہ)	اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ واضح آیتیں	
فِيْ صُدُوْرِ سینوں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا	وَمَا يَجْحَدُ اور نہیں انکار کرتے	بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کا	اِلَّا مگر (صرف)	
الظّٰلِمُوْنَ ظالم	وَقَالُوْا اور وہ بولے	لَوْلَآ کیوں نہ	اُنْزِلَ نازل کی گئی	عَلَيْهِ اس پر	اٰيٰتٌ نشانیاں	مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب سے
قُلْ آپ فرمادیں	اِنَّمَا اسکے سوانہیں	الْاٰيٰتُ نشانیاں	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	وَ اور	اِنَّمَآ اَنَا اسکے سوانہیں کہ میں	نَذِيْرٌ ڈرانیوالا
مُّبِيْنٌ صاف صاف	اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ کیا ان کیلئے کافی نہیں	اَنَّآ اَنْزَلْنَا کہ ہم نے نازل کی	عَلَيْكَ آپ پر	الْكِتٰبَ کتاب	يُتْلٰى پڑھی جاتی ہے	
عَلَيْهِمْ ان پر	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَرَحْمَةً البتہ رحمت ہے	وَّذِكْرٰى اور نصیحت	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُّؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں
قُلْ آپ فرمادیں	كَفٰى کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	بَيْنِيْ وَ میرے درمیان اور	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	شَهِيْدًا گواہ	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے
مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین میں	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِالْبَاطِلِ باطل پر	وَكَفَرُوْا اور وہ منکر ہوئے
	بِاللّٰهِ اللہ کے	اُولٰٓئِكَ وہی ہیں	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہ گھاٹا پانے والے			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں منکرین میں سے اہل کتاب سے مباحثہ اور دینی گفتگو کی ہدایات دی گئی تھیں اس کے بعد بتلایا گیا تھا کہ

جیسے پہلے آسمانی کتابیں تورات وانجیل وغیرہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں۔ اسی طرح یہ آخری کتاب یعنی قرآن حکیم بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے چنانچہ جو اہل کتاب انصاف پسند اور منصف مزاج ہیں وہ اپنی کتاب کی بشارات کی بنا پر قرآن کی صداقت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے سچا ماننے میں پس و پیش نہیں کرتے اور اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ اب جو لوگ قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے عام منکرین ہیں یعنی کفار و مشرکین ان کے لئے قرآن کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل دی جاتی ہے۔ نزول قرآن سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس سال ان ہی مکہ والوں میں گزر چکے تھے اور سب جانتے تھے کہ اس مدت میں نہ آپ کسی استاد کے پاس بیٹھے۔ نہ ظاہری پڑھنا لکھنا سیکھا۔ نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں پکڑا۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پرستوں کو شبہ نکالنے کی گنجائش رہتی کہ شاید اگلی کتابیں پڑھ کر ان کی باتیں نوٹ کر لی ہوں گی اور ان ہی کو اب آہستہ آہستہ اپنی عبارت میں ڈھال کر سنا دیتے ہیں۔ گو اس وقت بھی یہ کہنا غلط ہوتا کیونکہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور کل مخلوق کی طاقت کو اپنے ساتھ ملا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے۔ اور پوری کتاب تو در کنار اس جیسی ایک سورۃ یا چند آیتیں بھی نہیں لا سکتے تاہم جھوٹوں کو بات بنانے کا ایک موقع ہاتھ لگ جاتا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمی ہونا مسلمات میں سے ہے اور مخالفین بھی اس کو مانتے ہیں تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی۔ اب یہ سچائی کے دشمن کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب نہیں اور بجز ہٹ دھرموں کے کسی کو اس میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔ یہ کتاب تو حقیقت میں روشن اور واضح دلائل کا مجموعہ ہے ان لوگوں کے ذہنوں میں جن کو کہ علم عطا ہوا ہے۔ مضامین قرآن اپنے لئے آفتاب کی طرح اہل علم کے نزدیک آپ دلیل ہیں کہ یہ انسانی کلام نہیں لیکن پھر بھی جو ایسی کتاب کا انکار کرے تو بڑا بے انصاف ہے اور اس کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو ظلم پر کمربستہ ہیں اور ضدی وہٹ دھرم ہیں۔ تو ایسی ناانصافی کا کیا علاج جب کہ ایک شخص یہی ٹھان لے کہ میں کبھی سچی بات نہ مانوں گا۔ اس طرح تو وہ روشن سے روشن چیز کا انکار کر دے گا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ باوجود عطاء معجزۂ قرآن کے محض براہ عناد وضدیوں کہتے ہیں کہ ہماری فرمائشی نشانیاں کیوں نہیں ظاہر کی جاتیں۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یوں کہہ دیجئے کہ فرمائشی نشانیاں لانا یا معجزات دکھانا میرے اپنے اختیار کی چیز نہیں۔ یہ تو خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ میں باری کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کر دوں اور عذاب الٰہی سے ڈراؤں باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشانیاں چاہے دکھلا دے۔ یہ اس کے اختیار میں ہے یہ جواب تو منکرین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوایا گیا اب آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ نشان کافی نہیں جو کتاب ان کو رات دن پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ اس سے بڑا نشان کونسا ہوگا۔ کیا یہ منکرین دیکھتے نہیں کہ اس کتاب کے ماننے والے کس طرح سمجھ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ تو اگر یہ منکرین ایسے کھلے ہوئے دلائل کے بعد بھی ایمان نہ لاویں تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ آخری بات جواب کے طور پر کہہ دیجئے کہ تم مانو یا نہ مانو میری رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے وہ تمہاری تکذیب و سرکشی کو اور میری سچائی و خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس پر میری سچائی روشن ہے کہ میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اسی کی کہی ہوئی تم سے کہتا ہوں۔ اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ باطل کو ماننے والے اور خدا کو نہ ماننے والے ہی نقصان اور خسارہ میں ہیں اور قیامت کے دن انہیں اپنی بداعمالی کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ یہ انسان کی کتنی بڑی شقاوت اور خسران ہے کہ جھوٹی بات کو خواہ وہ کتنی ہی ظاہر ہو اس کو قبول کر لے اور سچی بات سے گو کتنی ہی روشن ہو انکار کرتا رہے۔

ابھی اسی سلسلہ میں کفار و مشرکین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۚ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ

اور یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضہ کرتے ہیں، اور اگر علمِ الٰہی میں عذاب آنے کی میعاد معین نہ ہوتی، تو ان پر عذاب آچکا ہوتا، اور وہ عذاب اُن پر دفعۃً آپہنچے گا،

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

اور اُن کو خبر بھی نہ ہوگی، یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضہ کرتے ہیں، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جہنم ان کافروں کو گھیرلے گی۔

يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ

جس دن کہ اُن پر عذاب اُن کے اُوپر سے اور اُن کے نیچے سے گھیرلے گا اور حق تعالیٰ فرمائے گا کہ جو کچھ کرتے رہے ہو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

(اب اُس کا مزہ) چکھو۔اے میرے ایماندار بندو میری زمین فراخ ہے سو خالص میری ہی عبادت کرو۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے۔اور جو لوگ ایمان لائے، اور اچھے عمل کئے

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ نِعْمَ

ہم اُن کو جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (نیک) کام کرنے والوں کا

اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ

کیا اچھا اجر ہے۔جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کیا کرتے تھے۔اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اُٹھا کر نہیں رکھتے،

رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

اللہ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے، اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ اور وہ آپ سے جلدی کرتے ہیں	بِالْعَذَابِ عذاب کی	وَلَوْلَا اور اگر نہ	اَجَلٌ میعاد	مُّسَمًّى مقرر	لَّجَآءَهُمْ تو آچکا ہوتا ان پر	
الْعَذَابُ عذاب کی	وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ اور ضرور ان پر آئیگا	بَغْتَةً اچانک	وَّهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُوْنَ انہیں خبر نہ ہوگی	يَسْتَعْجِلُوْنَكَ وہ آپ سے جلدی کرتے ہیں	
بِالْعَذَابِ عذاب کی	وَاِنَّ اور بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	لَمُحِيْطَةٌ البتہ گھیرے ہوئے	بِالْكٰفِرِيْنَ کافروں کو	يَوْمَ (جس) دن	
يَغْشٰىهُمْ انہیں ڈھانپ لے گا	الْعَذَابُ عذاب	مِنْ فَوْقِهِمْ انکے اوپر سے	وَ اور	مِنْ تَحْتِ نیچے سے	اَرْجُلِهِمْ ان کے پاؤں	
وَيَقُوْلُ اور وہ کہے گا	ذُوْقُوْا چکھو تم	مَا جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	يٰعِبَادِيَ اے میرے بندو	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے	
اِنَّ بیشک	اَرْضِيْ میری زمین	وَاسِعَةٌ وسیع	فَاِيَّايَ پس میری ہی	فَاعْبُدُوْنِ پس تم عبادت کرو	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	ذَآئِقَةُ چکھنا

اَلْمَوْتِ موت	ثُمَّ اِلَيْنَا پھر ہماری طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤگے	وَ اور	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اورانہوں نے عمل کئے	
الصّٰلِحٰتِ نیک	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں جگہ دینگے	مِنَ سے	الْجَنَّةِ جنت	غُرَفًا بالاخانے	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا اسکے نیچے
الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	نِعْمَ اَجْرُ (کیا ہی) اچھا اجر	الْعٰمِلِيْنَ کام کرنیوالے	الَّذِيْنَ صَبَرُوْا جن لوگوں نے صبر کیا	
وَعَلٰى رَبِّهِمْ اور وہ اپنے رب پر	يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں	وَكَاَيِّنْ اور بہت سے	مِنْ دَآبَّةٍ جانور جو	لَا تَحْمِلُ نہیں اٹھاتے		
رِزْقَهَا اپنی روزی	اَللّٰهُ اللہ	يَرْزُقُهَا انہیں روزی دیتا ہے	وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی	وَهُوَ اور وہ	السَّمِيْعُ سننے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایک اعتراض یہ نقل فرمایا گیا تھا کہ یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ ہم تو انہیں رسول جب مانیں جب ہمارے منہ مانگے معجزہ اور نشانیاں ہمیں دکھائیں اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا گیا تھا کہ یہ میرے قبضہ کی بات نہیں کہ جو نشان تم طلب کیا کرو میں وہی دکھلا دیا کروں نہ کسی نبی کی تصدیق اس بات پر موقوف ہوسکتی ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ تمہیں برے کاموں کے انجام سے صاف صاف ڈراؤں اور آگاہ کرتا رہوں باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشان چاہے دکھلا دے یہ اس کے اختیار میں ہے۔ اب کفار مکہ کا ایک دوسرا قول نقل فرمایا جاتا ہے جو یہ کہتے کہ اگر ہم باطل پر ہیں تو جس عذاب سے ہمیں بار بار ڈرایا جاتا ہے وہ ہم پر کیوں نہیں آجاتا۔ کفار یہ بار بار چیلنج کے انداز میں مطالبہ کرتے کہ اگر تم واقعی سچے ہوتو وہ عذاب کیوں نہیں لے آتے جس سے ڈراوے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ منکرین عذاب میں جلدی کررہے ہیں۔ ان کے کرتوت تو بیشک ایسے ہی ہیں کہ ان پر عذاب فوراً آجاتا۔ لیکن عذاب کا بھی اور چیزوں کی طرح ایک وقت معین ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا تو عذاب بھی اچانک آجائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد کفار مسلمانوں کے ہاتھوں قتل وقید ہوئے۔ رہا آخرت کا عذاب تو اس عذاب میں تو یہ پڑے ہی ہیں۔ یہ کفر وشرک اور ظلم جسے اس وقت معمولی بات سمجھ رہے ہیں مرنے کے بعد ہی حقیقت کھل جائے گی جب یہی اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے اور جس وقت ان سے کہا جاوے گا کہ لو اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔

اب جس وقت اس سورۃ اور ان آیات کا نزول ہوا ہے تو مکہ کے کافروں نے مسلمانوں کا جینا دشوار کررکھا تھا اس لئے مکہ کے مسلمانوں سے ان آیات میں کہا جاتا ہے کہ زندگی سے مقصود اللہ کی عبادت ہے اگر مکہ میں رہ کر خدا کی بندگی کرنی مشکل ہورہی ہے تو وطن اور قوم کو چھوڑ کر یہاں سے نکل جاؤ۔ خدا کی زمین تنگ نہیں ہے۔ جہاں بھی تم خدا کے مطیع بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔ یہ آیت **یعبادی الذین امنوآ ان ارضی واسعة فایای فاعبدون** (اے میرے ایماندار بندو! میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی کرو) صاف بتلا رہی ہے کہ اے اہل ایمان جہاں کافروں کے تسلط کی وجہ سے تم ارکان اسلام آزادی کے ساتھ ادا نہ کرسکو تو وہاں سے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے کہیں اور چلے جاؤ۔ اہل ایمان کو چاہئے کہ عبادت الٰہی کو مقصود اصل رکھیں اور آخرت کو اپنا وطن اصلی جانیں اس لئے جہاں عبادت میسر نہ آسکے وہاں سے ہجرت کرکے ایسی جگہ چلے جائیں جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میسر آسکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل اسلام کا یہ عذر قابل سماعت نہیں کہ فلاں شہر یا فلاں ملک میں کفار غالب تھے اس لئے ہم اللہ کی توحید اور اس کی عبادت سے مجبور رہے۔ ان کو چاہئے کہ اس سرزمین کو جہاں وہ کفر ومعصیت پر مجبور کئے جائیں اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ دیں اور کوئی ایسی جگہ تلاش کریں جہاں آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام پر خود بھی عمل کرسکیں۔ اور دوسروں کو بھی تلقین کرسکیں۔ وطن

مالوف کی اقامت کو اللہ کی عبادت کے مقابلہ میں ترجیح نہ دیں۔

اب یہاں ترک وطن اور ہجرت کا جو حکم دیا گیا تو ظاہر ہے کہ ترک وطن میں دو قسم کے خطرات انسان کو عادۃً پیش آتے ہیں۔ ایک تو جان کی فکر اور خطرہ، دوسرے روزی کا فکر کہ دوسری نئی جگہ جا کر رزق کا کیا سامان ہوگا اس لئے پہلے یہاں بتلایا جاتا ہے کل نفس ذائقة الموت (ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے)۔ یعنی ایک نہ ایک دن تو اس دنیا سے مفارقت لازمی ہے۔ موت سے تو کسی کو کسی جگہ کسی حال میں مفر نہیں اس لئے موت سے خوف اور گھبراہٹ مومن کا کام نہیں۔ وہ تو ہر حال میں پیش آنی ہی ہے اور پھر مومن کو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے موت ہرگز نہیں آسکتی۔ اس لئے اپنے وطن میں رہنے یا ہجرت کرکے دوسری جگہ جانے میں موت کا خوف حائل نہ ہونا چاہئے خصوصاً جبکہ احکام الٰہیہ کی اطاعت کرتے ہوئے موت آجائے جو دائمی راحتوں اور ابدی لازوال نعمتوں کا ذریعہ ہے جو آخرت میں ملیں گی جس کا ذکر آگے انہیں آیات میں فرمایا گیا ہے۔ اور جس کی طرف ثم الینا ترجعون میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ بالآخر سب کو دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف واپس آنا ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ ابھی سے ہمارے پاس آنے کی فکر کرلاؤ اور وطن اصلی کی تیاری کرلو۔ اگر ہمارے پاس نافرمان ہوکر آئے تو خوف سزا کا ہے اور اگر ہجرت ہماری رضا کے واسطے کی تو ہمارے پاس پہنچنے کے بعد ہم ان کو جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اجر عظیم آخرت میں انہی ایمان والوں کو ملیں گے جو صبر اور استقلال سے اسلام اور ایمان کی راہ پر جمے رہے اور اپنے رب پر بھروسہ کرکے ایمان کی خاطر ہر خطرہ سہنے کو تیار ہوگئے اور گھربار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔

اب دوسرا خطرہ ہجرت کی راہ میں جو یہ ہوتا ہے کہ آگے گزارہ کس طرح ہوگا۔ تو اس کا بھی اطمینان دلایا جارہا ہے اور ارشاد ہوتا ہے و کاین من دابة لاتحمل رزقها الله یرزقها وایاکم وهو السمیع العلیمo (اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے) یعنی اس پر غور کرو کہ زمین پر خشکی اور پانی میں کتنے بے شمار چرند۔ پرند اور درندے اور آبی حیوانات ہیں جو اپنے رزق جمع کرنے اور رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ نہ تحصیل رزق کے اسباب جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کو روزانہ اپنے فضل سے رزق مہیا کرتے ہیں۔ اللہ ہی تو ان سب کو پال رہا ہے۔ اللہ کی قدرت سے ان کو کسی نہ کسی طرح رزق مل ہی جاتا ہے لہٰذا تم یہ سوچ کر ہمت نہ ہارو کہ اگر ایمان کی خاطر گھربار چھوڑ کر نکل گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ جو خدا جانوروں کو روزی پہنچاتا ہے کیا وہ اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائے گا خوب سمجھ لو رزاق حقیقی وہی ہے جو سب کی باتیں سنتا اور سب کے حال جانتا ہے۔

اب چونکہ یہ سورۃ عنکبوت خاتمہ کے قریب ہے اس لئے اخیر میں اثبات توحید کا مضمون اگلی آیات میں بیان فرما کر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمادیں جو دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں ہمیں عذاب الٰہی سے محفوظ رکھیں۔ حق تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت اور شریعت مطہرہ کے موافق زندگی گزارنے کا ماحول نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ

اور اگر آپ اُن سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ

اللّٰهُ ۚ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾ اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۚ

اللہ ہے پھر کدھر الٹے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے روزی فراخ کر دیتا ہے، اور جس کیلئے چاہے تنگ کر دیتا ہے،

إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ

بیشک اللہ ہی سب چیز کے حال سے واقف ہے۔ اور اگر آپ اُن سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اسے

الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾

زمین کو بعد اس کے کہ خشک پڑی تھی تر و تازہ کر دیا۔ تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ بھی اللہ ہے، آپ کہیے کہ الحمد للہ، بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ

اور یہ دُنیوی زندگی بجز لہو ولعب کے اور کچھ بھی نہیں، اور اصل زندگی عالم آخرت ہے،

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾

اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔

وَلَئِنْ اور البتہ اگر	سَأَلْتَهُمْ تم پوچھو ان سے	مَنْ خَلَقَ کس نے بنایا	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْأَرْضَ اور زمین	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا کام میں لگایا		
الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	لَيَقُولُنَّ وہ ضرور کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	فَأَنّٰى پھر کہاں	يُؤْفَكُونَ وہ الٹے پھرے جاتے ہیں	اَللّٰهُ اللہ	
يَبْسُطُ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ روزی	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے			
لَهٗ اس کیلئے	إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا	عَلِيمٌ جاننے والا	وَلَئِنْ اور البتہ اگر	سَأَلْتَهُمْ تم ان سے پوچھو	مَنْ کس نے	
نَزَّلَ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَأَحْيَا پھر زندہ کر دیا	بِهٖ اس سے	الْأَرْضَ زمین	مِنْ بَعْدِ بعد	مَوْتِهَا اس کا مرنا
لَيَقُولُنَّ البتہ وہ کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	قُلِ آپ کہہ دیں	الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ کیلئے	بَلْ لیکن	أَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر		
لَا يَعْقِلُونَ وہ عقل سے کام نہیں لیتے	وَمَا اور نہیں	هٰذِهٖ یہ	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	إِلَّا لَهْوٌ سوائے کھیل	وَلَعِبٌ اور کود		
وَإِنَّ اور بیشک	الدَّارَ الْآخِرَةَ آخرت کا گھر	لَهِيَ البتہ وہی	الْحَيَوَانُ زندگی	لَوْ کاش	كَانُوا يَعْلَمُونَ وہ جانتے ہوتے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو ہجرت کا حکم اور تلقین وترغیب دی گئی تھی۔ اب بھی جہاں فرائض دینی ادا کرنے سے اہل اسلام کو مانع ہو تو وہاں سے ہجرت واجب ہے اور کس جگہ ہجرت کی جائے اس کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جہاں آزادی سے ارکان اسلام ادا کر سکے وہاں چلا جاوے۔ اب آگے چونکہ مضمون توحید نہایت مہتم بالشان ہے اس لئے ختم سورۃ کے قریب پھر اسی مضمون کو بیان فرمایا جاتا ہے اور ثابت کیا جاتا ہے کہ معبود برحق صرف

ایک ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ مشرکین مکہ بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے تو قائل تھے۔ وہ بھی اس بات کو مانتے تھے کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا۔ چاند وسورج کو مسخر کرنے والا اور دن رات پے در پے لانے والی اللہ کی ذات ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں بکثرت توحید ربوبیت کے ساتھ توحید الوہیت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور مشرکین مکہ کو توحید ربوبیت سے توحید الوہیت کی طرف دعوت دی گئی ہے کہ جب تمام چیزوں کا خالق اور مالک اور رازق خدائے تعالیٰ ہے تو پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ مشرکین ایام جاہلیت میں حج وعمرہ میں لبیک پکارتے ہوئے بھی خدا کے شریک نہ ہونے کا اقرار کرتے تھے مگر اس کے ساتھ بت پرستی بھی ان میں رائج تھی چنانچہ وہ لبیک حج کے موقع پر اس طرح کہتے تھے۔ لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکه وما ملک یعنی خدایا ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک کہ جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔ اس شرک آمیز لبیک کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کے موقع پر اہل اسلام کو یہ لبیک سکھلائی۔ لبیک اللھم لبیک. لبیک لاشریک لک لبیک. ان الحمد والنعمة لک والملک. لاشریک لک. حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور سب نعمتیں تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں اور ملک بھی تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

الغرض ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ان مشرکین سے جو کہ خود ہی شرک نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی بجبر مشرک بناتے ہیں یہ پوچھیں کہ آسمان وزمین غرض تمام جہان کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مقررہ کام پر لگایا تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ اقرار کرنے کے بعد ان کو اوندھی مت انہیں کہاں اٹھائے لئے جا رہی ہے اور وہ برخلاف اقرار کے کیوں شرک میں گرفتار ہیں۔ پھر رزق کا انتظام بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی جسے جتنا چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز سے واقف ہے اور ہر بات کی مصلحت جانتا ہے۔ جس کو بہت دینا ہوتا ہے اس کے لئے ویسے ہی اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ جس کو کم دینا ہوتا ہے اس کے ویسے ہی سامان فرما دیتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کس کے لئے فراخی مناسب ہے اور کس کے لئے تنگی۔ اسی طرح اسے حال بدلتے بھی دیر نہیں لگتی جب چاہتا ہے مفلس کو مالدار اور مالدار کو مفلس اور خوشحال کو بدحال اور بدحال کو خوشحال بنا دیتا ہے۔ اس کا بھی ان مشرکین کو اقرار ہے۔ پھر اگر آپ ان مشرکین سے یہ پوچھیں کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ آسمان سے مینہ کون برساتا ہے جس سے خشک مردہ زمین ہری اور تروتازہ ہو جاتی ہے اور انواع واقسام کی چیزیں اس میں اگ آتی ہیں۔ وہ یہی جواب دیں گے کہ یہ سب اللہ ہی کرتا ہے تو آپ کہئے کہ شکر ہے خدا کا کہ تم پر حجت تمام ہوگئی اور تم نے توحید کو تسلیم کرلیا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے مذکورہ بالا اقراروں سے ثبوت توحید ایسا نہیں ہے کہ سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور توحید الوہیت سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور وجہ اس نہ سمجھنے کی دنیا کی محبت اور اس میں انہماک ہے لیکن یہ بھی ان کی غلطی ہے کیونکہ دنیاوی زندگی مثل تھوڑی دیر کی تفریح اور کھیل کود کی طرح ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس دنیاوی زندگی میں اس قدر انہماک کہ جس سے آخرت فوت ہو جاوے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی لہوولعب میں مصروف ہو کر اپنی جان کی بھی پروا نہ کرے اور ظاہر ہے کہ یہ سراسر خلاف عقل ہے۔ اس لئے ان کا یہ انہماک فی الدنیا ضرور خلاف عقل ہے۔ کاش کہ وہ اس کو جانتے ہوتے اور ایسی غلطی نہ کرتے۔

یہاں یہ آیت وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الأخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون (اور یہ دنیوی زندگی بجز لہوولعب کے اور کچھ بھی نہیں اور اصل زندگی عالم آخرت ہے۔ اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے) دنیا کی بے ثباتی اور ترغیب وترجیح آخرت میں بالکل صریح ہے۔ اور یہ کفار ومشرکین کے حق میں لائی گئی ہے کہ یہ ان کی بے عقلی ہے کہ فانی دنیا میں منہمک ہو کر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کو بھلا رہے ہیں مگر آج باوجود دعوائے ایمان قرآنی کے دن و رات دنیا کی ترقی کی رٹ لگانے والوں کے سامنے اگر آپ یہ آیت پڑھیں اور کہیں کہ دنیا کی ترقی کے بجائے آخرت کی ترقی کی بھی سوچو تو آپ خود اندازہ لگالیں کہ آپ کو کیا جواب ملے گا۔ بس سوائے انا للہ وانا الیه راجعون پڑھنے کے اور کیا کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس امت مسلمہ پر رحم وکرم فرمائیں اور اس کی غیب سے اصلاح کی صورتیں فرمائیں۔

ابھی آگے بھی خاتمہ کی آیات میں شرک اور مشرکین کی مذمت اور توحید کی حقانیت بیان فرمائی گئی ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا هُمْ

پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں، تو خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ فوراً ہی

یُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَا اٰتَیْنٰهُمْ ۚ وَلِیَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا

شرک کرنے لگتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے اس کی ناقدری کرتے ہیں، اور یہ لوگ چندے اور حظ حاصل کر لیں، پھر قریب ہی ان کو خبر ہوئی جاتی ہے۔

حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

کیا ان لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے امن والا حرم بنایا ہے، اور ان کے گرد و پیش میں لوگوں کو نکالا جا رہا ہے پھر کیا یہ لوگ جھوٹے معبود پر ایمان لاتے اور ان اللہ کی نعمتوں کی

یَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ

ناشکری کرتے ہیں اور اس شخص سے زیادہ کون ناانصاف ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے اور جب سچی بات اس کے پاس پہنچے وہ اس کو جھٹلا دے،

اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ

کیا ... کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم اُن کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھا دیں گے،

سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿٦٩﴾

اور بیشک اللہ کی (رضا و رحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔

فَاِذَا پھر جب	رَكِبُوْا وہ سوار ہوتے ہیں	فِی الْفُلْكِ کشتی میں	دَعَوُا اللّٰهَ اللہ کو پکارتے ہیں	مُخْلِصِیْنَ خالص رکھ کر	لَهُ الدِّیْنَ اس کیلئے اعتقاد	
فَلَمَّا پھر جب	نَجّٰىهُمْ وہ انہیں نجات دیتا ہے	اِلَی الْبَرِّ خشکی کی طرف	اِذَا هُمْ ناگہاں (فوراً) وہ	یُشْرِكُوْنَ شرک کرنے لگتے ہیں		
لِیَكْفُرُوْا تاکہ ناشکری کریں	بِمَا وہ جو	اٰتَیْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	وَلِیَتَمَتَّعُوْا اور تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں	فَسَوْفَ پس عنقریب وہ	یَعْلَمُوْنَ جان لیں گے وہ	
اَوَ کیا	لَمْ یَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	اَنَّا جَعَلْنَا کہ ہم نے بنایا	حَرَمًا حرم سرزمین مکہ	اٰمِنًا امن کی جگہ	وَ جبکہ	یُتَخَطَّفُ اُچک لئے جاتے ہیں
النَّاسُ لوگ	مِنْ سے	حَوْلِهِمْ اس کے اردگرد	اَفَبِالْبَاطِلِ کیا پس باطل پر	یُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں	وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ اور اللہ کی نعمت کی	
یَكْفُرُوْنَ ناشکری کرتے ہیں	وَمَنْ اور کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جس نے	افْتَرٰی باندھا	عَلَی اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ
اَوْ كَذَّبَ یا جھٹلایا اس نے	بِالْحَقِّ حق کو	لَمَّا جب	جَآءَهٗ وہ آیا اس کے پاس	اَلَیْسَ کیا نہیں	فِیْ جَهَنَّمَ جہنم میں	مَثْوًی ٹھکانہ
لِلْكٰفِرِیْنَ کافروں کیلئے	وَ اور	الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا جن لوگوں نے کوشش کی	فِیْنَا ہماری (راہ) میں	لَنَهْدِیَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں ہدایت دیں گے		
سُبُلَنَا اپنے راستے	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ البتہ ساتھ ہے نیکوکاروں کے			

تفسیر و تشریح:۔ یہ سورۂ عنکبوت کی آخری آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ ر یلتای اور توحید کے اثبات کے سلسلہ میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ہوا تھا کہ دنیوی زندگی تھوڑی دیر کے کھیل کود کی طرح ہے۔ اسے کوئی دوام نہیں اور اس کو کوئی ثبات نہیں البتہ دار آخرت کی زندگی دوام اور بقا کی زندگی ہے اور

وہ زوال اور فنا سے پاک ہے اور مشرکین کو سمجھایا گیا تھا کہ جب تم اللہ کو خالق ورازق جانتے ہو تو لازم ہے کہ کفر وشرک سے بچ کر اسی ایک ذات کی عبادت اور بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین کا رویہ یہ ہے کہ جب کشتی طوفان میں گھر جائے تو بے بسی اور بے کسی کے وقت اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں اور ان معبودوں کو جن کی پوجا پاٹ میں دن رات لگے رہتے ہیں سب کو بھول جاتے ہیں۔ پھر جہاں آفت سر سے ٹلی اور خشکی پر قدم رکھا تو اللہ کے احسانوں سے منہ موڑ کر پھر جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنا شروع کردیا۔ یہ مشرکین عرب کی عام حالت تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں مفسرین نے معتبر روایات سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے مکہ سے بھاگ نکلے اور کسی جگہ چلے جانے کے ارادہ سے کشتی میں بیٹھ گئے۔ اتفاقاً سمندر میں سخت طوفان آیا اور کشتی زیروزبر ہونے لگی۔ جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے کہ یہ موقع صرف اللہ کو پکارنے کا ہے۔ اٹھو اور خلوص کے ساتھ دعائیں کرو۔ اس وقت نجات اسی کے ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی عکرمہ نے کہا کہ خدا کی قسم اگر سمندر کی اس بلا سے، بجز خدا کے اور کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کو ٹالنے والا بھی وہی ہے۔ خدایا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جاکر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا اور آپ کا کلمہ پڑھ لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے رسول میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے اور مجھ پر رحم و کرم فرمائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی۔ عکرمہ تو فتح مکہ کے موقع پر اپنی جان کے خوف سے مکہ سے بھاگ نکلے تھے لیکن ان کی بیوی ام حکیم فتح مکہ کے دن اسلام لے آئیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عکرمہ ملک یمن بھاگ گئے۔ انہیں اپنے قتل کئے جانے کا بہت بڑا اندیشہ ہے لہٰذا آپ ان کو امن دے دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں میری طرف سے امن ہے۔ یہ اپنے ایک غلام کے ہمراہ اپنے شوہر کی طلب میں نکلیں آخر ام حکیم عکرمہ کے پاس جا پہنچیں اور ان سے کہا کہ میں تمہارے پاس ایک ایسی ذات کی جانب سے آرہی ہوں جو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ بھلے اور بہتر ہیں کیوں اپنے آپ کو تم نے ہلاکت میں ڈالا اور جلاوطنی کی مشقت برداشت کی۔ میں نے تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن طلب کرلیا ہے۔ عکرمہ نے تعجب سے کہا تم نے؟ ام حکیم بولیں ہاں میں نے تمہارے لئے امن طلب کرلیا ہے۔ چنانچہ عکرمہ وہیں سے بیوی کے ساتھ واپس ہوگئے۔ جب یہ مکہ کے قریب ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم لوگوں کے پاس عکرمہ بن ابوجہل مومن اور مہاجر ہوکر آرہے ہیں۔ تم ان کے باپ کو برا نہ کہنا۔ مرے ہوئے کو برا کہنے سے اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ میت کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اللہ اکبر! کیا خلق عظیم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فداہ ابی وامی۔ جب یہ مکہ معظمہ پہنچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے ہی لپکے اور آپ کے جسم اطہر پر چادر تک نہ تھی اور ان کی آمد سے انتہائی خوش ہوئے اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور عکرمہ آپ کے سامنے کھڑے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام حکیم بھی نقاب ڈالے ہوئے تھیں۔ تو عکرمہ نے عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے یعنی بیوی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ نے میرے لئے امن کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا اور تمہارے لئے امن ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں بیشک اللہ کا رسول ہوں اور نمازیں قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور یہ کرو اور یہ کرو چند اور اسلام کے فضائل و احکام آپ نے سمجھائے۔ عکرمہ نے کہا خدا کی قسم آپ نے حق ہی کی طرف بلایا ہے اور آپ نے اچھی ہی باتوں کی دعوت ہے۔ خدا کی قسم آپ تو دعوت حق کی طرف بلانے سے پہلے ہی ہم میں زیادہ صادق القول مشہور تھے اور ہم سب میں آپ زیادہ بھلے تھے اس کے بعد عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام لانے سے بہت ہی خوش ہوئے۔ اس کے بعد اور بھی گفتگو ہوئی جو طوالت کی وجہ سے یہاں چھوڑی جاتی ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج

جو کچھ بھی تم مجھ سے مانگو گے میں تم کو دے دوں گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ آج تک جو عداوت میں نے آپ کے ساتھ برتی ہے یا جو جو باتیں آپ کے متعلق منہ در منہ یا پس پشت کہی ہیں ان سب کو آپ معاف فرما دیں اور ان کے بارے میں اللہ سے طلب مغفرت فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی یہ دعا دی۔ اے میرے اللہ عکرمہ کی ہر وہ عداوت جو انہوں نے میرے ساتھ برتی اور ہر وہ نقل و حرکت جس کے ذریعہ وہ ایسی جگہ چلے جس سے تیرے نور کے بجھانے کا ارادہ کیا ہو ان سب کو معاف کر دے اور جو کچھ انہوں نے میری آبروریزی میں مقابلہ میں یا پس پشت کیا ان سب کو معاف فرما دے۔ حضرت عکرمہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں راضی ہو گیا اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان تمام اخراجات کو جن کو میں اللہ کی راہ میں رکاوٹ کے لئے خرچ کرتا تھا اب اس سے دگنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا نہ چھوڑوں گا اور جتنی لڑائیاں میں نے اللہ کے راستہ میں رکاوٹ کے لئے لڑیں اس سے دگنی اب اللہ کے راستہ میں لڑوں گا۔ اس کے بعد یہ جہاد میں لگ گئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں شہید کئے گئے۔ یہ درمیان میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ضمناً آ گیا تھا اوپر بیان یہ ہو رہا تھا کہ جب کسی ایسی مصیبت میں یہ مشرکین عرب پھنستے ہیں جہاں ظاہری اسباب سے مایوسی ہو جاتی تو پھر بڑی عقیدت مندی سے اللہ ہی کو مصیبت کے دور کرنے کے لئے پکارتے۔ پھر جہاں مصیبت دور ہوئی تو پھر غیر اللہ کو پکارنا شروع کر دیا۔ آگے حق تعالیٰ مشرکین کی اس حالت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ تو گویا ان کی یہ غرض ہوئی کہ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے رہیں اور دنیا کے مزے اڑاتے رہیں۔ خیر بہتر ہے چند روز دل کے ارمان نکال لیں عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ اس بغاوت و شرارت احسان فراموشی اور ناسپاسی کا کیا نتیجہ ہے۔ آگے کفار مکہ کو ایک ایسی بات یاد دلائی جاتی ہے اور احسان جتلایا جاتا ہے کہ جو ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور وہ یہ کہ کفار مکہ کو اللہ نے اپنے حرم میں جگہ دی کہ جہاں وہ امن و امان سے رہتے ہیں اور کعبہ کی بدولت لوٹ مار سے محفوظ ہیں جبکہ سارے عرب میں کسی کی

زندگی اور جان و مال محفوظ نہ تھا۔ جدال و قتال اور لوٹ مار ہوتی رہتی۔ لیکن کعبہ کی حرمت سب کرتے تھے اور مکہ کے لوگ اس کے محافظ سمجھے جاتے تھے جن کا سب احترام کرتے تھے تو یہ امن و امان کی جگہ جسے حرم کہتے ہیں۔ یہ اللہ ہی نے تو بنائی کہ آس پاس چاروں طرف لوگ قتل و قتال کئے اور لوٹے مارے جاتے ہیں لیکن ادھر کا کوئی رخ نہیں کرتا۔ آخر اس جگہ کی عظمت کس نے ان کے دل میں بٹھائی۔ پھر یہ کیا بے انصافی ہے کہ اللہ کا احسان تو یکدم بھلا بیٹھے جس کا ماننا انصاف کی رو سے تم پر فرض تھا اور ہٹ دھرمی سے غلط اور جھوٹے معبودوں کی پرستش کرنے لگے۔ اس سے زیادہ احسان اور صریح ضلالت کیا ہوگی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ سب سے بڑی نا انصافی یہ ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو ٹھہرائے۔ یا اس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اس کی شان عالی کے لائق نہیں۔ یا پیغمبر جو سچائی لے کر آئے ہیں اسے سنتے ہی جھٹلانا شروع کر دے۔ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ منکروں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو ایسی بے باکی اور بے حیائی سے عقل و انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اب خاتمہ پر دین کے لئے مشقت برداشت کرنے والوں کو بشارت عظمیٰ دے کر سورۃ کو ختم فرمایا جاتا ہے۔ اوپر تو ان کا حال تھا جو اہل کفر اور نفس پرست ہوں اب خاتمہ پر ان کے مقابل و ضد اہل ایمان کا بیان ہے کہ جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے ہیں اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا ہے اور اپنے قرب و رضا کی راہیں سجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت و انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت ایسے مخلص بندوں کے ساتھ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔

اب یہاں ان خاتمہ کی آیات میں سے کئی باتیں قابل غور ہیں۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین فلما نجهم الی البر اذاهم یشرکون ۝ کہ جب یہ یعنی مشرکین عرب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور کشتی طوفان یا بھنور میں پھنس کر زیر وزبر ہونے لگتی ہے تو اس وقت خالص

اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اس آفت سے نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو پھر فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں اور بتوں کو خدا کا شریک کہنے لگتے ہیں۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ کافر بھی جس وقت اپنے آپ کو بے بس۔ بے کس اور بے سہارا جان کر صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس وقت یہ یقین کرتا ہے کہ خدا کے سوا مجھے اس مصیبت سے کوئی نجات نہیں دے سکتا تو اللہ تعالیٰ کافر کی بھی دعا قبول فرماتے ہیں کیونکہ وہ اس وقت مضطر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مضطر کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور قرآن کریم کی جو دوسری آیت میں ارشاد ہے وما دعآء الکفرین الا فی ضلل۔ یعنی کافروں کی دعا ناقابل قبول ہے تو یہ حال آخرت کا ہے کہ وہاں کافر عذاب سے رہائی کی دعا کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔ دوسری بات یہ بھی ظاہر ہوئی کہ مصیبت کے وقت تو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا اور اس سے فریاد کرنا اور پھر جب حق تعالیٰ اپنے کرم و رحم سے مصیبت کو دور فرمادیں تو پھر اس کریم محسن کو بھول جانا اور اس کی نافرمانی۔ اس سے اعراض اور انحراف کرنا یہ کافرانہ خصلت ہے جیسا کہ قرآن کریم نے مشرکین عرب کی حالت بتلائی۔ افسوس ہے کہ اب یہی کچھ حال مسلمانوں کا دیکھنے میں آتا ہے کہ جہاں کسی مصیبت سے دوچار ہوئے تو خدا کی یاد آئی اور جب مصیبت دور ہوئی تو پھر خدا کی نافرمانی۔ عصیان۔ فسق و فجور میں لگ کر خدا سے غافل اور بے تعلق ہو گئے اللہ تعالیٰ ہمیں اس حالت سے بچائیں اور ہر حال میں ہم کو اپنا صحیح اور قوی تعلق نصیب فرمائیں۔

سورۃ کی آخری آیت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں یعنی مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے قرب کے راستے ضرور دکھادیں گے تو اس آیت کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ جہاد کے اصلی معنی دین میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے میں اپنی پوری قوت اور توانائی صرف کرنے کے ہیں۔ اس میں وہ رکاوٹیں بھی داخل ہیں جو کفار فجار کی طرف سے پیش آتی ہیں۔ کفار سے جنگ و مقاتلہ اس کی اعلیٰ فرد ہے۔ اور وہ رکاوٹیں بھی داخل ہیں جو اپنے نفس اور شیطان کی طرف سے پیش آتی ہیں۔ جہاد کی ان دونوں قسموں پر اس آیت میں یہ وعدہ ہے کہ ہم جہاد کرنے والوں کو اپنے راستوں کی ہدایت کردیتے ہیں یعنی جن مواقع میں خیر و شر یا حق و باطل یا نفع و ضرر میں التباس ہوتا ہے اور عقلمند انسان سوچتا ہے کہ کس راہ کو اختیار کروں۔ ایسے مواقع میں اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو صحیح۔ سیدھی اور بے خطر راہ بتادیتے ہیں جس میں ان کے لئے خیر و برکت ہو اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم لوگوں کو دیا گیا ہے تو جو لوگ اپنے علم پر عمل کرنے میں جہاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دوسرے علوم بھی منکشف کردیتے ہیں جو اب تک حاصل نہیں اور حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ جو لوگ طلب علم میں کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے عمل بھی آسان کردیتے ہیں (المعارف القرآن جلد ششم) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے راستہ میں جہاد کرنے اور دین کیلئے مشقت برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الحمدللہ کہ اب سورۂ عنکبوت کا جس میں ۷ رکوع تھے بیان پورا ہو گیا۔ اس طرح قرآن پاک کے دوثلث کا بیان اختتام کو پہنچا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ان دوثلث کو قبول فرمائیں اور بقیہ ایک ثلث کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس کے بعد اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے توحید کاملہ نصیب فرمادیں کہ جو ہر آن اور ہر حال میں ہماری نظر اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پر ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَسِتُّ رُكُوْعَاتٍ 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ﴿۳﴾

الٓمّٓ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لیکر نو سال کے اندر اندر غالب آجاویں گے

فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۴﴾

پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے۔

بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ

وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے۔ اور وہ زبردست ہے رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾

ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

الٓمّٓ الٓمّ	غُلِبَتِ مغلوب ہوگئے	الرُّوْمُ رومی	فِيْٓ میں	اَدْنَى الْاَرْضِ قریب کی زمین	وَهُمْ اور وہ	مِّنْۢ بَعْدِ بعد
غَلَبِهِمْ اپنے مغلوب ہونے	سَيَغْلِبُوْنَ عنقریب غالب ہوں گے	فِيْ میں	بِضْعِ سِنِيْنَ چند سال	لِلّٰهِ الْاَمْرُ اللہ ہی کیلئے حکم		
مِنْ قَبْلُ پہلے	وَمِنْۢ بَعْدُ اور پیچھے	وَيَوْمَئِذٍ اور اس دن	يَّفْرَحُ خوش ہوں گے	الْمُؤْمِنُوْنَ اہل ایمان	بِنَصْرِ اللّٰهِ اللہ کی مدد سے	
يَنْصُرُ وہ مدد دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ ہے	
	لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ خلاف نہیں کرتا اللہ	وَعْدَهٗ اپنا وعدہ	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	

تفسیر و تشریح:۔ الحمد للہ اب اکیسویں پارہ کی سورۂ روم کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ موضوع و مباحث اور تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں غلبت الروم کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی رومی مغلوب ہو گئے۔ چونکہ اس سورۃ میں سلطنت روم کا جس کو انگریزی میں رومن ایمپائر Roman Empire کہتے ہیں ذکر کیا گیا ہے اس لئے نشانی کے طور پر اس سورۃ کا نام ہی سورۃ الروم مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی تیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۴ لکھا ہے۔ یعنی ۸۳ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور چالیس سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۶۰ آیات۔ ۶ رکوعات ۸۲۷ کلمات اور ۳۵۴۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ مثل دوسری مکی سورتوں کے اس سورۃ میں بھی عقائد کے متعلق تعلیم ہے یعنی توحید و رسالت کا اثبات۔ شرک کی مذمت۔ قیامت آخرت۔ حشر

نشر۔ جزا و سزا۔ جنت و جہنم۔ بداعمالیوں کے نتائج۔ اللہ کی قدرت و نشانیوں کا ذکر اور قرآن کا مثل باران رحمت ہونا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس سورۃ کے زمانۂ نزول کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ اس زمانہ کی دو بڑی بھاری سلطنتیں "فارس" اور "روم" مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں۔ شام۔ فلسطین۔ ایشیائے کوچک یہ رومی سلطنت میں شامل تھے۔ اور عیسائیوں کے قبضہ میں یہ حکومت تھی۔ اہل فارس آتش پرست مجوسی مذہب کے پیروکار تھے۔ ان دونوں سلطنتوں میں ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۵ء تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ۵۷۰ء میں ہوئی اور چالیس سال بعد یعنی ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگ روم اور فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت اور دین اسلام کی تبلیغ نے مکہ کے لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کردی تھی۔ فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے اور روم کے عیسائی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے قریبی دوست سمجھے جاتے تھے۔ جب فارس یعنی مجوسیوں کے غلبہ کی خبر آتی تو مشرکین مکہ خوش ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور آئندہ کے لئے خوش کن توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو اس بات سے طبعاً صدمہ ہوتا تھا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں۔ بالآخر ۶۱۴ء کے بعد جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو ۵ سال گزر چکے تھے فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام۔ مصر۔ ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومی عیسائیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ بیت المقدس پر قبضہ کرکے ایرانیوں نے مسیحی دنیا پر قیامت ڈھادی۔ ۹۰ ہزار عیسائی اس شہر میں قتل کئے گئے ان کا سب سے مقدس کلیسہ برباد کردیا گیا اور تمام بڑے بڑے گرجوں کو انہوں نے مسمار کردیا۔ اس فتح کا نشہ خسرو پرویز بادشاہ فارس پر جو چڑھا تھا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل نامی بادشاہ روم کو لکھا تھا۔ اس خط میں وہ لکھتا ہے۔ "سب خداؤں سے بڑے خدا تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچالیا۔" یہ تھا اس مغرور خسرو پرویز کسریٰ ایران کا خط جو اس وقت تقریباً نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ یہاں موقع کی مناسبت سے وہ نامۂ اقدس بھی نقل کیا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خسرو پرویز شہنشاہ فارس کے نام مدینہ منورہ سے یکم محرم ۷ھ کو منجملہ دوسرے سلاطین دنیا کے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے روانہ فرمایا تھا۔ نامہ مبارک کا ترجمہ یہ ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلا اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور یہ شہادت ادا کی کہ خدائے وحدہ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو کوئی زندہ ہے اسے عذاب الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے اور جو منکر ہیں ان پر خدا کا قول پورا ہو۔ تو مسلمان ہوجا۔ سلامت رہے گا ورنہ سارے مجوس کا گناہ تیرے ذمہ ہوگا۔"

خسرو پرویز نے اس نامۂ مبارک کو دیکھتے ہی غصہ سے چاک کرڈالا اور زبان سے کہا کہ میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔ اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے یعنی نائب السلطنت تھا اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا یہ حکم بھیجا کہ اس شخص یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرکے میرے پاس روانہ کردو۔ باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا اور ایک ملکی افسر بھی ہمراہ روانہ کیا جسے یہ ہدایت کی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور ان کو کسریٰ کے پاس پہنچادے لیکن اگر وہ جانے سے انکار کریں تو واپس آکر رپورٹ کرے۔ جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (نعوذ باللہ) ضرور تباہ ہوجائیں گے کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے انہیں گستاخی کی سزا دینے کا حکم دے دیا ہے جب یہ افسر مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں دوسرے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات

تمہارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا جاؤ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبر سن کر یمن کو لوٹ گیا وہاں سرکاری اطلاع آ چکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور خود تخت کا مالک بن گیا۔ اب یمن کے وائسرائے باذان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات تعلیم و ہدایات کے متعلق مکمل تحقیقات کی اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ اور اسکے درباری اور ملک کا اکثر حصہ مسلمان ہو گیا۔ ادھر جو سفیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو کے پاس بھیجے تھے انہوں نے واپس آ کر عرض کیا کہ شاہ فارس نے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ اس کی سلطنت کو اسی طرح پارہ پارہ کرے جس طرح اس نے ہمارے خط کو کیا ہے۔ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کیسے خالی جاتی۔ یہ خود اپنے بیٹے کے ہاتھ نہایت بے دردی سے مارا گیا اور وہ حکومت جو نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی آج اس کا نشان بھی نہیں ملتا۔ یہ تذکرہ بیچ میں ضمناً آ گیا تھا۔

بہرحال بیت المقدس کی فتح کے بعد قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا تھا۔ اور بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے ابھرنے اور ایرانیوں کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ اس وقت سلطنت روم پر فارس کے غلبہ کا چرچا ہر زبان پر تھا۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے بھی خوب خوشیاں منائیں اور مسلمانوں کو چھیڑنا اور طعنہ دینا شروع کیا کہ دیکھو فارس کے آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور وحی اور رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں اسی طرح ہم عرب کے بت پرست بھی تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔ مشرکین عرب مجوسیوں کے فتوحات اور عیسائیوں کے شکست سے بڑے بڑے حوصلہ اور توقعات قائم کرنے لگے حتیٰ کہ بعض مشرکین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی فارسی مجوسیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے ان حالات میں قرآن کریم کی یہ سورۃ نازل ہوئی اور ظاہری اسباب کے بالکل خلاف عام اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن ۹ سال کے اندر اندر پھر وہ غالب اور منصور ہوں گے اسی قرآنی پیشنگوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی۔ واضح رہے کہ اس وقت تک ایسی شرط لگانا اسلام میں حرام نہ ہوا تھا۔ کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں ۱۰۰ اونٹ تم کو دوں گا۔ ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے۔ ادھر ہر قل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایرانیوں پر فتح دی تو میں پیدل چل کر بیت المقدس تک پہنچوں گا خدا کی قدرت دیکھئے کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک ۹ سال کے اندر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے ایک سال بعد یعنی معرکۂ بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین مکہ پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے۔ اسی دن یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا۔ قرآن پاک کی اس عظیم الشان پیشینگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین مکہ سے ۱۰۰ اونٹ وصول کئے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب صدقہ کر دیئے جائیں۔

"الم" اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے جس سے مشرکین خوش ہوئے اور وہ رومی اپنے اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب اہل فارس پر دوسرے مقابلہ میں تین سال سے لے کر ۹ سال کے اندر اندر غالب آ جاویں گے اور یہ غالب اور مغلوب ہونا سب خدا کی طرف سے ہے کیونکہ مغلوب ہونے سے پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور مغلوب ہونے سے پیچھے بھی اللہ ہی کو اختیار ہے جس سے غالب کر دے گا اور اس روز یعنی جب اہل روم غالب آویں گے۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے۔ (چنانچہ وہ وقت جنگ بدر میں منصور ہونے کا تھا) وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے۔ کفار کو جب چاہے مغلوب کر دے اور رحیم بھی ہے مسلمانوں کو جب چاہے غالب کر دے اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔ (اس واسطے یہ پیشین گوئی ضرور واقع ہوگی) ولیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو نہیں جانتے۔"

یہاں منکرین کا ایک جہل اس پیشین گوئی کے نہ ماننے کا بیان ہوا۔ آگے ان کا دوسرا جہل آخرت کے متعلق ظاہر فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ٧ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا

یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں کیا انھوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ

کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں کسی حکمت ہی سے اور ایک میعاد معین کیلئے پیدا کیا ہے۔

مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ٨ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

اور بہت سے آدمی اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا

ان کا انجام کیا ہوا وہ ان سے قوت میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بھی بویا جوتا تھا اور جتنا انہوں نے اس کو آباد کر رکھا ہے

الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

اس سے زیادہ اُنہوں نے اس کو آباد کیا تھا اور اُن کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے لے کر آئے تھے سو خدا تعالیٰ ایسا نہ تھا

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ٩ۭ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓاٰى

کہ ان پر ظلم کرتا ولیکن وہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے پھر ایسے لوگوں کا انجام جنہوں نے بُرا کام کیا تھا بُرا ہی ہوا اس وجہ سے

اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ١٠ۧ

کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے

يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں	ظَاهِرًا ظاہر کو	مِّنَ سے	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَهُمْ اور وہ	عَنِ سے	الْاٰخِرَةِ آخرت	هُمْ وہ
غٰفِلُوْنَ غافل ہیں	اَوَ کیا	لَمْ يَتَفَكَّرُوْا وہ غور نہیں کرتے	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے (جیول) میں	مَا نہیں	خَلَقَ پیدا کیا	اللّٰهُ اللہ	
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَآ ان دونوں کے درمیان	اِلَّا مگر	بِالْحَقِّ درست تدبیر کیساتھ	وَ اور	
اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقررہ میعاد	وَاِنَّ اور بیشک	كَثِيْرًا اکثر	مِّنَ النَّاسِ لوگوں سے	بِلِقَآئِ ملاقات سے	رَبِّهِمْ اپنا رب		
لَكٰفِرُوْنَ منکر ہیں	اَوَ کیا	لَمْ يَسِيْرُوْا انہوں نے سیر نہیں کی	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَيَنْظُرُوْا جو وہ دیکھتے	كَيْفَ كَانَ کیسا ہوا		
عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	كَانُوْٓا وہ تھے	اَشَدَّ بہت زیادہ	مِنْهُمْ ان سے	قُوَّةً قوت میں	
وَاَثَارُوا اور انہوں نے بویا جوتا	الْاَرْضَ زمین	وَعَمَرُوْهَآ اور انہوں نے اس کو آباد کیا	اَكْثَرَ زیادہ	مِمَّا اس سے جو	عَمَرُوْهَا انہوں نے اسے آباد کیا		
وَجَآءَتْهُمْ اور انکے پاس آئے	رُسُلُهُمْ ان کے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ روشن دلائل کے ساتھ	فَمَا كَانَ پس نہ تھا	اللّٰهُ اللہ	لِيَظْلِمَهُمْ کہ ان پر ظلم کرتا		

وَلٰكِنْ اور لیکن	كَانُوْا وہ تھے	اَنْفُسَهُمْ اپنی جانیں	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے	ثُمَّ پھر	كَانَ ہوا	عَاقِبَةَ انجام	الَّذِيْنَ جن لوگوں نے
اَسَآءُوا بُرے کام کئے	السُّوْآى بُرا	اَنْ كَذَّبُوْا کہ انہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کو	وَكَانُوْا اور تھے وہ	بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ اس سے مذاق کرتے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ فتح شکست اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ آج آتش پرست مجوسی روم کے عیسائیوں پر غالب آئے ہیں تو تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے اور اسی زمانہ میں مسلمان بھی کفار پر ایک نمایاں غلبہ پائیں گے اور ان کو دوہری خوشی نصیب ہوگی۔ یہ اشارہ تھا بدر کی فتح کی طرف چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ اللہ دنیا کی مصلحتوں سے خبردار ہے اور وہ جانتا ہے کہ کس وقت کس کی مدد کرنی مناسب ہے اور کونسا موقع کس کے غالب آنیکا ہے اور کس کے مغلوب ہونے کا پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو وہ ہو کر رہتا ہے۔ تو یہ کفار ومنکرین نادان انسان کیا جانیں کہ اس نے کس مصلحت سے ایک کو ہرا دیا اور ایک کو جتا دیا۔ اور دوسرے وقت وہ جیتنے والے کو ہارنے والا اور ہارنے والے کو جیتنے والا کر دے اسی سلسلہ میں اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار منکرین فقط ظاہری اور مادی باتوں کو دیکھتے ہیں اور یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش اور آرائش۔ کھانا پینا۔ پہننا اوڑھنا۔ بونا جوتنا۔ دولت کمانا۔ مزے اڑانا۔ بس یہی ان کے علم وتحقیق کی انتہائی جولانگاہ ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں کہ اس زندگی کی تہہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں پہنچ کر اس دنیوی زندگی کے بھلے برے نتائج سامنے آئیں گے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور ہے یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کر لیتی ہے لیکن اس کا آخری انجام ذلت و ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اس عالم دنیا کا اتنا زبردست نظام اللہ تعالیٰ نے یونہی بے معنی اور بیکار نہیں پیدا کیا۔ کچھ اس سے مقصود ضرور ہے اور وہ آخرت میں نظر آئے گا۔ ہاں یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تو ایک بات بھی تھی لیکن اس کے تغیرات واحوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہا ضرور ہے۔ لہٰذا ایک وعدہ مقررہ پر یہ عالم فنا ہوگا اور دوسرا عالم اس کے نتیجہ کے طور پر قائم کیا جائے گا۔ یہ منکرین سمجھتے ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب کتاب دینا پڑے تو ساری خرابی یہیں سے پیدا ہوئی کہ اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ انہیں اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے۔ پھر بھی دنیا کے عارضی ہونے کا علم اور یہاں بھی اللہ کے نافرمانوں کو سزا ملنے کا حال انہیں پچھلے لوگوں کے حالات سن کر معلوم ہو سکتا ہے کہ بڑی بڑی طاقتور قومیں جنہوں نے زمین کو بوجوت کر لالہ زار وگلزار بنایا اسے کھود کر چشمے۔ نہریں اور کانیں نکالیں۔ ان منکرین مکہ سے بڑھ کر اپنی دنیا کو ترقی دی۔ لمبی لمبی عمریں پائیں اور زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا وہ آج کہاں ہیں؟ جب اللہ کے پیغمبر کھلے نشان اور احکام لے کر آئے اور انہوں نے تکذیب کی تو کیا ان منکرین نے نہیں سنا کہ ان کا انجام کیا ہوا؟ کس طرح تباہ وبرباد کئے گئے۔ ان کے ویران کھنڈر اب بھی ملک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں کیا ان میں ان بے فکروں کے لئے کوئی عبرت نہیں؟ پھر ان کی تباہی وبربادی میں اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو ظلم کا امکان ہی نہیں۔ ہاں لوگ خود ہی اپنے ہاتھوں اپنے پیر پر کلہاڑی مارتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ بربادی ہو تو یہ اپنی جان پر خود ہی ظلم کرنا ہوا ورنہ اللہ تعالیٰ کے

عدل واحسان کی تو یہ کیفیت ہے کہ بے رسول بھیجے اور بدوں پوری طرح ہوشیار کئے کسی کو پکڑتے بھی نہیں۔ پھر اپنے اعمال کی شامت سے دنیا میں جو بربادی دیکھی وہ تو دیکھی ہی آخرت میں تکذیب اور استہزاء کی جو سزا ہے وہ الگ رہی۔ پس اللہ کی باتوں کو جھٹلانا اور ان کی ہنسی اڑانا کوئی معمولی بات نہیں اس کا انجام دنیا اور آخرت دونوں جگہ برا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا ہے **یعلمون ظاھراً من الحیوٰۃ الدنیا وھم عن الاٰخرۃ ھم غفلون۔** یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بےخبر ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ منکرین اور کفار کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی ساری عقلیں اور ساری کوششیں بس اسی مادی کائنات اور اس کے آئین وقوانین اور اس کے ساز وسامان اور عیش وعشرت تک محدود ہیں۔ رہی آخرت تو اس کی طرف سے بےخبر ہی نہیں بے پروا بھی ہیں۔ کوئی فکر بھی اس کے علم کا نہیں کرتے۔ تو اس مذمت سے معلوم ہوا کہ مادیت اور آخرت فراموشی اس سے بڑھ کر اور کیا جہالت ہوگی۔ مگر آج اسلام اور قرآن پر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کا حال (الا ماشاء اللہ) کیا اس سے کچھ مختلف ہے۔ شیطان نے آج اسی ''جہل'' کو ''علم'' کا رنگ دے دیا ہے۔ دنیوی زندگی کے لئے ظاہری ساز وسامان کی طلب یہ تو ہمارا مقصود زندگی بن گیا ہے۔ جبکہ آخرت اور دین سے جو غفلت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ آخرت فراموشی کی خصلت تو قرآن نے منکرین کی بتلائی ہے نہ کہ مسلمین اور مؤمنین کی جن کی حالت تو اس کے برعکس ہونی چاہئے یعنی دنیوی زندگی کے ظاہر ساز وسامان سے غفلت اور آخرت کی ہمہ وقت فکر وطلب اور پھر ستم یہ کہ اگر آپ ان کی آخرت فراموشی کے باب میں زبان کھولیں تو اس کو ملاپن کہہ کر حقارت آمیز طعن وتشنیع سے ٹال دیا جاتا ہے۔ اس حالت میں سوائے **انا للہ وانا الیہ راجعون** کہنے کے اور کیا کہا جائے اور کیا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرمائیں۔

الغرض یہاں آخرت فراموشی کی مذمت فرمائی گئی۔ اب آگے وقوع آخرت۔ اور وہاں کا انجام جزا وسزا کی شکل میں جو ظاہر ہونا ہے وہ بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ دنیوی زندگانی اور آخرت کی حقیقت کو صحیح معنی میں ہمارے دلوں میں اتار دیں۔ تاکہ ہماری ساری فکر دنیا سے ہٹ کر آخرت پر لگ جائے اللہ تعالیٰ ہمیں ان خصائل اور بداعمالیوں سے بچائیں جن کی وجہ سے گذشتہ امتوں پر تباہی آئی۔ حق تعالیٰ آخرت کی غفلت کو ہمارے دلوں سے دور فرمائیں اور ہمہ وقت زادِ آخرت کی فکر اور تیاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿١١﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٢﴾

اللہ تعالیٰ خلق کو اول بار بھی پیدا کرتا ہے۔ پھر وہی دوبارہ بھی اس کو پیدا کریگا۔ پھر اُس کے پاس لائے جاؤ گے۔ اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز مجرم لوگ حیرت زدہ رہ جاویں گے

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٣﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اوران کے شریکوں میں سے ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا اور یہ لوگ اپنے شریکوں سے منکر ہو جاویں گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب آدمی جدا جدا

يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿١٥﴾

ہوجاویں گے یعنی جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے وہ تو باغ میں مسرور ہوں گے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿١٦﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

اَللّٰهُ اللہ	يَبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے	الْخَلْقَ خلقت	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہ اسے دوبارہ (پیدا) کریگا	ثُمَّ اِلَيْهِ پھر اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے	
وَيَوْمَ اور جس دن	تَقُوْمُ السَّاعَةُ برپا ہوگی قیامت	يُبْلِسُ ناامید رہ جائیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم	وَلَمْ يَكُنْ اور نہ ہوں گے	لَهُمْ ان کیلئے	
مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ انکے شریکوں میں سے	شُفَعٰٓؤُا کوئی سفارشی	وَكَانُوْا اور وہ ہوجائیں گے	بِشُرَكَآئِهِمْ اپنے شریکوں کے	كٰفِرِيْنَ منکر	وَيَوْمَ اور جس دن	
تَقُوْمُ السَّاعَةُ قائم ہوگی قیامت	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَّتَفَرَّقُوْنَ متفرق ہوجائیں گے	فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس جو لوگ ایمان لائے			
وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	فَهُمْ سو وہ	فِيْ رَوْضَةٍ باغ میں	يُّحْبَرُوْنَ خوشحالی (آؤ بھگت) کئے جائیں گے		
وَاَمَّا الَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو	وَ اور	لِقَآئِ ملاقات کو	الْاٰخِرَةِ آخرت
	فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ	فِي الْعَذَابِ عذاب میں	مُحْضَرُوْنَ حاضر (گرفتار) کئے جائیں گے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اکثر آدمی دنیا کی ظاہری چہل پہل پر لٹو ہو جاتے ہیں اور انہیں اس کی خبر نہیں کہ آخرت آنے والی ہے اور وہاں کی بہتری اور کامیابی ہی اصل چیز ہے جو دنیا کی لذتوں میں پھنسنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول اور کتاب یعنی قرآن کریم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے برخلاف یعنی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور اللہ کی باتوں کو جھٹلانا اور ان کی ہنسی اڑانا دنیا میں بھی تباہی و بربادی لاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام سزائے جہنم ہے۔

اب اسی سلسلہ میں وقوع آخرت اور وہاں کی جزا وسزا کا بیان ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ منکرین آخرت کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ مرجانے اور فنا ہوجانے کے بعد یہ جسم پھر دوبارہ کیسے بنے گا۔ بقول ان کے جب سارے اعضاء مٹی ہوگئے اور مٹی میں مٹی مل گئی تو پھر بے شمار اجسام کا اپنی اپنی شکل میں دوبارہ زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہونا کتنا بعید ہے۔ اس کا جواب منکرین کو دیا جاتا ہے کہ اللہ ہی خلق کی ابتدا کرتا ہے اور وہی اس کا اعادہ کرے گا۔ یہ ارشاد اگرچہ دعوے کے انداز میں ہے مگر اس میں خود دلیل دعویٰ بھی موجود ہے اور وہ اس طرح کہ یہ تو کفار

مشرکین بھی مانتے ہیں کہ خلق کی ابتدا ایک امر واقعہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ انسان آنکھوں کے سامنے پیدا ہوتے چلے جارہے ہیں ان کے جسم پہلے سے تو بنے ہوئے نہ تھے پھر یہ کیسے بن گئے۔ اس بات کے مان لینے میں کیا دشواری ہے کہ جیسے پہلے وجود نہ تھا اور پھر موجود ہو گئے۔ پہلے بالکل نہ تھے اور پھر بن گئے۔ ایسے ہی پیدا ہوا کہ مٹ جانے کے بعد دوبارہ بن جائیں گے۔ جب اللہ ہی ہر انسان کو پہلے اور ابتداء بناتا ہے تو وہی مرنے اور فنا ہونے کے بعد بھی بنادے گا۔ تو یہ خیال کرنا سراسر نامعقول بات ہے کہ وہی خدا جس نے اس خلق کی ابتدا کی ہے اس کا اعادہ نہیں کرسکتا۔ اس کو مانو اور یقین کرو کہ تم سب اللہ کی قدرت سے دوبارہ پیدا ہو گے اور قیامت قائم ہوگی اور اس روز مجرم یعنی کفار و مشرکین اللہ کے سرکش اور نافرمان بندے سخت مایوسی کا شکار ہوں گے اور بازپرسی کے وقت یہ ایسے حیران و ششدر ہوں گے کہ کوئی معقول بات ان سے نہ بن پڑے گی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں جو یبلس المجرمون فرمایا ہے یعنی مجرم اس روز حیرت زدہ اور ہکا بکا رہ جائیں گے تو یہاں مجرمین سے وہ سب لوگ مراد ہیں جنہوں نے خدا سے بغاوت کی ہے۔ اس کے رسولوں کی ہدایت اور تعلیم کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ آخرت کی جواب دہی کے منکر یا اس سے بےفکر رہے ہیں اور دنیا میں خدا کے بجائے دوسروں کی یا اپنے نفس کی بندگی کرتے رہے ہیں۔ اس میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں جنہوں نے خدا کو مان کر۔ اس کے بعض رسولوں پر ایمان لاکر آخرت کا اقرار کر کے پھر دانستہ اپنے رب کی نافرمانیاں کی ہیں اور آخر وقت تک اپنی اس باغیانہ روش پر قائم رہے ہیں۔ یہ سب جب اپنی توقعات کے بالکل خلاف عالم آخرت میں یکا یک جی اٹھیں گے اور دیکھیں گے کہ واقعی یہاں تو وہ دوسری زندگی پیش آ گئی جس کا انکار کر کے یا جسے نظر انداز کر کے وہ دنیا میں کام کرتے رہے تھے تو ان کے حواس باختہ ہو جائیں گے اور وہ کیفیت ان پر طاری ہوگی۔ جس کا نقشہ یبلس المجرمون میں پیش کیا گیا ہے۔ ابلاس کے معنی ہیں سخت مایوسی اور صدمہ کی بنا پر کسی شخص کا گم سم ہو جانا۔ امید کے سارے راستہ بند پا کر حیران و ششدر رہ جانا۔ کوئی حجت نہ پا کر دم بخود رہ جانا۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں مجرم بننے سے ہم سب کو اپنی رحمت سے محفوظ و مامون فرمادیں۔ آمین۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو آج مشرکین نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں جب یہ وقت پر قیامت میں کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ مشرکین کے فرضی معبود اور شرکاء کا تین قسم کی ہستیوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

(۱) ایک ملائکہ۔ انبیاء۔ صالحین جن کو مختلف زمانوں میں مشرکین نے خدائی صفات و اختیارات کا حامل قرار دے کر ان کی بندگی کی۔ وہ قیامت کے روز صاف کہہ دیں گے کہ یہ سب کچھ ہماری مرضی کے بغیر بلکہ ہماری تعلیم و ہدایت کے سراسر خلاف کرتے رہے ہیں اس لئے ہم سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

(۲) دوسری قسم ان بے شعور اور بے جان چیزوں کی ہے جیسے چاند۔ سورج۔ ستارے۔ درخت۔ پتھر وغیرہ جن کو مشرکین نے خدا بنایا اور ان کی پرستش کی۔ تو ظاہر ہے کہ ان بے شعور چیزوں میں سے کوئی بھی قیامت کے دن ان مشرکین کی امداد کے لئے آگے بڑھنے والا نہ ہوگا۔

(۳) تیسری قسم ان اکابر مجرمین کی ہے جنہوں نے خود کوشش کر کے۔ مکر و فریب سے کام لے کر جھوٹ کے جال پھیلا کر۔ طاقت کو استعمال کر کے دنیا میں خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائی۔ مثلاً شیاطین۔ جھوٹے مذہبی پیشوا۔ ظالم و جابر حکمران تو یہ قیامت میں خود گرفتار بلا ہوں گے اپنے متبعین کے لئے سفارش کرنے کو آگے بڑھنا تو درکنار ان کی الٹی کوشش یہ ہوگی کہ یہ لوگ خود اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں ان کی گمراہی کا وبال ہم پر نہ پڑنا چاہئے۔ آگے بتایا جاتا ہے کہ جس روز قیامت آئے گی اور آخرت

قائم ہوگی تو سب آدمی جدا جدا ہو جاویں گے اور الگ الگ گروہوں میں بٹ جاویں گے۔یعنی دنیا کی وہ تمام جتھ بندیاں جو آج قوم۔ نسل۔وطن۔زبان۔قبیلہ۔برادری اور معاشی اور سیاسی مفاد کی بنا پر بنی ہوئی ہیں اس روز سب ٹوٹ جائیں گی اور خالص عقیدے۔ اعمال اور اخلاق و کردار کی بنا پر نئے سرے سے ایک دوسری گروہ بندی ہوگی ایک طرف تمام اگلی پچھلی قوموں میں سے مومن اور صالح انسان الگ چھانٹ لئے جائیں گے اور ان سب کا ایک گروہ ہوگا۔دوسری طرف ایک ایک قسم کے گمراہانہ نظریات وعقائد رکھنے والے مجرمین چھانٹ چھانٹ کر الگ نکال لئے جاویں گے اور ان کے الگ الگ گروہ بن جائیں گے۔تو معلوم ہوا کہ انسانوں کو جوڑنے اور علیحدہ کرنے والی اصل چیز عقیدہ اور اعمال و اخلاق ہیں۔ایمان لانے والے اور خدائی ہدایات پر نظام زندگی کو قائم رکھنے والے ایک امت اور ملت ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی ملک اور کسی نسل سے تعلق رکھنے والے ہوں۔اسی طرح کفر وفسق کی راہ اختیار کرنے والے ایک امت ہیں خواہ ان کا تعلق کسی نسل ملک اور وطن سے ہو ابوجہل۔ابولہب اور دوسرے سرداران قریش بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یہ الزام رکھتے تھے کہ (نعوذ باللہ) انہوں نے ہماری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔قرآن مجید یہاں متنبہ کر رہا ہے کہ تمہاری یہ تمام جتھ بندیاں جو دنیا میں تم نے غلط بنیادوں پر قائم کر رکھی ہیں آخر کار ٹوٹ جانے والی ہیں اور قیامت میں کام آنے والی نہیں سوائے اس جتھ بندی کے کہ جو عقیدے اور اعمال واخلاق صالحہ کی بنا پر ہو۔

الغرض نیک و بد ہر قسم کے لوگ آخرت میں الگ الگ کردیئے جائیں گے اور علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ جو صاحب ایمان ہوں گے اور ساتھ ہی اعمال صالحہ بھی کئے ہوں گے وہ انعام واکرام سے نوازے جائیں گے اور ہر قسم کی لذت اور سرور سے بہرہ اندوز ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہے اور اللہ کی آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ہے وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے نتیجہ میں فی روضۃ یحبرون فرمایا یعنی وہ ایک باغ میں شادان وفرحان رکھے جائیں گے لیکن کفر کا انجام بد بیان کرتے ہوئے عمل بد کا کوئی ذکر نہیں فرمایا گیا۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کفر بجائے خود آدمی کے انجام کو خراب کردینے کے لئے کافی ہے خواہ مزید اعمال بد کی خرابی اس کے ساتھ شامل ہو یا نہ ہو لیکن بہشت کے باغ میں مسرور ہو کر پہنچنے کے لئے محض ایمان کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ ایمان اور عمل صالح دونوں کو آخرت کی کامیابی کے لئے ضروری قرار دیا گیا۔صرف یہیں نہیں بلکہ قرآن مجید میں کثرت سے بہت سے مقامات پر ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا ان دونوں سے مل کر وہ زندگی بنتی ہے جو ہمارے پیدا کرنے والے کو مطلوب اور محبوب ہے اور ایسی ہی زندگی گزارنے والوں کے لئے آخرت میں اللہ کی رحمت مغفرت اس کے فضل وبخشش اور نعمائے جنت کی بشارتیں ہیں۔الغرض ایمان وعمل صالح کی فضیلت بیان فرما کر آگے ایمان اور عمل صالح کی ترغیب ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کے ساتھ عمل صالح کی توفیق عطا فرمائیں۔اور قیامت میں اپنے مومنین۔ مخلصین اور مقبولین بندوں کے گروہ میں ہم کو شامل فرمائیں اور ان کے ساتھ اپنی جنت کے باغات میں ہمیں بھی شاداں وفرحاں داخل ہونا نصیب فرمائیں۔یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ایمان وعمل صالح والی زندگی نصیب فرما اور ان تمام اعمال بد و احوال بد سے بچا کر جو آخرت میں باعث ذلت ورسوائی ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا

سوتم اللہ کی تسبیح کیا کروشام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمانوں وزمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے اور بعد زوال اور ظہر کے وقت وہ جاندار کو بے جان

وَّحِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ يُخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ وَيُحۡىِ الۡاَرۡضَ

سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے اور زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے

بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ

اور اسی طرح تم لوگ نکالے جاؤ گے اور اسی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تھوڑے ہی دنوں بعد تم

بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ

آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو اُن کے پاس آرام ملے

بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی اس میں اُن لوگوں کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

فَسُبۡحٰنَ پس پاکیزگی (بیان کرو)	اللّٰهِ اللہ	حِيۡنَ جب	تُمۡسُوۡنَ تم شام کروشام کے وقت	وَحِيۡنَ اور جب	تُصۡبِحُوۡنَ تم صبح کرو (صبح کے وقت		
وَلَهُ اور اس کیلئے	الۡحَمۡدُ تمام تعریفیں	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالۡاَرۡضِ اور زمین	وَعَشِيًّا اور بعد زوال (تیسرے پہر)	وَحِيۡنَ اور جب		
تُظۡهِرُوۡنَ تم ظہر کرتے ہو	يُخۡرِجُ وہ نکالتا ہے	الۡحَىَّ زندہ	مِنَ الۡمَيِّتِ مردے سے	وَيُخۡرِجُ اور نکالتا ہے وہ	الۡمَيِّتَ مردہ	مِنَ الۡحَىِّ زندہ سے	
وَيُحۡىِ اور وہ زندہ کرتا ہے	الۡاَرۡضَ زمین	بَعۡدَ بعد	مَوۡتِهَا اس کا مرنا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	تُخۡرَجُوۡنَ تم نکالے جاؤ گے	وَ اور	
مِنۡ اٰيٰتِهٖ اسکی نشانیوں سے	اَنۡ کہ	خَلَقَكُمۡ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِنۡ سے	تُرَابٍ مٹی	ثُمَّ پھر	اِذَاۤ اَنۡتُمۡ ناگہاں تم	بَشَرٌ آدمی
تَنۡتَشِرُوۡنَ پھیلے ہوئے	وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ اور اس کی نشانیوں سے	اَنۡ کہ	خَلَقَ اس نے پیدا کیا	لَكُمۡ تمہارے لئے	مِنۡ اَنۡفُسِكُمۡ تمہاری جنس سے		
اَزۡوَاجًا جوڑے	لِتَسۡكُنُوۡۤا تاکہ تم سکون حاصل کرو	اِلَيۡهَا اُنکی طرف پاس	وَجَعَلَ اور اس نے کیا	بَيۡنَكُمۡ تمہارے درمیان	مَوَدَّةً محبت		
	وَرَحۡمَةً اور مہربانی	اِنَّ بیشک	فِىۡ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشان	لِقَوۡمٍ ان لوگوں کے لئے	يَتَفَكَّرُوۡنَ وہ فکر کرتے ہیں	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے دن تمام انسان الگ الگ گروہوں میں اپنے عقیدہ اور اعمال کے لحاظ سے بٹ جائیں گے۔ ان میں جو صاحب ایمان اور عمل صالح والے ہوں گے وہ بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر وشرک اختیار کیا یعنی اللہ کی باتوں کو جھوٹا کہا اور آخرت کے آنے پر یقین نہ کیا وہ سب جہنم میں پھینکے جائیں گے۔ تو جبکہ ایمان اور عمل صالح کا انجام اور کفر وتکذیب کا انجام ظاہر کردیا گیا تو اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ایمان و عمل صالح کی فضیلت تم کو معلوم ہوگئی اور تم جنت میں جانا چاہتے ہو تو تم اللہ پاک کی عبادت اختیار کرو جو دل، زبان اعضاء و جوارح سب سے ہوتی ہے اور عبادتوں میں نماز اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے جس میں تینوں قسم یعنی دل۔ زبان اور اعضاء کی یاد جمع کردی گئی ہے۔ تو تم صبح وشام اور پچھلے وقت اور دوپہر کے وقت اللہ کی پاکی و بڑائی بیان

کیا کرو۔ یہی اوقات فرض نماز کے ہیں۔ صبح وشام میں فجر۔ مغرب اورعشا کی نماز آ گئی۔ پچھلے وقت میں عصر کی نماز اور دوپہر ڈھلنے کے بعدظہر کی نماز آ گئی۔ اس لئے یہی پانچ وقت یعنی فجر۔ظہر۔عصر۔ مغرب اورعشاء اللہ کی عبادت یعنی نماز کے مقرر ہوئے۔ ان اوقات میں حق کی عظمت وقدرت اور رحمت کے آثار بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں اس لئے عبادت کے خاص اوقات یہی مقرر کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام چونکہ ملت ابراہیمی ہے اس لئے عبادت کے خاص اوقات وہی مقرر کئے گئے جن میں اس دنیا کے سب سے بڑے روشن اور چمکدار کرہ یعنی آفتاب عالم تاب کی حالت کو متغیر ہوتے دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے معبود ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ آفتاب کے اندر نمایاں تغیر صبح وشام میں ظاہر ہوتے ہیں اور دوپہر ڈھلنے یعنی زوال کے وقت اور دن کے آخری حصہ یعنی عصر کے وقت بھی اس کی حالت میں تبدیلی ہوتی ہے۔ گویا اس آفتاب کے عجز وبیچارگی اور آفتاب پرستوں کی اس کے فیض سے محرومی کا کھلا ہوا مظاہرہ بھی ان ہی پانچ اوقات میں ہوتا ہے۔ صبح کو جب تک طلوع نہ ہو تو روشنی غائب۔ دوپہر ڈھلنے پر اس کے عروج میں کمی آنی شروع ہوئی۔ عصر کے وقت اس کی حرارت اور روشنی میں نمایاں طور پر ضعف آ گیا اور غروب کے بعد اس کی نورانی شعاعوں سے اسکے پجاری بالکل محروم ہو گئے اور پھر عشاء کے وقت جب شفق بھی غائب ہوگئی تو روشنی کا کوئی ادنیٰ ترین نشان بھی باقی نہ رہا۔ اس لئے موحدین کو ان اوقات میں دل وزبان اور بدن کی حرکت وسکنات یعنی نماز کے ذریعہ اللہ کے معبود حقیقی ہونے کا اقرار اوراس کی عظمت اور بڑائی کے اظہار اوراس کی قدرت ویکتائی کے اعتراف کے لئے خاص طور پر یہی اوقات مقرر ہوئے اور نماز کی ابتداء جو اللہ اکبر سے ہوتی ہے یہ اس بات کا اقرار ہے کہ آسمانوں اور زمین میں ساری بڑائی۔ خوبی ثنا اور صفت اللہ ہی کے لئے ہے اور کوئی مجبور اور عاجز مخلوق اس کا استحقاق نہیں رکھتی خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آگے حق تعالیٰ اپنی قدرت۔ حکمت اور صنعت کو جتلاتے ہیں کہ اس اللہ کی قدرت کو دیکھو جو جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے۔ مثلاً جاندار انسان کو بے جان نطفہ سے نکالتا ہے۔ بے جان نطفہ کو جاندار انسان سے نکالتا ہے یا زندہ جانور کو مردہ انڈے سے اور مردہ انڈے کو زندہ جانور سے۔ بعض مفسرین نے یہاں زندہ سے مراد مومن اور مردہ سے مراد کافر بھی لئے ہیں یعنی یہ اسی کی قدرت ہے کہ مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے پیدا کرتا ہے۔ پھر زمین جب خشک ومردہ ہو جاتی ہے تو باران رحمت نازل کر کے مردہ زمین کو زندہ یعنی سرسبز وتر وتازہ اور شاداب بنا دیتا ہے۔ غرض موت وحیات حقیقی ہو یا مجازی۔ حسی ہو یا معنوی سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اسی طرح وہ انسان کو اس کے مر جانے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ کر دے گا۔ گویا مادہ پرست منکرین کو قرآن بتلاتا ہے کہ جس شے کو تم ناممکن کہہ رہے ہو کہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا کیسے ممکن ہے تو اس کی نظیریں اور مثالیں اس زندگی میں اپنی آنکھ سے ہر روز دیکھتے ہو پھر بھی قیامت کے عدم امکان پر جمے ہوئے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بعض نشانیاں بیان کرتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ کائنات نہ بے خدا ہے اور نہ اس کے بہت سے خدا ہیں بلکہ اس کا مالک خالق مدبر اور فرمانروا صرف ایک تنہا خدا ہے اس لئے اس کے سوا انسانوں کا کوئی معبود بھی نہ ہونا چاہئے۔ یہاں سے مسلسل حق تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیوں کو یکے بعد دیگرے بیان فرماتے ہیں پہلی نشانی یہ بیان فرمائی کہ سب سے اول آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر انہی کے اندر سے ان کا جوڑا نکالا اور ان سے پھر نسل انسانی دنیا میں پھیلائی۔ دوسری قدرت کی نشانی یہ بیان فرمائی کہ اس نے تمہارے فائدے کے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تا کہ تم کو ان سے چین وسکون حاصل ہو اور پھر ان دونوں میاں بیوی میں اللہ تعالیٰ نے ایک فطری محبت اور لگاؤ پیدا فرما دیا جس سے آپس میں محبت اور ہمدردی قائم رہتی ہے۔

ابھی آگے مزید قدرت کی نشانیوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور اُسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب ولہجہ اور رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے، اس میں دانشمندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ

اور اُسی کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا لیٹنا ہے رات میں اور دن میں اور اس کی روزی کو تمہارا تلاش کرنا ہے، اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ

اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اُسی سے زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کردیتا ہے، اس میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ

اور اُسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان و زمین اُسی کے حکم سے قائم ہیں پھر جب تم کو پکار کر زمین میں سے بلادے گا

اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِیْ يَبْدَؤُا

تو تم یک بارگی نکل پڑو گے۔ اور جتنے آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں سب اُسی کے ہیں، سب اُسی کے تابع ہیں اور وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ ہے،

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع

اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

وَ اور	مِنْ اٰيٰتِهٖ اس کی نشانیوں سے	خَلْقُ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاخْتِلَافُ اور مختلف ہونا
اَلْسِنَتِكُمْ تمہاری زبانیں	وَاَلْوَانِكُمْ اور تمہارے رنگ	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّلْعٰلِمِيْنَ عالموں (دانشمندوں) کیلئے
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اسکی نشانیوں سے	مَنَامُكُمْ تمہارا سونا	بِالَّيْلِ رات میں	وَالنَّهَارِ اور دن	وَابْتِغَآؤُكُمْ اور تمہارا تلاش کرنا	مِّنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے
اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يَّسْمَعُوْنَ وہ سنتے ہیں	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اسکی نشانیوں سے
يُرِيْكُمْ وہ دکھاتا ہے تمہیں	الْبَرْقَ بجلی	خَوْفًا خوف	وَّطَمَعًا اور امید کیلئے	وَّيُنَزِّلُ اور وہ نازل کرتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے
مَآءً پانی	فَيُحْيٖ بِهٖ پھر زندہ کرتا ہے اس سے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں

لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّقَوۡمٍ ان لوگوں کیلئے	یَّعۡقِلُوۡنَ عقل سے کام لیتے ہیں	وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اوراس کی نشانیوں سے	اَنۡ کہ	تَقُوۡمَ قائم ہیں	
السَّمَآءُ آسمان	وَالۡاَرۡضُ اورزمین	بِاَمۡرِہٖ اس کے حکم سے	ثُمَّ پھر	اِذَا دَعَاکُمۡ جب وہ تمہیں بلائے گا	دَعۡوَۃً ایک ندا	مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے
اِذَاۤ اَنۡتُمۡ یکبارگی تم	تَخۡرُجُوۡنَ نکل آؤگے	وَلَہٗ اوراس کے لئے	مَنۡ جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالۡاَرۡضِ اورزمین میں	کُلٌّ لَّہٗ سب اسی کیلئے
قٰنِتُوۡنَ فرمانبردار	وَہُوَ الَّذِیۡ اوروہی ہے جو	یَبۡدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے	الۡخَلۡقَ خلقت	ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ پھر اس کودوبارہ پیدا کریگا	وَہُوَ اور وہ (یہ)	
اَہۡوَنُ بہت آسان	عَلَیۡہِ اس پر	وَلَہُ اوراسی کیلئے	الۡمَثَلُ شان	الۡاَعۡلٰی بلندتر	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالۡاَرۡضِ اورزمین
	وَہُوَ اوروہ	الۡعَزِیۡزُ غالب	الۡحَکِیۡمُ حکمت والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض قدرت کی نشانیوں کو بیان فرمایا تھا جس سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ جب اس کی ایسی قدرت ہے تو پھر انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ قیامت میں پیدا کردینا کیا مشکل ہے۔ اسی سلسلہ میں مزید قدرت کی نشانیوں کا ذکران آیات میں فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے آسمان بنائے اور زمین پیدا کی یعنی ان کا عدم سے وجود میں لانا۔ پھر ایک اٹل ضابطہ پر ان کو قائم رکھنا۔ اور بے شمار قوتوں کا ان کے اندر انتہائی تناسب اور توازن کے ساتھ کام کرنا۔ آسمان کا اس قدر بلند اور کشادہ ہونا۔ پھر اس میں لاتعداد ستاروں اور سیاروں کا موجود ہونا جن میں بعض کا چلنا پھرنا ہونا اور بعض کا ایک جا ثابت رہنا۔ زمین کو ایک ٹھوس کثیف شکل میں بنانا پھر اس میں پہاڑ۔ میدان۔ جنگل۔ دریا۔ سمندر۔ ٹیلے۔ پتھر۔ درخت وغیرہ جمانا۔ یہ سب اس کی زبردست قدرت کی نشانی ہے۔ پھر اس دنیا میں لاتعداد آدمی پیدا ہوئے اور ہور ہے ہیں لیکن ہر انسان کا رنگ روپ اور نقشہ الگ الگ ہے اور ہر ایک کا لب ولہجہ بھی جدا ہے۔ باوجودیکہ سب کے قویٰ یکساں ہیں نہ منہ اور زبان کی ساخت میں کوئی فرق ہے۔ نہ جسم اور دماغ کی ساخت میں کوئی فرق مگر کوئی دو آدمی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب ولہجہ بول چال۔ تلفظ۔ طرز تکلم بالکل یکساں ہو۔ جس طرح ہر آدمی کی شکل صورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے ممتاز ہے ایسا ہی آواز۔ لب ولہجہ بھی بالکل الگ ہے لاکھوں آدمی اگر جمع ہو جائیں۔ ایک ملک کے۔ ایک زبان کے ایک کنبہ قبیلہ کے لیکن ناممکن ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اختلاف موجود نہ ہو حالانکہ اعضائے جسمانی کے اعتبار سے سب یکساں ہیں سب کے ایک منہ۔ دو آنکھیں۔ ایک ناک دو کان ایک پیشانی۔ دو ہونٹ۔ دو ہاتھ دو پیر وغیرہ وغیرہ موجود ہیں تاہم ایک سے ایک علیحدہ ہے۔ تو یہ کتنا بڑا نشان حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ہے۔ آگے حق تعالیٰ اپنی قدرت کی ایک دوسری نشانی بیان فرماتے ہیں کہ انسان کے سونے اور آرام کرنے کے لئے رات بنائی اور کام کرنے کے لئے دن بنایا۔ انسان دنیا میں مسلسل محنت نہیں کرسکتا بلکہ چند گھنٹوں کی محنت کے بعد اسے چند گھنٹوں کا آرام درکار ہوتا ہے تاکہ پھر چند گھنٹے محنت کرنے کے لئے اسے قوت بہم پہنچ جائے۔ اس غرض کے لئے اس قادر مطلق نے ''نیند'' پیدا فرمائی جس سے تکان دور ہو جاتی ہے اور راحت وسکون حاصل ہوتا ہے اس لئے سونے کے لئے قدرت نے رات بنادی اور کام کاج وتلاش معاش کے لئے دن کو پیدا کردیا جو رات کے بالکل خلاف ہے جس میں انسان اللہ کی دی ہوئی قوتوں سے کام لے کر اللہ کا فضل تلاش کرسکتا ہے۔ یقیناً سوچنے اور سمجھنے والوں کے لئے یہ چیزیں نشان قدرت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جارہی ہے۔ کہ آسمان پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے۔.

اس کی گرج اور چمک سے لوگوں کو امید بھی بندھتی ہے کہ بارش ہوگی۔ فصلیں تیار ہوں گی مگر ساتھ ہی خوف بھی لاحق ہوتا ہے کہ کہیں بجلی نہ گر پڑے یا ایسی طوفانی بارش نہ ہو جائے جو سب کچھ بہالے جائے اور جان و مال تلف ہوں۔ پھر اللہ کی رحمت سے مینہ برستا ہے۔ سوکھی اور مرجھائی ہوئی زمین دوبارہ تروتازہ ہو جاتی ہے اور گویا مردہ زمین میں پھر جان پڑتی ہے۔ زمین کی بے شمار مخلوقات کے رزق کا انحصار اس پیداوار پر ہے جو زمین سے نکلتی ہے۔ اور اس پیداوار کا انحصار زمین کی صلاحیت پر ہے اور اس صلاحیت کے روبکار آنے کا انحصار بارش پر ہے۔ خواہ وہ براہ راست زمین پر برسے یا اس کے ذخیرے سطح زمین پر جمع ہوں۔ یا زیرزمین چشمہ اور کنوؤں کی شکل اختیار کریں۔ یا پہاڑوں پر برف جم کر دریاؤں کی شکل میں بہیں۔ پھر اس بارش کا انحصار سورج کی گرمی۔ موسموں کا ردوبدل۔ ہواؤں کی گردش فضائی حرارت و برودت وغیرہ وغیرہ پر ہے۔ گویا زمین سے لے کر آسمان تک بے شمار مختلف چیزوں کے درمیان ربط و مناسبت قائم کرنا یہ اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے اور یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

آگے قدرت کی عظیم الشان نشانیوں میں سے ایک نشانی اور بیان کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ یعنی صرف یہی نہیں کہ وہ اس کے حکم سے ایک دفعہ وجود میں آ گئے بلکہ ان کا مسلسل قائم رہنا بھی اسی کے حکم کی بدولت ہے ایک لمحہ کے لئے بھی اگر اس کا حکم انہیں برقرار نہ رکھے تو یہ سارا انظام یک لخت درہم برہم ہو جائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس خدا کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین ٹھہرے ہوئے ہیں یہ اسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ یہ آسمان و زمین اس کے حکم اور ارادہ سے قائم ہیں۔ جس وقت دنیا کی میعاد پوری ہو جائے گی تو وہ اپنی قدرت سے پھر زمین و آسمان کو بدل دے گا۔ مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جاویں گے اور یہ اس قدرت والے کے لئے کوئی بڑا کام نہیں کہ جس کے لئے کوئی بڑی تیاری کرنی پڑے بلکہ اس کی صرف ایک پکار اس کام کے لئے کافی ہوگی کہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک جتنے انسان پیدا ہوئے ہوں وہ سب ایک ساتھ زمین کے چپہ چپہ اور گوشے گوشے سے نکل کھڑے ہوں گے اور میدان حشر کی طرف چل پڑیں گے۔

تو ان دلائل کی قدرت سے معلوم ہوگیا کہ آسمان و زمین کے رہنے والے سب اسی کے مملوک بندے اور اس کی رعیت ہیں۔ کس کی طاقت ہے کہ اس کے حکم تکوینی سے سرتابی کر سکے۔ آخر کار سب اس کی گرفت میں پکڑے جائیں گے اور سب اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہوں گے اس کی اس قدرت کاملہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللہ ہی نے سب کو اول بار پیدا کیا اور وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ قدرت الٰہی کے سامنے تو یہ سب برابر ہے لیکن اے منکرین تمہارے محسوسات کے اعتبار سے اول بار پیدا کرنے سے دوسری بار دہرا دینا آسان ہونا چاہئے۔ پھر یہ عجیب بات ہے کہ اول پیدائش پر تو اسے قادر مانو اور دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو بعید سمجھو۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کی شان وصفات اور قدرت کا کسی اور آسمانی یا زمینی مخلوق سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی شان سب سے بلند ہے۔ اور اس کی صفات سب سے نرالی ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اونچی سے اونچی شان اسی کی ہے۔ وہی زبردست قادر مطلق ہے اور زبردست حکمت والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کفار و مشرکین جو وقوع آخرت سے انکار کرتے تھے تو اس کے ثابت کرنے کے لئے دلائل قدرت بیان فرمائے گئے کہ جو یہ سب امور اپنی قدرت سے واقع کر سکتا ہے تو اس کے قیامت واقع کرنے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے اور مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اس کے لئے کیا مشکل بات ہے جس کا کفار انکار کرتے ہیں۔ اس میں قدرت کے ساتھ ساتھ توحید کا بھی بیان آ گیا۔

آگے اسی مضمون توحید کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ

اللہ تعالیٰ تم سے ایک مضمون عجیب تمہارے ہی حالات میں سے بیان فرماتے ہیں کیا تمہارے غلاموں میں کوئی شخص تمہارا اُس مال میں جو ہم نے تم کو دیا ہے

مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

شریک ہے کہ تم اور وہ اُس میں برابر ہوں اور تم ان کا ایسا ہی خیال کرتے ہو جیسا اپنے آپس کا خیال کیا کرتے ہو؟ ہم اسی طرح سمجھداروں کیلئے دلائل صاف صاف بیان کرتے رہتے ہیں۔

لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ

بلکہ ان ظالموں نے بلا دلیل اپنے خیالات کا اتباع کر رکھا ہے، سو جس کو خدا گمراہ کرے اُس کو کون راہ پر لادے

اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ

اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ سو تم یکسو ہو کر اپنا رُخ اس دین کی طرف رکھو اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے،

فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ضَرَبَ اس نے بیان کی	لَكُمْ تمہارے لئے	مَّثَلًا ایک مثال	مِّنْ سے	اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانیں (حال)	هَلْ لَّكُمْ کیا تمہارے لئے		
مِّنْ سے	مَا مَلَكَتْ جو مالک ہوئے	اَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ (غلام)	مِّنْ شُرَكَآءَ کوئی شریک	فِيْ میں	مَا رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمہیں رزق دیا		
فَاَنْتُمْ سو (تاکہ) تم	فِيْهِ اس میں	سَوَآءٌ برابر	تَخَافُوْنَهُمْ (کیا) تم ان سے ڈرتے ہو	كَخِيْفَتِكُمْ جیسے تم ڈرتے ہو	اَنْفُسَكُمْ اپنی جانیں (اپنوں سے)		
كَذٰلِكَ اسی طرح	نُفَصِّلُ ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	الْاٰيٰتِ نشانیاں	لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ عقل والوں کیلئے	بَلْ بلکہ	اتَّبَعَ پیروی کی		
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر (بے جانے)	فَمَنْ يَّهْدِيْ تو کون ہدایت دے گا				
مَنْ جسے	اَضَلَّ اللّٰهُ گمراہ کرے اللہ	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنْ کوئی	نّٰصِرِيْنَ مددگار	فَاَقِمْ پس سیدھا رکھو تم	وَجْهَكَ اپنا چہرہ
لِلدِّيْنِ دین کیلئے	حَنِيْفًا یک رخ ہو کر	فِطْرَتَ اللّٰهِ فطرت اللہ کی	الَّتِيْ جو (جس)	فَطَرَ النَّاسَ لوگوں کو پیدا کیا اس نے	عَلَيْهَا اس پر		
لَا تَبْدِيْلَ تبدیلی نہیں	لِخَلْقِ اللّٰهِ اللہ کی خلق میں	ذٰلِكَ یہ	الدِّيْنُ الْقَيِّمُ دین سیدھا	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے نہیں	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہ کھلی کھلی نشانیاں بیان ہوئی تھیں کہ جن میں اس کے خالق و رازق۔ قادر مطلق۔ واحد و یکتا اور قابل حمد و ستائش ہونے کے دلائل موجود تھے۔ اور ان ہی دلائل سے یہ بھی ثابت کیا گیا تھا کہ آخرت کا آنا یقینی ہے۔ تو اگرچہ گذشتہ آیات میں بیان کردہ نشانیوں میں توحید کے دلائل بھی موجود تھے اور وہ رد شرک کے لئے کافی تھے کہ عالم میں اور کوئی نہ اس کے برابر ہے نہ کوئی اس کا شریک و ساجھی ہے پھر بھی شرک کی مذمت و بطلان اور زیادہ واضح کرنے کے لئے ایک مثال بیان فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تمہارے ہی احوال میں سے ایک مثال نکال کر بیان فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ غور کرو کہ کیا تمہارے وہ لونڈی غلام جو تمہاری ملکیت ہیں وہ تمہارے مال و دولت میں برابر کے شریک ہو سکتے ہیں یعنی باعتبار

اختیارات وتصرفات کیا تم ان کو اپنے برابر کا شریک تسلیم کر سکتے ہو۔ ظاہر ہے کہ کوئی مالک اس کے لئے تیار نہ ہوگا کہ اس کا غلام اس کی دولت میں برابر کا شریک بن جائے۔ تو سمجھنا چاہئے کہ جب ایک مجازی مالک کا یہ حال ہے کہ غلام تو آقا کی ملک میں شریک نہ ہو سکے حالانکہ دونوں غلام اور آقا خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کی دی ہوئی روزی کھاتے ہیں۔ پھر خدا کی پیدا کی ہوئی کائنات میں خدا کی پیدا کردہ مخلوق کو بلکہ مخلوق در مخلوق کو خالق کی خدائی میں کیسے شریک ٹھہراتے ہو۔ ایسی مہمل بات کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بے انصاف ایسی صاف اور واضح باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ وہ سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہوا پرستی سے محض اپنی خواہشات اور باطل گمان کی پیروی پر تلے ہوئے ہیں۔ تو جب کوئی شخص سیدھی سیدھی عقل کی بات نہ خود سوچے اور نہ کسی کے سمجھانے سے سمجھنے کے لئے تیار ہو تو پھر اسکی عقل پر اللہ کی پھٹکار پڑ جاتی ہے جس کے بعد ہر وہ چیز جو کسی معقول آدمی کو حق بات تک پہنچنے میں مدد دے سکتی ہے وہ اس ضدی جہالت پسند انسان کو الٹی مزید گمراہی میں مبتلا کرتی چلی جاتی ہے اور حق سمجھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اب جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے جہل و بے انصافی اور ہوا پرستی کی بدولت راہ حق پر چلنے اور سمجھنے کی توفیق نہ دی تو اور کون سی طاقت ہے جو اسے سمجھا کر راہ حق پر لے آئے یا مدد کر کے گمراہی اور تباہی سے بچالے۔ تو اے مخاطبین جب تم پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تو تم میں سے ہر ہر شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم ادیان باطلہ سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو اور اس کے سچے دین کو پوری توجہ یکجہتی سے تھامے رکھو اور کسی دوسری طرف کا رخ نہ کرو۔ یعنی تمہاری فکر اور سوچ ہو تو وہی جو دین چاہتا ہے۔ تمہاری پسند اور ناپسند ہو تو وہی جو قرآن کہتا ہے۔ تمہاری رضا اور رغبت ہو تو وہی جو اسلام چاہتا ہے۔ تمہاری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معاملات چلیں تو اسی طریقہ پر جو اسلام نے تمہیں بتائے ہیں۔ یہ نہیں کہ دعویٰ تو ہو دین اسلام کا اور اتباع ہو روس وامریکہ اور یہود ونصاریٰ کا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے ہر شخص میں خلقۃً یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق کو سننا اور سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ اسی مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس طرح واضح فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ جو کسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اصل انسانی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ ماں باپ ہیں جو اسے بعد میں عیسائی، یہودی یا مجوسی وغیرہ بناڈالتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں روایت ہے کہ ایک جنگ میں مسلمانوں نے دشمنوں کے بچوں تک کو قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا "لوگوں کو کیا ہو گیا کہ آج وہ حد سے گزر گئے اور بچوں تک کو قتل کر ڈالا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ مشرکین کے بچے نہ تھے؟ آپ نے فرمایا تمہارے بہترین لوگ مشرکین ہی کی تو اولاد ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خبردار بچوں کو کبھی قتل نہ کرنا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب اس کی زبان کھلنے پر آتی ہے تو ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنالیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ کے دوران میں فرمایا "میرا رب فرماتا ہے کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو حنیف پیدا کیا تھا۔ پھر شیاطین نے آکر انہیں دین سے گمراہ کیا اور جو کچھ میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا اسے حرام کیا اور انہیں ان شیاطین نے حکم دیا کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن کے شریک ہونے پر میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔"

الغرض یہاں بتلایا جاتا ہے کہ اصل پیدائش کے اعتبار سے کوئی فرق۔ تغیر وتبدل نہیں پس اللہ تعالیٰ نے جس فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے اس کو بگاڑنا اور مسخ کرنا درست نہیں۔ پس سیدھا راستہ دین کا یہی ہے لیکن اکثر لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے اس لئے اس دین حق کا اتباع نہیں کرتے۔

ابھی آگے اسی دین حنیف۔ دین قیم اور فطرت الٰہیہ کے اتباع کی تلقین کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا 3

تم خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرت الٰہیہ کا اتباع کرو اُس سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا

دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا

اور بہت سے گروہ ہوگئے ہر گروہ اپنے اس طریقہ پر نازاں ہے جو اُن کے پاس ہے۔ اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو اسی کی طرف

رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ

رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو بس ان میں سے بعضے لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں

يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنٰهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا

جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو ان کو دیا ہے اس کی ناشکری کرتے ہیں سو چند روز اور حظ حاصل کرلو پھر جلدی تم معلوم کرلوگے کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے

فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ

کہ وہ ان کو خدا کے ساتھ شرک کرنے کو کہہ رہی ہے۔ اور جب ہم لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے ان اعمال کے بدلے

سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ

میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے

وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾

اور جس کو چاہے کم دیتا ہے اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

مُنِيبِينَ رجوع کرنے والے	اِلَيْهِ اس کی طرف	وَاتَّقُوهُ اور تم ڈرو اس سے	وَاَقِيمُوا اور قائم رکھو تم	الصَّلٰوةَ نماز	وَلَا تَكُونُوا اور نہ ہو تم	
مِنَ سے	الْمُشْرِكِينَ شرک کرنے والے	مِنَ ان میں (سے)	الَّذِينَ جنھوں نے	فَرَّقُوا ٹکڑے ٹکڑے کرلیا	دِينَهُمْ اپنا دین	وَ اور
كَانُوا ہوگئے	شِيَعًا فرقے فرقے	كُلُّ حِزْبٍ سب گروہ	بِمَا اس پر	لَدَيْهِمْ ان کے پاس	فَرِحُونَ خوش ہیں	وَاِذَا اور جب
مَسَّ النَّاسَ پہنچتی ہے لوگوں کو	ضُرٌّ کوئی تکلیف	دَعَوْا وہ پکارتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنے رب کو	مُنِيبِينَ رجوع کرتے ہوئے		
اِلَيْهِ اس کی طرف	ثُمَّ اِذَا پھر جب	اَذَاقَهُمْ وہ انکو چکھادیتا ہے	مِنْهُ اپنی طرف سے	رَحْمَةً رحمت	اِذَا ناگہاں	فَرِيقٌ ایک گروہ
مِنْهُمْ ان میں سے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ	يُشْرِكُونَ شریک کرنے لگتے ہیں	لِيَكْفُرُوا کہ ناشکری کریں	بِمَا آتَيْنٰهُمْ اس کی جو ہم نے انہیں دیا		
فَتَمَتَّعُوا سو فائدہ اٹھالو تم	فَسَوْفَ پھر عنقریب	تَعْلَمُونَ تم جان لوگے	اَمْ اَنْزَلْنَا کیا ہم نے نازل کی	عَلَيْهِمْ ان پر	سُلْطٰنًا کوئی سند	
فَهُوَ يَتَكَلَّمُ کہ وہ بتلاتی ہے	بِمَا وہ جو	كَانُوا ہیں	بِهٖ اسکے ساتھ	يُشْرِكُونَ شریک کرتے ہیں	وَاِذَا اور جب	اَذَقْنَا ہم چکھائیں
النَّاسَ لوگ	رَحْمَةً رحمت	فَرِحُوا بِهَا تو وہ خوش ہوں اس سے	وَاِنْ اور اگر	تُصِبْهُمْ پہنچے انہیں	سَيِّئَةٌ کوئی برائی	بِمَا اسکے سبب جو

قَدَّمَتْ آگے بھیجا	اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھ	اِذَا هُمْ ناگہاں وہ	يَقْنَطُوْنَ مایوس ہوجاتے ہیں	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	
اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يَبْسُطُ کشادہ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں
لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں شرک کی مذمت عقلی طور پر سمجھائی گئی تھی کہ یہ مشرکین جب اپنے مال دولت میں اپنے لونڈی غلاموں کو برابر کا نہیں سمجھتے تو اللہ کی مخلوق اور غلاموں کو اس کا برابر کا شریک کیسے ٹھہراتے ہیں؟ یہ ہٹ دھرمی اور بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسے ظالم اور بے انصاف لوگوں کو جو جہالت کے اندھیرے میں اپنی خواہشات کے پیچھے الل ٹپ شتر بے مہار کی طرح دوڑے چلے جارہے ہیں۔ نہ سمجھانے والوں کو سنتے ہیں نہ اپنے خیر خواہوں کی طرف نظر اٹھاتے ہیں انہیں کون ہدایت کرسکتا ہے۔ جواللہ کے احکام کو نہ سنے نہ دیکھے وہ گمراہ نہ ہوتو کیا ہو۔ ایسی حالت میں مخاطبین کو سمجھایا گیا تھا کہ تم ایسے ہوا پرست ظالموں کو ان کے حال پر چھوڑ واور اپنا منہ سیدھا دین حنیف یعنی اسلام کی طرف پوری توجہ سے رکھواور بغیر ادھر ادھر مائل ہوئے دین کے سیدھے راستہ پر چلواور فطرت الٰہی کو نہ بدلواسی پر قائم رہو۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں دین فطرت کے چند اصول کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

پہلی چیز اتقا فرمائی یعنی خدا سے ڈرتے رہنا۔ اللہ کے ڈر سے گناہوں سے اور اس کی نافرمانی سے بچنا۔ کسی کی جان پر ظلم و زیادتی نہ کرنا۔ کسی کو دکھ اور رنج نہ پہنچانا۔

دوسری چیز اقامت صلوٰۃ فرمائی یعنی نماز قائم رکھنا اس کی پابندی کرنا۔

پہلی چیز اتقا یعنی خدا سے ڈرنا یہ تو ایک ذہنی اور قلبی کیفیت ہے اس کے استحکام کے لئے جسمانی عمل یعنی اقامت الصلوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ آدمی کے ذہن اور دل اور دماغ میں جب تک کوئی خیال محض خیال کی حد تک رہتا ہے تو اس کے بدل جانے اور ماند پڑ جانے کا بھی احتمال رہتا ہے لیکن جب وہ اس خیال کے مطابق کام کرنے لگتا ہے تو وہ خیال اس کے اندر جڑ پکڑ لیتا ہے اور جوں جوں وہ اس پر عمل کرتا جاتا ہے اس کا استحکام بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے خوف خدا کو مستحکم کرنے کے لئے ہر روز پانچ وقت پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ نماز ایک ایسا عمل ہے جو ہر چند گھنٹوں کے بعد ایک ہی متعین صورت میں آدمی کو دائماً کرنا ہوتا ہے اور اس میں ایمان واسلام کا وہ پورا سبق جو قرآن نے اسے پڑھایا ہے بار بار دہرانا ہوتا ہے تاکہ وہ اسے بھولنے نہ پائے۔

تیسری چیز شرک سے بیزاری اور مشرکین سے علیحدہ رہنا فرمایا گیا۔ یوں تو شرک کی تفصیل اور توضیح میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں مختصراً شرک کی تعریف یہ ہے کہ:

''خدا تعالیٰ کی ذات اس کی صفات۔ اس کی عبادت اور اس کی حدود عظمت میں کسی اور کو شریک بنالینا۔''

قرآن و حدیث نے صاف صاف اعلان فرمایا ہے کہ کفر وشرک کا جرم ہرگز قابل معافی نہیں ہوگا۔ اس کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی اور خدائے تعالیٰ کی پاک جنت میں مشرک وکافر کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ قرآن پاک میں کھلا ہوا اعلان ہے ان اللہ **لا یغفران یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشآء** بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا۔ الغرض دین فطرت کے تین اہم اصول یعنی اتقا خدا سے ڈرنا۔ نماز قائم رکھنا۔ شرک جلی وخفی سے بیزاری اور مشرکین سے علیحدہ رہنا بتلا کر ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین نے دین فطرت

کے اصول سے علیحدہ ہوکر اپنے مذہب میں پھوٹ ڈالی۔ بہت سے فرقے بن گئے۔ ہر ایک کا عقیدہ الگ مذہب اور مشرب جدا۔ جس کسی نے غلط کاری یا ہوا پرستی سے کوئی عقیدہ قائم کردیا یا کوئی طریقہ ایجاد کرلیا ایک جماعت اس کے پیچھے ہوگئی۔ تھوڑے دن بعد وہ ایک فرقہ بن گیا۔ پھر ہر فرقہ اپنے ٹھہرائے ہوئے اصول و قواعد پر خواہ وہ کتنے ہی مہمل کیوں نہ ہوں ایسا فریفتہ ہے کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اس کے تصور میں نہیں آتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جیسے بھلے کام ہر انسان کی فطرت پہچانتی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع ہونا بھی ہر ایک کی فطرت جانتی ہے چنانچہ خوف اور سختی کے وقت اس کا اظہار ہوجاتا ہے۔ بڑے سے بڑا سرکش مصیبت میں گھر کر خدائے واحد کو پکارنے لگتا ہے۔ اس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں وہی سچا مالک یاد رہ جاتا ہے جس کی طرف فطرت انسانی رہنمائی کرتی تھی مگر افسوس کہ انسان اس حالت میں دیر تک قائم نہیں رہتا۔ جہاں خدائی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی پھر اس کو چھوڑ کر جھوٹے دیوتاؤں کے گیت گانے لگا۔ گویا اس کے پاس سب کچھ ان ہی کا دیا ہوا ہے۔ خدا نے کچھ نہیں دیا (العیاذ باللہ تعالیٰ) آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا چند دن اور مزے اڑالو آگے جاکر معلوم ہوجائے گا کہ اس کفر و ناشکری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ عقل سلیم اور فطرت انسانی کی شہادت شرک کو صاف طور پر رد کرتی ہے تو کیا اس کے خلاف یہ مشرکین کوئی سند و حجت رکھتے ہیں جو بتلاتی ہو کہ خدا کی خدائی میں دوسرے بھی اس کے شریک ہیں (معاذ اللہ) اگر نہیں تو انہیں معبود بننے کا استحقاق کہاں سے ہوا۔ ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔ جب اللہ کی مہربانی اور احسان سے عیش میں ہوں تو پھولے نہ سمائیں۔ ایسے اترانے لگیں اور آپے سے باہر ہوجائیں کہ محسن حقیقی کو بھی یاد نہ رکھیں اور کسی وقت شامت اعمال کی بدولت مصیبت کا کوڑا آپڑا تو بالکل آس توڑ کر اور ناامید ہوکر بیٹھ رہیں گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہو۔ مومن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے وہ عیش و راحت میں محسن حقیقی کو یاد رکھتا ہے۔ اس کے فضل پر خوش ہوکر دل و زبان سے شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ سے مدد مانگتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ کیسی ہی مصیبت ہو اور ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں اس کے فضل سے سب فضا بدل جائے گی۔ ایمان اور یقین والے سمجھتے ہیں کہ دنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھانا گھٹانا سب اسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بقضا رہنا چاہئے۔ نعمت کے وقت شکر گزار رہے اور ڈرتا رہے کہ کہیں چھن نہ جائے اور سختی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دور فرمادے گا۔

اب جب فطرت کی شہادت سے بھی ثابت ہوگیا کہ مالک حقیقی ایک ہی ہے تو اب آگے اس مالک حقیقی کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے شرک سے بچا کر فطرت الٰہیہ کے اتباع کی توفیق کاملہ نصیب فرماویں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ ڈر اور خوف عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں۔
اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح معنوں میں نمازوں کا قائم کرنے والا بنائیں اور دین حنیف کا اتباع ہم سب کو نصیب فرماویں۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں۔ ان کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہم کو صبر اور شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫

پس قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی یہ اُن لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِىْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا

اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جاوے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝

اور جو زکوٰۃ دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہوگے تو ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔

فَاٰتِ پس دو تم	ذَا الْقُرْبٰى قرابت دار	حَقَّهٗ اس کا حق	وَالْمِسْكِيْنَ اور محتاج	وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر	ذٰلِكَ یہ	خَيْرٌ بہتر	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو			
يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں	وَجْهَ اللّٰهِ اللہ کی رضا	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی لوگ	هُمْ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے	وَمَآ اور جو	اٰتَيْتُمْ تم دو				
مِّنْ سے	رِّبًا سود	لِّيَرْبُوَا تاکہ بڑھے	فِىْٓ میں	اَمْوَالِ مال	النَّاسِ لوگ	فَلَا يَرْبُوْا تو نہیں بڑھتا	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں	وَمَآ اٰتَيْتُمْ اور جو تم دو		
	مِّنْ سے	زَكٰوةٍ زکوٰۃ	تُرِيْدُوْنَ چاہتے ہوئے	وَجْهَ اللّٰهِ اللہ کی رضا	فَاُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ	هُمْ وہ	الْمُضْعِفُوْنَ چند در چند کرنیوالے			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات سے شرک کی مذمت اور توحید باری تعالیٰ کے اثبات کا مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔اسی سلسلہ میں دین حنیف دینِ فطرت اور دینِ قیم یعنی اسلام کی اتباع پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ کرنے کی تلقین گذشتہ آیات میں فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ اس دینِ فطرت کو چھوڑ کر لوگوں نے اپنا اپنا طریقہ الگ بنالیا اور بہت سے فرقے اور ادیان پیدا ہو گئے اور یہ سب فطرت کے خلاف ہیں۔انسانی فطرت میں ایک اللہ کی طرف رجوع کرنا داخل ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب انسان پر کوئی ایسی مصیبت آتی ہے کہ جس میں ظاہری اسباب و ذرائع سب سے امید منقطع ہو جاتی ہے تو پھر اس کو سوائے اس کے کچھ نہیں سوجھتا کہ خالص ایک قادر مطلق کی طرف متوجہ ہو کر اس کو پکارنا شروع کر دے تو معلوم ہوا کہ ایک اللہ کو ماننا اور اس کی طرف رجوع کرنا انسانی فطرت میں داخل ہے تو جو اس کے خلاف چل رہا ہے وہ خلاف فطرت کام کر رہا ہے۔پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ دنیا کی سختی نرمی۔روزی کا گھٹنا بڑھنا یہ سب اسی ایک رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔تو جب فطرت کی شہادت سے ثابت ہوگیا کہ حقیقی مالک و رب وہی ایک اللہ ہے دنیا کی نعمتیں سب اسی کی عطا کی ہوئی ہیں تو اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اس کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے ہیں۔اور آخرت میں اس کی لقاء اور دیدار کے آرزومند ہیں۔انہیں چاہئے کہ اس مالک کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کریں۔غریب رشتہ داروں کی خبر لیں۔اہل قرابت کے حقوق درجہ بدرجہ ادا کرتے رہیں۔مسکین۔محتاج اور ناداروں کی بھی خبر رکھیں۔اور ان کے ساتھ احسان و سلوک کریں۔اور وہ مسافر جس کے پاس سفر خرچ نہ رہا ہو اس کے ساتھ بھی امداد و اعانت کر کے بھلائی کریں۔ایسے ہی بندوں کو دنیا اور آخرت کی بھلائی اور فلاح نصیب ہوگی۔

یہاں آیت فاٰت ذالقربی حقه والمسکین وابن السبیل میں لفظ حقہ قابل غور ہے۔یعنی یہ فرمایا کہ قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔یہ نہیں فرمایا کہ رشتہ دار مسکین کو خیرات دو بلکہ یہ فرمایا کہ یہ اس کا حق ہے جو تمہیں دینا

چاہیئے تو معلوم ہوا کہ کسی قرابت دار مسکین یا مسافر کو کچھ دیتے ہوئے یہ خیال دل میں نہ آنے پائے کہ یہ کوئی احسان ہے جو میں اس پر کررہا ہوں بلکہ یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ مال کے مالک حقیقی نے اگر مجھے زیادہ دیا ہے اور دوسرے بندوں کو کم عطا فرمایا ہے تو یہ زائد مال ان دوسروں کا حق ہے جو میری آزمائش کے لئے میرے ہاتھ میں دیا گیا تاکہ میرا مالک دیکھے کہ میں ان کا حق پہچانتا اور پہنچاتا ہوں یا نہیں پھر آگے یہ فرمایا واولئک ھم المفلحون اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ فلاح صرف مسکین ومسافر اور رشتہ دار کا حق ادا کرنے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز حصول فلاح کے لئے درکار نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو لوگ ان حقوق کو نہیں پہچانتے اور نہیں ادا کرتے وہ فلاح پانے والے نہیں ہیں بلکہ فلاح پانے والے وہ ہیں جو خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ حقوق پہچانتے اور ادا کرتے ہیں۔

اس ارشادِ الٰہی کی حقیقت پر غور کرنے سے ایک بات یہ بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم انسان کے لئے جو اخلاقی اور روحانی ترقی اور بلندی کا راستہ تجویز کرتا ہے اور یہاں جو تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے تو یہ قرآنی تعلیم اسی جگہ چل سکتی ہے جہاں افراد کچھ وسائل مال و دولت کے مالک ہوں۔ ان پر ان کا آزادانہ تصرف اور اختیار ہو اور پھر اپنی رضا ورغبت سے خدا اور اس کے بندوں کے حقوق اخلاص کے ساتھ ادا کریں۔ اور جہاں لوگوں کے حقوق ملکیت ہی ساقط کردیئے جائیں اور ریاست و حکومت تمام ذرائع کی مالک ہوجائے اور افراد کے درمیان تقسیم رزق کا پورا کاروبار حکومت خود سنبھال لے۔ حتیٰ کہ نہ کوئی فرد اپنے اوپر کسی کا کوئی حق جان کردے سکے اور نہ کوئی دوسرا فرد کسی سے کچھ لے کر اپنے دل میں جذبۂ احسان مندی وشکر گزاری لاسکے تو اس طرح کا خالص کمیونسٹ اور سوشلسٹ نظام تمدن و معیشت جسے بعض پاکستانی بھی بڑی للچائی ہوئی اور مستحسن نظروں سے دیکھتے ہیں قرآن کی تعلیم و ہدایات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اس میں انفرادی اخلاق اور سیرت کی تشکیل اور ترقی کا راستہ بالکل بند ہوجاتا ہے۔ قرآن کی یہ تعلیم تو اسی معاشرہ میں چل سکتی ہے کہ جہاں لوگ فرداً فرداً اپنے مال و دولت کے مالک ہوں۔ اور حق شناسی اور ادائے حقوق کے اوصاف اور ہمدردی رحم وشفقت اور ایثار وقربانی کے جذبہ کے ماتحت اپنے اختیار اور رضامندی و رغبت سے بندوں کے حقوق اخلاص کے ساتھ ادا کرنے پر مائل ہوں اور دوسری طرف جن لوگوں کے ساتھ بھلائی کی جائے ان کے دلوں میں بھلائی کرنے والوں کے لئے خیر خواہی احسان مندی اور شکر گزاری کے پاکیزہ جذبات نشوونما ہوں مگر اب ہمارا یہ حال ہے کہ ہمیں اپنے گھر کی دولت کا تو پتہ نہیں اور نہ اس کی قدر۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ہر نئی چیز جو سات سمندر پار یا یورپ سے آجائے وہ ہمارے دین وایمان کا امتحان لینے کو تیار ہوجاتی ہے۔ ہماری مثال تو اب اس بھٹکے ہوئے راہ گیر کی سی ہے جو ذرا ذرا شبہ پر ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر دوڑتا ہے لیکن منزل مقصود کا پتہ نہیں لگتا۔ مسلمان کبھی روس کی تحریکوں کی اتباع اپنا فرض خیال کرتے ہیں تو کبھی یورپ کی تقلید میں ان کو اپنی نجات نظر آتی ہے۔ کبھی امریکہ اور جرمن کی حیرت انگیز ایجادوترقیاں ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتی ہے غرض کہ جس کو کچھ دیکھا اس کے پیچھے ہولئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ٥

درمیان میں بات لفظ حق پر کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ الغرض ان آیات میں ہدایت دی جاتی ہے کہ اے مسلمانو! قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور اسی طرح مسکین و مسافر کو بھی ان کے حقوق دیا کرو۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

یہاں آیت میں یریدون وجه اللہ کی قید یعنی جو مال اس طرح دینے سے اللہ کی رضا کے طالب ہیں اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں قبولیت سے سرفرازی پانے کے لئے

یہ شرط لازمی ہے کہ دینے والا جو کچھ بھی خرچ کرے یہ سب صرف رضائے الٰہی کی نیت سے ہو۔ محض جبری اور نمائشی چندے اور نام و نمود کے لئے داد و دہش جو آج ہمارے معاشرہ کی جان بنی ہوئی ہے یہ سب اس قبولیت کی مد سے باہر ہیں۔ اور نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہیں۔ آگے اس مسئلہ کی اور وضاحت فرمائی جاتی ہے کہ محض دینا دلانا مطلقاً خواہ کسی خیال سے ہو یہ موجب فلاح اور عنداللہ مقبولیت کا باعث نہیں بلکہ اس کا قانون یہ ہے کہ جو چیز تم دنیا کی غرض سے خرچ کرو گے مثلاً کوئی عطیہ۔ یا ہدیہ یا تحفہ اس نیت سے دیا جائے کہ لینے والا بعد میں اس سے زیادہ واپس کرے۔ یا دینے والے کے لئے لینے والا کوئی مفید خدمات انجام دے۔ یا جیسے دنیوی رسوم میں نیوتہ وغیرہ دیا جاتا ہے کہ دینے والا یہ امید رکھتا ہے کہ ہمارے موقع پر یہ لینے والا کچھ اور شامل کر کے دے گا۔ تو ان جیسی اغراض اور نیت سے جو دیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں پہنچتا بلکہ خدا کے نزدیک پہنچنا اور بڑھنا اس مال کے ساتھ خاص ہے جو اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کیا جائے ایسے دیئے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب میں بڑھاتے رہیں گے۔

صحیح احادیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ یعنی اس کو قبول فرمالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صرف پاک کمائی کو قبول کرتا ہے۔ پھر اس کو خیرات کرنے والے کے لئے پالتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ خیرات پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

یہاں ان آیات میں اخلاص وللّٰہیت کی تعلیم دی گئی ہے اور روحانی اور اخلاقی بلندی کا آخری زینہ ہے وہ اگرچہ انفاق فی المال کے سلسلہ میں ہے مگر یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ تمام اچھے حسن واخلاق کی روح اور جان یہی اخلاص وللّٰہیت ہے۔ اس لئے ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا رب کریم، خالق اور پروردگار ہم سے راضی ہو۔ ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال واخلاق اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام ونمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک اور باعث ہو تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی اجر وثواب ملنے والا نہیں۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب جو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا اصل صلہ اور نتیجہ ہے اور جو انسانوں کا اصل مطلوب اور مقصود ہونا چاہئے وہ صرف اعمال و اخلاق پر نہیں ملتا بلکہ جب ملتا ہے جبکہ ان اعمال واخلاص سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ بھی کیا گیا ہو اور وہی ان کے لئے اصل محرک ہو اور جو لوگ اچھے اعمال واخلاق کا مظاہرہ دنیا والوں کی داد و تحسین اور نیک نامی وشہرت طلبی یا ایسے ہی دوسرے اغراض ومقاصد کے لئے کرتے ہیں ان کو یہ دوسرے مقاصد چاہے دنیا میں حاصل ہو جائیں لیکن وہ اللہ کی رضا اور اجر آخرت سے محروم رہیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ اخلاص اور للّٰہیت سے قلب مزین کیسے ہو؟ تو برادران عزیز یہ دولت تو اہل اللہ کی صحبت۔ ان سے تعلق اور اپنے آپ کو ان سے وابستہ رکھنے اور تزکیۂ نفس سے نصیب ہوتی ہے۔

الغرض اصل مضمون شرک کی برائی اور مذمت اور اس کے بد انجامی کا اور توحید و دین فطرت اسلام کو قبول کرنے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کا اوپر سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے اور یہی مضمون ابھی اگلی آیات میں بھی جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اخلاص کی دولت عطا فرمائیں تاکہ تمام اعمال وافعال سے ہمارا مطلوب ومقصود رضائے حق ہو۔ یا اللہ نام نمود۔ ریا۔ نمائش۔ شہرت وغیرہ مہلک امراض سے ہم کو بچا لیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۗ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ

اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو جلائے گا، کیا تمہارے شرکاء میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے

مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٠﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا

کچھ بھی کرسکے وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں

كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي

تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعضے اعمال کا مزہ ان کو چکھا دے تاکہ وہ باز آجاویں۔ آپ فرمادیجئے کہ ملک میں چلو پھرو

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿٤٢﴾ فَاَقِمْ

پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے ہوگذرے ہیں ان کا اخیر کیسا ہوا ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔ سو تم اپنا رخ

وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿٤٣﴾

اس دین راست کی طرف رکھو قبل اس کے کہ ایسا دن آجاوے جس کے واسطے پھر خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا اُس دن سب لوگ جُدا جُدا ہوجاویں گے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ

جو شخص کفر کررہا ہے اس پر تو اس کا کفر پڑے گا، اور نیک عمل کررہا ہے سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کررہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے گا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٥﴾

جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے، واقعی اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ ہے جس نے	خَلَقَكُمْ پیدا کیا تمہیں	ثُمَّ رَزَقَكُمْ پھر اس نے تمہیں رزق دیا	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے	ثُمَّ پھر				
يُحْيِيْكُمْ وہ تمہیں زندہ کرے گا	هَلْ کیا	مِنْ سے	شُرَكَآئِكُمْ تمہارے شریک	مَنْ جو	يَفْعَلُ کرے	مِنْ ذٰلِكُمْ ان (کاموں) میں سے		
مِنْ شَيْءٍ کچھ بھی	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَتَعٰلٰى اور برتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں	ظَهَرَ ظاہر ہوگیا	الْفَسَادُ فساد		
فِي الْبَرِّ خشکی میں	وَالْبَحْرِ اور دریا (تری)	بِمَا اس سے جو	كَسَبَتْ کمایا	اَيْدِي النَّاسِ لوگوں کے ہاتھ	لِيُذِيْقَهُمْ تاکہ وہ انہیں (مزہ) چکھائے			
بَعْضَ بعض	الَّذِيْ عَمِلُوْا انہوں نے کیا (اعمال)	لَعَلَّهُمْ شاید وہ	يَرْجِعُوْنَ باز آجائیں وہ	قُلْ آپ فرمادیں	سِيْرُوْا تم چلو پھرو	فِي میں		
الْاَرْضِ زمین	فَانْظُرُوْا پھر تم دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ ان کا جو	مِنْ قَبْلُ پہلے (تھے)	كَانَ تھے	اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر
مُّشْرِكِيْنَ شرک کرنیوالے	فَاَقِمْ پس سیدھا رکھو	وَجْهَكَ اپنا چہرہ	لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ دین راست کیلئے (طرف)	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ کہ			
يَّاْتِيَ آجائے	يَوْمٌ وہ دن	لَا مَرَدَّ ٹلنا نہیں	لَهٗ اس کے لئے وہ	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَّصَّدَّعُوْنَ جدا جدا ہوجائیں گے		

مَنْ كَفَرَ جس نے کفر کیا	فَعَلَيْهِ تو اسی پر	كُفْرُهٗ اس کا کفر	وَمَنْ عَمِلَ اور جس نے کئے	صَالِحًا اچھے عمل	فَلِاَنْفُسِهِمْ تو وہ اپنے لئے	
يَمْهَدُوْنَ سامان کررہے ہیں	لِيَجْزِيَ تا کہ جزا دے وہ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے	وَ اور	عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے اچھے عمل کئے		
	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اپنا فضل	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	الْكٰفِرِيْنَ کافر	

تفسیر وتشریح:۔ اصل مضمون گذشتہ آیات سے اثبات توحید اور ردشرک کا چل رہا ہے۔ درمیان میں تبعاً مضمون انفاق یعنی مال کو اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کا آ گیا تھا۔ اب پھر کفار ومشرکین کو سمجھانے کے لئے سلسلۂ کلام توحید وآخرت کی طرف پھر جاتا ہے اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تمہیں اللہ ہی نے پیدا کیا۔ اسی نے تمہارے رزق کا سامان کیا۔ پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے اور پھر وہی قیامت میں تم کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ہر ایک کے اعمال کی جزا وسزا دے گا۔ مشرکین کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ اے مشرکین ذرا سوچو تو سہی کہ تمہارے بنائے ہوئے مصنوعی معبودوں میں سے کوئی ان میں سے یہ ایک کام بھی کرسکتا ہے؟ تو مارنا۔ جلانا۔ روزی دینا سب کام تو تنہا اللہ کے قبضہ میں ہوئے پھر دوسرے شریک کدھر سے الوہیت کے مستحق ہوگئے؟ جب نہیں تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اللہ ہی قادر مطلق سب سے بلند و برتر ہے۔ پھر اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کے کیا معنی؟ پس توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہوگیا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ شرک اور معصیت اور اللہ کی نافرمانی ایسی بری چیز ہے کہ خشکی و تری یعنی تمام دنیا میں لوگوں کے بداعمالیوں کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔ آیت میں فساد کا لفظ آیا ہے۔ جس کی مثالیں علماء نے لکھی ہیں مثلاً بارش نہ ہونا۔ قحط پڑنا۔ باغ اور کھیتوں کے پھل پھولوں پر آفت آنا۔ آندھی کا آنا۔ اولوں کا گرنا۔ سیلاب کا پھیلنا پیداوار کم یا ناقص ہوجانا۔ مویشیوں میں بیماری اور موت پڑنا۔ ان کی نسل کم پھیلنا تجارت وکاروبار میں نفع کم ہونا۔ مصارف کا بڑھ جانا۔ ہر چیز کا گراں ہوجانا۔ حاکم کا ظالم اور طماع ہونا۔ قانون اور انصاف کے پیرایہ میں رعایا کو تباہ کردینا۔ باہم بادشاہوں اور قوموں میں جنگ قائم ہوکر ہزاروں لاکھوں کا مارا جانا۔ بیماریوں کی کثرت۔ باہمی الفت ومحبت واتفاق کی جگہ عداوت وبغض ونفاق پھیلنا۔ حیا اور شرم کا اٹھ جانا۔ بے حیائی اور فحش کی ترقی ہونا۔ چھوٹوں کا بڑوں سے بے ادب اور گستاخ ہوجانا۔ باہم چوری اور زناکاری اور خون ریزی اور بدامنی کا پھیلنا یہ سب فساد یعنی بلاؤں ہی کی قسمیں ہیں جو انسان کے کرتوت سے پیدا ہوتی ہیں۔ تو لوگوں کے دین فطرت پر قائم نہ رہنے سے کفر وشرک اور فسق وفجور دنیا میں پھیل پڑا اور اس کی شامت سے نہ خشکی میں امن سکون رہا۔ نہ تری میں۔ روئے زمین کو فتنہ فساد نے گھیر لیا۔ اور یہ سب اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے۔ پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔ مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آجائیں۔ غرض جب اعمال بد مطلقاً سبب وبال ہیں تو کفر وشرک تو سب سے بڑھ کر موجب وبال ہوگا اور اگر ان مشرکین کو اس کے ماننے میں کچھ تردد ہو تو روئے زمین پر چل پھر کر دیکھیں کہ جو کافر ومشرک نافرمان لوگ پہلے ہوگزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا۔ پچھلے نافرمانوں کے عبرتناک حالات ان کے سامنے ہیں اور دنیا میں ان کی تباہی کے آثار جابجا پھیلے پڑے ہیں۔ تو دیکھ لو کہ وہ عذاب آسمانی سے کس طرح ہلاک ہوئے جس سے صاف واضح ہوا کہ شرک وکفر ونافرمانی کا بڑا وبال ہے اور ان تمام خرابیوں کا ایک ہی علاج ہے وہ یہ کہ دین قیم جو دین فطرت ہے اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کے ٹلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی یعنی جیسے دنیا میں خاص عذاب کے وقت کو اللہ تعالیٰ قیامت کے وعدہ پر ہٹاتا جاتا ہے لیکن جب وہ موعود دن آجائے گا پھر نہ کوئی طاقت اسے پھیر سکتی ہے اور نہ خود اللہ تعالیٰ اس کو ملتوی کرے گا گویا وہ دن آنا اٹل ہے اور جب وہ دن ہوگا تو سب انسان باعتبار جزا کے جدا جدا ہوجاویں گے یعنی نیک جنت میں اور بد دوزخ میں بھیج دیئے جاویں گے۔ جو شخص آج کفر وشرک کررہا ہے اس پر تو اس کا وبال کفر پڑے گا اور جو نیک عمل کررہا ہے یعنی اللہ ورسول کی فرمانبرداری اور ہدایت کے موافق اپنی زندگی دنیا میں گزار رہا ہے تو یہ لوگ اپنے نفع کے لئے سامان

کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالحہ کئے ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نیک جزا یعنی جنت عطا فرمائے گا اور کفار اس سے محروم رہیں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا بلکہ ان کے کفر پر ان سے ناخوش ہے اس لئے یہ اس دولت سے محروم رہیں گے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے والوں کو عطا کی جائے گی۔

یہاں ان آیات میں حوادث و آفات کا راز بتلایا گیا کہ یہ بلائیں اس لئے آتی ہیں کہ انسان ان سے اللہ کی طرف توجہ کرنا سیکھے اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کے زمانہ میں آگے پیچھے قریب قریب وہ سب ہی فسادات اور خرابیاں ظاہر ہورہی ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا لیکن بجائے توبہ واستغفار کے دن بدن بے دینی کا سمندر موجزن ہے اور فسق و فجور بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور غیب سے امت مسلمہ کے اصلاح کی صورت ظاہر فرمائیں۔ تو گویا مقصود ان بلاؤں سے بھی اصلاح خلق ہی ہوئی اس لئے محقق مفسرین نے لکھا ہے کہ شر مقصود بالذات نہیں ہوتا اس کی حیثیت جراح کے نشتر کی سی ہے یعنی جس طرح نشتر کا زخم مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ مقصود و مطلوب تو صحت ہوتی ہے اور نشتر محض اس کا ذریعہ ہوتا ہے۔

امام المفسرین امام رازیؒ نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ یہاں من کفر فعلیہ کفرہ یعنی جو کافر رہا اس پر اس کا کفر پڑے گا۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کریم نے من امن نہیں کہا بلکہ کافر کے مقابلہ میں ومن عمل صالحاً فرمایا یعنی جو نیک عمل کررہا ہے تاکہ مومن کو ساتھ ہی عمل صالحہ کی بھی ترغیب ہوجائے کیونکہ ایمان کی تکمیل عمل صالح ہی سے ہوتی ہے۔

اب یہاں ''ایمان'' کے متعلق ایک غلط فہمی بھی رفع کرلی جائے تاکہ ایمان کی حقیقت ان پر بھی واضح ہوجائے جو ایمان کو صرف اقرار و تصدیق تک محدود رکھتے ہیں اور عمل اس سے ایک بالکل جدا چیز سمجھتے ہیں ایمان کی تعریف اور اس کی حقیقت پر حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ترجمان السنہ میں لکھتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق نہیں ہے بلکہ انقیاد قلبی اور التزام طاعت بھی اس کا جزو اہم ہے۔ اگر ایک شخص صرف تصدیق رکھتا ہے مگر عہد و فاداری نہیں کرتا وہ مومن نہیں کہلا سکتا اور اسی طرح اگر فرمانبرداری کے لئے تو آمادہ ہے مگر قلب و زبان سے تصدیق کے لئے آمادہ نہیں تو بھی وہ مومن نہیں ہے۔ ایمان صرف اس صورت کا نام ہے کہ قلب و زبان تصدیق سے مزین ہوں اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کا عزم بھی مصمم ہو گویا شرعی تصدیق اسی کا نام ہے۔ آگے مولاناؒ نے حافظ ابن تیمیہؒ کی ایک عبارت نقل فرمائی ہے جس میں وہ یعنی امام تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ فرض کرو ایک شخص دربار نبوت میں حاضر ہوتا ہے اور تصدیق کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نہ آپ کے احکام بجالاؤں گا۔ نہ جس چیز سے آپ منع فرمائیں گے باز رہوں گا۔ نہ فرائض خمسہ ادا کروں گا۔ ہاں شراب پیوں گا۔ چوری زنا۔ نکاح محارم کروں گا غرض جو نا کردنی ہے وہ سب کروں گا۔ کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص تصور کرسکتا ہے کہ محض لغوی تصدیق کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے ایمان کا پروانہ تحریر فرماویں گے۔ اس کی شفاعت کا وعدہ فرمالیں گے۔ جہنم سے نجات ابدی کی بشارت سنادیں گے۔ یا یہی جواب دیں گے کہ تو صرف کافر نہیں بلکہ بدترین کافر ہے۔ تیرا یہ ایمان ایمان نہیں استہزا ہے یہ تصدیق نہیں بلکہ تکذیب کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اگر یہ بھی ایمان ہے تو پھر ابلیس کے ایمان میں کیا کسر تھی جس نے صرف ایک ہی سجدہ کا انکار کیا تھا۔ پھر قرآن کریم نے کیوں اس کو کافروں میں شمار کرلیا۔ آگے مولانا موصوفؒ لکھتے ہیں حضرت استاد (یعنی حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ) فرماتے تھے کہ ایمان کا ترجمہ جاننا یا یقین کرنا یا تصدیق کرنا اچھا نہیں ہے۔ ان تراجم سے ایمان کی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی بلکہ صحیح ترجمہ ''ماننا'' ہے جس سے التزام طاعت کا مفہوم بھی ادا ہوجاتا ہے۔ اردو دان حضرات کو حضرت استادؒ کا ایک یہ ترجمہ ہماری اس ساری تفصیل سے بے نیاز کرسکتا ہے۔ یہ ہے ایمان کا وجود ذہنی۔ یہی ایمان کا جزء اشرف ہے۔ نجات ابدی اسی پر دائر ہے اور آخرت کی ساری خوشیاں اسی کی ثمرات و برکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو ایسا ہی ایمان نصیب فرمائے آگے اسی توحید کے اثبات میں اللہ تعالیٰ کی مزید بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہیں اور تاکہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھادے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر اُن کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ اُن کے پاس دلائل لے کر آئے

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾

سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے ، اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا

اللہ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ

پھر تم مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾

اور وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کے خوش ہونے سے پہلے ان پر برسے ناامید تھے۔

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ

سو رحمتِ الٰہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے،

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وَ اور	مِنْ اٰيٰتِهٖ اس کی نشانیوں سے	اَنْ يُّرْسِلَ کہ وہ بھیجتا ہے	الرِّيَاحَ ہوائیں	مُبَشِّرٰتٍ خوشخبری دینے والی	وَلِيُذِيْقَكُمْ اور تاکہ وہ تمہیں چکھائے	
مِنْ رَّحْمَتِهٖ سے (کا) اپنی رحمت	وَلِتَجْرِيَ اور تاکہ	الْفُلْكُ کشتیاں	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے	وَلِتَبْتَغُوْا اور تاکہ تم تلاش کرو	مِنْ سے	
فَضْلِهٖ اسکا فضل	وَلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرو	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجے	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	رُسُلًا بہت سے رسول	
اِلٰى طرف	قَوْمِهِمْ ان کی قومیں	فَجَآءُوْهُمْ پس وہ انکے پاس آئے	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ	فَانْتَقَمْنَا پھر ہم نے انتقام لیا	مِنَ سے	
الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وہ جنہوں نے جُرم کیا	وَكَانَ اور ہے	حَقًّا حق ہے	عَلَيْنَا ہم پر (ہمارا)	نَصْرُ مدد	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	اَللّٰهُ اللہ
الَّذِيْ يُرْسِلُ جو بھیجتا ہے	الرِّيٰحَ ہوائیں	فَتُثِيْرُ تو وہ ابھارتی ہیں	سَحَابًا بادل	فَيَبْسُطُهٗ پھر وہ (بادل) پھیلاتا ہے	فِي السَّمَآءِ آسمان میں	

كَيْفَ جیسے	يَشَآءُ وہ چاہتا ہے	وَيَجْعَلُهٗ اور وہ اسے کر دیتا ہے	كِسَفًا ٹکڑے ٹکڑے	فَتَرَى پھر تو دیکھے	الْوَدْقَ مینہ	يَخْرُجُ نکلتا ہے
مِنْ خِلٰلِهٖ اس کے درمیان سے	فَاِذَآ پھر جب	اَصَابَ بِهٖ وہ اسے پہنچا دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	مِنْ سے	عِبَادِهٖٓ اپنے بندوں	
اِذَا هُمْ اچانک وہ	يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں منانے لگتے ہیں	وَاِنْ اور اگرچہ	كَانُوْا تھے	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يُّنَزَّلَ کہ وہ نازل ہو	
عَلَيْهِمْ ان پر	مِنْ قَبْلِهٖ پہلے (ہی) سے	لَمُبْلِسِيْنَ البتہ مایوس	فَانْظُرْ پس دیکھو تو	اِلٰى طرف	اٰثٰرِ آثار	رَحْمَتِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت
كَيْفَ يُحْيِ وہ کیسے زندہ کرتا ہے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ مَوْتِهَا اسکے مرنے کے بعد	اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ وہی	لَمُحْيِ البتہ زندہ کرنیوالا	
	الْمَوْتٰى مُردے	وَ اور	هُوَ وہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ خشکی وتری میں انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے بلائیں آتی ہیں جس کی مثالیں گزشتہ درس میں یہ بتلائی گئی تھیں جیسے موقع پر بارش کا نہ ہونا۔ قحط پر قحط پڑنا۔ آندھی ہوا۔ بارش کا طوفان آنا۔ سیلاب کا پھیلنا۔ بیماریوں کی کثرت۔ وباؤں کا زور۔ موذی جانوروں کی کثرت۔ باہمی الفت ومحبت واتفاق کی جگہ عداوت بغض اور نفاق کا پھیلنا۔ حیا اور شرم کا اٹھ جانا۔ بے حیائی اور فحش کی ترقی ہونا۔ چھوٹوں کا بڑوں سے بے ادب اور گستاخ ہو جانا۔ باہم چوری۔ زنا کاری۔ خون ریزی۔ بدامنی کا پھیلنا۔ مصارف کا بڑھ جانا۔ ہر چیز کا گراں ہو جانا۔ یہ سب وہ بلائیں ہیں کہ جو انسانوں کے کرتوتوں سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ اس لئے آتی ہیں کہ انسانوں کو اپنی بدعملیوں سے تنبہ ہو اور اپنے افعال بد سے توبہ کریں اور باز آئیں۔ تو انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے خرابیاں ظاہر ہونے کا بیان فرما کر اب یہاں یہ بتلایا جاتا ہے کہ اس پر بھی اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہیں اور نظام عالم کو باقی رکھتے ہیں۔ ہوائیں چلاتے ہیں جن پر بقائے انسانی موقوف ہے۔ پھر ہواؤں کے چند فوائد بیان فرمائے جاتے ہیں۔ ایک فائدہ مبشرات ہونا فرمایا یعنی وہ خوشی دیتی ہیں۔ انسان کے بدن پر جو ہوا لگتی ہے تو اس کو فرحت ہوتی ہے اور نیز بارش سے پہلے گرمی کی شدت کے بعد ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں تو گویا وہ مژدہ لاتی ہیں کہ اب باران رحمت کا نزول ہوگا۔ ایک فائدہ یہ بتلایا کہ ہواؤں کی وجہ سے انسان زندہ رہ کر دنیا میں اس کی رحمت اور نعمت کے مزے لیتا ہے اور انہیں سے پھول پھل کھیتی باڑی تیار ہوتی ہے۔ یہی ہوائیں ہیں جو تعفنات کو دور کرتی ہیں یہ باتیں تو بر یعنی خشکی کے متعلق ہیں۔ ایک فائدہ تری یعنی پانی سے متعلق بتلایا گیا کہ اسی ہوا سے دریا اور سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں قدیم زمانہ کی بادبانی کشتیوں اور جہازوں کا سفر زیادہ تر موافق ہوا ہی پر منحصر تھا۔ پھر بتلایا گیا کہ تم دریائی سفروں کی وجہ سے روزی تلاش کرتے ہو۔ یعنی کشتی اور جہازوں سے تجارتی مال دریا یا سمندر پار منتقل کر کے تجارت کرتے ہو۔ اس نعمت الٰہی کا تذکرہ کر کے کہا جاتا ہے کہ منکرین توحید کو چاہئے کہ شرارت۔ کفرانِ نعمت اور شرک سے باز آجائیں۔ اور خدا کی مہربانیوں کو دیکھ کر شکر گزار بندے بنیں۔ یہاں ہواؤں کے چلانے میں جس پر مدار زندگی ہے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ اسی کی قدرت کاملہ کی نشانی ہے۔ مشرکین کے معبودوں میں سے کون ایسا کر سکتا ہے؟ یہ تو دلیل توحید و وجود باری تعالیٰ ہے۔ آگے مسئلہ نبوت کو نہایت لطیف پیرائے میں ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ جس طرح نظام عالم جسمانی کے لئے ہوائیں چلاتے ہیں۔ اسی طرح نظام عالم روحانی کے لئے اپنے فضل سے انبیاء بھیجتے چلے آتے ہیں۔ جو اپنی قوموں کے پاس نشانیاں و معجزات لے کر آئے تھے پھر جس نے ہمارے پیغمبروں کی نافرمانی کی ہم نے اس سے انتقام لیا اور نافرمانوں کو سزائیں ملیں۔ اور ایمانداروں کی مدد کی۔ کیونکہ ایمانداروں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ

ہے۔ یہاں ایک جملہ میں نہایت اختصار کے ساتھ رسولوں کو بھیجنا اور ان کی امتوں پر سرکشی سے عذاب آنا ایمان والوں کا نجات پانا بیان فرمادیا۔ آگے ایک دوسری نعمت کا اظہار فرمایا جاتا ہے جس پر نظام عالم منحصر ہے اور وہ ہے بارش کا برسانا۔ پھر اس سے زمین کا شاداب کرنا۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ گرمی اور خشکی کی شدت کے بعد باران رحمت کے نزول پر غور کرو۔ گرمی کی شدت سے بوکھلائے جارہے تھے۔ زمین جھلسی پڑی تھی کہ اللہ نے موسمی ہوائیں چلائیں اور وہ بادلوں کو ادھر ادھر سے گھیر کر لائیں۔ پھر وہ بادل ایک دوسرے پر تہ بہ تہ جم گئے۔ اور ان کے اندر سے مینہ برسنا شروع ہوا۔ اس بارش سے تھوڑی ہی دیر پہلے اس بلا کی تپش تھی کہ ہوش وحواس گم تھے۔ کہ لوگ آس توڑے بیٹھے تھے۔ بارش آتے ہی چہروں پر رونق آ گئی اور لگے خوشیاں منانے۔ چند گھنٹے پہلے ہر طرف خاک اڑ رہی تھی اور زمین خشک بے رونق اور مردہ پڑی تھی۔ ناگہاں اللہ کی مہربانی سے زندہ ہوکر لہلہانے لگی۔ یہی حال روحانی بارش کا سمجھو۔ اس سے مردہ دلوں میں جان پڑے گی۔ اور ہر طرف رحمت الٰہی کے نشان اور دین کے آثار نظر آئیں گے۔ یہاں نبوت اور بارش کا ذکر یکے بعد دیگرے کرنے میں ایک لطیف اشارہ ہے اس حقیقت کی طرف کہ نبی کی آمد بھی انسان کی اخلاقی زندگی کے لئے ویسی ہی رحمت ہے جیسی بارش کی آمد اس کی مادی زندگی کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح آسمانی بارش کے نزول سے مردہ پڑی ہوئی زمین یکایک جی اٹھتی ہے اور اس میں کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ اسی طرح آسمانی وحی کا نزول اخلاق اور روحانیت کی ویران پڑی ہوئی دنیا کو نئی زندگی بخشتا ہے اس میں علاوہ دلیل وحدت کے دلیل قدرت بھی ہے کہ جس خدا نے مردہ زمین کو زندہ کردیا۔ کچھ شک نہیں کہ وہی خدا مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

ابھی یہی سلسلۂ مضمون یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نشانیوں کا حال اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیوں کو دیکھنے کے لئے ہم کو بھی بصیرت عطا فرمائیں۔ اور اپنی ان تمام نعمتوں کا جو ہم کو اس زندگی میں عطا فرما رکھی ہیں حقیقی شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور کفار ومشرکین کے مقابلہ میں جیسے پہلے حق تعالیٰ نے اہل ایمان کو غالب اور منصور فرمایا۔ اب بھی اہل ایمان کو غالب اور منصور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آخرت و قیامت کا یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کی فکر نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اس وقت ہم بھی اپنی بداعمالیوں کے شامت اعمال میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور طرح طرح کی بلاؤں اور فسادات کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنی بداعمالیوں پر تنبہ نصیب فرما۔ اور سچی توبہ سے اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! آج قوم اور ملک مادیت کی طرف جھک پڑا ہے اور مادی ترقی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ روحانیت جو دین و دنیا دونوں کو سنوارنے والی ہے اس سے بیزاری بڑھتی جارہی ہے۔ یا اللہ! ہمیں دین اسلام کی حقیقی عظمت پھر عطا فرمادے اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ یا اللہ! اطیعوا اللہ اور اطیعوا الرسول کی دولت سے پھر ہماری قوم اور امت مسلمہ کو نواز دے۔ یا اللہ! آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ ہماری اصلاح اور اصلاح وفلاح دینی و دنیوی کے دروازہ ہم پر کھول دے اور آپ کی رحمت میں داخل ہوجانا ہمارے لئے مقدر اور آسان فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى

اور اگر ہم ان پر اور ہوا چلادیں پھر یہ لوگ کھیتی کو زرد ہوا دیکھیں تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔ سو آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے

وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ

اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے جبکہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ اور آپ اندھوں کو ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لا سکتے، آپ تو بس ان کو سنا سکتے ہیں

تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٥٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ

جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں پھر وہ مانتے ہیں۔ اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا پھر

جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ

ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا عطا کیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾

اور وہ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔

وَلَئِنْ اور اگر	اَرْسَلْنَا ہم بھیجیں	رِيْحًا ہوا	فَرَاَوْهُ پھر وہ اسے دیکھیں	مُصْفَرًّا زرد شدہ	لَظَلُّوْا ضرور ہو جائیں	مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد	
يَكْفُرُوْنَ ناشکری کرنے والے	فَاِنَّكَ پس بیشک آپ	لَا تُسْمِعُ نہیں سُنا سکتے	الْمَوْتٰى مُردوں	وَلَا اور نہیں	تُسْمِعُ سنا سکتے	الصُّمَّ بہروں	
الدُّعَآءَ آواز	اِذَا وَلَّوْا جب وہ پھر جائیں	مُدْبِرِيْنَ پیٹھ دے کر	وَمَآ اَنْتَ اور آپ نہیں	بِهٰدِ ہدایت دینے والے	الْعُمْيِ اندھا		
عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اس کی گمراہی سے	اِنْ تُسْمِعُ آپ نہیں سنا سکتے	اِلَّا مگر	مَنْ يُّؤْمِنُ جو ایمان لاتا ہے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں پر	فَهُمْ پس وہ		
مُّسْلِمُوْنَ فرمانبردار	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وہ جس نے تمہیں پیدا کیا	مِنْ سے میں	ضُعْفٍ کمزوری	ثُمَّ پھر	جَعَلَ اس نے بنایا۔دی	
مِنْۢ بَعْدِ بعد	ضُعْفٍ کمزوری	قُوَّةً قوت	ثُمَّ جَعَلَ پھر اس نے کردیا	مِنْۢ بَعْدِ بعد	قُوَّةٍ قوت	ضُعْفًا کمزوری	وَّشَيْبَةً اور بڑھاپا
	يَخْلُقُ وہ پیدا کرتا ہے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيْمُ علم والا	الْقَدِيْرُ قدرت والا		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بارانِ رحمت کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جب زمین گرمی کی شدت سے خشک اور مردہ ہوجاتی ہے اور ہر طرف خاک اڑتی نظر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ بارش کو بھیج کر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں پھر جان ڈال دیتے ہیں اور خشک اور مرجھائی ہوئی زمین ہری بھری اور تروتازہ ہوجاتی ہے۔ اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو خدا مردہ زمین کو زندہ کردیتا ہے وہی خدا قیامت میں مردوں کو پھر زندہ کرنے والا ہے۔ اس کی قدرت کاملہ کے سامنے یہ کوئی مشکل چیز نہیں۔

اب آگے انسان کی ناشکری کی عادت کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ یہ اہل غفلت ایسے ناحق شناس اور ناسپاس ہیں کہ اتنی بڑی بڑی نعمتوں کے بعد جن کا ذکر اوپر ہوا اگر کوئی آفت آپڑے تو ناشکری کرنے لگتے ہیں مثلاً بارانِ رحمت کے بعد جب کھیتیاں اور باغات سرسبز ہوچکے ہوں اس وقت اگر کوئی ایسی سخت گرم یا سخت سرد ہوا چل پڑے کہ جو ہرے بھرے کھیتوں کو جھلس دے اور وہ سوکھ کر زرد پڑ جائیں اور ان کی سرسبزی اور شادابی جاتی رہے تو یہ لوگ پھر فوراً بدل جائیں اور اللہ کے سب احسان فراموش کر کے ناشکری شروع کردیں حالانکہ بندوں کو ہر حالت میں اپنے آقا کے حکم پر راضی اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے غضب سے خوفزدہ رہنا چاہئے۔ تو جب ان منکرین کی غفلت اور ناشکری اس درجہ پر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ بالکل ہی بے حس ہیں

پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے کفروناسپاسی سے ملول وغمگین نہ ہوں آپ صرف دعوت وتبلیغ کے ذمہ دار ہیں۔کوئی بدبخت نہ مانے تو آپ کا کیا نقصان ہے۔آپ کی بات وہی سنیں گے اور مانیں گے جو تسلیم اورانقیاد کی عادت رکھتے ہیں اور ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں اورجن کے ضمیر مرچکے ہیں اوران کے اندر اخلاقی زندگی کی رمق بھی باقی نہیں رہی۔جن کی بندگی نفس۔ضداور ہٹ دھرمی نے اس صلاحیت ہی کا خاتمہ کردیا ہے جوآدمی کوحق بات سمجھنے اور قبول کرنے کے قابل بناتی ہے توایسے مردہ دلوں کو آپ نہیں سنا سکتے۔اور ایسے ہی بہروں کو بھی آپ آواز نہیں سنا سکتے۔خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں کہ اشارہ کو بھی نہ دیکھیں۔مراد اس سے وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے دل پر ایسے قفل چڑھا رکھے ہیں کہ سب کچھ سن کر بھی وہ کچھ نہیں سنتے۔پھر جب ایسے لوگ یہ کوشش بھی کریں کہ دعوت حق کی آواز سرے سے ان کے کان میں پڑنے ہی نہ پائے اور داعی حق کی شکل دیکھ کرہی دور بھاگنا شروع کردیں تو ظاہر ہے کہ کوئی انہیں کیا سنائے اور کیسے سنائے۔اور اسی طرح اندھوں کوان کی گمراہی سے نکال کر آپ راہ راست پر نہیں لا سکتے یعنی جن لوگوں کی باطنی آنکھیں پھوٹ چکی ہوں اور جنہیں وہ راستہ نظر ہی نہ آتا ہو جو نبی انہیں دکھانے کی کوشش کرتا ہے تو ایسے لوگ رہنمائی کیسے حاصل کرسکتے ہیں۔یعنی جب یہ منکرین مردہ۔اور بہرے اور اندھے کے مشابہ ہیں پھر ان سے کیا توقع ایمان کی رکھی جائے۔اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو بس ان کو ہی سنا سکتے ہیں اور راستہ دکھا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں اور پھر وہ مانتے بھی ہیں یعنی جنہوں نے اسلام قبول کیا اور مسلم کہلائے آگے اللہ تعالی اپنی قدرت اور تصرف کا اظہار فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ پیدائش کے وقت انسان کس قدر کمزور وناتواں ہوتا ہے کہ ایک جگہ پڑے رہنے کے سوا کچھ نہیں کرسکتا۔پھر رفتہ رفتہ اس میں قوت آنی شروع ہوتی ہے اور بچپن سے گزر کر جوانی کے دور میں آجاتا ہے تو رگ رگ میں زور اور قوت بھرا ہوتا ہے اس کے بعد پھر قوت گھٹنا شروع ہوتی ہے۔بڑھاپا آجاتا ہے۔دانت گرجاتے ہیں بال سفید ہوجاتے ہیں۔اعضا کمزور ہوجاتے ہیں۔تو بچپن۔جوانی بڑھاپا یہ ساری حالتیں اسی کی پیدا کردہ ہیں اور یہ اسی کی مشیت پر موقوف ہے کہ جسے چاہے ضعف سے قوت دے اور جسے چاہے قوت سے ضعف دے۔انسان اپنی جگہ جس گھمنڈ میں چاہے مبتلا رہے مگروہ خدا کے قبضۂ قدرت میں اسی طرح بے بس ہے کہ جو حالت بھی خدا اس پر طاری کردے اسے وہ اپنی کسی تدبیر سے نہیں بدل سکتا۔گویا اثبات توحید کے سلسلہ میں یہاں دلائل انفس بیان فرمائے کہ جو انسان کی ذات اوراس کی حالت سے متعلق ہیں کہ انسان خود اپنے احوال مختلفہ پرغور کرے کہ اس کی کیسی مختلف صورتیں بنائیں اور پھر اس کو قوت اور ضعف کے میدان میں کیسی الٹی پلٹیاں دیں۔پھر اس کے علیم وقدیر ہونے میں کیا شک ہے۔توایسے علیم وقدیر کے نزدیک قیامت قائم کرکے مردوں کو زندہ کرنا اوران سے حساب کتاب لینا اوران کو جزا سزا دینا کیا بعید ہے؟

یہاں اس سورۃ میں **فانک لاتسمع الموتی** جیسی دو آیتیں سورۂ نمل بیسویں پارہ میں بھی گزر چکی ہیں۔ان آیات کے تحت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ" یہاں تینوں جملے یعنی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلے جا رہے ہوں اور آپ اندھوں کو بھی ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لا سکتے اس پر دال ہیں کہ ہدایت نہ کسی نبی کے قبضہ میں ہے اور نہ کسی ولی کے۔پھر لوگ یہ کیسے گمان کرلیتے ہیں کہ کامل بنا دینا شیوخ کے اختیار میں ہے۔" الغرض مقصود اس تشبیہ سے اس کا اظہار ہے کہ جب کوئی نفع حاصل کرنے کا ارادہ ہی نہ کرے بلکہ اس کے برعکس کا ارادہ کرلے تو کوئی اسے نفع نہیں پہنچا سکتا۔اور یہ سنانے اور نفع پہنچانے کی نفی جب سیدالرسل علیہ الصلوٰۃ سے کی جارہی ہے تو کسی بزرگ یا شیخ یا مرشد کے اختیار میں کب ہدایت کا دل میں اتار دینا ممکن ہے۔پھر اس کے ساتھ ہی دونوں جگہ یعنی سورۂ نمل میں بھی اور یہاں سورۂ روم میں بھی یہ تصریح فرمادی کہ آپ کی دعوت وتبلیغ سے فائدہ اٹھانے والے صرف وہی ہوسکتے ہیں جو اللہ کی باتوں پر ایمان ویقین رکھتے ہوں اور ساتھ ہی حکم بردار بھی ہوں تو معلوم ہوا کہ نصیحت کا سنانا ان کے حق میں نافع ہے جوسن کر اثر قبول کریں اور اثر قبول کرنا یہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کرکے اس کے فرمانبردار بنیں۔

آگے خاتمہ کی آیات میں وقوع قیامت اور کفار ومشرکین کی اس دن حیرانی وپریشانی اور اخیر میں اہل ایمان کو بشارت دی گئی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور جس روز قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسم کھا بیٹھیں گے کہ وہ لوگ ایک ساعت سے زیادہ نہیں رہے اسی طرح یہ لوگ اُلٹے چلا کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا

اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا ہوا ہے وہ کہیں گے کہ تم تو نوشتہ خداوندی کے موافق قیامت کے دن تک رہے ہو سو

يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ

قیامت کا دن یہی ہے ولیکن تم یقین نہ کرتے تھے۔ غرض اس روز ظالموں کو ان کا عذر کرنا نفع نہ دے گا

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَئِنْ

اور نہ اُن سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جاوے گا۔ اور ہم نے لوگوں کے واسطے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں اور اگر

جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ

آپ انکے پاس کوئی نشانی لے آویں تب بھی یہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم سب نرے اہل باطل ہو۔ جو لوگ یقین نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

یوں ہی مُہر کردیا کرتا ہے۔ سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بدیقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے پاویں۔

وَيَوْمَ اور جس دن	تَقُوْمُ قائم ہوگی	السَّاعَةُ قیامت	يُقْسِمُ قسم کھائیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم	مَا لَبِثُوْا وہ نہیں رہے	
غَيْرَ سَاعَةٍ ایک گھڑی سے زیادہ	كَذٰلِكَ اسی طرح	كَانُوْا وہ تھے	يُؤْفَكُوْنَ اوندھے جاتے	وَقَالَ اور کہا۔ کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	
اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا	وَالْاِيْمَانَ اور ایمان	لَقَدْ لَبِثْتُمْ یقیناً تم رہے ہو	فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ میں (مطابق) نوشتہ الٰہی	اِلٰى تک		
يَوْمِ الْبَعْثِ جی اٹھنے کا دن	فَهٰذَا پس یہ ہے	يَوْمُ الْبَعْثِ جی اٹھنے کا دن	وَلٰكِنَّكُمْ اور لیکن تم	كُنْتُمْ تم	لَا تَعْلَمُوْنَ نہ جانتے تھے	
فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن	لَا يَنْفَعُ نفع نہ دے گی	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا	مَعْذِرَتُهُمْ ان کی معذرت	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	
يُسْتَعْتَبُوْنَ راضی کرنا چاہا جائیگا	وَ اور	لَقَدْ ضَرَبْنَا تحقیق ہم نے بیان کیں	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	فِيْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	مِنْ كُلِّ ہر قسم
مَثَلٍ مثالیں	وَلَئِنْ اور اگر	جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ تم لاؤ انکے پاس کوئی نشانی	لَيَقُوْلَنَّ تو ضرور کہیں گے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	اِنْ اَنْتُمْ تم (نہیں) ہو	
اِلَّا مُبْطِلُوْنَ مگر جھوٹ بناتے ہو	كَذٰلِكَ اسی طرح	يَطْبَعُ اللّٰهُ اللہ مہر لگا دیتا ہے	عَلٰى پر	قُلُوْبِ دل	الَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ سمجھ نہیں رکھتے
فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ اور وہ ہرگز (کسی طور) سبک نہ کردیں گے آپکو		
	الَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يُوْقِنُوْنَ یقین نہیں رکھتے				

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ روم کی آخری آیات ہیں گذشتہ آیات میں دور سے اثبات توحید ونبوت وقیامت وآخرت وابطال شرک وغیرہ کے مضامین بیان ہوتے چلے آرہے ہیں اسی سلسلہ میں گذشتہ آیات میں منکرین توحید کو جتلایا گیا تھا کہ اے منکرو جس خدا کی اطاعت اور عبادت کے لئے تم سے کہا جاتا ہے وہ وہی تو ہے جس نے تم کو ابتدائے خلقت میں بالکل کمزور اور نادان بچہ بنا کر پیدا کیا پھر اس کے بعد جوانی میں تم کو قوت دی اور مضبوط بنادیا اور پھر کچھ عرصہ بعد وہ جوانی کا نشہ ہرن ہوا تو بڑھاپا آ گیا کہ نہ وہ جوانی کی سی قوت رہی۔ نہ وہ تندرستی رہی۔ نہ وہ کھانا پینا رہا۔ دانتوں نے الگ جواب دے دیا۔ نگاہ جدا ضعیف ہوگئی ہاتھ پیروں میں سکت باقی نہ رہی۔ یہ سب کچھ ہوکر ایک سانس باقی تھا تھوڑے دنوں میں وہ بھی ندارد۔ تو اے منکرو اگر تم اپنے ہی احوال مختلفہ میں غور کرلو تو اس کے علیم وقدیر ہونے میں کیا شک رہتا ہے؟ تم سوچو کہ ایسے کامل العلم۔ کامل القدرت اور کامل الاختیار خدا کی مخالفت کر کے تم کس نتیجہ پر پہنچو گے جبکہ ایک روز قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اب یہاں ان آیات میں وقوع قیامت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جس روز قیامت قائم ہوگی تو مجرمین کے ہوش اڑ جائیں گے اور وہاں کی ہول وہیبت و پریشانی کو دیکھ کر قیامت کی آمد کو غایت درجہ ناگوار سمجھ کر قسم کھا کر کہیں گے کہ قیامت بہت جلدی آ گئی کہ وہ اس سے پہلے ایک ساعت سے زیادہ دنیا میں نہیں ٹھہرے۔ افسوس کہ بڑی جلدی دنیا کی زندگی ختم ہوگئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی جو دنیا میں زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقع ملتا تو اس دن کے لئے تیاری کرتے۔ یہ تو ایک دم مصیبت کی گھڑی سامنے آ گئی۔ یہاں دنیا میں بھی ایسا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اگر پھانسی کے مجرم کی میعاد ایک ماہ مقرر کی جاوے تو جب مہینہ گزر چکے گا اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا مہینہ نہیں گزرا اور مصیبت جلدی ہی آ گئی۔ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے اس وقت یہ کہنا جھوٹ اور غلط ہوگا اسی طرح دنیا میں بھی یہ لوگ غلط خیالات جماتے اور الٹی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور حکم لگاتے تھے کہ قیامت ویامت کچھ نہیں آنی۔ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں اور کسی خدا کے سامنے حاضر ہو کر ہمیں حساب نہیں دینا۔

الغرض ان منکرین کا تو یہ بیان ہوگا کہ وہ ایک ساعت سے زیادہ دنیا میں نہیں ٹھہرے۔ لیکن جن کو علم صحیح اور ایمان دیا گیا ہے وہ مومنین اس وقت ان کی تردید کریں گے۔ کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا تم ٹھیک اللہ کے علم اور اس کے خبر اور لوح محفوظ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے۔ ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آ پہنچا جسے تم جانتے یا مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے اور ایمان لے آتے تو تیار ہو کر آتے۔ اور اس کے وقوع کو جلدی نہ سمجھتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس وقت یہ مجرمین نہ کوئی معقول عذر پیش کرسکیں گے جو کہ کچھ کام آئے اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اپنے پروردگار کو راضی کرلو۔ کیونکہ اس کا وقت گزر چکا۔ اب تو ہمیشہ کی سزا بھگتنے کے سوا چارہ نہیں۔ تو یہ منکرین اس وقت پچھتائیں گے اور آج اس دنیا میں جبکہ خدا کی خوشنودی کے حاصل کرنے کا موقع ہے اور قرآن کریم کیسی عجیب عجیب مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح ان کو سمجھاتا ہے تو ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔ کیسی ہی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں یا صاف سے صاف معجزے دکھلائے جائیں یہ منکرین سن کر اور دیکھ کر یہی کہہ دیتے ہیں کہ سب مل کر جھوٹ بنالائے ہو۔ ایک نے چند آیتیں بنالیں۔ دوسروں نے تصدیق کرلیں۔ ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اس پر ایمان لانے کو تیار ہو گئے اس طرح ملی بھگت کر کے اپنا دین پھیلانا چاہتے ہو۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو آدمی نہ سمجھے نہ سمجھنے کی کوشش کرے اور ضد اور عناد سے حق کا انکار کرتا رہے تو اس طرح شدہ شدہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی

4 ہے۔اورآخرکارضداورعناد سے دل اتنا سخت ہوجاتا ہے کہ قبول حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوخطاب فرماکرارشاد ہوتا ہے کہ جب ان بدبختوں کا حال ضداورعناد کےاس درجہ تک پہنچ گیا ہےتو آپ ان کی مخالفت اور شرارت اورایذارسانی اور بدکلامی وغیرہ پرصبر کیجئے اور پیغمبرانہ صبر اور تحمل کے ساتھ اپنی دعوت اوراصلاح کے کام میں لگے رہئے۔اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا ہوکر رہے گا۔اور یہ منکرین آخر میں ناکام اور اہل حق کامیاب ہوں گے۔پس آپ اپنے کام پر جمے رہئے۔ یہ بدعقیدہ اور بے یقین لوگ آپ کوذرا بھی آپ کے مقام سے جنبش نہ دے سکیں گے۔

اسی بشارت اور تلقین پر سورت کوختم فرمایا گیا۔علماء نے لکھا ہے کہ ان آیات سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ روز حشر کا ہول اور انتشار کفار ہی کے ساتھ مخصوص ہوگا کہ جوان کو یوم حشر کی انتہائی گھبراہٹ اور بدحواسی میں محسوس ہوگا کہ جیسے قیامت اپنے وقت سے بہت پہلے آ گئی اوران لوگوں کو کچھ مہلت ہی نہ ملی۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت پرعمل کرنے والے اہل ایمان انشاءاللہ اس وقت تمامتر محفوظ اور باحواس رہیں گے اور وہ ان کفار کوان کے غلط احساس پر متنبہ کریں گے۔سورۃ کے اخیر میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوتلقین فرمائی گئی کہ حالات کیسے ہی سخت اور صبر آزما ہوں آپ کے ہاتھ سے دامن صبر ومتانت واستقامت کسی حال میں بھی نہ چھوٹنے پائے۔اس میں تعلیم ہے ساری امت کیلئے عموماً اوراکابرامت کوخصوصاً کہ اپنے حال کا بڑا رکھ رکھاؤ چاہئے۔کہ حتیٰ الامکان بے عقیدہ اور بے ایمان لوگوں کوکوئی موقع ہنسی یا طنز کا نہ ملنے پائے۔اور کافروں اور فاجروں کوکوئی موقع اعتراض کا ہاتھ نہ لگنے پائے۔یہی وہ قرآن حکیم کی تعلیم تھی کہ اس وقت وہ مٹھی بھر مسلمان جو مکہ کے کافروں اور مشرکوں کے ہاتھ سے بڑی بڑی جسمانی اور روحانی اذیتیں جھیلتے رہے لیکن ایسا صبر واستقلال شاذونادر ہی نظر آتا ہے۔قرآن کریم کے وعدوں پر پورا بھروسہ کرنے کے طفیل انہیں یہ اطمینان تھا کہ انجام کار وہ غالب اور منصور اور یہ کفار مغلوب اور مردود ہوکر رہیں گے۔آج ہم بھی انہی آیتوں کو پڑھتے اور سنتے ہیں مگر یقین کی کمی کے باعث اس کے وہ اثرات ہمارے قلوب پر ظاہر نہیں ہوتے جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں میں اس قرآن پاک کے الفاظ ومعنی پیوست ہوجاتے تھے۔اوراسی بنا پر دنیا نے دیکھا کہ وہ کیا تھے اور کیا ہوگئے۔ مولائے کریم صحابہ کرام کے ایمان ویقین کے طفیل میں ہم کوبھی کوئی حصہ ان کے کامل ایمان ویقین کا نصیب فرمائیں۔آمین۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ صحابہ کرام کے ذوق وشوق قرآنی کے طفیل میں ہم کواور ہماری نسلوں کوبھی قرآن پاک سے محبت ولگاؤ نصیب فرمائیں۔اوراس کے علم وعمل اوراتباع کا شوق عطا فرمائیں۔اور ہمارے ایمان ویقین کواس قرآن پاک کی بدولت مضبوط ولازوال بنائیں۔اورآخرت کا فکر نصیب فرمائیں۔اور قیامت کے ہول وہیبت سے ہم کواس دن مامون فرمائیں اوراپنے ایماندار مخلص بندوں میں ہم کوشامل فرماکران ہی کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمائیں اورانہی کے ساتھ ہم پراپنی مغفرت ورحمت فرماکراپنی جنت میں ابدالآباد کے لئے داخلہ نصیب فرمائیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

الم یہ آیتیں ہیں ایک پُر حکمت کتاب کی۔ جو کہ ہدایت اور رحمت ہے نیک کاروں کیلئے۔ جو نماز کی پابندی کرتے ہیں

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کے سیدھے راستہ پر ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

الٓمّٓ الم	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ پُر حکمت کتاب	هُدًى ہدایت	وَّرَحْمَةً اور رحمت	لِّلْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں کیلئے
الَّذِيْنَ جولوگ	يُقِيْمُوْنَ قائم کرتے ہیں	الصَّلٰوةَ نماز	وَيُؤْتُوْنَ اور ادا کرتے ہیں	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَهُمْ اور وہ	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر
هُمْ يُوْقِنُوْنَ وہ یقین رکھتے ہیں	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	عَلٰى پر	هُدًى ہدایت	مِّنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب سے	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمُ وہ
			الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے			

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب اکیسویں پارہ کی سورۂ لقمان کا بیان شروع ہورہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصۂ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام لقمان مقرر ہوا۔ حضرت لقمان کے متعلق انشاء اللہ تفصیلی ذکر دوسرے رکوع کے شروع میں جہاں آپ کی نصیحتیں منقول ہیں وہاں کیا جائے گا۔ یہاں اتنا ذکر کردینا کافی ہے کہ اکثر علمائے مفسرین کی رائے یہی ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے۔ ہاں ایک صالح پاکباز متقی انسان تھے جن کو حق تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی عقل وفہم اور دانائی عطا فرمائی تھی اور آپ کی عاقلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آتی تھیں جن کا تذکرہ اہل عرب میں بھی تھا۔ الغرض چونکہ اس سورۃ میں حضرت لقمان کی نصیحتوں کا ذکر آ گیا اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام لقمان معین کردیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ اور مکہ کے درمیانی زمانہ میں سورۂ عنکبوت جو بیسویں پارہ میں گزر چکی اس کے بعد نازل ہوئی۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۳۱ ویں سورت ہے۔ لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۲ لکھا ہے یعنی ۸۱ سورتیں مکہ معظمہ میں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں۔ اور ۳۲ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۳۴ آیات۔ ۴ رکوعات۔ ۵۵۴ کلمات

اور ۲۲۱۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ مثل دوسری مکی سورتوں کے اس سورت میں بھی عقائد کی تعلیم یعنی توحید و رسالت کا اثبات۔ شرک کی مذمت۔ قیامت وآخرت کا وقوع۔ حشر ونشر۔ جزاوسزا اور جنت وجہنم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سورۃ میں پہلے اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کریم کی باتیں حکمت سے موافق ہیں یعنی اس کی ہر بات میں اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ہر کام کا آخری نتیجہ بہتر و درست ہو خواہ اس کی خاطر تھوڑا سا بظاہر ذاتی فائدہ شروع میں چھوڑنا پڑے اسی بنا پر اس قرآن کریم کی باتوں سے اصل فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جن کی طبیعت نیک کاموں کی طرف جھکی ہوئی ہے اور جو انجام پر نظر رکھتے ہیں اور جن کا یہ یقین ہے کہ یہ دنیا عارضی قیام کی جگہ ہے اور انسان کی عمر محدود ہے اور اس دنیا کے بعد آخری لازمی نتیجہ آخرت ہے۔ پھر کچھ ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کا انجام اچھا نہیں اور آخرت میں ان کی وجہ سے بڑے مصائب اور آفات میں مبتلا ہونا لازمی ہے۔ ان میں اکثر چیزیں وہی ہیں جن میں فقط دنیا کی کھیل تفریح مقصود ہوتی ہے اور یہ وہی باتیں ہیں جن میں دنیا کے اکثر لوگ آج بھی مبتلا نظر آتے ہیں۔ مثلاً فضول قصے کہانیاں ناول۔ من گھڑت خیالی افسانے۔ ناچ رنگ۔ گانا بجانا۔ تھیٹر سینما بائیسکوپ۔ عالی شان مکانات۔ تصویر کشی۔ لچر پوچ شاعری۔ اور وہ تمام کام جن کو فنون لطیفہ اور ثقافتی تہذیب جیسے نام دے کر اچھا بتانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ سب وہی باتیں ہیں جن کا انجام آخرت میں اچھا نہ ہوگا۔ بلکہ دنیا ہی میں بہت سی برائیاں پھیلنے کا باعث بن رہی ہیں۔ پھر ان باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی جن کا انجام ہر جگہ اچھا ہوگا مثلاً اللہ کی پہچان۔ توحید کا اعتقاد۔ شرک سے نفرت۔ بری عادتوں اور بری باتوں سے اجتناب۔ نیکی اور اچھائی کی پند و نصیحتوں پر عمل۔ اس سورۃ میں حضرت لقمان کی نصیحتیں بیان کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیائے عقلمندان باتوں کی اچھائی پر متفق ہیں جنہیں قرآن میں اچھا کہا گیا ہے اور ان باتوں کو برا جانتے ہیں جن کو قرآن میں برا بتایا گیا ہے۔ پھر جتلایا گیا کہ آنکھیں کھول کر انسان دیکھے تو اللہ کی قدرت کی نشانیاں تمام عالم میں ظاہر ہیں جس سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اخیر میں قیامت کی باز پرسی سے ڈرایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ قیامت کے آنے کا وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آئیں گی۔

اس تمہیدی تشریح کے بعد ان آیات کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات الٓمّٓ سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ان کے حقیقی مطلب اور معنی حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا حق تعالیٰ کے بتلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا حروف مقطعات پر اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے کہ یہ بھید ہے اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت وحکمت ظاہر نہیں فرمایا گیا۔ آگے قرآن کی مدح وفوائد کے بیان سے مضمون سورۃ شروع کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ آیتیں جو تم کو سنائی جاتی ہیں یہ ایک پر حکمت کتاب یعنی قرآن کریم کی آیتیں ہیں۔ جو کچھ اس میں ہے وہ بندوں کے لئے عین حکمت ہے۔ نیک بختوں کے لئے ہدایت ہے۔ ان کو مقاصد دینی و دنیوی میں راہ راست دکھاتی ہے اور نیز رحمت بھی ہے کہ بہ نسبت امم سابقہ کے اس امت کے لئے اس میں نہایت سہل احکام ہیں۔ نیز یہ بھی کہ اس کے ماننے والے پر اور تلاوت کرنے والے پر اور اس پر عمل کرنے والے پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ تو اگر چہ یہ کتاب نفس نصیحت و فہمائش کے لحاظ سے تو تمام جن وانس کے حق میں ہدایت ورحمت بن کر آئی ہے مگر فائدہ اس سے وہی اٹھاتے ہیں جو محسنین ہیں یعنی نیکوکار ہیں۔ نیکی اختیار کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم کے ابتدا ہی میں یعنی سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی ایسی ہی آیت آئی ہے جہاں ھدی للمتقین فرمایا ہے یعنی یہ کتاب ہدایت نازل اگر چہ ساری دنیا کے لئے ہوئی ہے۔ خطاب سارے عالم سے کر رہی ہے لیکن عملاً اس سے نفع صرف وہی لوگ حاصل کریں گے جن کے اندر خوف خدا موجود ہو اور جن کے اندر حق کی طلب اور تلاش ہے اور جن کا ضمیر زندہ ہے۔ آفتاب اپنی جگہ لاکھ عالمتاب سہی لیکن جن کی بصیرت ہی ضائع ہو چکی ان کے لئے

تیز سے تیز شعاع بیکار ہے۔ زمین اگر مردہ ہے تو اس کے حق میں بڑی سے بڑی بارش بے اثر ہے۔ غذا بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ ہو مگر ہیضہ کے مریض کے لئے لاحاصل بلکہ مضر ہے۔ سی طرح قرآن مجید سے استفادہ کے لئے اولین شرط دل کے اندر کا تقویٰ اور خوف خداوندی ہے۔
اسی طرح یہاں فرمایا ھُدًی ورحمة للمحسنین یعنی یہ کتاب ہدایت ورحمت ہے محسنین کے لئے۔ اب محسنین کون ہیں اور ان کی کیا صفات ہوتی ہیں یہ آگے بتایا جاتا ہے۔

پہلی صفت بتائی گئی۔ یقیمون الصلوٰة قائم اور درست رکھتے ہیں نماز کو یعنی خشوع وخضوع اور تمام آداب وشرائط ظاہری وباطنی کے ساتھ نماز کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں۔ بدنی عبادات میں نماز سب سے اہم ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔

دوسری صفت ویؤتون الزکوٰة فرمائی یعنی جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ مالی عبادت میں اہم ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔

تیسری صفت فرمائی وھم بالاخرة ھم یوقنون۔ اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ صفت جمیع اجزاء کو شامل ہے اس لئے کہ جو دار آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ پر بجمیع صفات بھی ایمان رکھتا ہے جو دار آخرت میں جزاو سزا کا دینے والا ہے اور اسی طرح ملائکہ اور انبیاء اور کتب الٰہیہ پر بھی ایمان رکھتا ہے جو دار آخرت کے لئے سعادت کے ہادی ہیں اور شقاوت سے مانع ہیں۔ یہاں دار آخرت کا ذکر اس لئے ہوا کہ یہی مسئلہ اہم تھا مخالف زیادہ تر اسی کے منکر تھے۔

اور دین اسلام میں توحید کے بعد آخرت کا مسئلہ ہی بنیادی حیثیت کا ہے۔ اللہ کے سارے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی ساری کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان لانے اور یقین رکھنے کی دعوت دی اور قرآن کریم نے تو آخرت کے مسئلہ پر اتنا زور دیا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس پر اتنی روشنی ڈالی گئی ہے کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کا بہت زیادہ حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے۔ اور آخرت پر ایمان ویقین کا مطلب یہی ہے کہ اس حقیقت کا یقین کیا جائے کہ یہ دنیا ایک دن قطعی طور پر فنا کردی جائے گی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت سے پھر سارے از ابتدا تا انتہا دنیا میں مرنے والوں کو جلائے گا۔ اور ان کا حساب کتاب ہوگا اور یہاں دنیا میں جس نے جیسا کچھ کیا ہے اسی کے مطابق جزا یا سزا اس کو دی جائے گی اور اسی جزاو سزا کے نتیجہ میں تمام انسانوں کا آخری۔ اور ابدی ٹھکانا جنت یا دوزخ ہوگا۔ جنت اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت ورافت اور فضل وکرم اور انعام واکرام کا انتہائی مظہر ہے اور اس کی خوشنودی کا مقام ہے جہاں اس کی صفات جمالیہ کا پورا پورا ظہور ہوگا اور اسی طرح دوزخ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا انتہائی مظہر ہے اور اسکی ناراضی اور غصہ وغضب کا مقام ہے جہاں اس کی صفات جلالیہ کا پورا پورا ظہور ہوگا۔ یہی عقیدہ آخرت کی جزاو سزا کا ہے کہ اگر آدمی اس کا قائل نہ ہو تو پھر وہ کسی دین ومذہب اور اس کی تعلیمات وہدایات کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت کا قائل نہ ہوگا۔ تو محسنین یعنی نیکوکاروں کی تیسری اہم صفت بتلائی گئی کہ وہ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں یعنی انہیں اس دنیا کی زندگی میں ہر حال میں اس کا احساس رہتا ہے کہ میں آزاد اور خودمختار نہیں ہوں بلکہ کسی آقا کا بندہ اور غلام ہوں اور اس کے احکام کا پابند ہوں اور اپنی ساری کارگزاریوں پر اپنے آقا کے سامنے مجھے جواب دہی کرنی ہے۔

آگے ان محسنین کیلئے دو باتیں انعام میں عطا کرنے کا اظہار فرمایا گیا ایک اولٰئک علی ھدی من ربھم یعنی یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہدایت پر قائم ہیں۔ نہ کہ وہ لوگ جو کہ دیگر اعمال بد کرکے ان کو سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں گویا ان کے ہدایت پر ہونے کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دے دی اور پورا اطمینان دلا دیا۔ دوسری بات واولٰئک ھم المفلحون۔ فرمائی کہ یہی فلاح پانے والے ہیں دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ نہ کہ برخلاف لوگ۔ اس طرح نجات آخرت کا بھی پورا اطمینان دلا دیا۔

یہاں تو محسنین یعنی نیک کاروں اور نیک بختوں کا بیان ہوا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے ہیں۔ اب آگے ان کے برخلاف ان بدبختوں کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے اللہ کے دین اور اس کی کتاب سے خود برگشتہ ہیں اور دوسروں کو بھی برگشتہ رکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور بعضا آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٦﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا

اور اس کی ہنسی اڑادے ایسے لوگوں کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔ اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جیسے اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے سو اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٩﴾

اور انہوں نے نیک کام کئے اُن کیلئے عیش کی جنتیں ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ نے سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

وَمِنَ اور سے	النَّاسِ لوگ	مَنْ جو	يَّشْتَرِيْ خریدتا ہے	لَهْوَ الْحَدِيْثِ کھیل کی (بیہودہ) باتیں	لِيُضِلَّ تاکہ وہ گمراہ کرے
عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	بِغَيْرِ عِلْمٍ بے سمجھے	وَيَتَّخِذَهَا اور وہ اُسے ٹھہراتے ہیں	هُزُوًا ہنسی مذاق	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ
لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ذلت کا عذاب	وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى عَلَيْهِ پڑھی جاتی ہیں اس پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں	وَلّٰى وہ منہ موڑ لیتا ہے
مُسْتَكْبِرًا تکبر کرتے ہوئے	كَاَنْ گویا	لَّمْ يَسْمَعْهَا اُس نے اُسے سُنا نہیں	كَاَنَّ گویا	فِيْٓ اُذُنَيْهِ اس کے کانوں میں	وَقْرًا گرانی
فَبَشِّرْهُ پس اسے خوشخبری دو	بِعَذَابٍ عذاب کی	اَلِيْمٍ دردناک	اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کے لئے	جَنّٰتُ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغات	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ
	حَقًّا سچا	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں محسنین یعنی نیک کاروں اور نیک بختوں کا ذکر ہوا تھا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے ہیں اور اسے پڑھ کر یا سن کر نفع اٹھاتے ہیں۔ اب ان کے مقابلہ میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر۔ ناچ رنگ۔ گانا بجانا۔ کھیل تماشے یا دوسری واہیات وخرافات میں مستغرق ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل اور تفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے برگشتہ کردیں اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اڑائیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا ایک خاص شان نزول ہے نضر بن حارث جو کفار مکہ میں ایک رئیس تھا بغرض تجارت وسوداگری فارس جاتا تو وہاں سے شاہانِ عجم کے قصے وکہانیاں خرید کر لاتا اور قریش مکہ سے کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں۔ ان میں عاد وثمود وغیرہ کی بربادی کیا سنتے ہو جس سے سوائے رنج وغم کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لو یہ ایرانی بادشاہوں اور پہلوانوں اور سورماؤں کے قصے اور ان کی عشق ومحبت کی داستانیں سنو جن میں تمہارا جی لگے اور لطف حاصل ہو اور زندگی کے اصل مشغلے تمہارے سامنے آئیں۔ تو بعض اہل مکہ ان کو دلچسپ سمجھ کر ادھر متوجہ ہوجاتے۔ علاوہ ازیں اس نضر بن حارث نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی جس کو دیکھتا کہ اس کا دل نرم ہوا اور اسلام کی طرف جھکنے لگا تو

اس کے پاس اس لونڈی کو لے جاتا اور دل بہلانے کے لئے شراب کباب بھی ساتھ رہتا۔ اس لونڈی سے کہہ دیتا کہ اسے کھلا پلا اور گانا سنا۔ پھر اس شخص سے کہتا کہ دیکھ یہ بہتر ہے یا وہ جس طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ زکوۃ دو۔ اور جان مارو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

پس شان نزول گو خاص ہو مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہے گا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ برخلاف محسنین کے بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ جو قرآن سے اعراض کر کے ایسی باتیں اختیار کرتے ہیں کہ جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں۔ یہاں آیت میں لھو الحدیث کے الفاظ آئے ہیں جس سے مفسرین نے کئی معنی مراد لئے ہیں۔ یعنی غنا۔ موسیقی۔ گانا بجانا۔ بیہودہ فضول جھوٹے قصے لیکن محققین کا فیصلہ ہے کہ اس میں گانے کا حصر اور تعین نہیں بلکہ اس کے مشابہ چیزیں گویا ہر بیکار۔ غیر مفید مشغلہ اس کے تحت میں داخل ہے جو حق کی طرف سے غفلت اور بے رغبتی پیدا کرنے والا ہو۔ اس طرح وہ سارے کھیل تماشہ جو جدید تہذیب اور تمدن نے خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرنے کے لئے گھڑ لئے ہیں جیسے سینما۔ تھیٹر۔ پکچر۔ ٹیلیویژن۔ ناول قصے۔ ڈرامے۔ غزل و افسانے وغیرہ وغیرہ یہ سب ممنوع اور ناجائز اور لھو الحدیث کے تحت میں آجاتے ہیں۔ علمائے محققین نے یہاں لکھا ہے کہ جو لہو یا مشغلہ دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو وہ حرام بلکہ کفر ہے۔ اور جو احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھے یا سبب معصیت بنے وہ معصیت ہے ہاں جو لہو کسی امر واجب کا فوت کرنے والا نہ ہو اور کوئی شرعی غرض و مصلحت بھی اس میں نہ ہو وہ مباح ہے لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے۔ گھوڑ دوڑ۔ تیر اندازی۔ یا نشانہ بازی یا زوجین کی ملاعبت جو حد شریعت میں ہو چونکہ معتدبہ اغراض اور مصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں اس لئے لہو باطل سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں۔ الغرض ان آیات میں یہاں بتلایا گیا کہ بعض لوگ اللہ اور رسول اور دین و اسلام کی باتوں سے روک کر کھیل تماشہ۔ گانے بجانے اور دیگر خرافات مشاغل وتفریحات میں لگاتے ہیں جس سے مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی بتائی ہوئی باتوں سے روکیں اور جس راہ پر دین اور قرآن انہیں چلانا چاہتا ہے اس کی ہنسی اڑائیں اور کہیں کہ اس دین نے تو انسان کی تفریح اور دل لگی کی ساری باتیں بند کر دیں۔ ہر وقت قرآن سنو۔ نماز پڑھو۔ مستحقین کی مالی امداد کرو۔ اللہ کی اطاعت و بندگی کرو۔ بس یہی چرچا رہتا ہے یہ بھی کوئی زندگی میں زندگی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ ایسے لوگ سن لیں کہ جس زندگی کی طرف وہ بلا رہے ہیں اس کا نتیجہ سوائے عذاب کے اور کچھ نہیں اور عذاب بھی ایسا جس میں سوائے ذلت کے کچھ نصیب نہ ہو۔ جو لوگ خدا کی راہ کو ہنسی بنالیتے ہیں اور آیات خدا کو بھی مذاق میں اڑا دیتے ہیں اور زندگی بھر جنہوں نے دین حق کی تحقیر اور بے وقعتی کی وہ نالائق اسی قابل ہیں کہ کل یوم آخرت میں ان کی بھی ہر طرح ذلت ورسوائی ہو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بدنصیب جو کھیل تماشوں۔ باجوں گاجوں اور راگ راگنیوں پر ریجھے ہوئے ہیں اور قرآن کی آیتوں سے بھاگتے ہیں۔ ان سے کان بہرے کر لیتے ہیں۔ یہ انہیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں اور سن بھی لیا تو بے سنی کر کے ٹال دیتے ہیں چونکہ ان کی کوئی اہمیت اور عزت ان کے دل میں نہیں۔ ایسے لوگ سن لیں کہ یہاں آج دنیا میں وہ خدا کی آیتوں سے اکتاتے ہیں تو کل قیامت کے دن عذاب بھی وہ ہوں گے کہ جو یہ اکتا اکتا اٹھیں گے۔ یہاں آیات قرآنیہ سن کر انہیں دکھ ہوتا ہے۔ وہاں دکھ دینے والے عذاب اسے بھگتنے پڑیں گے۔ تو اگرچہ ان آیات میں کفار مکہ کی طرف روئے سخن ہے مگر اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلام اور کار خیر سے روکنے کی سینکڑوں تدبیریں کیا کرتے ہیں۔ کہیں اسلام پر جھوٹے اعتراضات کرتے ہیں کبھی اہل اسلام کے نماز روزہ پر تمسخر کیا جاتا ہے۔ کہیں ناچ رنگ کی مجلسیں کر کے صدہا بندگان خدا کو آلودہ کیا جاتا ہے کہیں علوم اسلام اور علمائے کرام کی توہین کر کے

علم دین سے روکا جاتا ہے اور کفار کے لایعنی علوم کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔ تو اس میں کفار مکہ ہی کی خصوصیت نہیں جو کوئی بھی ان جیسا ہوا ان سب کے لئے عذاب الیم کا مژدہ ہے۔

آگے قرآن کریم کی جیسے عادت ہے کہ جب اہل شقاوت کا ذکر اور ان کی سزا کا بیان ہوتا ہے تو اہل سعادت اور ان کے انعام و اکرام کا ذکر بھی آتا ہے اس لئے آگے اہل سعادت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو لوگ قرآن کا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کا یقین کریں گے اور وہ اچھے کام جو اس نے بتائے ہیں اختیار کریں گے۔ ان کو آخرت میں نعمتوں سے بھرے ہوئے آرام و راحت کے باغ رہنے کو ملیں گے اور عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے کے لئے اور وہ سدا انہیں میں رہا کریں گے یہ اللہ کا وعدہ ہے اور بالکل سچا ہے یہ پورا ہو کر رہے گا اور وہ زبردست حکمت والا ہے پس کمال قدرت سے وعدہ اور وعید کو واقع کرسکتا ہے اور حکمت سے اس کو حسب وعدہ واقع کرے گا۔

ان آیات میں ایک تعلیم تو یہ ملتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ فضول باتوں اور تضیع اوقات سے بچے اور ان باتوں کو سنے جن میں اس کا سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے اور یہ باتیں وہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ انہیں چھوڑ کر بے کار قصہ کہانیوں۔ ناچ گانوں اور واہ واہ کے شور وغل اور تفریح اور دل لگی کے کاموں میں لگنا عذاب آخرت کو دعوت دینا ہے جس کی سختی ناقابل برداشت ہوگی۔ اگر ہمارا دل قرآن مجید کے سننے سنانے۔ اللہ کی عبادات اور دین کے کاموں میں نہیں لگتا اس کے برخلاف ناول۔ قصے۔ ڈرامے۔ غزل افسانے۔ ناچ گانے اور تفریح کے سامان میں ہمیں دلچسپی ہے تو یہ آثار اچھے نہیں یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے اور صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا کی بھی تباہی مول لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حالات پر رحم فرمائیں۔

دوسری تعلیم یہ ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے اور سچا وعدہ فرمایا ہے ان کی امید رکھنا اور ایمان اور عمل صالحہ سے غافل رہنا یہ اول درجہ کی حماقت ہے۔ یہ جنت نعیم کا وعدہ تو حق تعالیٰ کا مومنین مخلصین اور عاملین صالحین ہی کے لئے ہے نہ کہ صرف نام کے اور گوشت کھانے کے مسلمانوں کے لئے جن کا مسلک یہ ہو کہ۔

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

الغرض یہ آیات **وهو العزيز الحكيم** کے جملہ پر ختم فرمائی گئیں یعنی وہ بڑی قوت اور حکمت والا ہے اسی نسبت سے آگے اللہ کی قوت اور بعض حکمتوں کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جہاں ہم کو یہ توفیق اور سعادت اپنے قرآن پاک کے پڑھنے اور سننے سنانے کی نصیب فرمائی ہے وہیں حق تعالیٰ ہم کو قرآن پاک کے اتباع کا ذوق شوق بھی نصیب فرمادیں۔ اور ہمارے قلوب کو ہدایات قرآنی سے منور فرمائیں۔ اور دین سے غفلت پیدا کرنے والی ہر چیز سے بچائیں۔ اس وقت جو ممنوعات شرعیہ کا طوفان امڈا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس وقت میں ہمیں دین کو مقدم رکھنے اور ہر چھوٹی بڑی معصیت و نافرمانی سے بچنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ ہمارے لئے ان باتوں اور کاموں کو جو کہ آپ کے اور آپ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے ہوں سہل اور آسان فرمادیجئے۔ اور ان باتوں اور کاموں کو جو آپ کی ناراضی کا باعث ہوں ان کو ہمارے لئے محال اور ناممکن بنادیجئے۔

اے اللہ آخرت میں اپنے فضل و کرم سے ہم کو اور ہمارے والدین کو اور ہماری اولادوں اور نسلوں کو مومنین مخلصین اور عاملین صالحین کے گروہ میں شامل فرما کر جنت نعیم میں رہنا نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا وَاَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ وَبَثَّ

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلاستون کے بنایا تم اُن کو دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈانواڈول نہ ہونے لگے اور اس میں

فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ﴿۱۰﴾

ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس زمین میں ہر طرح کے عمدہ اقسام اُگائے۔ یہ تو اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں

هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۱﴾ ع

اب تم لوگ مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا جو ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں بلکہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِکۡمَةَ اَنِ اشۡکُرۡ لِلّٰهِ ؕ وَمَنۡ یَّشۡکُرۡ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ کَفَرَ

اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو، اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کیلئے شکر کرتا ہے اور ناشکری کرے گا تو

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ﴿۱۲﴾

اللہ تعالیٰ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔

خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	بِغَیۡرِ عَمَدٍ بغیر ستون	تَرَوۡنَهَا تم انہیں دیکھتے ہو	وَاَلۡقٰی اور اس نے ڈالے	فِی الۡاَرۡضِ زمین میں		
رَوَاسِیَ پہاڑ (جمع)	اَنۡ کہ	تَمِیۡدَ بِکُمۡ جھک (نہ) جائے تمہارے ساتھ	وَبَثَّ اور پھیلائے	فِیۡهَا اس میں	مِنۡ کُلِّ ہر قسم	دَآبَّةٍ جانور	
وَاَنۡزَلۡنَا اور ہم نے اتار	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَاَنۡۢبَتۡنَا پھر ہم نے اگائے	فِیۡهَا اس میں	مِنۡ کُلِّ ہر قسم	زَوۡجٍ جوڑے	
کَرِیۡمٍ عمدہ	هٰذَا یہ	خَلۡقُ اللّٰهِ خلقت (بنایا ہوا) اللہ کا	فَاَرُوۡنِیۡ پس تم مجھے دکھاؤ	مَاذَا کیا	خَلَقَ پیدا کیا	الَّذِیۡنَ وہ جو	مِنۡ دُوۡنِهٖ اس کے سوا
بَلِ بلکہ	الظّٰلِمُوۡنَ ظالم (جمع)	فِیۡ میں	ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ کھلی گمراہی	وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا اور البتہ ہم نے دی	لُقۡمٰنَ لقمان	الۡحِکۡمَةَ حکمت	اَنِ کہ
اشۡکُرۡ تم شکر کرو	لِلّٰهِ اللہ کا	وَمَنۡ اور جو	یَّشۡکُرۡ شکر کرتا ہے	فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں (صرف)	یَشۡکُرُ وہ شکر کرتا ہے	لِنَفۡسِهٖ اپنے لئے	
	وَمَنۡ کَفَرَ اور جس نے ناشکری کی	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	غَنِیٌّ بے نیاز	حَمِیۡدٌ تعریفوں کے ساتھ			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مومنین وصالحین اور انکا آخرت میں انجام اور منکرین ومخالفین قرآن کا انجام دونوں بیان فرمائے گئے تھے۔ مومنین وصالحین کے لئے انعام واکرام کا وعدہ اور دائمی جنت کی بشارت سنائی گئی تھی اسی طرح منکرین ومخالفین قرآن کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔ اور یہ وعدہ اور وعید بیان فرما کر آگاہ کیا گیا تھا کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا اور اٹل ہے اور ساتھ ہی بتلایا گیا تھا کہ وہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ اس لئے اس کا وعدہ پورا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جھوٹ وہ بولتا ہے جو عاجز ہو یا احمق اور خدا ان دونوں سے پاک ہے پھر وہ جھوٹا وعدہ کیوں کرے گا۔ گذشتہ آیات کا مضمون وهو العزيز الحكيم کے جملہ پر ختم فرمایا تھا یعنی وہ بڑی قوت اور حکمت والا ہے۔ اس کی قوت کے آگے کسی کی قوت نہیں چلتی اور اس کا کوئی کام یا حکم حکمت سے خالی نہیں۔ اب ان آیات میں اس کی قوت وحکمت کو ظاہر کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تم اس کی قوت اور حکمت کا اندازہ اس سے کر سکتے ہو کہ نظر اٹھا کر آسمان کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہ آسمان بلاستون کے بنائے یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان بلند اور

مضبوط چھت خدا نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو اور لطف یہ ہے کہ کوئی ستون اور کھمبا دکھائی نہیں دیتا جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی ہو۔ بجز اس کے اور کیا کہا جاوے کہ محض اس کی قدرت کے سہارے اس کا قیام ہے۔ دوسری مثال اس کی قدرت کی یہ بیان فرمائی کہ زمین کو مضبوط کرنے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے خداتعالیٰ نے زمین پر بھاری بھاری پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین اپنی اضطرابی حرکت سے تم کو لے کر بیٹھ نہ جائے۔ روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی۔ خدائے تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے زمین کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کی جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے باقی پہاڑوں کے پیدا کرنے کی حکمت کچھ اسی میں منحصر نہیں دوسرے فوائد اور حکمتیں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔ تیسری مثال قدرت الٰہیہ کی یہ بیان فرمائی کہ زمین پر قسم قسم کے جانور اس خالق حقیقی نے پیدا کئے کہ آج تک کوئی ان کا حصر و شمار نہ کر سکا۔ کوئی پاؤں سے چلنے والے کوئی بغیر پاؤں کے چلنے والے۔ کوئی دو پاؤں پر چلنے والے کوئی چار پاؤں پر اور کوئی اس سے بھی زیادہ چوتھی مثال بیان فرمائی کہ آسمان سے بارش اتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اگا دی۔ قسم قسم کی جڑی بوٹیاں۔ پودے اور خوش منظر نفیس اور کارآمد درخت۔ ترکاریاں میوے۔ غلہ وغیرہ پیدا کئے۔ قدرت خداوندی کی مثالیں بیان فرما کر مسئلہ توحید جو قرآن کریم کی اہم تعلیم ہے بیان کرنے کا قرینہ نکل آیا اس لئے اہل شرک کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ اللہ کی قدرت۔ صفت و حکمت پر تو آسمان زمین میں ایسے ایسے روشن دلائل اور نشانیاں موجود ہیں جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اب تم ذرا بتاؤ کہ تمہارے دیوی دیوتاؤں اور جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ان کے کون سے مخلوقات اور مصنوعات ہیں؟ دکھاؤ تو سہی کہ انہوں نے کیا کیا بنایا ہے؟ جب نہیں دکھلا سکتے تو کس منہ سے ان کو خدائی کا شریک اور معبودیت کا مستحق ٹھہراتے ہو۔ معبود تو وہی ہو سکتا ہے جس کے دست قدرت میں پیدا کرنا اور رزق پہنچانا سب کچھ ہو۔ تمہارے معبودوں کو تو ایک ذرہ پیدا کرنے کا بھی اختیار نہیں۔ تو باوجود اس قدر صاف اور واضح دلیل کے یہ بے انصاف لوگ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں ان ظالموں کو سوچنے سمجھنے سے کچھ سروکار نہیں۔ صریح گمراہی اور جہالت کے اندھیرے میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔ سبحان اللہ رد شرک کے لئے کیا عمدہ دلیل و برہان ہے جس کو کہ ایک اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ اور ایک حکیم و دانا سے لے کر ایک جاہل گنوار تک برابر سمجھ سکتا ہے اس موقع پر حضرت علامہ عبدالحق محدث و مفسر دہلویؒ مؤلف تفسیر حقانی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک پادری صاحب بڑے زور شور سے دعوے کر رہے تھے کہ عیسیٰ مسیح خدا ہے اور خدا کا بیٹا ہے۔ اتفاقاً وہاں ایک دیہاتی گنوار بھی موجود تھا۔ اس نے کہا پادری صاحب اگر عیسیٰ خدا کا سپوت یعنی لائق بیٹا ہے تو کوئی آسمان و زمین اس کا بنایا ہوا بھی دکھاؤ اور جو اس نے باپ کی طرح کوئی چیز نہیں بنائی تو کپوت یعنی نالائق بیٹے کا ذکر کیا ہے۔ پادری صاحب بغلیں جھانکنے لگے اور کچھ جواب نہ بن پڑا۔

آگے شرک و عصیان کی مذمت اور برائی ظاہر کرنے کے لئے حضرت لقمان اور ان کی نصیحتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انسان کے لئے جو مفید اور اچھی باتیں ہیں ان کی عقلمند انسانوں نے اپنی فطری سوچ و سمجھ سے ہمیشہ تصدیق اور تائید کی ہے اور خدائے تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید کا اعتقاد ان حکما کا بھی قول ہے کہ جن کی حکمت کے اہل عرب بھی قائل ہیں اور جن کے اقوال دلائل عقلیہ پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے یہاں آگے لقمان حکیم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک وضاحت یہ سمجھ لی جائے کہ حضرت لقمان کے ساتھ حکیم کا لفظ جو لگایا جاتا ہے تو یہ طبیب کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ ہمارے ہاں حکیم کو طبیب کا ہم معنی غلطی سے سمجھ لیا گیا ہے حکیم عقل اور دانش رکھنے والے کو کہتے ہیں اور اسی لئے حضرت لقمان کو حکیم کہا جاتا ہے۔

یہ حضرت لقمان کون تھے؟ کہاں کے رہنے والے تھے؟ کس زمانہ میں ہوئے؟ مفسرین میں ان کی شخصیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اتنا تو بہرحال ظاہر ہے کہ کوئی مقبول اور صالح و برگزیدہ بندہ تھے اور ایسے کہ اہل عرب قرآن کے مخاطبین اول ان کے نام سے مانوس تھے اور انکی عاقلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آتی تھیں۔ یہاں رب العزت نے انکی نصائح کا ایک حصہ نقل فرما کر ان کا مرتبہ اور زیادہ بڑھا دیا۔ تو اہل عرب کے یہاں ان کی شخصیت مشہور ہونے کے باوجود انکے حالات۔ خاندان و نسب سے متعلق مختلف اقوال اور متضاد رائیں

پائی جاتی ہیں اور یہ اس لئے کہ قدیم تاریخ اور کلام جاہلیت میں ایک نہیں اس نام کے تین تین شخصوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت لقمان کے متعلق یہ اختلاف سلف سے چلا آ رہا ہے کہ آیا آپ نبی تھے یا محض ولی اور بندۂ صالح۔ دونوں قول منقول ہیں لیکن جمہور علمائے مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے کہ آپ نبی نہ تھے صرف حکیم تھے۔ آپ کے زمانہ کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ ایک روایت ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمعصر تھے۔ ملک حبشہ کے رہنے والے تھے اور ایک آزاد شدہ غلام تھے لیکن علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جو تحقیق اپنی کتاب ارض القرآن اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے جو اپنی تحقیق قصص القرآن میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا زمانہ 3000 ق۔م۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی بہت پہلے کا ہے اور آپ قوم عاد ثانیہ کے ایک نیک نفس بادشاہ تھے اور حضرت ہود علیہ السلام کے پیرو تھے اور عربی النسل تھے۔ بہرحال حضرت لقمان عرب میں نزول قرآن کے وقت تک اپنی فہم و فراست اور عقل و دانش کی بنا پر "حکیم" کے لقب سے مشہور تھے اسلئے مشرکین مکہ کو یاد دلایا جاتا ہے کہ جن کی حکمت کے تم بھی قائل ہو وہ بھی توحید کے قائل تھے اور شرک سے بیزار تھے چنانچہ انہی حضرت لقمان کی بعض نصیحتوں کو حق تعالیٰ نے یہاں اس سورۃ میں بیان فرمایا ہے۔ اب یہاں ایک تنبیہ مفسرین نے لکھی ہے کہ اگر کوئی معترض اشکال کرے کہ کتاب الٰہی میں کسی حکیم کی یونہی نصیحتیں نقل کر دی جاویں تو کتاب الٰہی پر دھبہ لگتا ہے کہ گویا خدا حکیموں سے نصیحتیں سیکھ کر بیان فرماتا ہے اس لئے اس رفع اعتراض کے لئے اس جگہ یہ اسلوب بدل دیا اور کلام اللہ ہونے کی اس میں بھی شان دکھلا دی اس لئے اول فرمایا ولقد اتینا لقمٰن الحکمۃ۔ اور بیشک ہمنے لقمان کو حکمت و دانائی عطا کی تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ حضرت لقمان کی یہ نصیحتیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام یا تعلیم کی ہوئی ہیں۔ تو یہاں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی اور ساتھ ہی ان کو یہ حکم دیا کہ میری سب نعمتوں پر عموماً اور نعمت حکمت پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔ اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا اور اس کا حق ماننا ضروری ہے لیکن واضح رہے کہ اس حق شناسی اور شکر گزاری سے خدائے قدوس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جو کچھ فائدہ ہے خود شاکر کا ہے کہ دنیا میں شکر گزاری کی بدولت مزید انعام اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگر کوئی ناشکری کرے گا تو خود اپنا نقصان کرے گا۔ کیونکہ اللہ کی ذات تو بے نیاز ہے اس کو کسی کے شکر کی کیا حاجت اور پرواہ ہو سکتی ہے۔ اس کی حمد و ثنا تو ساری مخلوق زبان حال سے کر رہی ہے اور بفرض محال کوئی تعریف کرنے والا نہ ہو تب بھی وہ جامع الصفات اور منبع کمالات ہونے کی بنا پر وہ بذات خود محمود ہے کسی کے حمد و شکر کرنے یا نہ کرنے سے اس کے کمالات میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں ہوتی۔

یہاں دلائل توحید کے ساتھ یہ تعلیم دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر واجب ہے۔ اب شکر ادا کرنے کے لئے شکر کی ماہیت معلوم ہونی ضروری ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ شکر کے دو رکن ہیں۔ علم و عمل۔ اول علم "یعنی نعمت اور منعم سے واقف ہونا نیز یہ سمجھنا کہ تمام نعمتیں حق تعالیٰ ہی مرحمت فرماتا ہے اور جس قدر اسباب اور واسطے اس نعمت کے ہم تک پہنچنے میں پیش آئے ہیں وہ سب اللہ پاک ہی کے قبضہ میں ہیں کہ اس کے حکم بغیر نہ کوئی ذرہ حرکت کر سکتا ہے نہ کوئی چیز کسی کو مل سکتی۔ دوسرا رکن عمل یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی رضامندی میں استعمال کرنا اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ کیا چیز کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے مثلاً آنکھ اللہ کی ایک نعمت ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور علم دین کی کتابوں کے دیکھنے اور آسمان و زمین کی مخلوقات کو اس غرض سے دیکھنے میں صرف کرے کہ عبرت و نصیحت حاصل ہو اور خالق برتر کی معرفت و عظمت اور کبریائی سے آگاہی حاصل ہو اور ستر کو دیکھنے اور نامحرم پر نظر ڈالنے سے اسے روکے۔ اسی طرح کان ایک نعمت ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور ان باتوں کے سننے میں استعمال کرے جو آخرت میں نفع دیں اور لغو اور فضول اور گناہ کی باتیں سننے سے روکے۔ اسی طرح زبان کو یادِ خدا اور حمد و ثنا اور اظہار شکر میں مشغول رکھے اور بے جا شکوہ و شکایت اور فضول گناہ کی باتوں سے سے باز رکھے۔ غرض کہ تمام اعضاء و جوارح و مال و متاع اور عزت و جاہ سب کا شکر یہ یہی ہے کہ ان کو حق تعالیٰ کی طاعت میں مشغول رکھا جائے کیونکہ انسان پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے اور ان کو ان باتوں اور کاموں سے روکا جائے جن سے منع کیا گیا ہے۔

اب آگے حضرت لقمان نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا وہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا، بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	لُقْمٰنُ لقمان	لِابْنِهٖ اپنے بیٹے کو	وَهُوَ اور وہ	يَعِظُهٗ اسے نصیحت کررہا تھا	يٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے
لَا تُشْرِكْ تو نہ شریک ٹھہرا	بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِنَّ الشِّرْكَ بیشک شرک	لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ البتہ ظلم عظیم			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید اور مذمت شرک کے سلسلہ میں حضرت لقمان کا ذکر ہوا تھا جو بوقت نزول قرآن عرب میں اپنی فہم وفراست اور عقل ودانش کی بنا پر "حکیم" کے لقب سے مشہور تھے۔ قرآن کریم نے آپ کی عقل وفہم اور متانت ودانائی کی تعریف فرمائی۔ آپ نے عقل کی راہ سے وہ باتیں کھولیں جو پیغمبروں کے احکام وہدایات کے موافق تھیں۔ یہاں حضرت لقمان کے ذکر سے مشرکین کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ شرک کا قبیح ہونا جس طرح فطرت انسانی کی شہادت اور انبیاء کی وحی سے ثابت ہے اسی طرح دنیا کے منتخب عقلمند بھی اپنی عقل سے شرک کی برائی کی تائید اور تصدیق کرتے رہے ہیں۔ پس توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنا کھلی ہوئی گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ اب حضرت لقمان کی وہ نصیحتیں بیان کی جاتی ہیں جو انہوں نے بوقت فہمائش اپنے فرزند کو کی تھیں۔ یہ معلوم نہیں کہ بیٹا مشرک تھا اور سمجھا بجھا کر راہ راست پر لانا چاہتے تھے یا موحد تھا اور اسے مضبوط جمائے رکھنے کی غرض سے یہ وصیتیں فرمائی تھیں۔ حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو سب سے پہلی نصیحت جس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے وہ شرک باللہ سے اجتناب اور توحید کے التزام کی ہے کیونکہ "دین حق" میں یہی وہ حقیقت ہے جو حنیف کو مشرک سے ممتاز کرتی ہے اور شرک ہی سب سے بڑا گناہ ہے کہ جو کسی حالت میں بھی قابل بخشش نہیں مگر یہ کہ اس سے صحیح اور سچی توبہ دنیا ہی میں کرلی جائے۔ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا

کہ اے میرے پیارے بیٹے خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔ بیشک شرک کرنا ظلم عظیم یعنی بڑا بھاری ظلم ہے۔ حضرت لقمان نے شرک کو "ظلم عظیم" فرمایا۔ اس سلسلہ میں بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ جب ساتویں پارہ سورۂ انعام کی یہ آیت نازل ہوئی۔ **الذین امنوا ولم یلبسوآ ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون٥** (وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو۔ ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی سیدھی راہ پر چل رہے ہیں) یعنی خدا کی مغفرت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسا تو کوئی شخص بھی نہ ہوگا جس نے خدائے تعالیٰ کے احکام کے پیش نظر کچھ نہ کچھ ظلم نہ کیا ہو تب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کیا تم نے لقمان کا یہ قول نہیں سنا **یبنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم ٥** (اے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے) تو مطلب یہ ہوا کہ آیت **لم یلبسوا ایمانھم بظلم** میں **ظلم** سے مراد شرک ہے نہ کہ معصیت۔ اسی بنا پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے آیت مذکورہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں

کرتے ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔تو یہاں سے معلوم ہوا کہ آدمی ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی شرک میں گرفتار ہوسکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ مسلمان کہلانے والے بھی شرک میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔لیکن آیت مذکورہ میں ایمان وہی مطلوب ہے جس میں شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ اس آیت کے تحت حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اگر خدا پر یقین رکھنے کے باوجود شرک کو نہ چھوڑا تو وہ نہ ایمان شرعی ہے نہ اس کے ذریعہ سے امن وہدایت نصیب ہوسکتی ہے۔سورۂ یوسف تیرہویں پارہ میں ایک جگہ ارشاد ہے وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔اس آیت پر حضرت علامہ عثمانی نے لکھا ہے کہ زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بنا رہا ہے۔کوئی اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کرتا ہے۔کوئی اسے روح ومادہ کا محتاج بتاتا ہے۔کسی نے احبار ورہبان کو خدائی اختیارات دے دیئے ہیں۔ بہت سے تعزیہ پرستی۔قبر پرستی کے خس وخاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مکدر کررہے ہیں۔ریا۔نام ونمود اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہوں گے۔غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کرکے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے۔'' اللہ تعالیٰ ہر طرح کے شرک سے ہمیں اور آپ کو محفوظ فرمائیں۔

بہر حال یہاں معلوم ہوا کہ اخروی فلاح ونجات کے لئے خالص توحید الٰہی کو پکڑنا اور شرک سے بچنا کتنا اہم اور ضروری ہے۔اور اس اہمیت کی بنا پر مسئلہ توحید قرآن پاک کا خاص الخاص موضوع دعوت ہے اور قرآن کریم نے دوسرے تمام مسئلوں سے زیادہ زور اسی پر دیا ہے۔اور قرآن سے پہلے آنے والی تمام اللہ کی کتابوں اور تمام اللہ کے رسولوں کی تعلیم ودعوت کا مرکزی نقطہ بھی توحید ہی کا مسئلہ رہا ہے۔

قرآن مجید میں توحید کی تعلیم اتنی وضاحت اور ایسی تفصیل سے دی گئی ہے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہا ہے جو پوری طرح روشنی میں نہ آگیا ہو کیونکہ اور امتوں قوموں نے توحید ہی کے بارے میں ہمیشہ سخت ٹھوکریں کھائیں ہیں حالانکہ اللہ کے تمام پیغمبروں اور سچے داعیوں نے اپنی اپنی قوموں کو ہمیشہ توحید ہی کی تعلیم دی تھی بلکہ قرآن مجید کا تو بیان ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کو اللہ کے پیغمبروں اور ہادیوں نے توحید کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔ الغرض شرک ہمیشہ سے انسانوں کی بڑی خطرناک اور بڑی عام بیماری رہی ہے اسی لئے قرآن مجید میں جو اللہ کی طرف سے آخری کتاب ہدایت ہے اور جس کے بعد انسانوں کے لئے کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں توحید کے مسئلہ کو زیادہ سے زیادہ واضح اور روشن کیا گیا ہے بلکہ ان تمام دروازوں کو بھی بند کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے جس سے اگلی امتوں میں شرک آیا۔قرآن مجید نے صرف یہ کہہ کر توحید کا درس ختم نہیں کردیا کہ خدا ایک ہے اس کے سوا کسی کی بندگی اور عبادت نہ کی جائے بلکہ توحید فی الذات کے علاوہ قرآن پاک نے ایک ایک خدائی صفت کا ذکر کرکے بتلایا کہ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ ہی میں ہے اور وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اسی طرح اپنے افعال واختیارات میں بھی وہ وحدہ لاشریک ہے اور پھر اپنے خدائی حقوق میں بھی وہ اسی طرح وحدہ لاشریک ہے۔قرآن پاک نے توحید کے ان سب پہلوؤں کو اتنا واضح کیا کہ کسی قسم کے اعتقادی یا عملی۔جلی یا خفی شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ پھر علاوہ اس درس توحید کے جو قرآن عزیز نے پیش کیا ہے اگر ذخیرۂ حدیث پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا کہ خدا کے آخری پیغمبر۔اور توحید الٰہی کے آخری ناشر اور ملت آسمانی کے آخری معلم۔ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کتنی شدومد کے ساتھ توحید کی تعلیم دی ہے اور شرک کے استیصال میں کسی قدر جدوجہد فرمائی ہے۔ مگر اب جب کہ ہماری اکثریت قرآن و حدیث میں سے دست برداری اختیار کر لے تو ان کی تعلیمات کا علم کیسے حاصل ہو؟ اور اب تو سائنس اور ٹیکنالوجی کا وقت بتلایا جاتا ہے علم قرآن وحدیث حاصل کرنا تو درکنار اب تو کوئی سرے سے حدیث ہی کا منکر ہے تو کوئی قرآن کا مخالف ومحرف انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور پھر بھی دعوئے اسلام وایمان۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک صحیح حدیث میں اس دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جبکہ آدمی کی تعریف صرف اس پر ہوا کرے گی کہ وہ کتنا بڑا عاقل۔ کیسا خوش مزاج اور کتنا قوی و بہادر ہے لیکن اس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان کا پتہ نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

الغرض قرآن وحدیث کی روشنی میں اخروی فلاح ونجات کا مدار دو ہی چیزیں ہیں۔

(۱) ایک ایمان یعنی عقائد۔

(۲) دوسرے اعمال صالحہ۔ اور اعمال کو ایمان سے وہی رشتہ اور تعلق ہے جو شاخوں کو جڑ سے اور مکان کی دیواروں کو بنیادوں سے ہوتا ہے۔ شاخوں کی تروتازگی اور شادابی جڑ کی تروتازگی اور مضبوطی پر موقوف ہے اور دیواروں کی پائیداری اور چھت کا قیام بنیادوں کی مضبوطی اور استواری پر موقوف ہے اگر درخت کی جڑیں تندرست اور مضبوط ہوں گی تو اس کی شاخیں خوب پھولیں پھلیں گی اور اگر بنیادیں مضبوط ہوں گی تو دیواریں پائیدار اور چھت دیرپا ہوں گی لیکن اگر درخت کی جڑیں کرم خوردہ ہوں گی تو شاخیں مرجھا جائیں گی اور پھول پھل نہیں سکیں گی اور اگر مکان کی بنیادیں کمزور اور کھوکھلی ہوں تو دیواروں اور چھت کا بھی یہی حال ہوگا اور ایسا کمزور بنیادوں والا مکان رہائش کے قابل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کا ایمان شرک کی ناپاکی سے ملوث ہوگا تو اس کے اعمال بھی بیکار اور بے نتیجہ ثابت ہوں گے۔ تو جب شرک ایسی لعنت اور بری بلا ہے اور ایسا سنگین جرم ہے جس سے دنیا میں اگر توبہ نہ کرلی جائے تو آخرت میں ہرگز معاف نہ ہوگا تو اس سے بچنا کس قدر ضروری ہوا۔ اور صحیح توحیدی عقائد کا حاصل کرنا کتنا لازم ہوا۔ اس لئے اسی درس کے سلسلہ میں توحید ذاتی۔ توحید الوہیت۔ توحید صفات و افعال و اختیارات اور توحید حقوق اور توحید فی الدعا اور توحید فی العبادہ کی تعلیم جو قرآن وحدیث نے پیش کی ہے اس کو آئندہ درس میں عرض کیا جائے گا تا کہ شرک کی تمام اقسام مثلاً شرک فی الذات شرک فی العلم شرک فی التصرف شرک فی الدعا اور شرک فی العبادہ وغیرہ کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ اس لئے آئندہ درس بھی اسی آیت پر ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں توحید خالص کی دولت عطا فرمائیں اور ہر طرح کے خفی اور جلی شرک سے ہمارے اعمال وعقائد کو محفوظ رکھیں۔ اور ہم کو قرآن وحدیث سے تازندگی وابستہ رکھیں۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی توفیق حسن عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ

اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اُس کا دودھ چھوٹتا ہے

اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۗ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ

تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کیا کر، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے

عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۖ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ

جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں اُن کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو، پھر تم سب کو

مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

میرے پاس آنا ہے پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو جو کچھ تم کرتے تھے۔

وَوَصَّيْنَا اور ہم نے تاکید کردی	الْاِنْسَانَ انسان	بِوَالِدَيْهِ اسکے ماں باپ کے بارہ میں	حَمَلَتْهُ اسے پیٹ میں رکھا	اُمُّهٗ اسکی ماں	وَهْنًا کمزوری		
عَلٰى وَهْنٍ پر کمزوری	وَفِصٰلُهٗ اور اس کا دودھ چھڑانا	فِيْ عَامَيْنِ دو سال میں	اَنِ اشْكُرْ لِيْ کہ تو میرا شکر کر	وَلِوَالِدَيْكَ اور اپنے ماں باپ کا			
اِلَيَّ میری طرف	الْمَصِيْرُ لوٹ کر آنا	وَاِنْ اور اگر	جَاهَدٰكَ وہ تیرے ساتھ کوشش کریں	عَلٰى پر (کی)	اَنْ تُشْرِكَ کہ تو شریک ٹھہرائے	بِيْ میرا	
مَا لَيْسَ جس کا نہیں	لَكَ تجھے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ کوئی علم	فَلَا تُطِعْهُمَا تو ان دونوں کا کہنا نہ ماننا	وَصَاحِبْهُمَا اور انکے ساتھ بسر کر	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	
مَعْرُوْفًا اچھے طریقہ سے	وَّاتَّبِعْ اور تو پیروی کر	سَبِيْلَ راستہ	مَنْ جو	اَنَابَ رجوع کرے	اِلَيَّ میری طرف	ثُمَّ پھر	اِلَيَّ میری طرف
	مَرْجِعُكُمْ تمہیں لوٹ کر آنا ہے	فَاُنَبِّئُكُمْ سو میں تمہیں آگاہ کروں گا	بِمَا جو کچھ	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو پہلی نصیحت ذکر فرمائی گئی تھی جو توحید باری تعالیٰ کے اختیار کرنے اور شرک کے نہ کرنے کے متعلق تھی۔ حضرت لقمان کی مزید نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں وہ ان آیات کے بعد پھر آگے بیان کی گئی ہیں۔ درمیان میں توحید کی تاکید کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جو ان آیات میں بطور جملہ معترضہ کے ہے جس میں ماں باپ کی اطاعت و شکر گزاری کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمائی گئی کہ شرک اتنی سخت قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر و محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت لقمان نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت کے بعد اور آئندہ آنے والی دوسری نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق ہے گویا باپ نے یعنی حضرت لقمان نے اللہ کا حق بتلایا اور اللہ تعالیٰ نے باپ کا حق بتایا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے طبرانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات میرے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا اطاعت گزار تھا۔ جب مجھے خدا نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں

اور کہنے لگیں کہ بیٹا یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا۔ سنو میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی اور یونہی بھوکی پیاسی مر جاؤں گی۔ میں نے اسلام کو چھوڑا نہیں اور میری ماں نے کھانا پینا ترک کر دیا اور چہار طرف سے مجھ پر آوازہ کشی ہونے لگی کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔ میں بہت ہی دل تنگ ہوا۔ اپنی والدہ کی خدمت میں بار بار عرض کیا۔ خوشامدیں کیں سمجھایا کہ خدا کے لئے اپنی ضد سے باز آ جاؤ۔ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اس سچے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی حیص بیص میں میری والدہ پر تین دن کا فاقہ گزر گیا اور ان کی حالت بہت ہی خراب ہو گئی تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا سنو اماں جان تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو مگر دین سے زیادہ عزیز نہیں ہو واللہ ایک نہیں تمہاری ایک سو جانیں ہوں اور اسی بھوک پیاس میں ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تب بھی میں آخری لمحہ تک اپنے سچے دین اسلام کو نہیں چھوڑوں گا۔ اب میری ماں مایوس ہو گئی اور کھانا پینا شروع کر دیا۔

مخالفین اسلام کہا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ کوئی ان کم بختوں سے پوچھے کہ یہاں کون سی تلوار تھی جس کا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حضرات صحابہ کو خوف وخطر تھا۔

اس روایت سے ''بھوک ہڑتال'' کی بھی حقیقت معلوم ہو گئی کہ یہ جاہلیت کی رسم تھی جس کو ہندوستان میں گاندھی نے انگریزوں کے خلاف بطور حربہ کے استعمال کیا اور اب دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی یہ چیز رائج ہو گئی چنانچہ آئے دن بھوک ہڑتالیں منائی جاتی ہیں جو شرعاً قطعاً ناجائز ہے۔

ان آیات کی تشریح سے پہلے ایک دلچسپ بات ملاحظہ ہو کہ روافض یعنی شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کے چالیس پارے تھے دس سنیوں نے حذف کر لئے (تاریخ قرآن اور موجودہ قرآن نعوذ باللہ بقول ان کے محرف ہے اور آیتیں الٹ پلٹ کر دی گئی ہیں کہیں کی آیتیں کہیں رکھ دی گئیں جس سے مطلب خبط اور بے ربط ہو گیا۔ چنانچہ آیتوں کے الٹ پلٹ کے ثبوت میں وہ ایک مثال ان آیات زیر تفسیر کی پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تذکرہ تو ہو رہا تھا لقمان کی نصیحتوں کا اپنے بیٹے کو اور بیچ میں ماں باپ کی اطاعت گزاری کا حکم آ گیا اور پھر لقمان کی نصیحتیں جاری ہو گئیں۔ تو شیعوں کے نزدیک موجودہ قرآن کی آیتوں کے بے ربط کر دینے کی ایک یہ مثال ہے جس کو وہ پیش کرتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اب یہ ہے تو دوسرا موضوع مگر چونکہ ان آیات کے سلسلہ میں ذکر آ گیا اس لئے مختصراً کچھ اس الزام کے متعلق بھی سن لیجئے۔

مخالفین و معاندین جو موجودہ قرآن کریم پر اس قسم کے الزامات لگاتے ہیں تو ہمارے علمائے محققین نے ماشاء اللہ بڑے دندان شکن اور مفصل اور طول طویل جوابات ایسے الزامات کے دیئے ہیں۔ ابھی بالکل قریب ہی زمانہ میں حضرت مولانا عبدالشکور صاحب مجددی لکھنویؒ گزرے ہیں انہوں نے ''حفاظت قرآن'' کے عنوان سے قرآن کریم کی آیات ہی سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف لفظی و معنوی سے بالکل پاک ہے اور یہ کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی تحریف ناممکن ہے جو قرآن کا ایک زندہ معجزہ ہے خیر ہمارا تو بحمدللہ یہ ایمان ہی ہے ہمیں تو اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ مگر مولانا موصوفؒ نے اس سلسلہ میں مخالفین کے الزام کے متعلق جو لکھا ہے وہ ملاحظہ ہو۔ مولاناؒ لکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہور مخالفین (یعنی شیعہ صاحبان) کے عقیدہ میں یہ قرآن مجید جو آج مسلمانوں کے پاس ہے اور ہر زمانہ میں یہی قرآن مجید مسلمانوں کے پاس رہا محرف ہے اور تحریف کی جتنی قسمیں ہو سکتی ہیں سب بقول ان کے اس قرآن میں ہوئی ہیں۔ جا بجا سے آیتیں اور سورتیں نکال ڈالی گئیں اور اس میں زیادتی بھی ہوئی ہے۔ جا بجا انسانی کلام اس میں شامل کر دیا گیا اور اس میں الفاظ وحروف کی تبدیلی بھی

ہوئی ہے اور اس کی ترتیب بھی خراب کر دی گئی ہے ترتیب کی چار قسمیں ہیں اول ترتیب سورتوں کی۔ دوم ترتیب آیتوں کی۔ سوم ترتیب کلمات کی۔ چہارم ترتیب حروف کی۔ کتب شیعہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ چاروں قسم کی ترتیب بگاڑ دی گئی ہے۔ اگر صرف سورتوں کی ترتیب میں کلام کیا جاتا تو چنداں خرابی نہ تھی کیونکہ ہر سورت بجائے خود مستقل چیز ہے اس کے تقدم و تاخر سے مقصود کلام پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ بخلاف باقی تین ترتیبوں کے کہ ان سے مقصود کلام کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ مخالفین کی کتابوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے محرف ثابت کرنے کے لئے انہوں نے کس قدر اہتمام کیا ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی کسی اور مسئلہ میں نہیں کیا اس اہتمام کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ آج ان کی معتبر کتابوں میں ائمہ معصومین سے زائد از دو ہزار روایت تحریف قرآن کی منقول ہیں اور تحریف کی نفی میں ایک روایت بھی ان کے کسی امام سے ان کی کسی کتاب میں نہیں۔ (بحوالہ تفسیر آیات قرآنی صفحہ ۶۴۶ از مولانا لکھنوئیؒ)

اب قرآن پر تو مخالفین نے یوں ہاتھ صاف کیا۔ اب اس ضمن میں حدیث کا حال بھی سن لیجئے۔ ائمہ محدثین حنفیہ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت مشہور و معروف ہے۔ احادیث کے پرکھنے۔ جرح اور تعدیل میں آپ کے کارنامے سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علم حدیث کی تاریخ سے جو واقف ہیں ان سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ بدخواہاں ملت نے وضع احادیث کا فتنہ کھڑا کیا تھا یعنی بہت سے اقوال و افعال کا انتساب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا کہ آپ نے یہ کیا یا آپ نے یہ فرمایا۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس دین حق کو قیامت تک باقی رکھنا تھا اس لئے اس فتنہ کا مقابلہ کرنے والے علمائے محدثین بھی ہمیشہ موجود رہے جنہوں نے کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا۔ ''موضوعات کبیر'' ملا علی قاریؒ کی کتاب اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے جس میں احادیث موضوعہ کو جمع کر کے امت کو ان کے فتنہ اور ضرر رساں اثرات سے محفوظ و مامون فرمایا۔ اسی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں آپ نے دیگر محدثین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ روافض نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کے فضائل میں ۳ لاکھ احادیث وضع کی ہیں یعنی جھوٹی حدیثیں گھڑی ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اب یہاں جب معاندین کی طرف سے تحریف قرآن کا ذکر آ گیا تو مختصراً یہ بھی سن لیجئے کہ قرآن کیسے جمع ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے پورا قرآن شریف نازل کیا گیا۔ کیونکہ آپ امی تھے جو کچھ نازل ہوتا آپ زبانی یاد فرما لیتے اور اپنے صحابہ کو یاد کرا دیتے اور حکم دیتے کہ لکھ لیا جائے چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کاغذ کے ٹکڑوں۔ کھجوروں کے پتوں۔ لکڑی کے تختوں پتھر کے ٹکڑوں چمڑے کے غلافوں اور کپڑے کے تھیلوں وغیرہ پر لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ تو عام صحابہ کا حال تھا لیکن چند صحابہ رضوان اللہ علیہم یہ مخصوص تھے جو کتاب وحی کے نام سے پکارے جاتے تھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے وحی لکھنے کے لئے مامور فرمایا تھا۔ ان کو آپ لکھنے کا حکم دیتے اور یہ بھی حکم دیتے کہ فلاں آیت کو فلاں سورۃ میں لکھو۔ یہ سب متفرق لکھے جاتے رہے مگر جب قرآن حکیم کا ایک معتدبہ حصہ آ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اور بہ اشارۂ جبرئیل امین۔ اسی ترتیب سے حفظ کروانا شروع کیا جو ترتیب لوح محفوظ میں ہے اور جو آج تک موجود ہے۔ جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری رمضان ۱۰ھ میں تو دو بار پورا قرآن شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سنایا۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت ایک خاصی بڑی جماعت حفاظ قرآن کی موجود تھی جن کو پورے کا پورا

قران شریف اسی موجودہ ترتیب الحمد سے والناس تک حفظ تھا۔ 5
لیکن اس موجودہ صورت میں صرف اس کی تحریر عمل میں نہیں آئی تھی ۱۱ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے آپ کے زمانہ خلافت میں جنگ یمامہ واقع ہوئی جس میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی جنگ ہوئی اس میں ۷۰ سے زیادہ حفاظ قرآن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم شہید ہوگئے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ قرآن شریف مطابق لوح محفوظ اور مطابق حفظ تحریر میں بھی لے آنا چاہئے۔ مبادا کہیں حفاظت قرآن کی شہادتوں سے قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہ ہوجائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے تو عذر کرتے رہے کہ جس کام کو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو میں کیسے کروں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ کو اس کام کے لئے کھول دیا آپ نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ان خوش نصیب بزرگوں میں سے ایک ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد ان سے قرآن حاصل کرنا تحریر و تسوید کے لئے مقرر فرمایا۔ آپ نے حفاظ صحابہ کی ایک جماعت کی مدد سے بڑی ہی احتیاط سے یعنی ہر نماز کے بعد مسجد نبوی میں دو دو گواہوں کی موجودگی میں آیات کی بموجب حفظ و بموجب ترتیب لوح محفوظ نقل کروانا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ سارا قرآن شریف یکجا جمع ہوگیا۔ اور اس طرح سارا قرآن شریف تحریر کے احاطہ میں آ گیا۔ جب یہ سب کچھ ہوگیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو محفوظ فرمادیا جو پھر آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ آپ کو کثرت مشاغل و کثرت جہاد کی وجہ سے اس کی نقلیں کرانے کا موقع نہیں ملا البتہ اس کی تعلیم و تعلم اور اس کی نشر و اشاعت و تبلیغ کا اس قدر اہتمام فرمایا جس کی مثال کہیں اور نہ ملے گی۔ جب ۲۳ھ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا تو آپ کی صاحبزادی اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس امانت میں آیا۔ حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے اُس وقت اسلام دور دراز ممالک تک پہنچ چکا تھا۔ اور نو مسلموں کی آمیزش سے گمان ہونے لگا تھا کہ قرآن شریف کی قرأت اور تلاوت میں گڑبڑ نہ ہوجائے اور مسلمانوں میں قرأت کا اختلاف نہ پڑ جائے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس امانتاً رکھے ہیں۔ انہیں بھیج دیجئے تاکہ میں ان کو نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس بھیج دوں چنانچہ حضرت حفصہؓ نے وہ صحائف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قرآن کے ماہر اور عالم تھے۔ ان سب کو بلایا اور فرمایا کہ قرآن کریم قریش کی قرأت پر لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا تاکہ قرأت کے اختلافات نہ رہیں۔ ان بزرگوں نے اس کام کو نہایت احتیاط سے مکمل فرمادیا۔ تب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی سات نقلیں کروائیں۔ ایک مدینہ منورہ میں روک لی۔ بقیہ چھ کو مکہ معظمہ، بصرہ، کوفہ، شام، یمن اور بحرین میں بھجوادیں۔ اور حکم دیا کہ ان کی متابعت کی جائے اور یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف سے بچایا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف پر تمام صحابہ نے اجماع کرلیا اور امت متفق ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مصاحف نقل کروائے تھے ان میں سے بعض اب تک موجود ہیں۔ اور ان کے آخر میں یہ عبارت بھی ہے کہ حضرت عثمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے یہ نقل ہوئے۔۱۹۰۴ء میں ماسکو میں مسلمانوں نے ایک کتب خانہ قائم کیا جس میں وہ مصحفِ عثمانی بھی موجود ہے جس کو پڑھتے ہوئے آپ شہید ہوئے تھے۔اور اس پر آپ کے خون کے نشانات بھی ہیں (تاریخ قرآن) الغرض آج جس صورت میں ہمارے پاس قرآن موجود ہے بالکل یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔اور یہی لوح محفوظ میں ہے اور قرآن حکیم میں ایک شوشے اور ایک حرف کا بھی اضافہ یا کمی یا تبدیلی نہیں کی گئی۔نہ اس کا امکان ہی تھا اور نہ ہے کیونکہ حق جل علی سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے۔انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔(سورۂ حجر)۔ بالتحقیق ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

الغرض یہ حفاظت قرآن کا ذکر اس بات پر آ گیا تھا کہ روافض نے ان آیات زیرِ تفسیر کو اس مقام سے غیر متعلق قرار دے کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ قرآن میں صحابہ رضوان اللہ علیہم نے تحریف کی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیات اس مقام سے قطعاً غیر متعلق نہیں ہیں بلکہ ان کو اس مقام سے گہرا تعلق ہے جیسا کہ شروع درس میں عرض کیا گیا۔اوپر حضرت لقمان نے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔اب اس امر توحید کی تاکید کے لئے حق تعالیٰ ان آیات میں ہدایت فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے کہ ان کی اطاعت اور خدمت کرے کیونکہ انہوں نے اس کے لئے بڑی مشقتیں جھیلی ہیں۔باپ کے احسانات تو ہوش وحواس کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں کہ اولاد کو کھلاتا پہناتا ہے لیکن ماں کے احسانات اس کی عالم بے خبری میں اس سے بھی بڑھ کر تھے اس لئے حق تعالیٰ ان کو یاد دلاتے ہیں کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا۔مہینوں تک اس کا بوجھ پیٹ میں اٹھائے اٹھائے پھری۔ضعف پر ضعف اٹھائے اس لئے کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے عورت کو ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔پھر وضع حمل کی تکلیف برداشت کی۔پھر دو برس تک دودھ پلایا۔اس درمیان میں نہ معلوم کیسی کیسی سختیاں جھیل کر بچہ کی تربیت کی۔اپنے آرام کو بچہ کے آرام پر قربان کیا لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اولاً خدا تعالیٰ کا اور ثانیاً اپنے ماں باپ کا خصوصاً ماں کا حق پہچانے یعنی اللہ کی عبادت کرے۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور ماں باپ کی خدمت واطاعت میں مشغول رہے جہاں تک کہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے اور اسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔

یہاں آیت میں الی المصیر میری ہی طرف پھیر کر آنا ہے فرما کر یہ تنبیہ کر دی کہ نہایت سرگرمی اور تن دہی سے حقوق اللہ اور حقوق الوالدین ادا کیا کرے اور یہ نہ سمجھے کہ اب خدا سے کیا کام پڑے گا۔نہیں پھر مجھ ہی سے کام پڑنا ہے اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تو اس اطاعت کے حکم پر یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ماں باپ خواہ بری بات کا حکم دیں خواہ بھلی بات کا ان کی اطاعت فرض ہے حالانکہ ان سے زیادہ ایک اور بھی قابل ادب واطاعت موجود ہے یعنی خدا تعالیٰ۔تو اگر ماں باپ دین کے خلاف کرنے کو کہیں اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ تو اس کا بھی حکم فرما دیا کہ ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہ کرنی چاہئے وہ ہزار زور ڈالیں اور کیسا ہی اصرار کریں کہ تو خدا کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر، تو اس بات کو نہ ماننا چاہئیے ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیکی اور سلوک کرتا رہے اور دین کے معاملہ میں پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چلے دین کے خلاف ماں باپ کی تقلید یا اطاعت نہ کرے۔اخیر میں ارشاد ہوا کہ تم سب کو میرے ہی پاس واپس آنا ہے اولاد اور والدین سب کو پتہ لگ جائے گا کہ کس کی زیادتی یا تقصیر تھی اس لئے کسی امر میں میرے حکم کے خلاف مت کرو۔تو گویا یہاں ضروری تنبیہ فرما دی کہ

شرک اتنی سخت اور قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے ان کی اطاعت اور خدمت کی۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور پھر دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے اس لئے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر کیونکہ میری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے اس وقت میں اعمال کی جزا و سزا دوں گا اس لئے احکام کی بجا آوری ضروری ہے اور باوجودیکہ ماں باپ کا اتنا بڑا حق ہے لیکن امر توحید ایسا عظیم الشان ہے کہ اگر تجھ پر وہ دونوں بھی اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل اور سند نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور ہاں یہ ضرور ہے کہ دنیا کے معاملات میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا اور دین کے بارہ میں صرف اس شخص کی راہ چلنا جو میری طرف رجوع ہو یعنی میرے احکام کا معتقد اور عامل ہو۔ پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر آنے کے وقت میں تم کو بتلا دوں گا جو جو کچھ تم کرتے تھے۔''

یہاں آیت میں جو دو سال میں دودھ چھڑانے کا ذکر ہے تو اس آیت سے امام شافعیؒ اور حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے استدلال کر کے یہ فتوی دیا ہے کہ دودھ پینے کی مدت جس کو مدت رضاعت کہتے ہیں دو برس تک ہے اور اسی پر جمہور علماء کا فتوی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ مدت رضاعت اڑھائی برس تک ہے کیونکہ ۲٦ ویں پارہ سورۂ احقاف میں فرمایا گیا ہے وحمله وفصاله ثلثون شهراً اس کا حمل اور اس کی دودھ بڑھائی تیس مہینوں میں ہوتی ہے۔

یہاں آیت میں والدین کے حقوق کا ذکر آ گیا اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدمت اور سلوک کا زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا پھر کون۔ فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا پھر کون۔ پھر ارشاد فرمایا تیرا باپ ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کی خوشنودی میں خدا کی خوشنودی ہے اور ان کی ناراضی میں خدا کی ناراضگی ہے۔

اب اگلی آیات میں حضرت لقمان کی بقیہ نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھیں ذکر کی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں اور جن کے ماں باپ حیاۃ ہیں ان کی خدمت و اطاعت پوری طرح کرنے کا عزم و ہمت نصیب فرمائیں اور جن کے ماں باپ گزر چکے ہیں ان کے ساتھ ایصال ثواب کر کے ان کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احکام خداوندی کو ہر حال میں مقدم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور حقوق العباد کے ساتھ حقوق اللہ بھی ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ

بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو

اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝١٦ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کردے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین ہے باخبر ہے۔ بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝١٧ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں سے اپنا رُخ مت پھیر

لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝١٨ وَاقْصِدْ

اور زمین پر اترا کر مت چل، بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر

فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝١٩

اور اپنی آواز کو پست کر بیشک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

يٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے	اِنَّهَا بیشک وہ	اِنْ تَكُ اگر ہو	مِثْقَالَ حَبَّةٍ وزن (برابر) دانہ	مِنْ سے (کے)	خَرْدَلٍ رائی	فَتَكُنْ پھر وہ ہو	فِيْ میں
صَخْرَةٍ سخت پتھر	اَوْ یا	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	اَوْ یا	فِي الْاَرْضِ زمین میں	يَاْتِ بِهَا لے آئیگا اسے	اللّٰهُ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَطِيْفٌ باریک بین
خَبِيْرٌ خبردار	يٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے	اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم کر نماز	وَاْمُرْ اور حکم دے	بِالْمَعْرُوْفِ اچھے کام	وَانْهَ اور روک تو	عَنِ سے	الْمُنْكَرِ بُری بات
وَاصْبِرْ اور صبر کر	عَلٰي پر	مَآ اَصَابَكَ جو تجھ پر پہنچے	اِنَّ ذٰلِكَ بیشک یہ	مِنْ سے	عَزْمِ الْاُمُوْرِ بڑی ہمت کے کام	وَلَا تُصَعِّرْ اور تو ٹیڑھا نہ کر	
خَدَّكَ اپنا رخسار	لِلنَّاسِ لوگوں سے	وَلَا تَمْشِ اور نہ چل تو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مَرَحًا اتراتا	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	
كُلَّ ہر کسی	مُخْتَالٍ اترانے والا	فَخُوْرٍ خودپسند	وَاقْصِدْ اور میانہ روی کر	فِيْ مَشْيِكَ اپنی رفتار میں	وَ اور	اغْضُضْ پست کر	مِنْ صَوْتِكَ اپنی آواز کو
اِنَّ بیشک	اَنْكَرَ سب سے ناپسندیدہ	الْاَصْوَاتِ آوازیں	لَصَوْتُ آواز	الْحَمِيْرِ گدھا			

تفسیر وتشریح:۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں اور وصیتیں کی تھیں ان کا بیان ہورہا ہے۔ سب سے پہلی نصیحت جو گذشتہ درس میں بیان ہوئی یہ تھی کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرنا۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک سے زیادہ برا کام اور کوئی نہیں۔

حضرت لقمان نے مزید نصیحتیں اور وصیتیں جو اپنے بیٹے کو فرمائیں وہ ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ یہ سب نصیحتیں حکمتوں سے پر ہیں اس لئے قرآن پاک ان کو نقل فرمارہا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کریں۔ پہلی نصیحت توحید کے متعلق تھی۔ اب دوسری نصیحت عقائد کے متعلق ہے اور حق تعالیٰ کے علم وقدرت کے متعلق وہ اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہیں کہ کوئی چیز ہو یا کوئی عمل ہو یا کوئی بات ہو اچھی یا بری۔ اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو اور فرض کرو کہ پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی پر یا زمین کی تاریک گہرائیوں میں ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی جب وقت آئے گا وہیں سے لا حاضر کرے گا اس لئے آدمی کو چاہئے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار

پردوں میں بھی جو کام کیا جائے گا وہ اللہ کے سامنے ہے۔ وہ باریک سے باریک شے کو دیکھ لیتا ہے اور جانتا ہے اور ہر چیز سے پوری طرح خبردار ہے اور ہر جگہ موجود ہے اس لئے انسان کو اس مغالطہ میں نہ رہنا چاہئے کہ جیسے آدمیوں کو چھپی باتوں اور پردے کے اندر کے کاموں سے واقفیت نہیں ہوتی اسی طرح چھپ کر کوئی گناہ کرلیا جائے تو اللہ کو خبر نہ ہوگی۔ ایسا سمجھنا نادانی ہے کوئی جگہ ایسی نہیں جو اللہ سے چھپی ہو اور صرف یہی نہیں کہ اللہ کو اس کا علم ہے بلکہ وہ اپنی قدرت سے اس کو حاضر کردینے پر بھی قادر ہے۔ وہ اس کو ہر جگہ سے نکال لاوے گا اور قیامت میں سامنے کردے گا۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ جو کام کرے اللہ کے علم وقدرت کو خیال رکھے۔

اب تصحیح عقائد کے بعد تیسری نصیحت اعمال کے متعلق ہے۔ چنانچہ انہوں نے نصیحت کی کہ بیٹا نماز ادا کرتا رہ۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت لقمان کے عہد میں نماز کا کیا طریقہ تھا۔ رکوع، سجود قیام وسلام کے ساتھ تھی یا کسی اور طرح سے۔ نماز درحقیقت اپنے خالق ومالک کے آگے عجز ونیاز کا نام ہے اور اس کے طریقے ہر نبی اور ہر زمانہ کے موافق مختلف رہے ہیں کہیں صرف دعا وگریہ زاری تھا کہیں سجدہ کرنا۔ کہیں اس کی تسبیح وتقدیس اور استغفار کرنا۔ امت محمدیہ کے عہد میں نماز کا وہ طریقہ قائم ہوا کہ جس میں سب باتیں آگئیں۔ آگے بیٹے کو تکمیل نفس کے بعد تکمیل غیر کی بھی نصیحت کرتے ہیں اس لئے دونوں باتیں ضروری ہیں خود بھی اچھا ہونا اللہ کی توحید وبندگی پر قائم رہنا اور دوسروں کو بھی راستی کی طرف لانا اس لئے نصیحت کی کہ نیک باتوں کی تعلیم کیا کر اور بری باتوں سے منع کیا کر۔ یہ تو اعمال کے متعلق نصیحت تھی آگے حسن معاشرت کی تعلیم دی اور کہا کہ تجھ پر اگر خدا کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے اور دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کرنا شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا یہ حوصلہ مندوں کا کام نہیں اس کے بعد تین باتیں اور تعلیم کیں اول یہ کہ لوگوں سے تکبر سے پیش نہ آنا یعنی لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح ان سے بات نہ کرنا اور غرور سے ان کی طرف مت دیکھنا بلکہ خندہ پیشانی سے ملنا۔ دوسرے یہ کہ زمین پر اترا کر مت چلنا۔ اترانے والے اور بڑائیاں مارنے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ تیسرے یہ کہ تواضع۔ متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کرنا۔ بے ضرورت مت بولنا۔ کلام کرتے وقت حد سے زیادہ نہ چلانا۔ چیخ چلا کر بات نہ کرنا۔ اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کس قدر کریہہ اور کرخت ہوتی ہے۔ تو چیخ چلا کر بات کرنا گویا گدھے کی آواز کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

حضرت لقمان کے متعلق جن کی نصیحتیں یہاں منقول ہوئیں جمہور مفسرین اسلام کا مشہور قول یہی ہے کہ حضرت لقمان اللہ تعالیٰ کے ولی۔ حکیم دانا تھے۔ نبی نہیں تھے تو انسان اگر نبی معصوم اور پیغمبر خدا بھی نہ ہو مگر حکمت ودانائی سے مشرف ہو تب بھی خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ عظیم الشان ہے۔ اسی لئے حضرت لقمان کو یہ عزت ملی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی ثنا اور توصیف فرمائی اور امت مسلمہ کے لئے ان کی بعض ان نصائح اور وصایا کو نقل فرمایا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ حتیٰ کہ قرآن کی ایک سورۃ ان کے نام سے منسوب ہوئی۔

۱- گذشتہ اور ان آیات میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے جو اہم نصیحت کی وہ شرک باللہ سے اجتناب اور توحید کا التزام ہے۔ حضرت لقمان نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا اور شرک ایسا گناہ ہے جو کسی حالت میں بھی قابل بخشش نہیں۔ مگر یہ کہ اس سے سچی توبہ دنیا میں کرلی جائے اور شرک جلی کی طرح شرک خفی بھی اعمال انسانی کو برباد کردیتا ہے اور اس طرح کھالیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھالیتی ہے۔ اور شرک خفی میں ریا۔ نمائش۔ شہرت پسندی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

۲- حضرت لقمان کی بحیثیت شفیق باپ کے بیٹے کو نصیحت کی مناسبت سے حق تعالیٰ نے امت مرحومہ کو یہ نصیحت وہدایت فرمائی کہ جب باپ اور ماں کی محبت کا یہ عالم ہے کہ وہ دنیوی اور اخروی کسی معاملہ میں بھی اولاد کو بے راہ دیکھنا نہیں چاہتے تاکہ انجام کار اولاد کو دکھ جھیلنا نہ

بڑے تو اولاد کے لئے بھی از بس ضروری ہے کہ وہ خدا کی صحیح اور حقیقی معرفت کے بعد سب سے زیادہ والدین کی خدمت اور ان کی رضا جوئی کو مقدم سمجھے حتیٰ کہ اگر والدین کافر و مشرک بھی ہوں تب بھی اولاد کا فرض ہے کہ ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک۔ تواضع اور نیازمندی کو ہاتھ سے نہ دے البتہ اگر وہ دین حق سے اعراض اور شرک کے اختیار پر اصرار کریں تو اس کو قبول نہ کرے اس لئے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت درست نہیں۔ لیکن اپنے اس انکار کے وقت بھی نرمی اور حسن خطابت کو نہ چھوڑے اور درشت کلامی نہ اختیار کرے۔

اسی اہمیت کے پیش نظر حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ اپنے حقوق یعنی توحید باللہ کے ساتھ ساتھ حقوق والدین کا ذکر کیا اور ان کو تمام حقوق پر مقدم رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

۳- حضرت لقمان کی جو دوسری نصیحتیں مذکور ہوئیں ان میں اطاعت خداوندی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسن خلق اور تواضع کی ترغیب اور کبر۔ شیخی اور بد خلقی کی مذمت کی گئی۔ حضرت لقمان نے امر و نہی میں ان باتوں کو خصوصیت کے ساتھ انتخاب فرمایا اس لئے کہ کائنات میں جس قدر بھی بھلائی اور برائی پیش آتی ہے ان سب کی جڑ و بنیاد یہی امور ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت مرحومہ کو ان امور کی اہمیت پر بہت زیادہ توجہ دلائی ہے۔

۴- حضرت لقمان نے درشت اور کرخت آواز سے بات چیت کرنے کو بھی منع فرمایا اس لئے کہ نرم گفتاری حسن خلق کا شعبہ اور درشت اور کرخت لہجہ بد خلقی کا جزو ہے۔ اور اسی بنا پر اس طرز گفتگو کو "صوتِ حمار" یعنی گدھے کی آواز سے مشابہ بتایا گیا ہے۔ اور گدھے کی آواز کے متعلق یہ حدیث مشہور و معروف ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے فضل طلب کرو اور گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے پناہ مانگو اس لئے کہ وہ شیطان کو دیکھ کر آواز کرتا ہے۔ یعنی مرغ کی آواز ملائکۃ اللہ کے نزول کی دلیل ہے کیونکہ وہ سحر میں تسبیح کا عادی ہے اور گدھے کی آواز نزول شیاطین کا پتہ دیتی ہے۔

۵- حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصائح کیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "زمین پر اکڑ کر نہ چلو" اس مضمون کو قرآن کریم نے سورۂ بنی اسرائیل پندرہویں پارہ میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ **ولا تمش فی الارض مرحاً انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولاً** اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل تو اپنے اس انداز رفتار سے نہ زمین کو پھاڑ سکے گا نہ پہاڑوں کی چوٹیوں تک طویل ہو جائے گا۔" یعنی مغرور انسان کے انداز رفتار کی مذمت فرمائی گئی کہ وہ قدم کو زمین پر اس طرح رکھتا ہے کہ گویا اس کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنی اکڑی ہوئی بلند گردن کے ذریعہ گویا پہاڑوں کی بلندی سے بھی اونچا ہو جانا چاہتا ہے مگر یہ نہیں سمجھتا کہ وہ ان میں سے کوئی بات بھی نہ کر سکے گا پھر بلا وجہ اکڑ کر چلنے کے کیا معنیٰ؟ اس کے برعکس متواضع اور بااخلاق انسانوں کی سورۂ فرقان انیسویں پارہ میں یہ کیفیت بیان کی گئی۔ **وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماًo** اور جو رحمان کے بندے (یعنی حکم بردار فرمانبردار بندے) ہیں وہ زمین پر وقار۔ اور تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو وہ جہالت سے بچنے کے لئے سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔

الغرض عرب میں نزول قرآن کے وقت حکمت لقمان کا کافی چرچا تھا اور وہ اکثر مجالس میں ان کے حکیمانہ اقوال کو نقل کرتے رہتے تھے ان کو ایمان اور عمل صالح سے متعلق حضرت لقمان کے یہ پند و نصائح سنائے گئے کہ اگر حضرت لقمان ہی کے معتقد ہو تو ان کی یہ نصیحتیں سن کر توحید اختیار کرو اور شرک و کفر سے باز آؤ۔

اسی سلسلہ میں آگے پھر اصل مضمون توحید یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور احسان و انعام یاد دلا کر توحید باری تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور ایمان اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری

وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ وَاِذَا

اور باطنی پوری کر رکھی ہیں اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں بدوں واقفیت اور بدوں کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔اور جب

قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ

اُن سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے کیا اگر شیطان

يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۲۱ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اُن کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی (انہی کا اتباع کریں گے)۔اور جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۲۲

تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا۔

اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	سَخَّرَ مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	مَّا جو کچھ	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو کچھ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	
وَاَسْبَغَ اور بھرپور دیں	عَلَيْكُمْ تم پر (تمہیں)	نِعَمَهٗ اپنی نعمتیں	ظَاهِرَةً ظاہر	وَّبَاطِنَةً اور پوشیدہ	وَ اور	مِنَ بعض	النَّاسِ لوگ	مَنْ جو
يُّجَادِلُ جھگڑتا ہے	فِي اللّٰهِ اللہ (کے بارہ میں)	بِغَيْرِ بغیر	عِلْمٍ علم	وَّلَا هُدًى اور بغیر ہدایت	وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ اور بغیر کتاب روشن	وَاِذَا اور جب		
قِيْلَ کہا جائے	لَهُمُ اُن سے	اتَّبِعُوْا تم پیروی کرو	مَآ اَنْزَلَ جو نازل کیا	اللّٰهُ اللہ	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	بَلْ نَتَّبِعُ بلکہ ہم پیروی کریں گے	مَا وَجَدْنَا جو ہم نے پایا	
عَلَيْهِ اس پر	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا	اَوَلَوْ کیا اگر	كَانَ ہو	الشَّيْطٰنُ شیطان	يَدْعُوْهُمْ ان کو بلاتا	اِلٰى طرف	عَذَابِ عذاب	السَّعِيْرِ دوزخ
وَمَنْ اور جو	يُّسْلِمْ جھکا دے	وَجْهَهٗٓ اپنا چہرہ	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	وَهُوَ اور وہ	مُحْسِنٌ نیکوکار	فَقَدِ اسْتَمْسَكَ تو بیشک اس نے تھام لیا		
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى حلقہ مضبوط	وَ اور	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	عَاقِبَةُ انجام	الْاُمُوْرِ تمام کام (جمع)				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں شروع سورۃ سے توحید کا مضمون بیان ہوتا آ رہا تھا اور اسی کی مناسبت سے درمیان میں حضرت لقمان کی نصیحتوں اور وصیتوں کا ذکر آ گیا تھا اب آگے پھر مضمون توحید ہی کے متعلق ہے اور ان آیات میں حق تعالیٰ کی عظمت وجلال اور احسان و انعام یاد دلا کر توحید کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ تمہیں یہ نہیں سوجھتا کہ آسمان اور زمین کی ساری مخلوق تمہارے کام میں لگی ہوئی ہے دیکھو آسمان کے ستارے تمہارے کام میں مشغول ہیں۔ چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں۔ بادل بارش گرمی سردی تمہارے نفع کی چیزیں ہیں۔ زمین کی نہریں۔ چشمے۔ دریا۔ سمندر۔ درخت۔ کھیتی پھول پھل یہ سب نعمتیں اسی نے دے رکھی ہیں۔ ہوا۔ روشنی۔ آگ۔ پانی غذا مکان لباس یہ سب نعمتیں ساری مخلوق بشری کے لئے عام ہیں ہاتھ پاؤں کان آنکھ ناک صحت تندرستی یہ تم سب کو دے رکھی ہیں پھر ان ظاہری بے شمار نعمتوں کے علاوہ باطنی بے شمار نعمتیں بھی اس نے دے

رکھی ہیں جیسے عقل فہم فراست سوچ سمجھ وغیرہ وغیرہ۔ تو جس نے اتنی لاتعداد نعمتیں دے رکھی ہیں حق تو یہ تھا کہ اس کی ذات پر سب کے سب ایمان لاتے مگر ایسے کھلے ہوئے انعامات واحسانات کے باوجود بعض لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ کی وحدانیت میں یا اس کی صفات میں یا اس کے احکام وشرائع میں جھگڑتے ہیں اور محض بے سند جھگڑتے ہیں نہ کوئی علمی اور عقلی اصول ان کے پاس ہے۔ نہ کسی ہادیٔ برحق کی ہدایت۔ نہ کسی مستند اور روشن کتاب کا حوالہ۔ محض جہالت و ضلالت سے بغیر کسی سند اور دلیل کے اپنے کفروشرک پر اڑے ہوئے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی نازل کردہ وحی کا اتباع کرو اور اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کو کیسے چھوڑ دیں ہم تو اپنے باپ دادا کے ہی طریقہ پر چلیں گے۔ قرآن پاک نے محض باپ دادا کی اندھی تقلید کی بیسوں جگہ مذمت کی ہے۔ آج ہمارے بہت سے کلمہ گو بھائی بھی اپنے افعال واعمال کی دلیل اسی باپ دادا کی ریت کو بتاتے ہیں اور خلاف شرع رسوم اور بدعات وغیرہ کی حمایت میں ایک یہی ان کا جواب ہے کہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں۔ ہم اپنے باپ دادا سے ایسا ہی سنتے آئے ہیں ہم تو ان ہی کے راستہ پر چلیں گے۔ تو اسلام اور ایمان کے مقابلہ میں کفار ومشرکین بھی یہی کہتے تھے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی لکیر کے فقیر ہیں۔ تو ان منکرین کو حق تعالیٰ کی طرف سے کیا خوب جواب عنایت فرمایا جاتا ہے کہ اگر شیطان تمہارے باپ دادوں کو دوزخ کی طرف لے جارہا ہو۔ تب بھی تم ان ہی کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ گریں گے وہیں جا کر گرو گے؟ آگے ان کجرووں کے مقابلہ میں سلامت روی کا نتیجہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اس کی فرمانبرداری صدق دل سے اختیار کی تو سمجھ لو کہ اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ میں تھام لیا۔ جب تک یہ کڑا پکڑے رہے گا گرنے یا چوٹ کھانے کا کوئی اندیشہ نہیں یعنی جس طرح کوئی پستی سے بلندی کی طرف چڑھنے والا کسی مستحکم اور مضبوط رسی کو تھام کر مطمئن ہو جاتا ہے یہی حال اس شخص کا ہے کہ جو دلی ارادت کے ساتھ اللہ کا فرمانبردار ہو جائے۔ تو جس نے یہ کڑا مضبوط تھامے رکھا وہ آخر اسکے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائے گا اور نجات کا بڑا قوی ذریعہ اس کے ہاتھ آجائے گا اور خدا اس کا انجام درست کر دیگا۔

اب یہاں آیت میں اس جملہ پر غور کیجئے **واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل الله** اور جب ان سے یعنی منکرین سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو یعنی قرآن کریم کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ تو وہ منکرین اس کا جواب دیتے تھے **بل نتبع ما وجدنا عليه اٰبآءَ نا**۔ نہیں ہم اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے یہ تو تھا منکرین قرآن کا جواب لیکن اگر آپ آج یہی مطالبہ اور یہی سوال اپنے ہم وطنوں سے کریں کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے تو معلوم ہے یورپی تہذیب کے دلدادہ اور مغربیت کے شیدائیوں کی طرف سے آپ کو کیا کیا جواب ملیں گے؟ پہلا جواب یہ ہوگا کہ یہ چودہ سو سال کا پرانا قانون اس ترقی کے زمانہ میں کیسے چل سکتا ہے؟ دوسرا جواب یہ ملے گا کہ قرآن نے جو سزائیں اور حدود مقرر کئے ہیں وہ یورپ کی نظر میں وحشیانہ سزائیں ہیں۔ چور کے ہاتھ کاٹ دینا اور زانی کو کوڑے مارنا یا سنگسار کر دینا۔ تو یہ سزائیں جاری کر کے ہم یورپ کی نظر میں غیر مہذب اور وحشی کیسے بنیں؟ تیسرا جواب یہ ملے گا کہ قرآنی اتباع میں شراب بند کر دی جائے اور شرابی کے کوڑے لگائے جائیں تو غیر ملکی مہمانوں کی شراب و کباب سے ضیافت کیسے ہو سکے گی جو ان کی مہمانداری کے لوازم میں سے ہے؟ چوتھا جواب یہ ملے گا کہ قرآنی اتباع میں سود کا لین دین ختم کر دیا جائے تو ساری غیر ملکی تجارت کاروبار اور لین دین سب ہی ٹھپ ہو جائے گا۔ پانچواں جواب یہ ملے گا کہ قرآنی شرم وحیا اور پردہ ہماری مستورات کی ترقی اور جدید تہذیب میں رکاوٹ بنے گا۔ ہم اپنی بہو۔ بیٹیوں

کو غیروں کے بغل میں بٹھائے بغیر اور غیروں کی بہو بیٹیوں کو اپنے بغل میں بٹھائے بغیر اور یورپ کی تہذیب جدید کا مظاہرہ کئے بغیر یورپ والوں سے مہذب اور ترقی یافتہ کیسے کہلائیں گے؟ تو اس چیز کا اتباع کیسے کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ کفار و منکرین کو تو ایک ہی عذر تھا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کے خلاف کیسے دوسرا طریقہ اختیار کریں اور یہاں بیسوں اور پچاسوں عذر ہیں اتباع قرآن کے لئے اور ساتھ ہی اسلام اور ایمان کے بلند دعوے بھی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

دیکھئے سورۂ مائدہ چھٹے پارہ میں صاف فرمایا گیا ہے **ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الکٰفرون.** اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں۔

(۲) پھر آگے اسی سورۂ مائدہ پ ۶ میں فرمایا گیا **ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفٰسقون.** جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ فاسق ہیں یعنی بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔

(۳) پھر اسی سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا **ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الظٰلمون.** اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ظالم ہیں۔

سورۂ مائدہ کی ان آیات کے تحت علمائے محققین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص حکم خداوندی کو حقیر یا غلط یا خلاف مصلحت یا خلاف تہذیب سمجھ کر اس کا انکار کردے اور قانون شریعت اسلامیہ میں تغیر و تبدل کر کے اپنی طرف سے نیا حکم تجویز کردے تو ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے۔ اور اگر دل میں حکم خداوندی کی تصدیق اور اس کی عظمت اور اس کی حقانیت کا اعتراف موجود ہے اور محض غلبۂ نفس یا کسی دنیاوی مجبوری اور معذوری کی بنا پر بادل ناخواستہ حکم خداوندی کے خلاف فیصلہ کردے تو شریعت اسلامیہ میں وہ کافر نہ ہوگا بلکہ فقط گناہ گار ہوگا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتقاد کی غلطی عملی غلطی سے زیادہ سخت اور تباہ کن ہوتی ہے۔

تو جہاں حق تعالیٰ نے اس اندھی تقلید کی مذمت اور اس کی قباحت میں منکرین کے جواب پر ان کی ضلالت ظاہر کرنے کے لئے یہ فرمایا **اولو کان الشیطٰن یدعوھم الی عذاب السعیر ہ** یعنی کوئی ان سے پوچھے کہ کیا وہ ہر حالت میں اپنے بڑوں ہی کی پیروی کریں گے اگرچہ ان کو شیطان عذاب جہنم کی طرف بلاتا رہا ہو۔ وہیں حق تعالیٰ نے اگلی ہی آیت میں اس سچے اسلام اور ایمان کی حقیقت کو بھی ظاہر فرمادیا کہ جو اسلام اور ایمان مطلوب ہے اور جو حقیقت میں کام آنے والا ہے۔ فرمایا **ومن یسلم وجھہ الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقٰی.** اور جو شخص حق کا اتباع کر کے اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی اور اس کے ساتھ وہ محسن یعنی مخلص بھی ہو یعنی محض ظاہری اسلام نہ ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور یہ شخص ہلاکت و خسران سے محفوظ ہوگیا۔ تو معلوم ہوا کہ ہلاکت اور خسرانِ آخرت سے بچنے کے لئے محض زبانی اور ظاہری اسلام کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ حقیقی اسلام اور خالص ایمان پر یہ بشارت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ جو خدا کا سچا فرمانبردار بن جائے اور جو شریعت کا تابعدار ہو جائے خدا کے حکموں پر عمل کرے اور اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرے۔ خدا کے منع کردہ کاموں سے باز آجائے اس نے مضبوط دستاویز لے لیا گویا خدا کا وعدہ لے لیا کہ وہ عذاب آخرت سے نجات یافتہ ہے۔ ابھی آگے بھی انہی منکرین کے متعلق مضمون جاری ہے کہ یہ جو حق کو نہیں سمجھتے اور اپنے انکار حق پر جمے ہوئے ہیں تو ابھی یہ چند روز مزے دنیا میں اڑالیں پھر ان کو ایک سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لایا جائے گا یعنی آخرت میں عذاب جہنم سے واسطہ پڑنا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

اور جو شخص کفر کرے سو آپ کیلئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہیے اِن سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم ان کو جتلا دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں

الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ

خوب معلوم ہیں۔ ہم ان کو چندروزہ عیش دیئے ہوئے ہیں پھر ان کو کشاں کشاں ایک سخت عذاب کی طرف لے آویں گے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي

آسمانوں و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ کہیئے کہ الحمدللہ۔ بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔ جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ

آسمانوں اور زمین میں موجود ہے سب اللہ ہی کا ہے اور بیشک اللہ بے نیاز سب خوبیوں والا ہے۔ اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں

وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ

اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اس میں اور شامل ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں، بیشک خدا تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا

وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ دیکھتا ہے۔

وَ اور	مَنْ كَفَرَ جس نے کفر کیا	فَلَا يَحْزُنْكَ تو آپ کو غمگین نہ کردے	كُفْرُهٗ اس کا کفر	اِلَيْنَا ہماری طرف	مَرْجِعُهُمْ اُن کا لوٹنا			
فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا پھر ہم انہیں ضرور جتلائیں گے وہ جو	عَمِلُوْا وہ کرتے تھے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینوں (دلوں) کے بھید				
نُمَتِّعُهُمْ ہم نہیں فائدہ دینگے	قَلِيْلًا تھوڑا	ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ پھر ہم انہیں کھینچ لائینگے	اِلٰى طرف	عَذَابٍ عذاب	غَلِيْظٍ سخت	وَلَئِنْ اور اگر		
سَاَلْتَهُمْ تم ان سے پوچھو	مَنْ خَلَقَ کس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ اور زمین	لَيَقُوْلُنَّ تو وہ یقیناً کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	قُلِ فرمادیں		
الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ کے لئے	بَلْ اَكْثَرُهُمْ بلکہ ان کے اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں	لِلّٰهِ اللہ کے لئے	مَا جو کچھ	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں			
وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	الْحَمِيْدُ تعریفوں کے ساتھ	وَلَوْ اور اگر	اَنَّ یہ ہو کہ	مَا جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں
مِنْ سے کوئی	شَجَرَةٍ درخت	اَقْلَامٌ قلمیں	وَالْبَحْرُ اور سمندر	يَمُدُّهٗ اسکی سیاہی	مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد	سَبْعَةُ سات	اَبْحُرٍ سمندر (جمع)	
مَا نَفِدَتْ تو بھی ختم نہ ہوں	كَلِمٰتُ اللّٰهِ اللہ کی باتیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَزِيْزٌ غالب	حَكِيْمٌ حکمت والا	مَا خَلْقُكُمْ نہیں تم سب کا پیدا کرنا			
	وَلَا بَعْثُكُمْ اور نہیں تمہارا جی اٹھانا	اِلَّا مگر	كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ جیسے ایک شخص	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	بَصِيْرٌ دیکھنے والا		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے یعنی پوری طرح اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دے دے اور اس کی فرمانبرداری صدق دل سے اختیار کر لے اور اپنے سارے معاملات کو اس کے سپرد کر دے اور اس کی دی

ہوئی ہدایات کو اپنی پوری زندگی کا قانون بنالے تو سمجھ لو کہ اس نے ایک مضبوط حلقہ تھام لیا اور اس شخص کے مشابہ ہوگیا جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں تھام کر بلندی پر چڑھنے میں گرنے سے مامون اور محفوظ ہوجاتا ہے اسی طرح یہ شخص ہلاکت اور خسران آخرت سے محفوظ و مامون ہوگیا۔ تو اس میں مومنین کو ترغیب و تعلیم تھی کہ تم اپنا علاقہ خدا سے اخلاص کے ساتھ جوڑے رکھو۔ اب آگے منکرین کے متعلق مضمون ہے اور ان آیات میں پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو منکرین کو سمجھانے کا حق ادا کر چکے قرآن کریم کی آیات انہیں سناویں اب بھی جو شخص آپ کی بات ماننے سے انکار کرتا ہے تو آپ غم نہ کریں۔ ان منکرین کو بالآخر ہمارے ہی پاس آنا ہے۔ اس وقت سب کیا دھرا سامنے آجائے گا۔ کسی جرم کو اللہ سے چھپا نہ سکیں گے کیونکہ وہ تو دلوں تک کے راز جانتا ہے۔ سب کھول کر رکھ دے گا۔ اور ان کے اعمال کا نتیجہ سامنے آجائے گا اور اگر یہ لوگ محض چندروزہ عیش پر بھول رہے ہیں تو ان کی بڑی غلطی ہے کیونکہ یہ دائمی نہیں بلکہ تھوڑے دن کا عیش و بے فکری ہے مہلت ختم ہوجانے پر سخت سزا کے نیچے کھنچے چلے آئیں گے۔ مجال ہے کہ پھر چھوٹ کر کہیں بھاگ جائیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ گو یہ منکرین دلائل پر غور فکر نہیں کرتے۔ محض باپ دادا کی اندھی تقلید میں گرفتار ہیں لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور خالق ہونے کا و نیز قادر و مالک ہونے کا فطری طور پر ایسا علم ہے کہ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ تو شکر ہے کہ اتنی بات تو جانتے اور مانتے ہیں اور اس کا زبان سے اعتراف کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا بجز اللہ کے کسی اور کا کام نہیں تو پھر اب کونسی خوبی رہ گئی جو اس کی ذات میں نہ ہو۔ لامحالہ خالق السموٰت والارض میں تمام کمالات

تسلیم کرنے پڑیں گے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ خالق تنہا وہ ہے اور تخلیق کائنات میں کسی اور کا حصہ نہیں تو کوئی دوسری ہستی معبود ہونے کی کیسی مستحق ہوسکتی ہے اور دوسرے معبود کیونکر بن گئے۔ بات تو صاف ہے پر بہت سے لوگ نہیں سمجھتے اور یہاں آکر اٹک جاتے ہیں۔ جب ایک شخص یہ مانتا ہے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق صرف اللہ ہے تو لازماً اس کو یہ بھی ماننا چاہئے کہ الٰہ اور رب بھی صرف اللہ ہی ہے۔ عبادت و طاعت و بندگی کا مستحق بھی تنہا وہی ہے۔ خالق ایک ہو اور معبود دوسرا یہ بالکل عقل کے خلاف ہے اور سراسر متضاد بات ہے جس کا قائل وہی ہوسکتا ہے جو جہالت و لاعلمی میں ڈوبا ہوا ہو اور پھر حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے بلکہ درحقیقت وہی ان سب چیزوں کا مالک بھی ہے جو زمین اور آسمانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ نے اپنی یہ کائنات بنا کر یونہی نہیں چھوڑ دی کہ جو چاہے اس کا یا اس کے کسی حصہ کا مالک بن بیٹھے بلکہ سب اس کی مخلوق اور مملوک ہیں اور سب اسی کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ تو جو شخص کفر کرتا ہے اس کا کفر اسی کے لئے نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کا اس سے کوئی نقصان نہیں کیونکہ اس کی ذات جملہ صفات کمالیہ کا مخزن و منبع ہے اور وہ بالذات سب خوبیوں اور عزتوں کا مالک ہے پھر اسے کسی کی کیا پروا ہوسکتی ہے۔ پس سزاوار الوہیت وہی ہے۔ اور اس کی خوبیاں اور کمالات تو اس کثرت سے ہیں کہ فرض کرو کہ تمام دنیا کے درختوں کو تراش کر قلم بنالیں اور موجودہ سمندروں کی روشنائی تیار کی جائے اور پھر مزید سات سمندر روشنائی بن کر اس میں شامل ہوجائیں اور تمام مخلوق اپنی اپنی بساط کے موافق لکھنا شروع کرے تب بھی حق تعالیٰ کے کمالات اور عظمت و جلال کی باتیں ختم نہ ہوں اور لکھنے والوں کی عمریں ختم ہوجائیں قلم گھس گھس کر ٹوٹ جائیں۔ روشنائی ختم ہوجائے گی پر اللہ کی

تعریفیں۔اس کی خوبیاں اور کمالات ختم نہ ہوں گے۔ بھلا محدود اور متناہی قوتوں سے لامحدود اور غیر متناہی کا سرانجام کیونکر ہو سکتا ہے۔ بظاہر ایک شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ شاید اس قول میں مبالغہ کیا گیا ہے لیکن درحقیقت اس میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں جتنے قلم اس زمین کے درختوں سے بن سکتے ہیں اور جتنی روشنائی زمین کے موجودہ سمندر اور ویسے ہی سات مزید سمندر فراہم کر سکتے ہیں ان سے اللہ کی قدرت وحکمت اور اس کے سارے کمالات تو درکنار شاید موجودات عالم کی مکمل فہرست بھی نہیں لکھی جاسکتی۔تو یہاں اس بیان سے دراصل یہ تصور دلانا مقصود ہے کہ جو خدا ایسی قدرت اور ایسے کمالات والا ہے اور جو اتنی بڑی کائنات کو وجود میں لایا ہے اور جو ازل سے ابد تک اس کا سارا نظم ونسق چلا رہا ہے اس کی خدائی میں ان ہستیوں کی حیثیت ہی کیا ہے جنہیں یہ مشرکین معبود بنائے بیٹھے ہیں۔آگے مسئلہ بعث یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ یہ منکرین بدفہم اس کو دشوار اور محال سمجھ رہے ہیں حالانکہ وہ ایسا قادر ہے کہ تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو زندہ کر کے قیامت میں اٹھانا صرف ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا اور ظاہر ہے کہ ایک جان کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔پس تم سب کا بھی زندہ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا کیونکہ اسے کسی کام کے لئے کوئی سامان نہیں کرنا پڑتا بلکہ وہاں تو صرف حکم کی دیر ہے۔بس ادھر حکم ہوا ادھر وہ چیز موجود۔اخیر میں ارشاد ہوا **ان اللہ سمیع بصیر** یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے اس لئے اس سے ان منکرین کا کوئی قول وفعل مخفی نہیں۔پس جو لوگ باوجود ان دلائل کے بعث بعدالموت کا انکار کر رہے ہیں اور اس جرأت پر کفروشرک فسق وفجور پر جمے ہوئے ہیں وہ ان سب کو سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے اور ہٹ دھرموں کو سخت سزا دے گا جو خواہ مخواہ اس کے کمالات کا انکار کر رہے ہیں۔

ابھی آگے بھی یہی مضمون توحید جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ اس نے کفروشرک سے بچا کر ہم کو اسلام وایمان کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اس پر استقامت عطا فرماویں اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائیں۔اور اس زندگی میں ہم کو آخرت کا فکر اور وہاں کی ہمہ وقت کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دنیا کا چندروزہ عیش وبہار ہم کو آخرت سے غفلت میں نہ ڈالنے پائے۔یا اللہ! آپ کی عظمت اور کمالات کی باتیں لامحدود اور غیر متناہی ہیں ان کا حصر مخلوق سے کہاں ممکن ہے بیشک آپ سمیع بصیر ہیں سب کچھ آپ سنتے اور سب کچھ آپ دیکھتے ہیں موجودات کا کوئی ذرہ آپ کے عالم محیط سے غائب نہیں ہے۔

یا اللہ! بیشک ایک دن ہم کو آپ کے سامنے کھڑا ہونا اور اپنے اعمال دنیا کی جواب دہی دینا ہے۔یا اللہ ہمیں اس دن کی فکر دائمی نصیب فرما اور دنیا ہی میں موت سے پہلے اپنی کوتاہیوں کا سچی توبہ اور استغفار سے تدارک کر لینے کی توفیق عطا فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْٓ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک مقرر وقت تک

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ

چلتا رہے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں

مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ﴿٣٠﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ

بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالی شان اور بڑا ہے۔ اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی دریا میں چلتی ہے

اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣١﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا

تا کہ تم کو اپنی نشانیاں دکھلا دے اس میں نشانیاں ہیں ہر ایسے شخص کیلئے جو صابر شاکر ہو۔ اور جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے

اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿٣٢﴾

اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے سو بعضے تو ان میں اعتدال پر رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکر ہیں۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يُوْلِجُ داخل کرتا ہے	الَّيْلَ رات	فِى النَّهَارِ دن میں	وَيُوْلِجُ اور داخل کرتا ہے	النَّهَارَ دن	فِى الَّيْلِ رات میں	
وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ ہر ایک	يَّجْرِىْ چلتا رہے گا	اِلٰى طرف	اَجَلٍ مدت	مُّسَمًّى مقررہ	وَّاَنَّ اور یہ کہ
اللّٰهَ اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو کچھ تم کرتے ہو	خَبِيْرٌ خبردار	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّ اللّٰهَ اس لئے کہ اللہ	هُوَ الْحَقُّ وہی برحق	وَاَنَّ اور یہ کہ	مَا جو جس	
يَدْعُوْنَ وہ پرستش کرتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	الْبَاطِلُ باطل	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہی	الْعَلِىُّ بلند مرتبہ	الْكَبِيْرُ بڑائی والا	
اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ کہ	الْفُلْكَ کشتی	تَجْرِىْ چلتی ہے	فِى الْبَحْرِ دریا میں	بِنِعْمَتِ اللّٰهِ اللہ کی نعمتوں کیساتھ	لِيُرِيَكُمْ تا کہ وہ تمہیں دکھا دے		
مِنْ اٰيٰتِهٖ اسکی نشانیاں	اِنَّ بیشک	فِىْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّكُلِّ واسطے ہر	صَبَّارٍ بڑے صبر والے	شَكُوْرٍ بڑے شکر گزار	وَاِذَا اور جب	
غَشِيَهُمْ اُن پر چھا جاتی ہے	مَّوْجٌ موج	كَالظُّلَلِ سائبانوں کی طرح	دَعَوُا اللّٰهَ وہ اللہ کو پکارتے ہیں	مُخْلِصِيْنَ خالص کر کے	لَهُ الدِّيْنَ اس کیلئے دین عبادت			
فَلَمَّا پھر جب	نَجّٰىهُمْ اس نے انہیں بچا لیا	اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف	فَمِنْهُمْ تو ان میں کوئی	مُّقْتَصِدٌ میانہ رو	وَمَا يَجْحَدُ اور انکار نہیں کرتا			
بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کا	اِلَّا سوائے	كُلُّ ہر	خَتَّارٍ عہد شکن	كَفُوْرٍ ناشکرا				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے کمالات کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر ان سب کے قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی بن جائے اور پھر سات مزید سمندر روشنائی بن کر اس میں شامل ہو جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کے کمالات کی باتیں لکھنے سے ختم نہ ہوں۔ اسی سلسلہ میں آگے مزید توحید کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے اور تمام انسانوں کو خطاب کر کے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ ہر شخص پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے اور چاند سورج جیسے عظیم کرات کو ایک مزدور کی طرح کام میں لگا رکھا ہے یہ رات اور دن کا پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ آنا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ سورج اور چاند پوری طرح ایک

ضابطہ میں بندھے ہوئے ہیں۔ یہاں صرف سورج اور چاند کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں عالم بالا کی وہ نمایاں چیزیں ہیں جن کو مشرکین قدیم زمانہ سے معبود بناتے چلے آئے ہیں۔ آج بھی بہت سے انسان انہیں اپنا دیوتا تسلیم کرتے ہیں ورنہ درحقیقت اس زمین سمیت کائنات کے تمام ستارے اور سیارے اللہ تعالیٰ کے ایک اٹل ضابطہ میں کسے ہوئے ہیں جس سے وہ بال برابر ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتے پھر آگے یہ تصریح بھی فرمادی کہ ہر چیز کی مدت عمر مقرر کردی گئی ہے اسی وقت تک وہ چل رہی ہے۔ سورج ہو یا چاند یا کائنات کا کوئی اور ستارہ یا سیارہ ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ ہر ایک کا ایک وقت آغاز ہے۔ جس سے پہلے وہ موجود نہ تھی اور ایک وقت اس کے خاتمہ کا ہے جس کے بعد وہ موجود نہ رہے گی۔ اس تصریح سے مقصود یہ جتلانا ہے کہ ایسی حادث اور بے بس چیزیں آخر معبود کیسے ہوسکتی ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی یہ صفات اور کمالات عظیمہ اس لئے ذکر کی گئیں کہ سننے والے سمجھ لیں کہ ایک خدا کو ماننا اور صرف اس کی ہی عبادت کرنا ٹھیک راستہ ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے باطل اور جھوٹ ہے۔ لہٰذا بندہ کی انتہائی پستی اور تذلل جس کا نام عبادت ہے اسی بلند اور برتر قدرت والے کے لئے ہونی چاہئے۔ آگے توحید کی ایک دوسری دلیل دی جاتی ہے اور یہاں بھی عام انسانوں کو مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ کیا تم کو توحید کی یہ دلیل معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی یا جہاز دریا یا سمندر میں چلتے ہیں اور اس میں اس کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں یعنی ایسی نشانیاں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اختیارات بالکل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ انسان خواہ کیسے ہی مضبوط اور بحری سفر کے لئے موزوں جہاز بنالے اور جہاز رانی کے فن اور اس سے تعلق رکھنے والی معلومات اور تجربات میں کتنا ہی کمال حاصل کرلے لیکن سمندر میں جن ہولناک طاقتوں سے اس کو سابقہ پیش آتا ہے ان کے مقابلہ میں وہ تنہا اپنی تدابیر کے بل بوتہ پر بخیریت سفر نہیں کرسکتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم پھرتے ہی آدمی کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کے ذرائع و وسائل اور کمالات فن کتنے پانی میں ہیں۔ جن کو زندگی میں کبھی ایسا سابقہ پڑا ہے وہ اس کا احساس خوب کرسکتے ہیں۔ آدمی امن و اطمینان کی حالت میں چاہے کیسا ہی سخت دہریہ یا کٹر مشرک ہو لیکن سمندر کے طوفان میں جب اس کی کشتی ڈوبنے لگتی ہے اس وقت دہریہ کو بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ خدا ہے اور مشرک بھی جان لیتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس بحری سفر کے احوال وحوادث میں غور کرنا انسان کے لئے صبر و شکر کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ جب طوفان اٹھ رہے ہوں اور جہاز طوفانی موجوں کے تھپیڑوں میں گھرا ہوا اس وقت بڑے صبر و تحمل کا کام ہے اور جب اللہ نے اس کشمکش موت وحیات سے صحیح سالم نکال دیا تو ضروری ہے کہ اس کا احسان مانا جائے اور شکر کیا جائے۔ ان دلائل اور شواہد سے سمجھایا گیا کہ ایک اللہ ہی کا ماننا ٹھیک ہے۔ اس کے خلاف سب باتیں جھوٹی ہیں۔ اب آگے بتلایا جاتا ہے کہ طوفانی موجوں میں گھر کر کٹر سے کٹر مشرک بھی بڑی عقیدت مندی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسانی ضمیر اور فطرت کی اصلی آواز یہی ہے باقی سب بناوٹ اور جھوٹے ڈھکوسلے ہیں۔ قرآن پاک نے یہاں جس حقیقت کو ظاہر کیا ہے اس کی مثالیں اس وقت بھی سامنے آتی ہیں۔ جب روس کا سب سے پہلا خلاباز فضائے آسمانی میں روانہ کیا تو اس کی بیوی کو اس پرواز سے بے خبر رکھا گیا۔ جب اس کی بیوی کو اس کے عزم کی خبر ملی تو تمام رات سربسجود اپنے شوہر کی بہ سلامت واپسی کے لئے رو رو کر دعائیں مانگتی رہی۔ یہ اس ملک کا حال ہے جو خدا کا نام دنیا سے مٹانے کے لئے ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ روس کی رسوائی عالم خدا دشمنی منظر عام پر آچکی ہے۔ آئے دن تحریر و تقریر کے ذریعہ اعلان ہوتے ہیں کہ مذہب کو صفحہ ارضی سے ختم

کردو۔ ایک دفعہ ایک خلاباز کی کامیاب پرواز کے بعد ماسکو ریڈیو سے اعلان کیا گیا کہ اتنے ہزار میل بلندی پر ہم ہو آئے ہیں ہمیں تو خدا کا کہیں کھوج نہ مل سکا۔ لیکن یہی خداوند عالم کا انکار کرنے والے روسی تھے کہ جب ہٹلر کی افواج قاہرہ کا اسٹیلن گراڈ Stelin Grad کی طرف پیش قدمی کا تصور ہوا تو روس کی طرف سے اعلان ہوا جس میں مساجد اور تمام معابد میں دعا مانگنے کی اپیل کی گئی تھی۔ سوویت روس کے یوم دعا کے اعلان پر کہ گرجوں مساجد اور دیگر مذہبی معابد میں صدق دل سے دعائیں مانگی جائیں۔ اس پر بمقام لاہور بیرون دہلی دروازہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک تقریر کی تھی جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شہر امرتسر میں ایک لڑکا اپنی ماں کا انتہائی گستاخ تھا۔ وہ اکثر ماں کے ساتھ غیر شریفانہ سلوک سے پیش آیا کرتا۔ گالی گلوچ کے علاوہ مار پیٹ سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نے محلّہ کے لڑکوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا۔ آئے دن کے مظالم سے محلہ کے لڑکے تنگ آگئے تو انہوں نے مشورہ کر کے ایک دن اس ماں کے نافرمان بچے کو پکڑ کر ہڈی پسلی ایک کردی۔ تو دردو کرب سے بے ساختہ وہ لڑکا پکارا اٹھا کہ "ہائے اماں" اماں اپنے لال کی آواز سن کر بھاگی بھاگی آئی اور وہ آتے ہی مارنے والے لڑکوں کے ہاتھ چومنے لگ گئی۔ اور کہنے لگی کہ میں تمہارے صدقہ واری جاؤں۔ جنہوں نے ساری عمر میں اس کم بخت کے منہ سے "ہائے اماں" کہلوادیا۔ تو سوویت روس کو بھی اس وقت خدا نظر آگیا تھا۔ آج اگر اس کو خدا نظر نہیں آتا تو ممکن ہے کہ خدا آئندہ پھر کوئی ہٹلر اس کے لئے کھڑا کردے۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں کی طرح محیط ہو کر گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد ہی کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف خدا تعالیٰ لے آتا ہے تو تھوڑے نفوس ہیں جو اعتدال اور توسط کی راہ پر قائم رہیں ورنہ اکثر تو دریا یا سمندر سے نکلتے ہی شرارتیں شروع کردیتے ہیں اور ابھی تھوڑی دیر پہلے طوفان میں گھر کر جو قول و اقرار اللہ سے کر رہے تھے سب جھوٹے نکلے چند روز بھی اس کے انعام و احسان کا حق نہ مانا۔ اور اس قدر جلد قدرت کی نشانیوں سے منکر ہو گئے۔

ان آیات کے تحت ایک بات یہ بھی افسوس ناک کہنے کے لائق ہے کہ مشرکین کے متعلق بھی یہاں بتلایا گیا کہ جب وہ کسی سخت حادثہ میں گرفتار ہوتے تھے تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے تھے۔ لیکن آج آپ کو اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں ایسے افراد بھی ملیں گے کہ جو دریا کی موجوں اور سمندر کے طلاطم خیز تھپیڑوں میں اللہ کے نام کی بجائے دوسروں ہی کا نام لیتے ہیں۔ مثلاً یا علی مشکل کشا" اور "یا غوث" اور "یا قطب" اور "یا پیر دستگیر"

اب آگے خاتمہ کی آیات میں تمام انسانوں کو خطاب فرما کر انکی خیر خواہی کا حکم فرمایا جاتا ہے اور قیامت کے دن سے ڈرایا جاتا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سچی اور پکی اور خالص توحید سے ہمارے دلوں کو منور فرمادیں۔ حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت اور توحید حقیقی ہم سب کو نصیب فرمادیں۔ اور ہر حال میں اپنا صابر شاکر بندہ بنا کر رکھیں۔ اور ہر حال میں اپنی ہی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی ہم کو توفیق مرحمت فرمادیں۔ اور بدعہدی اور ناشکری کی بدخصلت سے ہم کو بچادیں۔

یا اللہ! آپ نے بے شمار احسانات اور انعامات سے ہم کو نواز رکھا ہے چاند سورج سیاروں اور ستاروں کو ہماری خدمت کے کاموں میں اپنی قدرت سے لگا رکھا ہے۔ یا اللہ! اپنی بے شمار نعمتوں کا ہم کو احساس عطا فرما اور ان نعمتوں کی سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرما تاکہ ہم کو کسی آن آپ کے ذکر و فکر سے غفلت نہ ہو۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے

وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۫ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۳۳

ذرا بھی مطالبہ ادا کر دے یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ تم کو وہ دھوکہ باز اللہ سے دھوکہ میں ڈالے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ

بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا

مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴

کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	النَّاسُ لوگو	اتَّقُوْا تم ڈرو	رَبَّكُمْ اپنا پروردگار	وَاخْشَوْا اور خوف کرو	يَوْمًا وہ دن	لَا يَجْزِيْ نہ کام آئے گا	وَالِدٌ کوئی باپ	عَنْ سے کے
وَلَدِهٖ اپنے بیٹے	وَلَا مَوْلُوْدٌ اور نہ کوئی بیٹا	هُوَ وہ	جَازٍ کام آئیگا	عَنْ وَّالِدِهٖ سے کے باپ	شَيْـًٔا کچھ	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا
فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ سو تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَ اور	لَا يَغُرَّنَّكُمْ تمہیں ہرگز دھوکہ نہ دے	بِاللّٰهِ اللہ سے				
الْغَرُوْرُ دھوکہ دینے والا	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عِنْدَهٗ اس کے پاس	عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم	وَيُنَزِّلُ اور وہ نازل کرتا ہے	الْغَيْثَ بارش			
وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے	مَا جو	فِي الْاَرْحَامِ (حاملہ کے) رحم میں	وَمَا اور نہیں	تَدْرِيْ جانتا	نَفْسٌ کوئی شخص	مَاذَا کیا	تَكْسِبُ وہ کرے گا	
غَدًا کل	وَمَا تَدْرِيْ اور نہیں جانتا	نَفْسٌ کوئی شخص	بِاَيِّ کس	اَرْضٍ زمین	تَمُوْتُ وہ مرے گا	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ علم والا	خَبِيْرٌ خبردار

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ لقمان کی خاتمہ کی آیات ہیں گذشتہ آیات میں یہ سمجھایا گیا تھا کہ انسان کو چاہئے کہ اللہ کے لطف وکرم فضل واحسان کو دنیا میں ہر طرف پھیلا ہوا دیکھ کر اللہ کو پہچانے۔ اور توحید کو اختیار کرے لیکن انسان کا عجیب رویہ ہے۔ اللہ کی نعمتوں سے ہر وقت ہر لحظہ فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اُسے بھول کر دوسروں کی معبودیت تسلیم کرتا ہے۔ مگر جب کوئی سخت مصیبت آ پڑتی ہے کہ جہاں کوئی مدد کی شکل وصورت نظر نہیں آتی تو پھر اللہ ہی کی ذات عالی کی طرف متوجہ ہو کر اس کو پکارتا ہے لیکن غضب یہ کہ مصیبت کے ٹلتے ہی بدعہدی اور ناشکری اختیار کر لیتا ہے۔ اب چونکہ یہ سورۂ لقمان کی آخری آیات ہیں اس لئے انسانوں کو بغرض خیر خواہی اور اتمام حجت کے ایک ایسا حکم دیا جاتا ہے جو تمام نیکیوں کا اصل الاصول ہے اور وہ حکم یہ ہے یآیھا الناس اتقوا ربکم اے لوگو اپنے رب سے ڈرا کرو۔ ظاہر ہے کہ جو اپنے رب سے ڈرے گا وہ اس کی نافرمانی اور معصیت کے پاس بھی نہ جائے گا اور کسی حکم کے بجالانے میں کوتاہی نہ کرے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اوصیکم بتقوی اللہ. میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی بتاکید حکم دیتا ہوں۔ اب چونکہ یہ انسانی خصلت ہے کہ ڈر وخوف اس کو جبھی پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ کسی خطرہ یا آنے والی بلائے عظیم کا احساس کرے اس لئے عام انسانوں کو خدا سے ڈرنے کے لئے قیامت کے واقعہ اور حادثۂ عظیم کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ایک ایسا ہولناک اور ہوشربا دن آنے والا ہے جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایثار کر کے دوسروں کی مصیبت اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوگا اور تیار بھی ہو تو یہ تجویز چل نہ سکے گی۔ تیسویں پارہ سورۂ عبس میں بھی ایسا ہی فرمایا گیا ہے یوم یفر

6 المرءُ من اخیه وامه ابیه وصاحبته وبنیه. لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه. جس روز انسان بھاگنے لگے اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے۔ ان میں سے ہر شخص کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ دوسروں سے بے توجہ کردینے والی یعنی اس وقت ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی احباب عزیز و اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے ایک دوسرے سے بھاگے گا۔ دنیا میں قریب ترین تعلق اگر کوئی ہے تو وہ اولاد اور والدین کا ہے مگر قیامت میں یہ حالت ہوگی کہ بیٹا پکڑا گیا تو باپ آگے بڑھ کر یہ نہیں کہے گا کہ اس کے گناہ میں مجھے پکڑ لیا جائے اور باپ کی شامت آرہی ہو تو بیٹے میں یہ کہنے کی ہمت نہیں ہوگی کہ اس کے بدلے میں مجھے پکڑ لیا جائے اس حالت میں یہ توقع رکھنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ دوسرا شخص وہاں کسی کے کچھ کام آئے گا۔ لہٰذا نادان ہے وہ شخص جو دنیا میں دوسروں کی خاطر اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔ یا کسی کے بھروسہ پر گمراہی اور گناہ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ عام انسان سے ایسے سارے موقعوں پر اکثر مفسرین نے مراد کافر ہی لی ہے۔ اہل ایمان کی شفاعت کا مسئلہ اہل ایمان کے لئے اپنی جگہ علیحدہ ہے۔

یہاں انسان کو قیامت کی ہولناکی سے ڈرا کر غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرنے کی تاکید مقصود ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ دن یعنی قیامت کا دن یقیناً آکر رہے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے انسان دھوکا نہ کھائے کہ ہمیشہ یہ اسی طرح رہے گی۔ اور یہاں آرام سے ہے تو وہاں بھی آرام کرے گا۔ نیز سمجھایا جاتا ہے کہ اس دغاباز شیطان کے اغوا سے ہوشیار رہو۔ جو اللہ کا نام لے کر دھوکہ دیتا ہے اور مختلف قسم کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرتا ہے۔

یہاں آیات میں ولا یغرنکم باللہ الغرور فرمایا ہے یعنی نہ تم کو وہ دھوکہ باز اللہ سے دھوکہ میں ڈالے تو یہاں غرور یعنی دھوکہ باز سے اکثر مفسرین نے مراد شیطان سے لی ہے لیکن بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے کوئی انسان یا انسانوں کا کوئی گروہ بھی مراد ہوسکتا ہے اور ان کا اپنا نفس امارہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ اور یہاں آیت میں اللہ کے معاملہ میں دھوکہ دینے کے الفاظ بھی بہت وسیع ہیں جنہیں بے شمار مختلف قسم کے دھوکے آجاتے ہیں کسی انسان کو اس کا دھوکہ باز یہ یقین دلاتا ہے کہ خدا سرے سے ہے ہی نہیں کسی کو یہ سمجھاتا ہے کہ جو کچھ بھی تم چاہو کرتے رہو بخشش تمہاری یقینی ہے کسی کو اس دھوکہ میں رکھتا ہے کہ جینا مرنا جو کچھ ہے بس اسی دنیا کا ہے۔ اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں لہٰذا جو مزے اڑانے ہیں زندگی میں اڑالو۔ کسی کو اس دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے کہ خدا غفور الرحیم ہیں تم گناہ کرتے چلے جاؤ وہ بخشتا چلا جائے گا یا بوڑھے ہوکر اکٹھی توبہ کر لینا اللہ سب بخش دے گا۔ نہ معلوم کتنے اور کیسے کیسے دھوکہ ہیں جو انسان خدا کے بارے کھا رہا ہے۔ اس لئے ہدایت فرمائی کہ تم کو دنیاوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے کہ اس میں منہمک ہوکر اس دن سے غافل رہو اور نہ تم کو کوئی دھوکہ باز اللہ سے دھوکہ میں ڈالے کہ تم اس کے بہکائے میں آجاؤ۔ اب چونکہ قیامت کا ذکر فرمایا گیا تھا اور منکرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے کہ قیامت سے ہم کو ڈرایا جاتا ہے وہ کب آئے گی؟ اور کونسا اس کا وقت ہے؟ اس کا جواب آخری آیات میں دیا جاتا ہے کہ قیامت آکر رہے گی لیکن کب آئے گی اس کا علم خدا کے پاس ہے۔ نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کردیا جائے گا۔

اس کے بعد چار فقرے بطور دلیل کے ارشاد ہوتے ہیں۔ دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جن معاملات سے انسان کی قریب ترین دلچسپیاں وابستہ ہیں۔ انسان ان کے متعلق بھی علم نہیں رکھتا۔ پھر بھلا یہ جاننا اس کے لئے کیسے ممکن ہے کہ ساری دنیا کے انجام کا وقت کب آئے گا۔ تمہاری خوشحالی و بدحالی کا انحصار بارش پر ہے۔ اور زمین کی ساری رونق اور مادی برکت آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ مگر اس کا اختیار بالکل اللہ کے ہاتھ میں ہے جب جہاں جتنی چاہتا ہے برساتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ تم قطعاً نہیں جانتے کہ کہاں کس وقت کتنی بارش ہوگی اور کون سی زمین اس سے محروم رہ جائے گی۔ یا کس زمین پر بارش اُلٹی نقصان دہ ہوجائے گی۔ اسی طرح تمہاری اپنی بیویوں کے پیٹ میں تمہارے اپنے نطفہ سے حمل قرار پاتا ہے جس سے تمہاری نسل کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔ مگر تم نہیں جانتے کہ کیا اس

پیٹ میں پرورش پا رہا ہے۔ اور کس شکل میں کن بھلائیوں یا برائیوں کو لئے ہوئے برآمد ہوگا۔ یہ علم تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور پیدا ہونے کے بعد اس کی عمر کیا ہوگی روزی کتنی ملے گی؟ سعید ہوگی یا شقی؟ مفلس ہوگی یا غنی؟ جنتی ہے یا دوزخی؟ ان چیزوں کا علم تو اسی علیم وخبیر کو ہی ہے۔ پھر تم کو یہ تک پتہ نہیں ہے کہ کل تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آنا ہے۔ ایک اچانک حادثہ تمہاری حالت بالکل بدل سکتا ہے۔ مگر ایک منٹ پہلے بھی تم کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ تم کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ تمہاری اس زندگی کا خاتمہ آخر کار کب کہاں اور کس طرح ہوگا۔ یہ ساری معلومات اللہ نے اپنے ہی پاس رکھی ہیں۔ اور ان میں سے کسی کا علم بھی تم کو نہیں دیا۔ اس لئے تمہارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان معاملات میں اللہ ہی کی تدبیر اور اسی کی قضا پر بھروسہ کرو۔ اسی طرح دنیا کے خاتمہ کی ساعت یعنی قیامت کا معاملہ بھی اللہ کے فیصلہ پر اعتماد کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ اس کا علم بھی نہ کسی کو دیا ہے نہ دیا جائے گا۔

یہاں ایک بات اور بھی اچھی طرح سمجھ لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ یہاں اس آخری آیت میں امور غیب کی کوئی فہرست نہیں دی گئی کہ جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ بلکہ یہاں یہ پانچ مسئلے صرف بطور مثال اور نمونہ کے بیان ہوئے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں ان پانچ امور کی تخصیص کہ (۱) قیامت کب ہوگی۔ (۲) بارش کس جگہ کس مقدار میں ہوگی (۳) ماں بچے کو پیٹ میں کیا لئے ہوئے ہے لڑکا یا لڑکی (۴) کسی کا یہ نہ جاننا کہ کل میں کیا کام کروں گا۔ (۵) اور کسی کو یہ علم نہ ہونا کہ میری موت کب اور کہاں واقع ہوگی؟۔ ان پانچ امور کی تخصیص محض اس سوال کی بنا پر ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ بارش کب ہوگی؟ میری بیوی لڑکا جنے گی یا لڑکی؟ میں کل کیا کروں گا؟ اور میں کہاں مروں گا؟ تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (۱) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ (۲) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحموں میں کیا ہے۔ (۳) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔ (۴) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔ (۵) اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے مفاتح الغیب کی تفسیر فرماتے ہوئے سورۂ لقمان کی یہ آیت **ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذاتکسب غدًا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر**. تلاوت فرمائی۔ آخیر میں **ان اللہ علیم خبیر**. فرما کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے بالتحقیق اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

قرآن کریم کی منجملہ دوسری بیسوں آیات کے یہ آخری آیت اس سورۃ کی بھی نص صریح ہے کہ تمام غیوب کا کلی اور تفصیلی علم اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل میں اس آخری آیت کی تفسیر کے ذیل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب فیصلہ مذکور ہے لکھا ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو ان سے اپنی بقیہ عمر کے بارہ میں سوال کیا کہ میری کتنی عمر باقی ہے؟ تو فرشتہ نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا اور غائب ہوگیا۔ خلیفہ منصور نے تعبیر دانوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا ان میں حضرت امام اعظم بھی شامل تھے۔ تعبیر دینے والوں نے مختلف تعبیریں بیان کیں کسی نے کہا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ خلیفہ کی عمر ابھی ۵ سال باقی ہے۔ کسی نے کہا کہ اس سے مراد ۵ ماہ ہیں اور کسی نے ۵ دن بتائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ سورۂ لقمان کی آخری آیت کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ بات ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ تو گویا تعبیر آپ نے یہ دی کہ ملک الموت نے ۵ انگلیوں سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مجھے تمہاری بقیہ عمر کا پتہ نہیں کیونکہ یہ مفاتح الغیب میں سے ہے اور ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

الحمدللہ کہ اس درس پر سورۂ لقمان کا بیان ختم ہوا جس میں چار رکوعات تھے۔ اس کے بعد ان شاءاللہ تعالیٰ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ

الٓمّٓ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ اپنے دل سے بنالیا ہے بلکہ یہ سچی کتاب ہے آپ کے

رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝٣

رب کی طرف سے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ راہ پر آجائیں۔

الٓمّٓ الم	تَنْزِيْلُ نازل کرنا	الْكِتٰبِ کتاب	لَا رَيْبَ کوئی شبہ نہیں	فِيْهِ اس میں	مِنْ سے	رَبِّ پروردگار	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان	اَمْ کیا
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ یہ اس نے گھڑ لیا ہے	بَلْ بلکہ	هُوَ یہ	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَبِّكَ تمہارا رب	لِتُنْذِرَ تاکہ تم ڈراؤ	قَوْمًا اس قوم کو
	مَّآ اَتٰىهُمْ ان کے پاس نہیں آیا	مِنْ کوئی	نَّذِيْرٍ ڈرانے والا	مِنْ سے	قَبْلِكَ تم سے پہلے	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَهْتَدُوْنَ ہدایت پالیں	

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ کہ اب ۲۱ ویں پارہ کی سورۂ سجدہ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی تین ابتدائی آیات تلاوت کی گئیں ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ موضوع و مباحث۔ تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع پندرہویں آیت میں سجدہ کا مضمون آیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سجدہ قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانۂ نزول مکہ کا درمیانی دور ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی بتیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ستر ہے یعنی انہتر سورتیں مکہ معظمہ میں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور چوالیس سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۰ آیات۔ تین رکوعات۔ ۳۷۴ کلمات اور ۱۵۷۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

مثل دوسری مکی سورتوں کے اس سورۃ میں بھی زیادہ تر عقائد ہی کے متعلق مضامین ہیں۔ سورۃ کا خاص موضوع توحید۔ آخرت و رسالت کے متعلق لوگوں کے شبہات کو دور کرکے ان تینوں حقیقتوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ سب سے پہلے اس سورۃ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی کہ قرآن مجید یقیناً اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے جو سارے جہانوں کو پالنے والا اور ان کا محافظ ہے۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اس وقت کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس میں چرچے کرتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ عجیب عجیب باتیں گھڑ گھڑ کر سنا رہے ہیں۔ کبھی مرنے کے بعد کی خبریں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرجانے اور مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد تم پھر زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے اور اس ساری دنیا کی زندگی میں کرے دھرے کا حساب کتاب ہوگا اور جزا وسزا ہوگی۔ دوزخ وجنت ہوگی۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ دیوی دیوتا کوئی چیز نہیں بس اکیلا ایک خدا ہی معبود ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ آسمان سے مجھ پر وحی آتی ہے اور یہ کلام جو میں تم کو سنا رہا ہوں میرا کلام نہیں بلکہ خدا رب العالمین کا کلام ہے۔ تو یہ عجیب عجیب باتیں ہیں جو ہم کو یہ سنا رہے ہیں۔ کفار کے انہی سب باتوں کے جواب اس سورت میں دیئے گئے ہیں اور پھر ان سے فرمایا گیا کہ یہ قرآن جن حقیقتوں کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہے۔ عقل سے

کام لے کر خود سوچو کہ ان میں کیا چیز اچنبھے کی ہے۔ آسمان وزمین کے انتظام کو دیکھو۔ خود اپنی پیدائش اور بناوٹ پر غور کرو کہ یہ نظام کائنات توحید پر دلالت کر رہا ہے یا شرک پر؟ اور اس سارے نظام کو دیکھ کر اور خود اپنی پیدائش پر نگاہ ڈال کر کیا تمہاری عقل یہی گواہی دیتی ہے کہ جس نے اب تمہیں پیدا کر رکھا ہے پھر وہ تمہیں دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا۔ پھر عالم آخرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ایمان کے ثمرات اور کفر کے نتائج بیان کر کے یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ لوگ برا انجام سامنے آنے سے پہلے کفر وشرک چھوڑ دیں اور قرآن کی اس تعلیم کو قبول کر لیں جسے مان کر خود ان کی اپنی ہی عاقبت درست ہوگی۔ نیز سمجھایا گیا کہ دنیا میں ہر ایک کے لئے کچھ ہی عرصہ جینا ہے پھر ہر ایک کو موت آ کر دبوچ لے گی اور پھر اس کے بعد جب دوبارہ زندگی ہوگی اور اعمال کا حساب کتاب ہوگا اور ان کے مطابق جزا وسزا ملے گی تو اس دن اللہ کے نافرمان بندے پچھتائیں گے اور دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے۔ لیکن اس وقت یہ درخواست منظور نہ ہوگی کیونکہ دنیا میں رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ پورے طور پر سمجھا دیا گیا تھا کہ نہ مانو گے تو جہنم ٹھکانا ہوگا جہاں سوائے عذاب کے کچھ نہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ دیکھو اچھی طرح سن لو ایمان والے بندے وہی ہیں جو اللہ کے کلام کی آیتیں سن کر اکڑفوں چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اس کے سامنے راتوں کو اٹھ اٹھ کر گڑگڑاتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ اس سے ڈرتے بھی ہیں اور اسی سے بخشش کی امید بھی رکھتے ہیں۔ پھر سمجھایا گیا کہ دیکھو یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ وہ انسانوں کے قصوروں پر فوراً اور یکایک آخری گرفت اور فیصلہ کن عذاب میں نہیں پکڑ لیتا بلکہ پہلے انسانوں کو چونکانے کے لئے چھوٹی چھوٹی تکلیفیں، مصیبتیں آفات ونقصانات بھیجتا رہتا ہے تاکہ انہیں تنبیہ ہو اور ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ لیکن اگر ان سے سبق نہ لیا اور ہوش میں نہ آیا تو پھر آخرت کا بڑا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اور یاد رکھو قیامت برحق ہے اس دن سب جھگڑے قصے چکا دیئے جائیں گے۔ پھر آگے فرمایا گیا کہ دنیا میں یہ کوئی پہلا اور انوکھا واقعہ تو نہیں ہے کہ ایک شخص پر خدا کی طرف سے کتاب آئی ہو۔ اس سے پہلے آخر موسیٰ علیہ السلام پر بھی کوئی کتاب آئی ہی تھی جسے تم لوگ جانتے ہو تو اب ایسی کیا بات ہے کہ جو تم لوگ یوں کان کھڑے کر رہے ہو۔ یقین مانو کہ یہ کتاب بھی خدا ہی کی طرف سے آئی ہے اور خوب سمجھ لو کہ اب پھر وہی کچھ ہوگا جو موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہو چکا ہے۔ امامت اور پیشوائی اور بڑائی اور بزرگی انہی کو نصیب ہوگی جو اس کتاب الٰہی کو مان لیں گے اور اسے رد کر دینے والوں کے لئے ناکامی اور نامرادی مقدر ہو چکی ہے پھر کفار مکہ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم اپنے تجارتی سفروں کے درمیان میں جن پچھلی تباہ شدہ قوموں کی بستیوں پر سے گزرتے ہو ان کا انجام دیکھ لو۔ کیا نافرمانی کر کے یہی انجام تم اپنے لئے پسند کرتے ہو؟ ظاہر سے دھوکہ نہ کھاؤ آج تم دیکھ رہے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چند غلاموں اور غریب لوگوں کے سوا کوئی نہیں سن رہا ہے اور ہر طرف سے ان پر طعن وتشنیع ہو رہی ہے تو اس سے تم یہ سمجھ رہے ہو کہ یہ چلنے والی بات نہیں۔ چار دن چلے گی اور پھر ختم ہو جائے گی لیکن یہ محض تمہاری نظر کا دھوکہ ہے۔ ابھی موقع ہے کہ اللہ اور رسول کے کہنے پر یقین کر لو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کر لو ورنہ اس دن کے آ جانے پر نہ ایمان لانا کام دے گا۔ نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن ٹھیک کر کے درست ہو جاؤ۔ اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ تمسخر اور مذاق اور تکذیب میں رائیگاں مت کرو۔ قیامت آنے والی ہے اور یقیناً آ کر رہے گی پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔ ماننا ہے تو اب مان لو اور اگر آخر فیصلہ ہی کا انتظار کرنا ہے تو پھر بیٹھے انتظار کرتے رہو۔ یہ ہے اس ساری سورۃ کے مضامین کا خلاصہ جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب اس تمہیدی مضمون کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتداء بھی حروف مقطعات الم سے فرمائی گئی جس کے حقیقی معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ حروف مقطعات کے متعلق اس سے پہلے کئی جگہ عرض کیا جا چکا ہے۔ ان کے متعلق مشاہیر صحابہ کرام وتابعین اور جمہور مفسرین کا مسلک یہی ہے کہ

یہ حروف ان متشابہات قرآنی میں سے ہیں جن کا علم کسی مصلحت سے عام بندوں کو نہیں دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اس کے بعد سورۃ کا آغاز اس اعلان سے ہوتا ہے کہ بلاشبہ یہ کتاب مقدس رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ نہ اس میں کچھ دھوکہ ہے نہ شک وشبہ کی گنجائش۔ قرآن کریم کی جب کسی سورت کا آغاز اس غیر معمولی اعلان سے ہوتا ہے کہ یہ پیغام پروردگار عالم اور فرمانروائے کائنات کی طرف سے آرہا ہے تو اس میں ایک بہت بڑا دعویٰ اور ایک عظیم چیلنج شامل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ابتداء ہی اتنی بڑی خبر دیتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ خداوند عالم کا کلام ہے۔ یہ اعلان فوراً آدمی کے ذہن میں یہ سوال لا کھڑا کرتا ہے کہ اس دعوے کو تسلیم کروں یا نہ کروں۔ تسلیم کرتا ہوں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے آگے سر اطاعت جھکا دینا ہوگا پھر میرے لئے اس کے مقابلہ میں کوئی آزادی باقی نہیں رہ سکتی اور تسلیم نہیں کرتا تو یہ خطرۂ عظیم مول لیتا ہوں کہ اگر واقعی یہ خداوند عالم کا کلام ہے تو اسے رد کرنے کا نتیجہ مجھے ابدی شقاوت و بدبختی کی صورت میں دیکھنا پڑے گا۔ اس بنا پر صرف یہ تمہیدی فقرہ اپنی اس غیر معمولی نوعیت ہی کی بنا پر آدمی کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ چوکنا ہو کر۔ ہوش وحواس سے انتہائی سنجیدگی کے ساتھ اس کلام کو سنے اور یہ فیصلہ کرے کہ اس کو کلام الٰہی کی حیثیت سے تسلیم کرنا ہے یا نہیں۔ میرے عزیزو اور بزرگو۔ اس وقت ہم میں سے جو یہاں موجود ہیں آیئے ہم اور آپ اپنی اس میں انتہائی سعادت سمجھتے ہوئے اپنے دل کی گہرائیوں سے حق تعالیٰ کو حاضر وناظر جانتے ہوئے اس کا فیصلہ کریں کہ ہم اس کو کلام الٰہی ہونے کی حیثیت سے دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اور مولائے کریم سے ہمت اور توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر حال میں اس کی سچی اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ آمین۔ پھر یہاں اس تمہیدی آیت میں صرف اتنا کہنے پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے بلکہ مزید یہاں پورے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ لاریب فیه بیشک یہ خدا کی کتاب ہے۔ اس کے منزل من اللہ ہونے میں قطعاً کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس تمہیدی اعلان کے بعد مشرکین مکہ کے پہلے اعتراض کو لیا جا رہا ہے جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر کرتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ قرآن آپ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے مرحمت فرمایا جاتا ہے کہ ان کا یہ کہنا محض لغو اور جھوٹ ہے یہ کلام کسی کا بنایا ہوا نہیں بلکہ یہ سچی کتاب ہے جو پروردگار کی طرف سے آئی ہے اور اس لئے آئی ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے آپ اس قوم کو بیدار کرنے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کریں جن کے پاس قرنوں سے کوئی بیدار کرنے والا پیغمبر نہیں آیا۔

واضح رہے کہ عرب میں دین حق کی روشنی سب سے پہلے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کے ذریعہ پہنچی تھی۔ پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام آئے جن کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب اڑھائی ہزار برس قبل گزرا ہے اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام عرب کی سرزمین میں آئے جن کی آمد کو بھی تقریباً دو ہزار برس گزر چکے تھے یہ اتنی طویل مدت ہے کہ اس کے لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ اس قوم کے اندر کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اثبات رسالت کا مضمون بیان فرمایا گیا۔ آگے اثبات توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن پاک جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سید الانبیاء والمرسلین پیغمبر عطا فرمائے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہے چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا،

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى

بدوں اُس کے نہ تمہارا کوئی مددگار ہے اور نہ سفارش کرنے والا سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے

الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝٥ ذٰلِكَ عٰلِمُ

پھر ہر امر اسی کے حضور میں پہنچ جاوے گا ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی۔ وہ ہی ہے جاننے والا

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٦

پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست رحمت والا۔

اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	فِيْ میں	سِتَّةِ چھ (۶)	
اَيَّامٍ دن	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى اس نے قرار کیا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر	مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں	مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مِنْ سے ۔کوئی	وَّلِيٍّ مددگار		
وَّلَا شَفِيْعٍ اور نہ سفارش کرنے والا	اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ سو کیا تم غور نہیں کرتے	يُدَبِّرُ وہ تدبیر کرتا ہے	الْاَمْرَ تمام کام	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان				
اِلَى الْاَرْضِ زمین تک	ثُمَّ پھر	يَعْرُجُ وہ رجوع کریگا	اِلَيْهِ اسکی طرف	فِيْ يَوْمٍ ایک دن میں	كَانَ ہے	مِقْدَارُهٗۤ اسکی مقدار	اَلْفَ سَنَةٍ ایک ہزار سال		
مِّمَّا اس سے جو	تَعُدُّوْنَ تم شمار کرتے ہو	ذٰلِكَ وہ	عٰلِمُ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ مہربان			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ بلاشک یہ کتاب قرآن کریم رب العالمین نے نازل فرمائی ہے اور اس لئے اتاری ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے ذریعہ سے انسانوں کو ان کے برے اعمال کی سزا سے ڈرادیں تا کہ وہ سیدھے راستہ پر آجائیں اور برے اعمال سے پرہیز کریں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ رب العالمین جس نے یہ کتاب اتاری ہے اللہ تعالیٰ ہے جس نے کہ آسمانوں وزمین اور ان کے درمیان کی ساری مخلوق کو چھ روز کی مقدار میں پیدا فرمایا اور پھر عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح قائم اور جلوہ فرما ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں بھی ایک ایسی ہی آیت آئی ہے جہاں ارشاد ہوا ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش. بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز کے برابر وقت میں پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اس آیت کی تشریح میں سورۂ اعراف میں بتلایا گیا تھا کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہاں چھ دن سے دنیا کی مقدار کے چھ دن مراد ہیں یا عالم غیب کے چھ دن مراد ہیں جہاں کا ایک دن ایک ہزار برس کا ہے جیسا کہ ان ہی آیات میں فرمایا گیا ہے فی یوم کان مقدارہ الف سنة مما تعدون (ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی) یا جیسا سورۂ حج سترہویں پارہ میں ارشاد ہوا وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون (اور تمہارے پروردگار کے پاس کا ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے

شمار کے مطابق) بعض مفسرین نے یوم سے مراد مطلق زمانہ کے لئے ہیں یعنی چھ مختلف زمانوں میں یا چھ مراتب وجود کے ساتھ آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا کیونکہ یوم کے معنی مطلق مدت کے بھی محاورۂ عرب میں مستعمل ہوتے ہیں۔ بہرحال مقصود یہ ہوا کہ آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی ساری مخلوقات کو دفعۃً اور یکا یک بنا کر نہیں کھڑا کر دیا گیا۔ شاید اول ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو پھر استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال اور صورتوں میں منتقل فرماتے رہے ہوں حتیٰ کہ چھ دن میں جو دنیا کے حساب سے عالم آخرت کے چھ ہزار سال بنے موجودہ شکل میں مع تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہوں جیسا کہ آج بھی انسان اور حیوانات اور نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے۔ حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سارے آسمان اور زمین ایک آن اور ایک پل میں پیدا کر سکتا تھا مگر انسانوں کو ہر کام میں آہستہ روی اور ہر عمل کو بتدریج انجام دینے کی تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات ارضی وسماوی کو چھ روز میں بنایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آہستہ روی رحمٰن کی طرف سے ہے اور عجلت پسندی شیطان کی طرف سے ہے۔

الغرض آیت میں یہاں بتلایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما اور متمکن ہو گیا یہ جملہ **ثم استوی علی العرش** یعنی عرش پر جلوہ فرما ہوا یا جا ٹھہرا یہ متشابہات قرآنی میں سے ہے۔ اور یہ جملہ قرآن پاک میں مختلف سورتوں میں ۷ جگہ آیا ہے۔ چونکہ متشابہات کا تعلق عقیدہ سے ہے اس لئے بعض فرقے ان کے مطالب کی وجہ سے کجی اور گمراہی میں گرفتار ہو گئے۔ علمائے اہل سنت والجماعت کا قول ایسی آیات کے متعلق جن کے اندر صفات متشابہات کا بیان ہے یہی ہے کہ ان کو اسی طرح بلا کیف ماننا چاہئے جس طرح وہ آئی ہیں۔

یہاں پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ قرآن کریم بلکہ تمام کتب الٰہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں ایک وہ کہ جن کی مراد بالکل واضح اور متعین ہو اور جن کے مطالب و معانی میں کوئی شبہ ابہام یا اجمال نہ ہو ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل اصول یہ ہی آیات ہوتی ہیں۔ دوسری قسم آیات کی متشابہات کہلاتی ہیں یعنی ایسی آیتیں جن کا مفہوم و مطلب معلوم اور متعین کرنے میں کچھ شبہ واقع ہوتا ہو۔ اور جس سے باہم کئی ملتے جلتے مطلب نکلتے ہوں اور انکے درمیان فرق کرنا مشکل ہو اور اس کی تفسیر میں مختلف پہلو نکلتے ہوں اس لئے متشابہات میں اپنی رائے اور خواہش کے مطابق مطلب نکالنا گمراہی ہے کیونکہ ان کا حقیقی مطلب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ باقی عقیدہ دونوں کے متعلق یہی رکھنا چاہئے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں اس لئے متشابہات کو محکمات کی روشنی میں ہمیشہ سمجھنا چاہئے تو **ثم استوی علی العرش** کے متعلق سمجھئے کہ یہ جملہ متشابہات میں سے ہے جس کے مفہوم و مطلب میں مختلف پہلو موجود ہیں اور اس کے کئی مطلب باہم ملتے جلتے نکلتے ہیں مگر جو حقائق اور مطالب انسانی حواس سے ادراک نہیں کئے جا سکتے اور عقل و شعور میں پوری طرح نہیں آ سکتے تو ان کے لئے پیرایۂ بیان تشبیہ و مجاز کا اختیار کیا جاتا ہے تا کہ کسی درجہ میں انسانی عقل و فہم کے لئے سمجھنے کے لائق ہو سکے۔ متشابہات گو خلاف عقل نہیں مگر پوری طرح اپنی حقیقت اصل کے ساتھ عقل میں نہیں سما سکتے اس لئے متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ایمان رکھنا چاہئے۔ **استوی علی العرش** کو بھی اسی طرح سمجھئے عرش

کے معنی تخت و بلند مقام کے ہیں اور استواء کے معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ قرون ثلثہ اور ائمہ اربعہ اور تمام محدثین اور جمہور مفسرین اہل سنت والجماعت کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ مذہب ہے کہ وہ عرش پر مستوی یعنی ٹھہرا ہوا ہے اور وہ ٹھہرنا ایسا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور جس کی کیفیت اور حقیقت ہم نہیں سمجھ سکتے (اس جملہ کی تشریح میں سورۂ اعراف میں جو بیان کیا گیا ہے اس کو ایک مرتبہ قارئین پھر ملاحظہ فرمالیں۔ بس صحیح اور سلامتی کی راہ یہی ہے کہ متشابہات پر ایمان تو رکھے مگر بلاتفتیش کیفیات۔

الغرض مشرکین مکہ کا پہلا اعتراض جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر کرتے تھے اس کا جواب گزشتہ آیات میں دیا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ بلاشک یہ کتاب اللہ رب العالمین نے نازل فرمائی ہے اب مشرکین کے دوسرے اعتراض کو لیا جاتا ہے جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید پر کرتے تھے۔ ان کو اس بات پر سخت اعتراض تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دیوتاؤں کی معبودیت سے انکار کرتے ہیں اور ہمہ وقت یہی دعوت دیتے ہیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود۔ کوئی کارساز کوئی حاجت روا۔ کوئی دعائیں سننے والا اور بگڑی بنانے والا اور کوئی ذی اختیار نہیں ہے۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمہارا اصل خدا تو خالق زمین و آسمان ہے جو اس پوری کائنات اور اس کی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور پھر تمام زمین و آسمان میں عرش سے فرش تک اللہ ہی کی حکومت ہے۔ وہی حاکم حقیقی اور فرمانروا ہے اگر اللہ تمہاری مدد نہ کرے تو کس کی یہ طاقت ہے کہ وہ تمہاری مدد کر سکے؟ اگر اللہ تمہیں پکڑے تو کس کا یہ زور ہے کہ تمہیں چھڑا سکے۔ اگر اللہ سفارش نہ سنے تو کون ایسا ہے کہ اس سے اپنی سفارش منوالے۔ تو تمہیں سوچنا چاہئے کہ جب واقعہ یہ ہے تو تمہارا اس کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ پھر بھی تم ایسا دیدہ دلیری سے اس کا انکار کر رہے ہو۔ نہ اس کے رسول کو مانتے ہو۔ نہ اس کی کتاب پڑھتے سنتے ہو۔ نہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہو۔ تو یہ تمہاری سراسر نادانی نہیں تو کیا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ چھوٹی بڑی ہر چیز کی تربیت۔ تدبیر و انتظام سب اس کے دست قدرت میں ہے۔ یہ نہیں کہ اس نے کائنات کو ایک بار پیدا کر کے اس کارخانہ کو یونہی معلق چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ ہر آن اس کا دخل و تصرف بھی جاری رہتا ہے اور آسمان سے زمین تک تمام دنیا کا بندوبست کرتا ہے پھر ایک وقت آئے گا جب یہ سارا قصہ ختم ہو کر اللہ کی طرف لوٹ جائے گا اور آخری فیصلہ کے لئے پیش ہوگا جس کو قیامت کہتے ہیں۔ اور اس دن کی مقدار اور طول اس دنیا کے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی۔ اخیر میں ارشاد ہے کہ ایسے اعلیٰ اور عظیم الشان انتظام اور تدبیر کا قائم کرنا اسی پاک ہستی کا کام ہے جو ہر ایک ظاہر و پوشیدہ کی خبر رکھے اور جو ہر چیز پر غالب اور ہر شے اس سے مغلوب ہو اور کسی میں اس کے مقابلہ کا بل بوتا نہ ہو پھر اس غلبہ اور قوت قاہرہ کے باوجود وہ ظالم نہیں ہے بلکہ اپنی مخلوق پر رحیم و شفیق ہے۔

ابھی آگے بھی مضمون توحید جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی صحیح اور سچی معرفت ہم سب کو عطا فرمائیں کہ ہم ہر حال میں اسی کو اپنا مددگار اور حقیقی کارساز سمجھیں۔ حق تعالیٰ اپنی قدرت و رحمت سے ہمارے دین و دنیا کے تمام معاملات کی تدبیر و انتظام فرمائیں اور قیامت کے دن اپنی رحمت و شفقت کا معاملہ ہمارے ساتھ فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ

جس نے (یعنی اللہ نے) جو چیز بنائی خوب بنائی، اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل کو خلاصۂ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا۔

سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

پھر اُس کے اعضا درست کئے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے،

وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٩﴾

تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (یعنی نہیں کرتے)۔

الَّذِیْ وہ جس نے	اَحْسَنَ بہت خوب بنائی	کُلَّ شَیْءٍ ہر شے	خَلَقَهٗ جو اس نے پیدا کی	وَبَدَاَ اور ابتدا کی	خَلْقَ پیدائش	الْاِنْسَانِ انسان	مِنْ سے
طِیْنٍ مٹی	ثُمَّ پھر	جَعَلَ بنایا	نَسْلَهٗ اس کی نسل	مِنْ سُلٰلَةٍ خلاصہ سے	مِنْ سے	مَّآءٍ مَّهِیْنٍ حقیر (بے قدر) پانی	ثُمَّ سَوّٰىهُ پھر اس (کے اعضا) کو ٹھیک کیا
وَنَفَخَ اور پھونکی	فِیْهِ اس میں	مِنْ سے	رُّوْحِهٖ اپنی روح	وَجَعَلَ اور بنائے	لَكُمُ تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں
وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل	قَلِیْلًا بہت کم	مَّا جو	تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرتے ہو				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آسمان وزمین اوران کے درمیان کی ساری مخلوق تدریجاً پیدا فرمائی اور پھر اس ساری کائنات کو پیدا کر کے یونہی معلق نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز کی تربیت وتدبیر انتظام وتصرف واختیار سب اپنے دست قدرت میں رکھا۔ کائنات میں ہر چیز پر وہ غالب ہے اور پھر اس غلبہ اور قوت قاہرہ کے باوجود وہ اپنی مخلوق پر رحیم اور شفیق بھی ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس عظیم الشان کائنات میں اللہ تعالیٰ نے بے حدوحساب اور بے شمار چیزیں بنائی ہیں اور بڑی خوبی سے بنائی ہیں۔ ہر چیز موزوں ترین شکل اور مناسب ترین صفات کے ساتھ بنائی ہے۔ جس چیز کو جس مصلحت کے لئے پیدا کیا۔ ٹھیک اسی کے مناسب حال اس کی ساخت اور فطرت رکھی۔ ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جو بے ڈھنگی یا بے تکی ہو۔ پہلے انسان کی پیدائش کا حال بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو براہ راست اپنے تخلیقی عمل سے پیدا کیا۔ اپنے کمال قدرت سے زمینی مادہ کو جمع کر کے اپنے تخلیقی حکم سے اس میں وہ زندگی اور شعور اور عقل پیدا کر دی جس سے انسان جیسی ایک حیرت انگیز مخلوق وجود میں آ گئی۔ یہاں آپ کی معلومات کے لئے حضرت سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ جو ۱۱۰۰ھ ہجری کی ابتدا میں مراکش (افریقہ) میں ایک بالکل اُمی مگر ولی کامل صاحب کشف وکرامات بزرگ گزرے ہیں ان سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق سوالات کئے گئے تو جو جوابات آپ نے دیئے وہ مشہور کتاب ابریز سے جو عربی سے اردو ترجمہ ہے آپ کے ملفوظات کا نقل کئے جاتے ہیں۔ حضرت عبدالعزیز دباغ بالکل اُمی تھے اور لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے علم لدنی ایسا عطا فرمایا تھا کہ اگر کسی گذشتہ پیغمبر یا نبی کے متعلق آپ سے دریافت کیا جاتا تو آپ اس طرح جواب دیتے جیسے کہ آپ اس پیغمبر کے زمانہ میں موجود رہے ہوں۔ کسی گذشتہ آسمانی کتاب کے متعلق پوچھا جاتا تو یہ معلوم ہوتا کہ آپ اس کے حافظ ہیں۔

جنت و دوزخ کے متعلق دریافت کیا جاتا تو اس طرح حال بیان فرماتے گویا کہ آپ گوشہ گوشہ اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں اسی طرح کسی قرآنی آیت یا حدیث کا مطلب آپ سے دریافت کیا جاتا تو باوجود ظاہری علم نہ ہونے کے ایسی تفسیر اور تشریح بیان فرماتے کہ بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے۔ غرض کہ اپنے وقت کے زبردست صاحب کشف وکرامات ولی اللہ تھے۔ کتاب ''ابریز'' آپ کے چند ماہ کے ملفوظات کا عربی سے اردو میں ترجمہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق آپ سے چند سوالات کئے گئے۔ وہ جوابات یہاں موقع کی مناسبت سے نقل کئے جاتے ہیں۔

''حضرت نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو دس دن میں ان کی مٹی کو جمع کیا گیا اور بیس دن تک اسے پانی میں چھوڑے رکھا۔ چالیس دن میں ان کی صورت بنائی گئی اور اس کے بعد بیس دن تک اسے چھوڑے رکھا یہاں تک کہ وہ مٹی سے منتقل ہو کر جسمیت کی طرف آ گئے یہ تمام تین ماہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی طرف اٹھا لیا اور جنت ہی میں ان کی روح پھونکی گئی اور جنت ہی میں حضرت حوا ان سے پیدا کی گئیں۔ سائل کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ وہ کون سی مٹی تھی جس سے آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی؟ فرمایا یہ تمام کانوں کی مٹی تھی۔ سونے کے کان کی۔ چاندی کے کان کی۔ تانبے کے کان کی اور دیگر معدنیات کی۔ چنانچہ ان سب میں سے آپ کی مٹی لی گئی اور اسے ایک جگہ اکٹھا کر کے حضرت آدم کو پیدا کیا گیا میں نے دریافت کیا کہ اس مٹی کو کس نے جمع کیا؟ فرمایا فرشتوں نے اور جن سے اللہ نے اکٹھا کرانا چاہا مگر سب سے زیادہ مٹی جبرئیل علیہ السلام نے اٹھائی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ مٹی کی ایک مخلوق ہوگی جس سے بڑھ کر اللہ کے ہاں کوئی مخلوق نہ ہوگی اور جبرئیل علیہ السلام اس کے ساتھی اور رفیق ہوں گے اور اس سے جبرئیل کو بہت برکت ہوگی اور وہ مخلوق سید الوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا جبرئیل علیہ السلام اس امید پر کہ یہ مٹی اس مخلوق کے لئے جمع کی جا رہی ہے جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے مٹی جمع کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اس مٹی کی مقدار کتنی تھی؟ فرمایا اتنی تھی کہ ایک میل یا کچھ زمین آباد ہو جائے یعنی اس قدر کثیر مقدار میں مٹی جمع کی گئی۔ میں نے عرض کیا کہ اسے جمع کرنے میں دس دن کی ضرورت کیوں ہوئی حالانکہ اسے اللہ تعالیٰ ایک لحظہ میں جمع کر سکتے تھے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو بھی تو ایک لحظہ میں پیدا کر سکتے تھے۔ انہیں پیدا کرنے میں چھ دن کیوں لگائے اور حضرت آدم کو مٹی کے سوا بھی پیدا کر سکتے تھے مٹی سے کیوں بنایا لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اشیاء کو پیدا کرتے ہیں اور ان کی پیدائش کو چند دنوں میں ترتیب دیتے ہیں اور اسے تھوڑا تھوڑا کر کے چلاتے ہیں جس سے ملاء اعلیٰ کو توحید عظیم حاصل ہوتی ہے اس لئے کہ اس مخلوق کے ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے اور اس کے آہستہ آہستہ ظاہر ہونے میں ملاء اعلیٰ کی توجہ اس حادث مخلوق میں امر الٰہی پر تعجب کے ساتھ پڑتی رہتی ہے اور اس بارہ میں غور و فکر رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کیسے پیدا کر رہا ہے اور اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا اور اس کا کیا انجام ہوگا لہٰذا جس حالت پر اس مخلوق کا خروج ہوتا ہے اور اسے ملاء اعلیٰ دیکھتے رہتے ہیں اور اس سے انہیں بے حد توحید حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس زمانہ میں جب کہ وہ اس کی پیدائش کو دیکھتے رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی معرفت اور اس کی قدرت کاملہ کا علم حاصل ہوتا جاتا ہے لہٰذا یہ تدریجی تخلیق اس حکمت کے لئے ہے۔ اس تدریجی تخلیق میں اور حکمتیں بھی ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہر چیز میں اسرار اور حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ سائل کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ پانی کونسا

پانی تھا؟ جس میں یہ مٹی ڈالی گئی اور بیس دن اسی میں پڑی رہی۔ فرمایا یہ ایک خاص پانی تھا جس میں آدم اوران کی ذریت کا نفع تھا کیونکہ یہ پانی اسی زمین کا پانی تھا جس کی طرف درحقیقت حضرت آدم کونسبت دی جاتی تھی لہٰذا یہ ذات آدم کے مناسب اور موافق تھا۔ پھر سائل نے دریافت کیا کہ کیا یہ پانی زمین کی جڑ سے تھا یا کوئی اور۔ فرمایا یہ زمین کی جڑ میں سے تھا مگر اس کا گزر اکثر اجزاءِ ارض پر ہو چکا تھا اور یہ پانی ان چشموں میں سے ایک چشمے کا پانی ہے جو شام کی زمین میں سے نکلتا ہے اور وہیں حضرت آدم کی مٹی ایک پست زمین میں جمع کی گئی جس کی مسافت کا ذکر ہو چکا ہے اور اس پانی سے اس مٹی کو تر کیا گیا کیونکہ اسے اطراف زمین کے پانیوں سے مدد پہنچتی ہے چنانچہ یہ پانی تہہ زمین کے اجزا کو پھاڑتا ہوا نکل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس چشمہ تک پہنچ جاتا ہے اور یہ چشمہ اب تک موجود ہے جس کا پانی روئے زمین کے دیگر پانیوں کے مقابلہ میں ذات انسانی کے زیادہ موافق ہے۔ یہ مٹی پانی میں بیس دن تک پڑی رہی تب جا کر آدم کی شکل بننے لگی جب کہ ابھی تک وہ مٹی میں تھے ان کی شکل آہستہ آہستہ بنتی رہی تا آنکہ چالیس دن میں مٹی کے اندر ہی شکل مکمل ہوگئی مگر کوئی چیز نظر نہ آئی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے مٹی سے جسم کی طرف منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو آدم کی انگلیوں میں پھنسی سی ظاہر ہوئی جو بھر کر پھٹ گئی اور اس کا مادہ انگلی پر جم کر ایسا سفید ہوگیا جیسے درخت کھجور کی چھال اتارنے کے بعد اندر کا گودا ہوتا ہے جسے شحم النخلہ کہتے ہیں اس کے بعد ایک ایک عضو اور ہر ہر جزو میں سرایت کرتا رہا حتیٰ کہ تمام کا تمام صفائی اور رطوبت کے اعتبار سے شحم النخلہ بن گیا یا ایسا جیسے خالص گیہوں کے آٹے کا گوندھا ہوا صاف پیڑا ہوتا ہے پس اس سے آدم کی شکل بنی پھر اس میں تھوڑا تھوڑا خونی مادہ پیدا ہوا۔ گارہ پھٹ کر جدا ہوگیا اور اس میں خشکی نمودار ہوگئی اس کے بعد اس پر ہوائیں چلتی رہیں اور اجزا خشک ہوتے رہے اور اللہ کے حکم سے ہڈیاں بن گئیں جب بیس دن میں حضرت آدم کی تخلیق مکمل ہوگئی اور اللہ نے اس میں روح پھونکنے کا ارادہ کیا تو انہیں اٹھا کر جنت میں منتقل کر دیا۔ سائل نے پوچھا کہ یہ جنت کونسی تھی؟ فرمایا پہلی جنت۔ جب وہاں آگئے تو اس میں روح داخل ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ عقل وعلم کا دخول ہوا اور ان کو خدا کی معرفت حاصل ہوئی۔ اس وقت حضرت آدم نے کھڑا ہونا چاہا مگر انہیں لرزہ آیا اور گر پڑے جس طرح کہ بچے اٹھنے لگتے ہیں تو گر پڑتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ مشاہدہ عطا کیا جس کا ذکر اسماء حسنیٰ میں کیا جا چکا ہے جب آپ کو یہ مشاہدہ حاصل ہوا تو آپ کی زبان سے اللہ اللہ اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نکلا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی جس سے آپ سیدھے کھڑے ہو کر جنت میں چلنے پھرنے لگے۔ جہاں چاہتے جاتے۔ اس کے بعد آپ کی پسلی میں ایک دنبل نمودار ہوا جس سے آدمی کے سر جتنا ایک بڑا پھوڑا سا بن گیا جس میں سے پھٹ کر ایک چھوٹا سا ڈھانچہ نکلا اور نیچے گر گیا۔ حضرت آدم نے اسے دیکھا تو اسے اپنی شکل کا پایا اور اسے ویسا ہی چھوڑ دیا۔ جنت کی ہوا اور جھونکے اس ڈھانچے کو لگتے رہے جس سے اس میں بہت جلد نشوونما ہوا۔ حضرت آدم بھی اس کی دیکھ بھال کرتے رہے اور دیکھتے کہ ڈھانچہ بہت جلد بڑا ہو رہا ہے لہٰذا آپ اس سے مانوس ہونے لگ گئے۔ اللہ نے اس ڈھانچہ میں عقل ڈال دی اور اس نے حضرت آدم سے کلام کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح حضرت بی بی حوا علیہا السلام پیدا ہوئی" (ابریز)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت حوا علیہا السلام سے نکاح ہوا۔ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے مہر ادا کرنے کو کہا۔ آپ نے پوچھا مہر کیا ہے۔

فرشتوں نے کہا کہ رسول مقبول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود پڑھنا اور ایک روایت میں بیس بار آیا ہے۔

الغرض بیچ میں یہ مضمون حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق اس آیت زیر تفسیر پر آ گیا تھا الذی احسن کل شی خلقه وبد اخلق الانسان من طین. اس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ تو ایک کمال تو قدرت الٰہی کا یہ تھا کہ زمین کے مواد کو جمع کر کے اپنے تخلیقی حکم سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا آگے دوسرا کمال یہ بتلایا جاتا ہے کہ آئندہ مزید انسانوں کی پیدائش کے لئے ایک ایسی عجیب غریب مشینری خود انسانی ساخت کے اندر رکھ دی اور اس کی نسل ایک ایسے حقیر اور بے قدر پانی یعنی نطفہ سے جاری کی جو تمام انسانی اخلاط کا نچوڑ یا عطر ہوتا ہے اور باوجود اس کے ایسا بے قدر اور گندہ ہوتا ہے کہ بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو دھونا پڑتا ہے۔ پھر نطفہ کو ماں کے پیٹ میں رکھ کر اسے پوری انسانی شکل تک پہنچایا اور اس کا جسم سارے اعضاء و جوارح کے ساتھ درست کر دیا اس گوشت کے لوتھڑے میں سر کی جگہ سر۔ کان کی جگہ کان۔ آنکھ کی جگہ آنکھ۔ ناک کی جگہ ناک۔ ہڈی پٹھے۔ بال کھال ایک خاص تناسب سے بنائیں اور ہر چیز کو اس انداز سے بنایا کہ علم بدن کی تشریح سے واقف ہونے کے بعد ایک عاقل کو اس بات کا اقرار ہی کرنا پڑتا ہے کہ یہ کسی بڑے مدبر حکیم کا فعل اور بڑے قادر و باکمال کی کاریگری ہے۔ پھر ماں کے پیٹ میں جسم کو ٹھیک کر کے اس میں روح پھونک کر زندہ کیا اور پھر سماعت بینائی اور دوسرے حواس وادراکات ظاہرہ و باطنہ عطا کئے اور ان سب کا مقتضا یہ تھا کہ انسان خدا کا شکر کرتے اور اس کا احسان مانتے اور اپنی ظاہری و باطنی قوتوں کو اسی محسن اعظم کے کام میں لگاتے۔ ان جملہ نعمتوں کا شکر تو یہ تھا کہ آنکھوں سے اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھتے۔ کانوں سے احکام الٰہیہ کو توجہ اور شوق سے سنتے۔ اور دل سے ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرتے پھر سمجھ کر اس پر عامل ہوتے۔ مگر منکرین کی ناشکری کا تو یہ حال ہے کہ توحید تک سے انہیں انکار ہے۔

یہاں تک رسالت اور توحید پر کفار کے اعتراضات کے جواب تھے۔ اب اسلام کے تیسرے بنیادی عقیدے یعنی آخرت پر ان کے اعتراض کو نقل کر کے اس کا جواب اگلی آیات میں دیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا اور ظاہری اور باطنی انعامات سے نوازا اور پھر سب سے بڑا انعام و احسان یہ فرمایا کہ ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کے قدر اور حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے شکر گزار بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے تو کیا ہم پھر نئے جنم میں آویں گے، بلکہ وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہی ہیں۔

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ

آپ فرما دیجئے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے۔ اور اگر آپ دیکھیں تو عجب حال دیکھیں

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

جب کہ یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے، ہمارے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے سو ہم کو پھر بھیج دیجئے ہم نیک کام کیا کریں گے

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

ہم کو پورا یقین آ گیا۔ اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کا راستہ عطا فرماتے ولیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات

وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ

اور انسان دونوں سے ضرور بھروں گا۔ تو اب اس کا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے، ہم نے تم کو بھلا دیا اور اپنے اعمال کی بدولت

الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ابدی عذاب کا مزہ چکھو۔

وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا	ءَاِذَا کیا جب	ضَلَلْنَا ہم گم ہو جائیں گے	فِی الْاَرْضِ زمین میں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَفِیْ تو۔میں	خَلْقٍ جَدِیْدٍ نئی پیدائش	بَلْ بلکہ
هُمْ وہ	بِلِقَآئِ ملاقات سے	رَبِّهِمْ اپنا رب	كٰفِرُوْنَ منکر (جمع)	قُلْ فرمادیں	يَتَوَفّٰىكُمْ تمہاری روح قبض کرتا ہے	مَلَكُ الْمَوْتِ موت کا فرشتہ	
الَّذِیْ وہ جو کہ	وُكِّلَ مقرر کیا گیا ہے	بِكُمْ تم پر	ثُمَّ پھر	اِلٰی رَبِّكُمْ تم اپنے رب کی طرف	تُرْجَعُوْنَ لوٹائے جاؤ گے	وَلَوْ اور اگر	تَرٰی تم دیکھو
اِذِ جب	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم (جمع)	نَاكِسُوْا جھکائے ہوں گے	رُءُوْسِهِمْ اپنے سر	عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے	رَبَّنَآ اے ہمارے رب	اَبْصَرْنَا ہم نے دیکھ لیا	
وَسَمِعْنَا اور ہم نے سن لیا	فَارْجِعْنَا پس ہمیں لوٹا دے	نَعْمَلْ ہم کریں گے	صَالِحًا اچھے عمل	اِنَّا بیشک ہم	مُوْقِنُوْنَ یقین کرنے والے	وَلَوْ اور اگر	
شِئْنَا ہم چاہتے	لَاٰتَيْنَا ہم ضرور دیتے	كُلَّ نَفْسٍ ہر شخص	هُدٰىهَا اس کی ہدایت	وَلٰكِنْ اور لیکن	حَقَّ ثابت ہو چکی ہے	الْقَوْلُ بات	مِنِّیْ میری طرف سے
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ البتہ میں ضرور بھروں گا جہنم	مِنَ سے	الْجِنَّةِ جنوں	وَالنَّاسِ اور انسان	اَجْمَعِیْنَ اکٹھے	فَذُوْقُوْا پس چکھو تم	بِمَا وہ جو	
نَسِيْتُمْ تم نے بھلا دیا تھا	لِقَآءَ ملاقات	يَوْمِكُمْ اپنے دن	هٰذَآ اس	اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ بیشک ہم نے تمہیں بھلا دیا	وَذُوْقُوْا اور چکھو تم		
	عَذَابَ الْخُلْدِ ہمیشہ کا عذاب	بِمَا اس کا بدلہ جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں رسالت اور توحید پر کفار کے اعتراضات کا جواب دینے کے بعد اب کفار کے تیسرے اعتراض کو ان آیات میں بیان کر کے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ منکرین قیامت کہتے ہیں اور تعجب کے لہجہ میں کہتے کہ بھلا ایسا بھی کبھی ممکن ہے کہ جب

ہمارے جسم مردہ ہوکر خاک میں رل مل جائیں اور بدن کے اجزا گل سڑ کر نیست نابود ہو جائیں تو پھر کیونکر زندہ ہو جاویں گے؟ تو ان کے اس خیال کا رد فرمایا جاتا ہے کہ ان کا زمین میں مل جانے کے بعد زندہ ہونے ہی پر تعجب نہیں بلکہ وہ دراصل اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانے ہی کے منکر ہیں گویا سرے ہی سے عقیدۂ حشر ہی سے انکار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ اول تو تمہیں وہ فرشتۂ موت اپنے قبضہ میں لے گا جو اس کام کے لئے تم پر مقرر کیا گیا ہے اس کے بعد تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے۔ مرنے پر تو تمہارا بھی یقین ہے۔ اب رہا دوسری بار زندہ ہونا سو جس نے اول بار نیست سے ہست کر دیا کیا وہ دوسری بار زندہ نہیں کرسکتا۔ ضرور کرسکتا ہے اور کرے گا۔ آگے اس حالت کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے جب اپنے رب کی طرف پلٹ کر یہ مجرمین قیامت میں حساب دینے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ مجرمین ذلت وندامت سے شرمندگی اور خوف سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور یہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب اب ہم نے آنکھ سے حشر کا معاملہ دیکھ لیا۔ اور ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں۔ پیغمبر جو باتیں فرمایا کرتے تھے ان کا یقین آ گیا بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا کہ ایمان اور عمل صالح ہی خدا کے ہاں کام دیتا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر ہمیں دنیا میں بھیج دیجئے پھر دیکھئے کہ ہم کیسے نیک کام کرتے ہیں۔ اب ہمیں پورا یقین آ گیا اور اب ہم دنیا میں واپس جا کر آخرت سے بالکل غافل نہ ہوں گے۔ جواب ارشاد ہوگا کہ تم جھوٹے ہو۔ اگر دنیا کی طرف لوٹائے جاؤ تو پھر وہی شرارتیں کرو گے۔ تمہاری طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شیطان کے اغوا کو قبول کرے اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگے۔ بیشک ہم کو قدرت تھی۔ چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو زبردستی اسی راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف انسان کا دل فطرۃً رہنمائی کرتا ہے لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور وطریق اختیار کرلینے کے لئے مضطر اور مجبور کردینا ہماری حکمت کے خلاف تھا۔ تم کو رسولوں نے بہت کچھ سمجھایا پر تم نے نہ مانا اس لئے اللہ کا نوشتۂ ازلی اور وہ قول پورا ہو گیا کہ یہ لوگ جہنم میں جاویں گے۔ یہاں اشارہ اس قول کی طرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت ابلیس کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا تھا۔ سورۂ ص ۲۳ ویں پارہ کے آخری رکوع میں اس وقت کا پورا قصہ بیان کیا گیا ہے جب کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا جس پر وہ راندۂ درگاہ ہوا اور اس نے قیامت تک کی مہلت مانگی اور نسل آدم کو بہکانے کے عزم کا اظہار کیا تو جواب میں حق تعالیٰ نے بھی فرمادیا فالحق والحق اقول لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین۔ (پس حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں کہ میں جہنم کو بھر دوں گا تجھ سے اور ان لوگوں سے جو تیری پیروی کریں گے) پس حکم ہوگا کہ اے منکرین دنیا کے عیش میں گم ہو کر تم نے اس بات کو بالکل بھلا دیا تھا کہ کبھی اپنے رب کے سامنے بھی جانا ہے۔ پس آج کے دن کو فراموش کرنے کا مزہ چکھو۔ تم نے ہم کو بھلا دیا تھا۔ ہم نے بھی تم کو بھلا دیا یعنی کبھی رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے۔ اب تم اپنے کرتوتوں کے سبب جو کچھ تم دنیا میں کرتے رہے ہو عذاب ابدی کا مزہ چکھو۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو آخرت کا یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کے تیاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ حق تعالیٰ قیامت کے روز ندامت اور شرمندگی سے ہم سب کو بچاویں اور اس زندگی میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماویں کہ جو میدان حشر میں ہمیں سرخروئی اور کامیابی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر وفکر کی دائمی توفیق عطا فرمائیں اور ہمارے دلوں کو ایمان ویقین والے راستہ پر اپنی زندگی گزارنے کا عزم وہمت نصیب فرمائیں۔ اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا

بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ

يَسْتَكْبِرُونَ ۝١٥ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

السجدة ٩

لوگ تکبر نہیں کرتے۔ اُن کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے

يُنْفِقُونَ ۝١٦ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝١٧

خرچ کرتے ہیں۔ سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کیلئے خزانہ غیب میں موجود ہے یہ اُن کو اُن کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔

إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يُؤْمِنُ ایمان لاتے ہیں	بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں پر	الَّذِينَ وہ جو	إِذَا جب	ذُكِّرُوا یاد دلائی جاتی ہیں	بِهَا وہ	
خَرُّوا سُجَّدًا گر پڑتے ہیں سجدہ میں	وَسَبَّحُوا اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں	بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَهُمْ اور وہ			
لَا يَسْتَكْبِرُونَ تکبر نہیں کرتے	تَتَجَافَىٰ الگ رہتے ہیں	جُنُوبُهُمْ ان کے پہلو	عَنِ سے	الْمَضَاجِعِ خوابگاہوں (بستروں)	يَدْعُونَ وہ پکارتے ہیں		
رَبَّهُمْ اپنا رب	خَوْفًا ڈر	وَطَمَعًا اور امید	وَمِمَّا اور اس سے	رَزَقْنَاهُمْ ہم نے انہیں دیا	يُنْفِقُونَ وہ خرچ کرتے ہیں	فَلَا تَعْلَمُ سو نہیں جانتا	نَفْسٌ کوئی شخص
مَّا جو	أُخْفِيَ چھپا رکھا گیا	لَهُمْ ان کے لئے	مِّنْ سے	قُرَّةِ أَعْيُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک	جَزَاءً جزا	بِمَا اس کا	كَانُوا يَعْمَلُونَ جو وہ کرتے تھے

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں منکرین قیامت وآخرت کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ابھی تو یہ منکرین یوں کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں رل مل جائیں گے تو پھر دوبارہ زندگی اور حشر نشر اور جزا وسزا اور عذاب وثواب کا کیا سوال۔ ایسے منکرین کے متعلق بتلایا گیا کہ ابھی تو باتیں بناتے ہیں لیکن میدان حشر میں جب یہ دوبارہ زندہ کر کے کھڑے کئے جائیں گے تو اس وقت ان کے سر شرم وندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور پھر اس وقت کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار اب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا اور اب ہم کو پورا یقین آپ کی اور آپ کے رسولوں کی باتوں کا آ گیا۔ اب آپ ہمیں پھر دنیا میں بھیج دیں۔ اب ہم ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کریں گے مگر اس وقت ان کی یہ درخواست محض بیکار ہوگی اور بطور سرزنش کے ان سے کہا جائے گا کہ اس آخرت فراموشی اور اس کے جھٹلانے کا اب خمیازہ بھگتو اور اپنے کرتوتوں کا نتیجہ عذاب ابدی کی صورت میں چکھو۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بدنصیب منکرین اور نالائق مکذبین کیا ایمان لاویں گے اور کیا ہماری آیتوں کو مانیں گے۔ ہماری آیتوں کو تو وہی لوگ مانتے ہیں جو ازلی نیک بخت ہیں اور پھر ان کی علامات اور صفات حمیدہ بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ جب ان کو آیات الٰہی سنا کر سمجھایا جاتا ہے تو خوف وخشیت اور خشوع وخضوع سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ زبان سے اللہ کی حمد وتسبیح کرتے ہیں مثلاً سبحان اللہ۔ والحمدللہ یاسبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے آخری حدیث جو بخاری شریف میں روایت کی اس میں ان الفاظ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں اور زبان پر نہایت ہلکے ہیں

مگر میزان میں بہت بھاری ہیں وہ کلمات یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم. اکثر بزرگان دین ایک تسبیح یعنی سومرتبہ فرض نماز فجر سے پہلے ان کلمات کی یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ سبحان اللہ العظیم پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں اور بہت اس کے برکات وفوائد بیان کرتے ہیں قارئین بھی اس کو اپنا معمول بنالیں۔ چند منٹ ۱۰۰ مرتبہ پڑھنے میں خرچ ہوتے ہیں مگر اجروثواب اور دینی و دنیوی فوائد بے حد ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ تیسری صفت ان صاحب ایمان بندوں کی یہ فرمائی کہ دل میں کبروغرور اور بڑائی کی بات نہیں رکھتے۔ نہ تو اللہ کے بندوں سے تکبر کرتے ہیں نہ اللہ اوراس کے رسول کے احکام سے تکبر کر کے سرتابی کرتے ہیں یعنی اپنے غلط خیالات کو چھوڑ کر اللہ کی بات مان لینے اور اللہ کی بندگی اختیار کر کے اس کی عبادت کو بجا لانے میں اپنی کسر شان نہیں سمجھتے اور نفس کی بڑائی انہیں آیات اللہ اوراحکام الٰہیہ کے آگے جھکنے سے مانع نہیں ہوتی۔

چوتھی صفت یہ بتلائی کہ وہ راتوں کو اپنے بستروں اور خواب گاہوں سے اٹھ کر تہجد کی ماز پڑھتے ہیں۔ اس میں خوف اور امید کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔ دعا و ذکر کرتے ہیں اور مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔

یہاں آیت میں میٹھی نینداور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے اکثر مفسرین نے نماز تہجد مراد لی ہے جس کی احادیث صحیحہ میں بڑے فضائل و برکات و تاکید وارد ہے۔ بعض مفسرین نے صبح کی یا عشا کی نماز۔ یا مغرب اور عشاء کے درمیان کے نوافل بھی مراد لئے ہیں مگر راجح تفسیر نماز تہجد ہی کے متعلق ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام اور صالحین امت کا ہمیشہ سے دستور ہے کہ وہ نصف شب کے بعد اخیر شب میں اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تو نماز تہجد فرض تھی اور تمام امت کے لئے مسنون ہے اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ضرور تہجد پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ وشعار رہا ہے اور قرب الٰہی کا خاص وسیلہ وذریعہ ہے اور وہ گناہوں کے برے اثرات کو مٹانے والی اور معاصی سے روکنے والی چیز ہے۔ بعض احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پورے لطف و کرم اور اپنی خاص شان رحمت کے ساتھ اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جن بندوں کو ان باتوں کا کچھ احساس وشعور بخشا گیا ہے وہ اس مبارک وقت کی خاص برکات کو محسوس بھی کرتے ہیں اور حضرت اسما بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو قیامت کے روز جمع فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی کھڑا ہوگا جس کی آواز تمام مخلوقات سنے گی۔ وہ ندا دے گا کہ اہل محشر آج جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون لوگ عزت وآرام کے مستحق ہیں۔ پھر وہ فرشتہ ندا دے گا کہ اہل محشر میں سے وہ لوگ کھڑے ہوں جن کی صفت یہ تھی تتجا فی جنوبھم عن المضاجع یعنی ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوجاتے ہیں۔ اس آواز پر یہ لوگ کھڑے ہوں گے جن کی تعداد قلیل ہوگی۔ (ابن کثیر) اوراسی روایت کے بعض الفاظ میں ہے کہ یہ لوگ بغیر حساب کے جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد اور تمام لوگ کھڑے ہوں گے ان سے حساب لیا جائے گا (مظہری) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ان حقائق کا ہم کو بھی ایسا یقین نصیب فرمائیں کہ جو اس وقت بے چین کر کے اللہ کے سامنے حاضری۔ دعا۔ سوال اور استغفار کے لئے کھڑا کردیا کرے۔

پانچویں صفت ومما رزقنھم ینفقون کی فرمائی یعنی ہمارے دیئے ہوئے رزق سے تھوڑا یا بہت جس کو ہم نے جتنا دیا

7 ہے اس میں سے اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ یہاں رزق سے مراد ہے رزق حلال کیونکہ مال حرام کو اللہ تعالیٰ اپنے دیئے ہوئے رزق سے تعبیر نہیں فرماتا آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جب ان ایمان لانے والے بندوں کا ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہے تو ہمارا برتاؤ بھی ان کے ساتھ یہ ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ ان کے ان نیک کاموں کے بدلہ میں کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان خزانۂ غیب میں موجود ہے۔ جس کو ان کے لئے قیامت میں ظاہر کیا جائے گا۔ ایک حدیث قدسی میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے مروی ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک صالح بندوں کے لئے وہ وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصور کر سکا ہے گویا جنت کی نعمتوں کا پورا اندازہ انسان کو اپنے ان دنیوی حواس کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کے حوالہ سے اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عز وجل سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو کل جنتیوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا خدایا کہاں جاؤں۔ ہر ایک نے اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لئے اتنا ہو جتنا کہ دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا وہ کہے گا پروردگار میں اس پر خوش ہوں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرے لئے اتنا ہی اور۔ اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور پانچ گنا۔ یہ کہے گا بس بس اے رب میں راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور بھی جس چیز کو تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ یہ کہے گا کہ میرے پروردگار میری تو باچھیں کھل گئیں اور میرا جی خوش ہو گیا۔

تو گویا آیت میں یہاں یہ بتلا کر جزآء بما کانو یعملون کہ یہ انتہائی نعمتیں صلہ میں اعمال حسنہ کی خاص ترغیب دلائی گئی جو یہاں پانچ صفات اہل ایمان کی بیان فرمائیں۔

یہ انجام بیان ہوا مومنین کا اور گذشتہ درس میں ذکر کفار مجرمین کا ہو چکا ہے۔ اس طرح دونوں کا حال ومآل بتلا کر آگے بتلایا جاتا ہے کہ دونوں آخرت میں برابر کیسے ہو سکتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔ چونکہ ان تلاوت کردہ آیات میں پہلی آیت آیت سجدہ ہے۔ اس لئے سب قارئین و سامعین پر اس آیت کے پڑھنے سننے سے سجدہ واجب ہو گیا ہے۔ اس لئے سب صاحبان ایک سجدہ تلاوت ادا کر لیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو بھی قرآنی انوار سے منور فرما دیں اور قرآن پاک پڑھ کر اور سن کر ہمارے خشوع وخضوع میں بھی ترقی عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر وفکر۔ حمد وثنا تسبیح وتحمید کی دائمی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ اور اپنے احکام کی پوری پوری اطاعت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُونَ ﴿١٨﴾ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تو جو شخص مومن ہو کیا وہ اس شخص جیسا ہو جاوے گا جو بے حکم ہو وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾

سو ان کیلئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے اعمال کے بدلہ میں بطور ان کی مہمانی کے ہیں۔

أَفَمَنْ تو کیا جو	كَانَ ہو	مُؤْمِنًا مومن	كَمَنْ اس کے مانند جو	كَانَ ہو	فَاسِقًا فاسق نافرمان	لَا يَسْتَوُونَ وہ برابر نہیں ہوتے	أَمَّا رہے
الَّذِينَ آمَنُوا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصَّالِحَاتِ اچھے	فَلَهُمْ تو ان کیلئے	جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ باغات رہنے کے	نُزُلًا مہمانی		
	بِمَا اسکے (صلہ میں) جو	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں پہلے منکرین قیامت کا بیان ہوا تھا کہ آج تو وہ بے دھڑک آخرت کی زندگی کا انکار کر رہے ہیں۔ لیکن قیامت میں جب ان کی آنکھیں کھلیں گی تو اس وقت انہیں یقین ہوگا کہ واقعی جو اللہ کے رسول کہتے تھے سب سچ اور امر حق تھا۔ مگر اس وقت سوائے ندامت اور شرمندگی اور عذاب الیم کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ منکرین کے بعد ایمان والوں کا ذکر فرمایا گیا تھا اور ان کی صفات و حالات بتلائے گئے تھے کہ اللہ کی وہ آیات سنتے ہیں تو خشوع وخضوع سے ان کے دل لبریز ہو جاتے ہیں اور زبان سے وہ اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ تکبر ان میں نام کو نہیں ہوتا۔ اور راتوں میں نیند چھوڑ کر بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کی یاد اور اس سے دادِفریاد میں لگ جاتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈر کر اور اس کی رحمت کے امیدوار ہو کر اسے پکارتے ہیں اور جو اللہ نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ تو اللہ نے بھی بڑی بڑی نعمتیں ان کی راحت اور سرور کی مہیا کر رکھی ہیں جن کو قیامت میں ان کے لئے ظاہر کیا جائے گا۔ اس طرح مومنین ومنکرین دونوں کا انجام ذکر فرمایا گیا تھا۔

اب آگے ان آیات میں فرمایا جاتا ہے کہ تمہی بتلاؤ جو شخص خدا کی باتوں کو ماننے والا ہے کیا وہ اس جیسا ہے جو کہ نافرمان ہے۔ ہرگز نہیں اور جب یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے تو دونوں کے ساتھ برتاؤ بھی یکساں نہیں ہوسکتا۔ یہاں آیت افمن کان مومنا کمن کان فاسقاً میں مومن اور فاسق کے دو مقابل الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مومن سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور معبود واحد مان کر اس قانون کی اطاعت اختیار کرے جو اللہ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا میں بھیجا ہے اس کے برعکس فاسق یعنی کافر وہ ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف چلے۔ اللہ کے قانون سے بغاوت اور نافرمانی برتے۔ خودمختاری اور اطاعت غیر اللہ کا رویہ اختیار کرے تو جب دنیا میں ان دونوں کا طرز فکر اور طرز حیات یکساں نہیں تو آخرت میں ان کے ساتھ خدا کا معاملہ یکساں کیوں ہونے لگا۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بڑے لوگوں کے نوکر چاکر کئی قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ کہ جو مالک نے حکم دیا دوڑ کر بسر وچشم بجالائے اور فوراً تعمیل کردی دوسرے وہ جو ڈھیٹ بن کر بیٹھ گئے لیکن پھر بادل ناخواستہ اٹھے اور ادھورا اسدھورا کام کر کے جان چھڑائی اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو حکم کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ مالک کچھ ہی کہا کرے مگر وہ کریں گے وہی جو ان کا دل چاہے تو ایک خبردار اور ہوشیار مالک کے نزدیک یہ سب یکساں نہیں ہوسکتے تو اللہ کے نزدیک جو دلوں کے راز اور بھیدوں تک سے واقف ہے مومن اور فاسق کیسے برابر ہوسکتے ہیں۔ پھر آگے اس کی مزید وضاحت فرمائی جاتی ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور صرف ایمان لانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اعمال

صالحہ بھی کئے جن کی تشریح گذشتہ آیات میں ہو چکی ہے ان کا ٹھکانہ جنت میں ہے کہ وہی ان کا اصلی مقام ہے اور دنیا تو ایک کوچ کر جانے کی منزل ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے انکی دنیا میں اطاعت وفرمانبرداری جنت کی مہمانی کا سبب بن جائے گی۔ یعنی جنت کی نعمتیں اہل ایمان کو مثل مہمان کے اکرام کے ساتھ ملیں گی نہ کہ سائل محتاج کی طرح بے قدری اور بے وقعتی کے ساتھ۔

اب یہاں مناسب معلوم ہوا کہ جنت کی مہمانی اور وہاں کی نعمتوں کا کچھ حال بیان کر دیا جائے۔ مگر حقیقتاً جنت کی نعمتوں کا پورا اندازہ انسان کو اس دنیا میں اپنے ان ناسوتی حواس کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا تاہم قرآن اور حدیث میں جس طرح جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کا مختصر احوال حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں اس طرح لکھا ہے کہ جب تمام لوگ دوزخ اور جنت میں داخل ہو چکیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان منادی ہوگی کہ اے اہل جنت جنت کے کناروں پر آ جاؤ۔ اور اے اہل دوزخ دوزخ کے کناروں پر آ جاؤ۔ اہل جنت کہیں گے ہم کو تو ابدالآباد کا وعدہ دلا کر جنت میں داخل کیا ہے اب کیوں طلب کیا ہے اور اہل دوزخ نہایت خوش ہو کر کناروں کی طرف دوڑ پڑیں گے اور کہیں گے شاید ہماری مغفرت کا حکم ہوگا پس جس وقت سب کناروں پر آ جائیں گے تو ان کے مابین موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں حاضر کر دیا جائے گا اور لوگوں سے کہا جائے گا کہ کیا اس کو پہچانتے ہو سب کہیں گے کہ ہاں جانتے ہیں کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے موت کا پیالہ نہ پیا ہو۔ اس کے بعد اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ اس کو حضرت یحییٰ علیہ السلام ذبح کریں گے پھر وہ منادی آواز دے گا اے اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں اور اے اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں۔ اہل جنت اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ خوشی شادی مرگ ہو جاتی اور اہل دوزخ اس قدر رنجیدہ ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ غم کے مارے مر جاتے۔ اس کے بعد حکم ہوگا کہ دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے اس کے پیچھے بڑے بڑے آتشی شہتیر بطور پشتبان لگا دو تاکہ دوزخیوں کو نکلنے کا خیال بھی نہ رہے اور اہل جنت کو جنت میں ابدالآباد تک رہنے کا یقین واطمینان ہو جائے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک وزعفران کے گارے سے بنی ہوئی ہیں اس کی سڑکیں اور پٹریاں زمرد۔ یاقوت اور بلور سے۔ اس کے باغیچے نہایت پاکیزہ ہیں جن میں بجائے بجری زمرد یاقوت اور موتی وغیرہ پڑے ہیں۔ اس کے درختوں کی چھالیں طلائی ونقرئی ہیں۔ شاخیں بے خار وبے خزاں۔ اس کے میووں میں دنیا کی نعمتوں کی گونا گوں لذتیں ہیں۔ ان کے نیچے ایسی نہریں ہیں جن کے کنارے پاکیزہ جواہرات سے مرصع ہیں۔ ان نہروں کی چار قسمیں ہیں ایک وہ کہ جن کا پانی نہایت شیریں وٹھنڈا ہے۔ دوسری وہ جو ایسے دودھ سے لبریز ہیں جس کا مزا نہیں بگڑتا۔ تیسری ایسی شراب کی ہیں جو نہایت فرحت افزا وخوش رنگ ہے۔ چوتھی نہایت صاف وشفاف شہد کی ہیں علاوہ اس کی تین قسم کے چشمے ہیں ایک کا نام کافور ہے جس کی خاصیت خنکی ہے۔ دوسرے کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چاء وقہوہ۔ تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے۔ ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے لیکن اصحاب یمین کو بھی جو ان سے کمتر ہیں ان میں سر بمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے اس میں سے تھوڑا تھوڑا ملا کر پیا کریں گے۔ اور دیدار الٰہی کے وقت ایک اور چیز عنایت ہوگی جس کا نام شراب طہور ہے جو ان تمام چیزوں سے افضل واعلیٰ ہے جنت کے درخت باوجود نہایت بلند وبزرگ اور سایہ دار ہونے کے اس قدر باشعور ہیں کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کرے گا۔ جنت

کے فرش وفروش ولباس وغیرہ نہایت پاکیزہ اور عمدہ ہیں اور ہر شخص کو وہی لباس عطا کئے جائیں گے جو اس کو مرغوب ہوں گے ریشمین۔ اطلس۔ زربفت وغیرہ اور بعض ان میں ایسے نازک و باریک ہوں گے کہ ستر تہوں میں بھی بدن نظر آئے گا۔ جنت میں نہ سردی ہے نہ گرمی۔ نہ آفتاب کی شعاعیں نہ تاریکی بلکہ ایسی حالت ہے جیسا کہ طلوع آفتاب سے کچھ پیشتر ہوتی ہے مگر روشنی میں ہزار ہا درجہ اس سے برتر ہوگی جو عرش کے نور کی ہوگی نہ کہ چاند سورج کی چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر جنت کا لباس و زیور زمین پر لایا جائے تو وہ اپنی چمک دمک سے جہان کو اس قدر روشن کردے گا کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند ہو جائے گی۔ جنت میں ظاہری کثافت وغلاظت یعنی پیشاب، پاخانہ۔ تھوک۔ بلغم۔ ناک کا رینٹ۔ پسینہ ومیل بدن وغیرہ بالکل نہ ہوں گے۔ صرف سر پر بال ہوں گے اور داڑھی مونچھ اور دیگر قسم کے بال جو جوانی میں پیدا ہوتے ہیں بالکل نہ ہوں گے اور نہ کوئی بیماری ہوگی اور باطنی کثافتوں یعنی کینہ۔ بغض۔ حسد۔ تکبر۔ عیب جوئی۔ غیبت وغیرہ سے دل پاک صاف ہوں گے۔ سونے کی حاجت نہ ہوگی۔ اور خلوت واستراحت کے لئے پردہ والے مکان ومحلات ہوں گے۔ ملاقات اور مجلس کے وقت صحن اور میدانوں میں جمع ہوں گے۔ ان کی غذاؤں کا فضلہ خوشبودار ڈکاروں اور معطر پسینوں سے رفع ہوا کرے گا۔ جس قدر کھائیں گے فوراً ہضم ہو جایا کرے گا۔ بدہضمی اور گرانی شکم کا نام تک نہ ہوگا۔ سیر وتفریح کے واسطے ہوائی سواریاں اور تخت ہوں گے جو ایک گھنٹہ میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرتے ہوں گے۔ جنت میں ایسے قبے۔ برج اور بنگلے ہوں گے جو ایک ہی یاقوت یا موتی یا زمرد یا دیگر جواہرات سے رنگ برنگ بنے ہوں گے جن کی بلندیاں اور عرض ۶۰۔۶۰ گز ہوں گی۔ اہل جنت کی خدمت۔ راحت۔ آسائش وآرام وغیرہ کے لئے حور وغلمان و ازواج موجود ہوں گے۔ جنت آٹھ ہیں۔ جن میں سے سات تو سکونت کے لئے مخصوص ہیں اور آٹھویں دیدار الٰہی کے لئے جس کو بارگاہِ الٰہی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اہل جنت میں سے ادنیٰ شخص کو دنیاوی آرزوؤں سے دس گنا زیادہ مرحمت ہوگا اور بعض روایتوں میں ہے کہ ادنیٰ اہل جنت کی ملک حشم خدم۔ اسباب۔ سامان راحت وغیرہ وغیرہ اسی سال کی مسافت کے برابر پھیلاؤ میں ہوں گے۔ اور جنت کے بعض بڑے بڑے میوے ایسے ہوں گے کہ جس وقت اس کو جنتی توڑے گا تو اس میں سے نہایت خوبصورت پاکیزہ حور مع لباس فاخرہ وزیور کے برآمد ہوگی اور اپنے مالک کی خدمت گزار ہوگی اہل جنت کے قد وقامت مانند حضرت آدم علیہ السلام کے ۶۰۔۶۰ ہاتھ ہوں گے اور دیگر اعضا بھی انہی قد وقامت کے مناسب ہوں گے۔ بلحاظ صورت نہایت حسین وجمیل ہوں گے اور ہر ایک عین شباب کی حالت میں ہوگا۔ ذکر الٰہی بے تکلف اس طرح دل اور زبانوں پر جاری ہوگا جیسا کہ دنیا میں سانس آتا جاتا ہے اور جیسا کہ جنت کی نعمتوں سے بدن کو لذت حاصل ہوگی اسی طرح سے باطنی لذات یعنی انوار وتجلیات الٰہی بھی حاصل ہوتی رہیں گی اور جنت کی سب سے بہتر اور افضل نعمت دیدارِ الٰہی ہے۔

الغرض مومنین کاملین کا ٹھکانا آخرت میں جنت ہوگا جس کا مختصر ذکر اوپر ہوا اب آگے مومنین کے مقابلہ میں فاسقین کافرین کا انجام جہنم بتلایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔ جہاں جہنم کا کچھ حال بیان کیا جائے گا۔ جس سے فاسقین کافرین کو واسطہ پڑنا ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ جس جنت کا حال اس وقت ہم نے پڑھا اور سنا ہے اے اللہ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بے حساب وہاں داخل ہونا نصیب فرمائیے۔ اور وہاں کی مہمانی ہمارے لئے مقدر فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَقِیْلَ

اور جولوگ بے حکم تھے سواُن کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ لوگ جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور ان کو کہا جاوے گا

لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۰

کہ دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

وَاَمَّا اور رہے	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	فَسَقُوْا نافرمانی کی	فَمَاْوٰىهُمُ تو ان کا ٹھکانا	النَّارُ جہنم	كُلَّمَآ جب بھی
اَرَادُوْٓا وہ ارادہ کریں گے	اَنْ یَّخْرُجُوْا کہ وہ نکلیں	مِنْهَآ اس سے	اُعِیْدُوْا لوٹا دیئے جائیں گے	فِیْهَا اس میں	وَقِیْلَ اور کہا جائے گا
لَهُمْ انہیں	ذُوْقُوْا تم چکھو	عَذَابَ النَّارِ دوزخ کا عذاب	الَّذِیْ وہ جو	كُنْتُمْ تم تھے	بِهٖ اس کو
تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں مومن اور فاسق ہرگز برابر نہیں ہوسکتے اور اس لئے دونوں کے ساتھ برتاؤ بھی یکساں نہیں ہوسکتا اس کے بعد ایک حقیقی مومن کو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے آخرت میں جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں جو ملنے والی ہیں اس کی بشارت سنائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں جنت کی نعمتوں کا کچھ حال جو قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں گذشتہ درس میں بیان کیا گیا تھا۔

اب مومن اور اس کے انجام آخرت کے مقابلہ میں فاسق یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی نافرمانی۔ ان سے بغاوت وسرتابی۔ خودمختاری اور اطاعت غیر اللہ کو اختیار کرنے والے کا انجام آخرت اس آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ ایمان کے ثمرات کے مقابلہ میں کفر وفسق کے نتائج بھی انسانوں کے سامنے آجائیں جس سے مقصود یہ ترغیب دلانا ہے کہ لوگ برا انجام سامنے آنے سے پہلے کفر وفسق چھوڑ دیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت فرمانبرداری قبول کرلیں۔ چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں کفر وفسق کا راستہ اختیار کیا ان کا ٹھکانہ آخرت میں جہنم ہے۔ اب جہنم کیا ہے؟ کتنے اس کے طبقات ہیں؟ کیا وہاں کے حالات ہیں؟ ان کو بھی مختصرا

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''قیامت نامہ'' سے نقل کئے جاتے ہیں۔

''جب کفار آگ میں مجتمع ہوجائیں گے تو شیطان یعنی ابلیس آگ کے منبر پر چڑھ کر سب کو اپنی طرف بلائے گا اور جہنمی اس گمان سے کہ یہ ہمارا سردار ہے کسی نہ کسی مکروحیلہ سے ہم کو نجات دلائے گا سب اس کے پاس آجائیں گے۔ پس شیطان کہے گا کہ خدا کے تمام احکام بجا اور درست تھے میں تمہارا اور تمہارے باپ کا دشمن تھا مگر یہ یاد رہے کہ میں نے تم میں سے کسی کو زبردستی اپنی طرف نہیں کھینچا۔ البتہ برے کاموں کی ترغیب میں نے دی۔ تم نے بسبب کم عقلی اور خام طبعی میرے وسوسوں کو سچا جان کر اختیار کیا پس اس وقت تم سب اپنے آپ ہی پر ملامت کرو نہ کہ مجھ پر۔ علاوہ ازیں مجھ سے کسی قسم کی نجات وخلاصی دلانے کی امید نہ رکھنا۔ اس یاس وناامیدی کے جواب کو سن کر آپس میں لعن طعن کرنے لگیں گے۔ بڑے اور چھوٹے سب چاہیں گے کہ اپنے وبال کو دوسرے پر ڈال کر خود سبکدوش ہوجائیں مگر یہ خیال محال اور بے سود ہوگا اور قہر کے فرشتے ان کو کشاں کشاں اس مقام تک پہنچادیں گے جو ان کے اعمال وعقائد سے مناسبت رکھتا ہوگا۔ دوزخ کی آگ یہاں کی آگ سے ۷۰ فیصد زیادہ گرم ہے۔ اس

کا رنگ شروع میں سفید تھا۔ پھر ہزار برس اس کو جلایا گیا تو رنگ سرخ ہوگیا۔ اور پھر ہزار برس جلایا گیا تو اب سیاہ ہے۔ اس کے سات طبقہ ہیں جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے۔ اول طبقہ گنہگار مسلمانوں اوران کفار کے لئے ہے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ بخاری ومسلم کی صحیح روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اوران چپلوں کے تسمے آگ کے ہوں گے ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولہے پر دیگچی کھولتی ہے اوراس میں جوش آتا ہے اور وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں سمجھے گا حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔ اس پہلے طبقہ کے علاوہ جہنم کے دیگر طبقات کفارومشرکین۔ آتش پرست۔ دھریئے۔ یہود نصاریٰ اور منافقین کے لئے مقرر ہیں ان طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت سخت اور قسم قسم کے عذاب اور عجب طرح کے مکانات ہیں مثلاً ایک مکان ہے جس کا نام غی ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے ایک اور مکان ہے جس میں بے انتہا سردی ہے جس کو زمہریر کہتے ہیں اور یہ سردی کا عذاب جنات کے لئے ہوگا ایک اور مکان ہے جس کو جب الحزن کہتے ہیں یعنی غم کا کنواں۔ ایک کنواں ہے جس کو طینۃ الخبال یعنی راد۔ پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں اس کی بلندی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے جس پر کفار کو چڑھا کر دوزخ کی تہہ میں پھینکا جائے گا۔ ایک تالاب ہے جس کا نام حمیم ہے۔ اس کا پانی اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا ہونٹ سوج کر سینے اور ناف تک پہنچے گا۔ یہ آبِ حمیم جو دوزخیوں کو پینے کو ملے گا حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے معدہ اورانتڑیوں کو پھاڑ دے گا۔ ایک اور تالاب ہے جس کو غساق کہتے ہیں اس میں کفار کا پسینہ، پیپ اورلہو بہ کر جمع ہوتا ہے ایک چشمہ ہے جس کا نام غسلین ہے اس میں کفار کا میل کچیل جمع ہوتا ہے۔ اس قسم کے بہت سے خوفناک مکانات ہیں۔ اہل دوزخ کے جسم بہت چوڑے چکلے بنادیئے جائیں گے تاکہ سختی عذاب زیادہ ہو اور ان کے ہر ایک رگ وریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائے جائیں گے مثلاً جلانا۔ کچلنا۔ سانپ بچھوؤں کا کاٹنا۔ کانٹوں کا چبھونا۔ کھال کا چیرنا۔ مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ اور جہنم کے سانپ بچھو الاماں الحفیظ اس قدر زہریلے ہیں کہ ان میں کا کوئی سانپ جس دوزخی کو ایک دفعہ ڈسے گا تو ۴۰ سال کی مدت تک وہ اس کے زہر کے اثر سے تڑپے گا اوراسی طرح دوزخ میں بچھو ہیں جو اپنی جسامت میں خچروں کی مانند ہیں وہ بھی ایسے زہریلے ہیں کہ ان میں سے کوئی کسی دوزخی کو ایک دفع ڈنک مارے گا تو چالیس سال تک وہ اس کے زہر کی تکلیف پائے گا جہنم کی شدت گرمی سے ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے۔ مگر یہ واضح رہے کہ جسم کے اصلی اجزا برقرار رہیں گے صرف گوشت اور پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا اور غم وحسرت۔ ناامیدی وغیرہ کی تکلیفات بقدر جسامت علیحدہ برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھال ۴۲-۴۲ ہاتھ موٹی ہوگی۔ دانت پہاڑ کے مانند۔ بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت اور ایک روایت میں ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان کی برابر جگہ گھیریں گے دوزخ میں کفار کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا کہ تیز روسوار کے تین دن کی مسافت علاوہ دیگر عذابوں کے بھوک کا عذاب اس قدر سخت کردیا جائے گا کہ جو تمام عذابوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔ دوزخی جب بھوک کی شدت سے فریاد کریں گے تو

کھانے کے لئے ان کو ضریع یعنی خاردار اور سخت بدبودار گھاس دی جائے گی۔ جس سے نہ ان کا پیٹ بھرے گا اور نہ ان کی بھوک دفع ہوگی پھر بے چین اور بے قرار ہوکر غذا طلب کریں گے تو زقوم یعنی جہنم میں پیدا ہونے والا نہایت تلخ خاردار پھل دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے پس کیا گزرے گی اس شخص پر جس کا کھانا وہی زقوم ہوگا۔ پھر غساق یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی وہی انتہائی بھوک میں ان کی غذا ہوگی جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ اسقدر بدبودار ہوگی کہ ایک ڈول اس دنیا میں بہادیا جائے تو ساری دنیا اس کی سرانڈ سے بدبودار ہوجائے پھر جہنمی جب زقوم کو کھانا شروع کریں گے تو وہ گلے میں پھنس جائے گا تو کہیں گے کہ دنیا میں جب ہمارے گلے میں لقمہ اٹک جاتا تھا تو پانی سے نگل لیا کرتے تھے لہٰذا طالب آب ہوں گے تو حکم ہوگا حمیم سے پانی پلادو۔ اس پانی کے منہ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر اتنے سوج جائیں گے پیشانی اور سینہ تک پہنچ جائیں گے۔ حلق ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔''

دوزخ کی آگ۔ اس کی گرمی۔ سانپ۔ بچھو۔ کھانے پینے کی چیزیں یہ سب کچھ عذاب ہی عذاب ہوگا مگر یہ جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا ہے یہ دوزخ کے عذاب کا تھوڑا سا حصہ ہے۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے طریقوں سے عذاب دیا جائے گا۔ مثلاً دوزخی کے جکڑنے کی زنجیریں جو آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ سے بھی لمبی ہوں گی یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرودی جائیں گی پاخانہ کے راستہ سے ڈالی جائیں گی پھر اسے آگ میں اس طرح بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب اور تیل میں ٹڈی بھونی جاتی ہے (ابن کثیر) دوزخیوں کو مارنے کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے وہ لوگ جب بھی دوزخ کی گھٹن سے نکلنا چاہیں گے تو لوہے کے گرزوں سے مار کر واپس کئے جائیں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر دوزخ کے لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو اس کو تمام جنات وانسان مل کر اٹھانا چاہیں تو نہیں اٹھا سکتے اور ایک روایت میں ہے کہ جہنم کا لوہے کا گرز اگر پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ یقیناً ریزہ ریزہ ہوکر راکھ ہوجائے۔ اس مختصر درس میں عذاب جہنم کی مزید تفصیلات کی گنجائش نہیں بس اس کو ایک حدیث پر ختم کیا جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا کہ اے لوگو! اللہ اور اس کے عذاب کے خوف سے خوب روؤ اور اگر تم یہ نہ کرسکو یعنی اگر حقیقی گریہ کی کیفیت تم پر طاری نہ ہو تو پھر اللہ کے قہر اور اس کے عذاب کا خیال کر کے تکلف سے روؤ اور رونے کی شکل بناؤ۔ کیونکہ دوزخی دوزخ میں اتنا روئیں گے اتنا روئیں گے کہ ان کے چہروں پر ان کے آنسو ایسے بہیں گے کہ گویا وہ بہتی ہوئی نالیاں ہیں یہاں تک کہ آنسو ختم ہوجائیں گے اور پھر آنسوؤں کی جگہ خون بہے گا اور پھر اس خون بہنے سے آنکھوں میں زخم پڑجائیں گے اور پھر ان زخموں سے اور زیادہ خون جاری ہوگا اور ان دوزخیوں کے ان آنسوؤں اور خونوں کی مجموعی مقدار اتنی ہوگی کہ اگر کشتیاں اس میں چلائی جائیں تو خوب چلیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے جنت میں نظر ڈالی تو اکثر کم مایہ بے پیسہ والے دیکھے اور میں نے دوزخ میں نظر ڈالی تو اکثر عورتیں دیکھیں۔

میرے عزیزو اب یہاں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس دنیا کی معمولی سردی وگرمی کو انسان کا برداشت کرنا دشوار ہوتا ہے تو پھر بھلا دوزخ کی گرمی اور سردی کو برداشت کرنے اور وہاں

کا عذاب بھگتنے کی ہمت کسی کو کس بل بوتے پر ہے؟ کس قدر افسوس کا م ہے کہ کروڑوں انسان ایسے ہیں جو اس دنیا کی گرمی سردی اور تکلیف سے بچنے کا کتنا اہتمام کرتے ہیں مگر دوزخ سے بچنے کا ان کو کچھ بھی دھیان نہیں۔ پھر جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے قرآن وحدیث کے الفاظ سے جنت کے عیش وراحت اور دوزخ کے دکھ اور عذاب کا جو تصور اور نقشہ ہمارے ذہنوں میں قائم ہوتا ہے وہ اصل حقیقت سے بہت کمتر ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ سے بھی جنت و دوزخ کی چیزوں کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت کو ہم یہاں پورے طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ بس وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوگا کہ جنت کے عیش وراحت کے بارہ میں جو کچھ ہم نے جانا اور سمجھا تھا ہمارا وہ علم بہت ہی ناقص تھا اسی طرح دوزخ کے دکھ اور عذاب کے بارہ میں جو کچھ ہم نے سنا تھا اصل حقیقت کے مقابلہ میں وہ بہت ہی ناقص تھا قران وحدیث میں دوزخ وجنت کے بارہ میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے اس کا یہ مقصد ہے ہی نہیں کہ جو کچھ وہاں پر پیش آنے والا ہے اس کو ہم پوری پوری طرح یہاں سمجھ لیں اور جان لیں بلکہ اس بیان کا اصل مقصد تبشیر اور انذار ہے یعنی جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف دلا کر اللہ کی رضا والی اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچانے والی زندگی پر اللہ کے بندوں کو آمادہ کرنا اور اس مقصد کے لئے جنت و دوزخ سے متعلق قرآن وحدیث کا یہ بیان بالکل کافی ہے۔

الغرض اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں کفر وفسق کا راستہ اختیار کیا اللہ کے احکامات سے بغاوت کی۔ اللہ کے قانون کو ٹھکرا دیا۔ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف چلے تو ایسے نافرمانوں کا ٹھکانا آخرت میں جہنم ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کبھی کبھی آگ کے شعلے جہنمیوں کو جہنم کے دروازہ کی طرف پھینکیں گے اس وقت شاید وہ جہنم سے نکلنے کا خیال کریں تو فرشتے پھر ادھر ہی دھکیل دیں گے کہ جاتے کہاں ہو جس چیز کو جھٹلاتے تھے ذرا اس کا مزہ چکھو۔

یہ تو کافروں اور نافرمانوں کے لئے عذاب آخرت کا حال بیان فرمایا گیا۔ لیکن کبھی کبھی عذاب آخرت سے پہلے دنیا میں بھی عذاب الٰہی کا مزہ چکھنا پڑتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! جہاں آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا ہے اے اللہ ہم کو ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیے کہ جو آپ راضی کرنے والے ہوں۔

اے اللہ! ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آخرت میں ہماری سرخروئی اور کامرانی کا باعث بنیں اور اے اللہ ہمیں ان تمام اعمال سے بچا لیجئے جن کے باعث آخرت میں ندامت وشرمندگی اٹھانی پڑے۔

اے اللہ! عذاب جہنم سے ہمیں دور رکھئے اور ہمیں آخرت کا وہ خوف عطا فرمائیے کہ ہم سے آپ کی کوئی چھوٹی بڑی نافرمانی سرزد نہ ہو۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں آپ کے عذاب اور قہر سے بچنے کے لئے ہمیں رونا نصیب ہو جائے۔ اور ہمارے اس رونے کو آپ قبول فرمالیں تا کہ ہمیں آخرت میں رونا نصیب نہ ہو۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الأخرة حسنة وقنا عذاب النار وقنا عذاب الحشر وقنا عذاب یوم القیمٰة آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ

اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دُنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھاویں گے، تاکہ یہ لوگ باز آویں۔ اور اس شخص سے زیادہ

أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾

کون ظالم ہوگا جس کو اُس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جاویں پھر وہ ان سے اعراض کرے، ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لیں گے۔

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ اور البتہ ہم انہیں ضرور چکھائیں گے	مِنَ کچھ	الْعَذَابِ عذاب	الْأَدْنَىٰ نزدیک	دُونَ سوائے (پہلے)	الْعَذَابِ عذاب	الْأَكْبَرِ بڑا		
لَعَلَّهُمْ شاید وہ	يَرْجِعُونَ لوٹ آئیں	وَمَنْ اور کون	أَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنْ اس سے جو	ذُكِّرَ اسے نصیحت کی گئی	بِآيَاتِ رَبِّهِ اسکے رب کی آیات سے		
	ثُمَّ پھر	أَعْرَضَ اس نے منہ پھیر لیا	عَنْهَا اس سے	إِنَّا بیشک ہم	مِنَ سے	الْمُجْرِمِينَ جمع	مُنْتَقِمُونَ انتقام لینے والے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہل ایمان کے مقابلہ میں منکرین وفساق کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ آخرت میں ان کے فسق وانکار کے نتیجہ میں ان کا ٹھکانا نارِ جہنم ہوگا۔ جہاں طرح طرح کے سخت عذاب ہوں گے اور کبھی دوزخ کا جوش اور جہنم کا شعلہ انہیں دروازہ کی طرف پھینکیں گے تو اس وقت شاید ان کے دل میں خیال آئے کہ دروازہ میں سے نکل بھاگیں تو جہنم کے دربان فرشتے انہیں دھکے دیکر پھر اندر پھینک دیں گے اور کہیں گے کہ باہر جانے کے کیا معنی جس آگ کے عذاب کو تم دنیا میں جھوٹا سمجھتے تھے اور اللہ کے رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو جھٹلاتے تھے اب اس عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

اب آگے ان آیات میں پہلے یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین وفساق اس خیال میں نہ رہیں کہ آخرت ہی میں عذاب آئے گا دنیا میں تو مزے سے گزرتی ہے۔ جیسا کہ اب بھی بعض بدکردار اور آزاد طبع کہہ دیا کرتے ہیں

اب تو آرام سے گزرتی ہے — عاقبت کی خبر خدا جانے

تو یہاں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت کے عذاب اکبر سے قبل دنیا میں بھی ذرا کم درجہ کا عذاب ہم ان کو دیتے رہیں گے اور دنیا میں کم درجہ کے عذاب یہی دنیا کے مصائب۔ بیماری۔ قحط۔ طوفان۔ زلزلہ۔ قتل وقید وغیرہ ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ جملہ ولنذیقنھم من العذاب الا دنیٰ دون العذاب الاکبر. (اس بڑے عذاب یعنی عذاب آخرت سے پہلے ہم اس دنیا میں بھی کسی نہ کسی چھوٹے عذاب کا مزا انہیں چکھاتے رہیں گے (اہل مکہ کے متعلق خاص لیا ہے کہ جن کی طرف آیت میں روئے سخن ہے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق اہل مکہ پر عذاب ادنیٰ آیا اور سات برس تک وہ قحط پڑا کہ مردار اور کتوں کے کھانے کی نوبت آ گئی۔ یا جنگ بدر میں ان کو قتل وقید نصیب ہوا۔ مگر اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ آیت میں روئے سخن اہل مکہ کی طرف ہے مگر یہ حکم عام ہے اور جملہ کفار وفساق کی طرف اشارہ ہے چنانچہ تاریخ بھی اس کی شاہد ہے کہ دنیا میں جس قوم نے اللہ اور رسول سے بغاوت۔ اور احکام الٰہیہ کی نافرمانی اور بدکاری اور شہوت پرستی اور فسق وفجور اختیار کیا وہ دنیا میں بھی تباہ و برباد ہوئے۔ ذلیل وخوار ہوئے سلطنتیں چھین لی گئیں۔ لوگوں کے ہاتھوں سے قتل وقید ہوئے۔ ان کی عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ تو اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں آیت میں ''عذاب اکبر'' سے مراد آخرت کا عذاب ہے کہ جو کفر وفسق کی پاداش میں دیا جائے گا۔ اور اس کے مقابلہ میں ''عذاب ادنیٰ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد وہ سختیاں ومصائب وتکالیف ہیں جو اسی دنیا میں انسان کو بداعمالی اور بدکرداری کی وجہ سے پہنچتی ہیں مثلاً افراد کی زندگی میں سخت بیماریاں۔ المناک حادثہ۔ جانی مالی نقصانات و دیگر ناکامیاں وغیرہ اور اجتماعی زندگی میں طوفان۔

زلزلے۔ سیلاب۔ وبائیں۔ قحط۔ فسادات۔ لڑائیاں اور اسی طرح کی دوسری بلائیں و آفات جو معاصی کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ تو ان کو یہاں آیت میں ''عذاب ادنیٰ'' یعنی قریب کا عذاب یا کم درجہ کا عذاب فرمایا گیا۔ آگے ان آفات یعنی عذاب ادنیٰ کے نازل کرنے کی مصلحت بیان کی گئی ہے اور وہ مصلحت فرمائی لعلھم یرجعون۔ (تا کہ یہ لوگ باز آجائیں) گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ وہ انسان کی نافرمانیوں اور ان کے کفر وفسق پر یکایک اور فیصلہ کن عذاب میں نہیں پکڑلیتا بلکہ پہلے دنیا میں چھوٹی چھوٹی تکالیف۔ آفات و مصائب ونقصانات بھیجتا رہتا ہے تا کہ انسان کو تنبیہ ہو اور اس کی آنکھیں کھل جائیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے کہ اس کے اوپر کوئی بالاتر طاقت موجود نہیں ہے کہ جو اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ وقتاً فوقتاً افراد پر بھی اور قوموں پر بھی اور ملکوں پر بھی ایسے حوادث و آفات بھیجتا رہتا ہے کہ جو انہیں اپنی بے بسی اور اپنے سے بالاتر ایک ہمہ گیر قوت کی فرمانروائی کا احساس دلاتی ہیں۔ یہ آفات وحوادث ایک ایک شخص کو۔ ایک ایک گروہ کو اور ایک ایک قوم کو یہ یاد دلاتی ہیں کہ تمہاری قسمتوں کو کوئی اور قوت بالا کنٹرول کر رہی ہے۔ سب کچھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دے دیا گیا ہے۔ اصل طاقت اسی کارفرما اقتدار کے دست قدرت میں ہے۔ اسی کی طرف سے جب کوئی آفت تمہارے اوپر آجائے تو نہ تمہاری کوئی تدبیر اسے دفع کرسکتی ہے اور نہ کوئی دیوی دیوتا۔ اس لحاظ سے یہ آفات محض آفات نہیں بلکہ خدا کی تنبیہات ہیں۔ ان سے سبق لے کر دنیا ہی میں آدمی اپنا عقیدہ اور عمل ٹھیک کرلے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرلے تو آخرت میں خدا کا بڑا عذاب جس کو آیت میں عذاب اکبر فرمایا گیا دیکھنے کی نوبت ہی کیوں آئے۔

یہاں ایک بات ضمناً یہ بھی عرض کردی جائے کہ اگرچہ بعض اوقات مصائب اور حوادث کے اسباب کچھ اور بھی ہوتے ہیں اور ان میں حق تعالیٰ کی حکمتیں اور راز کچھ اور پنہاں ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اللہ کے مقبولین اور معصوم بچوں کو بھی ابتلا ہوتا ہے مگر اس جگہ ان آیات و احادیث کی شرح کرنا مقصود نہیں۔ تذکرۃً رفع اشکال کے لئے یہ ذکر کردیا گیا کہ انبیاء اولیاء اللہ پر جو ظاہری آفات یا مصائب آتے ہیں وہ ان کے امتحان اور امتحان کے ذریعہ رفع درجات کے لئے ہوتے ہیں۔

تو بیان یہ ہو رہا تھا کہ آخرت کا عذاب تو فساق ومنکرین کے لئے بہت بڑا عذاب ہے اس سے پہلے دنیا ہی میں چھوٹے اور ہلکے عذاب دیئے جاتے ہیں اور اس لئے دیئے جاتے ہیں کہ شاید وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔ توبہ کرکے صلاحیت کو اختیار کریں۔ ایمان اور عمل صالح والی زندگی اپنالیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو اختیار کرلیں اور بغاوت اور خودمختاری کو ترک کردیں۔ مگر جو اس پر بھی باز نہ آویں اور خدا کی طرف رجوع نہ کریں تو پھر اس کے لئے عذاب اکبر ہی ہے اور ایسے لوگوں پر عذاب اکبر ہونے سے کچھ تعجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس سے زیادہ بدبخت ظالم کون ہوگا جس کو اللہ کی آیات سے سمجھایا جاتا ہے اس کو اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں اور پھر وہ ان سے اعراض کرے اور منہ موڑے تو پھر ایسے مجرموں سے کیوں نہ بدلہ لیا جائے۔

یہاں ومن اظلم ممن ذکر بایٰت ربہ ثم اعرض عنھا یعنی اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے اور پھر وہ ان سے منہ پھیر لے تو یہاں رب کی آیات کے الفاظ بہت جامع ہیں۔ آیات کے لفظی معنی نشانیوں کے ہیں اور اس کے اندر تمام قسم کی نشانیاں آجاتی ہیں۔ قرآن کریم کے مختلف مقامات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشانیاں چھ قسموں پر مشتمل ہیں۔

(۱) وہ نشانیاں جو زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز میں اور کائنات کے مجموعی نظام میں پائی جاتی ہیں۔

(۲) وہ نشانیاں جو انسان کی اپنی پیدائش اور اس کی ساخت اور اس کے وجود میں پائی جاتی ہیں۔

(۳) وہ نشانیاں جو انسان کی فطرت۔ شعور اور وجدان میں پائی جاتی ہیں۔

(۴) وہ نشانیاں جو انسانی تاریخ کے مسلسل تجربات میں پائی جاتی ہیں۔

(۵) وہ نشانیاں جو انسان پر آفاتِ ارضی وسماوی کے نزول میں پائی جاتی ہیں۔ اور ان سب کے بعد۔

(۶) وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ سے بھیجیں تا کہ انسان کو معقول طریقہ سے ان حقائق سے آگاہ کیا جائے جن امور کی طرف یہ تمام مذکورہ نشانیاں دلالت کرتی ہیں۔

تو یہ ساری نشانیاں یعنی رب کی آیات انسان کو یہ بتا رہی ہیں۔

(۱) تیرا خدا صرف ایک ہی خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ جس کی اطاعت وعبادت کے سوا تیرے لئے کوئی دوسرا صحیح راستہ نہیں ہے۔

(۲) اے انسان تو اس دنیا میں آزاد اور خود مختار اور غیر ذمہ دار بنا کر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ تجھے اپنے کارنامۂ حیات ختم کرنے کے بعد اپنے پیدا کرنے والے خالق اور رازق اور مالک کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہے اور اپنے ایک ایک رتی اور رائی برابر عمل کے لحاظ سے جزا و سزا پانی ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جس انسان کو اتنے مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہو۔ جسکی فہمائش کے لئے لاتعداد طرح طرح کی نشانیاں فراہم کی گئی ہوں۔ اور جنہیں دیکھنے کے لئے آنکھیں۔ اور سننے کے لئے کان اور سوچنے سمجھنے کے لئے دل و دماغ جیسی نعمتیں بھی دی گئی ہوں پھر بھی وہ اگر ان ساری نشانیوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اور منہ موڑ لیتا ہے۔ سمجھانے والوں کو تذکیر و نصیحت کے لئے بھی اپنے کان بند کر لیتا ہے تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ وہ پھر اسی کا مستحق ہے کہ دنیا میں اپنے امتحان کی مدت ختم کرنے کے بعد جب وہ اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو تو اپنی بغاوت کی بھرپور سزا پائے اور عذاب اکبر سے دوچار ہو۔ اسی بنا پر حق تعالیٰ نے آیت کے اخیر میں بتلایا کہ ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔

اب یہاں ہم میں سے بھی ہر ایک کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ خدانخواستہ ہم تو کسی درجہ میں اپنے رب کی آیات سے اعراض کے مجرم نہیں ہیں؟ اعراض کی بہت سی صورتیں ہیں۔ ایک اعراض وہ ہے کہ جو کافر برتتا ہے۔ ایک اعراض وہ ہے کہ جو مشرک برتتا ہے۔ ایک اعراض وہ ہے کہ جو فاسق و فاجر برتتا ہے مگر ایک کلمہ گو کہ جس کو اپنے رب کی آیات سننے سنانے۔ پڑھنے پڑھانے کے لئے کوئی دن رات کا وقفہ نصیب نہیں ہوتا وہ بھی ایک درجہ میں اعراض کا مجرم ہے۔ ایک کلمہ گو جسے اپنی آخرت سنبھالنے اور سنوارنے کے لئے اپنے رب کی آیات کو سیکھنے اور سکھانے اور ان کا علم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملتا وہ بھی ایک درجہ میں اعراض کا مجرم ہے۔ ایک کلمہ گو جو اپنی اولاد کو دنیا کی موہومہ بہتری اور عزت کے حصول کے لئے جان مال دولت وقت سب کچھ کھپانے کے لئے تیار ہے مگر اسی اولاد کو آخرت کی نجات اور صلاح و فلاح کے لئے اپنے رب کی آیات سے بے خبر۔ غافل۔ اور لاعلم رکھتا ہے وہ بھی ایک درجہ میں اعراض کا مجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں اور اپنی آیات کے اعراض سے کامل طور پر بچائیں۔

اب چونکہ کفار کے اعراض اور منکرین کی تکذیب و مخالفت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج و ملال ہوتا تھا اس لئے آگے خاتمہ کی آیات میں آپ کے اور مومنین کی تسلی کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: مولائے کریم ہمیں اور ہماری نسلوں کو اپنی آیات کے اعراض کے جرم سے بچالیں۔ اور ہم سے جو تقصیر و کوتاہی اس معاملہ میں اب تک ہوئی ہو اس کو اپنے کرم سے معاف فرمادیں۔ اور آئندہ کے لئے دین کو سنبھالنے اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا عزم نصیب فرمادیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝٢٣

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے، اور ہم نے اُس کو بنی اسرائیل کیلئے موجب ہدایت بنایا تھا۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝٢٤ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ

اور ہم نے ان میں بہت سے پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جبکہ وہ لوگ صبر کئے رہے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔ آپ کا رب

يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝٢٥ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا

قیامت کے روز ان سب کے آپس میں فیصلے ان اُمور میں کر دے گا جن میں یہ باہم اختلاف کرتے تھے۔ کیا ان کو یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝٢٦

ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں، اس میں صاف نشانیاں ہیں، کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ

کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی ہم خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں پھر اس کے ذریعے سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے مواشی اور وہ خود بھی کھاتے ہیں،

اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝٢٧ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٢٨ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ

تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو فیصلہ کب ہوگا۔ آپ فرما دیجئے کہ اس فیصلہ کے دن کافروں کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝٢٩ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۝٣٠

ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا۔ اور ان کو مہلت بھی نہ ملے گی۔ سو ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ منتظر رہیے یہ بھی منتظر ہیں۔

وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا تحقیق ہم نے دی	مُوْسٰى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب (توریت)	فَلَا تَكُنْ تو تم نہ رہو	فِيْ مِرْيَةٍ شک میں	مِنْ سے۔ متعلق	لِقَآئِهٖ اس کا ملنا	
وَجَعَلْنٰهُ اور ہم نے بنایا اسے	هُدًى ہدایت	لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کیلئے	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	مِنْهُمْ ان سے	اَئِمَّةً جمع امام (پیشوا)			
يُوْقِنُوْنَ یقین کرتے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں پر	كَانُوْا وہ تھے	وَ اور	صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا	لَمَّا جب	بِاَمْرِنَا ہمارے حکم سے	يَهْدُوْنَ وہ رہنمائی کرتے	
اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	هُوَ وہ	يَفْصِلُ فیصلہ کرے گا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	فِيْمَا اس میں	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں
يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے	اَوَ کیا	لَمْ يَهْدِ ہدایت نہ ہوئی	لَهُمْ ان کیلئے	كَمْ اَهْلَكْنَا ہم نے کتنی ہلاک کیں	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	مِنَ سے		
الْقُرُوْنِ امتیں	يَمْشُوْنَ وہ چلتے ہیں	فِيْ میں	مَسٰكِنِهِمْ ان کے گھر	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ تو کیا وہ سنتے نہیں	اَوَ کیا
لَمْ يَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	اَنَّا نَسُوْقُ کہ ہم چلاتے ہیں	الْمَآءَ پانی	اِلَى طرف	الْاَرْضِ زمین	الْجُرُزِ خشک	فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا پھر ہم نکالتے ہیں اس سے کھیتی		
تَاْكُلُ کھاتے ہیں	مِنْهُ اس سے	اَنْعَامُهُمْ ان کے مویشی	وَاَنْفُسُهُمْ اور وہ خود	اَفَلَا تو کیا	يُبْصِرُوْنَ دیکھتے نہیں وہ	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں		

مَتٰی کب	هٰذَا یہ	الْفَتْحُ فتح (فیصلہ)	اِنْ اگر	کُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِیْنَ سچے	قُلْ فرمادیں	یَوْمَ الْفَتْحِ فتح (فیصلے) کے دن	لَا یَنْفَعُ نفع نہ دیگا
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا (کافر)	اِیْمَانُهُمْ ان کا ایمان	وَلَا اور نہ	هُمْ وہ	یُنْظَرُوْنَ مہلت دیئے جائیں گے	فَاَعْرِضْ پس منہ پھیر لو تم			
	عَنْهُمْ ان سے	وَانْتَظِرْ اور تم انتظار کرو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُنْتَظِرُوْنَ منتظر ہیں				

تفسیر وتشریح:۔ یہ اس سورۃ کا آخری رکوع اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ شروع سورۃ میں کفار ومنکرین کی تکذیب ومخالفت کا ذکر ہوا تھا کہ کفار مکہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر خدا کی طرف سے کوئی کتاب نہیں آئی بلکہ (نعوذ باللہ) انہوں نے خود اسے گھڑ لیا ہے اور دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ خدا نے اسے نازل کیا ہے۔ اس کا جواب بھی ابتدائی آیات میں دیا گیا تھا۔ چونکہ ان کفار ومنکرین کی تکذیب اور مخالفت اور اعراض عن الحق سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج وملال ہوتا تھا اور مخالفت کے بعض آثار مثل ایذا وغیرہ مومنین کے لئے بھی موجب اذیت ہوتے تھے اس لئے خاتمہ پر آپ کے اور مومنین کے لئے تسلی کا مضمون بیان فرمایا گیا اور اسی سلسلہ میں کفار کے بعض مزید شبہات وسوالات کے جواب دے کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

گذشتہ آیات میں نافرمانوں اور ظالم مجرموں کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ ان مجرمین سے بدلہ لیا جائے گا تو پھر یہ کیوں کر بچ سکتے ہیں۔ اب ان آیات میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان منکرین کے ظلم اور اعراض سے دلگیر اور رنجیدہ خاطر نہ ہوں پہلے بھی موسیٰ علیہ السلام کو آپ ہی کی طرح کتاب دی گئی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی اور اس کی پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام ہو گزرے۔ آپ کو بھی بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان کتاب ملی ہے جس سے بڑی مخلوق ہدایت پائے گی اور بنی اسرائیل سے بڑھ کر آپ کی امت میں امام وسردار اٹھیں گے رہے منکرین ان کا فیصلہ حق تعالیٰ خود کر دے گا۔ تو اس میں ایک تسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ہوئی کہ آپ صاحب کتاب اور صاحب خطاب ہیں پس جب آپ اللہ کے نزدیک ایسے مقبول ہیں تو اگر یہ منکرین احمق آپ کو قبول نہ کریں تو کوئی غم کی بات نہیں۔ دوسری تسلی یہ ہوئی کہ جس طرح کتاب موسوی کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا تھا اسی طرح آپ کی کتاب سے بہتوں کو ہدایت ہوگی آپ خوش رہئے۔ آگے مومنین کی تسلی کا مضمون ہے کہ جیسے ہم نے ان بنی اسرائیل میں بہت سے دین کے پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور دنیا کے شدائد اور منکرین کے جور وستم پر صبر کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے اسی طرح اہل اسلام اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں اور سختیوں پر صبر کر کے اپنے کام پر جمے رہیں تو ان کے ساتھ بھی خدا کا یہی معاملہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُن کو ائمہ دین بنا دیں گے۔ چنانچہ الحمدللہ یہ ہوا اور خوب ہوا۔ یہ تو تسلی تھی اہل اسلام کو دنیا کے اعتبار سے اور ایک تسلی آخرت کے اعتبار سے دی گئی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اہل حق اور منکرین کے درمیان دوٹوک اور عملی فیصلہ فرما دے گا یعنی مومنین کو جنت میں اور کفار کو دوزخ میں ڈال دے گا اور قیامت بھی کچھ دور نہیں اس سے بھی تسلی حاصل کرنی چاہئے۔

اس مضمون کو سن کر کفار دو شبہے کر سکتے تھے ایک یہ کہ ہم اسی کو نہیں مانتے کہ خدا کو ہمارا کفر ناپسند ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم قیامت ہی کو ناممکن سمجھتے ہیں اس لئے آگے ان دونوں شبہات کے دفع کے لئے دو مضمون بیان فرمائے اول یہ کہ ان کو جو کفر کے مبغوض اور مردود ہونے میں شبہ ہے تو کیا ان منکروں نے ان سے پہلے جو امتیں کفر وشرک ہی کے سبب ہلاک ہو چکی ہیں جیسے عاد وثمود وغیرہ تو ان

کی ہلاکت کی داستانیں انہوں نے نہیں سنیں۔ مقام تعجب ہے کہ آدمی ان تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے مگر وہ چیزیں دیکھنے اور سننے کے بعد بھی ان کو تنبہ نہ ہوا اور نجات و فلاح کا راستہ نظر نہ آیا۔ دوسرا مضمون یہ کہ ان کو جو قیامت میں شبہ عدم امکان کا ہے تو کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ بارش یا نہروں اور دریاؤں کے ذریعہ سے خشک مردہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں اور پھر وہ اس پانی پہنچنے سے مردہ زمین زندہ یعنی سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔ یہ دیکھ کر انہیں حق تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا قائل ہونا چاہئے تھا اور سمجھنا چاہئے تھا کہ اسی طرح مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈال دینا بھی اس کے لئے کچھ مشکل اور بعید امر نہیں۔ پہلے فرمایا تھا کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا اس پر منکرین کہتے کہ قیامت قیامت کہے جاتے ہو۔ اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ دن کب آئے گا۔ مطلب یہ کہ صرف قیامت کی خالی دھمکیاں ہیں۔ قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ اے منکرین تم اس کا تقاضہ تو عبث کرتے ہو کہ وہ فیصلہ کا دن کب آئے گا۔ جب وہ دن آ پہنچے گا تو پھر اس دن نہ تمہارا ایمان لانا کام دے گا۔ نہ سزا میں ڈھیل ہوگی۔ نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن درست کر کے حاضر ہو جاؤ۔ لہٰذا اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ ابھی موقع ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر یقین کر لو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کر لو اور اس استہزا اور تکذیب کو چھوڑ دو۔ جو گھڑی آنے والی ہے وہ یقیناً آ کر رہے گی کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔ سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جو ایسے بے فکرے اور بے حس ہیں کہ باوجود انتہائی مجرم اور مستوجب سزا ہونے کے فیصلہ اور سزا کے دن کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان کے راہ راست پر آنے کی کیا توقع ہے لہٰذا آپ فرض دعوت و تبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑ یئے اور آپ فیصلہ موعود کے منتظر رہئے جیسے وہ اپنے زعم میں (معاذ اللہ: معاذ اللہ) آپ کی تباہی کے منتظر ہیں مگر معلوم ہو جاوے گا کہ کس کا انتظار مطابق واقعہ کے ہے اور کس کا نہیں۔ چنانچہ الحمدللہ دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح سرزمین عرب کفار کے وجود سے پاک کر دی گئی اور ان شاء اللہ قیامت تک پاک رہے گی۔ الحمدللہ اس درس پر سورۂ سجدہ کا بیان پورا ہو گیا اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو یہ کتاب قرآن کریم اور نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے ہیں۔ تو ان نعمت عظمیٰ کی ہم کو قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور ایمان و اسلام پر ہم کو استقامت عطا فرمائیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ اور آخرت کا ہم کو یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱ۙ

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں کا اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۲ۙ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ

اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلئے، بیشک تم لوگوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے۔ اور آپ اللہ پر بھروسہ رکھئے،

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۳

اور اللہ کافی کارساز ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی!	اتَّقِ اللّٰهَ آپ اللہ سے ڈرتے رہیں	وَلَا تُطِعِ اور کہنا نہ مانیں	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقوں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
كَانَ ہے	عَلِيْمًا جاننے والا	حَكِيْمًا حکمت والا	وَاتَّبِعْ اور پیروی کریں آپ	مَا يُوْحٰٓى جو وحی کیا جاتا ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف
مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب (کی طرف) سے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	بِمَا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	خَبِيْرًا خبردار
	وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ رکھیں آپ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وَكَفٰى اور کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	وَكِيْلًا کارساز

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ اب اکیسویں پارہ کی ''سورۂ احزاب'' کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ میں غزوۂ احزاب جو ہجرت کے بعد ۵ھ میں پیش آیا اس کا ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام احزاب مقرر ہوا۔ احزاب کے لفظی معنی ہیں گروہ۔ جماعتیں۔ ٹولیاں۔ اسلام کی مخالفت میں متعدد جماعتوں نے متحدہ محاذ بنا کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ احزاب کہتے ہیں۔ اور اس غزوہ کے موقع پر حفاظت کے خیال سے مدینہ کے ان اطراف میں خندق کھودی گئی تھی جدھر سے دشمنوں کے آنے کا راستہ تھا۔ اسی بنا پر اس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں تین اہم واقعات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک غزوۂ احزاب جو شوال ۵ھ میں پیش آیا۔ دوسرے غزوۂ بنی قریظہ جو ذی القعدہ ۵ھ میں پیش آیا اور تیسرے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح جو مدینہ منورہ میں اسی ماہ ذی القعدہ ۵ھ میں ہوا۔ اس لئے یہی اس سورۃ کا زمانہ نزول ہے۔ اور یہ سورۃ مدنی ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی تینتیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۱۰۳ لکھا ہے۔ یعنی صرف ۱۱ سورتیں مزید مدینہ منورہ میں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۷۳ آیات۔ ۹ رکوعات۔ ۱۲۱۰ کلمات اور ۵۹۰۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

جیسا کہ اوپر بتلایا گیا اس سورۃ کے مضامین تین اہم واقعات سے متعلق ہیں۔ ایک غزوۂ احزاب جو شوال ۵ھ میں پیش آیا۔ غزوۂ اس جنگ یا مہم کو کہا جاتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت فرما کر قیادت فرمائی۔ اور ایسی جنگ یا

فوجی مہم جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوتے تھے اس کو سریہ کہتے ہیں۔ اس غزوۂ احزاب یا جنگ خندق کی تفصیلات انشاء اللہ دوسرے رکوع میں سامنے آئیں گی۔ اس کے بعد غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق جو یہود مدینہ کے ساتھ جنگ احزاب کے فوراً بعد ہی پیش آیا اس پر تبصرہ فرمایا گیا ہے جس کی تفصیلات انشاء اللہ تیسرے رکوع میں بیان ہوں گی۔ اس سورۃ کے زمانہ نزول کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تنگی اور عسرت کا سامنا پیش تھا اور سب نہایت تنگی سے زندگی بسر کرتی تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سے کہا گیا کہ دنیا اور اس کی زینت اور خدا و رسول اور آخرت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں اگر دنیا کی عیش و بہار مطلوب ہے تو صاف کہہ دیں۔ اور اگر اللہ اور رسول کی خوشنودی پسند ہے تو صبر کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ دیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس فرمان پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے فوراً خدا اور رسول اور آخرت کو منتخب کرلیا۔ اسی سلسلہ میں ایک معاشرتی اصلاح کی ابتدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ابتدا فرماتے ہوئے ازواج مطہرات اور ان کے توسط سے مسلمان عورتیں کو جاہلیت کی بے پردگی سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا اور وقار کے ساتھ گھر میں بیٹھنے اور غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں سخت احتیاط کی تعلیم دی گئی۔ گویا یہ پردے کے حکم کا آغاز تھا۔ اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے سلسلہ میں جو ذی قعدہ ۵ ھ میں ہوا مخالفین کی طرف سے اس پر اعتراضات و شبہات کئے گئے جس پر تمام اعتراضات کے جواب دیئے گئے اور مسئلہ تبنیت یعنی گود لینے یا بیٹا بنانے کی رسم کی اصلاح فرمائی گئی۔ عرب کے لوگ جس بچہ کو متبنیٰ بنا لیتے تھے جس طرح کے ہنود گود لے لیتے ہیں وہ بالکل ان کی حقیقی اولاد کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اسے وراثت ملتی تھی۔

اس سے منہ بولی ماں اور منہ بولی بہنیں بالکل وہی خلا ملا رکھتی تھیں جو حقیقی بیٹے اور بھائی سے رکھا جاتا ہے جب منہ بولا بیٹا مرجائے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو منہ بولے باپ کے لئے وہ عورت سگی بہو کی طرح سمجھی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ یہ جاہلیت کی رسم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس توڑیں تاکہ جو کام خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور اللہ کے حکم سے کیا ہو پھر اس کے متعلق کسی مسلمان کے ذہن میں کراہت کا تصور باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ کیا گیا کہ آپ اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مطلقہ بیوی سے خود نکاح کرلیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل آپ نے محاصرہ بنی قریظہ کے زمانہ میں فرمائی جس پر منافقین اور یہود نے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کی جس پر مسلمانوں کو بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور مقام کیا ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و منافقین کے جھوٹے پروپیگنڈے پر صبر کی تلقین فرمائی گئی۔ انہی واقعات کے سلسلہ میں طلاق کے قانون کی ایک دفعہ بیان ہوئی۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ضابطہ بیان کیا گیا اور اس میں یہ بات واضح کردی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان متعدد پابندیوں سے مستثنیٰ ہیں جو ازدواجی زندگی کے معاملہ میں عام مسلمانوں پر عائد کی گئی ہیں۔ اسی سلسلہ میں بعض احکام معاشرتی اصلاح کے لئے نازل فرمائے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں غیر مردوں کی آمد و رفت پر پابندی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات و دعوت وغیرہ کا ضابطہ بتلایا گیا۔ نیز بتلایا گیا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن عزت و حرمت میں مسلمانوں کے لئے بمنزلۂ ماں کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ان میں سے کسی کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح پر جو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

8 کے ساتھ ہوا تھا چہ میگوئیوں پر سخت تنبیہ کی گئی اور اہل ایمان کو ہدایت کی گئی کہ وہ دشمنوں کی اس عیب چینی سے اپنے دامن بچائیں اور اپنے نبی مکرم پر درود بھیجیں۔ نیز یہ تلقین بھی کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو درکنار اہل ایمان کو تو عام مسلمانوں پر بھی تہمتیں لگانے اور الزامات لگانے سے کلی اجتناب کرنا چاہئے ساتھ ہی مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ جب گھروں سے باہر نکلیں تو چادروں سے اپنے آپ کو ڈھانک کر اور گھونگھٹ ڈال کر نکلیں۔ اخیر میں بیش بہا نصیحتیں ایمان والوں کو دی جاتی ہیں کہ ایمان لانے کے بعد تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کے غضب سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اس سے ڈر کر اپنے آپ کو بری باتوں سے دور رکھو اور منہ سے جو بات نکالو وہ سچی۔ سیدھی اور راست ہونی چاہئے پھر ایسے لوگوں کو آخرت کی کامیابی کی بشارت دی گئی خاتمہ پر تمام انسانوں کو یاد دلایا گیا کہ تمام مخلوقات میں یہ انسان ہی ہے کہ جس نے امانت الٰہی کا بار اٹھانا اپنے ذمہ لیا ہے کہ اللہ کے احکام کی پابندی کروں گا ورنہ سزا بھگتوں گا۔ یہ عہد و پیمان ایک امانت ہے جس کی حفاظت اور نگہبانی ہر انسان کے ذمہ واجب ہے۔ اس سے غفلت۔ انکار۔ بے پروائی کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔ یہ ہے اس پوری سورۃ کا اجمال اور خلاصہ جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب اس تمہیدی بیان کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کمال عزت ہے کہ قرآن مجید میں کسی جگہ آپ کا نام لے کر نہیں پکارا گیا بلکہ کہیں خطاب بلقب نبی ہوا کہیں بلقب رسول۔ کہیں یا مزمل فرمایا۔ کہیں یا مدثر فرمایا۔ تو ان ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چند ہدایات ربانی دی جارہی ہیں اور فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اب تک آپ کا معمول رہا ہے آئندہ بھی ہمیشہ ایک اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کا کہا کبھی نہ مانئے۔ یہ سب مل کر خواہ کتنا ہی بڑا جتھا بنالیں۔ سازشیں کریں۔ جھوٹے مطالبات منوانا چاہیں۔ عیارانہ مشورہ دیں اپنی طرف جھکانا چاہیں۔ آپ بالکل پروانہ کیجئے اور خدا کے سوا کسی کا ڈر پاس نہ آنے دیجئے۔ اسی اکیلے پروردگار کی بات مانئے۔ اسی کے آگے جھکئے۔ خواہ ساری مخلوق اکٹھا ہو کر آجائے حکم خداوندی کے خلاف ہرگز کسی کی بات نہ سنیں۔ اللہ تعالیٰ سب احوال کا جاننے والا ہے وہ جس وقت جو حکم دے گا۔ نہایت حکمت اور خبرداری سے دے گا۔ اسی میں اصل بہتری ہوگی جب اس کے حکم پر چلتے رہو گے اور اسی پر بھروسہ رکھو گے۔ تمہارے سب کام اپنی قدرت سے بنادے گا تنہا اسی کی ذات عالی بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔

یہاں ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر چار باتوں کا حکم دیا گیا (۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا۔ (۲) کافروں اور منافقوں کے کہنا نہ ماننے کا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم بذریعہ وحی بھیجا جائے اس کے اتباع کا اور (۴) اللہ پر بھروسہ و توکل رکھنے کا۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر ان ہی باتوں کی طرف مائل تھے اور ان سب امرونہی پر آپ پہلے ہی سے عامل تھے تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس خطاب سے زیادہ مقصود آپ کے ذریعہ سے آپ کے ماننے والوں کو ہدایت دینا ہے کہ فقط اللہ ہی کی رضامندی تلاش کرو اور اسی کی ناراضی سے ڈرو۔ کافروں اور منافقوں کی باتیں ماننے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ وہ جہالت میں مبتلا ہیں ان کی باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ اللہ عزوجل سب چیزوں کے حالات اور ان کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے اس لئے وہ جو حکم دے گا وہ حقیقت پر مبنی ہوگا اور پھر جب پورا علم۔ مصلحت شناسی اور ہر چیز پر پوری قدرت اللہ ہی کو حاصل ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف دیکھنا بیکار رولا حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ

تمہارے ہر کام مکمل کر دینے کے لئے بالکل کافی ہے۔

مفسر علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ تنبیہ کی ایک مؤثر صورت یہ بھی ہے کہ بڑے کو کہا جائے تا کہ چھوٹا چوکنا ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات تاکید سے کہے تو ظاہر ہے کہ اوروں پر وہ تاکید اور بھی زیادہ ہے۔ یہاں پہلی تقویٰ کی تاکید فرمائی۔ تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ہدایات کے موافق ثواب کے طلب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت کی جائے اور فرمان باری تعالیٰ کے مطابق اس کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کی نافرمانیاں ترک کی جائیں۔ دوسری تاکید یہ فرمائی کہ کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ ماننا۔ نہ ان کے مشوروں پر کاربند ہونا۔ نہ ان کی باتیں قبولیت کے ارادہ سے سننا۔ تیسری تاکید اتباع وحی کی فرمائی یعنی قرآن وسنت کی پیروی کی۔ اور چوتھی تاکید تمام امور واحوال میں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر بھروسہ رکھنے کی فرمائی۔ ان چار تاکیدات کے بعد ان کے عاملین کے لئے وکفی باللہ وکیلا کی بشارت اور وعدہ فرمایا گیا۔

اب یہاں ذرا ہمیں بھی اپنی حالت پر انفراداً اور اجتماعاً غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم ان تاکیدات ربانی اور ان تنبیہات قرآنی پر کس درجہ عامل ہیں۔ پہلی تاکید اللہ سے ڈرنے کی لیجئے۔ دیکھ لیجئے کہ آج دین کے معاملہ میں کتنا خوف خداوندی ہے۔ کتنے فی صدی نمازی ہیں؟ کتنے فی صدی روزہ رکھتے ہیں؟ کتنے فی صدی شریعت کے دوسرے احکام کی پابندی کرتے ہیں؟ دوسری تاکید کافروں منافقوں کے کہنا نہ ماننے کی ہے۔ دیکھ لیجئے۔ آج ہماری اکثریت بے دینوں مغربی دھریوں۔ یورپ کے یہود ونصاریٰ کی تقلید کو فخر سمجھتی ہے چہ جائیکہ ان کا کہنا نہ سننا باتیں نہ ماننا اور ان کے مشوروں پر کاربند نہ ہونا۔ تیسری تاکید اتباع وحی یعنی قرآن وسنت کی پابندی کو دیکھ لیجئے۔ آج ہر بددینی ترقی کا راستہ ہے۔ ہر معصیت قابل فخر ہے اور ہر کفریات بکنے والا روشن خیال ہے۔ اور قرآن وسنت سے کوئی نکیر کردے تو وہ کٹھ ملا ہے۔ ضروریات زمانہ سے بے خبر۔ ترقی کا دشمن اور حالات دنیا سے جاہل ہے۔ چوتھی تاکید تمام امور واحوال میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ رکھنا ہے۔ بس اس کے متعلق تو کیا عرض کیا جائے سوائے اکبر الہ آبادی کے اس شعر کے پڑھ دینے کے ۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اللہ تعالیٰ ہی اپنے کرم ورحم سے امت مسلمہ کے اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرما دیں۔ آمین۔

اب آگے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا ان کے متعلق ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنا وہ خوف وڈر عطا فرمائیے کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت پر آمادہ رکھے اور آپ کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔

یا اللہ! ہمیں بے دینوں کی تقلید سے محفوظ رکھئے اور قرآن وسنت کا دلدادہ اور عاشق بنا کر زندہ رکھئے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے تمام معاملات میں اپنی ذات پاک پر بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے اور اپنی رحمت سے ہمارے تمام دین ودنیا کے معاملات میں ہماری وکالت وکفالت فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنادیا

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ

اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ کا) بیٹا نہیں بنادیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی

يَهْدِي السَّبِيْلَ ④ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔ تم اُن کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے، اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دین کے

فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ

بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہوجاوے تو اس سے تو تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا، لیکن ہاں

قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤

جو دل سے ارادہ کر کے کرو، اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

مَا جَعَلَ نہیں بنائے	اللّٰهُ اللہ	لِرَجُلٍ کسی آدمی کیلئے	مِّنْ قَلْبَيْنِ دو دل	فِيْ جَوْفِهٖ اس کے سینے میں	وَمَا جَعَلَ اور نہیں بنایا	اَزْوَاجَكُمُ تمہاری بیویاں	
الّٰٓـِٔيْ وہ جنہیں	تُظٰهِرُوْنَ تم ماں کہہ بیٹھتے ہو	مِنْهُنَّ ان سے انہیں	اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں	وَمَا جَعَلَ اور نہیں بنایا	اَدْعِيَآءَكُمْ تمہارے منہ بولے بیٹا		
اَبْنَآءَكُمْ تمہارے بیٹے	ذٰلِكُمْ یہ تم	قَوْلُكُمْ تمہارا کہنا	بِاَفْوَاهِكُمْ اپنے منہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَقُوْلُ فرماتا ہے	الْحَقَّ حق	وَهُوَ اور وہ
يَهْدِي ہدایت دیتا ہے	السَّبِيْلَ راستہ	اُدْعُوْهُمْ انہیں پکارو	لِاٰبَآئِهِمْ انکے باپوں کی طرف	هُوَ یہ	اَقْسَطُ زیادہ انصاف	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	
فَاِنْ پھر اگر	لَّمْ تَعْلَمُوْٓا تم نہ جانتے ہو	اٰبَآءَهُمْ ان کے باپوں کو	فَاِخْوَانُكُمْ تو وہ تمہارے بھائی	فِي الدِّيْنِ دین میں دینی	وَمَوَالِيْكُمْ اور تمہارے رفیق		
وَلَيْسَ اور نہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ گار	فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ اس میں جو تم سے بھول چوک ہو چکی	بِهٖ اس سے	وَلٰكِنْ اور لیکن		
	مَّا تَعَمَّدَتْ جو ارادے سے	قُلُوْبُكُمْ اپنے دل	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا مہربان	

تفسیر وتشریح:۔ ان آیات میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس لئے ان آیات کی تشریح سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ آگے قریب نصف سورۃ پر پھر دوبارہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مزید تفصیل انشاء اللہ وہاں ذکر کی جائے گی۔ حضرت زید عربی الاصل قبیلۂ کلب کے ایک شخص حارثہ بن شرحیل کے بیٹے تھے ان کی والدہ سعدی بن ثعلبہ قبیلے طے کی شاخ بنی معن سے تھیں۔ جب زید آٹھ سال کے بچہ تھے اس وقت ان کی ماں انہیں میکہ لے کر گئیں۔ وہاں ایک دوسرے قبیلہ کے لوگوں نے ان کے پڑاؤ پر حملہ کیا اور لوٹ مار کے ساتھ جن آدمیوں کو وہ پکڑ کر لے گئے ان میں یہ حضرت زید بھی تھے پھر ان حملوں آوروں نے انہیں طائف کے قریب عکاظ کے میلہ میں ان کو لے جا کر بیچ دیا خریدنے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام

تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو ایک ہوشیار غلام خرید کرنے کو کہا تھا۔ انہوں نے ان کو خرید کر مکہ لا کر اپنی پھوپھی صاحبہ کے حوالہ کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں زید کو دیکھا اور ان کی عادات واطوار آپ کو اس قدر پسند آئیں کہ آپ نے انہیں حضرت خدیجہ سے مانگ لیا۔ اس طرح یہ خوش قسمت لڑکا اس خیر الخلائق ہستی کی خدمت میں پہنچ گیا جسے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نبوت سے سرفراز فرمانے والے تھے۔ اس لئے یہ سب واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے کا ہے۔ اس وقت زید کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ کچھ مدت بعد ان کے باپ اور چچا کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ زید مکہ میں ہے وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور عرض کیا کہ آپ جو فدیہ لینا چاہیں وہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں آپ ہمارا بچہ ہم کو دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لڑکے کو بلاتا ہوں اور معاملہ اس کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرتا ہے یا میرے پاس رہنا پسند کرتا ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں کوئی فدیہ تم سے نہیں لوں گا اور اسے یونہی چھوڑ دوں گا لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں ایسا نہیں ہوں کہ جو میرے پاس رہنا چاہے میں اسے خواہ مخواہ نکال دوں۔ انہوں نے کہا یہ تو آپ نے انصاف سے بھی بڑھ کر بات کہی ہے۔ آپ بچے کو بلا کر پوچھ لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بلایا اور ان سے کہا کہ ان دونوں صاحبوں کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا تم ان کو بھی جانتے ہو اور مجھے بھی۔ اب تمہیں پوری آزادی ہے کہ چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہتا۔ ان کے باپ اور چچا نے کہا کہ زید کیا تو آزادی کو غلامی پر ترجیح دیتا ہے اور اپنے ماں باپ اور خاندان کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جو اوصاف ان کے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھے ہیں۔ ان کا تجربہ کر لینے کے بعد اب میں دنیا میں کسی کو بھی ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ غور کیجئے یہ نبوت سے پہلے کے واقعات ہیں۔ زید کا یہ جواب سن کر ان کے باپ اور چچا بخوشی راضی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت زید کو آزاد کر دیا اور حرم میں جا کر قریش کے مجمع عام میں اعلان فرمادیا کہ تم سب لوگ گواہ رہو آج سے زید میرا بیٹا ہے۔ اسی بنا پر لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے۔ یہ سب واقعات نبوت سے پہلے کے ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے تو چار ہستیاں ایسی تھیں جنہوں نے ایک لمحہ شک وتردد کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کا دعویٰ سنتے ہی اسے تسلیم کر لیا۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیسرے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چوتھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی بڑوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ آزاد غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید ایمان لائے اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ اس وقت حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۳۰ سال تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہوئے ۱۵ سال گزر چکے تھے۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد ۴ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا اور اپنی طرف سے ان کا مہر ادا کیا اور گھر بسانے کے لئے ان کو کچھ سامان بھی عطا فرمایا اس نکاح سے آپ کا یہ بھی مقصود تھا کہ غلام آزاد مذہب اسلام میں حقیر نہ سمجھے جائیں اور ان کی عزت بھی احرار کی طرح کی جائے یعنی آزاد اور غلام میں جو اہل عرب امتیاز کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں نہ ہو۔ مگر

اتفاق امر کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں موافقت پیدا نہ ہوئی۔ آخر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امر پر مجبور ہوئے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد ہوا کیونکہ آپ یہی چاہتے تھے کہ زینب زید ہی کی زوجیت میں رہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو یہ بھی فکر ہوا کہ ان میاں بیوی میں علیحدگی واقع ہوئی تو زینب کے بارہ میں بڑی مشکل آئے گی کہ زید کی زوجیت میں رہ چکنے کے سبب لوگ زینب کے اعزاز و احترام میں کمی کریں گے اور یہ بات بھی آپ کو منظور نہ ہوسکتی تھی۔ جب آپ حضرت زید کی توقیر کرتے اور لوگوں سے کرانی چاہتے تھے تو حضرت زینب کی تحقیر کیونکر گوارا فرما سکتے تھے۔ مگر آخرالامر حضرت زید اور حضرت زینب کا تعلق منقطع ہو کر رہا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کو تین اصلاحیں مدنظر ہوئیں ایک یہ کہ اسلام میں متبنیٰ یعنی منہ بولے بیٹے جس کو لے پالک یا گود لیا ہوا بیٹا بھی کہتے ہیں اس کا وہ درجہ اور حق نہ سمجھا جائے جو حقیقی اور صلبی اولاد کا ہوتا ہے اور دونوں قسم کے تعلقات میں جو فرق ہے وہ ظاہر کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویاں صلبی اولاد کی بیویوں کی طرح حرام نہ سمجھی جائے۔ تیسرے یہ کہ آزاد غلاموں کی مطلقہ عورتوں کی حیثیت جن کو شریف اہل عرب اپنی زوجیت میں لینے سے دریغ کرتے تھے ان کی وہی حیثیت قرار دی جائے جو احرار کی مطلقہ عورتوں کی ہے یعنی ان سے بے پس و پیش نکاح کر لیا جائے اور یہ تینوں اصلاحیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت سے شروع کرانا حق تعالیٰ کو مقصود ہوئیں۔ حق تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعد عدت نکاح کر لیا۔ غرض جب آپ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیا تو مخالفین نے طعن کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا تو اس طعن کی بنا پر ایک جواب اجمالاً ان آیات میں دینا مقصود ہے اور تفصیلاً یہ مضمون اسی سورۃ میں آگے پانچویں رکوع میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی تقویت جواب کے لئے جاہلیت کی دو اور نظیریں ان آیات میں بیان فرما کر ان کی تردید کر دی گئی۔ جاہلیت میں عرب میں تینوں باتیں غلط مشہور تھیں کہ ذہین اور عقیل آدمی کے دو دل سمجھا کرتے تھے اور بیوی سے لڑتے ہوئے کبھی کوئی عرب یہ کہہ بیٹھتا کہ تیری پشت میرے لئے ماں کی پشت کی طرح ہے تو اس بات کے منہ سے نکل جانے سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اب یہ عورت اس پر حرام ہوگئی۔ کیونکہ وہ اسے ماں سے تشبیہ دے چکا ہے گویا ان الفاظ سے وہ حقیقی ماں بن گئی۔ ایسے ہی کسی کو منہ بولا بیٹا بنالیا جاتا تو وہ سچ مچ کا حقیقی بیٹا جیسا سمجھا جاتا اور سب احکام اس پر حقیقی بیٹے جیسے جاری ہوتے تھے۔ تو یہاں خاص مقصود اسی تیسری غلطی کا رفع کرنا ہے مگر تقویت کے لئے دو غلطیاں اور رفع کر دی گئیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ متبنیٰ کو حقیقی بیٹا سمجھنا اور اس بنا پر اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے پر طعن کرنا ایسا ہی غلط مشہور ہو گیا ہے جیسا زوجہ کو زبان سے ماں قرار دینا اور اس بنا پر اس کو نکاح سے خارج سمجھنا یا کسی شخص کو عقلمندی اور ہوشیاری کے سبب یہ سمجھنا کہ اس کے دو قلب ہیں۔ قرآن کریم نے اس لفظی اور مصنوعی تعلق کو حقیقی اور قدرتی تعلق سے جدا کرنے کے لئے ان رسوم اور مفروضات کی بڑی شدومد سے تردید فرمائی اور بتلایا کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے اگر واقعی وہ ماں بن جاتی ہے تو کیا یہ دو ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ ایک وہ کہ جس نے اول جنا تھا اور دوسری یہ کہ جس کو ماں کہہ کر پکارتا ہے اسی طرح کسی نے زید کو بیٹا بنالیا تو ایک باپ تو اس کا پہلے سے موجود تھا جس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے کیا واقعی اب یہ ماننا چاہئے کہ یہ دو باپوں سے الگ الگ پیدا ہوا ہے۔ جب ایسا نہیں تو حقیقی اولاد کے احکام ان پر جاری نہیں کئے جاسکتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک ٹھیک اور منصفانہ بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے۔ کسی نے منہ بولا بیٹا بنالیا تو وہ واقعی باپ

نہیں بن گیا۔ یوں شفقت و محبت سے کسی کو مجازاً بیٹا یا باپ کہہ کر پکار لے وہ دوسری بات ہے غرض یہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں خلط ملط اور اشتباہ واقع نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں سب سے پہلے جو اصلاح نافذ کی گئی وہ یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنے کی بجائے زید بن حارثہ کہنا شروع کر دیا گیا۔ مزید براں ان آیات کے نزول کے بعد یہ بات حرام قرار دے دی گئی کہ کوئی شخص اپنے حقیقی باپ کے سوا اور کی طرف اپنا نسب منسوب کرے۔ بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا درآنحالیکہ وہ جانتا ہو کہ وہ شخص اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ کسی مسلمان کا باپ کون ہے تو بہر حال وہ تمہارا دینی بھائی اور رفیق ہے اسی لقب سے یاد کیا کرو۔ اور اگر اس میں تم کو بھول چوک ہو جائے یعنی نادانستہ اگر غلط کہہ دیا کہ فلاں کا بیٹا فلاں وہ معاف ہے۔ بھول چوک کا گناہ نہیں۔ ہاں جو دل سے ارادہ کر کے کہے تو گناہ ہوگا اور اس سے بھی اگر استغفار کر لیا جائے تو پھر معاف ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

ان آیات کے تحت نسب کے متعلق ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اب اس وقت جہاں اور دوسری بے اعتدالیاں پیدا ہو رہی ہیں اور ہو گئی ہیں ان میں ایک بے اعتدالی یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اپنا نسب آبائی چھوڑ کر اپنے آپ کو دوسرے انساب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کوئی سید بننے کے درپے ہے تو کوئی اپنے آپ کو انصاری ثابت کرتا ہے۔ کوئی اس فکر میں ہے کہ اپنے کو صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی۔ علوی ظاہر کرے کوئی اس کے درپے ہے کہ اپنے کو قریش میں داخل کر کے قریشی کہلائے۔ اور منشا اس کا تکبر اور غرور ہے جو فی نفسہٖ بھی گناہ کبیرہ ہے اور نسب بدلنا یہ مستقل دوسرا کبیرہ گناہ ہے۔ احادیث صحیحہ صریحہ میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں تفاخر بالانساب کا سب سے زیادہ چرچا جاہلیت میں تھا جس کو اسلام نے آ کر مٹایا۔ لیکن قرون مابعد میں مسلمانوں میں یہ بلا پھر پیدا ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ شرافت نسب فضائل غیر اختیاریہ میں سے ہے اور جس کو یہ حاصل ہو نعمت الٰہیہ سمجھے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اور جس کو حاصل نہ ہو وہ اس کے پیچھے نہ پڑے اس لئے کہ نسب بدلنا گناہ کبیرہ ہے اور اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ کسی نسبت سے تبری کرے اگرچہ وہ نسب ادنیٰ ہی ہو اور ایسے نسب کا دعویٰ کرے جس میں اس کا ہونا معروف نہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے نسب کا دعویٰ کرے جو اس کے لئے معروف نہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا یعنی نافرمانی کی۔ تو جن کو اپنے آبائی نسب سے صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی۔ انصاری۔ قریشی وغیرہ ہونا ثابت ہو وہ اظہار نعمت کے لئے نہ کہ فیشن اور فخر و غرور کے لئے اگر اس کو ظاہر کریں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ شرافت نسب کی نعمت عطا فرمائے اس کو بہ نسبت دوسروں کے اور بھی زیادہ اصلاحِ اعمال و اخلاق کی طرف توجہ کرنی چاہئے کیونکہ اول تو اس نعمت کا اقتضا اور شکر یہ یہی ہے۔ دوسرے بزرگوں کی نسبت جتنی زیادہ ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں کہ کم از کم اس نسبت کی لاج رکھنے کے لئے اپنے آبائی بزرگوں کے خلاف نہ چلے۔

الغرض ان آیات کے نزول پر حضرت زید کو اب تک جو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہے جاتے تھے اب ان کو ہدایت ربانی کے ماتحت زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ اس سے ایک وہم کسی کو یہ ہو سکتا تھا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ تو اس وہم کو اگلی آیات میں دور کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ

نبیؐ مومنین کے ساتھ خود اُن کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب اللہ میں

اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُھٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ

ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو

مَّعْرُوْفًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

تو وہ جائز ہے یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے۔

اَلنَّبِیُّ نبی	اَوْلٰی زیادہ (حقدار)	بِالْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کیساتھ	مِنْ سے	اَنْفُسِہِمْ ان کی جانیں	وَاَزْوَاجُہٗ اور اس کی بیبیاں	اُمَّھٰتُھُمْ اُن کی مائیں
وَ اور	اُولُوا الْاَرْحَامِ قرابت دار	بَعْضُھُمْ ان میں سے بعض	اَوْلٰی نزدیک تر	بِبَعْضٍ بعض (دوسروں) سے	فِیْ میں	کِتٰبِ اللّٰہِ اللہ کی کتاب
مِنَ سے	الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں	وَالْمُھٰجِرِیْنَ اور مہاجروں	اِلَّآ اَنْ مگر یہ کہ	تَفْعَلُوْٓا تم کرو	اِلٰٓی طرف (ساتھ)	اَوْلِیٰٓئِکُمْ اپنے دوست
	مَعْرُوْفًا احسن سلوک	کَانَ ہے	ذٰلِکَ یہ	فِی الْکِتٰبِ کتاب میں	مَسْطُوْرًا لکھا ہوا	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں جاہلیت کے زمانہ کی بعض رسوم کی تردید فرمائی گئی تھی اور اس سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے اگر کسی نے کسی کو منہ بولا بیٹا بنالیا تو وہ واقعی باپ نہیں بن گیا۔ اسی حکم کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنے کے بجائے ان کے حقیقی باپ کی نسبت سے زید بن حارثہ کہنا شروع کردیا گیا تھا۔ تو اس سے بظاہر کسی کو یہ وہم گزر سکتا تھا کہ اب حضرت زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے نبی اور امتی کے تعلق کو واضح کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں سے اور مسلمانوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تعلق ہے وہ تو تمام دوسرے انسانی تعلقات سے بالاتر نوعیت رکھتا ہے۔ کوئی رشتہ اس رشتہ سے اور کوئی تعلق اس تعلق سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے درمیان ہے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ دنیا میں بظاہر سب سے بڑا تعلق انسان کا ماں باپ سے ہے۔ ماں باپ ہی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی۔ تو باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسمانی وجود سے نکلا ہے اور باپ کی طبعی تربیت و شفقت اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن نبی اور امتی کا تعلق ماں باپ سے بھی بڑھ کر شفقت و رحمت کا ہے۔ یقیناً امتی کا ایمانی اور روحانی وجود نبی کے طفیل میں ہے۔ جو شفقت و تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوئی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امتی کی وہ ہمدردی۔ اور خیر خواہانہ شفقت و تربیت فرماتے ہیں جو خود اس کا نفس بھی اپنی نہیں کرسکتا۔ تمہارے ماں باپ تمہارے بیوی بچے تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تمہارے ساتھ خود غرضی برت سکتے ہیں۔ تم کو گمراہ کرسکتے ہیں۔ تم سے غلطیوں کا ارتکاب کرا سکتے ہیں مگر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے حق میں صرف وہی بات کرنے والے ہیں جس میں تمہاری حقیقی فلاح ہو۔تم خود اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار سکتے ہو۔حماقتیں کر کے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر سکتے ہو لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے وہی کچھ تجویز کریں گے جو فی الواقع تمہارے حق میں نافع ہی نافع ہو اور جب معاملہ یہ ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اہل ایمان پر یہ حق ہے کہ وہ آپ کو اپنے ماں باپ اولاد اور اپنی جان سے بڑھ کر عزیز سمجھیں اور عزیز رکھیں۔دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ کی محبت رکھیں۔اپنی رائے پر آپ کی رائے کو۔اپنے فیصلے پر آپ کے فیصلہ کو۔اپنی چاہت پر آپ کی چاہت کو مقدم رکھیں اور آپ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔اسی مضمون کو ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ احادیث میں مشہور ہے کہ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد سنا تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی کیفیت فوراً بدل دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کا حال اسی وقت بدل گیا اور عرض کیا کہ

خدا کی قسم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تم مومن کامل ہو۔تو معلوم ہوا کہ کامل ایمان دراصل اسی کا نام ہے کہ آدمی بالکل اللہ و رسول کا ہو جائے اور اپنے سارے تعلقات و خواہشات کو اللہ اور رسول کے تعلق پر اللہ و رسول کے دین کی راہ میں قربان کر سکے جس طرح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کر دکھایا۔اور آج بھی اللہ کے سچے اور صادق بندوں کا یہی حال ہے اگر چہ ان کی تعداد اب بہت کم ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول پاک سے سچا تعلق ہم کو نصیب فرماویں۔تو اس خصوصیت کی بنا پر جو اوپر مذکور ہوئی ایک خصوصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آگے یہ بھی بیان ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امتیوں کی دینی مائیں ہیں اور ان کی تکریم و تعظیم مسلمانوں پر مثل ماں کے واجب ہے۔اور ان کے ساتھ کسی مسلمان کا کبھی نکاح نہیں ہوسکتا تو ازواج مطہرات مومنین کے لئے مثل ماں کے عزت و حرمت میں ہیں باقی دوسرے احکام میں مثل پردہ وغیرہ کے وہ ماں کی طرح نہیں یعنی علاوہ حقیقی رشتہ داروں کے باقی سب مسلمان ان کے لئے غیر محرم تھے جن سے پردہ واجب تھا۔آگے بتلایا گیا کہ جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے تو آپ کے ساتھ تو مسلمانوں کے تعلق کی نوعیت سب سے الگ ہے لیکن عام مسلمانوں کے درمیان آپس کے تعلقات اس اصول پر قائم ہوں گے کہ رشتہ داروں کے حقوق ایک دوسرے پر عام لوگوں کی بہ نسبت مقدم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنہوں نے وطن چھوڑا اور مدینہ کو ہجرت کی اپنے عزیز و اقارب سے علیحدہ ہوئے گھر بار چھوڑا اور بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ پہنچے تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر کا ایک انصار مدینہ سے بھائی چارہ قائم فرمادیا جس کی رو سے محض دینی برادری کے تعلق کی وجہ سے مہاجرین وانصار ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے بعد میں جب مہاجرین کے دوسرے قرابت دار مسلمان ہو گئے تو ان آیات کی رو سے اللہ تعالیٰ نے صاف حکم فرمادیا کہ قدرتی رشتہ ناتا اس بھائی چارہ سے مقدم ہے۔ میراث وغیرہ رشتہ ناطہ کے موافق تقسیم ہوگی۔ سلوک واحسان کوئی اپنے دینی بھائی سے کرنا چاہے تو وصیت کے ذریعہ سے کرسکتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ حکم اب ہمیشہ کے لئے جاری رہا۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اور یہاں آیت میں وازواجه اُمھٰتھم کے ارشاد سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ تمام ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جن میں بغیر کسی شک وشبہ کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل ہیں۔ لیکن روافض جو خلفائے ثلثہ اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ہدف لعن طعن بناتے ہیں اس بناپر کہ وہ خلیفہ اول حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تھیں۔ بہرحال مخالفین کچھ کہیں جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن قرآن کی شہادت سے امہات المومنین ہیں۔ اور ان کی تعظیم وتکریم۔ عزت وحرمت اہل اسلام پر واجب ہے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق ایک امتی پر ہیں ان کو یہاں بتلا کر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بلند درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے انبیاء کو اپنے امتیوں پر ان کی ذمہ داری کی بنا پر ہے۔ جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف بخشا ہے تو ہم کو اس نعمت عظمیٰ کے قدر کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور عظمت کے ساتھ آپ کا سچا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔

اللہ پاک ہم کو اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لائی ہوئی جملہ ہدایات پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں اور آپ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ازواج مطہرات واہل بیت کو اپنے قرب خاص کے درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

اور جب کہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابن مریمؑ سے بھی

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

اور ہم نے اُن سب سے خُوب پختہ عہدلیا۔ تا کہ ان سچوں سے ان کے سچ کی تحقیقات کرے، اور کافروں کیلئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَاِذْ اور جب	اَخَذْنَا ہم نے لیا	مِنَ سے	النَّبِيّٖنَ نبیوں	مِيْثَاقَهُمْ ان کا عہد	وَمِنْكَ اور تم سے	وَمِنْ نُّوْحٍ اور نوحؑ سے	وَّاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم	
وَمُوْسٰى اور موسیٰ	وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ	وَاَخَذْنَا اور ہم نے لیا	مِنْهُمْ ان سے	مِّيْثَاقًا عہد	غَلِيْظًا پختہ	لِّيَسْئَلَ تاکہ وہ سوال کرے		
	الصّٰدِقِيْنَ سچے	عَنْ سے	صِدْقِهِمْ ان کی سچائی	وَاَعَدَّ اور اُس نے تیار کیا	لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے	عَذَابًا عذاب	اَلِيْمًا دردناک	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل ایمان سے اور اہل ایمان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تعلق ہے اس کی نوعیت ظاہر فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل اسلام کی وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت وتربیت فرماتے ہیں کہ جو خود اپنا انکا نفس بھی نہیں کر سکتا اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اہل اسلام کی جان مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ آپ کو اپنے ماں باپ اولاد اور اپنی جان سے بڑھ کر عزیز سمجھیں۔ اور آپ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم رکھیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ بلند درجہ انبیاء کو اس لئے ملا کہ ان پر محنت اور ذمہ داری بھی سب سے زیادہ ہے۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے پختہ اقرار کرلیا ہے کہ وہ بے غرضی کے ساتھ انسانوں کو سچی سچی باتیں بتائیں گے اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اور کسر نہ اٹھا رکھیں گے اور اللہ کے بندوں کو اعتقاد اور عمل کے صحیح راستہ پر ڈالنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اور پھر یہ عہد و پیمان بھی کوئی ایسا ویسا نہیں بلکہ بڑا سخت اور پکا قول وقرار لیا گیا۔ تو یہاں اول تو جمیع انبیاء کا ذکر عام طور سے فرمایا گیا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد اور قول وقرار لیا تھا

پھر ان میں سے پانچ نبیوں کے نام لئے جو بڑے اولوالعزم اور صاحب شریعت پیغمبر تھے۔ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب انبیاء کے بعد ہوا مگر درجہ میں آپ سب سے پہلے ہیں اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے جیسا کہ احادیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی فرمایا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے درمیان تھے یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خدا کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین مقرر ہو چکا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی یعنی گارے کی شکل ہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اس حدیث شریف کا ذکر آ جانے پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فیوض الحرمین" سے ایک واقعہ یاد آیا۔ حرمین شریفین کے زمانہ قیام میں حضرت شاہ صاحبؒ پر جو حق تعالیٰ کی جانب سے الہامات یا روح پر فتوح سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو افاضات آپ پر ہوئے اور

خاص تعلیم وتلقین کی گئی اور جو بشارتیں منجانب اللہ تعالیٰ القاء ہوئیں اور جن اسرار دین متین سے آپ کو آگاہ کیا گیا یا جو وصیتیں اور نصیحتیں آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرمائی گئیں ان کو آپ نے بڑے عجیب اور دلکش انداز اور علمی حقائق و دقائق کے ساتھ ایک عربی کتاب فیوض الحرمین میں جمع فرمادیا جس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ فیوض و برکات تقریباً ۴۷ مشاہد پر مشتمل ہیں۔ ایک مشہد میں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی ہی میں تھے اور میں نبی ہو چکا تھا اور میرا یہ سوال زبان کے مقال اور دل کے خطرات سے نہ تھا بلکہ اس بھر اور راز کی آرزو اور شوق سے میری روح لبریز تھی۔ اس کے بعد میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر قوت اور طاقت تھی آپ کی صورت مثالیہ کے قریب ملا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی وہ صورت کریمہ مثالیہ دکھائی جو پہلے عالم اجسام کے پائی جاتی تھی۔ اس کے بعد مجھے عالم مثال سے اس عالم میں آنے کی کیفیت بتلائی اور مجھے انبیاء مبعوثین کی شکلیں بتلائیں۔ آگے اس مشاہدہ میں بڑی دقیق علوم ومعارف کی باتیں لکھی ہیں جو ہم کم علموں کی سمجھ میں بھی نہیں آسکتیں۔ یہ تذکرہ حضرت شاہ صاحبؒ کا درمیان میں ضمناً آ گیا تھا۔ ایک طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تمہاری امت کو میں نے سب سے آخر میں بھیجا ہے اور وہ حساب میں سب سے پہلے ہوگی اور میں نے تم کو نبیوں میں سب سے پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں بھیجا ہے۔ تم کو میں نے فاتح یعنی دورۂ نبوت شروع کرنے والا بنایا ہے اور تم کو اس کا ختم کرنے والا بنایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاعت کی ایک طویل حدیث ذکر کرتے ہیں کہ قیامت میں شفاعت کیلئے مخلوق تمام اولوالعزم انبیاء کے پاس سے ناکارہ ہو کر آخر کار لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہی ہمارے پروردگار سے سفارش کیجئے تاکہ ہمارا حساب لے لے وہ فرمائیں گے کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ میں اس سے شرمندہ ہوں کہ میرے امتیوں نے مجھے اور میری ماں کو خدا بنالیا تھا۔ لیکن بتلاؤ اگر کسی برتن کو بند کر کے اس پر مہر لگادی جائے کیا اس برتن کی چیز اس وقت تک لے سکتے ہو جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑو۔ لوگ کہیں گے ایسا تو نہیں ہوسکتا عیسیٰ علیہ السلام پھر فرمائیں گے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انبیاء علیہم السلام کے خاتمہ پر مہر ہیں آج موجود ہیں ان کی آئندہ اور گذشتہ سب لغزشیں معاف ہو چکی ہیں ان کے پاس جاؤ۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس نوازش الٰہیہ کی طرف اشارہ فرمایا جو ازل میں خلعت نبوۃ پہنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معراج کی حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ وہ بولے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جب آپ کی دربار الٰہی میں رسائی ہوئی تو ارشاد ہوا کہ میں نے پیدائش کے لحاظ سے آپ کو سب نبیوں سے پہلے اور بلحاظ بعثت سب سے آخر میں بھیجا۔ نبوت کا شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا آپ ہی کو بنایا ہے۔ خود ان آیات کریمہ کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت **واذ اخذنا من النبیین میثاقھم** کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا میں باعتبار پیدائش کے سب سے پہلا اور باعتبار بعثت سب سے آخری نبی ہوں۔ یہاں متعدد احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت و ابتدائے نبوت اور ختم نبوت کے متعلق اس لئے گوش گزار کی گئیں کہ ایک گمراہ اور ملعون فرقہ باوجود کھلی اور واضح تصریحات کے "نبوت" کے دروازہ کو کھلا رکھتا ہے تاکہ اس چودھویں صدی میں بھی غلام احمد قادیانی جیسے نبوت کے دعویدار پیدا ہوتے رہیں۔ مگر جیسا کہ ہر باطل کے خاتمہ کا ایک وقت ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ اس فرقہ قادیانی کو جو اہل اسلام

کے لئے قریب ایک صدی سے مار آستین بنا ہوا تھا۔ ماہ ستمبر ۱۹۷۴ء میں حکومت پاکستان اور پاکستان کے اہل اسلام نے بالاتفاق اس فرقہ کے بانی غلام احمد کو کافر خارج از اسلام قرار دیا اور جو بھی اس کی نبوت کا قائل۔ معتقد یا متبع ہوا اس کو بھی کافر قرار دے کر کم از کم پاکستان سے تو قادیانیت کا جنازہ نکل گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فتنہ عظیم کی سرکوبی کے لئے پاکستان کو منتخب فرما کر ایک بڑا عز وشرف عطا فرمایا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اہل پاکستان کو اس دین اسلام کی خدمت اور اپنے پیارے حبیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے اس جرأت مندانہ اعلان کے صلہ میں اہل پاکستان کو اسلام سے سچا اور صحیح تعلق نصیب فرمادے اور اس سرزمین سے اسلام کی عظمت کا آفتاب چمکنے اور تمام دنیا کو روشن کرنے کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

ذکر یہ ہو رہا تھا کہ یہاں آیت میں اول تو اجمالاً تمام انبیاء کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد وقول وقرار لیا تھا اور پھر ان میں سے پانچ اولوالعزم انبیاء کے نام لئے جن میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ تو یہاں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا اگرچہ اس دنیا میں ظہور آپ کا سب انبیاء کے بعد ہوا۔ اب یہ عہد کیا تھا اور کب لیا گیا تھا؟ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں اس میثاق کا ذکر متعدد مقامات پر کیا گیا ہے جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا گیا تھا کہ جب عالم ارواح میں روز میثاق میں تمام لوگوں کو آدم علیہ السلام کی پشت سے باہر نکالا تھا اور تمام بنی آدم سے عہد لیا تھا اور انبیاء سے بالخصوص عہد موثق لیا گیا تھا اور وہ اس بات کا عہد تھا کہ دین الٰہی کو قائم رکھیں۔ احکام الٰہی لوگوں کو سنائیں۔ خدا تعالیٰ کی رضامندی ہر بات پر مقدم رکھیں۔ باہم اتفاق رکھیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

آیت میں آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض عہد لے کر نہیں رہ گیا ہے بلکہ اس عہد کے بارہ میں قیامت میں وہ سوال کرنے والا ہے اور سوال اس لئے ہوگا تاکہ سچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور ان کو انعام واکرام سے مالا مال فرمایا جائے اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے۔

یہاں آیت میں لفظ صادقین استعمال کرکے انبیاء علیہم السلام کا اپنے عہد کو پورا کرنا ظاہر فرمادیا پس ان کا تو اپنے عہد کو عملاً پورا کرنا ثابت ہوگیا۔ اب رہ گئے وہ کہ جن کو اتباع کا حکم تھا اور ان کو ترک اتباع پر وعید سنائی گئی کہ منکروں کو دردناک عذاب ہوگا اور اصحاب اتباع کو انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔

اب آگے جنگ احزاب کے موقع پر جو اہل ایمان پر انعام فرمایا گیا وہ اہل ایمان کو یاد دلایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو افضل الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نبی رسالت کا حق ادا فرمادیا اور امانت کا حق ادا کردیا اور امت کی پوری خیر خواہی فرمادی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

اے ایمان والو اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے اُن پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٩﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ

جوتم کودکھائی نہ دیتی تھی، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے۔ جبکہ وہ لوگ تم پر آچڑھے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی

مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿١٠﴾

اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کررہے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو	اذْكُرُوْا یاد کرو	نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر	اِذْ جَآءَتْكُمْ جب تم پر (چڑھ) آئے	جُنُوْدٌ لشکر				
فَاَرْسَلْنَا ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	رِيْحًا آندھی	وَّجُنُوْدًا اور لشکر	لَّمْ تَرَوْهَا تم نے انہیں نہ دیکھا	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	بِمَا اسے جو		
تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرًا دیکھنے والا	اِذْ جب	جَآءُوْكُمْ وہ تم پر آئے	مِّنْ سے	فَوْقِكُمْ تمہارے اوپر	وَ اور	مِنْ اَسْفَلَ نیچے سے		
مِنْكُمْ تمہارے	وَاِذْ اور جب	زَاغَتِ الْاَبْصَارُ کج ہوئیں (چندھیا گئیں) آنکھیں	وَبَلَغَتِ اور پہنچ گئے	الْقُلُوْبُ دل	الْحَنَاجِرَ گلے				
	وَتَظُنُّوْنَ اور تم گمان کرتے تھے	بِاللّٰهِ اللہ کے بارے میں	الظُّنُوْنَا بہت سے گمان						

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں اس عہد و پیمان اور قول وقرار کا بیان تھا کہ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے لیا تھا اور اس عہد و پیمان کا نتیجہ بھی بتلایا گیا تھا تا کہ قیامت میں جب ہر ایک سے پوچھ پاچھ ہو تو سچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے۔ اس میں ایک طرح اطاعت الٰہیہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید تھی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ اپنے ایک احسان اور فضلِ عظیم یعنی دو غزووں میں کامیابی اور بڑی پریشانی کا رفع و دفعہ ہونا یاد دلاتے ہیں تا کہ تذکرۂ نعمت سے اطاعتِ الٰہیہ اور اتباع رسول کی ترغیب ہو نیز سچے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متبعین اور ان کے بالمقابل منکرین و منافقین کے کچھ احوال اور ان کے ظاہری ثمرات ونتائج ذکر کئے جاتے ہیں۔ پہلے اس پورے رکوع میں غزوۂ احزاب جس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں اس کا واقعہ یاد دلایا گیا اور پھر اگلے رکوع میں غزوۂ بنی قریظہ کا ذکر فرمایا گیا۔ ان آیات کی تشریح سے پہلے جن میں جنگ احزاب کی طرف اشارہ ہے مناسب معلوم ہوگا کہ اس جنگ کے اسباب وحالات ونتائج وغیرہ کو مختصراً بیان کر دیا جائے تا کہ اس کی روشنی میں ان اور آئندہ آیات کا مطلب بخوبی سمجھا جا سکے۔ ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال یہود کا ایک قبیلہ بنی النضیر مسلمانوں کے ہاتھوں مدینہ سے نکالا گیا اور اس کا واقعہ یوں پیش آیا کہ یہود بنی النضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی اور جب یہ راز فاش ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نوٹس دے دیا کہ دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ ورنہ اس کے بعد تم میں سے جو یہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ منافقین مدینہ کے سردار عبداللہ بن اُبی نے ان یہود کو در پردہ شہ دی کہ تم ڈٹ جاؤ اور مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دو۔ میں دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا۔ دوسرے یہود قبیلہ بنی قریظہ وغیرہ تمہاری مدد کریں گے عرب کے دوسرے قبائل بھی تمہاری مدد کے لئے آجائیں گے۔ چنانچہ یہود بنی النضیر نے اس کی باتوں میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنا علاقہ نہیں چھوڑیں گے آپ سے جو کچھ ہو سکے کر لیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوٹس کی میعاد ختم ہوتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے حامیوں میں سے

کسی کی ہمت نہ پڑی کہ مدد کو آتا۔ آخرکار انہوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ ان میں سے ہر تین آدمی ایک اونٹ پر جو کچھ لاد کر لے جاسکتے ہیں لے جائیں گے اور باقی سب کچھ مدینہ ہی میں چھوڑ جائیں گے اس طرح مضافات مدینہ کا وہ محلّہ جس میں یہود بنی نضیر رہتے تھے۔ ان کے باغات اور سروسامان سمیت مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اور اس بدعہد قبیلہ کے لوگ ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے۔ اس قبیلہ کے لوگ مخالفین اسلام کے ہر قبیلہ میں پھرے اور دورہ کر کے قریش اور دوسرے عرب قبائل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سب مل کر بہت بڑی جمعیت کے ساتھ مدینہ پر ٹوٹ پڑیں اور مسلمانوں کا قلع قمع کر دیں۔ چنانچہ شوال ۵ھ مطابق ماہ فروری ۶۲۷ء میں ابوسفیان تقریباً بارہ ہزار کا لشکر جرار پورے ساز وسامان سے آراستہ۔ طاقت کے نشہ میں چور مدینہ پر چڑھائی کے لئے مکہ سے نکلا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی اس نقل وحرکت کا علم ہوا تو سب سے پہلا کلمہ جو زبان مبارک پر آیا یہ تھا **حسبنا اللہ ونعم الوکیل** یعنی اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ہم اہل فارس کا دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر خندق کھود کر دشمن سے خود کو محفوظ کر لیتے اور اس کو مجبور بنا دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرما کر خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۳ ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر خندق کھودنے کے لئے خود بھی کمربستہ ہو گئے۔ شہر کے گرد جدھر سے حملہ کا اندیشہ تھا تقریباً ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی گئی۔ یہ کام دس دس افراد کی ٹولیوں پر تقسیم کر دیا گیا اور ہر ٹولی نے ۴/۴ گز خندق تیار کی۔ چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے پتھر توڑنے اور مٹی ہٹانے میں خود سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا۔ اور روایات میں آتا ہے کہ سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ کائناتِ انسانی کی تاریخ میں آقا اور غلام۔ حاکم اور محکوم۔ مخدوم اور خادم کے درمیان یہ وہ منظر تھا جو آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا کہ دو جہان کے سردار ہاتھ میں کدال لئے تین دن کے فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھے مہاجرین اور انصار کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف ہیں اور برابر کے شریک نظر آتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ یہ کس کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے جان نثار خادم اور عاشق صادق تھے کہ جو کسی حال بھی یہ نہ ہونا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس خندق کے کھودنے اور مٹی کے اٹھانے کی محنت شاقہ میں ان کے شریک ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دل جوئی اور امت کی تعلیم کے لئے اس محنت شاقہ میں برابر کا حصہ لیا اور آپ کی یہی عادت مبارکہ تھی کہ ہر محنت ومشقت اور تنگی وتکلیف میں آپ سب عوام مسلمین کی طرح ان میں شریک ہوتے تھے۔ **اللھم رب صلی وسلم علی رسول اللہ صلوٰۃ دائمۃ بد وام ملک اللہ.**

ایک جگہ خندق کھودتے ہوئے پتھر کی ایک چٹان نکل آئی جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عاجز آ گئے۔ خدمت اقدس میں اس واقعہ کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی مشورہ یا حکم دینے کی بجائے خود ان کے ساتھ موقع پر تشریف لائے اور خندق کے اندر اتر کر اور کدال اپنے دست مبارک میں لے کر اس چٹان پر بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی اور ایک ہی ضرب سے چٹان کا ایک تہائی حصہ کٹ گیا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی چٹان اور کٹ گئی۔ تیسری مرتبہ پھر آپ نے ضرب لگائی تو باقی چٹان بھی کٹ کر ختم ہو گئی۔ اور پھر آپ خندق سے باہر تشریف لائے۔ **اللھم رب صلی وسلم علی رسول اللہ صلوٰۃ دائمۃ بدو ام ملک اللہ.**

الغرض سخت جاڑے کا موسم تھا۔ غلہ کی گرانی تھی۔ بھوک کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر بندھے ہوئے تھے مگر دین حق کی حمایت اور عشق الٰہی میں سرشار زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز قوت اور ہمت مردانہ کے ساتھ مشغول تھے۔ صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔

نحن الذین بایعو محمداً علی الجھاد مابقینا ابدًا

(ہم وہ ہیں جنہوں نے زندگی بھر کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کرلی ہے۔)

دوسری جانب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ دعائیہ کلمہ جاری تھا۔

اللھم ان العیش عیش الأخرۃ　　فاغفر الانصار والمھاجرہ

(خدایا عیش تو آخرت کا عیش ہے۔ پس تو انصار ومہاجرین کو مغفرت سے نواز)

الغرض اس طرح چھ روز میں ساڑھے تین میل لمبی خندق تیار ہوگئی۔ اور ادھر کفار کا لشکر آپہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابل مورچے جمادیئے تقریباً ۲۰۔۲۵ روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ درمیان میں خندق حائل تھی۔ عرب کے لئے یہ ایک نئی حکمت جنگ تھی اور قریش اس پر دنگ رہ گئے۔ دور سے تیر اندازی ہوتی تھی اور گاہ بگاہ فریقین کے خاص خاص افراد میں دو دو ہاتھ ہوجاتے تھے۔ کفار کے یہ خیال میں ہی نہ تھا کہ مدینہ کے باہر خندق سے سابقہ پیش آئے گا کیونکہ اہل عرب اس وقت تک اس طریق دفاع سے ناآشنا تھے۔ ناچار انہیں جاڑے کے زمانہ میں ایک طویل محاصرہ کے لئے تیار ہونا پڑا جس کے لئے وہ گھروں سے تیار ہوکر نہ آئے تھے۔ بہرحال مسلمانوں کی جمعیت مدینہ میں محصور تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو مدینہ کے ایک محلّہ میں کردیا تھا۔ اسی عرصہ میں کفار نے ایک تدبیر یہ کہ بنوقریظہ کے یہودی قبیلہ کو جو مدینہ کے جنوب مشرقی گوشہ میں رہتا تھا انہیں غداری پر آمادہ کیا۔ چونکہ اس قبیلہ بنوقریظہ سے مسلمانوں کا باقاعدہ حلیفانہ معاہدہ تھا جس کی رو سے مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مدافعت کرنے کا پابند تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے اس طرف سے بے فکر ہوکر اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محلّہ میں جمع کردیا جو بنوقریظہ کی جانب تھا اور ادھر مدافعت کا کوئی انتظام بھی نہ کیا گیا تھا۔ کفار کے حملہ آور لشکریوں میں سے بنی نضیر کا ایک یہودی سردار قبیلہ بنوقریظہ کے پاس بھیجا گیا تاکہ انہیں کسی طرح معاہدہ توڑ کر جنگ میں شامل ہونے کے لئے آمادہ کرے۔ ابتداء تو بنوقریظہ نے انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ ہے اور آج تک ہمیں کبھی ان سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی لیکن جب اس بنی نضیر کے یہودی سردار نے کہا کہ دیکھو میں اس وقت تمام عرب قبائل کی متحدہ طاقت مسلمانوں پر چڑھا لایا ہوں۔ یہ انہیں ختم کرنے کا نادر موقع ہے اس کو اگر تم نے کھو دیا تو پھر دوسرا ایسا موقع کوئی نہ مل سکے گا۔ تو یہودی ذہنیت کی اسلام دشمنی اخلاق کے پاس ولحاظ پر غالب آگئی اور بنوقریظہ عہد توڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ سے بھی بے خبر نہ تھے۔ آپ کو بروقت اس کی اطلاع مل گئی اور آپ نے فوراً انصار کے چند سرداروں کو بنوقریظہ کے پاس تحقیق حال اور فہمائش کے لئے بھیجا۔ یہ حضرات وہاں پہنچے تو بنوقریظہ کو پوری خباثت پر آمادہ پایا اور انہوں نے برملا ان انصار سرداروں سے کہہ دیا کہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔ یہ خبر بہت جلد مدینہ کے مسلمانوں میں پھیل گئی اور ان کے اندر اس سے سخت اضطراب پیدا ہوگیا کیونکہ اب وہ دونوں طرف سے گھیرے میں آگئے تھے اور مدینہ کا وہ حصہ اب خطرہ میں پڑگیا تھا جدھر دفاع کا بھی کوئی انتظام نہ تھا اور سب کے بال بچے بھی اسی جانب تھے۔ اس پر منافقین جو مسلمانوں میں ملے جلے ہوئے تھے ان کی سرگرمیاں تیز ہوگئیں اور انہوں نے اہل ایمان کے حوصلہ پست کرنے کے لئے طرح طرح کے نفسیاتی حملے شروع کردیئے۔ کسی نے کہا کہ ہم سے وعدہ تو قیصر اور کسریٰ کے ملک کے فتح ہوجانے کے کئے جارہے تھے اور حال یہ ہے کہ اب ہم رفع حاجت کے لئے بھی نہیں نکل سکتے۔ کسی نے یہ کہہ کر خندق کے محاذ سے رخصت مانگی کہ اب تو ہمارے گھر اور بال بچے ہی خطرہ میں پڑگئے ہیں ہمیں جاکر ان کی حفاظت کرنی ہے۔ کسی نے یہاں تک خفیہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ حملہ آوروں سے اپنا معاملہ درست کرلو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ کردو۔ یہ ایسی شدید آزمائش کا وقت تھا کہ صرف صادق اور مخلص اہل ایمان ہی تھے جو اس نازک اور کڑے وقت میں فداکاری کے عزم پر ثابت قدم رہے۔ محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی تھی۔ رسد کی قلت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تین تین فاقہ گزر گئے۔

ایک روز مضطر ہو کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے کہ سب نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کر سکے تو وہیں سے تیر اور پتھر برسانے شروع کئے۔ جانبین سے مسلسل تیراندازی ہوئی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو دن بھر ایسا مشغول رہنا پڑا کہ نماز کے لئے بھی ذرا سی مہلت نہ ملی۔ چار نمازیں قضا ہوئیں۔ جو عشا کے وقت پڑھی گئیں۔ اب محاصرہ ۲۵ دن سے زیادہ طویل ہو چکا تھا۔ سردی کا زمانہ تھا۔ بالآخر خداوند تعالیٰ نے اس بے سروسامان جماعت کی امداد فرمائی ایک نومسلم صحابی کے ایک عاقلانہ اور لطیف تدبیر سے حملہ آور مشرکین اور یہودی بنی قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ ادھر کفار کے دلوں کو خدا تعالیٰ کا نہ دکھائی دینے والا فرشتوں کا لشکر مرعوب کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات لشکر کفار پر برفانی ہوا کا ایک ایسا طوفان چلا دیا جس سے ریت اور سنگریزے اڑ اڑ کر کفار کے منہ پر لگتے تھے۔ ان کے چولہے بجھ گئے۔ دیگچے زمین پر اوندھے جا پڑے۔ کھانے پکانے کی کوئی صورت نہ رہی۔ ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ لشکر پریشان ہو گیا۔ سردی اور آندھی ناقابل برداشت بن گئی۔ آخر ابوسفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی وہاں سے کوچ کر جانے کا حکم دیا اور ناچار سب ناکام و نامراد راتوں رات واپس ہو گئے۔ صبح جب مسلمان اٹھے تو میدان میں ایک دشمن بھی نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کو دشمنوں سے خالی دیکھ کر فوراً ارشاد فرمایا کہ اب قریش کے لوگ تم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے۔ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے۔ غزوۂ خندق سے پلٹ کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر پہنچے تو ظہر کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حکم سنایا کہ ابھی ہتھیار نہ کھولے جائیں۔ بنی قریظہ کا معاملہ باقی ہے۔ ان سے بھی اسی وقت نمٹ لینا چاہئے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ کوئی عصر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک دیار بنی قریظہ پر نہ پہنچ جائے۔ غزوۂ احزاب کی کچھ تفصیلات تو آپ کے سامنے آ گئیں اب غزوۂ بنی قریظہ کی تفصیلات انشاء اللہ تیسرے رکوع میں جہاں ان کا ذکر فرمایا گیا ہے وہاں بیان ہوں گی۔ اب غزوۂ احزاب کی ان تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔

جیسا کہ ابتدا میں اوپر عرض کیا گیا...... اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کی ترغیب کے لئے اہل ایمان کو خطاب کر کے اپنا احسان اور فضل یاد دلاتے ہیں کہ اے ایمان والو اس سخت وقت کو یاد کرو جب کہ تمہارے اوپر لشکر چڑھ آئے تھے اور جب تم ہر طرف سے گھر گئے تھے اور تمہاری سخت حالت ہو گئی تھی۔ مراد اس سے جنگ احزاب ہے تو ہم نے دشمنوں کو ہزیمت دے کر تم سے ٹال دیا اور سخت ٹھنڈی ہوا چلا دی اور فرشتوں کا لشکر جو تمہیں دکھائی نہ دیتا تھا بھیج دیا تمہاری حالت یہ تھی کہ مدینہ کی مشرق کی طرف سے جو اونچا علاقہ تھا اور مغرب کی طرف سے جو نیچا حصہ تھا تمہیں دشمنوں نے اکٹھے ہو کر گھیر لیا تھا اور دہشت کے مارے تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ جیسا کہ خوف کے وقت ہوا کرتا ہے اور تمہارے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ گئے تھے۔ یہ ایک محاورہ عرب کی بات سے جو شدت خوف کے وقت کہا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں کہ ناک میں دم آ گیا تھا یا کہا کرتے ہیں کہ دل باہر نکل پڑا اور تم اللہ تعالیٰ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے یعنی سچے اور ایمان دار تو یہی کہتے تھے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اسلام ضرور فتحیاب ہو گا مگر منافقین کہتے کہ ہم مصیبت میں پڑ گئے۔ بس اب کے خاتمہ ہے۔ ایسی مصیبت پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ اب کے شاید ہی بچیں۔ کوئی کہتا کہ اس دل بادل فوج سے جیتنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ کمزور یقین والوں کے منہ سے بھی یاس و ہراس کے کلمے نکل جاتے تھے۔

مزید واقعات و حالات اسی جنگ احزاب کے اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور اس جنگ میں منافقین کا کیا طرز عمل رہا وہ بتلایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

9

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي

اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلہ میں ڈالے گئے۔ اور جب کہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے

قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ

یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور جب کہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے یثرب کے لوگو!

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ

تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقع نہیں سو لوٹ چلو اور بعض لوگ ان میں نبی سے اجازت مانگتے تھے کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں

وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا

حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں یہ محض بھاگنا ہی چاہتے تھے۔ اور اگر مدینہ میں اس کے اطراف سے اُن پر کوئی آگھسے پھر اُن سے فساد کی درخواست کی جائے

الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ

تو یہ اُس کو منظور کرلیں اور ان گھروں میں بہت ہی کم ٹھہریں۔ حالانکہ یہی لوگ پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔

لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم

اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوگی۔ آپ فرمادیجئے کہ تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہوسکتا اگر تم

مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَن ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم

موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہوسکتے۔ یہ بھی فرمادیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خدا سے بچاسکے،

مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن

اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے یا وہ کون ہے جو خدا کے فضل سے تم کو روک سکے اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے اور خدا کے سوا نہ کوئی

دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾

اپنا حمائتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔

هُنَالِكَ یہاں	ابْتُلِيَ آزمائے گئے	الْمُؤْمِنُونَ مومن	وَزُلْزِلُوا اور وہ ہلائے گئے	زِلْزَالًا ہلایا جانا	شَدِيدًا شدید	وَإِذْ اور جب	يَقُولُ کہنے لگے
الْمُنَافِقُونَ منافق	وَالَّذِينَ اور وہ جن کے	فِي قُلُوبِهِمْ دلوں میں	مَرَضٌ روگ	مَا وَعَدَنَا جو ہم سے وعدہ کیا	اللَّهُ اللہ	وَرَسُولُهُ اور اسکا رسول	
إِلَّا مگر (صرف)	غُرُورًا دھوکہ دینا	وَإِذْ اور جب	قَالَتْ کہا	طَائِفَةٌ ایک گروہ	مِنْهُمْ ان میں سے	يَا أَهْلَ يَثْرِبَ اے یثرب (مدینہ) والو	

لَّا مَقَامَ کوئی جگہ نہیں	لَكُمْ تمہارے لئے	فَارْجِعُوْا لہٰذا تم لوٹ چلو	وَيَسْتَأْذِنُ اور اجازت مانگتا تھا	فَرِيْقٌ ایک گروہ	مِّنْهُمُ ان میں سے	النَّبِيَّ نبی سے	
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے تھے	اِنَّ بیشک	بُيُوْتَنَا ہمارے گھر	عَوْرَةٌ غیر محفوظ	وَمَا هِيَ حالانکہ وہ نہیں	بِعَوْرَةٍ غیر محفوظ	اِنْ يُّرِيْدُوْنَ وہ نہیں چاہتے	
اِلَّا مگر (صرف)	فِرَارًا فرار	وَلَوْ اور اگر	دُخِلَتْ داخل ہو جائیں	عَلَيْهِمْ ان پر	مِّنْ سے	اَقْطَارِهَا اس (مدینہ) کے اطراف	ثُمَّ پھر
سُئِلُوا ان سے چاہا جائے	الْفِتْنَةَ فساد	لَاٰتَوْهَا تو وہ ضرور اسے دیں گے	وَ اور	مَا تَلَبَّثُوْا نہ دیر لگائیں گے	بِهَا اس (گھر) میں		
اِلَّا مگر (صرف)	يَسِيْرًا تھوڑی سی	وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا حالانکہ وہ عہد کر چکے تھے	اللّٰهَ اللہ	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	لَا نہ		
يُوَلُّوْنَ پھیریں گے الْاَدْبَارَ پیٹھ وَكَانَ اور ہے عَهْدُ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ مَسْئُوْلًا پوچھا جانے والا قُلْ فرمادیں لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ تمہیں ہرگز نفع نہ دیگا							
الْفِرَارُ فرار	اِنْ اگر	فَرَرْتُمْ تم بھاگے	مِّنَ الْمَوْتِ موت سے	اَوِ یا	الْقَتْلِ قتل	وَاِذًا اور اس صورت میں	لَّا تُمَتَّعُوْنَ نہ فائدہ دیئے جاؤ گے
اِلَّا قَلِيْلًا مگر (صرف) تھوڑا	قُلْ فرمادیں	مَنْ ذَا کون جو	الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ وہ جو تمہیں بچائے	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے	اِنْ اگر		
اَرَادَ بِكُمْ وہ چاہے تم سے	سُوْٓءًا برائی	اَوْ یا	اَرَادَ بِكُمْ چاہے تم سے	رَحْمَةً مہربانی	وَ اور	لَا يَجِدُوْنَ وہ نہ پائیں گے	
	لَهُمْ اپنے لئے	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَلِيًّا کوئی دوست	وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ مددگار			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے اپنا وہ احسان اور فضل یاد دلایا تھا جو غزوۂ احزاب یا جنگ خندق کے موقع پر مسلمانوں پر فرمایا جبکہ کفار ومشرکین و یہود نے مل کر پوری طاقت اور پورے جتھے سے مسلمانوں کو مٹانے کے ارادہ سے زبردست لشکر لے کر حملہ کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اہل ایمان کے لئے واقعی یہ بڑی سخت آزمائش کا وقت تھا۔ اہل ایمان کی پختگی اور استقامت کا زبردست امتحان تھا۔ شدید سردی کا موسم۔ غلہ کی گرانی وکمیابی۔ صحابہ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اس پر بھی ہمت اور استقلال کا یہ عالم تھا کہ پتھریلی زمین کی کھدائی شب وروز اپنے ہاتھوں سے جاری تھی۔ بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب خندق کھودی جارہی تھی تو میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بھوکے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تین دن سے آپ نے کچھ نہ کھایا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں گھر آیا اور بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے معلوم ہوتے ہیں۔ بیوی نے بوری سے جو نکالے جو ایک صاع تھے (یعنی ہمارے وزن سے قریب ساڑھے تین سیر) گھر میں بکری کا ایک بچہ پلا ہوا تھا۔ وہ میں نے ذبح کیا اتنے میں بیوی نے آٹا پیس لیا اور گوشت کاٹ کر ہانڈی میں چڑھا دیا۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بیوی نے چلتے وقت کہا کہ دیکھو مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ مت کرنا کہ بہت سے آدمی آجائیں اور کھانا تھوڑا ہو جائے۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے سے عرض کیا۔ میں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع کا آٹا پیسا ہے۔ آپ اپنے ساتھ چند آدمیوں کو لے کر چلئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی اے خندق والو! جلدی چلو۔ جابر نے کھانا پکایا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم چلو مگر میرے آنے تک نہ ہانڈی اتارنا اور نہ خمیر کی روٹیاں پکانا۔ میں چلا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو لے کر آنے کے لئے تیار ہونے لگے میں نے آکر بیوی سے سب باتیں کہہ دیں تو وہ گھبرا گئی اور کہا تم نے یہ کیا کیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تمہاری بات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دی تھی۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خمیر میں لعاب دہن ملایا اور دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا اے جابر روٹی پکانے والی کو بلاؤ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور ہانڈی سے گوشت نکالے اور اسے چولہے سے نہ اتارے آخر سب نے پیٹ بھر کر کھا لیا۔ ہانڈی اسی طرح پک رہی اور ابل رہی تھی اور روٹیاں پکائی جارہی تھیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم کھانے والے ایک ہزار تھے سب نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا ہانڈی میں گوشت بھرا ہوا تھا اور روٹیاں برابر پک رہی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ

اور اپنے آدمیوں کو بھی حصہ نہ کرو کیونکہ آج کل بھوک سے سب پریشان ہو رہے ہیں۔ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ ورنہ بخاری ہی کی ایک حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک ایک مٹھی جو آتے پھر ان کو بدمزہ چربی میں پکا کر سب مل کر کھا لیتے حالانکہ وہ حلق کو پکڑتی تھی اور اس میں سے بو آتی تھی غرض کہ سردی کے علاوہ کھانے پینے کی بھی تنگی تھی اور پھر بنی قریظہ کے یہودیوں نے دفعۃً معاہدہ توڑ کر سخت بے چینی پیدا کر دی تھی۔ پھر منافقین دل کے کھوٹے جو بظاہر مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے وہ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ کوئی کہتا کہ اب وہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کہاں گئے۔ ہمیں تو بڑا سخت دھوکہ دیا گیا۔ بعض منافقین مسلمانوں کو بہکانے لگے اور ان کو یہ کہہ کر ڈرایا کہ اے یثرب کے باشندو! یثرب مدینہ طیبہ کا پرانا نام تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے "مدینۃ النبی" کہلایا جانے لگا پھر بعد میں اختصار کر کے مدینہ کہنے لگے۔ تو منافقین اہل ایمان سے کہتے کہ دیکھتے ہو کہ صورت حال کیا ہے؟ سارے عرب اکٹھا ہو کر ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ بنو قریظہ نے بھی جو اپنا عہد و پیمان ہم سے کر رکھا تھا توڑ دیا ہے اب ہم خندق پر اس عرب کے جم غفیر اور عظیم لشکر کے سامنے پڑے رہیں تو اس سے کیا فائدہ اب ہمارے یہاں ٹھہرنے کا کچھ کام نہیں صاف ظاہر ہے کہ کیا انجام ہونے والا ہے چلو گھر لوٹ چلیں۔ یہاں رہنا موت کے منہ میں جانا ہے۔ چنانچہ بعض منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور عرض کیا کہ شہر میں ہمارے گھر کھلے ہوئے غیر محفوظ پڑے ہیں۔ خبر نہیں کیا ہو جائے۔ ہمیں اجازت دیجئے کہ شہر جا کر گھروں کی حفاظت کا بندوبست کریں۔ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں صرف عورتیں بچے رہ گئے ہیں دیواریں قابل اطمینان نہیں کبھی چور وغیرہ نہ گھس آئیں۔ چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف مخلص اہل ایمان ہی رہ گئے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب بھاگ جانے کے بہانے تھے۔ گھروں کی حفاظت کا بہانہ ایک جھوٹا بہانہ ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے جھکے ہی نہیں۔ اس وقت جو کفار کا ہجوم دیکھا اور بظاہر مسلمانوں کی فتح کا کوئی نشان نظر نہ آیا تو میدان جنگ سے بھاگ کر گھر میں جا کر بیٹھ رہنے کی سوجھی بالفرض مدینہ کے باہر سے کوئی غنیم ادھر ادھر سے گھس آئے پھر ان سے مطالبہ کرے کہ مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ ہو کر ان سے لڑو اور فتنہ فساد برپا کرو تو یہ فوراً ان کا ساتھ دینے کو تیار ہو جائیں اور ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکل پڑیں۔ اسلام کے ظاہری دعوے سے دست بردار ہو کر فوراً فتنہ فساد کی آگ میں کود پڑیں۔ اس وقت تو فوراً گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ نہ گھروں کی حفاظت کا بہانہ کریں اور نہ شکست کا خیال دل میں لائیں۔ منافقین کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ وہی تو ہیں جنہوں نے جنگ اُحد کے بعد عہد کیا تھا کہ آئندہ کبھی میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر نہ بھاگیں گے۔ اب یہ اس عہد کی خلاف ورزی کیسی۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کے ساتھ جو عہد کیا جائے گا اللہ کی طرف سے اس کی پوچھ ہوگی۔ اور عہد توڑنے پر اس کی سزا ملے گی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کو بتلا دیں کہ تم جو بھاگے بھاگے پھرتے ہو تو موت یا قتل کئے جانے کے ڈر سے بھاگنا بے سود ہے۔ جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی۔ اور فرض کرو بھاگنے سے بچاؤ ہو گیا تو کتنے دن؟ آخر موت آنی ہے اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ اللہ کے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ نہ کوئی تدبیر و حیلہ اس کے مقابلہ میں کام دے سکتا ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اسی پر توکل کرے اور ہر حالت میں اسی کی مرضی کا طلبگار رہے۔ ورنہ دنیا کی برائی بھلائی یا سختی و نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہے گی پھر اس کے راستہ میں بزدلی کیوں دکھائے اور وقت پر جان کیوں چرائے جو عاقبت خراب ہو۔ ہر چیز اللہ کے اختیار اور ارادہ کے تحت ہے اگر اس نے حکم دے دیا ہے کہ تمہیں برائی پہنچے تو وہ پہنچ کر رہے گی اگر اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہیں اچھائی اور خوشی نصیب ہو تو ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ اس کے فیصلہ کے بعد نہ کوئی برائی سے بچا سکے اور نہ کوئی اس کی رحمت سے روک سکے۔ انہیں ماننا پڑے گا کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی نہ ساتھی ہے نہ حمایتی اور نہ مددگار۔

ابھی منافقین کی مذمت اور تشنیع اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو مانع ہوتے ہیں اور جو اپنے (نسبی یا وطنی) بھائیوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ، اور لڑائی میں

الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ

بہت ہی کم آتے ہیں۔ تمہارے حق میں بخیلی لئے ہوئے سو جب خوف پیش آتا ہے تو اُن کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں

اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ

کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے تو تم کو تیز تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں

اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

مال پر حرص لئے ہوئے، یہ لوگ ایمان نہیں لائے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال بیکار کر رکھے ہیں، اور یہ بات اللہ کے نزدیک بالکل آسان ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ (ابھی تک) یہ لشکر گئے نہیں، اور اگر (بالفرض) یہ (گئے ہوئے) لشکر (پھر لوٹ کر) آ جاویں تو (پھر تو) یہ لوگ (اپنے لئے) یہی پسند کریں

الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ ع

کہ کاش ہم دیہاتوں میں باہر جا رہیں کہ تمہاری خبریں پوچھتے رہیں اور اگر تم ہی میں رہیں تب بھی کچھ یوں ہی سا لڑیں۔

قَدْ يَعْلَمُ خوب جانتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْمُعَوِّقِيْنَ روکنے والے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالْقَآئِلِيْنَ اور کہنے والے	لِاِخْوَانِهِمْ اپنے بھائیوں سے		
هَلُمَّ آ جاؤ	اِلَيْنَا ہماری طرف	وَلَا يَاْتُوْنَ اور نہیں آتے	الْبَاْسَ لڑائی	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا بہت کم	اَشِحَّةً بخل کرتے ہوئے	عَلَيْكُمْ تمہارے متعلق
فَاِذَا جَآءَ پھر جب آئے	الْخَوْفُ خوف	رَاَيْتَهُمْ تم دیکھو گے انہیں	يَنْظُرُوْنَ وہ دیکھنے لگتے ہیں	اِلَيْكَ تمہاری طرف	تَدُوْرُ گھوم رہی ہیں		
اَعْيُنُهُمْ انکی آنکھیں	كَالَّذِيْ اس شخص کی طرح	يُغْشٰى غشی آتی ہے	عَلَيْهِ اس پر	مِنَ الْمَوْتِ موت سے	فَاِذَا پھر جب	ذَهَبَ چلا جائے	
الْخَوْفُ خوف	سَلَقُوْكُمْ تمہیں طعنے دینے لگیں	بِاَلْسِنَةٍ زبانوں سے	حِدَادٍ تیز	اَشِحَّةً بخیلی (لالچ) کرتے ہوئے	عَلَى الْخَيْرِ مال پر	اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	
لَمْ يُؤْمِنُوْا نہیں ایمان لائے	فَاَحْبَطَ اللّٰهُ تو اکارت کر دیئے اللہ نے	اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل	وَكَانَ اور ہے	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرًا آسان	
يَحْسَبُوْنَ وہ گمان کرتے ہیں	الْاَحْزَابَ لشکر	لَمْ يَذْهَبُوْا نہیں گئے ہیں	وَاِنْ يَّاْتِ اور اگر آئیں	الْاَحْزَابُ لشکر	يَوَدُّوْا وہ تمنا کریں	لَوْ اَنَّهُمْ کہ کاش وہ	
بَادُوْنَ باہر نکلے ہوئے ہوتے	فِي الْاَعْرَابِ دیہات میں	يَسْاَلُوْنَ پوچھتے رہتے	عَنْ سے	اَنْۢبَآئِكُمْ تمہاری خبریں	وَلَوْ اور اگر	كَانُوْا ہوں	
فِيْكُمْ تمہارے درمیان	مَا قٰتَلُوْا جنگ نہ کریں	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا بہت کم				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مومنین مخلصین کے مقابلہ میں منافقین کی حالت جنگ احزاب کے موقع پر بیان کی گئی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے غلبہ واثرات کو دیکھ کر بعض یہود وغیرہ محض پالیسی کے ماتحت ظاہراً مسلمان بن گئے تھے اور مسلمانوں کی طرح ان میں مل کر نماز۔ روزہ۔ زکوۃ اور دوسرے سب اسلامی اعمال بجالاتے تھے۔ اور جہاد میں بھی دکھلاوے کے لئے شریک ہوجاتے تھے مگر جنگ سے جان بچانے کے لئے حیلہ بہانہ ڈھونڈتے تھے تو ایسے لوگوں کی جن کے دلوں میں نفاق اور شک کا مرض بھرا ہوا تھا اور صدق دل سے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول نہیں کیا تھا ان کی مذمت فرمائی گئی تھی۔

انہیں منافقین کے بعض احوال اور اقوال جو ان سے اس جنگ احزاب کے موقعہ پر ظاہر ہوئے ان آیات میں بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں گھسے ہوئے ہیں اور ظاہری وضع داری اور دکھاوے کو شرما شرمی کبھی میدان میں آکھڑے ہوتے ہیں ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے مزا اڑاتے ہیں اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان ہیں جہاد میں جانے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لشکر کو چھوڑو اور ہمارے پاس آجاؤ وہاں اپنی جان کیوں کھوتے ہو۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک منافق نے یہ بات اپنے حقیقی بھائی سے کہی تھی اور اس وقت یہ کہنے والا بھنا ہوا گوشت اور روٹیاں کھا رہا تھا۔ مسلمان بھائی نے کہا کہ افسوس تو اس چین میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تکلیف میں۔ تو اس پر وہ بولا کہ تم بھی یہیں چلے آؤ۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دریغ رکھتے ہیں۔ اپنی محنت۔ اپنے اوقات۔ اپنی فکر۔ اپنے مال کوئی چیز بھی وہ جہاد اور مسلمانوں کی ہمدردی اور بہی خواہی میں صرف کرنے کے لئے بخوشی تیار نہیں ہیں جبکہ مومنین صادقین اپنا سب کچھ جھونکے دے رہے ہیں اور جان کی بازی لگانا تو بڑی چیز ہے وہ کسی کام میں بھی کھلے دل سے اہل ایمان کا ساتھ دینا نہیں چاہتے۔ ان کی بزدلی۔ حرص اور بخیلی کی تو یہ کیفیت ہے کہ وہ جنگ میں آتے ہی نہیں مگر کبھی کبھی کہ جس میں ذرا نام ہو جاوے اور مسلمان ان سے بالکل ہی بدک نہ جائیں۔ ہاں مال غنیمت حاصل کرنے کا موقع آئے تو حرص کے مارے چاہیں کہ کسی کو کچھ نہ ملے سارا مال ہمیں سمیٹ کرلے جائیں۔ جب کوئی خوف اور خطرہ کا وقت آجاتا ہے تو چہرہ پر مردنی چھا جاتی ہے اور ایسے اڑے وقت میں رفاقت سے جی چراتے ہیں۔ ڈر کے مارے جان نکلتی ہے۔ اور خوف وخطر کا وقت جاتا رہا تو آکر باتیں بناتے ہیں۔ اور زبان کی بڑی تیزی دکھاتے ہیں اور بڑھ بڑھ کر مطالبہ کرتے ہیں کہ لاؤ ہمارا حصہ۔ ہم نے بھی خدمات انجام دی ہیں۔ ہماری ہی پشت پناہی سے یہ فتح حاصل ہوئی ہے۔ اپنے مصنوعی کارنامے جتانے لگتے ہیں اور دوسروں کو طعنے دیتے ہیں کہ واہ تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ان لوگوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے دل میں ایمان کا نام نہیں۔ اور جب اللہ ورسول پر ایمان نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں یعنی ظاہراً اسلام قبول کرلینے کے بعد جو نمازیں انہوں نے پڑھیں یا جو روزے رکھے یا جو زکوٰتیں دیں اور بظاہر جو نیک کام بھی کئے ان کاموں کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ کالعدم قرار دے گا اور ان کا کوئی اجر وثواب آخرت میں نہ ملے گا۔ بغیر ایمان کچھ بھی کرے سب اکارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فیصلہ اعمال کی ظاہری شکل پر نہیں ہوتا بلکہ یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ اس ظاہر کی تہ میں ایمان وخلوص ہے یا نہیں تو جب یہ چیز سرے سے ان کے اندر موجود ہی نہیں تو یہ دکھاوے کے اعمال سراسر بے معنی ہیں۔

آیت کا یہ حصہ **اولٰئک لم یؤمنوا فاحبط اللہ اعمالھم.** یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال بیکار کررکھے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ اس وقت کے منافقین یعنی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین جو اللہ اور رسول کا ظاہراً اقرار کرتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ روزے بھی رکھتے تھے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوسرے نیک کاموں میں بھی ظاہراً شریک

ہوتے تھے ان کے بارے میں صاف صاف فیصلہ دیا گیا کہ یہ لوگ سرے سے ایمان لائے ہی نہیں اور بے ایمان کچھ ہی کرے سب اکارت ہے۔ اس کے اعمال کوئی وزن اور قیمت نہیں رکھتے ان پر کوئی اجر وثواب آخرت میں نہیں۔ رہے اس وقت کے منافقین وہ تو نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں نہ ظاہراً شریعت کے احکام کی پابندی کریں لیکن پھر بھی اسلام اور ایمان کے لمبے چوڑے دعوے ہیں۔ لیکن وہ اپنی حقیقت کو سن لیں اُولٰئک لم یؤمنوا فاحبط الله اعمالھم سورۂ بقرہ میں منافقین کے ذکر کے سلسلہ میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

ومن الناس من یقول امنا بالله وبالیوم الأخرة وما ھم بمؤمنین یخدعون الله والذین امنوا.

اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں۔ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان والے ہیں)

تو جیسے پہلے منافقین اسلام کا لیبل لگا کر اسلام کو جڑ بنیاد سے اکھیڑنا اور ختم کرنا چاہتے تھے اسی طرح موجودہ دور کے منافقین جو بظاہر اسلام کا نام لیتے ہیں مگر دل سے حقیقی اسلام کو مسخ کر کے ایک ماڈرن اسلام کے خواہشمند ہیں کہ جس میں نہ حلال حرام کی تمیز ہو۔ نہ جائز ناجائز کی قید ہو۔ نہ نماز روزہ کی پابندی ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے مار آستینوں سے اس ملک کو پاک فرمائیں۔

آگے انہی منافقین مدینہ کی بزدلی کی حالت بیان کی گئی کہ کفار کی فوجیں ناکام واپس جا چکیں لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو ان کے چلے جانے کا یقین نہیں آتا اور بالفرض کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہی ہوگی کہ اب وہ شہر میں بھی نہ ٹھہریں اور کہیں دور دیہات میں چلے جائیں اور وہیں دور بیٹھے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے یعنی باتوں میں تمہاری خیر خواہی جتاویں اور لڑائی میں کام نہ دیں۔ محض مجبوری کو برائے نام شرکت کریں۔

تو جنگ احزاب کے موقع پر منافقوں کی کفار کے لشکر عظیم کو دیکھ کر جو حالت ہوئی اور جو ان کے منہ سے باتیں نکلیں اس کا بیان ہوا۔ اب آگے اس کا بیان ہے کہ ایماندار مخلص مومنین کی دشمنوں کو دیکھ کر کیا حالت ہوئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شک و نفاق کی بیماریوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور حقیقی ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائیں۔ اور دکھانے سنانے کے لئے اعمال کرنا جو منافقوں کی خصلت ہے اس سے ہم کو محفوظ رکھیں اور ہر حال میں ہم کو اخلاص کے ساتھ دین سے وابستہ رہنے کا عزم و ہمت عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اپنے دین کی خدمت کے لئے ہم کو بھی توفیق عطا فرما اور کسی نہ کسی درجہ میں دین کے لئے ہمیں بھی جانی مالی قربانی کی سعادت نصیب فرما۔ یا اللہ! اب باطل اور کفار و مشرکین سے جنگ و جہاد کا جذبۂ ایمانی امت مسلمہ کے دلوں میں بھی سرد پڑ گیا ہے۔ دنیا کی محبت اور مال کی حرص پیدا ہو گئی ہے۔

یا اللہ! ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طفیل میں جنہوں نے دین اسلام کے لئے ہر طرح کی جان و مال کی قربانی دے کر اسلام کی حفاظت فرمائی اور دنیا میں پھیلا دیا۔ ہمیں بھی اپنے دین اسلام کے لئے جانی و مالی قربانی جس کا اسلام مطالبہ کرے دینے کا عزم و ہمت عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنے دین اسلام کا سچا وفادار سپاہی بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہمیں موت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

تم لوگوں کیلئے یعنی ایسے شخص کیلئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا

وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ و رسول نے خبر دی تھی اور اللہ و رسول نے سچ فرمایا تھا

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا

اور اس سے ان کے ایمان اور طاعت میں ترقی ہوگئی۔ ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا

مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ڮ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾

اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے، پھر بعضے تو اُن میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے اُن میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ

یہ واقعہ اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو توبہ کی توفیق دے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى

بیشک اللہ غفور الرحیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کی کچھ بھی مراد پوری نہ ہوئی اور جنگ میں

اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے آپ ہی کافی ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑا زبردست ہے۔

لَقَدْ كَانَ البتہ ہے یقیناً	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْ میں	رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ کا رسول	اُسْوَةٌ مثال (نمونہ)	حَسَنَةٌ اچھا بہترین	لِّمَنْ اس کیلئے جو		
كَانَ يَرْجُوا امید رکھتا ہے	اللّٰهَ اللہ	وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور روز آخرت	وَذَكَرَ اللّٰهَ اور اللہ کو یاد کرتا ہے	كَثِيْرًا کثرت سے	وَلَمَّا اور جب			
رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ مومنوں نے دیکھا	الْاَحْزَابَ لشکروں کو	قَالُوْا وہ کہنے لگے	هٰذَا یہ ہے	مَا وَعَدَنَا جو ہم کو وعدہ دیا	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول		
وَصَدَقَ اور سچ کہا تھا	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول	وَمَا اور نہ	زَادَهُمْ ان کا زیادہ کیا	اِلَّآ مگر	اِيْمَانًا ایمان	وَّتَسْلِيْمًا اور فرماں برداری	
مِنَ سے (میں)	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	رِجَالٌ ایسے آدمی	صَدَقُوْا انہوں نے سچ کر دکھایا	مَا عَاهَدُوا جو انہوں نے عہد کیا	اللّٰهَ اللہ	عَلَيْهِ اس پر	فَمِنْهُمْ سو ان میں سے	
مَّنْ جو	قَضٰى پورا کر چکا	نَحْبَهٗ نذر اپنی	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّنْ جو	يَّنْتَظِرُ انتظار میں ہے	وَمَا بَدَّلُوْا اور انہوں نے تبدیلی نہیں کی		
تَبْدِيْلًا کچھ بھی تبدیلی	لِّيَجْزِيَ تا کہ جزا دے	اللّٰهُ اللہ	الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ	بِصِدْقِهِمْ ان کی سچائی کی	وَيُعَذِّبَ اور وہ عذاب دے			
الْمُنٰفِقِيْنَ منافقوں	اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے	اَوْ یا	يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ وہ ان کی توبہ قبول کرلے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	غَفُوْرًا بخشنے والا		
رَّحِيْمًا مہربان	وَرَدَّ اور لوٹا دیا	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کافر	بِغَيْظِهِمْ انکے غصے میں بھرے ہوئے	لَمْ يَنَالُوْا انہوں نے نہ پائی			
خَيْرًا کوئی بھلائی	وَكَفَى اور کافی ہے	اللّٰهُ اللہ	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	الْقِتَالَ جنگ	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	قَوِيًّا توانا	عَزِيْزًا غالب

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں منافقین جو مسلمانوں میں ملے جلے ہوئے تھے ان کا رویہ اوران کے اقوال واحوال کا بیان تھا جو انہوں نے جنگ احزاب کے موقع پر ظاہر کیا۔ منافقین کی مذمت فرماتے ہوئے یہ صاف صاف اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمادیا گیا کہ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال بیکار اور ضائع کردیئے اور آخرت میں انہیں کوئی اجر وثواب کسی عمل پر نہیں ملے گا۔ آگے اب ان آیات میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو ایک بہترین نمونہ ہونا بتلایا گیا کہ اس جنگ احزاب کے موقع پر بھی جو صبر وتحمل اور استقامت اور عدیم المثال شجاعت اور اخوت ومساوات کی مثالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیں وہ اس قابل ہیں کہ ہر مدعی اسلام انہیں اپنی زندگی کا جزو عظیم بنالیں اور اپنے پیارے پیغمبر حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنالیں اور ان اوصاف سے اپنے تئیں بھی متصف ہونے کی کوشش کریں۔ جو لوگ اس موقع پرست بنا رہے تھے اور گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار کررہے تھے ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم نے میرے نبی کی تابعداری کیوں نہ کی؟ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو تم میں موجود تھے ان کا نمونہ تمہارے سامنے موجود تھا تمہیں صبر واستقلال کی نہ صرف تلقین تھی بلکہ استقامت اور ثابت قدمی اور استقلال واطمینان کا پہاڑ تمہاری نگاہوں کے سامنے موجود تھا۔ پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ تم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے نمونہ اور نظیر نہ بناتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ ہر مشقت جس کا آپ نے دوسروں سے مطالبہ کیا اسے برداشت کرنے میں آپ خود بنفس نفیس سب کے ساتھ شریک تھے۔ بلکہ دوسروں سے بڑھ کر ہی آپ نے حصہ لیا۔ کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو دوسروں نے اٹھائی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اٹھائی ہو۔ پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کے کھودنے ۔ پتھر کے توڑنے اور مٹی کے اٹھانے میں آپ خود شامل تھے۔ بھوک اور سردی کی تکلیف اٹھانے میں ایک ادنیٰ مسلمان کے ساتھ آپ کا حصہ بالکل برابر کا تھا۔ محاصرے کے دوران میں آپ ہر وقت محاذ جنگ پر موجود رہے اور دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اس جہاد کے ادائے فرض، اور مشغولیت میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جیسا فریضہ قضا ہو گیا اور ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عصر کی نماز مغرب کے وقت ادا فرمائی۔ بنی قریظہ کی غداری کے بعد جس خطرے میں تمام مسلمانوں کے بال بچے مبتلا تھے اسی حال میں آپ کے گھر والے بھی مبتلا تھے۔ آپ نے اپنی حفاظت اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کے لئے کوئی خاص اہتمام نہ فرمایا کہ جو دوسرے مسلمانوں کے لئے نہ ہو۔ جس مقصد عظیم کے لئے آپ دوسروں سے قربانیوں کا مطالبہ کررہے تھے۔ اسی پر سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر آپ خود اپنا سب کچھ قربان کردینے کو تیار تھے۔ اس لئے جو کوئی بھی آپ کے اتباع کا مدعی تھا اسے یہ نمونہ دیکھ کر اس کی پیروی کرنی چاہئے تھی۔ یہ تو اس ارشاد لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (بالیقین تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بہترین نمونہ تھا) موقع اور محل کے لحاظ سے اس آیت کا مفہوم ہوا جو اوپر عرض کیا گیا مگر آیت کے الفاظ عام ہیں اور اس کے منشا کو صرف اسی معنی تک محدود رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف اسی لحاظ سے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے بلکہ مطلقاً آپ کی ذات کو نمونہ قرار دیا لہٰذا اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک کلمہ گو ہر معاملہ میں آپ کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ کی زندگی سمجھے اور اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال وافعال واحوال کا اقتدا اور پیروی اور تابعداری کرے اور ہر معاملہ میں اور ہر حرکت وسکون اور نشست و

برخاست میں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ظاہراً و باطناً تمام احوال میں نصیب فرمائیں۔ آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی طرف توجہ دلانے کے بعد آگے اللہ تعالیٰ مومنین مخلصین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طرزِ عمل اور ان کے اقوال و احوال کو بیان فرماتے ہیں تا کہ ایمان کے جھوٹے مدعیوں اور سچے دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کا کردار ایک دوسرے کے مقابلہ میں پوری طرح نمایاں ہوجائے اور یہ صاف معلوم ہوجائے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص وفادار کون ہیں اور محض نام کے مسلمان کون ہیں۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ مومنین مخلصین نے جب دیکھا کہ اعدائے دین اور کفار و مشرکین کی ٹڈی دل فوج اکٹھی ہوکر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذبذب یا پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شعاری اور اللہ کی فرمانبرداری کا جذبہ اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر انکا یقین اور زیادہ بڑھ گیا اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ اور رسول نے پہلے سے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق انکا وعدہ ہو چکا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ کے جن وعدوں کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذہن گیا وہ وہ وعدے ہیں کہ سخت آزمائشوں سے تم کو گزرنا ہوگا۔ مصائب کے پہاڑ تم پر ٹوٹ پڑیں گے گراں ترین قربانیاں تمہیں دینی ہوں گی پھر اللہ تعالیٰ کی بھی عنایات خاصہ تم پر ہوں گی اور تمہیں دنیا وآخرت کی وہ کامیابیاں اور سرفرازیاں بخشی جائیں گی جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے کیا ہے جیسے کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم ط مستھم الباسآء والضرآء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معه متٰی نصر الله ط الا ان نصر الله قریب o کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ بس جنت میں یونہی داخل ہوجاؤ گے حالانکہ وہ حالات تو ابھی تم پر گزرے ہی نہیں جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکے ہیں۔ انہیں سختیاں اور مصیبتیں پیش آئیں اور انہیں ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ پیغمبر اور جو لوگ ان کے ہمراہ ایمان لائے تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سن لو اللہ کی مدد یقیناً قریب ہی ہے۔'' یا جیسا سورۂ عنکبوت میں فرمایا گیا ہے'' کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس یہ کہنے پر وہ چھوڑ دیئے جائیں گے کہ'' ہم ایمان لائے'' اور انہیں آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم نے ان سب لوگوں کو آزمایا ہے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔'' تو اس کفار و مشرکین کے سیلاب بلا کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان اور بڑھ گئے اور وہ اور زیادہ جذبۂ یقین واطمینان کے ساتھ سب کچھ جان ومال کی قربانیاں دینے پر آمادہ ہوگئے۔ آگے انہیں مومنین مخلصین کے بعض اوصاف اور بیان کئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ منافقین کے برعکس جو بے حیائی کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹ گئے اور اپنے عہد کو توڑ دیا ان مومنین نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زبان دے چکے تھے پہاڑ کی طرح اس پر جمے رہے۔ اور ان مومنین میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی جہاد ہی میں جان دے دی اور شہید ہوگئے اور بہت سے مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ موت فی سبیل اللہ کا انتظار کررہے ہیں کہ کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ صحابہؓ

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ جہاد اور شہادت کا شوق اللہ اکبر! تاریخ ایسے واقعات سے لبریز ہے یہاں صرف ایک واقعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تبرکاً بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں سے لنگڑے تھے غزوۂ اُحد میں شوق ہوا کہ میں بھی میدان جنگ میں جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو۔ لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ انہوں نے فرمایا کیسی بری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی صاحبہ نے بھی ابھارنے کے لئے طعنہ کے طور پر کہا کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر ہتھیار لئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اللّٰھم لاتردنی الی اھلی اے اللہ مجھے اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹائیو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو معذور کیا ہے تو نہ جانے میں کیا حرج ہے۔ انہوں نے پھر خواہش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کا ایک بیٹا بھی دوڑتا ہوا ان کے پیچھے جاتا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہوگئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو لاد کر دفن کے لئے مدینہ لانے لگیں تو اونٹ بیٹھ گیا۔ ہر چند اس کو مار کر اٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ اُحد کی طرف منہ کرتا تھا۔ ان کی بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے عمرو گھر سے چلتے ہوئے کچھ کہہ کر گئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی اللّٰھم لاتردنی الی اھلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے یہ اونٹ اس طرف نہیں جاتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کے خلوص اور دین سے عشق کا کوئی حصہ ہم کو بھی نصیب فرماویں۔

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ جہاد صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی پر فرض نہ تھا بلکہ اس کا وجوب اسلام میں ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس لئے جذبۂ جہاد سے کسی زمانہ میں کسی مسلمان کا دامن خالی نہیں رہنا چاہئے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مر گیا اور اس نے اللہ کے راستہ میں نہ کبھی جنگ کی اور نہ اس کے دل میں اس کا خطرہ گزرا تو وہ اپنے ساتھ نفاق کا ایک شعبہ لے کر مرا۔ اس حدیث شریف پر حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ نے ''ترجمان السنۃ'' میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں غزوات ہی سے مومن مخلص اور منافق کے درمیان پورا امتیاز ہوا کرتا تھا جو مومن تھے وہ تو پروانہ وار آتش جنگ میں کود پڑتے تھے اور جو منافق تھے وہ دم چرا جاتے تھے۔ درحقیقت ایک مومن کی شان یہی ہونی بھی چاہئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے بے چین نظر آئے اور یہی اس کا ثبوت ہوگا کہ خدا اور رسول کی محبت اس کے قلب میں تمام محبتوں پر غالب ہے۔ اگر بالفرض کوئی ایسا نادر موقع اس کے ہاتھ نہ آئے تو کم از کم اس تمنا میں تو اس کا دل ہمیشہ رہنا چاہئے۔ اگر ایسا بھی نہیں تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ اس کا دعویٰ ایمان صرف زبانی ہی زبانی ہے۔ اس کا قلب جذبات محبت سے یکسر خالی ہے یہ بھی ظاہر و باطن میں ایک قسم کا اختلاف ہے اس لئے اس کو بھی نفاق کا شعبہ کہا جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تصدیق فرمارہے ہیں کہ ان مومنین میں سے بعضے تو وہ ہیں جو اپنے عہد و پیمان پورے کر چکے مطلب یہ کہ شہید ہو چکے اور اخیر دم تک منہ نہیں موڑا اور بعضے وہ ہیں جو اس شہادت کے مشتاق ہیں اور اپنے عزم پر قائم ہیں۔ آگے اس غزوۂ احزاب کی ایک حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ اس لئے ہوا کہ جو عہد کے پکے اور قول وقرار کے سچے رہے ان کو سچ پر جمے رہنے کا بدلہ ملے اور بد عہد دغاباز منافقوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سزا دے اور یا توبہ کی توفیق دے کر معاف فرمادے۔ آگے دشمنانِ دین کی حالت کا ذکر ہے کہ کفار کا لشکر ذلت و ناکامی سے پیچ و تاب کھاتا اور غصہ سے دانت پیستا ہوا میدان چھوڑ کر واپس ہوا۔ نہ فتح ملی۔ نہ کچھ سامان ہاتھ آیا۔ ہاں عمرو بن عبدود جیسا ان کا نامور سوار جسے کفار ایک ہزار سواروں کے برابر گنتے تھے اس لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عمرو نے کوشش کر کے ایک جگہ سے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق کو پار کرلیا تھا جس پر فوراً مقابلہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور اس مقابلہ میں یہ کافر مارا گیا۔ مشرکین نے درخواست کی کہ دس ہزار درہم لے کر عمرو کی لاش ہمیں دے دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاش دے دو ہمیں قیمت درکار نہیں۔

اخیر میں اس جنگ احزاب کے واقعہ کو اس پر ختم فرمایا جاتا ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر وہ اثر پیدا فرمادیا کہ کفار ازخود سراسیمہ اور پریشان حال ہو کر بھاگ گئے اور اس طرح کافروں کا ہٹا دینا کچھ عجیب نہ سمجھو کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست قوت والا ہے۔

یہاں تک تو جنگ احزاب کا ذکر تھا۔ اب دوسرا گروہ مخالفین میں یہود بنی قریظہ کا تھا آگے ان کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ظاہراً و باطناً تمام احوال میں نصیب فرمائیں اور آپ کی سچی محبت وعظمت کے ساتھ سچا اتباع و پیروی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے عہد و پیمان کا جو ہم نے کلمہ پڑھ کر اللہ اور رسول سے باندھ لیا ہے اس کو پورا کرنے اور اس پر سچی طرح قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان کے طفیل میں ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرما۔ اور دین کے لئے جان مال کی قربانی پیش کرنے کا عزم عطا فرما۔ یا اللہ! اب حقیقی اسلامی جذبۂ جہاد سے ہمارے دل خالی ہوتے جارہے ہیں۔ اور آپ کی قوت اور قدرت کا یقین اٹھتا جارہا ہے۔ اور اسی وجہ سے کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ کا غلبہ ہم پر چھاتا جارہا ہے۔ اور ہم ذلت اور رسوائی کے شکار ہورہے ہیں۔ یا اللہ! آپ نے اپنی رحمت وقدرت سے عرب کے کفار و مشرکین ہی کو ہدایت سے نواز کر اسلام کا سچا خادم بنادیا اور ان حضرات کو جہاد کی وہ توفیق عطا فرمائی کہ دنیا پر ان کی ڈھاک بیٹھ گئی۔

یا اللہ! ہم ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسلام کے سچے عاشقین کے نام لیوا ہیں۔ اس نسبت سے ہم پر اور ہماری قوم پر اور عالم اسلام پر اپنے کرم و رحم کی نظر فرمادے اور ہم کو حقیقی اور اسلامی جذبہ جہاد پھر عطا فرمادے۔ اور اپنی ہدایت۔ نصرت اور امداد سے نواز دے۔ اور دین اسلام کے لئے ہم کو بھی جان و مال کی قربانی پیش کرنے کی سعادت عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی اُن کو اُن کے قلعوں سے نیچے اتاردیا اور اُن کے دلوں میں

الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

تمہارا رعب بٹھادیا بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کرلیا۔ اور اُن کی زمین اور اُن کے گھر اور اُن کے مالوں کا تم کو مالک بنادیا

وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

وَاَنْزَلَ اور اتار دیا	الَّذِيْنَ ان لوگوں کو	ظَاهَرُوْهُمْ جنہوں نے ان کی مدد کی	مِنْ سے	اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	مِنْ سے	صَيَاصِيْهِمْ انکے قلعے
وَقَذَفَ اور ڈال دیا	فِيْ میں	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	الرُّعْبَ رعب	فَرِيْقًا ایک گروہ	تَقْتُلُوْنَ تم قتل کرتے ہو	وَتَاْسِرُوْنَ اور تم قید کرتے ہو
فَرِيْقًا ایک گروہ	وَ اور	اَوْرَثَكُمْ تمہیں وارث بنا دیا	اَرْضَهُمْ ان کی زمین	وَدِيَارَهُمْ اور ان کے گھر	وَاَمْوَالَهُمْ اور ان کے مال	
وَاَرْضًا اور وہ زمین	لَّمْ تَطَئُوْهَا تم نے وہاں قدم نہیں رکھا	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرًا قدرت رکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ دوسرے رکوع کی ابتدا سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کرکے اپنا ایک احسان اور فضل جنگ احزاب کے متعلق یاد دلایا تھا جس کی تفصیلات گذشتہ درس تک بیان ہوتی رہیں۔ جنگ احزاب کا ذکر گذشتہ آیات پر اس طرح ختم فرمایا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے کفار کو ناکام و نامراد میدان جنگ سے بھگا دیا اب آگے ان آیات میں ایک دوسرے فضل واحسان کو یاد دلایا جاتا ہے جو غزوۂ بنی قریظہ سے متعلق ہے اور جو یہود کے ساتھ پیش آیا۔ لفظ ''یہود'' سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہئے جو یہودا ابن یعقوب کی نسل سے تھا لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے ۱۲ قبائل ہی کا نام یہود ہوگیا ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دور ہوتے گئے کہ خدا کے غضب کی مستحق ٹھہری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت مکہ میں تو صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی اور سب کا مذہب بھی زیادہ تر بت پرستی تھا۔ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا وہاں بت پرست بھی تھے۔ اور یہودی بھی۔ اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے زبردست قبیلے بنو نضیر بنو قینقاع۔ بنو قریظہ تھے جو اپنے جداگانہ قلعوں میں مضافات مدینہ میں رہا کرتے۔ تجارت اور سودخوری کی وجہ سے بہت مال دار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کرلیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی سب کو تمدن اور تہذیب اور معاشرت میں ایک دوسرے سے مدد واعانت ملتی رہے۔ چنانچہ ایک معاہدہ پر مدینہ کی تمام آباد قوموں اور قبیلوں کے دستخط ہوئے۔ یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کرکے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے لیکن ان کی فطری شرارت اور خباثت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا اور معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد یہود کی شرارتوں کا آغاز ہوگیا۔ جب مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں بدر کی جانب گئے ہوئے تھے انہی دنوں میں ایک مسلمان عورت قبیلہ بنو قینقاع کے محلہ میں دودھ بیچنے گئی۔ چند یہودیوں نے شرارت کی اور

اسے سر بازار برہنہ کر دیا۔ عورت کی چیخ پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا اس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودیوں کو قتل کر دیا۔ اس پر اس قبیلہ کے سب یہودی جمع ہو گئے اس مسلمان کو بھی شہید کر دیا اور بلوہ بھی کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لئے بلایا جس پر انہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیج دیا اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی اس لئے ان کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔ یہود کی دوسری شرارت قبیلہ بنونضیر سے ہوئی۔ قریش مکہ نے بدر میں شکست کھانے کے بعد یہود مدینہ کو لکھا کہ تم جائیدادوں اور قلعوں کے مالک ہو۔ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑو۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کریں گے تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اتار لیں گے۔ اس خط کے ملنے پر بنونضیر نے عہد شکنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریب کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے سازش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بہانہ سے اپنے ہاں بلایا اور جبکہ آپ ایک یہودی کے مکان کی دیوار کے نیچے بیٹھے تھے تو انہوں نے یہ تدبیر کرنی چاہی کہ دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر گرا کر آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ آپ کو باعلان ربانی اس شرارت کا علم ہو گیا اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کی اس شرارت کی بنا پر ان کو نوٹس دے دیا کہ دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ ورنہ پھر سزا دی جائے گی۔ پہلے تو بنونضیر نے مقابلہ کی ٹھانی چنانچہ محاصرہ کر لیا گیا اور بالآخر ان کو یہ سزا دی گئی کہ یہ مدینہ سے نکل جائیں چنانچہ چھ سو اونٹوں پر انہوں نے سباب لادا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو گرا کر وہاں سے نکلے اور خیبر وغیرہ میں جا بسے یہ خیبر پہنچ کر بھی امن سے نہیں بیٹھے کہ انہوں نے یہ عزم کیا کہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک متفقہ کوشش کی جائے جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوں۔

انہوں نے ۲۰ سردار مقرر کئے کہ جو عرب کے تمام قبائل کو حملہ کے لئے آمادہ کریں۔ یہود کی اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس بارہ ہزار کا خونخوار لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اور وہ یہی جنگ احزاب تھی جس کا گذشتہ آیات میں بیان ہوا جب کہ قریب ایک ماہ کے مدینہ کا محاصرہ رہا۔ یہود بنی قریظہ جس کا ایک مضبوط قلعہ مدینہ کی مشرقی جانب تھا اور جو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کئے ہوئے تھے اور جن پر بربنا پابندیٔ معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری تھا وہ بھی نضیری یہود کی ترغیب وترہیب سے نقض عہد پر آمادہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان کے پاس سمجھانے کو آدمی بھیجے مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں کہ ہم ان کی بات مانیں۔ ان کا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں۔ اس کے بعد بنوقریظہ نے شہر مدینہ کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ بنوقریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس بارہ ہزار کا جرار لشکر حملہ آور ہو گا اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دیں گے تو دنیا میں مسلمانوں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا مگر اسی اثناء میں ایک رات اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر سخت طوفان ہوا کا مسلط فرما دیا جس کی وجہ سے لشکر پریشان ہو گیا۔ سردی اور آندھی ناقابل برداشت بن گئی اور مجبوراً تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھا کر رفو چکر ہو گیا۔ جب کفار قریش وغیرہ عاجز ہو کر چلے گئے تو بنوقریظہ اپنے مضبوط قلعوں میں جا گھسے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب سے فارغ ہو کر مدینہ واپس تشریف لائے اور غسل وغیرہ میں مشغول تھے کہ ظہر کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔ چہرہ پر غبار کا اثر تھا۔ فرمایا یا رسول اللہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ فرشتہ ہنوز ہتھیار بند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنوقریظہ پر حملہ کیا جائے اور ان سے بھی اسی وقت نمٹ لیا جائے۔ یہ حکم پاتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اعلان فرما دیا کہ جو کوئی سمع وطاعت پر قائم ہو وہ عصر

کی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک دیار بنی قریظہ پر نہ پہنچ جائے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کس قدر جذبۂ اطاعت و تسلیم تھا کہ بعض صحابہ کو راستہ ہی میں نماز عصر کا وقت ہوگیا تو کچھ حضرات نے کہا کہ ہم تو وہیں پہنچ کر نماز عصر پڑھیں گے بعض نے کہا کہ ہم تو پڑھ لیتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ نہ تھا کہ نماز قضا کر دی جائے چنانچہ بعض صحابہ نے نماز عصر پڑھ لی اور بعض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری الفاظ کہ "ہر کوئی نماز عصر بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر پڑھے"۔ اس کی پابندی کی اور وہیں جاکر نماز عصر پڑھی اگرچہ قضا ہوگئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا گیا تو آپ نے کسی سے بھی کچھ نہ فرمایا یعنی کسی پر نکیر نہیں کی۔ الغرض نہایت سرعت کے ساتھ اسلامی فوج نے بدعہد یہودی بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا جو ۲۵ دن جاری رہا۔ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آگئے اور انہوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے ان کا پہلے سے ربط ضبط تھا بیچ میں ڈالا اور اس شرط پر اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردیا کہ قبیلہ اُوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حق میں جو بھی فیصلہ کردیں گے اسے فریقین مان لیں گے۔ یہود نے حضرت سعد کو اس امید پر حکم یعنی منصف سرپنچ بنایا تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں قبیلہ اُوس اور بنی قریظہ کے درمیان جو دوستانہ تعلقات مدتوں سے چلے آرہے تھے وہ ان کا لحاظ کریں گے۔ اور انہیں بھی اسی طرح مدینہ سے نکل جانے دیں گے جس طرح پہلے یہود بنی النضیر اور یہود بنی قینقاع کو نکل جانے دیا گیا تھا۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو قبول فرمالیا ادھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جنگ احزاب میں آپ کے دشمنوں کا ایک تیر رگ میں لگا تھا جس سے خون جاری تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر داغ لگوایا تھا۔ آپ کو آدمی بھیج کر مدینہ سے بلوایا گیا بمشکل سواری پر سوار ہوکر حضرت سعد تشریف لائے اور بحیثیت ایک مسلم حکم کے فیصلہ دیا کہ۔

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جائیں۔

(۲) عورتیں اور بچے سب قید غلامی میں لائے جائیں۔

(۳) ان کے اموال اور جائیداد کے مالک مہاجرین ہوں۔

اگر یہود بنی قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیتے تو شاید ان کو زیادہ سے زیادہ جو سزا ہوتی وہ یہی ہوتی کہ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور آباد ہوجاؤ۔ مگر اللہ کی مرضی اور ان کی بدعہدی کی سزا یہی تھی اور حضرت سعد نے یہ فیصلہ ٹھیک ان کی آسمانی کتاب توراۃ کے موافق دیا چنانچہ توراۃ کتاب استثناء میں ہے "جب کسی شہر پر تو حملہ کرنے کے لئے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کرلیں اور تیرے لئے دروازہ کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہوجائیں گے لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلادے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کردے باقی بچے عورتیں جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گے۔" حضرت سعد کے اس فیصلہ کے مطابق سو یہودی جوان قتل کئے گئے کئی سو عورتیں اور لڑکے قید ہوئے اور ان کے املاک و اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ جب مسلمان ان کے قلعوں میں داخل ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ جنگ احزاب میں حصہ لینے کے لئے ان غداروں نے ۱۵ سو تلواریں ۳۰۰ زرہیں۔ ۲۰۰۰ نیزے اور ۱۵۰۰ ڈھالیں فراہم کی تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تائید اہل اسلام کے شامل حال تھی یہ سارا جنگی سامان جو مسلمانوں پر حملہ کے لئے استعمال ہوتا وہ اب مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ انہی واقعات کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن اہل کتاب یعنی یہود نے کافروں یعنی قریش مکہ کے لشکر کی ہمت افزائی کی تھی اور انکا ساتھ دیا تھا ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعے خالی کرادیئے اور یہود کے دل میں مسلمانوں کا رعب بٹھادیا اور خود ان کے تسلیم و تجویز کئے ہوئے حکم کے ذریعہ سے انکے جوان قتل

کئے گئے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا گیا اور ان کے مال و جائیداد پر مہاجرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبضہ کرلیا اور انصار پر سے ان کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور ساتھ ہی فتح خیبر کی خصوصاً یا فتوحات مستقبلہ کی عموماً بشارت بھی اس جملہ میں سنادی وارضالم تطوھا . اور ایسی زمین کا بھی تم کو اللہ نے اپنے علم ازلی میں مالک بنا رکھا ہے جس پر تم نے ابھی قدم تک نہیں رکھا۔ اکثر مفسرین نے اس زمین سے مراد خیبر کی زمین لی ہے جو مدینہ سے یہود کے نکلنے کے بعد۔ یہودیت کا مرکز بن گیا تھا جو اس کے دو برس بعد ہاتھ لگی۔ اور بعض مفسرین نے فتح مکہ یا بعد کی اسلامی فتوحات فارس وروم وغیرہ مراد لیا ہے۔

یہاں موقع کی مناسبت سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان یہود مدینہ کے بڑے سردار جن سے ان کی نسل جاری ہوئی تھی اگلے زمانہ میں حجاز میں آ کر مدینہ میں اس امید سے آباد ہوئے تھے کہ جس نبی آخر الزمان کی پیشینگوئی ان کی کتابوں میں موجود تھی وہ اسی جگہ آنے والے ہیں تو ان کے بڑے اس امید پر کہ ہم سب سے پہلے اس نبی پر ایمان لانے اور اس کا اتباع کرنے کی سعادت حاصل کرنے والے ہوں مدینہ کے قرب و جوار میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو بعض اہل انصاف یہود تو ایمان لے آئے مگر اکثر ناخلفوں نے اللہ کے رسول کی تکذیب کی جس کی وجہ سے خدا کی لعنت ان پر نازل ہوئی اور ذلت ورسوائی کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل۔ قید اور در بدر کئے گئے۔ مگر کتنے عبرت کے آنسو بہانے کی جگہ ہے کہ وہی مردود۔ ومغضوب اور لعین قوم یہود آج عربوں پر اس طرح مسلط ہے کہ ان کا قبلہ اول بیت المقدس جو ۸۰۰ سال سے مسلمانوں کے قبضہ میں تھا ان کے ہاتھوں سے چھن گیا اور فلسطین کی وہ مقدس سرزمین جہاں کم وبیش ایک لاکھ انبیاء علیہم السلام کے قدم پڑے ہیں وہ اس بدطینت اور مردود قوم یہود کی شکارگاہ بنی ہوئی ہے اور جو آج اسلام کا نام لینے والوں کے خون سے لالہ زار بنی ہوئی ہے جہاں مسلمانوں کے گھربار چھینے گئے اور ان کے سینے گولیوں سے چھلنی کئے گئے۔ اخبار بین حضرات جانتے ہیں کہ جو مظالم وہاں عربوں اور اسلام کا نام لینے والوں پر کئے جا رہے ہیں۔ یہ قدرت کا ایک تازیانہ ہے جو تمام عالم کے مسلمانوں کو بیدار ہونے کی دعوت دے رہا ہے ہم نے تعلیمات اسلام سے منہ موڑا۔ قرآنی احکامات کو چھوڑا۔ اللہ اور رسول سے رشتہ توڑا اور یہود ونصاریٰ کی تہذیب۔ ان کی معاشرت۔ ان کا لباس۔ ان کا طور وطریق سب اپنایا۔ وہی عریانی۔ وہی فحاشی وہی عیش پرستی اور وہی خدا اور رسول کے احکام سے دوری۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید ونصرت سے ہم نے اپنے آپ کو خود محروم کرلیا تو پھر جو کچھ بھی سامنے آئے وہ تھوڑا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اب بھی ہمیں سوچنے۔ سمجھنے اور سنبھلنے کی صلاحیت عطا فرماویں۔ ان آیات پر غزوۂ بنی قریظہ جو یہود کے ساتھ ہوا تھا اس کا بیان ختم ہوا اب آگے دوسرا مضمون ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے متعلق شروع فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی رحمت سے امت مسلمہ کے ان تمام گناہوں کو معاف فرماویں جن کی بدولت عالم اسلامی کو یہ ذلت دیکھنی پڑی کہ آج بیت المقدس یہود کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں مسلمان بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور باطل کی طاغوتی طاقتوں کو پاش پاش کرنے کی ہمت وعزم عطا فرمائیں اور اپنی حمایت ونصرت وتائید سے ہم کو دنیا میں بھی سربلندی اور آخرت میں بھی سرخروئی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اس امت مسلمہ میں پھر جہاد کا سچا جذبہ عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ

اے نبیؐ آپ اپنی بیبیوں سے فرمادیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع (دنیوی) دے دوں

وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ

اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو تم میں نیک کرداروں کیلئے

لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کررکھا ہے۔ اے نبیؐ کی بیبیو جو کوئی تم میں کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی،

يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

اس کو دوہری سزا دی جائے گی، اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	قُلْ فرمادیں	لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیبیوں سے	اِنْ اگر	كُنْتُنَّ تم ہو	تُرِدْنَ چاہتی ہو	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی
وَزِيْنَتَهَا اور اس کی زینت	فَتَعَالَيْنَ تو آؤ	اُمَتِّعْكُنَّ میں تمہیں کچھ دے دوں	وَ اور	اُسَرِّحْكُنَّ تمہیں رخصت کردوں	سَرَاحًا رخصت کرنا	
جَمِيْلًا اچھی	وَاِنْ اور اگر	كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ تم چاہتی ہو اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	وَ اور	الدَّارَ الْاٰخِرَةَ آخرت کا گھر	فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ
اَعَدَّ تیار کیا ہے	لِلْمُحْسِنٰتِ نیکی کرنے والیوں کیلئے	مِنْكُنَّ تم میں سے	اَجْرًا عَظِيْمًا اجر عظیم	يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اے نبی کی بیبیو	مَنْ جو کوئی	
يَّاْتِ لائے (مرتکب ہو)	مِنْكُنَّ تم میں سے	بِفَاحِشَةٍ بیہودگی کے ساتھ	مُّبَيِّنَةٍ کھلی	يُّضٰعَفْ بڑھایا جائے گا	لَهَا اس کیلئے	
الْعَذَابُ عذاب	ضِعْفَيْنِ دوچند	وَكَانَ اور ہے	ذٰلِكَ یہ	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	يَسِيْرًا آسان

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات کی تشریح میں یہ بتلایا گیا تھا کہ مدینہ کے یہودی بنی قریظہ کی زمینیں اور ان کے املاک و اموال سب مسلمانوں کے ہاتھ آ گئیں جو مہاجرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تقسیم کردی گئیں۔ اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اب تک اکثر مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خرچ اٹھا رہے تھے ان پر سے مہاجرین صحابہ کا خرچ ہلکا ہوگیا۔ بنو قریظہ کے بعد خیبر کی فتوحات ہوئیں اور وہاں کی زمینیں وغیرہ مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جس سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آسودہ حال ہوگئے۔ فتح خیبر کے بعد جب مسلمانوں کو مالی وسعت اچھی خاصی حاصل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو قدرۃً یہ خیال گزرا کہ اب عام مسلمان آسودہ حال ہوگئے ہیں اب ہمارے خرچ اور نفقہ میں بھی اضافہ اگر ہوجائے تو کچھ آرام و راحت کی زندگی بسر کرسکیں۔ سب نے اس خواہش کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور ذرا تقاضہ کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی اذیت کے لئے دنیا طلبی کی اتنی جھلک بھی بہت تھی۔ اس لئے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاق گزریں اور آپ نے قسم کھالی کہ ایک مہینہ گھر میں نہ جائیں گے۔ مسجد کے قریب ایک بالاخانہ میں علیحدہ مقیم ہوگئے حضرات صحابہ اس معاملہ کی وجہ سے مضطرب تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق

10 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ معاملہ سلجھ جائے۔ ان حضرات کو اپنی اپنی صاحبزادیوں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فکر تھی کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملول کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کر بیٹھیں۔ ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی صاحبزادیوں کو دھمکایا اور سمجھایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ اُنس اور بے تکلفی کی باتیں کیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو کچھ انشراح ہوا تو ایک ماہ بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں پہلے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حکم دیتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج سے صاف صاف کہہ دیں کہ دو راستوں میں سے ایک انتخاب کر لیں۔ اگر دنیا کے عیش و بہار اور امیرانہ ٹھاٹھ چاہتی ہیں تو کہہ دیجئے کہ میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا میں کچھ دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ تم کو رخصت کر دوں یعنی شرعی طریقہ سے اپنے نکاح سے الگ کر دوں اور اگر اللہ کی خوشی۔ رسول کی رضامندی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب پسند ہیں تو صبر و سہار سے میرے ساتھ زندگی گزارو اللہ تمہیں آخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ ان آیات کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے۔ سب سے اول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں۔ تم جواب میں جلدی نہ کرنا۔ اپنے والد اور والدہ سے مشورہ کر کے جواب دینا پھر آپ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ یا رسول اللہ اس میں والد اور والدہ سے مشورہ کرنے کی کونسی بات ہے۔ مجھے خدا پسند ہے اس کے رسول پسند ہیں اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر جب حضور نے میرا جواب سنا تو آپ خوش ہو گئے اور ہنس دیئے۔ پھر آپ دوسری ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اُن سے پہلے ہی فرما دیتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو یہ جواب دیا ہے وہ کہتیں کہ یہی جواب ہمارا بھی ہے چنانچہ تمام ازواجِ مطہرات نے اللہ اور رسول کی مرضی اختیار کی اور دنیا کی عیش و عشرت کا تصور بھی دلوں سے نکال ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ہمیشہ اختیاری فقر و فاقہ رہتا تھا آپ کے جود و کرم اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ سائل کو کبھی رد ہی نہ فرماتے تھے اگر اس وقت پاس کچھ نہ ہوا تو آئندہ کا وعدہ فرما لیا یا کہہ دیا کہ تم میرے نام پر قرض لے لو میں پھر اسے اتار دوں گا۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میرے پاس اس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تین رات اس میں سے بجز قرض کی ادائیگی کے ایک دینار بھی میرے پاس رہے بلکہ اس کو اللہ کے بندوں میں اس طرح اور اس طرح خرچ کر دوں۔ آپ نے دائیں بائیں اور پیچھے اشارہ کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے متعلق یہ دعا منقول ہے کہ اے رب میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے تضرع و عاجزی کیا کروں اور تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے اللہ آلِ محمد کو صرف اتنا دے کہ جس سے ان کا گزر ہو سکے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ آپ کو دنیا کی عیش و بہار اپنے متعلقین اور گھر والوں کے لئے کب پسند آ سکتی تھی۔ چنانچہ زندگی مبارک کے اخیر وقت تک آپ کے زہد کا یہی حال رہا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے آپ مدینہ میں تشریف لائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے سیر ہو کر تین رات متواتر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دن دو کھانے نہیں کھائے مگر یہ کہ ایک وقت کھجور یا چھوارے ہوتے تھے۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بیان کیا کہ ہم لوگوں کو آگ جلائے ہوئے ایک مہینہ گزر جاتا تھا۔ صرف کھجوریں اور پانی استعمال کرتے تھے مگر یہ کہ تھوڑا سا گوشت ہم لوگوں کے پاس آجاتا تو اس کو پکا لیتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے میرے بھانجے ہم لوگ دو مہینوں میں تین چاند دیکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں سلگتی تھی۔ حضرت عروہ کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا پھر زندگی کس طرح گزرتی تھی انہوں نے کہا کہ کھجور اور پانی سے مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند انصاری پڑوسی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ ہدیۃً بھیجا کرتے تھے اور آپ وہ ہم لوگوں کو پلا دیتے تھے۔ اس دنیا سے رحلت مبارک فرمانے سے ایک روز قبل سب غلاموں کو آزاد فرما دیا اور گھر میں جو نقد سات دینار موجود تھے وہ غربا کو تقسیم کر دیئے گئے۔ اسی دن کی شام کو یعنی اس دنیا میں آخری شب کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چراغ کا تیل ایک پڑوسن سے عاریۃً منگوایا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے انتقال فرمایا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ جو رہن تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب ہوا اس کے بعد خود حق تعالیٰ ازواج مطہرات کو خطاب فرماتے ہیں کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیبیو تم سمجھ لو کہ بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے اگر بالفرض تم میں سے کسی سے کوئی بداخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس کام پر ملتی اس سے دگنی سزا ملے گی اور اللہ تعالیٰ پر یہ آسان ہے یعنی تمہاری وجاہت اور نسبت زوجیت سزا دینے سے اللہ کو مانع نہیں ہو سکتی۔

یہاں آیت میں غلطی پر دوہری سزا کا حکم سنایا گیا آگے آیت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ان کو دوہرے اجر کی بشارت سنائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آخرت کا طالب بنا کر زندہ رکھیں۔

یا اللہ! ہم کو اس زندگی میں ان اعمال کی توفیق عطا فرمائیے کہ جو ہم آخرت میں آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔ یا اللہ! ہم کو ان اعمال سے بچا لیجئے کہ جو آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہوں۔

یا اللہ! جس حال میں بھی آپ ہم کو رکھیں صبر و شکر کے ساتھ دین پر استقامت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! دنیا کی عیش و عشرت اور بہار کی طرف سے ہمارے دل سرد فرما دے اور آخرت کی کامیابی اور سرخروئی پر ہماری نظریں جما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَمَنْ يَّقْنُتْ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دوہرا دیں گے، اور ہم نے اس کیلئے

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقوی اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے)

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو۔ اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ

اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

کہنا مانو، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہرًا و باطنًا) پاک صاف رکھے۔

تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

اور تم ان آیات الٰہیہ کو اور اس علم (احکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ رازدان ہے پورا خبردار ہے۔

وَمَنْ اور جو	يَّقْنُتْ اطاعت کرے	مِنْكُنَّ تم میں سے	لِلّٰهِ اللہ کی	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول	وَتَعْمَلْ اور عمل کرے	صَالِحًا نیک		
نُّؤْتِهَآ ہم دینگے اسکو	اَجْرَهَا اسکا اجر	مَرَّتَيْنِ دوہرا	وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا	لَهَا اسکے لئے	رِزْقًا كَرِيْمًا عزت کا رزق	يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اے نبی کی بیبیو		
لَسْتُنَّ نہیں ہو تم	كَاَحَدٍ کسی ایک کی طرح	مِّنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے	اِنِ اگر	اتَّقَيْتُنَّ تم پرہیزگاری کرو	فَلَا تَخْضَعْنَ تو ملائمت نہ کرو	بِالْقَوْلِ گفتگو میں		
فَيَطْمَعَ کہ لالچ کرے	الَّذِيْ وہ جو	فِيْ قَلْبِهٖ اس کے دل میں	مَرَضٌ روگ (کھوٹ)	وَقُلْنَ اور بات کرو تم	قَوْلًا بات	مَّعْرُوْفًا اچھی (معقول)		
وَقَرْنَ اور قرار پکڑو	فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اپنے گھروں میں	وَلَا تَبَرَّجْنَ اور بناؤ سنگھار کا اظہار کرتی نہ پھرو	تَبَرُّجَ بناؤ سنگھار	الْجَاهِلِيَّةِ (زمانہ) جاہلیت	الْاُوْلٰى اگلا			
وَ اور	اَقِمْنَ قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	وَاٰتِيْنَ اور دیتی رہو	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَاَطِعْنَ اور اطاعت کرو	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	
اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يُرِيْدُ اللّٰهُ اللہ چاہتا ہے	لِيُذْهِبَ کہ دور فرمادے	عَنْكُمُ تم سے	الرِّجْسَ آلودگی	اَهْلَ الْبَيْتِ اے اہل بیت			
وَيُطَهِّرَكُمْ اور تمہیں پاک وصاف رکھے	تَطْهِيْرًا خوب پاک	وَاذْكُرْنَ اور تم یاد رکھو	مَا يُتْلٰى جو پڑھا جاتا ہے	فِيْ میں	بُيُوْتِكُنَّ تمہارے گھر			
	مِنْ سے	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتیں	وَالْحِكْمَةِ اور حکمت	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	لَطِيْفًا باریک بین	خَبِيْرًا باخبر	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب کر کے بطور

نصیحت ارشاد فرمایا تھا کہ تم اپنے مرتبہ کا خیال رکھو۔ بڑوں کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے کیونکہ اس کا اثر انہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ان کے پیروؤں تک پہنچتا ہے اس لئے اگر بالفرض تم میں سے کسی سے کوئی برا کام سرزد ہوجائے تو سزا بھی اوروں سے دگنی ہوگی اس تنبیہ کے ساتھ آگے ان آیات میں بشارت بھی دی جاتی ہے کہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کریں گی اور عمل صالح ونیکی اختیار کریں گی تو اس نیکی اور اطاعت پر تم کو دوسروں سے اجر وثواب بھی دوگنا ملے گا اور تمہارے لئے جنت میں ایک خاص عزت کی روزی ہوگی۔ تو گذشتہ اور ان آیات سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ جہاں جتنی حرمت ہوگی وہاں جرم وبرائی بھی ویسی ہی شدید ہوگی۔ مثال کے طور پر مکہ معظمہ کا قیام۔ جیسے وہاں کی ایک نیکی دوسرے جگہ کی نیکی سے کئی گنا درجہ زیادہ اجر وثواب رکھتی ہے اسی طرح وہاں کوئی گناہ کرنا بھی دوسری جگہ کے گناہ سے کئی گنا اشد ہوتا ہے۔ اسی بنا پر بعض بزرگوں نے مکہ معظمہ کے مستقل قیام سے گریز کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طائف میں قیام کیا اور فرمایا کرتے تھے اگر میں طائف میں پچاس گناہ کروں وہ مکہ میں ایک گناہ کرنے سے میرے نزدیک اچھے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شہر میں صرف ارادہ پر عمل کرنے سے پہلے مواخذہ نہیں ہوتا ہے لیکن مکہ معظمہ میں ارادہ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاشرہ میں کسی بلند مرتبہ پر سرفراز فرماتا ہے اور وہ بالعموم لوگوں کے رہنما بن جاتے ہیں اور بندگان خدا کی بڑی تعداد انہی کی پیروی کرتی ہے تو ان کی برائی تنہا انہی کی برائی نہیں رہتی اور ان کی بھلائی صرف انہی کی انفرادی بھلائی نہیں رہتی اس لئے جب کوئی مقتدا ہو کر برا کام کرتا ہے تو وہ اپنے بگاڑ کے ساتھ دوسروں کے بگاڑ کی بھی سزا پاتا ہے۔ اور جب وہ نیک کام کرتا ہے تو اپنی نیکی کے ساتھ دوسروں کو بھی بھلائی کی راہ دکھلانے کی جزا پاتا ہے۔ اسی بنا پر جہاں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ تم کو اس پر ناز نہ ہونا چاہئے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ہیں بلکہ تم میں سے اگر کسی سے کوئی برائی ہوگی تو اس کو دوہری سزا دی جائے گی۔ اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بشارت اور خوشخبری دی گئی کہ تم میں سے جو خدا اور رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری اور عمل صالح اختیار کرے گی تو اس کو اجر وصلہ بھی دوگنا دیا جائے گا۔ آگے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب کر کے چند ہدایات ربانی دی جاتی ہیں۔

پہلی ہدایت یہ دی گئی کہ تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور امہات المومنین بنایا تو تمہارا درجہ عام مومنات سے ممتاز رہے گا۔ لہٰذا اگر تقویٰ وطہارت اور زہد و عبادت کا بہترین نمونہ پیش کروگی جیسا کہ تم سے متوقع ہے تو اس کا وزن اور اجر وثواب اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔

دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ اگر تم تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں اور نامحرموں سے بات چیت کرتے ہوئے جس کی ضرورت اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو پیش آتی تھی اور عام عورتوں کو بھی یہ ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔ نرم اور نزاکت کے لہجہ میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں جب کہ بضرورت ایسا کرنا پڑے تو بہ تکلف ایسا لب ولہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہوتا کہ کوئی بد باطن اور روگی دل کا آدمی دل میں کوئی خیال فاسد نہ لانے پائے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اگرچہ ان آیات میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے فرمایا گیا ہے لیکن یہ احکام تمام

مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔تو اس ہدایت کا منشا یہ ہے کہ مسلمان عورت کو اگر بضرورت اجنبیوں سے بولنا پڑ جائے تو پوری احتیاط کے ساتھ بات کرے۔ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ اس ہدایت میں اسباب فتنہ سے بچنے کا ارشاد ہے اگرچہ اسباب بعید ہی ہوں۔ خصوصاً عورتوں کے باب میں۔اسی بنا پر شریعت اسلامیہ نے

۱-عورت کی اذان اور اقامت اور اس کی امامت کو ممنوع قرار دیا۔

۲-عورت کا جہری نماز میں جہراً پڑھنا ممنوع قرار دیا۔

۳-عورت کا حج میں آواز کے ساتھ لبیک کہنا ممنوع قرار دیا۔

۴-جوان عورت کا نامحرم مرد کو محض سلام کرنا نا جائز قرار دیا۔

۵-امام کوئی غلطی کرے تو مقتدیوں کو لقمہ زبان سے دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو زبان سے لقمہ دینے کی بجائے یہ تعلیم دی گئی کہ اپنے ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو متنبہ کریں زبان سے کچھ نہ کہیں جب آواز اور گفتگو کے باب میں یہ اہتمام ہے تو نغمہ اور موسیقی اور عورت کا گانا بجانا ظاہر ہے کہ نامحرم کے حق میں کیا حکم رکھے گا۔ اسی ہدایت کے ذیل میں فقہا نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے اتنی بلند آواز سے گفتگو کرنی درست نہیں جسے غیر محرم سنیں۔ اب یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات بضرورت کرتے ہوئے بھی نرمی ونزاکت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور غیر مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز نکالنے اور بلند کرنے سے بھی روکتا ہے کیا وہ کبھی اس کو پسند کرسکتا ہے اور اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر عورت عاشقانہ گیت اور غزلیں گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا کر لوگوں میں فسق و فجور کے جذبات پھیلائے؟ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ عورتیں اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں؟ مگر آج آپ دیکھ لیجئے کہ تہذیب وتمدن کے دعوے دار اور آزادئ نسواں کے علمبردار اسی تہذیب وکلچر کو قوم اور ملک کی ترقی کا زینہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں اور کیا مجال کوئی قرآن وسنت سے نکیر کرسکے۔ خدا غریق رحمت فرمائے مولانا محمد علی جوہرؒ کو ان کا ایک شعر ہے۔

حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا
اب بھی احساس ہو اس کا تو ابھرنا ہے یہی

تیسری ہدایت ربانی یہ دی جاتی ہے کہ اپنے گھروں میں قرار سے رہو یعنی بلاضرورت گھروں سے باہر مت نکلو۔ شرعی یا دنیوی ضرورتوں سے پابندئ ستر وحجاب سے گھر سے نکلنا اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس کی شریعت میں اجازت ہے۔ احادیث میں ہے کہ ایک موقع پر عورتوں نے حاضر ہو کر رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت پاسکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور اللہ کی رحمت سے وہ قریب تر اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو۔ ابوداؤد وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت کی اپنے گھر کے اندرونی کوٹھڑی کی نماز۔ گھر کے برآمدہ کی نماز سے افضل ہے۔ اور برآمدہ کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا بہ نسبت مسجد کے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ مسجد حرام جو تمام مسجدوں سے افضل ہے اور جس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے کہ ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے لیکن یہ ثواب کی زیادتی صرف فرض نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے نیز یہ

ثواب صرف مردوں کو ہوتا ہے۔ عورتوں کو نہیں ہوتا۔ ان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنی افضل ہے (معلم الحجاج صفحہ ۱۱۸) اور اسی طرح مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نماز کا ثواب بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب مذکور ہے (معلم الحجاج ص ۳۴۲) مگر مسند احمد میں ایک صحابیہ ام حمید ساعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ (جماعت سے مسجد میں) نماز ادا کیا کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ یعنی میرے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی بڑی چاہت ہے مگر تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں پڑھو وہ اس نماز سے افضل و بہتر ہے جو تم اپنے بیرونی دالان میں پڑھو اور بیرونی دالان میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے قبیلہ کی مسجد میں (جو کہ تمہارے مکان سے قریب ہے) نماز پڑھو اور اپنے قبیلہ والی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آ کر نماز پڑھو (معارف القرآن جلد سوم)

چوتھی ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ جاہلیت کے زمانہ کی طرح بے پردہ باہر بناؤ سنگار کے ساتھ نہ پھریں۔ اس سلسلہ میں آیت کے دو لفظ یعنی تبرج اور جاہلیۃ الاولیٰ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تبرج کے لفظی معنی عربی زبان میں ظہور اور نمایاں ہونے۔ ابھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں۔ عورت کے لئے جب لفظ تبرج استعمال کیا جائے تو اس کے تین مطلب ہوں گے۔ ایک یہ کہ وہ اپنے چہرہ اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے دوسرے یہ کہ وہ اپنے زیور ولباس کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے۔ تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال سے اپنے آپ کو نمایاں کرے یہ سب صورتیں تبرج میں داخل ہیں۔

جاہلیت کا لفظ قرآن میں چار جگہ استعمال ہوا ہے۔ ایک تو یہاں انہی آیات میں جہاں ارشاد ہے عورتوں کو کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق بے پردگی سے باہر مت پھرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دین اسلام سے پہلے کے حالات اور زمانے کو جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہاں جاہلیت اولیٰ آیت میں ارشاد فرمانے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس پہلی جاہلیت کے بعد کوئی دوسری جاہلیت بھی آنے والی ہے جس میں اسی طرح کی بے حیائی۔ بے پردگی اور بے شرمی پھیل جائے گی اور وہ شاید اس زمانہ کی جاہلیت ہے جس کا اب مشاہدہ ہر جگہ ہو رہا ہے (معارف القرآن جلد ہفتم)

الغرض جاہلیت سے مراد دین اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ طرز عمل ہے جو اسلامی تعلیم۔ اسلامی تہذیب۔ اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت اور قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو یہاں آیت میں جاہلیۃ الاولیٰ کا مطلب وہ برائیاں ہیں جن میں اسلام سے پہلے عرب یا دنیا کے لوگ مبتلا تھے۔ اسلام سے پہلے عورتیں عرب میں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن ولباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بد اخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانۂ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔ باقی کسی دینی یا دنیوی ضرورت کی بنا پر بغیر زیب و زینت کے حیا اور پردہ کے ساتھ احیاناً باہر نکلنا ہو بشرطیکہ کسی فتنہ کا ماحول کے اعتبار سے خطرہ نہ ہو تو بلاشبہ اس کی اجازت شریعت سے ملتی ہے اور خاص ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ یہاں آیت میں جاہلیت کے بناؤ سنگار سے باہر بے پردہ پھرنے سے روکا گیا ہے۔ اب یہاں ہر شخص خود

فیصلہ کرسکتا ہے کہ جو ثقافت۔ اور تہذیب اور کلچر ہمارے ہاں رائج کی جارہی ہے اور جس کو ترقی کا زینہ سمجھا جاتا ہے وہ قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی ثقافت۔ یہ بے پردگی اور بے حیائی کی فرنگی تہذیب اسلام کی تہذیب ہے یا جاہلیت کی تہذیب ہے۔ مگران مغرب زدہ ذہنیتوں کو کون اور کس طرح قرآن وحدیث کو سمجھائے۔

پانچویں ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ تم نمازوں کی پابندی رکھو۔

چھٹی ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اگر نصاب کی مالک ہو تو زکوٰۃ دیا کرو۔

ساتویں ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ جتنے شریعت کے احکام ہیں سب میں اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔

ان ہدایات واحکام کو دینے کے بعد کہ جو دین ودنیا کی صلاح وفلاح۔ اور حسن معاشرت کے اصل الاصول اور تہذیب وشائستگی کا عطر ہیں اللہ تعالیٰ ان احکام کو دینے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تم کو ان احکام کے التزام اور اہتمام کا مکلّف فرمایا ہے تو اس میں تمہارا ہی نفع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان احکام کے بتانے سے یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو تم سے معصیت ونافرمانی کی گندگی اور آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ظاہراً وباطناً عقیدۃً وعملاً بالکل پاک صاف رکھے اور چونکہ ان احکام پر عمل واجب ہے اور عمل موقوف ہے احکام کے جاننے اور ان کے یاد رکھنے پر اس لئے تم قرآن اور سنت میں جو اللہ کے احکام اور دین کی باتیں ہیں انہیں سیکھو۔ یاد کرو۔ دوسروں کو سکھاؤ بتاؤ اور اللہ کے اس احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

اخیر میں اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا○ فرما کر یہ ظاہر کردیا کہ یہ بھی پیش نظر رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ رازداں ہے کہ اعمال قلوب کو بھی جانتا ہے اور پورا خبردار ہے کہ پوشیدہ اعمال کو بھی جانتا ہے اس لئے ظاہراً وباطناً اور سراً وعلانیۃً جو احکام دیئے گئے ان کا امتثال امر اور اہتمام واجب وضروری ہے۔

یہاں آیات میں اگرچہ مخاطب حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ مگر یہ احکام عام ہیں سب عورتوں کیلئے۔ اور جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ان احکام کی مکلّف بنائی گئیں تو دوسری مسلمات ومومنات عورتوں کے لئے تو یہ احکام بدرجہ اولیٰ ہوئے۔ اب اگر ہم اپنی حماقت اور جہالت سے ان خدائی احکام کی قدر ووقعت نہ کریں تو پھر اس کے جو نتائج ہیں وہ شب وروز ہم اور آپ سب ہی دیکھتے اور سنتے ہیں اور جو آخرت کی تباہی ہونی ہے وہ تو ہے ہی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور اس وقت جو ایام جاہلیت کی بے پردگی اور بے حیائی کا ماحول پھیلتا جارہا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بداثرات سے ہماری عورتوں کو محفوظ فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو احکام شرعیہ کی پابندی ظاہراً وباطناً نصیب فرمائیں اور ہم کو ہماری عورتوں کو قرآن وسنت سے وابستگی اور لگاؤ عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ

بیشک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنیوالی عورتیں

وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ

اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد

وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ

اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت

كَثِيرًا وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

إِنَّ بیشک	الْمُسْلِمِينَ مسلمان مرد	وَالْمُسْلِمٰتِ اور مسلمان عورتیں	وَالْمُؤْمِنِينَ اور مومن مرد	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں
وَالْقٰنِتِينَ اور فرماں بردار مرد	وَالْقٰنِتٰتِ اور فرماں بردار عورتیں	وَالصّٰدِقِينَ اور راست گو مرد	وَالصّٰدِقٰتِ اور راست گو عورتیں	
وَالصّٰبِرِينَ اور صبر کرنے والے مرد	وَالصّٰبِرٰتِ اور صبر کرنے والی عورتیں	وَالْخٰشِعِينَ اور عاجزی کرنیوالے مرد	وَالْخٰشِعٰتِ اور عاجزی کرنیوالی عورتیں	
وَالْمُتَصَدِّقِينَ اور صدقہ کرنیوالے مرد	وَالْمُتَصَدِّقٰتِ اور صدقہ کرنیوالی عورتیں	وَالصّٰٓئِمِينَ اور روزہ رکھنے والے مرد	وَالصّٰٓئِمٰتِ اور روزہ رکھنے والی عورتیں	
وَالْحٰفِظِينَ اور حفاظت کرنیوالے مرد	فُرُوجَهُمْ اپنی شرمگاہیں	وَالْحٰفِظٰتِ اور حفاظت کرنے والی عورتیں	وَالذّٰكِرِينَ اور یاد کرنے والے مرد	اللّٰهَ اللہ
كَثِيرًا بکثرت	وَالذّٰكِرٰتِ اور یاد کرنے والی عورتیں	أَعَدَّ اللّٰهُ اللہ نے تیار کیا	لَهُمْ ان کیلئے	مَغْفِرَةً بخشش
وَ اور	أَجْرًا عَظِيمًا اجر عظیم			

تفسیر وتشریح:۔ اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے کئی روایات لکھی ہیں۔ گذشتہ آیات میں جو احکام اور اوامر ونواہی بیان فرمائے گئے تھے ان میں اصل روئے سخن حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف تھا اور ان کے لئے اعمال صالحہ پر بشارت اور اجر وثواب کا ذکر فرمایا گیا تھا اس پر بعض نیک بخت عورتیں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس جا کر کہنے لگیں کہ اس موقع پر تمہارا ذکر تو قرآن میں آیا ہے اور ہمارا نہیں آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاریہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قرآن میں مردوں ہی کا ذکر ہے عورتوں کا ذکر نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر تو قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ بہرحال اس آیت میں عام مسلمان مرد اور عام عورتوں کی تسلی فرمائی گئی کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے ہاں ضائع نہیں جاتی۔ مرد ہو یا عورت اجر وثواب میں یکساں ہیں۔ جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔

یہاں اس آیت میں مسلمان اور ایماندار مرد اور عورتوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر فرما کر دونوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ اگر یہ دس اوصاف مرد اور عورت دونوں میں یکساں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں کا

مرتبہ یکساں اور دونوں کا اجر برابر ہوگا۔ اب وہ دس صفات کیا ہیں کہ جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا اور ایسے صفات رکھنے والے مرد اور عورتوں کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ان کی تشریح اور تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلی صفت مُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ کی فرمائی گئی۔ یعنی جن مردوں اور عورتوں نے دین ''اسلام'' کو اپنے لئے ضابطہ حیات کی حیثیت سے قبول کرلیا اور یہ سوچ سمجھ کر طے کرلیا کہ اب وہ اسی کی پیروی میں زندگی بسر کریں گے۔ ''اسلام'' کے اصل معنی ہیں اپنے کو کسی کے سپرد کردینا۔ اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہوجانا۔ اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے دین کا نام ''اسلام'' اسی لئے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو بالکل اپنے مولا کے سپرد کردیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے اور یہی ہے اصل حقیقت اور روح دین اسلام کی بندہ اپنے کو کلی طور پر اللہ کے سپرد کردے اور ہر پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔ تو اسلام دنیا میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام لائے اور اب اخیر میں اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقہ پر زندگی گزارنے کا جو اللہ کے سچے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور جو قرآن اور سنت میں بتلایا گیا ہے۔ پس جو کوئی اس دین کو اختیار کرے اور اس طریقہ پر چلے وہی ''مسلم'' ہے اور اس ''اسلام'' کا دروازہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کلمہ کو قبول کرکے اور اعتقاد کے ساتھ پڑھ کر عمر بھر کا غیر مسلم ''مسلم'' بن جاتا ہے۔ اب اس کلمہ کی حقیقت کو سمجھئے کہ یہ دراصل ایک اقرار نامہ اور عہد نامہ ہے اس بات کا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق اور معبود و مالک مانتا ہوں جو دنیا و آخرت کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور وہی مجھ کو پیدا کرنے والا۔ مجھ کو روزی دینے والا۔ مجھ کو مارنے اور جلانے والا ہے اور نفع اور نقصان سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ میں اسی ایک اکیلی ہستی کی عبادت و بندگی کروں گا۔ اور بندہ کو جس طرح اپنے آقا اور مولا کے حکموں پر چلنا چاہئے اسی طرح میں اس کے حکموں پر چلوں گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں۔ اب میں ایک امتی کی طرح ان کی اطاعت اور پیروی کروں گا اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔ دراصل اسی عہد اور اقرار کا نام ''اسلام'' ہے اور یہی اس کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مقصد اور مطلب ہے پس جس مرد اور عورت نے اس کلمہ کو دل سے قبول کیا۔ زبان سے اقرار کیا اور عمل سے اس کی شہادت دی وہ اللہ کے نزدیک سچا ''مسلم'' ہے اور اس کی مغفرت و نجات کا وعدہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

دوسری صفت مُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کی فرمائی یعنی ایمان رکھنے والے مرد اور ایمان رکھنے والی عورتیں ایمان کے اصل معنی ہیں کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننا۔ اور دین کی اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک سے باہر ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایات اللہ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں مثلاً اللہ اور اس کی صفات آخرت۔ حشر و نشر۔ جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ کے متعلق جتنی باتیں اللہ کے رسول بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر دل سے ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں '......ایمان'' ہے۔ اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قسم کی غیبی حقیقتوں میں سے کسی ایک بات کو نہ ماننا اور اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کردیتی ہے۔ تو آدمی کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ان چیزوں اور حقیقتوں کی جو اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے تصدیق کی جائے اور ان کو حق مان کر قبول کیا جائے تو ایسے مومن مرد اور عورت کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

تیسری صفت قَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ کی فرمائی یعنی فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں۔ اوپر عقائد و اعمال دونوں کا ذکر اسلام اور ایمان میں آ گیا اب تیسری صفت قنوت یعنی فرمانبرداری کی بتلائی گئی مطلب یہ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ و رسول کے حکم کے مطابق بغیر پس و پیش جذبۂ اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایسے فرمانبردار مرد و عورت کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

چوتھی صفت صَادِقِيْنَ وَالصّٰدِقَاتِ کی فرمائی یعنی سچے وراست باز مرد اور سچے وراست باز عورتیں۔ اس میں قول کی سچائی۔ عمل کی سچائی۔ نیت کی سچائی وغیرہ سب آ گئی یعنی جو اپنی گفتار میں بھی سچے ہیں۔ اپنے معاملات میں بھی سچے ہیں۔ جھوٹ فریب۔ بدنیتی۔ دغابازی ان کی زندگی میں نہیں پائے جاتے وہ وہی کام کرتے ہیں جو ایمانداری کے ساتھ ان کے نزدیک راستی و صداقت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ جس سے بھی معاملہ کرتے ہیں دیانت و راستی کے ساتھ کرتے ہیں تو ایسے صادق مرد اور ایسی صادق عورتوں کے لئے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

پانچویں صفت صَابِرِيْنَ وَالصّٰبِرَاتِ کی فرمائی یعنی صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ اس میں ہر قسم کا صبر۔ ثبات اور استقامت داخل ہے۔ طاعت پر بھی معاصی سے باز رہنے پر بھی۔ اور مصائب کو برداشت کرنے میں بھی یعنی جو مرد اور عورتیں خدا اور رسول کے بتائے ہوئے سیدھے راستہ پر چلنے اور خدا کے دین کو قائم کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں جو مشکلات بھی پیش آئیں۔ جو خطرات بھی درپیش ہوں۔ جو تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں۔ اور جن نقصانات سے بھی دوچار ہونا پڑے سب کو برداشت کرتے ہیں اور ان کا پوری ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں کوئی خوف۔ کوئی لالچ۔ کوئی طمع اور خواہشات نفس کا کوئی تقاضہ ان کو سیدھی راہ اور شریعت کے حکم سے ہٹا دینے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ ایسے مرد اور ایسی عورتوں کے لئے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

چھٹی صفت خَاشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ کی بیان فرمائی یعنی خشوع و خضوع کرنے والے مرد اور خشوع و خضوع کرنے والی عورتیں۔ یہ خشوع عبادات میں اور عادات میں دونوں کو شامل ہے یعنی جو تکبر۔ بڑائی اور غرور نفس سے خالی ہیں اور وہ اس حقیقت کا پورا احساس رکھتے ہیں کہ ہم بندے ہیں اور بندگی ہی ہم کو سزاوار ہے۔ اس لئے ان کے دل اور جسم دونوں ہی اللہ کے آگے عاجزی و تواضع سے جھکے رہتے ہیں۔ ان پر خدا کا خوف غالب رہتا ہے وہ اپنی نمازوں اور عبادات میں خشوع و خضوع کرنے والے ہیں ایسے مرد اور ایسی عورتوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

ساتویں صفت مُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ کی فرمائی گئی یعنی صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں۔ اس میں فرض زکوٰۃ اور تمام صدقات و خیرات سب شامل ہیں۔ مطلب یہ کہ جو اللہ کی راہ میں کھلے دل سے اپنا مال صرف کرتے ہیں اللہ کے بندوں کی مدد کرنے میں اپنی حدِ استطاعت تک کوئی دریغ نہیں کرتے یتیموں۔ بیماروں۔ ضعیفوں معذوروں غریبوں اور محتاجوں کو اپنی امداد و اعانت اور خبر گیری سے محروم نہیں رکھتے۔ اور اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے ضرورت پیش آ جائے تو وہ اس پر اپنا مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ ایسے صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور عورتوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

آٹھویں صفت صَآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ کی فرمائی یعنی روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اس میں فرض اور نفلی روزے دونوں قسم کے شامل ہیں۔

نویں صفت حَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ اور حافظات کی فرمائی یعنی اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی حفاظت کرنے والی عورتیں اس میں دو مفہوم شامل ہیں ایک یہ کہ وہ زنا سے پرہیز کرتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ برہنگی اور عریانی سے

اجتناب کرتے ہیں اور برہنگی اور عریانی صرف اسی چیز کا نام نہیں ہے کہ آدمی لباس کے بغیر ننگا ہو جائے بلکہ ایسا لباس پہننا بھی برہنگی ہی ہے جو اتنا باریک ہو کہ جسم اس میں جھلکتا ہو یا اتنا چست ہو کہ جسم کی ساخت اس سے نمایاں ظاہر ہو۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مردوں کے لئے حَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ فرمایا اور عورتوں کے لئے صرف حافظات فرمایا۔ گویا مردوں کے لئے شرمگاہ کی حفاظت کی تصریح فرما دی اور عورتوں کے لئے صرف حفاظت کا اشارہ فرمایا۔ مفسرین نے اس کی توجیہ دو طرح پر کی ہے۔ ایک یہ کہ اس میں عورتوں کو تعلیم ہے حیا کی۔ وہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم تک میں اشارہ و کنایہ پر کفایت کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مرد کے لئے شرمگاہ کا تحفظ کافی ہے۔ بخلاف اس کے عورت کی ہر چیز عورت ہوتی ہے۔ اسے اپنے تحفظ کے لئے احتیاط اپنی رفتار۔ گفتار۔ لباس اور آواز ہر چیز میں رکھنا لازمی ہے۔

آخری اور دسویں صفت ذَاكِرِيْنَ وَالذّٰكِرَاتِ کی فرمائی یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں۔ اسلام کے خاص ارکان عبادت پانچ ہیں یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج و جہاد لیکن پورے قرآن کریم میں ان میں سے کسی عبادت کو کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم نہیں مگر ذکر اللہ کے متعلق قرآن کریم کی متعدد آیات میں بکثرت کرنے کا ارشاد ہے اور اس کی حکمت غالباً یہ ہے کہ اول تو ذکر اللہ سب عبادات کی اصل روح ہے جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا۔ کسی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجاہدین میں سب سے زیادہ اجر وثواب کس کا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرے۔ پھر پوچھا کہ روزہ داروں میں کس کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرے۔ پھر اسی طرح نماز۔ زکوٰۃ۔ حج وصدقہ کے متعلق سوال کئے ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ جو اللہ کا ذکر زیادہ کرے وہی زیادہ مستحق اجر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاد۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ صدقہ خیرات وغیرہ جملہ عبادات میں اجر وثواب ذکر کی کثرت سے بڑھتا ہے۔ پھر علاوہ ذکر کے جتنی بھی عبادات ہیں ان کے لئے بہرحال کوئی وقت اور کوئی موقع اور محل ہوتا ہے جب کہ وہ ادا کی جاتی ہیں لیکن ذکر اللہ کی وہ عبادت ہے جو سب عبادات میں سب سے زیادہ سہل ہے اور ہر وقت ہر حال میں جاری رہ سکتی ہے۔ شریعت نے اس کے لئے کوئی شرط نہیں رکھی۔ وضو۔ بے وضو۔ لیٹے۔ بیٹھے۔ چلتے پھرتے۔ غریبی میں امیری میں۔ دکھ میں سکھ میں۔ حضر میں سفر میں۔ ہر وقت میں ذکر اللہ کیا جا سکتا ہے۔ کثرت ذکر کا اثر اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کسی وقت حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔ یہ امر و نہی کے موقع پر ظاہراً و باطناً تعلق مع اللہ کی برکت سے حق تعالیٰ کے احکام کا دھیان رکھے گا۔ اور پھر نتیجہ میں ذاکر اپنے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔ ہر حاجت پیش آنے پر حق تعالیٰ سے دعا مانگے گا۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوگا۔ ہر خطا اور قصور سرزد ہو جانے پر حق تعالیٰ سے استغفار کرے گا اور معافی چاہے گا۔ اس طرح ذاکر اپنے رب سے کسی آن غافل نہ رہے گا اور اس کے دنیا کے کام بھی دین اور عبادت بن جائیں گے۔

یہ دس صفات بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۝ اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے جو انہیں آخرت میں ملے گا۔

دُعا کیجئے: کہ حق تعالیٰ ہمیں بھی اسلام کامل اور ایمان حقیقی نصیب فرمائیں۔ اور اپنے قانتین۔ صادقین صابرین خاشعین۔ متصدقین۔ صائمین۔ حافظین اور ذاکرین بندوں میں ہم کو بھی شامل فرما دیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) ان (مومنین) کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے،

مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لِمُؤْمِنٍ کسی مومن مرد کیلئے	وَلَا مُؤْمِنَةٍ اور نہ کسی مومن عورت کیلئے	اِذَا جب	قَضَى فیصلہ کردیں	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اسکا رسول
اَمْرًا کسی کام کا	اَنْ يَّكُوْنَ کہ (باقی) ہو	لَهُمُ ان کیلئے	الْخِيَرَةُ کوئی اختیار	مِنْ اَمْرِهِمْ ان کے کام میں	وَمَنْ اور جو	يَّعْصِ نافرمانی کریگا
	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	فَقَدْ ضَلَّ تو البتہ گمراہی میں جا پڑا	ضَلٰلًا گمراہی	مُّبِيْنًا صریح	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں مسلمین اور مسلمات اور مومنین اور مومنات کی صفات بیان فرما کر ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا تھا۔ اب اس آیت میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالہ اور سپرد کردے اور خدا اور رسول جو حکم دیں دل و جان سے بسر و چشم اس کو قبول کرے اور بجالائے مرد ہو یا عورت جب خدا کا رسول کوئی حکم دے تو ایمان اور اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے سامنے سر جھکا دیں۔

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے رشتہ داروں نے اس پیغام کو نامنظور کردیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اسی سورۃ کے پچھلے رکوع میں ذکر آچکا ہے۔ جہاں صاف صاف یہ حکم سنایا گیا تھا کہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو اللہ نے تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنادیا اور پھر یہ بھی حکم ہوا تھا کہ تم ان کو یعنی منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔

چنانچہ ان ابتدائی آیات کے نزول کے بعد سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بجائے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جانے لگا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات کا خلاصہ بھی ان ہی مذکورہ آیات کے ضمن میں بیان کیا گیا تھا کہ کس طرح بچپن میں حضرت زید جو قبیلہ بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے اپنی ننھیال گئے ہوئے تھے کہ وہاں لوٹ مار ہوئی اور یہ گرفتار ہوکر طائف کے قریب عکاظ کے بازار میں بحیثیت غلام فروخت کئے گئے۔ خریدنے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے خرید کر ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی ۸ سال ہی کے تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہونے کا شرف حاصل ہوگیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید کو حضور اقدس کی خدمت میں ہبہ کردیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زید کے باپ اور چچا کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ مکہ میں ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ زید کو ہمارے حوالہ کردیجئے اور جو رقم فدیہ کی آپ لینا چاہیں لے لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ زید کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ چاہیں تو

اپنے باپ اور چچا کے ساتھ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو میرے ساتھ رہیں۔ زید نے عرض کیا کہ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا۔ باپ اور چچا نے کہا بھی کہ تم غلامی کو پسند کرتے ہو اور اپنے خاندان باپ دادا کو چھوڑ کر اجنبی جگہ پر رہنا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس ہستی کے ساتھ رہ کر میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد میں دنیا میں کسی کو آپ پر ترجیح نہیں دے سکتا اور میں کسی حال آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنیٰ یعنی اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا اور اسی وقت سے یہ زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہلانے لگے۔ اور جب اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو پھر زید بن حارثہ کہے جانے لگے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے محبوب صحابی تھے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ قرآن کریم میں یعنی اس سورۃ میں اگلی آیات میں ان کا نام بصراحت مذکور ہے یہ شرف صرف انہی کے حصہ میں آیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار افراد میں سے ایک ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا گیا تو ایک لحہ کے شک وتردد کے بغیر نبوت کا دعویٰ سنتے ہی اسے تسلیم کرلیا۔ حضرت زید کی توقیر بڑھانے کے لئے اور نیز اس خیال سے کہ آزاد غلام مذہب اسلام میں حقیر نہ سمجھے جائیں اور ان کی عزت بھی احرار کی طرح ہو آپ نے ارادہ کیا کہ حضرت زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے کر دیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام دیا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں ان سے نسب میں بہتر ہوں۔ اسی طرح کا اظہار نارضامندی حضرت زینب کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا تھا اس لئے کہ حضرت زید گو نسلاً عربی الاصل تھے مگر غلامی کا داغ اٹھا چکے تھے۔ ان کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اتنے اونچے گھرانہ کی لڑکی۔ ہاشمی خاندان کی بیٹی ان کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام سے ہو۔ اس لئے حضرت زینب کے بھائی بھی اس عقد پر راضی نہ تھے اس پر یہ آیت زیر تفسیر نازل ہوئی جس میں حکم دیا گیا کہ جس بات کا حکم اور فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کر دیں پھر اس کی خلاف ورزی کسی کے لئے جائز نہیں۔

اس وحی الٰہی کے نزول پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے سب خاندان والوں نے بلا تامل سر اطاعت خم کر دیا اور اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کر دیا۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو گیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پڑھایا اور خود حضرت زید کی طرف سے مہر کی رقم ادا کی اور کچھ کپڑے اور سامان خوراک گھر کے لئے بھجوا دیا۔ اور اس طرح آپ نے اپنے خاندان ہی سے عملی طور پر فخر بالانساب کی جڑ کاٹ دی تاکہ آپ کا عمل اسوۂ حسنہ بنے۔ پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے۔ نہ رائے اور قیاس کرنے کا حق۔ جو حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس آیت کی رو سے کسی مسلم و مومن فرد کو یا قوم کو یا حکومت یا ریاست کو یا عدالت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی حکم صراحت سے ثابت ہو اس میں وہ خود اپنی آزادیٔ رائے استعمال کرے۔ مومن اور مسلم ہونے کے معنی ہی خدا اور رسول کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے

دستبردار ہو جانے کے ہیں۔ کسی شخص یا قوم کا مومن بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ جسے مومن رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا اور رسول کے آگے جھک جانا ہوگا اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو صاف ماننا پڑے گا کہ وہ مومن نہیں۔ قرآن پاک نے اسی مضمون کو اور بھی کئی جگہ بیان کیا ہے چنانچہ پانچویں پارہ سورۂ نسآء میں ارشاد ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ لوگ اس اختلاف میں جو ان کے آپس میں ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کردیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں۔ تو آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کا حکم بننا ظاہر ہی تھا۔ بعد وفات شریف آپ کی شریعت حکم بننے کے لئے کافی ہے۔ فقہا نے اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ جو کوئی اللہ یا اس کے رسول کے کسی حکم صریح میں شک وشبہ کرے یا ماننے سے انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اٹھارویں پارہ سورۂ نور کے اخیر میں ارشاد ہے فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت نازل ہو جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب آ پکڑے۔ ایسا ہی مضمون صحیح حدیث میں آیا ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔

الغرض اس آیت اور ان تمام ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل ہوسکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہوسکتی ہیں جب کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر اللہ و رسول کے تابع و ماتحت ہو جائیں۔ الحاصل اس آیت میں خدا اور رسول کے فیصلہ سے اعراض وانحراف اور عدول کو حرام اور ممنوع قرار دیا اس لئے کہ وہ ایمان واسلام کے منافی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں اسلام اور حقیقی معنی میں ایمان نصیب فرمائیں۔ اور ہمیں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری خواہشوں کو اپنے رسول پاک کے لائے ہوئے دین کے تابع بنادیں اور قرآن وسنت کے احکام کو ہمارے ملک میں رائج ہونے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ

اور جب آپ اس شخص سے فرمارہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر

اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا

اور آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ (آخر میں) ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں (کے طعن) سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے سزاوار ہے، پھر

قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ

جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کردیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا

جب وہ (منہ بولے بیٹے) اُن سے اپنا جی بھر چکیں، اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔ اور ان پیغمبر کیلئے جو بات (تکوینا یا تشریعا) خدا تعالیٰ نے مقرر کردی تھی

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝۳۸

اس میں نبی پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گذرے ہیں، اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹

یہ سب (پیغمبران گذشتہ) ایسے تھے کہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے، اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

وَاِذْ اور (یاد کرو) جب	تَقُوْلُ آپ فرماتے تھے	لِلَّذِيْٓ اس شخص کو	اَنْعَمَ اللّٰهُ اللہ نے انعام کیا	عَلَيْهِ اس پر	وَاَنْعَمْتَ اور آپ نے انعام کیا		
عَلَيْهِ اس پر	اَمْسِكْ روکے رکھ	عَلَيْكَ اپنے پاس	زَوْجَكَ اپنی بیوی	وَاتَّقِ اللّٰهَ اور ڈر اللہ سے	وَتُخْفِيْ اور آپ چھپاتے تھے	فِيْ نَفْسِكَ اپنے دل میں	
مَا اللّٰهُ جو اللہ	مُبْدِيْهِ اس کو ظاہر کرنے والا	وَتَخْشَى اور آپ ڈرتے تھے	النَّاسَ لوگ	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَحَقُّ زیادہ حقدار	اَنْ کہ	
تَخْشٰىهُ تم اس سے ڈرو	فَلَمَّا پھر جب	قَضٰى پوری کرلی	زَيْدٌ زید	مِّنْهَا اس سے	وَطَرًا اپنی حاجت	زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دیدیا	
لِكَيْ تاکہ	لَا يَكُوْنَ نہ رہے	عَلَى پر	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	حَرَجٌ کوئی تنگی	فِيْٓ اَزْوَاجِ بیویوں میں	اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اپنے لے پالک	اِذَا جب وہ
قَضَوْا پوری کرچکیں	مِنْهُنَّ ان سے	وَطَرًا اپنی حاجت	وَكَانَ اور ہے	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	مَفْعُوْلًا ہو کر رہنے والا	مَا كَانَ نہیں ہے	
عَلَى النَّبِيِّ نبی پر	مِنْ حَرَجٍ کوئی حرج	فِيْمَا اس میں جو	فَرَضَ اللّٰهُ مقرر کیا اللہ نے	لَهٗ اس کیلئے	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	فِي میں	الَّذِيْنَ وہ جو
خَلَوْا گزرے	مِنْ قَبْلُ پہلے	وَكَانَ اور ہے	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	قَدَرًا مقرر کیا ہوا	مَّقْدُوْرَا اندازہ سے	الَّذِيْنَ وہ جو	يُبَلِّغُوْنَ پہنچاتے ہیں
رِسٰلٰتِ اللّٰهِ اللہ کے پیغامات	وَيَخْشَوْنَهٗ اور اس سے ڈرتے ہیں	وَلَا يَخْشَوْنَ اور وہ نہیں ڈرتے	اَحَدًا کسی سے	اِلَّا اللّٰهَ اللہ کے سوا	وَكَفٰى اور کافی ہے		
	بِاللّٰهِ اللہ	حَسِيْبًا حساب لینے والا					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ عام حکم نازل ہوا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اور

11 اس کے رسول کسی بات کو طے کردیں یا کسی امر کا فیصلہ دے دیں تو پھر کسی مسلم اور مومن مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں رہتی کہ اگر چاہیں تو اس کام کو کریں اور چاہیں تو نہ کریں بلکہ ان کو اس کا ماننا ضروری ہے اور اس پر بے چوں وچرا عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ گذشتہ آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو منظور کرلیا اور نکاح ہوگیا۔ اب آگے اس نکاح کے بعد کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آگئیں تو اتفاق امر کہ میاں بیوی میں مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ آئے دن جھگڑے ہونے لگے۔ جب آپس میں بدمزگی اور لڑائی ہوتی تو حضرت زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر شکایت کرتے کہ ان روزانہ کے جھگڑوں سے تو بہتر یہ ہے کہ میں زینب کو طلاق دے دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کو سمجھاتے کہ زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور جہاں تک ہوسکے نباہ کرنے کی کوشش کرو۔ مگر دونوں کے درمیان تلخیاں بڑھتی ہی چلی گئیں اور ایک سال سے کچھ ہی زیادہ مدت گزری تھی کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت زید کو سمجھایا کہ دیکھو میری خاطر اور اللہ ورسول کے حکم سے زینب نے تم کو اپنی منشا کے خلاف قبول کیا۔ اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے اس لئے بیوی کو اپنے پاس رکھو اور طلاق دینے کا خیال چھوڑ دو اور خدا سے ڈرو کیونکہ حق تعالیٰ کو طلاق پسند نہیں ہے اور جہاں تک ہوسکے نباہ کی کوشش کرو مگر جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور شکایتیں اور رنجشیں حد سے بڑھ گئیں اور آپ کو خواہ وحی سے خواہ قرائن سے اور خواہ دونوں سے یہ یقین ہوگیا کہ اب یہ تعلق ازدواج نبھ نہیں سکتا تو قدرتاً آپ کو اس کی فکر پیدا ہوئی کہ اگر ان میاں بیوی میں علیحدگی واقع ہوئی تو زینب کے بارہ میں بڑی مشکل پیش آئے گی کہ زید کی زوجیت میں رہ چکنے کے سبب لوگ زینب کے اعزاز واحترام میں کمی کریں گے ایک تو زینب نے اپنی مرضی کے خلاف میرے کہنے سے آزاد شدہ غلام سے نکاح منظور کیا تھا پھر طلاق کے بعد اسے دوسرا صدمہ ہوگا اور کہیں ساری زندگی ایک آزاد شدہ غلام کی مطلقہ ہی کہلا کر نہ بسر کرنا پڑے اور یہ جس قدر شاق ہوگا ظاہر ہے۔ تو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ اگر ناچار ہوکر زید چھوڑ ہی دیں گے تو زینب کی دلجوئی اور قدر افزائی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کرلوں۔ میرا اس سے نکاح کرلینا ایک قسم کی معذرت ہوگا کہ اگر زید نے نہ نباہا تو نہ سہی میں تمہیں نباہوں گا۔ مگر اس خیال کے ساتھ آپ کو یہ بھی اندیشہ ہوا کہ مخالفین میری طرف سے غلط اور جھوٹے چرچے کریں گے اور کہیں گے کہ لوجی! بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی۔ اس طرح لوگوں کو میری طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کریں گے اور اسلام کو اس بہانہ بدنام کرنے کی کوشش کریں گے۔ حالانکہ یہ حکم پہلے آچکا ہے کہ اللہ کے نزدیک منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹے کے حکم میں نہیں آپ اس فکر ہی میں تھے کہ حضرت زید اور حضرت زینب کی ناچاقی نے صورت حال بدل دی اور وحی الٰہی نے یہ فیصلہ کردیا کہ وقت آگیا ہے کہ اب متبنّیٰ کی رسم جاہلیت کا خاتمہ کردیا جائے اور جس طرح آپ نے فخر بالانساب کے پہلو کو اپنے خاندان ہی میں سب سے پہلے توڑا اسی طرح اس ”منہ بولے بیٹے“ کی رسم کے توڑنے کی ابتدا بھی خود ذات اقدس ہی کے عمل سے ہو اور یہ اس طرح کہ زید جب طلاق دے دیں تو پھر زینب کا عقد آپ سے ہوجائے اس طرح اس واقعہ سے ایک طرف جہاں زینب اور ان کے خاندان کو جو صدمہ پہنچے اس کا اندمال ہوسکے اور دوسری جانب یہ تین اصلاحیں خود آپ کی ذات بابرکات سے شروع ہوں۔ ایک اسلام میں متبنّیٰ یعنی لے پالک یا منہ بولے بیٹے کا وہ حق نہ سمجھا جائے جو صلبی بیٹوں کا ہے اور دونوں قسم کے تعلقات میں جو فرق ہے وہ ظاہر کردیا جائے۔ دوسرے یہ کہ منہ بولے بیٹوں کی عورتیں صلبی بیٹوں کی عورتوں کی طرح حرام سمجھی جائیں۔ تیسرے یہ کہ آزاد غلاموں کی مطلقہ عورتوں کی حیثیت جن کو شرفائے اہل عرب اپنی زوجیت میں لینے سے انکار کرتے تھے ان کی وہی حیثیت قرار دی جائے جو احرار کی مطلقہ عورتوں کی ہے یعنی ان سے بے پس وپیش نکاح کرلیا جائے۔ چنانچہ وحی الٰہی کی تعمیل میں حضرت زید کے طلاق دینے اور عدت گزر جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت زینب سے نکاح فرمالیا۔ اور یہ نکاح خود حضرت زینب کے بھائی نے پڑھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر ۴۰۰ درہم کا رکھا اور گوشت روٹی سے دعوت ولیمہ فرمائی۔ جب حضرت زینب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح ہو چکا تو اس پر منافقین۔ یہود اور مشرکین نے آپ کے خلاف اعتراضات اور طعن کا طوفان اٹھایا اور مسلمانوں کے دلوں میں بھی شک اور الجھن پیدا کرنا چاہی اس لئے ان آیات میں اور آگے اللہ تعالیٰ نے تمام امکانی شبہات کا ازالہ فرمایا اور دوسری طرف مسلمانوں کو بھی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بتلایا کہ ان حالات میں کیا رویہ ہونا چاہئے۔

اس تمہیدی مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ آپ فہمائش اور مشورہ کے طور سے اس شخص کو سمجھا رہے تھے کہ جس پر اللہ نے بھی انعام کیا کہ اسلام کی توفیق دی اور غلامی سے چھڑایا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ تعلیم دین فرمائی۔ آزاد کیا۔ اور پھوپھی زاد بہن سے نکاح کرایا۔ مراد اس سے حضرت زید ہیں کہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھاتے تھے کہ اپنی بیوی زینب کو اپنی زوجیت میں رکھو اور ان کی معمولی خطاؤں پر نظر نہ کرو کہ گاہے اس سے ناموافقت ہو جاتی ہے اور خدا سے ڈرو اور اس کے حقوق میں کوتاہی نہ کرو۔ لیکن جب شکایتیں حد سے متجاوز ہو گئیں اور آپ کو اصلاح اور موافقت کی امید نہ رہی تو اس وقت فہمائش کے ساتھ آپ اپنے دل میں وہ بات بھی چھپائے ہوئے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ آخر میں ظاہر کرنے والا تھا (مراد اس سے وہی خیال تھا کہ اگر زید نے طلاق دے دی تو پھر زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اشک شوئی اور تلافی میرے ہی نکاح سے ہو سکتی ہے) اور اس نکاح کے خیال کے ساتھ آپ لوگوں کے طعن سے بھی اندیشہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اندیشہ پر کہ مخالفین طعن و تشنیع کریں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے کہنے سننے کا کیا ڈر۔ ڈرنا تو بس ایک خدا ہی سے سزاوار ہے۔

آگے آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب زید کا جی بھر گیا یعنی انہوں نے طلاق دے دی اور زمانۂ عدت بھی گزر گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں لانے کا فیصلہ اور حکم فرمادیا اور یہ فیصلہ اس وجہ سے فرمایا تاکہ عرب میں جو غلط رسوم منہ بولے بیٹوں کے بارہ میں رائج ہو گئی تھیں وہ توڑی جائیں اور اسلامی شریعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے یہ ظاہر کر دیا جائے کہ اسلام میں اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں سے نکاح درست ہے اگر وہ منہ بولے بیٹے انہیں طلاق دے دیں۔

یہاں آیت میں فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا فرمایا پھر جب زید کا دل اس عورت سے بھر گیا۔ تو تمام صحابہ میں یہ شرف حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام قرآن میں صراحت کے ساتھ آیا ہے۔ اور کسی صحابی یا صحابیہ کا نام صراحت سے قرآن پاک میں نہیں آیا۔ آگے لوگوں کے طعن و اعتراض کے بارہ میں فرمایا جاتا ہے کہ اللہ کا حکم اٹل ہے جو بات اس کے یہاں طے ہو چکی ضرور ہو کر رہے گی پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا کرنے میں کیا مضائقہ ہے جو شریعت میں روا ہو گیا۔ انبیاء و رسل جتنے بھی پہلے گزرے ہیں ان کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی معمول کر رکھا تھا کہ ان کو جس امر کی اجازت ہوتی ہے بے تکلف وہ اس امر کو کرتے ہیں چنانچہ آپ بھی کسی کے کہنے سننے کی پروانہ کیجئے اور اللہ کا حکم حکمت و مصلحت پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے آپ بھی اندیشہ نہ کیجئے۔ آگے آپ کی تسلی کے لئے فرمایا جاتا ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا یعنی حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی اور کی باز پرس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

ان آیات میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر کیا تھا۔ (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی ضرورت و مصلحت کی خاطر کرایا تھا کہ جو خاطر خواہ اسی تدبیر سے پوری ہو سکتی تھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسولؐ ہیں اور نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

مَا كَانَ نہیں ہیں	مُحَمَّدٌ محمد	اَبَآ باپ	اَحَدٍ کسی کے	مِنْ رِّجَالِكُمْ تمہارے مردوں میں سے	وَلٰكِنْ اور لیکن	رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کے رسول	
	وَخَاتَمَ اور مُہر	النَّبِيّٖنَ نبیوں	وَ كَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	عَلِيْمًا جاننے والا	

(حصہ اول)

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب سے نکاح کے سلسلہ میں بصراحت فرمایا گیا تھا کہ یہ کام آپ نے خداوند ذوالجلال کے حکم سے کیا اور یہ بھی بتلایا گیا کہ یہ نکاح اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ضرورت کی خاطر کرنے کا حکم دیا اور وہ یہ کہ جاہلیت کی رسم کو گود لئے ہوئے بیٹے مثل حقیقی اور صلبی بیٹوں کے تصور کئے جاتے تھے ٹوٹے۔ اس سلسلہ میں مخالفین نے جو طعن اور اعتراض اٹھائے اس کا ایک جواب تو گذشتہ آیات میں مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ فرما کر دے دیا گیا تھا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی ایسے کام میں کوئی الزام نہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہو۔ یعنی یہ نکاح کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک فرض تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر عائد کیا تھا۔ تو یہ کام آپ نے خدا کے حکم سے کیا اس میں آپ پر طعن کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ اب آگے اس آیت میں اعتراض کرنے والوں کو خطاب کر کے ان کے تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی جو مخالفین اس نکاح پر کر رہے تھے چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اے معترضو! تمہارے اعتراضات محض لغو اور لایعنی ہیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔ نہ زید کے اور نہ کسی کے پس انہوں نے ہرگز اپنے بیٹے کی مطلقہ بہو سے شادی نہیں کی۔ جب ان کے کوئی بیٹا ہی نہیں ہے تو بہو کے ساتھ نکاح کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں۔ قاسم۔ طیب اور طاہر تین بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئے لیکن تینوں بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے جن کا نام ابراہیم تھا یہ بھی دودھ پینے ہی کے زمانہ میں انتقال فرما گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چار صاحبزادیاں۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں ان میں تین صاحبزادیاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئی تھیں۔ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ تو معترضین کا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد ہی نہیں یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب کہ جو اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟ تم لوگ سب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بیٹا موجود ہی نہیں۔ اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ یہ نکاح ناجائز تو

نہیں لیکن اگر نہ ہوتا تو بہتر تھا کہ اعتراض کا موقع ہی نہ ہوتا تو اس کے جواب میں فرمایا گیا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارہ میں تمام جہالت کے تعصبات وخیالات باطلہ کا خاتمہ کردیں اور ایک حلال چیز کی ملت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں پھر مزید تاکید کے لئے آگے فرمایا وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی وہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ہیں یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں۔ آپ سب نبیوں کے ختم پر ہیں تو اگر قانون ومعاشرہ کی کوئی اصلاح آپ کے زمانہ میں نافذ ہوجانے سے رہ جائے تو بعد میں کوئی نبی آنے والا نہیں کہ جو یہ کسر پوری کردے۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ وہ اس رسمِ جاہلیت کا خاتمہ خود ہی کریں۔ اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا گیا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس رسم جاہلیت کو ختم کرانا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ ہونے میں کیا خرابی تھی۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کی طرف سے دنیا میں کوئی اور نبی آنے والا نہیں لہٰذا (اگر اپنے آخری نبی کے ذریعہ اس رسم کا خاتمہ نہ کرایا تو پھر کوئی دوسری ہستی دنیا میں ایسی نہ ہوگی کہ جس کے توڑنے سے یہ رسم تمام دنیا کے مسلمانوں سے ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے تو خلاصہ یہ کہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے حکم سے کیا اس لئے اس پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں اور اللہ تعالیٰ علیم ہیں یعنی ہر چیز کی مصلحت سے پوری طرح واقف ہیں اس لئے یہ مصلحت اپنے نبی کے لئے تجویز کی۔ غرضیکہ معترضین کے اعتراضات بالکل لغو ہیں۔

یہاں اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدائشی نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں آپ کا یہ اسم گرامی ۴ جگہ آیا ہے۔ ایک اسی آیت زیرِ تفسیر میں اور دوسرے چوتھے پارہ سورۂ آل عمران میں۔ تیسرے ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد میں اور چوتھے سورۂ فتح میں۔ اس کے علاوہ دوسرا اسم گرامی احمد ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک ۲۸ ویں پارہ سورۂ صف میں آیا ہے۔ ان دو ناموں کے علاوہ باقی آپ کے اسمائے صفات والقاب ہیں۔ جن کے شمار میں اختلاف ہے۔ مشہور محدث ابوبکر بن عربی نے شرح ترمذی میں آپ کے اسمائے صفات والقاب کا شمار ۶۴ کرایا ہے۔ بعض محدثین نے ۹۹ اور بعض نے ۳۰۰ اور بعض اہل علم نے ان کو ایک ہزار تک پہنچایا ہے۔ بہرحال اسمائے اعلام صرف دو ہیں محمد اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور باقی اسمائے صفات اور القاب ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک بے نظیر تھی آپ کے یہ اسماء بھی بے مثل تھے۔ آپ سے پہلے کسی کے ذہن میں ان اسماء کا وہم وگمان بھی نہ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی ولادت مبارک کا زمانہ نزدیک آگیا تو کاہنوں منجموں اور اہل کتاب نے نام لے کر آپ کی آمد کی بشارتیں دیں تو لوگوں نے اس نبی منتظر کی طمع میں اپنی اولاد کا نام محمد واحمد رکھنا شروع کردیا۔ جہاں تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے جن کے نام محمد واحمد رکھے گئے تھے ان کی کل تعداد چھ تک ہے۔ محمد کے لفظی معنی ہیں جس میں بکثرت تعریف کے اوصاف پائے جائیں اور لفظ احمد اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔

(۱) تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔

(۲) تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل اور ثنا کا مستحق۔

توراۃ میں آپ کا نام محمد ذکر کیا گیا کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ۔ آپ کی امت۔ آپ کے دین کے فضائل وکمالات کا اتنی کثرت سے اس میں ذکر تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول کو بھی آپ کی امت میں ہونے کی آرزو ہونے

لگی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی بشارت میں لفظ احمد فرمایا یعنی میرے بعد وہ آئے گا جو اپنے تمام پہلے آنے والوں کا سردار اور سب پر فائق ہوگا۔ الغرض لفظ محمد اور احمد کے مفہوموں کے لحاظ سے آپ سطح عالم پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اسماء جتنی حقیقت اور جتنی صداقت کے ساتھ آپ کی ذات مبارک پر چسپاں ہیں اتنے کسی اور پر نہیں اس لئے محمد اور احمد نام پانے کے لئے بھی آپ کی ذات مبارک منتخب ہوئی۔ اس لئے آپ سے پہلے بھی جس نے یہ نام رکھا آپ کی اتباع میں رکھا اور بعد میں بھی جس نے اس نام کو اختیار کیا آپ ہی کے اتباع میں کیا۔ **اللھم صل وسلم علی رسول اللہ وبارک علیہ۔**

یہاں موقع کی مناسبت سے محمد یا احمد نام رکھنے کی برکت وفضیلت بھی ذکر کردی جائے۔ مولانا محمد اسحاق صاحبؒ جو نواسے اور جانشین تھے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ دہلوی کے۔ وہ لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنے کے بارہ میں اپنی تالیف رفاہ المسلمین میں لکھتے ہیں۔

لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا مستحب ہے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام میرے نام پر رکھو اور سنن ابوداؤد میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام پیغمبروں کے نام پر رکھا کرو اور طبرانی نے جامع کبیر میں اور عدیؒ نے کامل میں بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس شخص کے تین لڑکے ہوں پھر اس نے ان میں سے ایک کا بھی نام محمد نہ رکھا تو بڑی نادانی کی یعنی بسبب اپنی نادانی کے ایسی بڑی نعمت وبرکت سے محروم رہا...... احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد ہو اس کی تعظیم وتکریم کرنی چاہئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی تعظیم کیا کرو...... اور اخبار اور روایات میں وارد ہے کہ جس شخص کا نام محمد ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کی شفاعت فرما کر بہشت میں لاویں گے اور اشرف الوسائل شرح الشمائل میں لکھا ہے کہ انسان کو چاہئے اپنی اولاد کا نام قصداً اور تاکیداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے رکھے اس واسطے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے رسول قسم کھاتا ہوں میں اپنی عزت اور جلال کی کہ جس شخص کا نام تیرے نام سے موسوم ہوگا میں اس کو ہرگز آتش دوزخ سے عذاب نہ دوں گا اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر عہد کرلیا ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا میں اس کو ہرگز دوزخ میں نہ ڈالوں گا پس آدمی کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا نام بہت اچھا اور بہتر رکھے اس واسطے کہ قیامت کے دن آدمی کو اس کے نام سے اور اس کے باپ کے نام سے پکاریں گے اور صحیح ترمذی میں بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام ان کے پیدا ہونے سے ساتویں دن رکھا کرو۔ (رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین ص ۹۸)

(دعاء اے اللہ یہ حقیر فقیر (مؤلف درس قرآن ہذا) کس قدر خوش نصیب ہے کہ آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھ کو دنیا میں موسوم کئے جانے کے لئے کیسا پیارا۔ بزرگی اور عظمت والا نام محمد احمد عطا فرمایا اور کیسی بڑی غیر اختیاری نعمت سے نوازا۔

اللھم ربنا لک الحمد ولک الشکر ارجو رضاک فلا تحرم نوالک من بدعی باسم حبیبک فی البلدان والرفق.

(یہ ناچیز آپ کی رضا کا امیدوار ہے۔ اپنی بخشش اور عنایت سے اس غلام کو محروم نہ فرمائیے جو تمام بلاد اور احباب میں آپ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے)

یہ مضمون اور دعا درمیان میں اضطراری طور پر آ گیا۔

قرآن کریم نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کو خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرما کر آپ کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا یعنی آپ رسول اللہ ہونے کے علاوہ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بھی ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ دو باتوں کا تصور ضروری ہے۔ ایک یہ کہ آپ رسول اللہ ہیں دوسرے یہ کہ آپ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہیں اور ان دو تصورات میں آپ کا امتیازی تصور خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہی ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع تینوں لحاظ سے امت کا یہ عقیدہ ہے کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس عقیدہ کے خلاف اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ نبوت کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی ہو سکتا ہے تو تمام محدثین و مفسرین اور علمائے امت کے نزدیک وہ قطعاً کافر اور ملت اسلام سے خارج ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے (کہ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت پر شکر کرنا چاہئے کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے ایسے عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف بھیجا اور انہیں خَتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بنایا اور آسان۔ سچا دینِ حنیف آپ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمۃ للعالمین نے اپنی متواتر حدیثوں میں یہ خبر دے دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا۔ مفتری۔ دجال گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے گو وہ شعبدے دکھائے۔ جادوگری کرے۔ اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی نیرنگیاں دکھائے لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے۔ ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔"

الغرض پہلی صدی سے آج تک پوری دنیائے اسلام متفقہ طور پر "خاتم النبیین" کے معنی آخری نبی ہی سمجھتی رہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند تسلیم کرنا ہر زمانہ میں تمام اہل اسلام کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے اور اس امر میں اہل اسلام کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا جو اس کے دعوے کو مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ اس عقیدۂ اسلام کی بنا پر مرزا غلام قادیانی اور اس کے متبعین کو پاکستان میں ستمبر ۱۹۷۴ء میں بالاتفاق کافر اور خارج از اسلام قرار دیا گیا اور تمام اسلامی دنیا کو اس امر سے آگاہ کر دیا گیا مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود اس چودھویں صدی میں گمراہ قادیانیوں نے اس آیت زیر تفسیر کی غلط تاویلات کر کے نہ صرف نبوت کا دروازہ کھول رکھا ہے بلکہ عقیدہ ختم نبوت کے رکھنے والے کو وہ معاذ اللہ لعنتی اور مردود قرار دیتے ہیں۔ اور پھر اپنی گمراہی میں بعض سیدھے سادے مسلمانوں کو بھی شکار کر کے پھانستے ہیں اور دین ایمان سے کھوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو خاتم الانبیاء والمرسلین کی امت میں پیدا فرمایا اور دین اسلام کی دولت سے نوازا۔ حق تعالیٰ ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے رسول پاک کا سچا و پکا متبع اور وفادار امتی ہونا نصیب فرمائیں۔ اس وقت جو طرح طرح کی گمراہیاں اور فتنے پھیل رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہماری اور پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں اور مضبوطی سے دین کو پکڑنے اور اس پر جمے رہنے کی ہمت۔ توفیق اور استقامت عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝۴۱ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۴۲ هُوَ الَّذِيْ

اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔ اور صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح (تقدیس) کرتے رہو۔ وہ ایسا (رحیم) ہے

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳

کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں، تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے، اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت مہربان ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝۴۴

وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم اور اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے عمدہ صلہ (جنت میں) تیار کر رکھا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ایمان والو	اذْكُرُوا یاد کرو تم	اللّٰهَ اللہ	ذِكْرًا یاد	كَثِيْرًا بکثرت	وَّسَبِّحُوْهُ اور پاکیزگی بیان کرو اسکی	بُكْرَةً صبح
وَّاَصِيْلًا اور شام	هُوَ الَّذِيْ وہی جو	يُصَلِّيْ بھیجتا ہے	عَلَيْكُمْ تم پر	وَمَلٰٓئِكَتُهٗ اور اس کے فرشتے	لِيُخْرِجَكُمْ تاکہ وہ تمہیں نکالے	مِّنَ سے	
الظُّلُمٰتِ اندھیروں	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	وَكَانَ اور ہے	بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر	رَحِيْمًا مہربان	تَحِيَّتُهُمْ اُن کی دعا	يَوْمَ جس دن	
	يَلْقَوْنَهٗ وہ ملیں گے اس کو	سَلٰمٌ سلام	وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرًا اجر	كَرِيْمًا بڑا اچھا	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیت جو مخالفین اور منافقین کے طعن واعتراض بسلسلہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفع کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی اس میں ضمناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت رسالت وختم نبوت کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ تو چونکہ حق تعالیٰ نے یہ ایک بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کے لئے بھیجا اس لئے آگے ان آیات میں اہل اسلام کو خطاب کر کے اس احسانِ عظیم کے شکریہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر و طاعت کا حکم دیا جاتا ہے اور پھر اس ذکر و طاعت کی مزید ترغیب کے لئے حق تعالیٰ اپنے بھی دنیوی و اخروی احسانات کا ذکر فرماتے ہیں چنانچہ ان آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو تم احسانات الٰہیہ کو عموماً اور ایسے عظیم الشان رسول کی بعثت کو خصوصاً یاد کر کے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اور وہ شکر اس طرح ادا کرو کہ منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے رات دن۔ صبح شام ہمہ اوقات اس کو یاد رکھو اور اس کے ذکر و طاعت پر دوام رکھو۔ اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے رہو۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری یہی ہے کہ حق تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔ اور یہ ذکر کرنا عام ہے یعنی زبان سے بھی دل سے بھی اور اعضا و جوارح سے بھی اور اس کی طاعت پر دوام رکھا جائے اس میں ہر طرح کے اعمال صالحہ جانی و مالی سب آ گئے۔ آگے حق تعالیٰ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔ یہ ہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے علم و ہدایت کے اجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔ اسی کی مہربانی سے مومنین رشد و ہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا۔ آگے آخرت کا اعزاز و اکرام ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجے گا۔ اور فرشتے سلام کرتے ہوئے ان کے پاس آئیں گے اور مومنین کی آپس میں بھی یہی دعاء سلام ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں جن کا خود سلام سے استقبال فرمائیں ان کے اعزاز و اکرام کا

کیا کہنا۔ ٢٣ویں پارہ سورۂ یٰس میں فرمایا گیا ہے

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ حدیث شریف میں ایک روایت ہے کہ بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائینگے۔ سبحان اللہ اس وقت کے عزت اور لذت کا کیا کہنا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی یہ نعمت عظمیٰ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

ملائکہ کے سلام کے متعلق سورۂ نحل چودہویں پارہ میں ارشاد ہے۔

يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

یعنی فرشتے کہیں گے تم پر سلام ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ اپنے نیک اعمال کی بدولت جو دنیا میں کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں کا یہ سلام مومنین کی تعظیم و اکرام کے لئے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ فرشتوں کا سلام ہم سب کو بھی سننا نصیب فرمائیں۔ پھر خود آپس میں مومنین ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسا سورۂ یونس گیارہویں پارہ میں ارشاد ہوا۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یعنی جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر سبحان اللہ پکاریں گے۔ اور جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے اور جنت میں پہنچ کر جب دنیا کی فانی لذتوں کا مقابلہ وہاں کے دائمی عیش و سرور سے کریں گے تو الحمد للہ رب العٰلمین کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ کلمہ کہنا نصیب فرمائیں تو آخرت میں یہ سلام کا اعزاز و اکرام تو روحانی انعام ہے آگے جسمانی انعام کی خبر دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کے لئے نہایت عمدہ صلہ جنت میں تیار کر رکھا ہے کہ ان کے جانے کی دیر ہے یہ گئے اور وہ ملا۔

یہاں ان آیات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے ذکر کی تاکید فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں اور بھی بیسوں جگہ ذکر اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ چونکہ اسلام کی تعلیم اور اس کا مطالبہ یہ ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ اسلام در حقیقت نام ہی اس کا ہے کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی احکام الٰہی کے ماتحت گزاریں اور ہر حال اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں اور چونکہ یہ بات کامل طور پر جبھی ہو سکتی ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ کا خیال رہے اور اس کے دل میں اللہ کی عظمت و محبت پوری طرح بیٹھ جائے۔ ہر وقت اللہ کا اور اس کے حکموں کا خیال رہے اور آدمی کا دل اللہ سے غافل نہ ہو۔ یہی حقیقت ہے ذکر کی اور اسی لئے قرآن کریم کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ کا ذکر کریں اور اس کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا سے اپنی زبانیں تر رکھیں۔ دل میں اللہ کی محبت اور عظمت پیدا کرنے کا یہ ایک خاص ذریعہ اور آزمودہ نسخہ ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی جس کی عظمت و کمال کے خیال میں ہر وقت ڈوبا رہے اور جس کی یاد و دھیان سے دل و دماغ بسا رہے اس کی عظمت و محبت ضرور پیدا ہو جائے گی اور برابر ترقی کرتی رہے گی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ذکر کی کثرت عشق و محبت کے چراغ کو روشن کرتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کامل اطاعت و بندگی کی وہ زندگی جس کا نام اسلام ہے وہ صرف محبت ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ صرف محبت ہی وہ چیز ہے جو محبِ صادق کو محبوب کا کامل مطیع اور فرمانبردار بنا دیتی ہے۔ اسلئے قرآن پاک میں ذکر کی کثرت کی سخت تاکید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہراً و باطناً زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرماویں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبی ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں،

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ

اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔ اور مومنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں اور اُن کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے، اور اللہ کافی کارساز ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بیشک ہم نے آپ کو بھیجا	شَاهِدًا گواہی دینے والا	وَّمُبَشِّرًا اور خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرسنانے والا		
وَّدَاعِيًا اور بُلانے والا	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	بِاِذْنِهٖ اس کے حکم سے	وَسِرَاجًا اور چراغ	مُّنِيْرًا روشن	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں	
الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	بِاَنَّ یہ کہ	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنَ اللّٰهِ اللہ (کی طرف) سے	فَضْلًا فضل	كَبِيْرًا بڑا	وَلَا تُطِعِ اور کہنا نہ مانیں
الْكٰفِرِيْنَ کافر	وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافق	وَدَعْ اور خیال نہ کریں	اَذٰىهُمْ ان کا ایذا دینا	وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کریں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	
وَكَفٰى اور کافی	بِاللّٰهِ اللہ	وَكِيْلًا کارساز				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون بسلسلۂ نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ پہلے مخالفین ومعترضین کو خطاب کرکے بتلایا گیا تھا کہ تمہارے اعتراضات محض لغو اور لایعنی ہیں اور یہ نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کیا اس لئے آپ پر کسی کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اور خاتم النبیین ہونا بتلایا گیا تھا۔ اس کے بعد اہل ایمان کو گذشتہ آیات میں خطاب فرمایا گیا تھا کہ حق تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا لہٰذا اس نعمت کو یاد کرکے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس کے ذکر واطاعت پر دوام رکھو اور ہمہ وقت اس کی تسبیح وتقدیس بیان کرتے رہو۔ اس خطاب سے درپردہ اہل ایمان کو یہ تلقین کرنا بھی مقصود تھی کہ جب دشمنوں کی طرف سے اللہ کے رسول پر طعن وتشنیع کیا جارہا ہے تو ایسی حالت میں تمہارا نہ تو یہ کام ہے کہ ایسی بیہودگیوں کو سنو اور نہ یہ کہ دشمنوں کے پھیلائے ہوئے شک وشبہات میں مبتلا ہو اور نہ یہ کہ جواب میں ان سے بدکلامی اور بدزبانی کرو بلکہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو اپنے حق میں اللہ کا بہت بڑا انعام واحسان سمجھو اور اس نعمت کے شکر میں ہمہ وقت اللہ کے ذکر وطاعت میں لگو اور جب اس کے ذکر وطاعت میں لگو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں تم پر دنیا میں بھی نازل فرمائے گا کہ جس کی بدولت تمہیں جہالت وضلالت کی تاریکیوں کی بجائے علم وہدایت کا نور نصیب ہوگا۔ اور آخرت میں بھی انعام واکرام سے نوازے جاؤ گے۔ اہل ایمان کو خطاب کے بعد اب ان آیات میں حق تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے چند کلمات تسکین ارشاد فرماتے ہیں جن سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے کہ آپ ان چند معترضین کے طعن سے مغموم نہ ہوں۔ اگر یہ احمق آپ کو نہ جانیں تو کیا ہوا ہم نے تو آپ کو بہت کچھ مراتب عالیہ بخشے ہیں اور آپ کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ یہ مخالفین اپنے بہتان وافترا کے طوفان سے آپ کا

کچھ بگاڑ سکیں لہٰذا نہ آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں نہ ان کی بکواس کو کوئی وقعت دیں آپ اپنے فرائض منصبی ادا کئے جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ وہ کافی کارساز اور حامی و مددگار ہے وہ آپ کو مخالفین کے ہر ضرر سے بچاوے گا۔

یہاں ان آیات میں خطاب کر کے پہلی بات یہ فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد یعنی گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت کے روز اللہ کی عدالت قائم ہوگی تو آپ امت کے اعتبار سے گواہ ہوں گے کہ آپ کے بیان کے موافق ان کا فیصلہ ہوگا۔ آپ کی شہادت پر یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ ماننے والے کس جزا کے اور نہ ماننے والے کس سزا کے مستحق ہیں۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ آپ مبشر ہیں یعنی مومنین کو بشارت دینے والے ہیں اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سنانے والے ہیں۔

تیسری بات یہ فرمائی کہ آپ نذیر ہیں یعنی کفار اور نافرمانوں کو ڈرانے والے ہیں

چوتھی بات یہ فرمائی کہ آپ داعی الی اللہ ہیں یعنی اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔

یہاں آیت میں دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ کے ساتھ باذنہ بھی فرمایا گیا یعنی آپ سب کو اللہ کی طرف اللہ کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ دعوت الی اللہ تو ہر مبلغ دے سکتا ہے مگر وہ اللہ کی طرف سے اس کام پر مامور نہیں ہوتا۔ برخلاف نبی اللہ کے اذن سے دعوت دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے نبی کی دعوت کے پیچھے اس کے بھیجنے والے اللہ رب العالمین کی فرمانروائی کا زور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ کے بھیجے ہوئے داعی کی مخالفت و مزاحمت خود اللہ رب العالمین کے خلاف جنگ قرار دی جاتی ہے۔ جس طرح دنیوی حکومتوں میں سرکاری کام انجام دینے والے سرکاری ملازم کی مزاحمت خود حکومت کے خلاف جنگ سمجھی جاتی ہے۔

پانچویں بات یہ فرمائی کہ آپ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ہیں۔ یعنی آپ سرتاپا نمونۂ ہدایت ہونے میں بمنزلۂ ایک روشن چراغ کے ہیں یا مثل آفتاب کے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ آفتاب نبوت و ہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی۔ سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو اور مدغم ہو گئیں۔

چھٹی بات یہ فرمائی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمانداروں کو خوشخبری دیجئے کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہونے والا ہے یعنی آپ کے واسطہ سے دنیا میں انہیں سرفرازی اور غلبہ و نصرت دے گا اور آخرت میں عفو و مغفرت اور اجر عظیم اور دائمی نعمتیں عطا فرمائے گا اب رہ گئے کافر اور منافق جو آپ کی تصدیق نہیں کرتے اور آپ پر بہتان باندھتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں اور آپ کو اپنی مرضی کے موافق کرنا چاہتے ہیں تو آپ ان کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ کیجئے یعنی ایسا نہ ہو کہ ان کے طعن پیہم سے آزردہ ہو کر ان پر تبلیغ ہی ترک کر دیں۔ آپ حسب معمول فریضۂ دعوت و اصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہئے اور اللہ جو حکم دے اس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر و منافق کے کہنے کی پروا نہ کیجئے۔ پس اگر یہ بدبخت زبان یا عمل سے آپ کو ستائیں جیسا کہ اس واقعۂ نکاح میں کہ آپ کی طرف سے تبلیغ فعلی تھی اور ان کی طرف سے اذیت قولی آپ کو پہنچی تو اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اللہ کافی کارساز ہے وہ آپ کو ہر ضرر سے بچاوے گا۔

یہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اسمائے صفات کا ذکر فرمایا گیا یعنی شاھدٌ- مُبشرٌ- نذیرٌ- داعٍ- سراجٌ- منیرٌ. (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اسمائے صفات بھی مختلف سورتوں میں آئے ہیں۔

عبداللہ بشیرٌ- عزیزٌ- حریصٌ- رؤف رحیمٌ -امینٌ
مزملٌ- مدثرٌ- مذکرٌ- منذرٌ- ھادیٌ- یٰس
رَحمتٌ- طٰہٰ- نُورٌ- حقٌ- شھیدٌ- نبیٌ -امیٌ
رسولٌ- برھانٌ خاتم النبیین- رحمۃ للعلمین.
(صلی اللہ علیہ وسلم)

انکے علاوہ احادیث میں بھی اور اسمائے صفات آئے ہیں بعض محدثین نے ۹۹۔ بعض نے ۳۰۰ اور بعض اہل علم نے ۱۰۰۰ تک نام آپ کے گنائے ہیں۔ اللھم صلی وسلم وبارک علیہ.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دے دو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

تو تمہاری ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو، تو اُن کو کچھ (مال) متاع دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کردو۔ اے نبیؐ

النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ اُن کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫

اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو،

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ

اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اُس کو نکاح میں لانا چاہیں یہ سب آپ کیلئے مخصوص کئے گئے ہیں نہ اور

دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا

مومنین کیلئے، ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے اُن پر اُن کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کئے ہیں

يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی (واقع) نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	اِذَا جب	نَكَحْتُمُ تم نکاح کرو	الْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں	ثُمَّ پھر	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ تم انہیں طلاق دو	
مِنْ قَبْلِ پہلے	اَنْ کہ	تَمَسُّوْهُنَّ تم انہیں ہاتھ لگاؤ	فَمَا لَكُمْ تو نہیں تمہارے لئے	عَلَيْهِنَّ ان پر	مِنْ عِدَّةٍ کوئی عدت		
تَعْتَدُّوْنَهَا کہ پوری کراؤ تم اس سے	فَمَتِّعُوْهُنَّ پس تم انہیں کچھ متاع دو	وَسَرِّحُوْهُنَّ اور انہیں رخصت کردو	سَرَاحًا رخصت	جَمِيْلًا اچھی طرح			
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی!	اِنَّآ اَحْلَلْنَا ہم نے حلال کیں	لَكَ تمہارے لئے	اَزْوَاجَكَ تمہاری بیبیاں	الّٰتِيْٓ وہ جو کہ	اٰتَيْتَ تم نے دے دیا	اُجُوْرَهُنَّ ان کا مہر	
وَمَا اور جو	مَلَكَتْ مالک ہوا	يَمِيْنُكَ تمہارا دایاں ہاتھ	مِمَّآ ان سے جو	اَفَآءَ اللّٰهُ اللہ نے ہاتھ لگا دیں	عَلَيْكَ تمہارے	وَ اور	
بَنٰتِ عَمِّكَ تمہارے چچا کی بیٹیاں	وَ اور	بَنٰتِ عَمّٰتِكَ تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں	وَبَنٰتِ خَالِكَ اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں				
وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں	الّٰتِيْ وہ جنہوں نے	هَاجَرْنَ انہوں نے ہجرت کی	مَعَكَ تمہارے ساتھ	وَامْرَاَةً اور عورت			
مُؤْمِنَةً مومن	اِنْ اگر	وَهَبَتْ وہ بخشدے (نذر کردے)	نَفْسَهَا اپنے آپ کو	لِلنَّبِيِّ نبی کیلئے	اِنْ اگر	اَرَادَ النَّبِيُّ چاہے نبی	اَنْ کہ
يَّسْتَنْكِحَهَا اسے نکاح میں لے لے	خَالِصَةً خاص	لَكَ تمہارے لئے	مِنْ دُوْنِ علاوہ	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	قَدْ عَلِمْنَا البتہ ہمیں معلوم ہے		

مَآ فَرَضْنَا جو ہم نے فرض کیا	عَلَيْهِمْ اس پر	فِيٓ میں	اَزْوَاجِهِمْ ان کی عورتیں	وَمَا اور جو	مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ مالک ہوئے انکے داہنے ہاتھ (کنیزیں)	
لِكَيْلَا يَكُوْنَ تاکہ نہ رہے	عَلَيْكَ تم پر	حَرَجٌ کوئی تنگی	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا مہربان

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ میں مضمون حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح سے متعلق مذکور ہوا تھا۔ اسی سلسلہ میں آگے کچھ احکام نکاح۔ طلاق وعدت کے متعلق بیان فرمائے جاتے ہیں پہلے احکام عام مسلمانوں سے متعلق بیان فرمائے گئے اس کے بعد بعض احکام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے ان کا بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے عام اہل ایمان کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مشرف ہو چکے ہیں وہ سن لیں کہ جب ان میں سے کوئی مرد کسی مسلمان عورت سے شادی کرے اور پھر اس سے پہلے کہ عورت کی رخصتی ہو یعنی قبل اس کے کہ میاں بیوی کی تنہائی میں ملاقات ہو اتفاق سے کوئی ایسی وجہ پیش آ جائے کہ مرد کو طلاق دینی پڑ جائے تو ایسی صورت میں ایک حکم تو یہ ہے کہ عورت پر کوئی عدت واجب نہیں وہ چاہے تو فوراً دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عدت کے ساقط ہونے کا حکم طلاق قبل خلوت کی صورت میں ہے۔ اگر نکاح ہو جانے کے بعد خلوت سے پہلے عورت کا شوہر مر جائے تو اس صورت میں عورت کو عدت وفات پوری کرنی لازمی ہے۔ اور اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی واجب ہے۔ اس کے بعد دوسرا نکاح جائز ہوسکتا ہے۔ یہاں آیت میں عورت پر کسی عدت کے واجب نہ ہونے کا جو حکم ہے وہ اسی صورت میں ہے کہ ابھی عورت کی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور طلاق مرد نے دے دی۔ اگر رخصتی کے بعد یعنی میاں بیوی میں خلوت کے بعد طلاق دی تو اس صورت میں پورے تین حیض ختم ہونے تک عدت گزارنا لازمی ہے۔ اور اگر عورت حاملہ ہو اور اس حالت میں طلاق مل گئی تو بچہ پیدا ہونے تک عدت کا زمانہ رہے گا۔ اگر طلاق ملنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہوگئی۔ تو ایک حکم عام جس میں سارے مسلمان شامل ہیں یہ ہوا کہ اگر رخصتی سے قبل ہی طلاق دی گئی تو عورت پر کوئی عدت لازم نہیں۔

دوسرا حکم عام یہ ہے کہ ایسی مطلقہ عورتوں کو کچھ مال ومتاع دے دو اور خوبی سے علیحدہ کردو یہ حکم دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر مرد کو پورا کرنا ہوگا۔ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا تھا اور پھر خلوت سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس صورت میں مرد کو نصف مہر دینا واجب ہوگا جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۷۔ میں ارشاد ہوا ہے۔ لیکن اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور نہ خلوت کی نوبت آئی تو اس صورت میں عورت کو کچھ دے کر رخصت کرنا واجب ہے اور یہ کچھ دینا آدمی کی حیثیت اور مقدرت کے موافق ہونا چاہئے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۶ میں فرمایا گیا جو کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا ہے۔ اور خوبی سے رخصت کرنے کا مطلب یہ کہ کسی تکا فضیحتی اور لڑائی جھگڑے کے بغیر شریفانہ طریقہ پر علیحدگی اختیار کرلی جائے۔ یہ احکام تو عام مسلمین سے متعلق تھے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وامتیاز نیز آپ کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر آپ کو ازدواجی زندگی سے متعلق بعض مخصوص احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر پہلا حکم مخصوص یہ دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کے لئے یہ بیبیاں جو کہ اس وقت آپ کی خدمت میں موجود ہیں اور جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں باوجود چار سے زیادہ ہونے کے حلال کی ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن موجود تھیں۔ یعنی ایک حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دوسری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، تیسری حضرت

حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، چوتھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں پانچویں تھیں تو اس مخصوص حکم کا مطلب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیک وقت چار تک کی قید لگائی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قید سے مستثنیٰ فرمایا۔

دوسرا مخصوص حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ فرمایا گیا کہ وہ عورتیں بھی آپ کے لئے خاص طور پر حلال کی گئی ہیں جو آپ کی مملوکہ ہوں اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوادیں اس اجازت کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو جنگ میں گرفتار ہوکر آئی تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور آزاد کردی گئیں۔ اور آزاد ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔

تیسرا مخصوص حکم یہ دیا گیا کہ چچا۔ پھوپھی۔ ماموں اور خالہ کی بیٹیاں یعنی قریش میں کی جو باپ یا ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں مگر جنہوں نے ہجرت کی ہو ان سے بھی نکاح کی اجازت دی گئی چنانچہ اس آیت کے موافق حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔

چوتھا مخصوص حکم یہ فرمایا کہ وہ مسلمان عورت جو بلاعوض یعنی بغیر کسی مہر کے اپنے آپ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردے اور بشرطیکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نکاح میں لانا چاہیں تو وہ بھی حلال ہے۔ اس اجازت کی بنا پر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہ فرمایا کہ مہر کے بغیر ان کے ہبہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے آپ نے ان کی کسی خواہش اور مطالبہ کے بغیر ان کو مہر عطا فرمایا۔

پانچواں حکم یہ کہ یہ سب احکام آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں دوسرے مومنین کے لئے نہیں ہیں۔ عام مومنین کے لئے ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو احکام اور حدود مقرر کئے گئے ہیں وہ دوسری آیات و روایات میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور جو اوروں کو بھی معلوم کرادیئے گئے ہیں۔

آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مخصوص احکام دیئے جانے کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ مخصوص احکام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیئے ہیں یہ اس مصلحت کے لئے ہیں تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور کوئی حرج واقع نہ ہو بلکہ سہولت اور وسعت ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے کہ بندوں سے جو احکام کی تعمیل میں کبھی کوئی قصور ہوجاوے تو اس پر بھی معاف کرتے ہیں اور یہ اللہ کی رحمت و مہربانی تھی جو سہل احکام نازل کئے۔

یہاں جو مصلحت بیان فرمائی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو مخصوص احکام دیئے گئے وہ اس لئے کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے اور حرج واقع نہ ہو۔ تو اس کی وضاحت میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد جو دین کا کام کیا گیا تھا۔ اور ہر شعبہ زندگی میں تعلیم و تربیت دے کر ایک اعلیٰ درجہ کی مہذب۔ شائستہ اور پاکیزہ ملت بنانا تھا اس غرض کے لئے مردوں کو تعلیم و تربیت دینا کافی نہ تھا بلکہ عورتوں کی تعلیم و تربیت بھی اتنی ہی ضروری تھی اور جو اسلامی تہذیب آپ نے سکھائی تھی اس کے مطابق عورتوں کو براہ راست خود تربیت و تعلیم دینا ممکن نہ تھا۔ اس بنا پر عورتوں میں کام کرنے اور ان کی تعلیم و تربیت کے لئے یہی ایک صورت آپ کے لئے ممکن تھی کہ مختلف عمروں، اور ذہنی صلاحیتوں کے متعدد خواتین آپ کی ازواج میں شامل ہوں۔ ان کو آپ براہ راست تعلیم و تربیت دے کر اپنی مدد کے لئے تیار کریں اور پھر ان ازواج مطہرات کے ذریعہ سے شہری بدوی۔ جوان و بوڑھی ہر قسم کی عورتوں کو دین سکھانے اور اخلاق و تہذیب

کے اصول سمجھانے کا کام لیں۔ چنانچہ صرف ایک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کتب احادیث میں ۲۲۱۰ مرویات منقول ہیں علاوہ فتاویٰ شرعیہ اور جوابات علمیہ کے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آپڑتا تھا تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔ ۲۰۰ سے زیادہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شاگرد ہیں۔ جنہوں نے حدیث اور فقہ فتاویٰ آپ سے سیکھے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۳۶ احادیث کی روایت معتبر کتب حدیث میں جمع ہیں تو ان مخصوص احکام کی یہی مصلحت تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے معاملہ میں کوئی تنگی باقی نہ رکھی جائے تاکہ جو کار عظیم دین کی اشاعت کا آپ کے سپرد کیا گیا تھا اس کی ضروریات کے لحاظ سے آپ ان مخصوص احکام کے ماتحت جتنے نکاح کرنے چاہیں کریں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح فرمائے جن میں سے دو ازواج مطہرات یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ کی وفات آپ کے سامنے ہوئی اور باقی نو ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موجود تھیں۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حفصہ، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

یہاں عام معلومات کے لئے اتنا اور عرض کردیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ شباب کا بڑا حصہ تو محض تجرد اور خلوت گزینی میں گزرا۔ جب عمر شریف ۲۵ سال میں پہنچی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نکاح کی درخواست ہوئی جو بیوہ اور صاحب اولاد ہونے کے ساتھ اس وقت ۴۰ سال کی عمر میں بڑھاپے کا زمانہ گزار رہی تھیں اور آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عمر اسی ایک نکاح پر گزری اور وہ بھی اس طرح کہ آپ حرا کے لق و دق غار میں ایک ایک مہینہ تک عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور یہ اللہ کی نیک بندی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے لئے توشہ تیار کرتیں اور عبادت الٰہی اور سکون طلبی میں آپ کی اعانت و امداد کیا کرتیں۔ عمر کا بڑا حصہ یعنی ۲۵ سال اسی نکاح پر گزرا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۵۰ سال سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ سارے نکاح ظہور میں آتے ہیں اور خاص خاص شرعی ضرورتوں کے ماتحت دس خواتین تک آپ کے نکاح میں داخل ہوتی ہیں جو سب کی سب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا بیوہ ہیں اور بعض صاحب اولاد بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی پاک زندگی کے ہر ایک دور میں پاکباز متقیوں کے لئے کچھ نمونہ رکھ دیئے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی عملی رہبری کرسکیں **اللھم صل وسلم وبارک علیہ۔**

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جو احکام ازدواجی زندگی کے ہم کو عطا فرمائے ہیں ہم کو ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر کام ہمارا قانون الٰہیہ کے ماتحت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہراً و باطناً زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرماویں۔ اور تعمیل احکام میں ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہوچکی ہیں ان کو اپنی رحمت اور شان غفور الرحیمی سے معاف فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جبتک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں، اور جن کو دور کر رکھا تھا اُن میں سے پھر کسی کو طلب کریں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ

جب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں، اس میں زیادہ توقع ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ اُن کو دے دیں گے اُس پر سب کی سب راضی رہیں گی

كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ

اور خدا تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں، اور اللہ تعالیٰ (یہی کیا) سب کچھ جاننے والا بُردبار ہے۔ ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کیلئے

النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا

حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حُسن اچھا معلوم ہو مگر

مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

جو آپ کی مملوکہ ہو، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز (کی حقیقت اور آثار و مصالح) کا پورا نگران ہے۔

تُرْجِيْ دُور رکھیں	مَنْ تَشَآءُ جس کو آپ چاہیں	مِنْهُنَّ ان میں سے	وَتُـْٔوِيْ اور پاس رکھیں	اِلَيْكَ اپنے پاس	مَنْ تَشَآءُ جسے آپ چاہیں		
وَمَنِ اور جس کو	ابْتَغَيْتَ آپ طلب کریں	مِمَّنْ ان میں سے جو	عَزَلْتَ دُور کر دیا تھا آپ نے	فَلَا جُنَاحَ تو کوئی تنگی نہیں	عَلَيْكَ آپ پر		
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ زیادہ قریب ہے	اَنْ تَقَرَّ کہ ٹھنڈی رہیں	اَعْيُنُهُنَّ ان کی آنکھیں	وَلَا يَحْزَنَّ اور وہ آزردہ نہ ہوں	وَيَرْضَيْنَ اور وہ راضی رہیں			
بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ اس پر جو آپ نے انہیں دیں	كُلُّهُنَّ وہ سب کی سب	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں		
وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلِيْمًا جاننے والا	حَلِيْمًا بُردبار	لَا يَحِلُّ حلال نہیں	لَكَ آپ کیلئے	النِّسَآءُ عورتیں	مِنْۢ بَعْدُ اس کے بعد
وَلَآ اور نہ	اَنْ تَبَدَّلَ یہ کہ بدل لیں	بِهِنَّ ان سے	مِنْ سے اور	اَزْوَاجٍ عورتیں	وَّلَوْ اگرچہ	اَعْجَبَكَ آپ کو اچھا لگے	حُسْنُهُنَّ ان کا حسن
اِلَّا سوائے	مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ جس کا مالک ہو تمہارا ہاتھ (کنیزیں)	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰي پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	رَّقِيْبًا نگہبان	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے متعلق چند مخصوص احکام بیان فرمائے گئے تھے اور ان مخصوص احکام عطا کرنے کی حکمت و مصلحت کو بھی ظاہر فرمایا گیا تھا کہ یہ خاص رعایتیں اور خصوصی احکام آپ کو اس لئے دیئے گئے کہ آپ کے اصل فرائض اور ذمہ داریوں میں کوئی حرج واقع نہ ہو۔ اسی لئے بحکم خداوندی چار سے زائد ازواج مطہرات کا رکھنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے حالات جو امت کے لئے تمام دین و دنیا کے معاملات میں دستور العمل ہیں صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے امتیوں کو مرجع کر سکتے تھے چنانچہ جیسا کہ پہلے درس میں بیان ہوا۔ صرف ایک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۲۲۱۰ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہیں علاوہ فتاویٰ شرعیہ اور جوابات علمیہ کے جو تبلیغ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امت کو فرمائی۔ اور علم نبوت کی اشاعت میں حصہ لیا اور علمی فوائد آپ نے فرزندان توحید کو پہنچائے وہ اظہر من الشمس ہیں۔ ایسے ہی دوسری ازواج مطہرات سے بھی روایات احادیث پائی جاتی ہیں۔

پھر بعض ازواج مطہرات کو حرم نبوی میں داخل کرنے میں ان کے خاندان کو اسلام کی طرف لانے کی حکمت بھی تھی۔ الغرض یہ متعدد نکاح نہ معلوم کتنے اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے۔ جن عظیم مصالح کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج کی تعداد کے معاملہ میں عام قاعدہ سے مستثنیٰ کیا گیا تھا انہی مصالح کا تقاضا یہ بھی تھا کہ آپ کو خانگی زندگی کا سکون بہم پہنچایا جائے اور ایسے اسباب کا سدباب کیا جائے جو آپ کے لئے پریشان خاطری کا موجب ہو سکتے ہوں اس لئے چھٹا مخصوص حکم ان آیات میں یہ دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ آپ اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے ساتھ رکھیں اور جسے جب تک چاہیں الگ رکھیں اور پھر الگ رکھنے کے بعد جب چاہیں ساتھ رکھ لیں۔ غرض ازواج کے بارے میں آپ پر کوئی پابندی نہیں کہ ہر ایک کے پاس باری باری سے برابر مدت تک رہیں جیسا کہ عام مومنین کے لئے کئی بیویوں والے کے لئے لازم ہے۔ آپ کو اپنی ازواج کے بارے میں پورا اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں رکھیں۔ لیکن اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ حق تعالیٰ کی طرف سے پوری رخصت تھی پھر بھی آپ ہر ایک کے ساتھ برابر عدل و انصاف فرماتے اور سب کے حقوق برابر پورے فرماتے۔ آگے اس مخصوص حکم کی علت اور حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا تا کہ آپ کی ازواج کو کوئی شکایت پیدا نہ ہو اور سب ہنسی خوشی رہیں۔ رنج و غم نہ کریں۔ جو آپ کی طرف سے انہیں ملے اس پر راضی رہیں۔ کیونکہ کسی کو علیحدہ کرنے کسی کو پاس رکھنے کسی کی باری میں دوسرے گھر چلے جانے میں رات دن رنجش اور جھگڑے رہتے لیکن جب سب کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اختیار کلی دے دیا کہ جس طرح چاہیں ازواج کے ساتھ سلوک کریں تو اب شکایت کا کوئی موقع نہ رہا۔ اس صورت میں انہیں شکایت پیدا ہی نہیں ہو سکتی جو کچھ آپ کریں گے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہو گا اس لئے یہ ان کو خوش رکھنے ان کے غمگین نہ ہونے اور جو ملے اور جس طرح رہیں اس پر راضی رہنے کا کارگر ذریعہ ہو گا۔ کیونکہ بناء رنج کی عادۃً دعوئے استحقاق ہوتا ہے اور جب معلوم ہو گیا کہ جو کچھ مال یا توجہ مبذول ہو گی وہ محض احسان ہی ہے تو کسی کو شکایت نہ ہو گی۔ ازواج مطہرات کے لئے یہ ایک بہت بڑا شرف تھا کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کی زوجیت حاصل ہوئی اور اس کی بدولت ان کو یہ موقع نصیب ہوا کہ دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کے اس عظیم الشان کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق کار بنیں۔ جو رہتی دنیا تک انسانیت کی فلاح کا ذریعہ بننے والا تھا اور اس مقصد کے لئے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیر معمولی ایثار و قربانی سے کام لے رہے تھے اور تمام صحابہ کرام اپنی حد استطاعت تک قربانیاں کر رہے تھے اسی طرح ازواج مطہرات کا بھی فرض تھا کہ ایثار سے کام لیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو تمام ازواج مطہرات نے بخوشی قبول کیا۔ اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مل جاتا اس پر صبر و شکر سے قناعت فرماتیں۔ مہینوں ازواج مطہرات کے گھروں میں دھواں نہیں نکلتا تھا اور کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی دولت حاصل ہونے کی وجہ سے کبھی تنگی ترشی پر آزردہ خاطر نہیں ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

آگے عام اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ یہ احکام مخصوصہ سن کر دل میں یہ خیال مت پکا لینا کہ یہ احکام عام کیوں نہ ہوئے۔ اگر ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ کو تمہارے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں۔ ایسا خیال کرنے پر تمہاری گرفت ہو گی کیونکہ یہ در پردہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد ہے جو موجب تعذیب ہے اس کے بعد ایک اور مخصوص حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جب آپ کی ازواج مطہرات اس بات کے لئے راضی ہو گئیں کہ وہ تنگی ترشی ہر حال میں آپ کا ساتھ دیں اور آخرت کے لئے انہوں نے دنیا کو قربان کر دیا اور وہ اس پر بھی خوش ہیں کہ آپ جو برتاؤ بھی چاہیں ان کے ساتھ کریں تو اب آپ کے لئے بھی یہ حلال نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کوئی اور بیوی نکاح میں لائیں۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت فرما دی گئی کہ موجودہ بیویوں میں سے کسی کو اس لئے نہ چھوڑا جائے کہ اس کے بدلے کسی اور سے نکاح کیا جائے خواہ صورت شکل کے لحاظ سے وہ کتنی ہی اچھی ہو۔ ہاں شرعی کنیز اور باندیوں میں تبدل آپ کے لئے جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔ اخیر میں فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۚ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت و مصالح کا پورا نگران ہے اس لئے ان سب احکام میں مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ اس واسطے کسی کو ان پر سوال یا اعتراض کا منصب و استحقاق نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ 12

اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے اجازت دی جاوے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو،

نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ

لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو،

لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ

اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا،

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ

اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات (ہمیشہ کیلئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے

وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ

پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے، اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو،

أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ

یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کروگے یا اُس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ

كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾

ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا ایمان والو	لَا تَدْخُلُوا تم نہ داخل ہو	بُيُوتَ گھر	النَّبِيِّ نبی	إِلَّا سوائے	أَنْ یہ کہ	يُؤْذَنَ اجازت دی جائے
لَكُمْ تمہارے لئے	إِلَىٰ طرف (لئے)	طَعَامٍ کھانا	غَيْرَ نَاظِرِينَ نہ راہ تکو	إِنَاهُ اس کا پکنا	وَلَٰكِنْ اور لیکن	إِذَا جب	دُعِيتُمْ تمہیں بلایا جائے
فَادْخُلُوا تو تم داخل ہو	فَإِذَا پھر جب	طَعِمْتُمْ تم کھالو	فَانْتَشِرُوا تو تم منتشر ہو جایا کرو	وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ اور نہ جی لگا کر بیٹھے رہو	لِحَدِيثٍ باتوں کیلئے		
إِنَّ بیشک	ذَٰلِكُمْ یہ تمہاری بات	كَانَ يُؤْذِي ایذا دیتی ہے	النَّبِيَّ نبی	فَيَسْتَحْيِي پس وہ شرماتے ہیں	مِنْكُمْ تم سے	وَاللَّهُ اور اللہ	لَا يَسْتَحْيِي نہیں شرماتا
مِنَ الْحَقِّ حق (بات) سے	وَإِذَا اور جب	سَأَلْتُمُوهُنَّ تم ان سے مانگو	مَتَاعًا کوئی شے	فَاسْأَلُوهُنَّ تو ان سے مانگو	مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ پردہ کے پیچھے سے		
ذَٰلِكُمْ تمہاری یہ بات	أَطْهَرُ زیادہ پاکیزگی	لِقُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں کیلئے	وَقُلُوبِهِنَّ اور ان کے دل	وَمَا كَانَ اور (جائز) نہیں	لَكُمْ تمہارے لئے		
أَنْ تُؤْذُوا کہ تم ایذا دو	رَسُولَ اللَّهِ اللہ کا رسول	وَلَا اور نہ	أَنْ تَنْكِحُوا یہ کہ تم نکاح کرو	أَزْوَاجَهُ اس کی بیبیاں	مِنْ بَعْدِهِ ان کے بعد		
أَبَدًا کبھی	إِنَّ بیشک	ذَٰلِكُمْ تمہاری یہ بات	كَانَ ہے	عِنْدَ اللَّهِ اللہ کے نزدیک	عَظِيمًا بڑا	إِنْ تُبْدُوا اگر تم ظاہر کرو	شَيْئًا کوئی بات
	أَوْ تُخْفُوهُ یا اسے چھپاؤ	فَإِنَّ اللَّهَ تو بیشک اللہ	كَانَ ہے	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے	عَلِيمًا جاننے والا		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں احکام متعلقہ نکاح وغیرہ کا بیان ہوا تھا۔ بعض احکام اہل اسلام کے لئے عموماً اور بعض احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خصوصاً بیان فرمائے گئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق جو ازواج مطہرات پر تھے اور ازواج مطہرات کے بعض حقوق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تھے بیان فرمائے گئے۔ اب آگے بعض دیگر احکام وحقوق حسن معاشرت کے متعلق بیان ہے۔ یہ آیت آیت حجاب کے نام سے مشہور ہے اور یہ اس حکم عام کی تمہید ہے جو تقریباً ایک سال کے بعد سورۂ نور میں نازل ہوا جس میں اہل اسلام کو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی صریح ممانعت فرمائی گئی۔ تمام جاہلیت کے ناجائز رسوم اور غلط باتیں جن کے عادی اہل عرب عرصہ سے تھے ان کو مٹانے اور ان کی اصلاح کا قرآن کریم نے یہی طریقہ رکھا کہ پہلے شروع میں ان کی برائی بتلا کر آسان حکم دیئے جاتے پھر آخر میں ان کی قطعی ممانعت وغیرہ کے احکام آتے۔ قدیم زمانے میں اہل عرب بے تکلف ایک دوسرے کے گھروں میں چلے جاتے تھے کسی شخص کو دوسرے شخص سے ملنا ہوتا تو وہ دروازہ پر کھڑے ہو کر پکارنے اور اجازت لے کر اندر جانے کا پابند نہ تھا بلکہ اندر جا کر عورتوں بچوں سے پوچھ لیتا کہ صاحب خانہ گھر میں ہے یا نہیں۔ یہ جاہلانہ طریقہ بہت سی خرابیوں کا موجب تھا اور بسا اوقات اس سے بہت سے اخلاقی مفاسد کا بھی آغاز ہو جاتا تھا اس لئے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ کوئی شخص خواہ وہ قریبی دوست یا دور کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو آپ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔ پھر سورۂ نور میں جس کا نزول اس سورۂ احزاب کے کچھ عرصہ بعد ہوا اس قاعدے کو تمام مسلمانوں کے گھروں میں رائج کرنے کا حکم عام دے دیا گیا۔ تو یہاں اس آیت حجاب میں پہلا حکم اہل ایمان کو مخاطب کر کے یہ دیا جاتا ہے کہ اے لوگو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بے بلائے مت جاؤ۔ یعنی بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ اسی سلسلہ میں دوسرا حکم یہ دیا جاتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تم کو کھانے کے لئے آنے کی اجازت دی جائے تو پھر جانے میں مضائقہ نہیں مگر تب بھی ایسے طور سے جانا چاہئے کہ اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ رہو یعنی بے دعوت تو جاؤ مت اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو لیکن جب تم کو بلایا جاوے کہ اب کھانا تیار ہے تب جایا کرو۔ جاہلیت کے زمانہ کی جو غیر مہذب عادات اہل عرب میں پھیلی ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ کسی دوست یا ملاقاتی کے گھر کھانے کے وقت تاک کر پہنچ جاتے۔ یا اس کے گھر آ کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو جائے۔ اس حرکت کی وجہ سے صاحب خانہ اکثر عجیب مشکل میں پڑ جاتا تھا منہ پھٹ ہو کر کہے کہ میرے کھانے کا وقت ہے آپ تشریف لے جائیے تو سخت بے مروتی ہے کھلائے تو اچانک آئے ہوئے کتنے آدمیوں کو کھلائے۔ ہر وقت ہر آدمی کے بس میں نہیں ہوتا کہ جب جتنے بھی آدمی اس کے پاس آ جائیں فوراً کھانے کا انتظام کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسم سے منع فرمایا اور یہاں حکم اگرچہ خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لئے دیا کہ جب کھانے کے لئے بلایا جائے تو جاؤ اور وہ بھی اس وقت پر جبکہ کھانے کے لئے بلایا گیا ہو۔ بہت پہلے سے جا کر مت بیٹھ جاؤ لیکن جب اس نمونہ کے گھر میں یہ قواعد جاری ہو جائیں گے تو مسلمانوں کے ہاں بھی عام تہذیب کا یہی ضابطہ بن جائے گا۔ تیسرا حکم یہ دیا کہ جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ اس میں بھی ایک غلط عادت کی اصلاح تھی۔ بعض لوگ کھانے کی دعوت میں بلائے جاتے تو کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد بیٹھک لگا دیتے اور باتوں کا ایسا سلسلہ چھیڑ دیتے کہ جو ختم ہی ہونے میں نہ آتا۔ انہیں اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ صاحب خانہ کو اس سے اذیت ہوگی۔

چنانچہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر بھی یہی صورت پیدا ہوئی اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی تو یہ آیات نازل ہوگئیں اور صاف صاف حکم دیا گیا کہ اہل ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانے کا اتفاق ہو تو کھانا کھا چکنے کے بعد اٹھ کر چلے جایا کرو یہ نہیں کہ وہیں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگو۔ آگے فرمایا کہ اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوتی ہے گو آپ لحاظ فرماتے ہیں اور زبان سے یہ نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔ مگر یہ آپ کے اخلاق اور مروت کی بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو تو مسلمانوں کی تادیب و اصلاح منظور ہے اس لئے صاف صاف حکم دے دیا کہ کھانا کھاؤ اس کے بعد اٹھ کر چلے جاؤ۔ اس کے بعد ایک حکم یہ ہوا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب جب تم کوئی چیز ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگو تو پردہ کے باہر کھڑے ہو کر وہاں سے مانگا کرو یعنی بے ضرورت تو پردہ کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہئے۔ لیکن ضرورت میں کلام کر سکتے ہو مگر رویت اور ازواج مطہرات کا سامنا نہ ہونا چاہئے۔ اس آیت کو آیت حجاب کہا جاتا ہے بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کے نزول سے پہلے متعدد مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر چکے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاں سب ہی قسم کے لوگ آتے ہیں کاش آپ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ الٰہی کے منتظر رہے آخر کار یہ حکم آ گیا کہ محرم مردوں کے علاوہ جیسا کہ آگے کی آیت میں آ رہا ہے کوئی مرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ آئے اور جس کو بھی ازواج مطہرات سے کوئی کام ہو وہ پردے کے پیچھے سے بات کرے۔ اس حکم کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں میں دروازوں پر پردہ لٹکا دیئے گئے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ کا گھر تھا اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردہ لٹک گئے۔ پھر آگے اس حجاب یعنی پردہ کے حکم کی علت بھی بیان فرمادی گئی کہ یہ بات ہمیشہ کے لئے جانبین کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ یہ قانون الٰہی جو غیر مردوں کو عورتوں سے رو در رو بات کرنے سے روکتا ہے اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کی مصلحت یہ بتائی جاتی ہے کہ جانبین کے لئے اس میں دلوں کی پاکیزگی ہے تو اس قانون الٰہی کے خلاف مغربی تہذیب کے دلدادوں کی یہ مخلوط عورتوں مردوں کی مجالس۔ اور یہ لڑکیوں اور لڑکوں کی مخلوط کالجوں کی تعلیم اور یہ دفاتر میں مردوں عورتوں کا بے تکلف میل جول۔ کیا اس سے دلوں کی پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ مگر کیا مجال جو قرآن وسنت سے کوئی نکیر کر سکے۔ اور پھر یہ رونا کہ ملک اور قوم میں اغوا کا بازار گرم ہے۔ زنا کی کثرت ہے۔ جرائم بڑھ رہے ہیں فسق و فجور پھیل رہا ہے۔ حماقت نہیں تو اور کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے احکام کی قدر نصیب فرمائیں اور ان کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس آیت حجاب کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ۔

''اس جگہ یہ بات قابل نظر ہے کہ یہ پردے کے احکام جن عورتوں مردوں کو دیئے گئے ہیں ان میں عورتیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا حق تعالیٰ نے خود ذمہ لیا جس کا ذکر اس سے پہلے اسی سورۃ میں آیت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے) میں تفصیلاً آ چکا ہے۔ دوسری طرف جو مرد مخاطب ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں جن میں بہت سے حضرات کا مقام فرشتوں سے بھی آگے ہے۔ لیکن

ان سب امور کے ہوتے ہوئے ان کی طہارت قلب اور نفسانی وساوس سے بچنے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ مرد و عورت کے درمیان پردہ کرایا جائے۔ آج کون ہے جو اپنے نفس کو صحابہ کرام کے نفوس سے زیادہ پاک سمجھے اور اپنی عورتوں کے نفوس کو ازواج مطہرات کے نفوس سے زیادہ پاک ہونے کا دعویٰ کر سکے اور یہ سمجھے کہ ہمارا اختلاط عورتوں کے ساتھ کسی خرابی کا موجب نہیں ہے؟ (معارف القرآن جلد ۷)

اور شیخ التفسیر والحدیث حضرت کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت حجاب کی تشریح کے بعد بطور خلاصہ کلام لکھا ہے کہ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ پردہ متعارفہ جو قدیم اہل اسلام میں رائج ہے وہ غایت درجہ ضروری ہے اور نہایت قابل اہتمام ہے۔ نفسانی وسوسوں اور خطروں سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ آیت اگرچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں ہے لیکن اس حکم کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ عام ہے یعنی ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (یعنی یہ بات ہمیشہ کے لئے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے)۔ یعنی یہ حجاب طہارت قلوب کا بہترین ذریعہ ہے اور بلاشبہ حق اور درست ہے اور یہ علت صراحۃً دلالت النص سے ثابت ہے۔ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بے حجابی اور بے پردگی قلب کی نجاست اور گندگی کا سبب ہے اور حجاب اور پردہ قلب کی طہارت اور پاکیزگی کا سبب ہے اور ازواج مطہرات تو بوجہ امہات المومنین ہونے کے ان کی عظمت اور حرمت دلوں میں ایسی راسخ تھی کہ جہاں فتنہ کا احتمال نہیں لہٰذا جہاں فتنہ کا احتمال غالب بلکہ فتنہ یقینی ہو وہاں حجاب قطعی طور پر فرض اور لازم ہوگا۔" (معارف القرآن جلد ۹)

غرض کہ اوپر یہ حکم دیا گیا تھا کہ اہل ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جم کر نہ بیٹھ جایا کریں کہ یہ چیز باعث اذیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اب آگے علی الاطلاق حکم دیا جاتا ہے کہ صرف اسی معاملہ میں نہیں بلکہ کسی امر میں بھی اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچائیں۔ یعنی کفار و منافقین تو جو چاہیں بکتے پھریں یا کرتے رہیں لیکن مومنین کو یہ ہرگز لائق نہیں کہ حضور کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو ضعیف سے ضعیف درجہ میں آپ کی ایذا کا سبب بن جائے۔ مومنین پر لازم ہے کہ اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں کہ کہیں غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت نہ صادر ہو جائے کہ جو دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کے احکام کی مخالفت کی جائے یا آپ کی یا آپ کے اہل بیت کی کوئی اہانت یا توہین کی جائے۔ یا ازواج مطہرات پر کوئی عیب لگایا جائے یا آپ کے پاک دین میں بددینی پھیلائی جائے۔ یا بدعات کو رواج دیا جائے یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا اور دکھ دینے کی صورتیں ہیں جس کی سزا بڑی سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح سے اس بات سے محفوظ رکھیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تاریخ مدینہ منورہ جس کا نام جذب القلوب الی دیار المحبوب ہے اس میں ایک حدیث حضرت شیخ نے لکھی ہے کہ بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں سیر کرنے والے زمین میں کہ میری امت کے اعمال مجھے پہنچاتے ہیں اور فرمایا کہ میرا وفات کرنا بہتر ہے تمہارے واسطے اس واسطے کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اگر بہتر ہوں گے تو میں اس میں خدا تعالیٰ کا شکر کروں گا اگر بداعمال دیکھوں گا تو تمہارے حق میں طلب مغفرت کروں گا۔ آگے لکھتے ہیں کہ محققین و متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بعد وفات کے اور خوش ہوتے ہیں طاعت امت سے اور انبیاء علیہم السلام کے

بدن شریفہ قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے۔'' اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جب آپ امت کی طاعت سے خوش ہوتے تو امت کی بداعمالی سے رنجیدہ بھی ہوتے ہوں گے۔ اسی کے مطابق حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ آداب التبلیغ میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جو دلچسپ ہونے کے ساتھ نصیحت اور عبرت آموز بھی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''کوئی بھی معصیت ایسی نہ ہوگی جس سے کسی نہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ شاید آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے گناہوں سے کس کو آزار پہنچتا ہے تو آپ ایک حکایت سے اس کا اندازہ کر لیجئے مرزا بیدل دہلوی شاعر کی حکایت ہے کہ ان کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ کسی ایرانی نے ان کے اشعار کو دیکھ کر پسند کیا اور ان کو بزرگ سمجھ کر ان کے پاس آیا جب ان کے پاس پہنچا تو یہ مرزا بیدل شاعر حجام سے داڑھی منڈوا رہے تھے۔ ایرانی کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اس نے پوچھا آغا ریش میتراشی۔ شاعر نے جواب دیا آرے ریش می تراشم ولے دلے کسی نمی خراشم۔ وہ بیچارہ مخلص تھا اس نے آزادانہ جواب دیا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میخراشی۔ تو شاعر نے جواب دیا تھا کہ دلے کسی نمی خراشم ایرانی نے جواب دیا کہ ظالم تو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ دلے کسی نمی خراشم۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرا رہے ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضور کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا اور کیا آپ کا دل دکھانا چھوٹی بات ہے آپ کا قلب تو سید القلوب ہے جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ یہ سن کر مرزا شاعر کی آنکھیں کھلی اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرابا جان جان ہمراز کردی

یعنی میں تو اندھا تھا میری کبھی نظر ہی ادھر نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے۔ یہاں تک میرے ذہن کی رسائی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں خدا تجھ کو اس کی جزا دے۔ آگے حضرتؒ فرماتے ہیں اب اس حکایت سے سمجھ لیجئے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہوگا یا نہیں۔''

یہ واقعہ درمیان میں ضمناً آ گیا مگر اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو خوش کرنے یا آپ کو رنج وایذا دینے کا عمل اب بھی ہر امتی سے جاری ہے۔ تو یہاں آیت میں صاف حکم دیا گیا کہ تم کو کسی امر میں بالکل جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے نالائق ارادہ کو دل میں لائے یا زبان سے ذکر کرے یہ سب گناہ ہے۔ سو اگر اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کرو گے یا اس ارادہ کو دل میں پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کی خبر ہوگی کیونکہ وہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں پس تم کو اس پر سزا دیں گے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام پر دل وجان سے عمل کرنے کا جذبہ عطا فرمائیں اور اب تک ہم سے جو اس معاملہ میں کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں اور آئندہ کے لئے ہم کو عزم و ہمت اطاعت قرآنی کی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ

پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے

اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ

بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے اور خدا سے ڈرتی رہو، بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے۔

شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا

اور خوب سلام بھیجا کرو۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر دُنیا

وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے، اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں

بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔

لَا جُنَاحَ گناہ نہیں	عَلَيْهِنَّ عورتوں پر	فِيْ میں	اٰبَآئِهِنَّ اپنے باپ	وَلَا اور نہ	اَبْنَآئِهِنَّ اپنے بیٹوں	وَ اور	لَا اِخْوَانِهِنَّ نہ اپنے بھائی	وَلَا اور نہ
اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ اپنے بھائیوں کے بیٹے	وَلَا اور نہ	اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ اپنی بہنوں کے بیٹے	وَلَا اور نہ	نِسَآئِهِنَّ اپنی عورتیں	وَلَا اور نہ			
مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ جس کے مالک ہوئے ان کے ہاتھ (کنیزیں)	وَاتَّقِيْنَ اور ڈرتی رہو	اللّٰهَ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	عَلٰى پر			
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدًا گواہ (موجود)	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	وَمَلٰٓئِكَتَهٗ اور اسکے فرشتے	يُصَلُّوْنَ درود بھیجتے ہیں	عَلَى النَّبِيِّ نبیؐ پر	يٰٓاَيُّهَا اے		
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	صَلُّوْا درود بھیجو	عَلَيْهِ اس پر	وَسَلِّمُوْا اور سلام بھیجو	تَسْلِيْمًا خوب سلام	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ		
يُؤْذُوْنَ ایذا دیتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسولؐ	لَعَنَهُمُ ان پر لعنت کی	اللّٰهُ اللہ	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت		
وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا مُّهِيْنًا رسوا کرنے والا عذاب	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يُؤْذُوْنَ ایذا دیتے ہیں	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مرد			
وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	بِغَيْرِ بغیر	مَا اكْتَسَبُوْا کہ انہوں نے کمایا کیا	فَقَدِ احْتَمَلُوْا البتہ انہوں نے اٹھایا	بُهْتَانًا بہتان	وَّاِثْمًا اور گناہ	مُّبِيْنًا صریح		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت حجاب میں اہل ایمان کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے علاوہ دوسرے احکام کے حجاب یعنی پردہ کا حکم بھی دیا تھا کہ ازواج مطہرات اب تم سے پردہ کیا کریں گی اس لئے کوئی مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں نہ آئے اور جس کو بھی ازواج مطہرات سے کوئی کام ہو وہ پردہ کے پیچھے سے بات کرے۔ اب آگے اس حکم سے جو مستثنیٰ ہیں یعنی قریبی رشتہ دار اور محرم ان کو

ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی پردہ نہیں اور ان کے سامنے آسکتی ہیں یعنی باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے۔ بہنوں کے بیٹے یعنی بھانجے۔ ان کے علاوہ مسلمان عورتیں اور اپنی لونڈیاں یا باندیاں بھی اندر آجاسکتی ہیں۔ پردہ کے یہی تفصیلی احکام پھر سورۂ نور میں نازل ہوئے۔ آگے تاکید کے لئے فرمایا جاتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیو ان احکام مذکورہ میں خدا سے ڈرتی رہو یعنی کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پائے اس لئے کہ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں وہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ گذشتہ درس میں ایک حکم مسلمانوں کو یہ بھی ہوا تھا کہ کوئی بات اور کوئی کام تم سے ایسا نہ ہونے پائے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت یا ایذا پہنچے یعنی ایک طریقہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا یہ بتلایا گیا تھا کہ اپنے محبوب اور مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں اور ضعیف سے ضعیف کام آپ کی ایذا کا نہ کریں۔ دوسرا طریقہ آپ کی تعظیم وتکریم اور عظمت کا یہاں یہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ کی ثنا اور اعزاز واکرام کرتا ہے اور اللہ کے فرشتے بھی رحمت بھیجتے ہیں اس لئے اے ایمان والو تم بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و رحمت بھیجا کرو تا کہ آپ کا جو حق عظمت تمہارے ذمہ ہے ادا ہوسکے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ اور بہت سے انبیاء کرام کی توصیفیں اور تعریفیں بھی فرمائیں۔ ان کے بہت سے اعزاز واکرام بھی بیان فرمائے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ان کو سجدہ تعظیمی کیا جائے لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز واکرم میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر دوعالم اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے مومنو تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ پر بے حد مہربان ہے۔ آپ کی تعریف فرماتا ہے۔ آپ کا نام بلند کرتا ہے۔ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ ملائکہ کی طرف سے آپ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے غایت درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبے عطا فرمائے۔ آپ کے دین کو سربلند کرے۔ آپ کی شریعت کو فروغ بخشے اور آپ کو مقام محمود پر پہنچائے تو اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کیساتھ ایمان والوں کو بھی دو چیزوں کا حکم دیا گیا ایک صَلُّوْا عَلَيْهِ دوسرے سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا - صَلُّوْا عَلَيْهِ. کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو تم اپنے نبی کے گرویدہ ہوجاؤ۔ آپ کی مدح وثنا کرو۔ آپ کے لئے خاص رحمتوں اور برکتوں کی دعا کرو اور آپ کے لئے اس طرح دعائیں کر کے اپنی نیازمندی اور شکرگزاری کا ثبوت دو۔ اسی قسم کی دعاء کو "درود" کہتے ہیں۔ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا مطلب یہ ہے کہ تم آپ کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو پوری طرح دل و جان سے آپ کا ساتھ دو۔ آپ کی مخالفت سے پرہیز کرو اور آپ کے سچے فرمانبردار بن کر رہو۔ فقہاء اور علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے حکم کے مطابق عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا

یعنی نماز میں تشہد میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں اب آپ ہمیں یہ بھی بتادیجئے کہ ہم آپ پر "صلوٰۃ" یعنی درود کیسے بھیجا کریں۔ آپ نے فرمایا یوں کہا کرو

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید.

اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید۝

یعنی اے اللہ اپنی خاص رحمت فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ آپ نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر۔ ساری حمد وستائش کے سزاوار اور بزرگی وعظمت والے آپ ہی ہیں۔ اے اللہ خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ آپ نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر ساری حمد وستائش کے سزاوار اور عظمت و بزرگی والے آپ ہی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد درود شریف احادیث میں آئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمائے (ایسے ۲۵ صیغۂ صلوٰۃ کے اور ۱۵ صیغۂ سلام کے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں وہ ایک رسالہ زاد السعید میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے جمع کر دیئے ہیں جو تاج کمپنی سے مل سکتا ہے۔ یوں تو صدہا صیغے درود شریف کے مشائخ کرام سے منقول ہیں مگر ظاہر ہے کہ جو صیغے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں ان کی افضلیت اور بابرکت ہونے میں کیا کلام ہے۔ پھر دین وایمان کی نعمت جو اس دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے یہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور طفیل میں ملی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے سب سے بڑے مشفق ومحسن ہیں ہم آپ کے احسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے۔

بس زیادہ سے زیادہ جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے دعائیں کریں۔ یعنی دوسرے الفاظ میں آپ پر زیادہ سے زیادہ درود وسلام بھیجیں۔ پھر جب کہ درود شریف کے فضائل بھی بکثرت احادیث میں آئے ہیں تو اس سعادت سے محروم رہنا کسی امتی کے لئے مناسب نہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ اللہ جل شانہٗ اس پر درود بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں کہ جن کا خاص کام یہی ہے کہ وہ روئے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو امتی مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے وہ اس کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ سبحان اللہ کتنی بڑی دولت ہے کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے اور اس بہانہ ہمارا ذکر وہاں ہوجاتا ہے۔ سینکڑوں احادیث درود شریف کی فضیلت میں وارد ہیں جو اس مختصر درس میں جمع نہیں کی جاسکتیں ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ مجھ پر ہزار دفعہ درود پڑھے تو اس کو موت نہ آئے گی جب تک کہ وہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھنے پر سخت وعید بھی فرمائی گئی ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہوجاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہوگئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ

خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی ۔ میں نے کہا آمین ۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے ۔ میں نے کہا آمین ۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں ۔ میں نے کہا آمین ۔

اب غور کیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی اور پھر اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین فرمانا ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو ان تینوں ہلاکتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں ۔

الغرض اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ آپ کی انتہائی تعظیم وتکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ وسلام بھیجنا ہے ۔ مگر ایک بات یہاں ذہن میں یہ بھی رکھی جائے کہ جیسے ہر عبادت صرف طریق سنت پر ادا کرنے سے مقبول ہوتی ہے اور خلاف سنت طریقہ پر کرنے سے نہ صرف مردود بلکہ قابل مواخذہ ہو جاتی ہے اسی طرح درود وسلام کا حال ہے ۔ جو طریقہ سنت میں تعلیم فرمایا گیا ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس طرح درود بھیجا ۔ اور تابعین ۔ تبع تابعین ۔ ائمہ دین نے جس طریقہ کا اتباع کیا وہی طریقہ مقبول ہے اور باعثِ اجر وثواب ۔ باقی من گھڑت طریقہ جو رائج کر لئے جائیں وہ قابل اتباع نہیں ۔ آگے بتلایا کہ اللہ ورسول کو ایذا دینے والے دنیا وآخرت میں ملعون اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوں گے ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے سے مراد دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ اس کی نافرمانی کی جائے ۔ اس کے مقابلہ میں کفر وشرک اور دہریت کا رویہ اختیار کیا جائے اور اس کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیا جائے دوسرے یہ کہ اس کے رسول کو اذیت دی جائے کیونکہ جس طرح رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اسی طرح رسول کی مخالفت خدا کی مخالفت ہے اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے ۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح کی ایذا پہنچائے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے خواہ صراحتہً یا کنایۃً وہ کافر ہو گیا اور اس آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا کی رو سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہو گی اور آخرت میں بھی ۔ اللہ اور رسول کی ایذا کے بعد مومنین ومومنات کو بلاوجہ ایذا دینے پر وعید سنائی گئی اور فرمایا وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا اس میں اشارہ ہے منافقین کی طرف کہ پیٹھ پیچھے مسلمانوں کی برائیاں کرتے اور غلط باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ۔ ان کو تنبیہ کی گئی کہ وہ ایسا کر کے گناہ عظیم کا بار اپنے سر پر لے رہے ہیں ۔ اس آیت کی رو سے کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی کے کسی قسم کی ایذاء اور دکھ پہنچانے کی حرمت ثابت ہوئی لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی دکھ پہنچانا گو وہ کسی نوعیت کا ہو حرام ہے ۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

''مسلمان تو صرف وہ آدمی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں (یعنی کسی کو تکلیف نہ پہنچے) اور مومن تو صرف وہی ہے جس سے لوگ اپنے خون اور مال کے مقابلہ میں محفوظ و مامون ہوں ۔''

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی

جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹ لَئِنْ

اپنی چادریں،اس سے جلدی پہچان ہوجایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی،اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ منافقین

لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے

ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۰ۚۖ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا

پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے۔وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی۔

تَقْتِيْلًا ۝۶۱ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۶۲

اللہ تعالیٰ نے اُن (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گذرے ہیں،اور آپ خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے رد و بدل نہ پاویں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	قُلْ فرمادیں	لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیبیوں کو	وَبَنٰتِكَ اور بیٹیوں کو	وَنِسَآءِ اور عورتوں کو	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں		
يُدْنِيْنَ ڈال لیا کریں	عَلَيْهِنَّ اپنے اوپر	مِنْ سے	جَلَابِيْبِهِنَّ اپنی چادریں	ذٰلِكَ یہ	اَدْنٰٓى قریب تر	اَنْ کہ	يُّعْرَفْنَ اُن کی پہچان ہوجائے
فَلَا يُؤْذَيْنَ تو انہیں نہ ستایا جائے	وَكَانَ اللّٰهُ اور اللہ ہے	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا مہربان	لَئِنْ اگر	لَّمْ يَنْتَهِ باز نہ آئے	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق	
وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں	مَّرَضٌ روگ	وَالْمُرْجِفُوْنَ اور جھوٹی افواہیں اُڑانے والے	فِي میں	الْمَدِيْنَةِ مدینہ		
لَنُغْرِيَنَّكَ ہم ضرور تمہیں پیچھے لگادیں گے	بِهِمْ ان کے	ثُمَّ پھر	لَا يُجَاوِرُوْنَكَ تمہارے ہمسایہ نہ رہیں گے وہ	فِيْهَآ اس (شہر) میں			
اِلَّا سوائے	قَلِيْلًا چند دن	مَلْعُوْنِيْنَ پھٹکارے ہوئے	اَيْنَمَا جہاں کہیں	ثُقِفُوْٓا وہ پائے جائیں گے	اُخِذُوْا پکڑے جائیں گے		
وَقُتِّلُوْا اور مارے جائینگے	تَقْتِيْلًا بُری طرح مارا جانا	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	فِي الَّذِيْنَ ان لوگوں میں جو	خَلَوْا گذرے	مِنْ قَبْلُ فرمادیں		
	وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے اور اذیت پہنچانے پر وعید سنائی گئی تھی اس کے بعد عام مومنین و مومنات کو بلاوجہ ستانا اور ایذا دینے پر وعید بیان کی گئی تھی۔ آگے ان آیات میں بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا گیا جو مسلمان عورتوں کو منافقین کی طرف سے پہنچتی تھی۔ روایت میں ہے کہ مسلمان عورتیں جب ضروریات کے لئے باہر نکلتیں تو بدطینت منافقین تاک میں رہتے اور چھیڑ چھاڑ کرتے۔ پھر پکڑے جاتے تو کہتے کہ ہم نے سمجھا نہیں تھا کہ کوئی شریف عورت ہے۔ لونڈی باندی سمجھ کر چھیڑ دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ ایسی جھوٹی خبریں اڑاتے کہ فلاں غنیم چڑھ کر آنا چاہتا ہے۔ مخالفوں کی قوت اور مسلمانوں کے ضعف و شکست کے چرچے کرتے اور ان دونوں امور سے عام مومنین و مومنات کو کلفت ہوتی۔ اس امر کے انتظام کے لئے حق

تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں حکم دیا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمان عورتوں کو فرما دیجئے کہ جب بضرورت گھر سے باہر نکلیں تو ایک چادر سے بدن ڈھانپ لیں اور چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ لونڈیوں اور باندیوں کو اس حکم کا مکلف نہیں کیا گیا تا کہ کام کاج میں حرج واقع نہ ہو۔ اسی لئے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی لونڈی کو چادر میں لپٹے ہوئے جاتے دیکھ کر فرمایا کہ کم بخت بیبیوں کے مشابہ ہونا چاہتی ہے۔ اس کپڑے کو اتار تو گویا آزاد عورتوں اور شریف حیادار مومنات کی یہ پہچان ہوگئی کہ وہ بدن اور چہرہ ایک حیادار لباس سے چھپا کر باہر نکلتیں اور اس طرح وہ پہچانی جاتیں کہ لونڈی یا باندی نہیں ہیں تا کہ کوئی ان سے تعرض یا چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ تو آزاد مسلمان عورتوں کے متعلق یہ انتظام فرمایا گیا تا کہ انہیں پہچان کر کسی منافق وغیرہ کا حوصلہ چھیڑنے کا نہ ہو اور جھوٹے عذر کرنے کا موقع نہ رہے۔ اس حکم کے بعد فرمادیا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا یعنی باوجود اہتمام پردہ کے اگر کچھ تقصیر رہ جائے تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے۔ آگے عام چھیڑ چھاڑ خواہ آزاد عورتوں سے ہو یا لونڈیوں سے اس کے متعلق بدطینت منافقین یا یہود کو تنبیہ فرمائی جاتی ہے جن کا ایک کام ایذا رسانی کا یہ بھی تھا کہ مدینہ میں طرح طرح کی جھوٹی خوفناک خبریں اڑا کر لوگوں کو پریشان کیا کرتے کہ فلاں غنیم چڑھ کر آنا چاہتا ہے۔ فلاں قوم آتی ہے وہ یوں حملہ آور ہوں گے اور یوں قتل عام کریں گے۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے تا کہ یہ مدینہ سے نکال باہر کئے جاویں اور چند دن جو یہاں رہیں تو ذلیل و خوار ہو کر رہیں جہاں کہیں پکڑے جاویں قتل کئے جاویں چنانچہ یہود تو نکالے گئے اور منافقین نے یہ دھمکی سن کر شاید اپنا رویہ بدل دیا ہوگا اس لئے سزا سے بچے رہے۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ فساد اور شورش پر سزا کا مشروع کرنا کچھ ان ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان مفسد لوگوں میں اپنا یہی دستور جاری رکھا ہے جو ان سے پہلے بھی ہو گزرے ہیں کہ ان کو آسمانی سزائیں دی ہیں یا انبیاء کے ہاتھوں سزائیں دلوائی ہیں۔ پس اگر پہلے ایسا نہ ہو چکتا تو ان کو اس وعید میں شک وشبہ بھی ہوتا مگر اب تو گنجائش ہی نہیں اور آپ خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے کہ خدا کوئی بات جاری کرنا چاہے اور کوئی اس کو روک سکے۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ عادت اللہ یہ ہی رہی ہے کہ پیغمبروں کے مقابلہ میں جنہوں نے شرارتیں کی اور فتنے فساد پھیلائے اسی طرح ذلیل وخوار یا ہلاک کئے گئے۔

تو یہاں اس ارشاد باری تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ سے یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ جب ضرورت کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو نیچی کرلیا کریں سر سے اپنے چہرہ کے اوپر اپنی چادریں۔ تو اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان عورت کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنا پڑے تو لمبی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ مروجہ برقع بھی جلباب کے قائم مقام ہے اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے جس کو اس زمانہ کے یورپ پرست دین سے آزاد ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور ان کے فتنہ سے مسلمانوں کو بچائے۔

آیت میں لفظ جلابیب کا استعمال ہوا ہے جو جمع ہے جلباب کی جو ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے۔ اس چادر کی ہیئت کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ہے جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ہیئت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے

نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کیلئے کھلی رکھیں۔ (ابن کثیر)

قرآن کریم میں پردہ نسواں اور اس کی تفصیلات کے متعلق ۷ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ چار اسی سورۂ احزاب میں اور تین اٹھارویں پارہ کی سورۂ نور میں اور قریب ۷۰ روایات حدیث ہیں جن کا حاصل اور اصل مطلوب یہی ہے کہ عورتوں کا وجود اور ان کی نقل و حرکت غیر مردوں کی نظروں سے مستور ہو۔ باقی شریعت اسلامیہ ایک جامع اور مکمل نظام زندگی ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگزیر ہے کہ وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں تو اس کے لئے قرآن اور سنت کی رو سے پردہ کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور سنت نے جس نظام معاشرت کی دنیا کو تعلیم دی ہے وہ طہارت وتقویٰ اور عفت وعصمت و پاک دامنی اور عزت و آبرو اور امن و عافیت کا ضامن ہے۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے اسلام ہی کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے مسلمان کی ایمانی غیرت اور دینی جذبہ حمیت کو ہرگز یہ گوارا نہ ہونا چاہئے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت چھوڑ کر غیروں کی وضع و قطع اور طور وطریق اور تمدن و معاشرت اختیار کرے۔ یورپ اور مغرب کے یہود و نصاریٰ اور بے دین دہریے اسلام اور مسلمانوں کے نہایت خطرناک دشمن ہیں۔ انہوں نے ہم میں سے ناقص الفہم لوگوں کو آزادئ نسواں کا سبق رٹا کر۔ بے حجابی۔ بے حیائی۔ عریانیت اور بدکاریوں میں مبتلا کر دیا اور طرح طرح کی گندگیاں اسلام کے عفت وعصمت مآب نظام معاشرت میں پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے جس میں اسلام اور قرآن وسنت سے قوی محبت نہ رکھنے والے لوگ بڑی تیزی سے پھنستے جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آج یورپ وامریکہ وغیرہ مغربی ممالک جس اخلاقی تباہی و بربادی اور فواحش اور بدکاریوں میں گرفتار ہیں اس کی ابتدا بے پردگی سے ہی ہوئی بے پردگی نے جسمانی زیبائش کا راستہ کھولا۔ پھر اس نے بے حیائی کی صورت اختیار کی اور پھر بے حیائی نے عریانی اور بدکاری کے سارے دروازہ کھول دیئے۔ وہ یورپ جس نے آزادئ نسواں کے پرفریب نام سے دنیا میں گندگی پھیلائی اس کے متعلق غیر نہیں ایک انگلستان ہی کی شریف نفس عورت نے جس حسرت وندامت سے اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک مقالہ لکھا جس کا ترجمہ مصر کے ماہنامہ المنار میں شائع ہوا تھا جس میں وہ لکھتی ہے کہ انگلستان کی عورتیں اپنی تمام عفت وعصمت کھو چکی ہیں اور ان میں بہت کم ایسی ملیں گی جنہوں نے اپنے دامن عصمت کو حرام کاری کے دھبہ سے آلودہ نہ کیا ہو۔ ان میں شرم وحیا نام کو بھی نہیں اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ اس ناجائز آزادی نے ان کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے۔ ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے جو نہایت دیانت اور تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کے زیر فرمان رہتی ہیں اور ان کی عصمت کا لباس گناہ کے داغ سے ناپاک نہیں ہوتا۔ وہ جس قدر فخر کریں بجا ہے اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ اسلامی احکام شریعت کی ترویج سے انگلستان کی عورتوں کی عفت کو محفوظ رکھا جائے۔

(ماخوذ از معارف القرآن جلد ہفتم از حضرت کاندھلویؒ)

بہر کیف قرآن وحدیث نے مسئلہ حجاب کو روشن اور واضح دلائل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے جس میں کسی قسم کے شک وتردد کی گنجائش نہیں۔

ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی اطاعت و پابندی لازم ہے ہمیں چاہئے کہ اپنی معاشرت اور زندگی پوری طرح احکام اسلام کے تابع بنائیں اور مغربی تہذیب وتمدن جس میں ہمارے لئے دین و دنیا۔ اور اخلاق و ایمان کی تباہی و بربادی ہے۔ اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ اس بے حجابی اور آزادئ نسواں کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اسلامی قوانین اور قرآنی احکام اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہر ایسے قول وفعل سے جو آپ کی اور آپ کے رسول پاک کی ناراضگی کا باعث ہو ہم کو کامل طور پر اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

یہ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، اور آپ کو اس کی کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی

تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝۶۳ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝۶۴ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ

واقع ہوجائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور اُن کیلئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۶۵ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ

نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جاویں گے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے

اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝۶۶ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا

اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی، اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا اور بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو

السَّبِيْلَا ۝۶۷ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝۶۸ۧ

(سیدھے) راستے سے گمراہ کیا تھا۔ اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔

يَسْـَٔلُكَ آپ سے سوال کرتے ہیں	النَّاسُ لوگ	عَنِ سے (متعلق)	السَّاعَةِ قیامت	قُلْ فرمادیں	اِنَّمَا اسکے سوانہیں	عِلْمُهَا اس کا علم	
عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	وَمَا اور کیا	يُدْرِيْكَ تمہیں خبر	لَعَلَّ شاید	السَّاعَةَ قیامت	تَكُوْنُ ہو	قَرِيْبًا قریب	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
لَعَنَ لعنت کی	الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر	وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	
اَبَدًا ہمیشہ	لَا يَجِدُوْنَ وہ نہ پائیں گے	وَلِيًّا کوئی دوست	وَّلَا اور نہ	نَصِيْرًا کوئی مددگار	يَوْمَ جس دن	تُقَلَّبُ الٹ پلٹ کئے جائیں گے	
وُجُوْهُهُمْ انکے چہرے	فِي النَّارِ آگ میں	يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے	يٰلَيْتَنَا اے کاش ہم	اَطَعْنَا ہم نے اطاعت کی ہوتی	اللّٰهَ اللہ		
وَاَطَعْنَا اور اطاعت کی ہوتی	الرَّسُوْلَا رسول	وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّا بیشک ہم	اَطَعْنَا ہم نے اطاعت کی		
سَادَتَنَا اپنے سردار	وَكُبَرَآءَنَا اور اپنے بڑوں	فَاَضَلُّوْنَا تو انہوں نے بھٹکایا ہمیں	السَّبِيْلَا راستہ	رَبَّنَا اے ہمارے رب			
	اٰتِهِمْ دے انہیں	ضِعْفَيْنِ دوگنا	مِنَ الْعَذَابِ عذاب	وَالْعَنْهُمْ اور لعنت کر ان پر	لَعْنًا لعنت	كَبِيْرًا بڑی	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون اللہ اور رسول کی مخالفت پر تنبیہ ووعید کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ گذشتہ ایک آیت میں فرمایا گیا تھا کہ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے قیامت میں عذاب مہین تیار کر رکھا ہے۔ اس میں علاوہ دنیوی لعنت کے قیامت کے عذاب سے بھی ڈرایا گیا تھا تو اللہ و رسول کی مخالفت کرنے والے منافقین و یہود وغیرہ اس آخرت کے عذاب کو کب یقین میں لاتے اور اس قسم کی وعیدیں سن کر بطور انکار اور ہنسی و تمسخر کے قیامت کا وقت وغیرہ پوچھا کرتے تھے۔ اس لئے اس کا جواب اور عذاب مذکورہ کی کسی قدر تفصیل اور کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق منکرانہ سوال کرتے ہیں کہ وہ قیامت کب آوے گی؟ یہ سوال کرنے والے وہی بدباطن منافق تھے اور ان کے ساتھ یہود بھی

شریک تھے قیامت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کا ذکر قرآن کریم میں متعدد جگہ آیا ہے لیکن قیامت کا وقت مصلحت الٰہی کی وجہ سے مخفی رکھا گیا ہے اس لئے اس کا تو کچھ جواب نہ یہاں دیا گیا اور نہ قرآن مجید میں کسی اور جگہ البتہ اس آنے والی مصیبت کا حال بیان کر دیا اور اشارۃً یہ بتلا دیا کہ اس کا وقت بہت دور نہیں بلکہ قریب ہی ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اور قیامت اس طرح سے ہیں اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی اٹھا کر دکھایا یعنی جس طرح یہ دونوں ملی ہوئی ہیں اور ان میں تھوڑا ہی فصل ہے اسی طرح قیامت کبریٰ اور میری بعثت ملی ہوئی ہیں۔غرض یہ کہ قیامت قریب ہی آ لگی ہے تو اس فکر میں مت پڑو کہ قیامت کب آئے گی۔اس کا سامان کرو اور اس کی تیاری کرو۔تم سارے جہاں کی قیامت کو کیا پوچھتے ہو۔ تمہاری قیامت یعنی تمہاری موت کہیں سر پر نہ کھڑی ہو۔آگے قیامت کے منکروں اور ان غفلت شعار لوگوں کا وہ معاملہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو آخرت میں بہت جلد ان کے سامنے آنے والا ہے کہ یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور وہاں نہ وہ کوئی اپنا یار پائیں گے نہ مددگار اور اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے اور ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا۔جس طرح کہ کباب کو بھونتے وقت الٹا پلٹا کرتے ہیں۔اس وقت غایت حسرت سے یوں کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ اور رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ وقت دیکھنا نہ پڑتا۔اور حسرت کے ساتھ اپنے گمراہ کرنے والوں پر غیض وغضب پیدا ہوگا اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا یعنی اہل حکومت کا اور اپنے بڑوں اور لیڈروں کا کہنا مانا تھا۔انہوں نے دھوکہ دے کر اور جھوٹ وفریب کہہ کر اس مصیبت میں پھنسوایا۔ان ہی کے بہکانے پر ہم راہ حق سے بھٹکے رہے اس لئے ان کو دوہری سزا دیجئے اور جو پھٹکار ہم پر ہے۔اس سے بڑی پھٹکار ان بڑوں پر پڑنی چاہئے۔گویا ان کو دوگنی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہیں گے۔اسی مضمون کی ایک آیت سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں گزر چکی ہے جہاں ان بڑوں اور سرداروں کا جواب بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ان چھوٹوں اور اپنے پیرووں سے کہیں گے کہ ہماری سزا میں اضافہ کی درخواست کر کے تمہیں کیا مل گیا؟ کیا تمہارے عذاب میں کچھ تخفیف ہوگئی؟ نہیں تم کو بھی اپنے کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔غرض کہ اہل جہنم باہم ایک دوسرے پر لعن طعن اور الزام سے کام لیں گے اور یہ بجائے خود ایک عذاب ہوگا۔اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے ہم سب کو جہنم کے آزار سے دور رکھیں اور وہاں کی ہوا بھی نہ لگنے دیں۔آمین۔

اب یہاں کفار ومنکرین کا جو یہ قول نقل فرمایا گیا یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا یعنی جب کفار جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے اس وقت حسرت وندامت سے کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ و رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ وقت دیکھنا نہ پڑتا مگر پھر اس وقت ان کے پچھتانے سے کیا بنے گا۔تو کیا اس سے کوئی نصیحت وعبرت ان لوگوں کو نہیں لینی چاہئے کہ جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور اسلام کا لیبل لگا کر دن اور رات اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور خلاف ورزی میں لگے ہوئے ہیں بلکہ قرآن وسنت سے ایک درجہ میں بغاوت برت رہے ہیں تو کیا انہوں نے سورۂ فرقان ۱۹ ویں پارہ کی آیت وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا نہیں سنی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے قیامت کے روز شکایت کے طور پر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:"اس سے ظاہر یہ ہے کہ قرآن کو مہجور ومتروک کر دینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا

ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرنے کی وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا نہ اس کی تلاوت کی نہ اس کے احکام میں غور کیا قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندہ نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے معاملہ کا فیصلہ فرما دیں۔'' (معارف القرآن جلد ۶ ص ۴۷۱)

ایسے مسلمان آج غور کر لیں کہ کل میدان حشر میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ پاک کی کتاب قرآن مجید شکایت اور فریاد کریں گے تو حق تعالیٰ کا ان کے لئے کیا فیصلہ ہوگا؟ پھر کیا ایسے مسلمانوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا جو بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا (ترجمان السنۃ جلد اول ص ۳۴۷) (اس حدیث شریف پر مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ نے یہ شرح لکھی ہے۔

''انکار دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ زبان سے انکار کرے۔ ایسا منکر کافر ہے اور کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ دوسرا یہ کہ زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ ہے۔ یہ گو اقرار کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں یہ بھی گویا منکر ہے لہٰذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ دن رہنا ہوگا۔ گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر کبھی نجات ہو جائے۔ رسول کے لائے ہوئے دین کو ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا اس قلبی ایمان کی علامت ہے۔ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں۔'' (ترجمان السنۃ جلد ا صفحہ ۳۴۷)

تو ایسے مسلمان جو دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنا انجام اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سوچ لیں۔ پھر بخاری شریف میں حوض کوثر کے باب میں متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں۔ جن کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے سیراب کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات میں مصروف اور اپنی امت کے لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے تو اس وقت کچھ لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے گا اور ان کو جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ لوگ تو میرے امتی ہیں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جواب ملے گا کہ ہیں تو بے شک یہ آپ کے امتی ہی۔ لیکن آپ کو ان کے کرتوت معلوم نہیں یہ لوگ دین میں طرح طرح کی بدعات نکالتے رہے۔ اس لئے حوض کوثر سے ان کو پانی نہیں ملے گا۔ (توحیدی پاکٹ بک صفحہ ۲۱۳ حصہ اول)

اور انہی احادیث میں سے ایک حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ **فاقول سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی** یعنی اس وقت میں کہوں گا کہ وہ لوگ دور ہوں وہ لوگ دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا تو آج بے دینی کے راستوں پر چلنے والے مسلمان میدان حشر کے اس وقت کو یاد کر لیں جبکہ حوض کوثر سے سیراب نہ ہو سکیں گے اور شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انہیں جھڑک کر دور کر دیں گے پھر ان کا ٹھکانہ کیا ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

میرے عزیزو اور دوستو آج ہر مسلمان کو موقع حاصل ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے جو وہ قصداً کر رہا ہے باز آ جائے اور سچی توبہ سے گذشتہ گناہوں کی تلافی کر لے تاکہ روز قیامت میں حسرت وندامت سے واسطہ نہ پڑے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا رحم و کرم ہم پر فرمائیں اور اپنی توفیق حسن ہم کو نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ

اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذا دی تھی سو ان کو خدا تعالیٰ نے بری ثابت کردیا، اور وہ

عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۶۹ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۷۰ يُّصْلِحْ

اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں)

لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۷۱

تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ

ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کردیا

مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۷۲ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ ظالم ہے جاہل ہے۔ انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین و منافقات

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اور مشرکین و مشرکات کو سزا دے گا اور مومنین و مومنات پر توجہ (ورحمت) فرمائے گا،

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۷۳

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ايمان والو	لَا تَكُوْنُوْا تم نہ ہو	كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح	اٰذَوْا انہوں نے ستایا	مُوْسٰى موسیٰ	فَبَرَّاَهُ تو بری کردیا اسکو	
اللّٰهُ اللہ	مِمَّا اس سے جو	قَالُوْا انہوں نے کہا	وَكَانَ اور وہ تھے	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	وَجِيْهًا باآبرو	يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ايمان والو
اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو	وَقُوْلُوْا اور کہو	قَوْلًا بات	سَدِيْدًا سیدھی	يُّصْلِحْ وہ سنوار دے گا	لَكُمْ تمہارے لئے	اَعْمَالَكُمْ تمہارے عمل	
وَيَغْفِرْ اور بخشدے گا	لَكُمْ تمہارے لئے	ذُنُوْبَكُمْ تمہارے گناہ	وَمَنْ اور جو۔جس	يُّطِعِ اللّٰهَ اللہ کی اطاعت کی	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول		
فَقَدْ فَازَ تو وہ مراد کو پہنچا	فَوْزًا عَظِيْمًا بڑی مراد	اِنَّا بیشک ہم	عَرَضْنَا ہم نے پیش کیا	الْاَمَانَةَ امانت	عَلَى پر	السَّمٰوٰتِ آسمان	
وَالْاَرْضِ اور زمین	وَالْجِبَالِ اور پہاڑ	فَاَبَيْنَ تو انہوں نے انکار کیا	اَنْ يَّحْمِلْنَهَا کہ وہ اسے اٹھائیں	وَاَشْفَقْنَ اور وہ ڈر گئے	مِنْهَا اس سے		
وَحَمَلَهَا اور اسے اٹھالیا	الْاِنْسَانُ انسان نے	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	ظَلُوْمًا ظالم	جَهُوْلًا بڑا نادان	لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ تاکہ اللہ عذاب دے	
الْمُنٰفِقِيْنَ منافق مردوں	وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک مردوں	وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک عورتوں	وَيَتُوْبَ اور توبہ قبول کرے			
اللّٰهُ اللہ	عَلَى پر۔کی	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا مہربان

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ احزاب کا آخری رکوع اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں اللہ ورسول کی مخالفت احکام جس کو ایذا سے تعبیر فرمایا گیا تھا اس پر وعید سنائی گئی تھی اور ایسے لوگوں کو قیامت میں جو حسرت وندامت ہوگی اس کو بیان فرمایا گیا تھا کہ اس دن غایت حسرت سے یوں کہیں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی تو آج اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے اس کے بعد مسلمانوں کو عام ہدایت کی جاتی ہے کہ تم اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی برتاؤ ایسا نہ کرنا جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جھوٹے الزامات لگائے اور بے سروپا تہمتیں آپ کے سر پر تھوپیں۔ تو جنہوں نے تہمت تراش کر موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑے معزز پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برأت ظاہر فرمادی اور ان کا بے عیب و بے خطا ہونا سب پر ظاہر کردیا لیکن ستانے والوں نے اپنی عاقبت خراب کرلی تو مطلب یہ کہ اے مسلمانو! تم اپنے رسول کو آپ کی مخالفت کرکے ایذا مت دینا بلکہ ہر امر میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا جس کا حکم آگے دیا جاتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کے غضب سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اس سے ڈر کر بری باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھو اور بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرنا ہو راستی کی بات کہو کہ جس میں عدل واعتدال سے تجاوز نہ ہو۔ یعنی منہ سے جو بات نکالو وہ سچی۔ سیدھی اور راست ہونی چاہئے۔ یہاں مفسرین نے ایک واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کچھ مال تقسیم کررہے تھے۔ اس مجلس سے جب لوگ باہر نکلے تو کسی نے کہا کہ یہ تقسیم اللہ کے لئے نہیں کی یعنی اس میں رو رعایت کی گئی ہے۔ یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن لی اور جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج آپ پر یہ بات بنائی گئی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا اللہ کی رحمت ہو موسیٰ علیہ السلام پر انہیں اس سے زیادہ اذیتیں دی گئیں اور انہوں نے صبر کیا۔ الغرض یہاں عام مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ تم یہودیوں کی سی حرکت نہ کرنا۔ تمہاری روش اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ نہ ہونی چاہئے جو بنی اسرائیل کی روش موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ تم اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کا خیال رکھو اور بالخصوص زبان سے کلام کرنے میں اس کا بہت ہی خیال رکھو اور ہمیشہ اللہ کے خوف وڈر سے منہ سے سیدھی۔ سچی راست اور دیانت داری کی بات کہو۔ اور جب تم تقویٰ اور راستی اختیار کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال کو قبول کرے گا۔ اور تمہارے کام سنوار دے گا اور تمہاری خطائیں اور لغزشیں معاف کردے گا اور یہ ثمرات اطاعت پر ہیں اور اطاعت وہ چیز ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ سورۃ کے آخر میں انسان کا مکلف باحکام شرعیہ ہونا اور ان کو امانت کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کے ادائے حق کرنے والوں کا مورد عنایت ہونا اور اس حق کو ادا کرنے والوں کا مستحق عذاب ہونا بیان فرمایا جاتا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امانت یعنی احکام بجالانے کی ذمہ داری اپنی بڑی زبردست وطاقتور مخلوق آسمانوں۔ زمین۔ اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی مگر وہ اس ذمہ داری سے ڈر گئے اور انکار کردیا۔ اب یہاں یہ اشکال نہ ہونا چاہئے کہ پہاڑ۔ زمین اور آسمان تو بظاہر بے حس و بے شعور ہیں تو ان سے سوال جواب کیسے ہوسکتا ہے تو اس کی وضاحت میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کا یہ واضح ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں

جواللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح نہ پڑھتی ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی ذات عالی کو پہچاننا اور اس کو خالق و مالک اور سب سے اعلیٰ اور برتر جان کر اس کی حمد و تسبیح کرنا بغیر ادراک و شعور کے ممکن نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ ادراک و شعور تمام مخلوقات میں یہاں تک کہ جمادات میں بھی موجود ہے۔ اسی ادراک و شعور کی بناء پر ان کو مخاطب بھی بنایا جاسکتا ہے اور وہ جواب بھی دے سکتے ہیں اس لئے جمہور امت کے نزدیک آسمانوں۔ زمین اور پہاڑوں پر عرض امانت حقیقی طور پر کیا گیا اور انہوں نے حقیقی طور پر ہی اپنا اس بار سے عاجز ہونا ظاہر کیا۔ (معارف القرآن جلد ۷ص ۲۴۶) علامہ ابن کثیرؒ نے متعدد اسناد کے ساتھ اس عرض امانت کی یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اول آسمانوں پر پھر زمین پر پھر پہاڑوں پر اختیاری صورت میں یہ پیش کیا کہ ہماری امانت یعنی اطاعت احکام شرعیہ بالاختیار کا بار اٹھالو اس معاوضہ کے ساتھ جو اس کے لئے مقرر ہے۔ ہر ایک نے سوال کیا کہ معاوضہ کیا ہے تو بتلایا گیا کہ امانت یعنی اطاعت احکام شرعیہ تم نے پوری طرح کی تو تمہیں جزا وثواب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعزاز خاص ملے گا اور اگر تعمیل احکام شرعیہ نہ کی یا اس میں کوتاہی کی تو عذاب اور سزا ملے گی۔ ان سب بڑے بڑے اجسام نے یہ سن کر جواب دے دیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم اب بھی آپ کے تابع فرمان چل رہے ہیں لیکن جب ہمیں اختیار دیا گیا تو ہم اس بار کو اٹھانے سے اپنے کو عاجز پاتے ہیں۔ ہم نہ ثواب چاہتے ہیں نہ عذاب کے متحمل ہیں۔ (یعنی آپ کے اوامر ونواہی کی بجا آوری کی ذمہ داری قبول کرنے کی ہم میں طاقت و ہمت نہیں۔ پس اس امانت کے بوجھ سے اس قدر ڈرے کہ عذاب کے خوف سے ثواب سے بھی دست بردار ہو گئے کہ خدا جانے بعد میں کیا انجام ہو۔ ہم سے اس امانت کی حفاظت ہو سکے یا نہ ہو سکے اور ہم اس کے حقوق ادا کرسکیں یا نہ کرسکیں پس ان سب نے اس امانت کے اٹھانے سے اور اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آسمانوں۔ زمین اور پہاڑوں کا یہ انکار ابلیس کی طرح سجدۂ تعظیم سے نہ تھا۔ بلکہ اپنے کو صغیر اور حقیر سمجھا اور اپنی کمزوری کے اظہار سے یہ نیاز مندانہ عذر پیش کر دیا۔ پھر انکو اختیار دیا گیا تھا کہ قبول کریں یا نہ کریں۔

پھر ایک حدیث کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آسمان زمین اور پہاڑوں پر عرض امانت اور ان کے جواب کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے اپنی امانت آسمان و زمین کے ساتھ پیش کی تو وہ اس کا بار اٹھانے سے عاجز ہو گئے تو آپ اس بار امانت کو اٹھائیں گے مع اس چیز کے جو اس کے ساتھ ہے۔ آدم علیہ السلام نے سوال کیا کہ اے پروردگار وہ چیز جو اس کیساتھ ہے کیا ہے؟ جواب ملا کہ اگر حمل امانت میں پورے اترے یعنی اطاعت مکمل کی تو آپ کو جزا ملے گی (جو اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا اور جنت کی دائمی نعمتوں کی صورت میں ہوگی) اور اگر اس امانت کو ضائع کیا تو سزا ملے گی۔ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا میں ترقی ہونے کے شوق میں اس کو اٹھالیا۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے تقدیر ازلی میں آدم علیہ السلام کو زمین میں اپنا خلیفہ بنانا طے فرمایا تھا اور یہ خلافت اسی کو سپرد کی جاسکتی تھی جو احکام الٰہیہ کی اطاعت کا بار اٹھائے کیونکہ اس خلافت کا حاصل ہی یہ ہے کہ زمین پر اللہ کے قانون کو نافذ کرے۔ خلق خدا کو احکام الٰہیہ کی اطاعت پر آمادہ کرے اس لئے تکوینی طور پر حضرت آدم علیہ السلام اس امانت کے اٹھانے کے لئے آمادہ ہو گئے حالانکہ دوسری بڑی بڑی مخلوقات کا اس سے عاجز ہونا بھی معلوم ہو چکا تھا۔ (معارف القرآن جلد ۷ص ۲۴۸)

اب جب کہ انسان اتنی بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے اور پھر بھی یہ بے فکر ہو کر رہتا ہے اور اعمال وعقائد دونوں میں خلاف ورزی احکام الٰہیہ کی کرتا ہے تو اسی بنا پر اس

انسان کو باعتبار حالت اکثر افراد کے ظالم اور جاہل قرار دیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ جملہ انه کان ظلوما جھولاً مطلقاً انسان کی مذمت میں نہیں آیا بلکہ اکثر افراد نوع انسانی کے اعتبار سے واقعہ کے طور پر ارشاد ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نوع انسانی کی اکثریت ظلوم وجہول ثابت ہوئی جس نے امانت کا حق ادا نہ کیا اور خسارہ میں پڑی اور چونکہ اکثریت کا یہ حال تھا اس لئے اس جملہ کو نوع انسانی کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ بالآخر اس ذمہ داری کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات کہ جنہوں نے ظاہری اسلام رکھتے ہوئے درپردہ مخالفت کی اور مشرکین ومشرکات کہ جنہوں نے علی الاعلان اور کھلم کھلا مخالفت احکام الٰہیہ کی انکو اس امانت کی خیانت اور احکام کے ضائع کرنے پر سزا وعذاب دے گا اور مومنین ومومنات جنہوں نے صدق دل سے ایمان اختیار کیا اور خدا کے احکام کی اطاعت کی ان پر توجہ اور رحمت فرمائے گا اور اگر مخالفت کے بعد بھی کوئی باز آجائے تو مومنین ومومنات کے زمرہ میں شامل کرلیا جائے گا۔ یعنی ہر ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحمت کرنے کو تیار ہے جو اس سے معافی اور رحم کا خواستگار ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس خاتمہ کے رکوع کی ابتدائی آیات یعنی یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ (یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اس کی اطاعت کرو اور بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرنا راستی کی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال کو قبول کرلے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور یہ ثمرات اطاعت کے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔) اس پر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اصل حکم سب مسلمانوں کو یہ دیا گیا ہے کہ اتَّقُوا اللّٰهَ یعنی تقویٰ اختیار کرو جس کی حقیقت تمام احکام الٰہیہ کی مکمل اطاعت ہے کہ تمام اوامر کی تعمیل کرے اور تمام منہیات و مکروہات سے اجتناب کرے اور ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہیں اس لئے اتَّقُوا اللّٰهَ کے بعد ایک خاص عمل کی ہدایت کی جاتی ہے یعنی اپنے کلام کی درستی اور اصلاح۔ یہ بھی اگرچہ تقویٰ ہی کا ایک جزو ہے مگر ایسا جزو ہے کہ اس پر قابو پالیا جائے تو باقی اجزاء تقویٰ خود بخود حاصل ہوتے چلے جائیں گے جیسا کہ خود آیات مذکور میں قول سدید اختیار کرنے کے نتیجہ میں یُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ کا وعدہ ہے یعنی اگر تم نے اپنی زبان کو غلط باتوں سے روک لیا اور کلام درست اور بات سچی سیدھی صاف کہنے کے خوگر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی اصلاح فرمائیں گے اور سب کو درست کردیں گے اس طرح وہ سب قبول ہوں گے۔ اور یہ بھی وعدہ فرمایا یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنی جو لغزشیں تم سے سرزد ہوئی ہیں ان کو معاف فرمادیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک صرف زبان اور کلام کی درستی دین دنیا دونوں کے کام درست کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی زبانوں کی حفاظت اور کلام کی درستگی کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے قول وفعل سے بچائیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور اذیت کا باعث ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اتباع بھی نصیب فرمائیں اور ہمیں ہر حال میں راستی اور صداقت پر قائم رکھیں۔ اور ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں انہیں اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ سَبَاٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ط

تمام تر حمد (ثنا) اسی اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُسی کو حمد (ثنا) آخرت میں بھی (سزاوار) ہے

وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝١ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ

اور وہ حکمت والا خبر دار ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو

السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ط وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝٢

چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے، اور وہ (اللہ) رحیم (اور) غفور (بھی) ہے۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِیْ لَهٗ وہ جس کیلئے	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں
وَلَهُ اور اسی کیلئے	الْحَمْدُ ہر تعریف	فِی الْاٰخِرَةِ آخرت میں	وَهُوَ اور وہ	الْحَكِیْمُ حکمت والا	الْخَبِیْرُ خبر رکھنے والا	یَعْلَمُ وہ جانتا ہے
مَا یَلِجُ جو داخل ہوتا ہے	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا اور جو	یَخْرُجُ نکلتا ہے	مِنْهَا اس سے	وَمَا اور جو	یَنْزِلُ نازل ہوتا ہے
مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	وَمَا اور جو	یَعْرُجُ چڑھتا ہے	فِیْهَا اس میں	وَهُوَ اور وہ	الرَّحِیْمُ مہربان	الْغَفُوْرُ بخشنے والا

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ اب ۲۲ ویں پارہ کی سورۂ سبا کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ تلاوت کردہ ابتدائی آیات کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ حسب معمول بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں قوم سبا کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ سبا قرار پایا۔ یہ سورہ مکی ہے اور مکی دور کے تقریباً درمیانی زمانہ میں اس کا نزول ہوا ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی چونتیسویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۵ لکھا ہے یعنی ۸۴ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۲۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۵۴ آیات۔ ۶ رکوعات۔ ۸۹۶ کلمات اور ۳۶۳۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اس سورۃ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے کیا گیا اور بتلایا گیا کہ حمد و شکر کی مستحق صرف وہی ایک ذات ہے جو آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے اللہ تعالیٰ سب کی حقیقت سے آگاہ اور سب کے حالات سے خوب واقف ہے۔ قیامت اور خدائی فیصلوں کے اٹل ہونے کو مختلف انداز سے سمجھایا اور بتلایا کہ انسان بلا مقصد نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اپنے اعمال کا جواب دہ ہے اور یہ جواب دہی قیامت میں ہوگی۔ عالم الغیب کے علم سے بھاگ کر انسان کا کوئی ایسا عمل نہیں ہوسکتا جس کا بدلہ اس کے سامنے قیامت میں نہ آئے۔ سب کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس لکھے ہوئے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پھل ملنا ہے۔ کفار اور مشرکین کو اعتراضات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و توحید و آخرت اور خود آپ

کی نبوت ورسالت پر کرتے ان کے جوابات دیتے ہوئے کفار کو ان کی ہٹ دھرمی کے برے انجام سے ڈرایا گیا اور بتلایا گیا کہ جولوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو دبا دینے کی کوششیں کرتے ہیں ان کے ہاتھ بجز دردناک عذاب کے کچھ نہ آئے گا جاننے والے خوب سمجھتے ہیں کہ قرآن حق ہے۔ جو لوگ مر کر دوبارہ زندہ ہونے میں شک کرتے ہیں اور اللہ کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی باتوں کا یقین نہیں کرتے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے حالات اور قوم سبا کا قصہ بیان فرمایا گیا اور جتلایا گیا کہ انسانوں کے لئے اس میں دو نمونہ موجود ہیں۔ ایک نمونہ تو اللہ کے شکر گزار اور منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہ ہونے والے بندے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں اور طاقتیں بخشیں اور ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائیں۔ نبوت کے ساتھ ان کو بے مثال سلطنت بھی ملی۔ اور وہ شوکت وحشمت عطا کی کہ جو پہلے کسی کو کم ہی نصیب ہوئی۔ جن کی شان وشوکت دنیاوی کا یہ حال تھا کہ جن وانس اور چرند وپرند اور بر وبحر۔ اور ہوا اور فضا سب ان کے لئے مسخر تھے۔ مگر باوجود دین ودنیا کی نعمتوں کے جمع ہونے کے وہ کبر وغرور میں مبتلا نہ ہوئے اور اپنے رب کے شکر گزار بندے ہی بنے رہے۔ اگر کسی وقت غفلت ہوئی تو سجدہ میں اپنے معبود حقیقی کے آگے گر گئے اور استغفار کرنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بھی ان کے شامل حال رہا۔ دوسری طرف سبا کی قوم کا نمونہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جب دنیوی نعمتوں سے نوازا تو وہ دنیاوی عیش وعشرت میں ایسے مست ہوئے اور کبر وغرور میں مبتلا ہو کر کہ اپنے رب سے بغاوت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی۔ اور کفران نعمت کیا جس کے نتیجہ میں وہ اس طرح تباہ وبرباد ہوئے کہ دنیا جو ان کے لئے جنت بنی ہوئی تھی مبدل بہ جہنم ہوگئی اور رحمت وراحت مبدل بہ لعنت وزحمت ہوگئی اور عزت مبدل بہ ذلت ہوگئی اور اس طرح تباہ وبرباد ہوئے کہ بس اب دنیا میں ان کے افسانے ہی باقی رہ گئے۔ ان دونوں نمونوں کو بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ دنیا والے دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ توحید اور آخرت کے یقین پر اور اپنے رب۔ خالق اور مالک کی اطاعت وبندگی کی حالت اور منعم حقیقی کی نعمتوں کے شکر کے جذبے سے جو زندگی بنتی ہے وہ بہتر ہے یا جو زندگی کفر وشرک اور انکار آخرت اور دنیا پرستی پر مبنی ہے؟ قوم سبا کے تذکرہ میں بتلایا گیا کہ وہ شیطان ابلیس لعین کے جال میں پھنس گئے حالانکہ ابلیس کو اتنی طاقت اور قدرت نہیں کہ وہ انسان کو خواہ وہ سبا والے ہوں یا کوئی اور زبردستی سیدھی راہ سے پکڑ کر کھینچ لے وہ فقط ورغلاتا اور بہکاتا ہے۔ اور شیطان کو صرف وسوسہ ڈالنے کی قدرت بھی اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے عطا کی کہ اس سے مقصود بندوں کا امتحان اور آزمائش ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ وحدانیت کو دکھلایا گیا کہ وہ مالک مطلق ہے۔ اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔ نہ اس کے آگے بغیر اجازت کے کوئی سفارش کرسکتا ہے۔ فرشتے تک بغیر اس کے حکم کے کوئی کام نہیں کرسکتے۔ اپنی قدرت کمالیہ کا اظہار کرکے آگے بتلایا کہ اس نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا بھر کے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ کفار جو آج قیامت کو نہیں مانتے وہ قیامت کے دن آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ چھوٹے اور ماتحت بڑوں اور اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا۔ تم نہ ہوتے تو ہم عذاب میں نہ پھنستے وہ کہیں گے کہ ہم نے کیا کیا تم خود ہی گمراہ ہوئے۔ مگر اس وقت یہ جھگڑا بیکار ہوگا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی سزا وجزا مل کر رہے گی۔ دنیا میں مال و اولاد پر اترانے والوں کو بتلایا گیا کہ آخرت میں ایمان اور نیک اعمال کام آئیں گے۔ یہ دنیا کا مال دولت اور کثرت اولاد اللہ کے ہاں تمہارے درجے بلند نہیں کرسکتا مشرکوں کے معبود قیامت میں اپنے پجاریوں کو دھتا بتائیں گے کہ تم ہمارے نہیں اپنی ہوا اور ہوس کے بندے تھے اس لئے اپنے کئے کا پھل بھگتو۔ اخیر میں سمجھایا گیا کہ ہر انسان کو چاہئے کہ اللہ کے رسول

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سمجھے اور آپ کی پیروی کرے ایمان وہی کام آئے گا جو دنیا میں لایا جائے ورنہ آخرت کا عذاب دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لاوے ہی گا مگر اس وقت کا ایمان کچھ فائدہ مند نہ ہوگا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے مضامین کا جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں زیر نظر آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔اس سورۃ کی ابتداء الحمدللہ سے ہوئی ہے۔اور ایسی کل پانچ سورتیں قرآن کریم میں ہیں جن کی ابتداء الحمدللہ سے ہوئی ہے۔ایک سورۂ فاتحہ۔دوسری سورۂ انعام۔تیسری سورۂ کہف۔ چوتھی یہی سورۃ سبا اور پانچویں اگلی سورۂ فاطر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بیشمار نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ایک نعمت ایجاد ہے کہ اس نے ہم کو اور کائنات کی تمام چیزوں کو معدوم سے موجود کیا۔ دوسری نعمت بقا ہے کہ ہم کو باقی رکھا اور زندہ رہنے کے سامان عطا کئے اور بندہ کی بھی دو ہی حالتیں ہیں ایک ابتدا جو اس عالم دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور ایک انتہا جو عالم آخرت سے تعلق رکھتی ہے۔ پس ان پانچ سورتوں میں کہیں ایجاد کی نعمتیں یاد دلائی ہیں کہیں بقا کی کہیں اس عالم کی اور کہیں اس عالم کی۔تو سورۃ کی ابتدا الحمدللہ سے فرمائی گئی۔حمد کا لفظ عربی زبان میں تعریف اور شکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں دونوں معنی مراد ہیں۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اس ایک اللہ ہی کے لئے ہیں جو اکیلا بلاشرکت غیرے تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک و خالق ہے تو اس کائنات میں جو حکمت وقدرت۔اور صناعی اور کاریگری کی شان بھی نظر آتی ہے اس پر تعریف کا مستحق وہی خدا ہے۔آگے فرمایا کہ جس طرح اس دنیا کی ساری نعمتیں اسی کی بخشش ہیں اسی طرح آخرت میں جو کچھ کسی کو ملے گا اسی کے خزانوں سے اور اسی کے عطا سے ملے گا اس لئے عالم آخرت میں بھی تعریف اور شکر کی مستحق اسی کی ذات ہے۔آگے فرمایا **وهو الحكيم الخبير** یعنی اس کے سارے کام کمال درجہ حکمت ودانائی پر مبنی ہیں۔جو کچھ کرتا ہے بالکل ٹھیک کرتا ہے اور اسے ہر مخلوق کے متعلق پورا علم ہے کہ وہ کہاں ہے۔کس حال میں ہے۔کیا کچھ اس کی ضرورت ہے۔کیا کچھ اس کی مصلحت کے مناسب ہے۔وہ اپنی بنائی ہوئی دنیا سے بے خبر نہیں ہے بلکہ اسے ذرہ ذرہ کی حالت پوری طرح معلوم ہے۔آگے بتلایا گیا کہ زمین وآسمان کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر چلی جاتی ہے مثلاً کیڑے مکوڑے۔بارش کا پانی مردہ کی لاش۔یا درختوں پودوں کے بیج وغیرہ ان سب پر اللہ کا علم محیط ہے۔اسی طرح جو زمین کے اندر سے نکلتی ہیں مثلاً کھیتی۔سبزہ۔معدنیات وغیرہ۔اسی طرح جو آسمان کی طرف سے اترتی ہیں۔مثلاً بارش۔وحی۔فرشتے وغیرہ۔اسی طرح جو اوپر آسمان پر چڑھتی ہیں مثلاً روح۔دعا۔ عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب جزئیات کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور چونکہ ان سب چیزوں میں جسمانی یا روحانی منافع ہیں اس لئے مقتضا ان کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا پورا پورا شکر ادا کیا جائے اور جو کوتاہی کرے وہ مستحق سزا ہو لیکن اللہ تعالیٰ رحیم اور غفور بھی ہے پس اپنی رحمت سے صغیرہ کوتاہیوں کو نیکیوں سے اور کبیرہ کوتاہی کو توبہ سے۔اور کبھی صغیرہ اور کبیرہ کو اپنے فضل سے معاف فرمادیتا ہے اور جو کوتاہی حد کفر وشرک تک پہنچی ہو اس کو ایمان لانے سے معاف فرمادیتا ہے۔اسی طرح عاصی اور خاطی کو قصور سرزد ہوتے ہی پکڑ لینا۔اس کا رزق بند کردینا۔اس کو آناً فاناً ہلاک کردینا یہ سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے مگر وہ اپنی شان رحیمی سے ایسا نہیں کرتا اور باوجود قادر مطلق ہونے کے نافرمان بندوں کو ڈھیل دیتا ہے اور سنبھلنے کی مہلت عطا کرتا ہے اور جب بھی باز آجائیں تو معاف فرمادیتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ

اور یہ کافر کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی، آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں قسم ہے اپنے پروردگار عالم کی وہ ضرور تم پر آئے گی

الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ

اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز

ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳﴾ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ

(اس سے) بڑی ہے مگر سب کتاب مبین میں (مرقوم) ہے۔ تا کہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے، ایسے لوگوں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۴﴾ وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

کیلئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کی تھی ہرانے کیلئے ایسے لوگوں کے واسطے سختی کا

مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۵﴾ وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ

دردناک عذاب ہوگا۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے

وَیَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿۶﴾

اور وہ خدائے غالب محمود (کی رضا) کا راستہ بتلاتا ہے۔

وَقَالَ اور کہا (کہتے ہیں)	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لَا تَاْتِیْنَا ہم پر نہیں آئے گی	السَّاعَةُ قیامت	قُلْ فرما دیں	بَلٰی ہاں		
وَرَبِّیْ قسم میرے رب کی	لَتَاْتِیَنَّكُمْ البتہ تم پر ضرور آئے گی	عٰلِمِ جاننے والا	الْغَیْبِ غیب	لَا یَعْزُبُ پوشیدہ نہیں	عَنْهُ اس سے		
مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ایک ذرہ کے برابر	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	اَصْغَرُ چھوٹا	مِنْ ذٰلِكَ اس سے	وَلَا اور نہ
اَكْبَرُ بڑا	اِلَّا مگر	فِیْ میں	كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ روشن کتاب	لِیَجْزِیَ تاکہ جزا دے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	
الصّٰلِحٰتِ نیک	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ اور عزت کی روزی	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	سَعَوْ انہوں نے کوشش کی	
فِیْٓ اٰیٰتِنَا ہماری آیتوں میں	مُعٰجِزِیْنَ ہرانے کیلئے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	مِّنْ سے	رِّجْزٍ اَلِیْمٌ سخت دردناک	
وَیَرَی اور وہ دیکھتے ہیں	الَّذِیْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا دیا گیا	الْعِلْمَ علم	الَّذِیْٓ وہ جو کہ	اُنْزِلَ نازل کیا گیا	اِلَیْكَ تمہاری طرف	
مِنْ رَّبِّكَ تمہارے رب کی طرف سے	هُوَ الْحَقَّ وہ حق	وَیَهْدِیْٓ اور وہ رہنمائی کرتا ہے	اِلٰی طرف	صِرَاطِ راستہ	الْعَزِیْزِ غالب	الْحَمِیْدِ سزاوار تعریف	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں حق تعالیٰ کی بعض صفات کمالیہ بیان فرمائی گئی تھیں اور بتلایا گیا تھا کہ اس عالم دنیا میں بھی اور عالم آخرت میں بھی تمام خوبیاں اسی کے لئے ہیں اور ساری حمد و ثنا کی سزاوار اسی کی ایک ذات عالی ہے۔ ان تمام صفات اور کمالات کا مقتضا یہ تھا کہ اس کو اپنا خالق و مالک سمجھ کر اس کی اطاعت کی جائے اس کی تعریف کی جائے۔ اس کی تصدیق کی جائے اور اس سے رحم

ومغفرت کی درخواست کی جائے اور قیامت کا اقرار کیا جائے کیونکہ انکار قیامت میں اول تو تکذیب ہے خدا کی۔ پھر انکار ہے اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا۔ مگر اس کے برخلاف ان آیات میں کفار کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قیامت کوئی چیز ہی نہیں اس لئے اس کے آنے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے اور اپنے پروردگار عالم الغیب کی قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ قیامت ضرور آ کر رہے گی۔

تمام قرآن کریم میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے ایک سورۂ یونس میں جہاں ارشاد ہے وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ (لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کا آنا حق ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہے اور تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے) دوسرے یہی سورۂ سبا کی آیات اور تیسرے سورۂ تغابن میں جہاں ارشاد ہے زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ضرور اور قسم ہے میرے پروردگار کی ضرور تم اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم کر چکے ہو اس کی تم کو خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے)

تو یہاں بھی کافروں کا انکار قیامت ذکر کر کے جواب تلقین فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ تم مانو یا نہ مانو قیامت آ کر رہے گی اور میں اپنے اس رب کی قسم کھا کر جو عالم الغیب ہے کہتا ہوں کہ وہ ضرور آئے گی اور آ کر تمہیں اپنی گرفت میں لے گی پھر آگے اسی کی تائید میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ خدا جو عالم الغیب ہے۔ جس سے ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز آسمانوں یا زمین میں پوشیدہ نہیں۔ سب اس کے علم میں ہے۔ گو ہڈیاں سڑ گل جائیں۔ ان کے ریزے ریزے متفرق ہو جائیں۔ لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ وہ سب جانتا ہے اور ان کے جمع کرنے پر قادر بھی ہے۔ اور کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں کہ جو بوجہ احاطہ علم الٰہی کے کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں مندرج نہ ہو یعنی منکرین آخرت جس وجہ سے مابعد الموت کو بعید از عقل سمجھتے تھے وہ یہ تھی کہ جب انسان مر کر مٹی میں رل مل جائیں اور انکا ذرہ ذرہ منتشر ہو جائے گا تو کس طرح یہ ممکن ہے کہ یہ بے شمار اجزا پھر سے اکٹھے ہوں اور ان کو جوڑ کر ہم دوبارہ پھر اسی جسم کے ساتھ پیدا کر دیئے جائیں۔ اس شبہ کو یہ بتلا کر رفع کیا گیا کہ ہر ذرہ جو کہیں گیا ہے خدا کے دفتر میں اس کا اندراج موجود ہے اور خدا کو معلوم ہے کہ کیا چیز کہاں گئی ہے اس لئے جب وہ دوبارہ پیدا کرنے کا ارادہ کرے گا تو اسے ایک ایک انسان کے اجزائے جسم کو سمیٹ لانے میں زحمت پیش نہ آئے گی۔ آگے قیامت کے آنے کی غرض و غایت بتلائی جاتی ہے کہ قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو مانا اور اس کی مرضی کے مطابق نیک کام کئے ان کو اس کا اچھا بدلہ دیا جائے اور انہیں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ انہیں اپنی مغفرت سے نوازے اور بہشت میں عزت کی روزی عطا کرے اور جن لوگوں نے دنیا کے اندر اس کوشش میں عمر بسر کی کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں اور ان کے خلاف عمل کریں اور اپنے قول و فعل سے ظاہر کریں کہ (معاذ اللہ) اللہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتا انہیں سخت دردناک عذاب دیا جائے اور قیامت کا اس لئے بھی آنا ضروری ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اپنی سمجھ سے کام لیا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ قرآن کی خبریں بالکل صحیح و سچی تھیں اور قرآن نے جس ثواب و عذاب کی خبر دی تھی وہ بالکل حق تھیں۔ اور بیشک قرآن ہی وہ کتاب تھی جو اس زبردست خوبیوں والے خدا تک پہنچانے کا ٹھیک راستہ بتاتی تھی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ

اور کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایک ایسا شخص بتائیں جو تم کو یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (اس کے بعد قیامت کو) ضرور تم ایک نئے جنم میں آؤ گے۔

اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۷ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے، بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۸ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(وہی) عذاب اور دور دراز گمراہی میں مبتلا ہیں۔ تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی جو اُن کے آگے بھی اور اُن کے پیچھے (بھی) موجود ہیں،

مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ

اگر ہم چاہیں تو اُن کو زمین میں دھنسا دیں یا اُن پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، اس (دلیل مذکور) میں (قدرت الٰہیہ) کی پوری دلیل ہے

السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۹ ع

(مگر) اس بندہ کیلئے جو متوجہ ہو۔

وَقَالَ اور کہا کہتے ہیں)	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	هَلْ کیا	نَدُلُّكُمْ ہم بتلائیں تمہیں	عَلٰى پر۔ کا	رَجُلٍ ایسا آدمی			
يُنَبِّئُكُمْ وہ خبر دیتا ہے تمہیں	اِذَا جب	مُزِّقْتُمْ تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے	كُلَّ مُمَزَّقٍ پوری طرح ریزہ ریزہ	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَفِيْ البتہ میں			
خَلْقٍ جَدِيْدٍ زندگی نئی	اَفْتَرٰى اس نے باندھا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	اَمْ یا	بِهٖ اسے	جِنَّةٌ جنون	بَلْ بلکہ	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	فِي الْعَذَابِ عذاب میں	وَالضَّلٰلِ اور گمراہی	الْبَعِيْدِ دور	اَفَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا!			
اِلٰى طرف	مَا جو	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے	وَمَا اور جو	خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے	مِنَ السَّمَاۗءِ آسمان سے	وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنْ نَّشَاْ اگر ہم چاہیں	
نَخْسِفْ بِهِمُ انہیں دھنسا دیں	الْاَرْضَ زمین	اَوْ نُسْقِطْ یا گرا دیں	عَلَيْهِمْ ان پر	كِسَفًا ٹکڑا	مِنَ السَّمَاۗءِ آسمان سے	اِنَّ بیشک		
	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	لِكُلِّ لئے۔ ہر	عَبْدٍ بندہ	مُنِيْبٍ رجوع کرنے والا			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کا انکار قیامت کا ذکر کر کے اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوایا گیا تھا اور ساتھ ہی قیامت آنے کی غرض و غایت بھی بیان کی گئی تھی کہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں اور جنہوں نے خدا کی باتوں سے ضد و انکار کیا اور رسولوں کا کہنا نہ مانا انہیں بدترین اور سخت سزائیں دی جائیں۔ پھر قیامت کی ایک حکمت یہ بھی بیان فرمائی گئی تھی کہ ایماندار بھی قیامت کے دن نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو علم الیقین سے عین الیقین حاصل کر لیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ تو کفار و مشرکین مکہ جو قیامت کے آنے کو محال جانتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے ان کے بعض کفریہ کلمات کا ذکر

ان آیات میں کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ لو اور سنو! ہم میں سے ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور چورہ چورہ اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جاویں گے۔ تو بھلا ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے کہ جو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ لگا رہے ہیں کہ اس نے ایسی خبر دی ہے۔ اور اگر یہ بات نہیں تو پھر ان کا دماغ خراب ہے دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں نہیں یعنی نہ جھوٹ ہے نہ جنون بلکہ خود یہ منکرین عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستہ سے بھٹک کر بہت دور جا پڑے ہیں اور بیہودہ بکواس کر کے اپنے کو آفت میں پھنسا رہے ہیں۔ فی الحقیقت یہ بڑا عذاب ہے کہ آدمی کا دماغ اس قدر مختل ہو جائے کہ وہ خدا کے پیغمبر کو مفتری یا مجنون کہنے لگے (العیاذ باللہ تعالیٰ) آگے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں کہ آسمان و زمین بھی انہیں نظر نہیں آتے جو آگے پیچھے ہر طرف نظر ڈالنے سے نظر آ سکتے ہیں۔ ان کو تو یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے۔ پھر جس نے بنایا اسے توڑنا کیا مشکل ہے اور جو ایسے عظیم الشان اجسام کو بنا سکتا اور توڑ پھوڑ سکتا ہے اسے انسانی جسم کا بگاڑ دینا اور بنانا کیا مشکل ہوگا۔ آخر ان منکرین نے خالق ارض و سما کو کیا سمجھ رکھا ہے کہ مرے ہوئے انسانوں کے دوبارہ پیدا کئے جانے کو اس کی قدرت سے باہر خیال کر رہے ہیں۔ جو لوگ مرتے ہیں ان کے جسم پارہ پارہ ہو کر خواہ کتنے ہی منتشر ہو جائیں رہتے تو اسی آسمان زمین کے حدود میں ہیں اس سے کہیں باہر تو نہیں چلے جاتے۔ پھر جس خدا کے یہ زمین و آسمان ہیں اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مٹی پانی اور ہوا میں جو چیز جہاں بھی ہے اسے وہاں سے نکال لائے۔ ان منکرین کے جسم میں اب زندہ ہونے کی حالت میں جو کچھ موجود ہے وہ بھی تو اسی کا جمع کیا ہوا ہے اور اسی مٹی۔ پانی اور ہوا میں سے نکال کر لایا گیا ہے ان اجزا کی فراہمی اگر آج ممکن ہے تو کل کیوں غیر ممکن ہو جائے گی؟ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و منکرین اسی کے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر رہ کر ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں حالانکہ خدا چاہے تو ابھی ان کو زمین میں دھنسا کر یا آسمان سے ایک ٹکڑا گرا کر نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا سا نمونہ دکھلا دے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو بندے عقل و انصاف سے کام لے کر اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ خدا سے طالب ہدایت ہوئے ہیں ان کے لئے اسی آسمان و زمین میں بڑی بھاری نشانی موجود ہے۔ وہ اس منتظم اور پر حکمت نظام کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ضرور یہ ایک دن کسی اعلیٰ اور اکمل نتیجہ پر پہنچنے والا ہے جس کا نام دار الآخرۃ ہے۔ یہ تصور کر کے وہ بیش از بیش اپنے مالک و خالق کی طرف جھکتے ہیں اور جو آسمانی و زمینی نعمتیں ان کو پہنچتی ہیں تہہ دل سے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو دین و ایمان کی باتوں پر یقین کامل نصیب فرما دیں اور ہر طرح کی گمراہی و شک و شکوک سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں اپنی طرف متوجہ ہونے والے بندوں میں شامل رکھیں اور حق کی طلب کے ساتھ حق کا اتباع کامل بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! کفار و مشرکین تو قیامت و آخرت کے پہلے بھی منکر رہے اور اب بھی ہیں۔ مگر افسوس اور تعجب تو ان پر ہے جو باوجود مسلمان کہلانے کے آخرت سے بالکل غافل ہیں۔ اور شب و روز آپ کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں جب اسلام کی دولت سے نوازا ہے تو دین حق پر استقامت بھی نصیب فرما۔ اور فکر آخرت کے ساتھ زندہ رہنا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾

اور ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑو! داؤدؑ کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی حکم دیا، اور ہم نے اُن کے واسطے لوہے کو نرم کردیا۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

(اور یہ حکم دیا) کہ تم پوری زرہیں بناؤ (اور کڑیوں کے) جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو، میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے دیا	دَاوٗدَ داؤد	مِنَّا اپنی طرف سے	فَضْلًا فضل	يٰجِبَالُ اے پہاڑو	اَوِّبِيْ تسبیح کرو	مَعَهٗ اس کیساتھ	
وَالطَّيْرَ اور پرندو	وَاَلَنَّا اور ہم نے نرم کردیا	لَهُ اس کے لئے	الْحَدِيْدَ لوہا	اَنْ کہ	اعْمَلْ بناؤ	سٰبِغٰتٍ کشادہ زرہیں	وَقَدِّرْ اور انداز رکھو
فِي السَّرْدِ (کڑیوں کے) جوڑنے میں	وَ اور	اعْمَلُوْا عمل کرو	صَالِحًا اچھے	اِنِّيْ بیشک	بِمَا تَعْمَلُوْنَ تم جو کچھ کرتے ہو اسکو	بَصِيْرٌ دیکھ رہا ہوں	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کا قول نقل فرمایا گیا تھا جو کہتے تھے کہ مر کر دوبارہ قیامت میں زندہ ہونا ایک محال امر ہے۔ ان کے قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا تھا کہ ان منکرین کو قدرت الٰہیہ کی دلیل دیکھنے کے لئے آسمان اور زمین پر نظر کرنی چاہئے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ اس آسمان وزمین میں دلیل تو موجود ہے مگر اس بندہ کے لئے جو خدا کی طرف متوجہ بھی ہو اور حق کی طلب بھی ہو۔ تو اس میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے بندوں کی فضیلت کا اجمالاً ذکر تھا۔ آگے اسی کی تفصیل کے لئے بعض اعلیٰ درجہ کے منیب حضرات یعنی داؤد وسلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ انابت یعنی اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا سرمایۂ سعادت ہونا معلوم ہو اور ہر شخص اپنی استعداد کے موافق اس سے بہرہ ور ہو۔ نیز اس قصہ میں منکرین قیامت کا بھی اس طرز پر جواب ہے کہ جب خدائے برتر اپنے کسی بندے کے لئے پہاڑوں کو مسخر کرسکتا ہے اور لوہے کو موم کی طرح نرم بنا سکتا ہے۔ تو کیا وہ خدائے قادر انسانی ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں۔

پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور پھر ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان دو حضرات کا ذکر اس وجہ سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست دنیوی شوکت وحشمت اور حکومت وسلطنت بھی عطا کی تھی اور ساتھ ہی بنی اسرائیل کے اولوالعزم انبیاء میں سے تھے مگر باوجود دین ودنیا کی ظاہری وباطنی نعمتوں کے جمع ہونے کے منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہیں ہوئے اور اگر کسی وقت ذرا غفلت ہوئی تو سجدہ میں گر گئے اور استغفار کرنے لگے۔

ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بڑی نعمتیں دی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے۔ آپ کا زمانہ قریب ایک ہزار سال قبل مسیح کا ہے۔ کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ابتدا میں بنی اسرائیل کے لشکر میں بحیثیت ایک سپاہی کے ملازم تھے اس وقت کوئی بظاہر نمایاں شخصیت آپ کی نہ تھی۔ نہ شجاعت وبہادری میں کوئی خاص شہرت تھی۔ عمالقہ اور بنی اسرائیل میں جنگ ہوئی تو دشمنوں کی فوج کا سردار اس زمانہ کا مشہور جنگ آزما اور زبردست پہلوان جالوت تھا کہ جس کے نام سے لوگ کانپ اٹھتے تھے۔ اسرائیلیوں کو اس سے مقابلہ میں پس پیش ہو رہا تھا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے طالوت سے جو بنی اسرائیل کے حاکم اور فرمانروا تھے اجازت چاہی کہ جالوت کے مقابلہ کے لئے ان کو موقع دیا جائے۔ طالوت نے کہا کہ تم ابھی ناتجربہ کار جوان ہو اس لئے تمہارا جالوت سے مقابلہ ٹھیک نہیں۔ مگر حضرت داؤد کا اصرار بڑھتا رہا اور آخر کار طالوت نے اجازت

دے دی۔ حضرت داؤد مقابلہ کے لئے آگے بڑھے اور جالوت کو للکارا۔ جالوت نے ایک نوجوان کو مقابل سمجھا تو حقیر سمجھ کر زیادہ توجہ نہ دی مگر جب دونوں کے درمیان نبرد آزمائی شروع ہوگئی تو اب جالوت کو حضرت داؤد کی بے پناہ شجاعت کا اندازہ ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے لڑتے لڑتے اپنی گوپھن سنبھالی اور تاک کر پے در پے تین پتھر اس کے سر پر مارے اور جالوت کا سر پاش پاش کر دیا اور پھر آگے بڑھ کر اس کی گردن کاٹ لی۔ جالوت کے قتل کے بعد جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور بنی اسرائیل کی جنگ جارحانہ حملہ میں تبدیل ہوگئی اور بنی اسرائیل فاتح وکامران ہوکر لوٹے۔ اس واقعہ نے حضرت داؤد کی شجاعت کا سکہ دوست دشمنوں دونوں کے قلوب پر بٹھا دیا اور آپ بنی اسرائیل میں ہر دلعزیز ہوگئے اور آپ کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز نظر آنے لگی۔ بعض اسرائیلی روایت میں یہ بھی ہے کہ جالوت کی زبردست طاقت اور بنی اسرائیل کے اس کے مقابل ہونے میں جھجک کو دیکھ کر طالوت نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا اس سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گا اور اس کو حکومت میں بھی حصہ دار بناؤں گا چنانچہ جب حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا تو طالوت نے وفائے عہد کے پیش نظر اپنی لڑکی سے شادی کر دی اور حکومت میں بھی حصہ دار بنا لیا حضرت داؤد کے ساتھ بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی محبت کا نتیجہ یہ نکلا کہ طالوت کی موجودگی میں ہی یا اس کی موت کے بعد عنان حکومت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں آ گئی اور اس عرصہ میں آپ پر خدا کا ایک زبردست انعام یہ ہوا کہ آپ منصب نبوت ورسالت سے بھی سرفراز فرمائے گئے اس طرح آپ صاحب تخت وتاج بھی تھے اور خدا کے پیغمبر اور رسول بھی۔ اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کی خدمت بھی سرانجام دیتے اور ان کی اجتماعی زندگی کی نگرانی کا فرض بھی ادا فرماتے بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے اصل کتاب توراۃ تھی جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی لیکن حالات وواقعات اور زمانہ کے تغیرات کے پیش نظر حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا کی جانب سے زبور عطا ہوئی جو توراۃ کے قوانین واصول کے اندر رہ کر اسرائیلی گروہ کی ہدایت کے لئے بھیجی گئی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام خدائے تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے اور اس قدر خوش الحان تھے کہ جب زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح وتہلیل میں مشغول ہوتے تو ان کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش وطیور وجد میں آ جاتے اور آپ کے اردگرد جمع ہوکر اللہ کی تسبیح اور حمد کرنے لگتے اور انسان وحیوان ہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خدا کی حمد میں گونج اٹھتے اور اللہ کے ذکر میں باآواز بلند مشغول ہو جاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حسن صوت یعنی خوش آوازی کا معجزہ عطا فرمایا تھا اور ان کا خصوصی شرف وامتیاز یہ تھا کہ جب وہ صبح وشام خدا کی حمد وثنا کرتے تو وحشی جانور اور چرند پرند اور پہاڑ بھی آپ کے ساتھ بلند آواز سے خدا کی تسبیح وتقدیس کرتے اور وہ سب ایک دوسرے کی تسبیح وتحمید کو سنتے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام باوجود بادشاہی کے سلطنت ومملکت کے مالیہ میں سے ایک حبہ نہیں لیتے اور اپنا اور اہل وعیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اسی کو ذریعہ معاش بناتے تھے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس وصف کو ایک حدیث صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ سراہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت سے روزی کماتے تھے۔ مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے تھے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے۔ لیکن ہر شخص کو

تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ داؤد ہیں تو اچھے آدمی لیکن ایک کمی ان میں نہ ہوتی تو کامل بن جاتے۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ تو اس فرشتہ جو بہ شکل انسان تھا کہا کہ وہ اپنا بوجھ رعیت کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہیں۔ خود بھی اس میں سے لے لیتے ہیں اور اہل وعیال کو بھی اس میں سے کھلاتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں یہ بات گڑ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ خدایا مجھے کوئی ایسا کام سکھا دے کہ جس سے میں اتنا حاصل کرلیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی اور آپ کو زِرہ بنانا سکھادی اور اپنی رحمت سے لوہے کو آپ کے لئے بالکل نرم کردیا گیا۔ نہ لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت ہاتھ میں آتے ہی ایسا نرم ہوجاتا جیسا موم۔ لکھا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے آپ ہی نے زرہ بنانا ایجاد کی۔ ایک زرہ بنا کر آپ فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصہ کرلیتے۔ ایک حصہ اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے۔ ایک حصہ صدقہ کے لئے اور ایک حصہ رکھ چھوڑتے تا کہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ کے بندوں کو دیتے رہیں۔

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اشیاء ضرورت کی ایجاد وصنعت ایسی اہم چیز ہے کہ حق تعالیٰ نے خود اس کی تعلیم دینے کا اہتمام فرمایا۔ اور اپنے عظیم الشان پیغمبروں کو سکھلایا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی صنعت سکھانا انہی آیات سے ثابت ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کی صنعت اسی طرح سکھائی گئی تھی۔ اسی طرح بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی مختلف صنعتیں سکھانا بعض روایات سے ثابت ہے (معارف القرآن جلد ۷) پھر انہی آیات کے تحت حضرت مفتی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس طرز عمل سے کہ اپنے اعمال و عادات کے متعلق لوگوں کی رائیں بے تکلف آزادانہ معلوم کرنے کا اہتمام فرماتے تھے یہ ثابت ہوا کہ اپنے عیوب چونکہ آدمی کو خود معلوم نہیں ہوتے اس لئے دوسروں سے تحقیق کرنا چاہئے۔ حضرت امام مالکؒ بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ یہ معلوم کریں کہ عام لوگ ان کے بارہ میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنی عطا کردہ دینی و دنیوی نعمتوں پر صحیح شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہمیں اپنی طرف رجوع اور متوجہ رہنے کی دولت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمیں بھی حلال روزی کمانے اور اکل حلال کھانے کی توفیق مرحمت فرما اور اعمال صالحہ کرنے کی سعادت نصیب فرما۔ یا اللہ اپنے ذکر و فکر اور حمد و تسبیح کی نعمت ہم سب کو عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ

اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور ہم نے ان کیلئے تانبے کا چشمہ بہا دیا

الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ

اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے آگے کام کرتے تھے اُن کے رب کے حکم سے، اور ان میں سے جو شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا ہم اس کو (آخرت میں)

عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ

دوزخ کا عذاب چکھادیں گے۔ وہ جنات اُن کیلئے وہ وہ چیزیں بناتے ہیں جو اُن کو (بنوانا) منظور ہوتا بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن جیسے حوض اور دیگیں جو

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

ایک ہی جگہ جمی رہیں، اے داؤد کے خاندان والو تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو، اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم نے اُن پر

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ

موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے اُن کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے

الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ اور سلیمان کے لئے	الرِّيْحَ ہوا	غُدُوُّهَا اسکی صبح کی منزل	شَهْرٌ ایک ماہ	وَرَوَاحُهَا اور شام کی منزل	شَهْرٌ ایک ماہ		
وَاَسَلْنَا لَهٗ اور ہم نے بہایا اس کیلئے	عَيْنَ الْقِطْرِ تانبے کا چشمہ	وَمِنَ اور سے	الْجِنِّ جن	مَنْ يَّعْمَلُ وہ کام کرتے	بَيْنَ يَدَيْهِ اس کے سامنے		
بِاِذْنِ اذن (حکم) سے	رَبِّهٖ اسکے رب کے	وَمَنْ اور جو	يَّزِغْ کجی کرے گا	مِنْهُمْ ان میں سے	عَنْ اَمْرِنَا ہمارے حکم سے		
نُذِقْهُ ہم اس کو چکھائیں گے	مِنْ سے۔کا	عَذَابِ عذاب	السَّعِيْرِ آگ (دوزخ)	يَعْمَلُوْنَ وہ بناتے	لَهٗ اس کیلئے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتے	
مِنْ سے	مَحَارِيْبَ بڑی عمارتیں (قلعے)	وَتَمَاثِيْلَ اور تصویریں	وَجِفَانٍ اور لگن	كَالْجَوَابِ حوض جیسے	وَ اور	قُدُوْرٍ دیگیں	رّٰسِيٰتٍ ایک جگہ جمی ہوئی
اِعْمَلُوْا تم عمل کرو	اٰلَ دَاوٗدَ اے خاندانِ داؤد	شُكْرًا شکر بجا لاکر	وَقَلِيْلٌ اور تھوڑے	مِنْ سے	عِبَادِيَ میرے بندے	الشَّكُوْرُ شکر گزار	
فَلَمَّا پھر جب ہم نے	قَضَيْنَا حکم جاری کیا	عَلَيْهِ اس پر	الْمَوْتَ موت	مَا دَلَّهُمْ انہیں پتہ نہ دیا	عَلٰى مَوْتِهٖ اس کی موت کا	اِلَّا مگر	
دَآبَّةُ الْاَرْضِ گھن کا کیڑا	تَاْكُلُ وہ کھاتا تھا	مِنْسَاَتَهٗ اس کا عصا	فَلَمَّا پھر جب	خَرَّ وہ گر پڑا	تَبَيَّنَتِ حقیقت کھلی	الْجِنُّ جن	اَنْ اگر
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہوتے	الْغَيْبَ غیب	مَا لَبِثُوْا وہ نہ رہتے	فِي میں	الْعَذَابِ عذاب	الْمُهِيْنِ ذلت		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا ذکر فرما کر حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کے متعلقین کو حکم ہوا تھا کہ تمہیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کرتے رہو اور میرے فرمان کا ذرا خلاف نہ کرو کیونکہ یہ بہت ہی بے جابات

ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں پھر اس کی فرمانبرداری ترک کردی جائے پھر جبکہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال کا نگراں بھی ہے کہ کوئی چھوٹا یا بڑا عمل اس سے پوشیدہ نہیں۔

اب داؤد علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان ان آیات میں ہو رہا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر پہلے بھی سورۃ انبیاء اور سورۂ نمل میں آچکا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام سن رشد کو پہنچ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت وحکومت دونوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جانشین بنادیا اور اس طرح فیضان نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آگئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بعض خصوصیات وامتیازات سے نوازا اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو آپ کے لئے طغرائے امتیاز بنیں۔

یہاں ان آیات میں جن انعامات کا ذکر فرمایا گیا اس میں پہلا انعام تسخیر ریاح کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کردیا تھا اور وہ آپ کے زیر فرمان کردی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت کی مقدار سفر فرمالیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت شاہی جس پر آپ مع اہل دربار کے سوار ہوتے۔ فضا میں مثل ہوائی جہاز کے اڑتا ہوا اس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے جاتی اور اس طرح ایک ماہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ تھوڑی دیر میں طے ہوتی تھی۔

بعض مفسرین نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تسخیر ہوا کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس عمل کے صلہ میں عطا ہوا تھا کہ ایک روز وہ اپنے گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول تھے اس میں ایسی مشغولیت ہوئی کہ آپ کی عصر کی نماز کا وقت ختم ہوگیا اور نماز قضا ہوگئی۔ جب تنبہ ہوا کہ گھوڑے اس غفلت کا سبب ہوئے تھے تو اس سبب غفلت کو ختم کرنے کیلئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ذبح کر کے قربان کردیا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گائے بیل کی طرح گھوڑے کی قربانی بھی جائز تھی چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی سواری کے جانور قربان کردیئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر سواری عطا فرمادی۔ یہ گھوڑوں کے قربان کرنے کی تفصیل سورۂ ص ۲۳ویں پارہ میں ذکر فرمائی گئی ہے۔

دوسری نعمت یہاں یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا تھا یعنی زمین سے ایک چشمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پھوٹ نکلا تھا جس میں سے پانی کے بجائے پگھلا ہوا تانبہ بہتا تھا۔ اس پگھلے ہوئے تانبہ کو سانچوں میں ڈال کر جنات بڑے بڑے برتن تیار کرتے تھے جن میں ایک لشکر کا کھانا پکتا اور کھلایا جاتا۔ پھر چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عظیم الشان عمارات اور پرشوکت قلعوں کی تعمیر کرائی۔ اور ایسی تعمیرات کے استحکام کے لئے ضرورت تھی کہ گارے چونے کی بجائے پگھلی ہوئی دھات گارے کی طرح استعمال کی جائے۔ لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے۔ حق تعالیٰ نے اس ضرورت کو اس طرح حل کردیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ مرحمت فرمادیا۔

تیسری نعمت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا تھا۔ جنات جیسی طاقت ورقوم حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے معمولی قلیوں اور خدمت گاروں کی طرح آپ کے کام میں لگے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ جنات سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کریں۔ ذرا سرکشی کی تو آگ میں پھونک دیا جائے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان جنات سے بڑے بڑے محل۔ مسجدیں۔ اور قلعے

تعمیر کراتے اور مجسمے بنواتے۔اور تانبہ کے بڑے بڑے لگن جیسے حوض یا تالاب اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی جگہ سے نہ ہل سکتی تھیں یہ جنات بناتے۔تو حضرت داؤد علیہ السلام کے کنبے اور گھرانے کو ان عظیم الشان انعامات و احسانات کو یاد دلا کر حق تعالیٰ حکم فرماتے ہیں اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا اے داؤد کے خاندان والو یعنی حضرت سلیمان اور ان کے متعلقین تم سب ان نعمتوں کے شکریہ میں نیک کام کیا کرو یعنی محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے حق تعالیٰ کی شکر گزاری ٹپکتی ہو۔حدیث میں حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی ہے کہ جب یہ آیت اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف لائے اور اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو پورا کرلے تو جو فضیلت آلِ داؤد کو عطا کی گئی تھی وہ اس کو بھی مل جائے گی۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تین کام کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ رضا اور غضب کی دونوں حالتوں میں انصاف پر قائم رہنا۔اور غنا اور فقر کی دونوں حالتوں میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا اور خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرنا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ احسان تو خدا کم وبیش سب ہی پر کرتا ہے لیکن پورے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں۔یہاں جو شکر گزاری کا حکم عمل کے ذریعہ سے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات محض زبان سے مانتا ہو مگر اس کی نعمتوں کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہو تو یہ زبانی شکر بے معنی ہے۔اصل شکر گزار بندہ وہی ہے جو زبان سے بھی نعمت کا اعتراف کرے اور اس کے ساتھ منعم کی عطا کردہ نعمتوں سے وہی کام لے جو منعم حقیقی کے مرضی کے مطابق ہو۔

حضرت شاہ عبدالقادر مفسر و محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایسے عظیم الشان احسانات کئے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کے صرف و خرچ اور داد و دہش پر تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت وحکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے ''امانت الٰہی'' سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔یہ تھی عمل سے حق تعالیٰ کی کامل شکر گزاری۔

الغرض یہ تو زندگی کے احسانات تھے اب آگے موت کے بعد کا ایک احسان بیان فرمایا جاتا ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کے ہاتھوں بیت المقدس تعمیر کرا رہے تھے اور جنات کی ایک بہت بڑی جماعت اس عظیم الشان عمارت بنانے میں مصروف تھی کہ سلیمان علیہ السلام کو پیغام اجل آ پہنچا۔جب معلوم ہوا کہ میری موت آ پہنچی تو جنات کو تعمیر کا نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں دروازہ بند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوسکا۔وفات کے بعد مدت تک جنات بدستور تعمیر کرتے رہے۔جب تعمیر پوری ہوگئی تو جس عصا پر ٹیک لگا رکھی تھی گھن کے کیڑے کے کھانے سے وہ عصا ٹوٹ گیا تب نعش مبارک گر پڑی۔ اس وقت سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔تب جنات کو بھی علم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ ہوا انتقال ہو گیا تھا اور وہ افسوس کرنے لگے کہ ہم نہ معلوم کر سکے اور کاش کہ ہم علم غیب رکھتے تو عرصہ تک اس مشقت و محنت میں نہ پڑے رہتے جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے بتلا رہے۔اگر ہمیں علم ہوجاتا تو ہم اس سے بہت پہلے آزاد ہو گئے ہوتے اور حضرت سلیمان کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیتے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا

14 ہے کہ مشرکین عرب جنات کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے تھے اور یہ مشرکین جنات کو عالم الغیب جانتے تھے اور غیب کی باتیں جاننے کے لئے ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی عقیدہ کی تردید میں بھی یہ واقعہ سنا دیا جس سے جنات کی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد مشرکین کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر ہوتی تو اس ذلت آمیز تکلیف میں کیوں پڑے رہتے۔

یہاں ان آیات میں کچھ ان کاموں کی بھی تفصیل ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام جنات سے لیتے تھے۔ ان کاموں میں جنات سے مجسمے۔ مورتیں اور تصاویر بھی بنوانا تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں جان داروں کے مجسمے اور تصاویر بنانا اور استعمال کرنا جائز تھا مگر شریعت اسلامیہ میں جانداروں کے مجسمے۔ مورتیں اور تصاویر بنانا اور استعمال کرنا حرام ہے اور ان کی سخت ممانعت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں جانداروں کی تصاویر اور مجسمے بت پرستی کا ذریعہ بن گئیں۔ شریعت اسلامیہ کو چونکہ اللہ تعالیٰ کو قیامت تک قائم رکھنا تھا اس لئے اس شریعت میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا کہ جس طرح حرام چیزوں اور معاصی کو حرام و ممنوع کیا گیا ہے اسی طرح ان کے ذرائع اور اسباب قریبہ کو بھی حرام کر دیا گیا ہے۔ اصل جرم عظیم شرک و بت پرستی ہے اس کی ممانعت ہوئی تو جن راستوں سے بت پرستی آسکتی تھی ان کو بھی حرام اور ممنوع قرار دیا گیا۔ اسی طرح مثلاً شراب نوشی حرام کی گئی تو اس کی خرید و فروخت۔ اس کا لانا لے جانا۔ اس کی مزدوری اس کا بنانا سب حرام کر دیا گیا۔ جو شراب نوشی کے ذرائع ہیں۔ الغرض ذی روح کی تصاویر کا بنانا اور استعمال کرنا ہماری شریعت میں حرام کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ متواترہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ جس کے احکام تفصیل سے علماء نے مستقل تصانیف میں جمع کر دیئے ہیں۔ یہ وضاحت یہاں اس لئے عرض کی گئی کہ آج کل تصاویر کے بنانے اور اس کے استعمال کرنے کا گناہ وبائے عام کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ احادیث میں اس پر شدید وعیدیں آئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب میں تصویر بنانے والے ہوں گے اور صحیحین ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مصور جہنم میں جائے گا۔ اور بعض روایات حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لعنت سے مسلمانوں کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض یہاں تک حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام یعنی اللہ تعالیٰ کے دو خاص منیب اور شاکر بندوں کا ذکر ہوا کہ جن کو نبوت و رسالت کے علاوہ ایسی دنیاوی سلطنت و بادشاہت نصیب ہوئی کہ جس کی نظیر نہیں مگر یہ دونوں کیسے خدا کے پسندیدہ اور برگزیدہ بندے تھے کہ باوجود اس بے مثال بادشاہت کے شب و روز خدا کی نعمتوں کے شکر گزار رہے۔ خدا کی طرف خاص طور پر متوجہ اور ملتفت ہوئے تو اللہ نے بھی کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو دین اور دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی مرضیات کے موافق ان تمام نعمتوں کو استعمال کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ یا اللہ شریعت مطہرہ کی ہم کو ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما اور ہر منکر و معصیت سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۗ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

سبا (کے لوگوں کیلئے) اُن کے وطن میں نشانیاں موجود تھیں، دو قطاریں تھیں باغ کے دائیں اور بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ

رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝۱۵ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

اور اس کا شکر کرو، (کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور بخشنے والا پروردگار۔ سو انہوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝۱۶ ذٰلِكَ

اور ہم نے اُن کے اُن دو رویہ باغوں کے بدلہ اور دو باغ دیدیئے جن میں یہ چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری۔ اُن کو یہ سزا ہم نے

جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝۱۷

اُن کی ناسپاسی کے سبب دی، اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ البتہ تھی	لِسَبَاٍ (قوم) سبا کیلئے	فِيْ میں	مَسْكَنِهِمْ اُن کی آبادی	اٰيَةٌ ایک نشانی	جَنَّتٰنِ دو باغ	عَنْ يَّمِيْنٍ دائیں سے	
وَّشِمَالٍ اور بائیں	كُلُوْا تم کھاؤ	مِنْ سے	رِّزْقِ رَبِّكُمْ اپنے رب کے رزق	وَاشْكُرُوْا اور شکر ادا کرو	لَهٗ اس کا	بَلْدَةٌ شہر	طَيِّبَةٌ پاکیزہ
وَّرَبٌّ اور پروردگار	غَفُوْرٌ بخشنے والا	فَاَعْرَضُوْا پھر انہوں نے موڑ لیا	فَاَرْسَلْنَا تو ہم نے بھیجا	عَلَيْهِمْ ان پر	سَيْلَ الْعَرِمِ سیلاب بند سے (رکا ہوا)		
وَبَدَّلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں بدل دیئے	بِجَنَّتَيْهِمْ انکے دو باغوں کے بدلے	جَنَّتَيْنِ دو باغ	ذَوَاتَيْ والے	اُكُلٍ میوہ	خَمْطٍ بدمزہ	وَّاَثْلٍ اور جھاؤ	
وَّشَيْءٍ اور کچھ	مِّنْ سِدْرٍ بیریاں	قَلِيْلٍ تھوڑی	ذٰلِكَ یہ	جَزَيْنٰهُمْ ہم نے انکو سزا دی	بِمَا اس کے سبب جو	كَفَرُوْا انہوں نے ناشکری کی	
	وَهَلْ اور نہیں	نُجٰزِيْٓ ہم سزا دیتے	اِلَّا مگر۔صرف	الْكَفُوْرَ ناشکرا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کے برکات وثمرات ظاہر کرنے کے لئے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے قصے بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اس کے احکام کی نافرمانی کا نتیجہ ووبال ظاہر کرنے کے لئے قوم سبا کا قصہ مذکور ہوتا ہے تاکہ مخالفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عموماً اور کفار کو خصوصاً تنبیہ ہو۔ چونکہ اہل مکہ میں اہل سبا اور ان کے قصہ کی شہرت تھی اس لئے کفار مکہ کو خاص طور سے اہل سبا کا واقعہ سنایا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے متاثر ہوں۔ قوم سبا کا وہ عبرتناک سانحہ اور ان کے عروج وزوال کا وہ بصیرت افروز واقعہ جو قرآن پاک نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے تاریخی واقعات میں بہت اہمیت رکھتا ہے اور قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں ہزاروں عبرت ونصیحت مہیا کرتا ہے۔

ان آیات کی تشریح سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم سبا کے متعلق کچھ ضروری معلومات پیش کر دی جائیں۔ قوم سبا کا ذکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورۂ نمل ۱۹ ویں پارہ میں بھی آ چکا ہے جبکہ ملکہ سبا بلقیس نے حاضر خدمت ہو کر سلیمان علیہ السلام کے سامنے قبول ایمان کیا۔ یہ زمانہ سبا کی حکومت کا زمانہ عروج ہے۔ اور یہ زمانہ تاریخ کے لحاظ سے ۹۵۰ ق۔م کا تھا۔ قوم سبا کی حکومت موجودہ یمن کے جنوبی حصہ پر تھی جو بعد میں وسیع ہو کر حضر موت اور حبش تک پھیل گئی تھی۔ مورخین نے حکومت سبا کو چار

طبقات پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا طبقہ ۱۱۰۰ق۔م سے شروع ہوکر ۵۵۰ ق۔م پر ختم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کی ملکہ سبا کا تعلق اسی طبقہ سے ہے۔ دوسرا طبقہ ۵۵۰ ق۔م سے شروع ہوکر ۱۱۵ق۔م پر ختم ہوتا ہے۔ سیل عرم یعنی بند کے سیلاب کا واقعہ جس کا تذکرہ ان آیات میں کیا گیا ہے۔ اسی دور سے متعلق ہے۔ تیسرا طبقہ ۱۱۵ق۔م سے شروع ہوکر ۳۰۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ اور چوتھا یعنی آخری دور ۳۰۰ء سے شروع ہوکر ۵۲۵ء پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں اہل حبش آخری مرتبہ یمن پر قابض ہوئے۔ (قصص القرآن) بالآخر ظہور اسلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے بعد اسلام کی صداقت سے متاثر ہوکر سارا یمن یکدم ایمان لے آیا۔ اس قوم سبا میں بہت سے سلاطین ہوئے بعضے اچھے بھی ہوئے اور بعضے بت پرست ہوئے۔ جب ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایمان قبول کیا تو صدیوں تک انہوں نے اس امانت الٰہی کو سینے سے لگائے رکھا لیکن گذشتہ قوموں کی طرح جب انہوں نے ایمان سے روگردانی شروع کی اور دوبارہ شرک اختیار کیا تب خدا کے پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانہ میں آکر ان کو رشد وہدایت کی جانب متوجہ کیا۔ غالبًا یہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں جو بذات خود اپنے نائبوں کے ذریعہ ان کو ہدایت کی جانب بلاتے رہے مگر انہوں نے عیش وعشرت۔ دولت وثروت۔ حکومت وشوکت کے نشہ میں کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ بنی اسرائیل کی طرح خدا کی نعمتوں کو ٹھکرانے لگے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک صدی پہلے خدا کی جانب سے سیل عرم کی تباہی کا عذاب آیا اور اس نے قوم سبا کو پارہ پارہ کردیا۔ (قصص القرآن) اہل سبا ایک تاجر قوم تھی اور یہ وصف ان کا قومی مزاج بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حدود حکومت میں جو خزانے مدفون کررکھے تھے وہ ان کے لئے تائید غیبی بن گئے تھے۔ سونے وجواہرات کی بکثرت کانیں موجود تھیں۔ یمن کا علاقہ خوشبودار اشیاء کی پیداوار کے لئے مشہور تھا۔ عرب میں مستقل دریا تو ناپید ہیں۔ اکثر بارش کے پانی پر گزر ہے اور کہیں

کہیں پہاڑی چشمہ بھی ہیں۔ بارش کا پانی ہو یا پہاڑی چشموں کا۔ تمام پانی بہہ کر وادی کے ریگستانوں میں جذب ہوکر ضائع ہوجاتا۔ قوم سبا نے اس پانی کو کام میں لانے اور باغات وزراعت کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے یمن میں ایک سو سے زائد بند باندھے تھے اور ان کی وجہ سے تمام ملک سرسبز اور بہارستان بنا ہوا تھا۔ انہیں بندوں میں سب سے بڑا اور عظیم الشان بند ''سد مارب'' تھا جو دارالحکومت میں بنایا گیا تھا۔ یہ بند کئی میل مربع میں بنایا گیا تھا۔ دور دور کا پانی وہاں جمع ہوتا اور اس سے پھر چھوٹی شاخیں اور نہریں نکالی گئی تھیں اور ان کے ذریعہ سے سال بھر تک کھیتیاں و باغات سیراب کئے جاتے اور یہ باغات دورویہ سڑکوں پر منزلوں تک چلے گئے تھے۔ لکھا ہے کہ اس عظیم الشان بند کی وجہ سے تین سو مربع میل تک داہنے اور بائیں۔ کھجوروں کے نخلستان۔ میووں اور پھلوں کے حسین وجمیل باغ خوشبوؤں کے کھیت۔ دارچینی۔ عود وغیرہ کے گنجان باغات اس کثرت سے ہوگئے تھے کہ تمام علاقہ چمنستان اور فردوس بنا ہوا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے روایت لکھی ہے کہ پھلوں اور میووں کی یہ کثرت تھی کہ اگر ایک عورت کسی موسم میں بھی سر پر ٹوکری رکھ کر ان باغات کے اندر گزر جاتی تو ہاتھ لگائے بغیر ہی اس کی ٹوکری پختہ پھلوں کے ٹپکنے سے بھر جاتی۔ آب وہوا ایسی فرحت بخش روح پرور اور صحت افزا تھی کہ اہل سبا موذی جانور کیڑے مکوڑے۔ مچھر۔ مکھی۔ پسو وغیرہ سے پاک اور محفوظ تھے۔ الغرض اس بند کی وجہ سے ملک میں عظیم الشان اضافہ اور ترقی اور تجارتی کاروبار اور معدنیات کی کثرت کی وجہ سے سونا چاندی اور جواہرات کی بہتات نے قوم سبا میں اس درجہ خوش عیشی۔ رفاہیت اور فارغ البالی اور اطمینان پیدا کردیا تھا کہ وہ ہر وقت مسرت اور شادمانی کے ساتھ خدا کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے اور شب وروز مرفہ حالی میں زندگی بسر کرتے۔ اہل سبا ایک عرصہ تک تو اس جنت ارضی کو خدا کی ایک عظیم الشان آیت ونعمت ہی سمجھتے رہے اور ایمان پر قائم رہتے ہوئے احکام الٰہی کی تعمیل اپنا فرض یقین کرتے رہے لیکن

تمول۔خوش عیشی اور ہر قسم کے راحت و آرام نے آہستہ آہستہ ان میں وہی اخلاق اور رویے پیدا کر دیئے جو گذشتہ متکبر اور مغرور قوموں میں موجود تھے اور بد اخلاقی میں اہل سبا یہاں تک ترقی کرتے رہے کہ انہوں نے دین حق کو بھی خیر باد کہہ دیا اور کفر و شرک کی سابق زندگی کو دوبارہ اپنا لیا۔تاہم رب غفور نے فوراً گرفت نہیں کی بلکہ اس کی وسعت رحمت نے مہلت کے قانون سے کام لیا اور انبیاء علیہم السلام نے ان کو راہ حق کی تلقین فرمائی اور بتایا کہ ان نعمتوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دولت و ثروت اور جاہ و حشمت کے نشہ میں چور ہو کر مست ہو جاؤ اور نہ یہ کہ اخلاق کریمانہ کو چھوڑ بیٹھو اور کفر و شرک اختیار کر کے خدا کے ساتھ بغاوت اختیار کرو۔ایک روایت میں ہے کہ اس درمیان میں ان کے پاس خدا تعالیٰ کے تیرہ نبی آئے مگر انہوں نے مطلق توجہ نہ کی اور اپنی موجودہ خوش عیشی کو دائمی وراثت سمجھ کر شرک و کفر کی بدمستیوں میں مبتلا رہے آخر قانونِ قدرت نے خود کو دہرایا اور ان کا انجام بھی وہی ہوا جو گذشتہ زمانہ میں خدائے برحق کی نافرمان قوموں کا ہو چکا تھا۔چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان پر دو قسم کا عذاب مسلط کر دیا جس کی بدولت ان کے جنت مثال باغات برباد ہو گئے اور ان کی جگہ جنگلی بیری۔خاردار درخت۔اور بدمزہ پھل اگ کر یہ شہادت دینے اور عبرت کی کہانی سنانے لگے کہ خدا کی پیہم نافرمانی اور سرکشی کرنے والی قوم کا یہ حشر ہوتا ہے۔پہلی سزا یہ ہوئی کہ وہ ''بند'' جس کی تعمیر پر ان کو بے حد ناز تھا اور جس کی بدولت ان کا دارالحکومت خوبصورت اور حسین باغات اور سرسبز شاداب کھیتوں سے گلزار بنا ہوا تھا وہ خدا کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اچانک اس کا پانی زبردست سیلاب بن کر پھیلا اور اس تمام زمین پر جن میں فرحت بخش باغات تھے سب کو غرق آب کر کے برباد کر ڈالا۔جب پانی آہستہ آہستہ خشک ہو گیا تو اس پورے علاقہ میں باغات کی بجائے جھاؤ کے درخت۔جنگلی بیری اور پیلو کے درخت جس کا پھل بد ذائقہ اور بکسا ہوتا ہے جگہ لے لی۔اور خدا کے اس عذاب کو قوم سبا کی کوئی قوت و سطوت نہ روک سکی اور اہل سبا کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے بلدۂ طیبہ اور اس کے قرب و جوار کو چھوڑ کر منتشر ہو جائیں۔کچھ ہلاک ہوئے کچھ پریشان ہو کر منتشر ہو گئے غرض کہ اہل سبا اپنے غرور و تکبر اور غفلت و سرکشی اور کفر و شرک پر اصرار کے سبب سیل عرم کے ذریعہ تباہ و برباد ہوئے۔اخیر میں فرمایا کہ ایسی سخت سزا بڑے درجہ کے ناشکروں ہی کو دی جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو جو دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ نصیب فرمائیں۔یا اللہ کفران نعمت کے وبال سے ہم سب کو بچائیے اور ہم سے اس معاملہ میں گذشتہ زندگی میں جو کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہوں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنی گرفت اور سزا سے ہم کو محفوظ و مامون فرمائیے۔یا اللہ اس ملک پاکستان کو جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور جہاں آپ کے احکام کی بہت کچھ خلاف ورزیاں اور نافرمانیاں ہوتی رہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں۔یا اللہ اس ملک اور قوم کو ہدایت بخش دے کہ آپ کے اور آپ کے مقدس و معظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے غفلت اور نافرمانی سے باز آجائے اور آپ نے جو اپنے احکام کی اطاعت کے ذریعہ اپنی نعمتوں کے شکر کا حکم دیا ہے اس کو بجالانے پر کمربستہ ہو جائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ط

اور ہم نے اُن کے اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے برکت کر رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان دیہات کے درمیان ان کے چلنے کا ایک

سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا اٰمِنِينَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

خاص انداز رکھا تھا کہ بےخوف وخطر ان میں راتوں کو اور دنوں کو چلو۔ سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کردے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَجَعَلْنٰهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ط إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۱۹﴾

سو ہم نے ان کو افسانہ بنادیا اور ان کو بالکل تتر بتر کردیا، بیشک اس (قصہ) میں ہر صابر وشاکر کے لئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

وَجَعَلْنَا اور ہم نے (آباد) کردیئے	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	الْقُرَى بستیاں	الَّتِي وہ جنہیں	بٰرَكْنَا ہم نے برکت دی
فِيهَا اس میں	قُرًى بستیاں	ظَاهِرَةً ایکدوسرے سے متصل	وَقَدَّرْنَا اور ہم نے مقرر کردیا	فِيهَا السَّيْرَ ان میں آمد ورفت	سِيرُوا تم چلو (پھرو)
فِيهَا ان میں	لَيَالِيَ راتوں	وَأَيَّامًا اور دنوں	اٰمِنِينَ امن سے (بے خوف و خطر)	فَقَالُوا وہ کہنے لگے	رَبَّنَا اے ہمارے رب
بٰعِدْ دوری پیدا کردے	بَيْنَ أَسْفَارِنَا ہمارے سفروں کے درمیان	وَظَلَمُوا اور انہوں نے ظلم کیا	أَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر	فَجَعَلْنٰهُمْ تو ہم نے بنادیا انہیں	
أَحَادِيثَ افسانے	وَمَزَّقْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں پراگندہ کردیا	كُلَّ مُمَزَّقٍ پوری طرح پراگندہ	إِنَّ بیشک	فِي ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ نشانیاں
	لِكُلِّ صَبَّارٍ ہر بڑے صبر کرنے والے	شَكُورٍ شکرگزار			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قوم سبا کو اللہ تعالیٰ نے کس درجہ دنیوی نعمتیں عطا فرمائی تھیں کہ ہر وقت مسرت اور شادمانی کی زندگی بسر کرتے تھے اور شب و روز خدا کی نعمتوں سے بہرہ انداوز تھے مگر جب اس قوم نے خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے غرور وتکبر کے ساتھ کفران نعمت کیا۔ نبیوں اور پیغمبروں کے بار بار رشد و ہدایت پہنچانے کے باوجود شرک وکفر پر اصرار پر اصرار کیا تو اچانک عذاب الٰہی نے آ کر ان کو تباہ و برباد کیا اور وہی بند جس کی تعمیر پر ان کو ناز تھا اور جس کی بدولت یمن گلزار بنا ہوا تھا جب خدا کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اچانک اس کا پانی زبردست سیلاب بن کر بہا تو وہی ان کی تباہی و بربادی کا سبب بن گیا۔ سارے سرسبز کھیتوں۔ خوشبودار درختوں۔ عمدہ میووں اور پھلوں کے شاداب باغوں سے محروم ہوگئے اور اہل سبا کچھ ہلاک ہوئے اور کچھ منتشر ہوکر ادھر ادھر کے ملکوں میں چلے گئے۔ تو یہ پانی کا بند ٹوٹنے کی پہلی سزا تھی جو اس قوم کو قدرت الٰہی کی طرف سے کفران نعمت کے وبال میں پہنچی مگر عذاب الٰہی کی تکمیل ہنوز باقی تھی اس لئے کہ اہل سبا نے صرف غرور و سرکشی اور کفر وشرک ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہیں ٹھکرایا تھا بلکہ ان کو یمن سے شام تک راحت رساں آبادیوں اور کارواں سراؤں اور مسافر خانوں کی وجہ سے وہ سفر بھی ناپسند تھا جس میں ان کو یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ سفر کی صعوبتیں کیا ہوتی ہیں۔ پانی کی تکلیف اور خورد ونوش کی ایذا کس شے کا نام ہے۔ قدم قدم پر میلوں تک سرسبز شاداب باغات کی وجہ سے گرمی اور تپش کی زحمت سے بھی ناآشنا تھے۔ انہوں نے ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بجائے بنی

اسرائیل کی طرح ناک بھوؤں چڑھا کر یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ انسان سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور یہ بھی نہ معلوم ہو کہ حالت سفر میں ہے یا اپنے گھر میں۔ سفر کا لطف تو وہ انسان اٹھاتے ہیں جو سفر کی ہمہ قسم کی تکلیف اٹھاتے ہیں پانی اور کھانے پینے کے لئے آزار سہتے ہیں اور اب راحت اور آرام کے نہ ملنے کی وجہ سے سفر میں تکالیف کا ذائقہ چکھتے ہیں۔ اے کاش ہمارا سفر بھی ایسا ہو جائے کہ ہم یہ محسوس کرنے لگیں کہ وطن سے کسی دور دراز جگہ کا سفر کرنے نکلے ہیں اور دوریٔ منزل کی تکالیف کو سہتے ہوئے ہم حضر اور سفر میں امتیاز کر سکیں۔ یہ اس قوم کی بدبختی۔ ناسپاسی اور ناشکری تھی کہ اللہ کی نعمتوں سے اکتا کر خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے تھے۔ تو اس قوم نے جب اس طرح کفران نعمت کی تکمیل کر دی تو اب خدائے تعالیٰ نے بھی ان کو دوسری سزا یہ دی کہ یمن سے شام تک ان کی تمام ان آبادیوں کو ویران کر دیا جو نزدیک نزدیک مسلسل چھوٹے چھوٹے قصبوں۔ گاؤں۔ گاؤں۔ کارواں سراؤں۔ اور تجارتی منڈیوں کی صورت میں آباد تھیں اور اس طرح اس پورے علاقہ میں خاک اڑنے لگی اور یمن سے شام تک یہ آبادیوں کا سلسلہ ویرانوں میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔

قرآن کریم کی یہ آیات اسی حقیقت کا اعلان کرتی ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ علاوہ اور نعمتوں کے جو اہل سبا کو حاصل تھیں ایک خاص نعمت سفر کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھی تھی اور وہ یہ کہ ان کے ملک سے شام تک راستے مامون تھے سڑک کے کنارے کنارے دیہات اور آبادیوں کا سلسلہ ایسے اندازہ اور تناسب سے چلا گیا تھا کہ مسافر کو ہر منزل پر کھانا۔ پانی اور آرام کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا دل نہیں گھبراتا نہ چوروں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ سفر کیا تھا ایک طرح کی سیر و تفریح تھی۔ سو اس نعمت کی بھی انہوں نے جس کی حقیقی شکرگزاری کہ طاعت الٰہیہ تھی نہ کی ایسے ہی ظاہری شکرگزاری بھی نہ کی کہ اس نعمت الٰہیہ کو غنیمت سمجھتے اور اس کی قدر کرتے وہ بھی نہ کی چنانچہ کہنے لگے کہ اے اللہ! اس طرح سفر کا لطف نہیں آتا منزلیں دور دور ہوں۔ آس پاس آبادی نہ ملے۔ لطف تو اس میں ہے کہ کہیں زادراہ ختم ہو گیا کہیں پیاس ہے اور پانی نہیں ملتا۔ کہیں چوروں کا اندیشہ ہے اور نوکر ہتھیار بند پہرے دے رہے ہیں۔ پھر اس موجودہ حالت میں ہم کو اپنی بڑائی اور سرداری کے اظہار کا موقع بھی نہیں ملتا۔ امیر غریب سب یکساں سفر کر سکتے ہیں اس لئے دل یہ چاہتا ہے کہ ہمارے سفروں میں درازی اور فاصلہ کر دے یعنی بیچ کے دیہات اور آبادیاں اجاڑ دے تاکہ منزلوں میں خوب فاصلہ ہو جاوے۔ تو بجائے اس نعمت سہولت سفر کی قدر کرنے کے اس کی بے قدری کرنے لگے اور علاوہ اس ناشکری کے اور بھی انہوں نے نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا جس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا اور ان کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اکثر خاندان ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ کوئی ایک طرف کوئی دوسری طرف نکل گیا۔ آبادیوں کے نام و نشان حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ اب ان کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ سنیں اور عبرت پکڑیں۔ ان کا وہ عظیم الشان تمدن اور شان و شکوہ سب خاک میں مل گیا۔ اور ان کے وہ عالی شان مساکن و باغات اور آس پاس کی آبادیاں سب ویران ہو گئے اور ان کی حالت لائق عبرت ہو گئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں موعظت و نصیحت کے چار طریقہ بیان فرمائے ہیں۔

ایک تذکرہ بالآء اللہ یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو انعامات و احسانات فرمائے ہیں ان کو یاد کر کے خدا کے احکام کی پیروی کی جانب متوجہ ہونا۔

دوسرے تذکیر بایام اللہ یعنی ان گذشتہ قوموں کے حالات

بیان کر کے نصیحت وعبرت دلانا جنہوں نے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے کامرانی وفلاح دارین حاصل کی اور یا سرکشی وطغیان کی انتہا پر پہنچ کر ہلاکت وتباہی مول لی۔ بالفاظ دیگر قوموں کے عروج وزوال کو پیش کر کے سامان عبرت مہیا کرنا۔

تیسرے تذکیر بآیات اللہ یعنی مظاہر قدرت کی جانب توجہ دلا کر خالق کائنات کی ہستی اور اس کی وحدت وقدرت کا اعتراف کرانا اور تصدیق حق کے لئے اپنی نشانیوں کے ذریعہ چشم بصیرت کھولنا۔

چوتھے تذکیر بما بعد الموت۔ یعنی موت کے بعد۔ برزخ۔ قیامت۔ حشر ونشر۔ جزا سزا۔ عذاب ثواب۔ جنت دوزخ کے حالات سنا کر عبرت دلانا۔

قوم سبا کا واقعہ تذکرہ بایام اللہ سے تعلق رکھتا ہے اور ہم کو یہ عبرت دلاتا ہے کہ جب کوئی قوم عیش و راحت اور ثروت و طاقت۔ یا حکومت وسلطنت کے گھمنڈ میں آ کر نافرمانی اور سرکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے تو اول خدائے تعالیٰ اس کو مہلت دیتے ہیں اور اس کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنی حجت کو آخری حد تک پورا فرماتے ہیں پس وہ اگر اس پر بھی قبول حق کی دشمن رہی اور بغاوت وسرکشی پر جمی رہی اور خدا کی نعمتوں کا نہ صرف کفران نعمت بلکہ اللہ کی عطا کردہ سہولتیں بھی ناگوار گزرنے لگیں اور وہ ان کو ٹھکرانے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قانون گرفت آگے بڑھتا ہے اور ایسی بدبخت قوم کو پارہ پارہ کر کے ان کا سارا کروفر مٹا دیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان قرآنی واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے جو دینی اور دنیوی نعمتیں ہم کو اور ہماری قوم کو اور ہمارے ملک کو عطا فرمائی ہیں ان پر ہمیں حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرما اور ان نعمتوں کو اپنی مرضیات میں استعمال کرنے کا عزم عطا فرما۔

یا اللہ ہمیں اور ہمارے ملک کو اور ہماری قوم کے ہر چھوٹے بڑے کو حاکم اور محکوم کو کفران نعمت۔ قبول حق سے انحراف۔ قانون الٰہیہ سے بغاوت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرکشی جیسی کافرانہ خصلتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اور ہر طرح کے دنیوی واخروی عذاب وگرفت سے محفوظ ومامون فرما دے۔

یا اللہ ہم سوائے اس کے کہ آپ کی طرف رجوع ہوں اور آپ کی پناہ طلب کریں اور آپ سے ہدایت کے طالب ہوں اور کوئی چارہ ہمارے لئے نہیں یا اللہ اس ملک اور قوم کے لئے ہدایت کے فیصلہ فرما دے اور یہاں اسلام وایمان کے پھیلنے اور چمکنے کے راستہ کھول دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا

اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارہ میں اپنا گمان صحیح پایا کہ یہ سب اُسی راہ پر ہولئے مگر ایمان والوں کا گروہ۔ اور ابلیس کا

كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ط

اُن لوگوں پر تسلط بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو کہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے (الگ کر کے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں،

وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ

اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے۔ آپ فرمایئے کہ جن کو تم خدا کے سوا سمجھ رہے ہو اُن کو پکارو، وہ ذرہ برابر

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم

اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ط حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ

اور خدا کے سامنے سفارش کسی کیلئے کام نہیں آتی مگر اس کیلئے جس کی نسبت وہ اجازت دیدے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے

قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ط قَالُوا الْحَقَّ ج وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾

تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا، وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے۔

وَلَقَدْ اور البتہ	صَدَّقَ سچ کر دکھایا	عَلَيْهِمْ ان پر	إِبْلِيسُ ابلیس	ظَنَّهُ اپنا گمان	فَاتَّبَعُوهُ پس انہوں نے اسکی پیروی کی	إِلَّا سوائے	
فَرِيقًا ایک گروہ	مِّنَ سے۔کا	الْمُؤْمِنِينَ مومن	وَمَا كَانَ اور نہ تھا	لَهُ اسے (ابلیس کو)	عَلَيْهِمْ ان پر	مِّن سُلْطَانٍ کوئی غلبہ	إِلَّا مگر
لِنَعْلَمَ تاکہ ہم معلوم کرلیں	مَن يُؤْمِنُ جو ایمان رکھتا ہے	بِالْآخِرَةِ آخرت پر	مِمَّنْ اس سے جو	هُوَ وہ	مِنْهَا اس سے	فِي شَكٍّ شک میں	
وَرَبُّكَ اور تیرا رب	عَلَىٰ پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	حَفِيظٌ نگہبان	قُلِ فرما دیں	ادْعُوا پکارو	الَّذِينَ ان کو جنہیں	زَعَمْتُم گمان کرتے ہو
مِّن دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوا	لَا يَمْلِكُونَ وہ مالک نہیں ہیں	مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ایک ذرہ کے برابر	فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِي الْأَرْضِ زمین میں		
وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کا	فِيهِمَا مِن شِرْكٍ ان (آسمان وزمین) میں کوئی ساجھا	وَمَا لَهُ اور نہیں اس (اللہ) کا	مِنْهُم ان میں سے			
مِّن ظَهِيرٍ کوئی مددگار	وَلَا تَنفَعُ اور نفع نہیں دیتی	الشَّفَاعَةُ شفاعت	عِندَهُ اس کے پاس	إِلَّا سوائے	لِمَنْ أَذِنَ جسے وہ اجازت دے		
لَهُ اس کو	حَتَّىٰ یہاں تک	إِذَا جب	فُزِّعَ دور کردی جاتی ہے	عَن قُلُوبِهِمْ ان کے دلوں سے	قَالُوا کہتے ہیں	مَاذَا کیا	قَالَ کہا
	رَبُّكُمْ تمہارے رب نے	قَالُوا وہ کہتے ہیں	الْحَقَّ حق	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيُّ بلند مرتبہ	الْكَبِيرُ بزرگ قدر	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصوں سے اللہ کے ماننے والوں اور اس کے شکر گزار بندوں کا حال سنانا مقصود تھا کہ انہوں نے دنیا اور آخرت میں اس کا پھل کیا پایا اور اہل سبا کے قصہ سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ اللہ کے

فرمان سے منہ پھیرنے والوں اور اس کی ناشکری کرنے والوں اور کفران نعمت کرنے والوں کا دنیا میں بھی بھلا نہیں ہوتا اور آخر کار وہ ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اب سبا والوں نے جو شیطان کے فریب میں پھنس کر اپنی دین و دنیا دونوں کو خراب کیا اس کے متعلق اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ شیطان کو یہ تو قدرت نہ تھی کہ لاٹھی لے کر ان کو زبردستی راہ حق سے روک دیتا۔ ہاں شیطان بہکاتا پھسلاتا ہے اور لوگ اپنے اختیار سے اس کے دام فریب میں پھنستے ہیں۔ اب اگر کسی کو شبہ پیدا ہو کہ شیطان کو اتنی قدرت اغوا اور بہکانے کی کیوں دی تو اس کی حکمت اور راز بتلایا جاتا ہے کہ اس کو یہ قدرت بہکانے کی اس لئے دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو امتحان منظور تھا کہ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو اور اس کے احکام کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بیوقوف بن کر شک یا دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضا ہی یہ تھا کہ دنیا میں انسان کے لئے دونوں طرف جانے کے راستہ کھلے رکھیں تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون رحمٰن کی اتباع کرتا ہے اور کون شیطان کی۔ آخرت کو ماننے والے شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اور رحمٰن کی نہ ماننے والے شیطان کی پیروی کریں گے۔ یہ شیطان ابلیس جب آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیم نہ کر کے راندہ درگاہ ہوا تھا تو اس نے اسی وقت کہا تھا کہ میں آدم کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا اور بجز تھوڑی سی جماعت کے باقی سب لوگوں کو راہ حق سے بھٹکا دوں گا چنانچہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام جنت سے دنیا میں اتارے گئے تو ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا اور اس وقت وہ خوش تھا کہ جب میں نے آدم اور حوا کو بہکا لیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا۔ غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ تو شیطان نے اسی وقت اپنی انکل اور تخمینہ سے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ میں ابن آدم میں سے بہت سوں کو بآسانی بہلا پھسلا کر سیدھے راستہ سے ہٹا دوں گا چنانچہ ابلیس نے اپنا یہ گمان اولاد آدم کے بارے میں پورا کر دکھایا اور وہ سچ مچ اس کی چال میں آ گئے اور جو ابلیس نے تخمینہ کر کے کہا تھا ویسے ہی نکلے۔ بس فقط وہی لوگ اس کی چالوں سے بچ سکے جو اللہ عزوجل پر ایمان لے آئے اور اس کے احکامات سر آنکھوں پر رکھے اور اس کے رسولوں کی ہدایات پر عمل کیا یعنی ابلیس کو یہ طاقت نہیں کہ کسی کا ارادہ تو خدا کی فرمانبرداری کرنے کا ہو اور وہ زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر نافرمانی کی راہ پر کھینچ کر لگا دے۔ صرف اس کو اغوا یعنی بہکانے اور پھسلانے کی طاقت دی گئی ہے اور یہ اغوا کے مواقع بھی ابلیس کو اس لئے عطا کئے گئے تاکہ آخرت کے ماننے والوں اور اس کی آمد میں شک رکھنے والوں کا فرق کھل کر ظاہر ہو جائے۔

اہل سبا کی ناشکری کا حال سنا کر اب اہل عرب و اہل مکہ کی ناشکری کا ذکر کیا جاتا ہے جو اپنے معبود حقیقی اور منعم و محسن کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اور شرک سے بڑھ کر ناشکری اور کیا ہوگی۔ مشرکین مکہ کا شرک کئی طرح پر تھا اس لئے یہاں ہر طرح کے شرک کا رد فرما کر مشرکین کو تنبیہ فرمائی گئی۔ بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا تو اللہ ہی نے کیا ہے مگر ان میں تصرفات کے اختیارات ہمارے معبودوں کو دے رکھے ہیں اس لئے ہم ان کو دہائی دیتے۔ نذر و نیاز کرتے ہیں۔ اس خیال باطل کے رد میں فرمایا جاتا ہے لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وہ نہ تو آسمانوں ہی میں ذرہ برابر اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ آسمان تو خدائے تعالیٰ نے خود بنائے ہیں اور زمین اور وہاں کی چیزیں چاند سورج اور ستاروں کی حرکت وغیرہ کے وسیلہ سے بنی ہیں اس کے رد میں فرمایا گیا وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے۔ بعض یہ خیال کرتے تھے کہ ملائکہ اور ارواح عالیہ خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے اور روزی دینے اور مارنے وغیرہ میں مددگار ہیں۔ ان کی اعانت کی خدا کو حاجت پڑتی اس لئے ان چیزوں کے نام سے پیتل۔ تانبے اور پتھر وغیرہ کے

بت بنا رکھے تھے اور ان کی پرستش اور نذر نیاز کے دستور بھی قائم کر رکھے تھے۔ ان کے رد میں فرمایا گیا وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ یعنی نہ ان میں سے خدا کا کوئی مددگار ہے اس کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں۔ وہ سب کچھ آپ ہی کرتا ہے۔ بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ یہ ملائکہ اور فرشتے بلند مرتبہ ہیں خدا تعالیٰ سے کہہ کر ہماری حاجات کو روا کرا دیتے ہیں اس لئے ان کی نذر نیاز اور پکارنا ضروری ہے۔ اس کے رد میں فرمایا گیا وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ یعنی خدا کے سامنے سفارش کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کی نسبت اجازت دے دے یعنی خدا تعالیٰ کی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین کی یہ بھی طاقت نہیں کہ بدون اذن ورضا کے کسی کی نسبت ایک حرف سفارش ہی زبان سے نکال سکیں۔ انبیاء۔ اولیاء اور ملائکۃ اللہ کی شفاعت بھی صرف انہیں کے حق میں نافع ہوگی جن کے لئے ادھر سے سفارش کا حکم مل جائے۔ قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفیع المذنبین ورحمۃ للعالمین کو شفاعت کبریٰ کی اجازت ہوگی۔ اس کے بعد انبیاء اور صلحاء اور ملائکہ کو مختلف قسم کی شفاعت کی اجازت ہوگی۔ لیکن جو بھی شفاعت ہوگی وہ خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کی اجازت سے ہوگی۔ بالآخر گناہ گار مسلمانوں کے حق میں شفاعت کی اجازت ہوگی اور جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہوگا وہ انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت سے جہنم سے نکال لیا جائے گا اور جو کفر وشرک میں مبتلا رہے ان کے لئے اجازت نہ ہوگی۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

آگے فرشتوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ فرشتے جو ہمہ وقت اس کی بارگاہ کے حاضر باش ہیں یہ بلا اذن سفارش کرنے کی کب جرأت کر سکتے ہیں۔ ان کا تو غلبۂ ہیبت اور عظمت الٰہی سے یہ حال ہے کہ جب ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو اسی میں ہیبت کے مارے گھبرا اٹھتے ہیں اور دہشت اور خوف رعب سے تھرا جاتے ہیں اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت رفع ہو کر دل کو تسکین ہوئی اور کلام الٰہی اتر چکا تو ایک دوسرے سے فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا حکم ہوا اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو درجہ بدرجہ بتلاتے ہیں جب وہ حکم اس طرح محقق ہو چکتا ہے پھر اس پر عمل کرتے ہیں پس جب حق تعالیٰ کی جانب سے جو ابتدائی خطاب معمولی احکام کا ہوتا ہے اس میں ان ملائکہ کی یہ حالت ہے تو خود انکا ابتداء کرنا ایک نئی بات کے متعلق اس کی تو کیا گنجائش ہے۔ پس جب ملائکہ مقربین کی یہ حالت ہو تو دوسرے کس شمار میں ہیں۔ اور اس کے روبرو فرشتوں کا ایسا حال ہو جانا کیا عجب ہے۔ واقعی وہ ایسا ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ابلیس لعین کے فریب اور جالوں سے ہمیں محفوظ رکھیں اور ہم کو ان ایمان والوں کے گروہ میں شامل فرمائیں کہ جن پر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی صحیح معرفت ہم سب کو نصیب فرماویں اور توحید حقیقی سے ہمارے سینوں کو منور فرمائیں اور شرک کے ہر شائبہ سے ہمیں محفوظ رکھیں۔

یا اللہ اس دنیا کی امتحان گاہ میں اب ہم کو آپ نے اتار دیا ہے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں آنے کی غرض وغایت اور حقیقت کو سمجھ لینے کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ

آپ پوچھیے کہ تم کو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ (روزی) دیتا ہے) اور (یہ بھی کہیئے کہ اس مسئلہ توحید میں) بیشک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ

یا صریح گمراہی میں ہیں۔ آپ (یہ بھی) فرمادیجئے کہ اگر ہم مجرم ہیں (تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی۔ (اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ ہمارا رب

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ

ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے گا، اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے۔ آپ (یہ بھی) کہئے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر

بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ ہرگز (اس کا کوئی شریک) نہیں بلکہ وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا۔ اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾

لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

قُلْ فرمادیں	مَنْ کون	يَرْزُقُكُمْ تمہیں رزق دیتا ہے	مِنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے	وَالْاَرْضِ اور زمین	قُلِ فرمادیں	اللّٰهُ اللہ	وَاِنَّآ اور بیشک ہم
اَوْ یا	اِيَّاكُمْ تم ہی	لَعَلٰى هُدًى البتہ ہدایت پر	اَوْ یا	فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	مُّبِيْنٍ کھلی	قُلْ فرمادیں	لَا تُسْئَلُوْنَ تم سے نہ پوچھا جائیگا
عَمَّآ اسکی بابت	اَجْرَمْنَا جو ہم نے گناہ کیا	وَلَا نُسْئَلُ اور نہ ہم سے پوچھا جائیگا	عَمَّا اسکی بابت	تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	قُلْ فرمادیں آپ	يَجْمَعُ وہ جمع کریگا	
بَيْنَنَا ہم سب کو	رَبُّنَا ہمارا رب	ثُمَّ پھر	يَفْتَحُ فیصلہ کرے گا	بَيْنَنَا ہمارے درمیان	بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک	وَهُوَ اور وہ	الْفَتَّاحُ فیصلہ کرنیوالا
الْعَلِيْمُ جاننے والا	قُلْ فرمادیں	اَرُوْنِيَ مجھے دکھاؤ	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	اَلْحَقْتُمْ تم نے ساتھ ملادیا ہے	بِهٖ اس کیساتھ	شُرَكَآءَ شریک	كَلَّا ہرگز نہیں
بَلْ بلکہ	هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَمَآ اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ آپ کو بھیجا ہم نے	اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ مگر تمام لوگوں (نوع انسانی) کیلئے	
	بَشِيْرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈر سنانے والا	وَّلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ اکثر لوگ		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں توحید کا مضمون بیان ہوا تھا جس میں مشرکین کے ہر طرح کے شرک کا رد فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو چھوڑ کر مشرکین نے اور معبود بنا رکھے ہیں تو انہیں کسی شے کے اوپر ذرا سی بھی قدرت حاصل نہیں۔ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر چیز بھی ان کے قبضہ میں نہیں۔ یہ نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی کو نفع دے سکیں۔ نہ ضرر پہنچا سکیں۔ اللہ عزوجل نے یہ سب کچھ بنایا ہے اور اسی کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے اور اس کو نہ کسی کام میں کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور نہ کسی سہارے کی ضرورت ہے۔

اب آگے ان آیات میں مشرکین کو ایک دوسرے پیرایہ میں توحید کی راستی اور شرک کی گمراہی سمجھائی جاتی ہے۔ مشرکین عرب اللہ کی ہستی کے منکر نہ تھے اور وہ یہ بھی جانتے اور مانتے تھے کہ رزق کا دینے والا بھی اللہ ہی ہے مگر اس کے باوجود وہ دوسروں کو خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے اور بتوں کے آگے

نذر نیاز پیش کرتے اور ان کی عبادت کرتے۔ تو ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین میں سے رزق کون دیتا ہے؟ اس کا اقرار تو مشرکین کو بھی تھا کہ آسمان اور زمین سے روزی کے سامان بہم پہنچانا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے چونکہ اس کا جواب مشرکین کے نزدیک بھی متعین و مسلم ہے اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود ہی اس کے جواب میں کہہ دیجئے کہ اللہ روزی دیتا ہے۔ یعنی جب خالق بھی وہی اور رازق بھی وہی تو پھر الوہیت اور معبودیت میں دوسرے شریک کہاں سے ہو گئے۔ تو اس سوال اور جواب کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ جو صرف اللہ ہی کی بندگی و پرستش کرتا ہے وہ ہدایت پر ہوا اور جو اس کے سوا دوسروں کی بندگی بجالاتا ہے وہ گمراہی میں مبتلا ہوا۔ مگر ایک جاہل مخاطب کو اگر یوں صاف صاف کہا جاوے کہ تو گمراہی اور غلطی پر ہے تو اس طرح دوٹوک بات کہہ دینا اگرچہ حق گوئی کے اعتبار سے کتنا ہی درست ہو اس کو جوش آجاوے گا اور وہ حق بات کی تحقیق کو چھوڑ کر مقابلہ کو آمادہ ہو جاوے گا۔ برخلاف اس کے جب حکمت تبلیغ کے ماتحت اس کو یوں کہا جائے کہ ہم میں سے ایک فریق ضرور ہدایت پر ہے اور ایک فریق گمراہی پر کیونکہ دونوں فرقے نہ ہدایت پر ہو سکتے ہیں اور نہ گمراہی پر۔ یقیناً دونوں میں ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے۔ تو اب سوچنا چاہئے کہ ہدایت پر کون ہے اور گمراہی پر کون؟ یعنی یہاں یہ بتلا دیا گیا کہ ایک فریق یقیناً خطاکار اور گمراہ ہے باقی تعین نہ کرنے میں حکیمانہ حسن خطاب ہے کہ لو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اوپر کے دلائل سن کر تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ کون غلطی پر ہے۔ گویا مخالف کو نرمی سے بات کر کے اپنے نفس میں غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا

ہے کہ آپ ان سے یہ بھی فرما دیجئے کہ جب تم باوجود وضوح حق کے حق کو قبول نہیں کرتے تو اخیر درجہ کی بات یہی ہے کہ اگر ہم خطا پر اور مجرم ہیں تو تم سے ہمارے جرائم کی بازپرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی بازپرس نہ ہوگی۔ اس خطاب میں بھی غایت نرمی ہے کہ مخاطبین کے اعمال کو جرائم سے تعبیر نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنا چاہئے۔ کوئی شخص دوسرے کے قصور اور غلطی کا جواب دہ نہ ہوگا۔ اگر اتنی صاف باتیں سننے کے بعد بھی تم اپنی حالت میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو یاد رکھو کہ ہم حجت تمام کر چکے۔ اب تم اپنے اعمال کے خود جواب دہ ہو گے ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی نہ ایسی حالت میں ہمارا تمہارا کوئی واسطہ۔ خدا کے یہاں حاضر ہونے کے لئے ہر ایک اپنی اپنی فکر کر رکھے۔ وہ سب کو اکٹھا کر کے ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دے گا۔ اس کے بعد یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی کہئے کہ بعد اس کے کہ تم نے حق تعالیٰ کی شان اور اُس کے مقابلہ میں دوسرے معبودوں کے عجز کا حال سن لیا تو ذرا مجھ کو دکھلاؤ تو سہی اور سامنے تو کرو وہ کونسی ہستی ہے جو اس کی خدائی میں ساجھا رکھتی ہے؟ ہم بھی تو دیکھیں کہ اس کے کیا کچھ اختیارات ہیں؟ کیا ان بے جان پتھر کی مورتیوں کو پیش کرو گے؟ ہرگز تم ایسی کوئی ہستی پیش نہیں کر سکتے۔ بس وہ تو اکیلا ایک ہی خدا ہے جو زبردست۔ غالب و قاہر اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و دانائی رکھنے والا ہے۔ سب اس کے سامنے مغلوب و مقہور ہیں۔ یہ تو ذکر توحید کا تھا۔ آگے رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ ہی فرما دیا کہ ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے خواہ وہ جن ہوں یا انسان۔ عرب ہوں یا عجم۔ موجود ہوں یا آئندہ ہونے والے ہوں سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا

ہے۔ آپ کو بعثت کی غرض یہ ہی ہے کہ نہ صرف عرب کو بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو ان کے نیک و بد سے آگاہ کر دیں۔ اس کے بعد بھی جو نہیں سمجھتے تو وہ جانیں۔ سمجھدار آدمی تو اپنے نفع نقصان کو سوچ کر آپ کی بات کو ضرور مان لے گا۔ مگر دنیا میں کثرت ناسمجھوں کی ہے۔ ان کے دماغوں میں کہاں گنجائش ہے کہ کارآمد باتوں کی قدر کریں۔

یہاں اس جگہ یہ ارشاد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے ملک یا اپنی قوم یا اپنے زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک پوری نوع انسانیت کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں قرآن پاک میں اور بھی متعدد مقامات پر یہ بات کہی گئی ہے اور یہی مضمون خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں مختلف طریقوں پر ارشاد فرمایا ہے۔ اتنی صراحت کے ساتھ اپنے پیام ہدایت کی عالمگیری کا دعویٰ دنیا کے کسی دین نے بھی نہیں کیا ہے۔ یہ خصوصیت آسمانی کتابوں میں صرف قرآن کریم کی ہے۔ قرآن کریم ہی اعلان کے ساتھ کہتا ہے کہ پیام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ملک۔ ہر قوم۔ ہر طبقۂ انسانیت اور ہر زمانہ کی ہدایت کے لئے ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور ہر چھوٹے اور بڑے شرک سے ہمارے ایمان کو محفوظ رکھیں۔

حق تعالیٰ کا اس پر بھی بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور پکا امتی بنا کر زندہ رکھیں۔ اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ (مقرر) ہے کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو

عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ

اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔ اور یہ کفار کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لاویں گے اور نہ اس سے پہلے کتابوں پر، اور اگر

بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى

آپ اس وقت کی حالت دیکھیں جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے ایک دوسرے پر بات ڈالتا ہوگا

بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے۔ یہ بڑے لوگ اُن ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ

کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا بعد اس کے کہ وہ تم کو پہنچ چکی تھی نہیں بلکہ تم ہی قصوروار ہو۔

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور یہ کم درجہ کے لوگ اُن بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ نہیں بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا تھا

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ

جب تم ہم کو فرمائش کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کیلئے شریک قرار دیں اور وہ لوگ (اپنی) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ عذاب دیکھیں گے

وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے، جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھرا۔

وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰى کب	هٰذَا الْوَعْدُ وہ وعدہ (قیامت)	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلْ فرمادیں	لَكُمْ تمہارے لئے
مِيْعَادُ وعدہ	يَوْمٍ ایک دن	لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو	عَنْهُ اس سے	سَاعَةً ایک گھڑی	وَّلَا اور نہ	تَسْتَقْدِمُوْنَ تم آگے بڑھ سکتے ہو	
وَقَالَ اور کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لَنْ نُّؤْمِنَ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے	بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن پر	وَلَا اور نہ			
بِالَّذِيْ اس پر جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے	وَلَوْ تَرٰٓى اور کاش تم دیکھو	اِذِ جب	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	مَوْقُوْفُوْنَ کھڑے کئے جائیں گے		
عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے	يَرْجِعُ لوٹائے گا (رد کریگا)	بَعْضُهُمْ ان میں سے ایک	اِلٰى طرف	بَعْضِ دوسرے	الْقَوْلَ بات	يَقُوْلُ کہیں گے	
الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا جو کمزور کیے گئے (ناتوان)	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو	اسْتَكْبَرُوْا تکبر کرتے تھے (بڑے لوگ)	لَوْلَآ اَنْتُمْ اگر نہ تم ہوتے	لَكُنَّا ضرور ہم ہوتے			

مُؤْمِنِیْنَ ایمان لانیوالے	قَالَ کہیں گے	لِّلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا جولوگ تکبر کرتے تھے(بڑے لوگ)	لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان سے جو کمزور کئے گئے (ناتواں)				
اَنَحْنُ کیا ہم	صَدَدْنٰکُمْ ہم نے روکا تمہیں	عَنِ سے	الْهُدٰی ہدایت	بَعْدَ اس کے بعد	اِذْ جَآءَکُمْ جب آگئی تمہارے پاس	بَلْ بلکہ	کُنْتُمْ تم تھے
مُجْرِمِیْنَ مجرم	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اسْتُضْعِفُوْا کمزور کئے گئے (ناتوان)	لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا ان لوگوں سے جو تکبر کرتے تھے (بڑے)			
بَلْ بلکہ	مَکْرُ چال	الَّیْلِ وَالنَّهَارِ رات اور دن	اِذْ تَاْمُرُوْنَنَا جب تم حکم دیتے تھے ہمیں	اَنْ نَّکْفُرَ کہ ہم انکار کریں	بِاللّٰهِ اللہ کا		
وَنَجْعَلَ اور ہم ٹھہرائیں	لَهٗ اس کیلئے	اَنْدَادًا شریک	وَاَسَرُّوا اور وہ چھپائیں گے	النَّدَامَةَ شرمندگی	لَمَّا رَاَوُا جب وہ دیکھیں گے		
الْعَذَابَ عذاب	وَجَعَلْنَا اور ہم ڈالیں گے	الْاَغْلٰلَ طوق	فِیْ اَعْنَاقِ گردنوں میں	الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)			
	هَلْ یُجْزَوْنَ وہ سزا نہ دیئے جائیں گے	اِلَّا مگر	مَا جو	کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں توحید و رسالت کی تحقیق تھی۔اب قیامت وحشر نشر اور اس کے بعض واقعات کا ذکر ہے۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید اور رد شرک کے سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اعمال کی باز پرس ہی نہیں ہونی جیسا منکرین قیامت کہتے ہیں بلکہ ایک وقت ضرور آنے والا ہے جس میں پروردگار عالم اگلوں اور پچھلوں سب کو جمع کرے گا۔سب مردہ زندہ کئے جاویں گے اور ایک جگہ جمع کر کے سب کے درمیان ٹھیک ٹھیک عملی فیصلہ ہوگا۔تو منکرین جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہی نہ تھے ازراہ طنز و تمسخر پوچھتے کہ وہ قیامت کب آئے گی جس سے ہم کو ڈرایا جاتا ہے۔اگر سچے ہو تو جلد لاکر دکھاؤ۔اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ گھبراؤ نہیں جس دن کا وعدہ ہے وہ ضرور آکر رہے گا۔اور جب آئے گا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی۔تو جلدی مچانے کی بجائے اس کی ضرورت ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کرلو۔ آگے ان منکرین کی سرکشی اور ضد وعناد کا بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ گو وہ حقانیت قرآن کی ہزار ہا دلیلیں دیکھ لیں لیکن ہرگز مان کر نہیں دیں گے چنانچہ وہ کہتے کہ نہ ہم قرآن کو مانیں اور نہ اگلی کتابوں کو جنہیں تم آسمانی کتاب بتلاتے ہو مثلاً تورات وانجیل وغیرہ کی ہر ایک میں جہاں دیکھو وہی حساب کتاب اور قیامت و آخرت کا مضمون۔سو ان چیزوں کو ہم ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں۔مشرکین عرب کی طرح آج کا دہریہ بھی یہی کہتا ہے۔اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کو اپنے قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب خدا کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے ہوں گے۔ چھوٹے بڑوں کو اور بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے اور ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا۔جیسے ناکامیابی کے وقت ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ناکامیابی کا سبب گردانتا ہے۔ اسی طرح محشر میں بھی کفار ایک دوسرے کو مورد الزام بتائیں گے جس کی تفصیل آگے بتلائی جاتی ہے کہ دنیا میں جو لوگ نیچے کے طبقہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسروں کے پیچھے چلتے تھے وہ اپنے بڑے سرداروں اور پیشواؤں کو الزام دیں گے کہ تم نے ہمیں اس مصیبت میں پھنسوایا۔اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے اور پیغمبروں کی بات مان لیتے اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔اس پر ان کے بڑے اور سردار جواب میں کہیں گے کہ جب تمہارے پاس حق بات پہنچ گئی اور سمجھ میں آگئی تھی تو کیوں قبول نہ کی؟ کیا ہم نے زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان ویقین سے روک دیا تھا؟ تمہیں چاہئے تھا کہ کسی کی پرواہ نہ کر کے حق کو قبول کر لیتے اب اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں رکھتے ہو؟ یہ تو تمہاری خود اپنی بے عقلی تھی۔تم خود شہوت پرست تھے۔تمہارے اپنے دل خدا کی باتوں

سے بھاگتے تھے۔ رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہے۔ ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ اس پر پھر وہ چھوٹے درجہ والے اپنے بڑوں کو جواب دیں گے بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا مگر رات دن مکروفریب اور مغویانہ تدابیر سے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب ملتے یہی تلقین کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ تمہارا رات دن کا یہ کہنا اور ہمیں اطمینان دلانا کہ ہمارے اعمال وعقائد ٹھیک ہیں ہم سے بار بار کفر وشرک کے نہ چھوڑنے کو اور پرانے دین کے نہ بدلنے کی اور باپ دادا کی روش پر قائم رہنے کو کہتے اور ہماری کمر تھپکتے۔ آخر تمہاری شب و روز کی ترغیب وترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔ یہی سبب ہوا ہمارے ایمان سے رک جانے کا۔ تمہیں آ آ کر عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے پھیرتے تھے۔ تو دونوں چھوٹے بڑے ایک دوسرے پر الزام بھی دیں گے اپنی برأت بھی کریں گے۔ لیکن دل میں اپنے کئے پر سب پچھتا رہے ہوں گے اور تابعین ومتبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں یہ محسوس کریں گے کہ واقعی ہم مجرم اور قصوروار ہیں لیکن شرم وندامت کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان سب کے ہاتھوں کو گردنوں سے ملا کر طوق وزنجیر سے جکڑ دیا جائیگا اور کہا جائے گا کہ اب ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہوگا۔ جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ جو عمل کئے تھے وہی آج سزا کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔

قرآن مجید میں قیامت میں اس قسم کے جھگڑے کا ذکر جیسا کہ تابع اور متبوع اور حاکم اور محکوم۔ اور پیشواؤں اور ان کے پیروؤں کے درمیان ان آیات میں ذکر فرمایا گیا۔ مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان فرمایا گیا ہے۔ اس میں عوام الناس کے لئے اور ان کے دنیوی لیڈروں۔ سرداروں۔ حاکموں اور پیشواؤں کے لئے عبرت ونصیحت ہے۔ عوام الناس جو آج اپنے بڑے دنیاداروں اور پیشواؤں کے پیچھے آنکھ بند کئے چلے جا رہے ہیں اور ان کے خلاف کسی ناصح کی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں اس کی حقیقت انہیں اس وقت کھلے گی جس وقت انہیں پتہ چل جائے گا کہ ان غلط رہنماؤں کی پیروی نے انہیں کس انجام سے دوچار کیا۔ اس وقت چیخ چیخ کر الزام اپنے ان اونچی ناک والے بڑوں پر رکھنا اور یہ کہنا کہ تم ہمیں نہ بہکاتے تو ہم خدا اور رسول کی بات مان لیتے کیا کام آئے گا؟ بلکہ اس کے جواب میں ان بڑوں سے یہی سننا پڑے گا کہ دراصل تم خود اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنا نہ چاہتے تھے۔ تم خود اپنی اغراض اور خواہشات کے بندے تھے۔ تم خود حرام وحلال سے بے نیاز ہو کر عیش دنیا کے طالب تھے۔ اب تم خود معصوم بنتے ہو اور الزام اپنے بگڑنے کا ہم پر رکھتے ہو۔ ہم نے کیا زبردستی تم کو بگاڑ دیا تھا۔ غرض کہ اس طرح نہ دوسرے پر الزام ڈالنے سے کام بنے گا اور نہ برأت ہوگی۔ اس لئے ہر شخص اپنے دین کے متعلق سوچنے اور سمجھنے اور راہ حق پر چلنے کا خود ذمہ دار ہے۔ آج طرح طرح کے رسومات شرک۔ بدعات۔ اور ناجائز امور کے ارتکاب کی دلیل اکثر عوام الناس کے پاس یہی ہے کہ ہمارا فلاں لیڈر یہ کہتا ہے۔ ہمارا فلاں پیشوا یہ کہتا ہے۔ اور ہمارا فلاں پیر یہ کہتا ہے۔ ہم اس طریقہ کو چھوڑنے والے نہیں۔ تو یہ آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ یہ جواب اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں چلے گا۔ دیکھنا ہر شخص کو یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول کیا فرما رہے ہیں۔ قرآن کیا تعلیم دے رہا ہے۔ حدیث کیا تلقین کر رہی ہے جواب دہی اس پر کرنا ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ 15

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسنانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے۔

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ

اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں، اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا۔ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ

زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے ولیکن اکثر لوگ واقف نہیں۔ اور تمہارے اموال اور اولاد

بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنادے مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے، سو ایسے لوگوں کیلئے ان کے (نیک) عمل کا دونا صلہ ہے

بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ

اور وہ (بہشت کے) بالاخانوں میں چین سے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کررہے ہیں (نبی کو) ہرانے کیلئے ایسے لوگ

فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

عذاب میں لائے جاویں گے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا اور ہم نے نہیں بھیجا	فِيْ قَرْيَةٍ کسی بستی میں	مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا	اِلَّا مگر	قَالَ کہا	مُتْرَفُوْهَاۤ اسکے خوشحال لوگ		
اِنَّا بیشک ہم	بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ تم جو دے کر بھیجے گئے ہو	بِهٖ اس کے	كٰفِرُوْنَ منکر ہیں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	نَحْنُ ہم	اَكْثَرُ زیادہ	
اَمْوَالًا مال میں	وَّاَوْلَادًا اور اولاد میں	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُعَذَّبِيْنَ عذاب دیے جانے والے	قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب
يَبْسُطُ وسیع فرماتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ		
لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَمَاۤ اور نہیں	اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال	وَلَاۤ اور نہ	اَوْلَادُكُمْ تمہاری اولاد	بِالَّتِيْ وہ جو کہ	تُقَرِّبُكُمْ تمہیں نزدیک کردے	
عِنْدَنَا ہمارے نزدیک	زُلْفٰۤى درجہ	اِلَّا مگر	مَنْ جو	اٰمَنَ ایمان لایا	وَ اور	عَمِلَ صَالِحًا اس نے اچھے عمل کیے	فَاُولٰٓئِكَ یہی لوگ
لَهُمْ ان کیلئے	جَزَآءُ جزا	الضِّعْفِ دوگنی	بِمَا عَمِلُوْا اس کے بدلے جو انہوں نے کیا	وَهُمْ اور وہ	فِي الْغُرُفٰتِ بالاخانوں میں		
اٰمِنُوْنَ امن سے ہوں گے	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يَسْعَوْنَ کوشش کرتے ہیں	فِيْۤ اٰيٰتِنَا ہماری آیتوں میں	مُعٰجِزِيْنَ عاجز کرنے (ہرانے) والے			
	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	فِي الْعَذَابِ حاضر کیے جائیں گے	مُحْضَرُوْنَ عاجز کرنیوالے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے انکار قیامت کا حال بیان ہوا تھا اور ان کا یہ قول بھی نقل فرمایا گیا تھا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر ایمان نہ لاویں گے۔ کفار کے ان اقوال جہالت اور افعال ضلالت سے طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آگے ان آیات میں پہلے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ روسائے مکہ کے انحراف وسرکشی سے مغموم نہ ہوں کیونکہ یہ معاملہ انوکھا آپ ہی کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بدبخت رئیسوں اور سرداروں نے کیا ہے۔ دولت وثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لئے انبیاء کے اول متبعین عموماً غریب ومسکین لوگ ہی ہوئے ہیں۔ کفار مکہ میں جو سردار اور رئیس بنے ہوئے تھے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ آپ کے خلاف کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ ہمارے پاس مال اولاد۔ دھن۔ دولت۔ سرداری اور پیشوائی سب کچھ موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا ہم سے خوش اور راضی ہے ورنہ اتنا مال ودولت کیوں دیتا۔ پھر جب خدا خوش ہے تو ہم کو کسی آفت ومصیبت کا اندیشہ نہیں۔ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔ ہم کو عذاب وزاب کچھ نہیں ہوگا۔ کفار ومنکرین کی اس بات کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے قول کو رد کیجئے اور ان سے یوں کہہ دیجئے کہ روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ کسی کا مالدار کرنا یا مفلس کرنا اللہ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے اور اس میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے مال ودولت یا افلاس وتنگی کسی کے عنداللہ مقبول اور محبوب ہونے کی دلیل نہیں۔ مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے آگے کفار کو مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے منکرین وکفار یہ بھی سن رکھو کہ جس طرح تمہارے اموال واولاد دلیل مقبولیت عنداللہ کے نہیں اسی طرح تمہارے اموال واولاد ایسی چیز نہیں کہ جو تم کو درجہ میں اللہ کا مقرب بنادے اس لئے تمہارے انواع واقسام کے مال اور اولاد کی کثرت اس کی علامت نہیں کہ تم اللہ کے مقرب ہو۔ اللہ کے نزدیک مقرب اور بڑا درجہ حاصل کرنا ان شرائط پر موقوف ہے کہ ایمان لاؤ اور عمل صالح یعنی نیک کام کرو۔ سنو! جو لوگ ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے انہیں ان کے کئے کا صلہ وبدلہ بہت ملے گا یعنی کام پر جتنا اجر کا استحقاق ہوسکتا ہے اس سے زائد بدلہ ملے گا۔ کم از کم دس گنا زیادہ اور زیادہ ہو تو سات سو گنا بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اونچے اونچے جنت کے بالاخانہ تیار ہیں جن میں یہ آرام اور اطمینان سے رہیں گے۔ اور جو لوگ ان کے خلاف محض مال واولاد پر مغرور ہیں اور ایمان عمل صالح کو اختیار نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اللہ کی آیات کی طرف نہ خود توجہ کریں اور نہ اوروں کو متوجہ ہونے دیں۔ تو ان بدبختوں نے گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کی ٹھان لی ہے اور نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ مقابلہ میں ہم اللہ اور اس کے رسول کو ہرادیں گے ایسے لوگ سب عذاب میں گرفتار ہو کر حاضر کئے جائیں گے۔ ایک بھی نہ چھوٹ سکے گا۔

یہ بات قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مقابلہ اور انکار سب سے پہلے اور سب کے آگے بڑھ کر ان خوشحال طبقوں نے کیا ہے جو دولت وحشمت اور ثروت واقتدار کے مالک تھے۔ عموماً یہی خوشحال طبقہ ہر قوم میں اور ہر دور میں خدائی تعلیمات سے انکار میں آگے رہا ہے۔ اور اپنی دولت وحشمت اور سروسامان اور مرفہ حالی پر یقین کرتا رہا ہے کہ ہمیشہ یونہی اقبال مند بنا رہے گا قرآن کریم نے بھی ایسے دنیا پرستوں کی اس غلط فہمی کا جگہ جگہ ذکر فرما کر اس کی تردید فرمائی ہے۔ اور بار بار یہ بتلایا کہ یہ دنیا کی ظاہری خوشحالی ہرگز دلیل صدق وحقانیت نہیں۔ آسمانی بادشاہت میں قدر وقیمت تو صرف سچے ایمان اور عمل صالح کی ہے اور یہی قرب خداوندی کا ذریعہ ہیں نہ کہ مال اور اولاد بلکہ بعض اوقات مال ودولت اور اولاد تو عذاب اور مصیبت بن جاتے ہیں۔ ایمان ہی سے حق تعالیٰ سے تعلق درست ہوتا ہے اور عمل صالح سے عبدیت کا تعلق درست ہوتا ہے ہاں اگر مال ودولت کو اللہ کی راہ میں لگاوے تو اس سے اللہ کے ہاں عزت حاصل ہوسکتی ہے باقی محض مال اور اولاد کو عزت کا ذریعہ سمجھنا خیال خام ہے۔ اسلام نے انضلیت کا اصل اصول ایمان اور اعمال صالحہ کو قرار دیا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ

آپ فرمادیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی سے دیتا ہے، اور جو چیز تم خرچ کروگے

فَہُوَ یُخْلِفُہٗ ۚ وَہُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَیَوْمَ یَحْشُرُہُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اَہٰٓؤُلَآءِ

سو وہ اس کا عوض دے گا، اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اور جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو قیامت میں جمع فرمادے گا پھر فرشتوں سے ارشاد فرمادے گا کہ

اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِہِمْ ۚ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ

یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں ہمارا تو آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے، بلکہ یہ لوگ شیاطین کو پوجا کرتے تھے،

الْجِنَّ ۚ اَکْثَرُہُمْ بِہِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِکُ بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ

ان میں اکثر لوگ انہیں کے معتقد تھے۔ سو آج تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا،

وَنَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِہَا تُکَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور (اُس وقت) ہم ظالموں سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔

قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب	یَبْسُطُ وسیع فرماتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ یَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	مِنْ عِبَادِہٖ اپنے بندوں میں سے
وَیَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	لَہٗ اس کیلئے	وَمَآ اور جو	اَنْفَقْتُمْ تم خرچ کروگے	مِنْ شَیْءٍ کوئی شے	فَہُوَ تو وہ	یُخْلِفُہٗ اس کا عوض دے گا
وَہُوَ اور وہ	خَیْرُ بہترین	الرّٰزِقِیْنَ رزق دینے والا	وَیَوْمَ اور جس دن	یَحْشُرُہُمْ وہ جمع کرے گا ان کو	جَمِیْعًا سب	ثُمَّ یَقُوْلُ پھر فرمائے گا
لِلْمَلٰٓئِکَۃِ فرشتوں کو	اَہٰٓؤُلَآءِ کیا یہ لوگ	اِیَّاکُمْ تمہاری ہی	کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ پرستش کرتے تھے	قَالُوْا وہ کہیں گے	سُبْحٰنَکَ تو پاک ہے	
اَنْتَ تو	وَلِیُّنَا ہمارا کارساز	مِنْ دُوْنِہِمْ انکے سوائے (نہ کہ وہ)	بَلْ بلکہ	کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ وہ پرستش کرتے تھے	الْجِنَّ جن	
اَکْثَرُہُمْ ان میں سے اکثر	بِہِمْ ان پر	مُّؤْمِنُوْنَ اعتقاد رکھتے تھے	فَالْیَوْمَ سو آج	لَا یَمْلِکُ اختیار نہیں رکھتا	بَعْضُکُمْ تم میں سے بعض (ایک)	
لِبَعْضٍ بعض (دوسرے) کیلئے	نَّفْعًا نفع کا	وَّلَا ضَرًّا اور نہ نقصان کا	وَنَقُوْلُ اور ہم کہیں گے	لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو	ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا	
	ذُوْقُوْا تم چکھو	عَذَابَ النَّارِ آگ (جہنم) کا عذاب	الَّتِیْ وہ جس	کُنْتُمْ تم تھے	بِہَا اس کو	تُکَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے تھے

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے باطل خیالات کے رد میں فرمایا گیا تھا کہ رزق کی زیادتی یا کمی محض اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت پر موقوف ہے اور کفار کے یہ مال واولاد ایسی چیز نہیں کہ جو ان کو اللہ کا مقرب بنادے۔ اللہ کا مقرب بننے کے لئے ایمان اور عمل صالح کی ضرورت ہے۔ یہ تو ارشاد ہوا تھا کفار کے اس زعم باطل کے تردید میں جو کہتے کہ دنیا میں جب ہمیں مال دولت زیادہ ملا ہے تو آخرت میں بھی ہم کو عذاب نہ ہوگا۔ اب یہاں اسی مال دولت اور رزق سے متعلق مومنین کو ایک نصیحت فرمائی جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب رزق ومال دولت کی کمی بیشی محض مشیت الٰہیہ پر مبنی ہے تو مومن کو چاہئے کہ مال و دولت کے ساتھ قلب کو زیادہ متعلق

نہ کرے اور کفار کی طرح اس کو مقصود نہ سمجھے بلکہ اس کو آلہ اور ذریعۂ حصول رضائے حق اور قربِ الٰہی کا بنائے جو اصل مقصود ہے۔ چنانچہ ان آیات میں مومنین کو بتلایا جاتا ہے کہ تم نیکی کے کاموں میں اور اللہ کی رضا میں مال خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس سے نہ ڈرا کرو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق و مال کم نہیں ہو جاتا۔ جو رزق مقدر ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت سے جس کو جتنا دینا چاہے اس میں تمہارے خرچ کرنے نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا بلکہ خیر کے مواقع میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض مرحمت فرماتے ہیں خواہ مال کی صورت میں یا قناعت وغنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں اس کا اجر وعوض ملنا تو یقینی ہے غرض اس کے ہاں کچھ کمی نہیں۔ مومن کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور اس کی مرضی میں خرچ کرنے میں فقر وفاقہ کا اندیشہ دل میں نہ لائے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر روز جب لوگ صبح میں داخل ہوتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں ''یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور بخل کرنے والے کا مال ضائع کردے۔'' اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ لوگوں پر خرچ کریں میں آپ پر خرچ کروں گا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نیک کام صدقہ ہے اور کوئی آدمی جو اپنے نفس یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ کے حکم میں ہے اور موجب اجر وثواب ہے۔ اور جو شخص کچھ خرچ کرکے اپنی آبرو بچائے وہ بھی صدقہ اور جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق کچھ خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کا بدل اس کو دے گا مگر وہ خرچ جو تعمیر میں (یعنی فضول اور زائد از ضرورت تعمیر میں) یا کسی گناہ کے کام میں کیا ہو اس کے بدل کا وعدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر ہم کو بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور اپنی رضا کے لئے شریعت کے مطابق خرچ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

آگے پھر شرک کی مذمت اور مشرکین کا انجام بد سنایا جاتا ہے۔

اسی سورۃ میں گذشتہ میں یہ ذکر آچکا ہے کہ بعض مشرکین عرب فرشتوں کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں تصور کرتے تھے اور ان کی مورتیں بنا کر پرستش کرتے تھے اور ان پر نذر نیاز چڑھاتے تھے اس خیال سے کہ یہ ہم سے خوش ہوں تو یہ ہماری شفاعت اور سفارش کریں گے۔ اس کے متعلق ایک جواب تو قریب ہی گذشتہ میں گزر چکا کہ ملائکہ باوجود مقربین ہونے کے اللہ تعالیٰ کی ہیبت۔ عظمت وجلال سے ایسے رہتے ہیں کہ ان کی ہمت ہی نہیں کہ از خود سعی وسفارش کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اسی کے متعلق اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں ان ملائکہ کے بتوں کو پوجنے والے کفار ومشرکین کو سنا کر فرشتوں سے اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے کہ یہ لوگ کیا تم کو پوجتے تھے؟ اور تم ان کے معبود بن بیٹھے تھے؟ یہ سوال ملائکہ سے ایسے ہی ہوگا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت میں سوال ہوگا جیسا کہ سورۂ مائدہ ساتویں پارہ میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو بھی معبود بنالینا؟ تو دراصل اللہ تعالیٰ کو تو حقیقت کا علم ہے۔ سوال سے مقصود استفہام واستفسار نہیں بلکہ مشرکین پر مزید حجت قائم کرنا اور انہیں اپنے شرک پر اور زیادہ نادم ولا جواب کرنا اور انہیں ان کی نظروں میں ذلیل کرنا مقصود ہوگا۔ تو جس وقت ملائکہ سے محشر میں مشرکین کے سامنے سوال ہوگا کہ کیا یہ لوگ تم کو

پوجا کرتے تھے اور تمہاری عبادت کرتے تھے؟ تو ملائکہ جواب دیں گے کہ آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی کسی درجہ میں آپ کا شریک ہو۔ ہم کیوں ان کو ایسی بات کہتے یا ایسی واہیات حرکت سے خوش ہوتے۔ ہماری رضا تو آپ کی رضا کے تابع ہے۔ ہم کو ان مجرموں سے کیا واسطہ۔ ہم تو آپ کے فرمانبردار تابعدار ہیں۔ پھر یہ بدبخت تو حقیقت میں ہماری پرستش بھی نہیں کرتے تھے۔ نام ہمارا لے کر شیطانوں کی پرستش تھی۔ فی الحقیقت ان کی عقیدت مندی انہیں کے ساتھ ہے۔ شیاطین ان کو جس طرف ہانکتے ادھر ہی مڑ جاتے۔ اس وقت ان مشرکین اور ملائکہ کے پوجاریوں سے کہا جائے گا کہ لو جن سے تم امیدیں رکھتے تھے انہوں نے بھی اپنی برأت و عجز ظاہر کر دیا جن معبودین کا تم بڑا سہارا سمجھتے تھے انہوں نے بھی اس وقت پر بیزاری ظاہر کر دی اور یہ واضح ہو گیا کہ کوئی کسی کو ذرہ بھر نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس وقت ان ظالموں یعنی کفار و مشرکین اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔ اب کوئی نہیں جو تمہیں اس نار جہنم میں جلنے سے بچا سکے۔

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے متعلق وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ فرما کر مومن کو خبردار کر دیا کہ خدائے تعالیٰ صرف آخرت ہی کا حاکم نہیں بلکہ دنیا میں اِلٰہ المعاش بھی ہے یعنی وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ پس ہماری ساری معاشی تدبیروں اور اسباب کا آخری سرا اس کے دست قدرت میں ہے اس لئے کسی مومن اور مسلم کو معاشی فکر اور تدبیر میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی اور بے نیازی کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں اور اپنا صحیح و قوی تعلق نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو رزق اپنے فضل سے عطا کر رکھا ہے اس سے اپنی مرضیات حاصل کرنے کی توفیق ہمیں مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے راستہ میں مال کو خرچ کرنے سے کمی کے اندیشہ کو ہمارے دلوں سے دور فرما دیجئے اور جو کچھ ہم کو توفیق آپ کی خوشنودی میں خرچ کرنے کی نصیب ہو اس کا اجر دنیا و آخرت میں مرحمت فرمائیے۔

یا اللہ! قیامت کی ذلت و رسوائی سے ہر طرح ہم کو بچائیے اور مومنین مخلصین میں ہمارا حشر و نشر فرمائیے۔

یا اللہ بخل اور کنجوسی کے باطنی مرض سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور اپنی رضا میں دل کھول کر آپ ہی کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اب اس مادی دنیا میں اور اس خدا فراموش معاشرہ میں ہم آپ کی شان خیر الرزقین کو بھول گئے اور مادی ذرائع رزق کو اپنا رزاق سمجھ لیا۔ اور ان کے پیچھے پڑ گئے۔ یا اللہ ہماری آپ کی ذات سے اس بے تعلقی کی اصلاح فرما دیجئے اور ہم کو اپنی ذات عالی سے صحیح و قوی تعلق نصیب فرمائیے اور اپنی شان رزاق کی صحیح معرفت ہم کو نصیب فرمائیے اور اپنی ذات گرامی پر سچا توکل اور بھروسہ عطا فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو صاف صاف پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں (کہ نعوذ باللہ) یہ محض ایک ایسا شخص ہے جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں (کی عبادت)

يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ

سے باز رکھے جن کو تمہارے بڑے پوجتے تھے، اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ (قرآن) محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے، اور یہ کافر اس امرحق (یعنی قرآن) کی نسبت جب کہ وہ ان کے پاس

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۴۳ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ

پہنچا یوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے۔ اور ہم نے انکو کتابیں نہیں دی تھیں کہ انکو پڑھتے پڑھاتے ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے انکے پاس ڈرانے والا نہیں بھیجا۔

مِنْ نَّذِيْرٍ ۝۴۴ ۭ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ

اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی، اور یہ (مشرکین عرب) تو اُس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی،

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝۴۵ ۧ

سو (دیکھو) میرا (اُن پر) کیسا عذاب ہوا۔

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ اُن پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیات	بَيِّنٰتٍ واضح	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ	اِلَّا مگر صرف
رَجُلٌ ایک آدمی	يُّرِيْدُ وہ چاہتا ہے	اَنْ يَّصُدَّكُمْ کہ روکے تمہیں	عَمَّا اس سے جو	كَانَ يَعْبُدُ پرستش کرتے تھے	اٰبَآؤُكُمْ تمہارے باپ دادا		
وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں	مَا هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا مگر	اِفْكٌ مُّفْتَرًى جھوٹ گھڑا ہوا	وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لِلْحَقِّ حق کے بارے میں	
لَمَّا جَاۗءَهُمْ جب وہ آیا ان کے پاس	اِنْ هٰذَآ یہ نہیں	اِلَّا مگر	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ جادو کھلا	وَمَآ اور نہ	اٰتَيْنٰهُمْ دیں ہم نے انہیں	مِّنْ كُتُبٍ کتابیں	
يَّدْرُسُوْنَهَا کہ انہیں پڑھیں	وَمَآ اور نہ	اَرْسَلْنَآ بھیجا ہم نے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	قَبْلَكَ آپ سے پہلے	مِنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا	وَكَذَّبَ اور جھٹلایا	
الَّذِيْنَ انہوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَمَا بَلَغُوْا اور وہ نہ پہنچے	مِعْشَارَ دسواں حصہ	مَآ اٰتَيْنٰهُمْ جو ہم نے انہیں دیا	فَكَذَّبُوْا سو انہوں نے جھٹلایا		
	رُسُلِيْ میرے رسولوں کو	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	نَكِيْرِ میرا عذاب			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے مشرکین عرب کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ساتھ ہی ان کے مشرکانہ عقائد کا ابطال اور ان کے اقوال جاہلانہ کی تردید بھی فرمائی گئی تھی۔ اب ان آیات میں ان مشرکین عرب اور کفار مکہ کی ایک اور ہٹ دھرمی اور حماقت کا بیان کیا جاتا ہے کہ جس کے باعث وہ خدائی عذاب کے مستحق بن رہے تھے اور وہ ہٹ دھرمی اور حماقت یہ ہے کہ جب خدا کا کلام اور اللہ کی آیات اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنتے ہیں تو قبول کرنا۔ ماننا اور اس کے مطابق عقیدہ اختیار کرنا اور عمل کرنا تو ایک طرف الٹا جاہلانہ طریقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص تمہیں تمہارے آبائی اور پرانے دین سے روک رہا ہے۔ یہ نبی رسول کچھ نہیں بس ان کی تو یہ غرض ہے کہ ہمارے باپ دادوں کا طریقہ چھڑا کر جس کو ہم قدیم سے حق جانتے چلے آئے ہیں اپنے ڈھب اور طریقہ پر لے آئیں اور خود حاکم و سردار بن کر بیٹھ جائیں گویا صرف

حکومت وریاست مطلوب ہے۔ (العیاذ باللہ تعالی) اور کہتے کہ یہ قرآن کیا ہے؟ یہ ان کا تراشیدہ ہے اور چند جھوٹی باتیں ہیں جو خدا کی طرف منسوب کردی گئی ہیں۔ (العیاذ باللہ) اور کہتے کہ یہ نبوت کا دعوی اور قرآن جس کی تاثیر لوگوں کے دلوں پر غیر معمولی ہوتی ہے صریح جادو کے سوا اور کچھ نہیں اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں بالکل ظاہر ہے کہ اس کو سن کر لوگ مغلوب العقل اور فریفتہ ہوجاتے ہیں (العیاذ باللہ) یہ تھے وہ احمقانہ اقوال اور الزامات کہ جو کفار قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے تھے۔ اس کے جواب میں حق تعالی فرماتے ہیں کہ ان مشرکین عرب کو تو اس قرآن کی اور اس نبی کی بڑی قدر کرنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالی نے ایسا عظیم الشان پیغمبر اور ایسی جلیل القدر کتاب مرحمت فرمائی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انہیں نعمت غیر مترقبہ سمجھتے اور اس انعام الہی کی قدر کرتے خصوصاً جب کہ پہلے سے کہا بھی کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی پیغمبر آتا یا کوئی کتاب ہم پر اتاری جاتی تو اوروں سے بڑھ کر ہم فرمانبردار ہوتے۔ سورہ فاطر پارہ ۲۲ میں مشرکین کا یہ قول نقل فرمایا گیا ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ کہ کفار قریش نے قبل بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا یعنی پیغمبر آوے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ قبول کرنے والے ہوں۔ اب جب خدا کی طرف سے ان کے پاس ایک کامل ترین نذیر آ گیا تو لگے انکار اور استکبار کرنے اور بجائے قدر کرنے کے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین تکذیب کر کے بے فکر نہ ہو بیٹھیں کیونکہ تکذیب کا وبال بڑا سخت ہے۔ چنانچہ ان سے پہلے جو کافر امتیں گزری ہیں انہوں نے انبیاء اور وحی کی تکذیب کی تھی پھر وہ کیسے عذاب الہی میں گرفتار ہوئے۔ اور پھر وہ گذشتہ امتیں تو قوت و طاقت اور مال و متاع اور دنیوی ساز و سامان ان مشرکین عرب سے بہت زیادہ رکھتے تھے۔ یہ تو ان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے لیکن جب انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کی تو ان کا سب ساز و سامان دھرا رہ گیا اور ایک منٹ کو بھی عذاب الہی کو نہ روک سکے۔ نہ ان کے مال کام آئے اور نہ ان کی اولاد اور کنبے قبیلے اور نہ قوت و طاقت نے انہیں بچایا اور نہ مال و دولت نے فائدہ دیا۔ سب برباد کر کے رکھ دیئے گئے۔ تو پھر یہ مشرکین عرب جو ان جیسی نہ لمبی عمریں رکھتے ہیں نہ جسمانی قوتیں نہ ان گذشتہ کفار جیسا مال دولت نہ عیش و ترفہ یہ کیسے اس تکذیب کے وبال سے بچ سکے۔

اب یہاں ان آیات کے سلسلہ میں ایک طرف تو آپ کفار مکہ اور مشرکین عرب منکرین اسلام کے اقوال اور اعتراضات اور الزامات کو دیکھیں کہ کتنے سخت اور شدید ہیں قرآن کریم کے متعلق کہا کہ "یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے۔" (معاذ اللہ) اور "یہ محض ایک صریح جادو ہے۔" گویا ان الزامات کے ساتھ کفار مکہ و مشرکین عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے۔ مگر اس کا کیسا فیصلہ کن جواب حق تعالی کی طرف سے دیا گیا کہ پہلے بھی جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تھی سو دیکھو کہ اللہ کا ان پر تکذیب کی بدولت کیسا عذاب اسی دنیا میں ہوا۔ کہ نیست نابود کردیئے گئے۔ چنانچہ کفار مکہ اور مشرکین عرب بھی اپنی تکذیب کی بدولت اسی طرح نیست و نابود کردیئے گئے کہ کفر و شرک کی جڑ جزیرۃ العرب سے ہمیشہ کے لئے ختم کردی گئی نہ وہ اور ان کے بت رہے نہ ان کے پجاری رہے۔

دعا کیجئے: حق تعالی نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی اور اسلام جیسا دین عطا فرمایا۔ تو ہم کو ان نعمتوں کی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیے۔ یا اللہ ہم کو قرآن پاک کا علم و عمل اور اس کی تعلیمات کا اتباع نصیب فرما اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا سچا اور پکا امتی ہونا اور آپ کا مطیع و فرمانبردار ہونا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ

آپ کہیئے کہ میں تم کو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ تم خدا کے واسطے کھڑے ہوجاؤ دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے اس ساتھی کو

مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ

جنون (تو) نہیں ہے، وہ تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ مانگا ہو تو

اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ

وہ تمہارا ہی رہا، میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے، اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب

يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾

حق بات غالب کررہا ہے وہ علام الغیوب ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ (دین) حق آگیا اور (دین) باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر (مثلاً وفرضاً) میں گمراہ ہوجاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر وبال ہوگی، اور اگر میں راہ (راست) پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے،

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾

وہ سب کچھ سنتا (اور) بہت نزدیک ہے۔

قُلْ فرمادیں	اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ میں صرف نصیحت کرتا ہوں تمہیں	بِوَاحِدَةٍ ایک بات کو	اَنْ تَقُوْمُوْا کہ تم کھڑے ہوجاؤ	لِلّٰهِ اللہ کے واسطے	مَثْنٰى دو،دو		
وَفُرَادٰى اور اکیلے اکیلے	ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا پھر تم غور کرو	مَا بِصَاحِبِكُمْ نہیں تمہارے اس ساتھی کو	مِّنْ جِنَّةٍ کوئی جنون	اِنْ نہیں	هُوَ وہ		
اِلَّا مگر۔صرف	نَذِيْرٌ ڈرانے والے	لَّكُمْ تمہیں	بَيْنَ يَدَيْ آگے (آنے سے پہلے)	عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب	قُلْ فرمادیں		
مَا سَاَلْتُكُمْ جو میں نے مانگا ہو تم سے	مِّنْ اَجْرٍ کوئی اجر	فَهُوَ تو وہ	لَكُمْ تمہارا ہے	اِنْ نہیں	اَجْرِيَ میرا اجر	اِلَّا مگر۔صرف	
عَلَى اللّٰهِ اللہ کے ذمے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر۔کی	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدٌ اطلاع رکھنے والا ہے	قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب
يَقْذِفُ ڈالتا (اوپر سے اتارتا ہے)	بِالْحَقِّ حق کو	عَلَّامُ الْغُيُوْبِ سب غیبوں کا جاننے والا	قُلْ فرمادیں	جَآءَ الْحَقُّ حق آگیا			
وَمَا يُبْدِئُ اور نہ پیدا کریگا	الْبَاطِلُ باطل	وَمَا يُعِيْدُ اور نہ لوٹائے گا	قُلْ فرمادیں	اِنْ اگر	ضَلَلْتُ میں بہکا ہوں	فَاِنَّمَا تو اس کے سوا نہیں	
اَضِلُّ میں بہکا ہوں	عَلٰى نَفْسِيْ اپنی جان پر (اپنے نقصان کو)	وَاِنِ اور اگر	اهْتَدَيْتُ میں ہدایت پر ہوں	فَبِمَا تو اسکی بدولت	يُوْحِيْٓ وہ وحی کرتا ہے		
	اِلَيَّ میری طرف	رَبِّيْ میرا رب	اِنَّهٗ بیشک وہ	سَمِيْعٌ سننے والا	قَرِيْبٌ قریب		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کو تکذیب نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر وعید سنائی گئی تھی کہ اے مشرکین عرب تمہاری تو کیا حیثیت ہے۔ گذشتہ امتوں کے منکرین نبوت جو تم سے ساز وسامان اور دولت وثروت میں کہیں زیادہ تھے وہ اس تکذیب کی بدولت عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر تباہ وبرباد ہوئے تو تم تکذیب نبوت پر کیسے بچ جاؤ گے۔ اب ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت وتصدیق نبوت

کا ایک طریقہ بتلایا جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب ہو رہا ہے کہ یہ کفار جو نعوذ باللہ آپ کو مجنون بتا رہے ہیں تو آپ ان سے کہئے کہ آؤ میں تمہیں اپنے دعویٰ رسالت کی جانچ کا ایک آسان سا مختصر طریقہ بتاؤں۔ تم اخلاص نیت کے ساتھ خدا کو حاضر ناظر جان کر انفراداً بھی اور اجتماعاً بھی سوچو کہ میں جو تمہارے درمیان ۴۰ سال سے ہر وقت رہتا ہوں اور جس کی امانت کا دیانت کا۔ اصابت رائے کا فہم و دانش کا تم خود براہ راست تجربہ رکھتے ہو اور قائل رہے ہو۔ کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا خود غرضی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا۔ اب کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ (العیاذ باللہ) اسے بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنالیا۔ کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور ان کی اخروی صلاح و فلاح کی ایسی زبردست ہدایات پیش کر سکتا ہے۔ وہ تم کو آئندہ کی ہلاکت کے خطرات سے آگاہ کر رہا ہے۔ دلائل و شواہد سے تمہارا برا بھلا سمجھاتا ہے کیا یہ کام دیوانوں کے ہیں؟ پھر میں تم سے اپنی اس محنت و خیر خواہی کا کچھ صلہ تو نہیں چاہتا۔ اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہو تو وہ تم سب اپنے ہی پاس رکھو۔ مجھے ضرورت نہیں۔ میرا صلہ تو خدا کے یہاں ہے۔ میں تم سے جو چیز طلب کرتا ہوں یعنی ایمان و اسلام وہ صرف تمہارے نفع کی خاطر ہے۔ اس سے زائد میری کوئی غرض و غایت نہیں ہے۔ میری سچائی اور نیت اللہ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر رہی ہے اور دین حق کی بارش ہو رہی ہے۔ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو اس سے فائدہ اٹھاؤ جس زور سے اب اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے اس سے اندازہ کرو کہ باطل کہاں ٹھہر سکے گا۔ ضرور ہے کہ ملیامیٹ ہو کر رہے اور دین حق کا ڈنکا بجے۔ اس علام الغیوب نے خوب دیکھ بھال کر عین موقع پر حق کو باطل کا سر کچلنے کے لئے بھیجا ہے۔ دین حق آپہنچا۔ اب اس کا زور رکنے والا نہیں۔ یہ سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہے گا۔ جھوٹ کے پاؤں کہاں جو حق کے سامنے چل سکے۔ باطل تو اب کرنے کا رہا نہ دھرنے کا سمجھ لو کہ باطل یقینی آیا گیا ہوا۔

فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔

آگے مزید تلقین ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر نعوذ باللہ میں نے یہ ڈھونگ خود کھڑا کیا ہے تو کتنے دن چلے گا۔ اس میں آخر میرا ہی نقصان ہے۔ دنیا کی عداوت مول لینا۔ آخرت کی رسوائی قبول کرنا۔ العیاذ باللہ۔ لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں جیسا کہ واقعی ہوں تو سمجھ لو کہ یہ سب اللہ کی تائید و امداد اور وحی الٰہی کی برکت و ہدایت سے ہے جو کسی وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ میرا خدا سب کچھ سنتا ہے اور وہ بالکل نزدیک ہے وہ ہمیشہ میری مدد فرمائے گا اور اپنے پیغام کو دنیا میں روشن کرے گا تم مانو یا نہ مانو۔ اگر تم نے حق کا اتباع نہ کیا تو تم خود بھٹکو گے میرا کیا بگڑے گا اور اگر راہ پر آگئے تو یہ راہ پر آنا اسی دین حق کے اتباع کی بدولت ہو گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق کا اتباع کرنے والوں میں شامل رکھیں اور قرآنی ہدایات کی بدولت راہ راست پر مستقیم رکھیں۔

یا اللہ جیسے آپ نے ابتدا میں اسلام کو غلبہ دیا اور باطل کو مغلوب فرمایا۔ یا اللہ اب بھی اور آئندہ بھی اپنی تائید و نصرت سے اسلام کو غلبہ اور نصرت عطا فرمائیے اور باطل کو مغلوب اور ملیامیٹ فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى

اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں جبکہ یہ کفار گھبرائے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس ہی پکڑ لئے جاویں گے۔ اور کہیں گے ہم دین حق پر ایمان لے آئے

لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ

اور اتنی دُور جگہ سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس کا انکار کرتے رہے، اور بے تحقیق باتیں دُور ہی دُور

مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ

سے ہانکا کرتے تھے۔ اور ان میں اور ان کی آرزو میں ایک آڑ کردی جائے گی جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی (برتاؤ) کیا جاوے گا جو ان سے پہلے تھے،

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔

وَلَوْ تَرٰٓى اے کاش تم دیکھو	اِذْ جب	فَزِعُوْا وہ گھبرائیں	فَلَا فَوْتَ اور نہ بچ سکیں گے	وَاُخِذُوْا اور پکڑ لئے جائیں گے	مِنْ سے	
مَكَانٍ قَرِيْبٍ قریب جگہ (پاس)	وَقَالُوْٓا اور کہیں گے	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِهٖ اس پر	وَاَنّٰى اور کہاں	لَهُمُ ان کیلئے	
التَّنَاوُشُ پکڑنا (ہاتھ آنا)	مِنْ سے	مَكَانٍ جگہ	بَعِيْدٍ دُوردراز	وَقَدْ كَفَرُوْا اور تحقیق انہوں نے کفر کیا	بِهٖ اس سے	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَ اور	يَقْذِفُوْنَ وہ پھینکتے ہیں	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	مِنْ سے	مَكَانٍ بَعِيْدٍ دُور جگہ	وَحِيْلَ اور آڑ کردی گئی
بَيْنَهُمْ اُن کے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	مَا يَشْتَهُوْنَ جو وہ چاہتے تھے	كَمَا جیسے	فُعِلَ کیا گیا	بِاَشْيَاعِهِمْ ان کے ہم جنسوں کیساتھ	
	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	فِيْ میں	شَكٍّ شک	مُّرِيْبٍ تردد میں ڈالنے والے

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ سبا کی خاتمہ کی آیات ہیں گذشتہ آیات میں کفارومشرکین کے بعض وہ جاہلانہ اور احمقانہ اقوال بیان فرمائے گئے تھے جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور قرآن کریم پر لگاتے تھے۔ اس لئے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اس وقت یہ کفار جتنی چاہیں باتیں بنائیں اور جو ڈینگیں چاہیں ماریں لیکن وہ وقت قابل دید ہوگا جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرائیں گے اور ان کے ہوش وحواس اڑ جائیں گے۔ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگیں گے کہ کہیں پناہ کی جگہ مل جائے تو چھپ کر اپنی جان بچائیں لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ نہ بھاگ کر۔ نہ چھپ کر۔ نہ کسی کی حمایت سے نہ کسی کی پناہ سے۔ غرض کہ یہ کہیں بھاگ نہ سکیں گے۔ اس وقت گرفتاری کے لئے کہیں دور سے ان کو تلاش کرنا نہ پڑے گا بلکہ نہایت آسانی سے فوراً جہاں کے تہاں گرفتار کر لئے جائیں گے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے کہ ہمیں پیغمبر کی باتوں پر یقین آ گیا ان کی باتیں بالکل سچ تھیں اب ہم ان پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس وقت تو ایمان لانے کا موقع ہی جا چکا ہوگا۔ اب وہ وقت کہاں کہ ایمان لاکر اپنے کو بچا سکیں۔ ایمان تو وہی مقبول ہے کہ جو موت سے پہلے اس دنیا میں نصیب ہو آخرت میں تو آنکھوں سے دیکھ کر سب ہی کو یقین آ جائے گا۔ جب دنیا میں ایمان لانے کا وقت تھا تو انکار پر تلے رہے اور ان باتوں کا جو اللہ کے پیغمبر نے انہیں بتائیں رد کرتے رہے اور اپنی ہی انکل پچو باتیں ہانکتے

رہے اور اللہ کے رسول کو کبھی ساحر اور کبھی شاعر اور کبھی مجنون بتلاتے رہے اور آخرت وحشر ونشر کا انکار کرتے رہے۔ اب آنکھیں کھلیں تو ایمان کی سوجھی۔ غرض دنیا میں رہ کر جو ایمان کی جگہ تھی ہمیشہ بے تحقیق باتیں کیں۔ سچی بات کے قریب نہ پھٹکے اب پچھتانے اور ایمان لانے سے کیا حاصل۔ سیدھی بات یہ تھی کہ دنیا ہی میں یہ اللہ کے پیغمبروں کی بات مان لیتے اور ایمان لے آتے تو اس وقت کے مان لینے سے اس وقت عذاب سے نجات مل سکتی تھی۔ اب یہاں نجات کی آرزو بالکل بیکار ہے۔ اور دنیا میں دوبارہ جا کر ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے کا ارمان پورا نہیں ہوسکتا۔ اب عیش وآرام کی تمنا بھی فضول ہے۔ ان کفار اور ان کی سب آرزوؤں اور تمناؤں کے درمیان سخت روک قائم کردی جائے گی۔ اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو ان جیسا خیال کرنے والے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ وہ لوگ بھی پیغمبروں کی بتائی ہوئی باتوں میں ایسا ہی شک وشبہ نکالا کرتے تھے اور ایسے ہی مہمل شبہات اور بے جا شک وترددات میں گھرے ہوئے تھے جو کسی طرح ان کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ آخر ایمان سے محروم مرے اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔ ایسا ہی ان کا بھی حشر ہوگا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کفار ومشرکین کے ایمان سے محروم رہنے کی بڑی وجہ ان کا شک وتردد ہی ہے۔ برخلاف ان کے مومن کو دین کے معاملہ میں یقین حاصل ہوتا ہے۔ درحقیقت شرک وکفر اور دہریت اور انکار آخرت کے عقائد کوئی شخص بھی یقین کی بنا پر اختیار نہیں کرتا اور نہ کرسکتا ہے۔ جس نے دنیا میں یہ عقائد اختیار کئے کہ خدا نہیں ہے۔ یا بہت سے خدا ہیں۔ یا خدائی اختیارات میں بہت سی ہستیوں کو دخل ہے یا آخرت حشر ونشر وجزا وسزا نہیں ہے تو یہ اس نے محض وہم اور گمان کی بنا پر ایسے عقائد قائم کرلئے جن کی اصل بنیاد حق سے شک وتردد کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ شک ہی انہیں گمراہی کی طرف لے گیا۔ انہیں خدا کے وجود میں شک ہوا۔ انہیں توحید کی صداقت میں شک ہوا۔ انہیں آخرت کے آنے میں شک ہوا۔ غرض کہ جب تک دنیا میں رہے دریائے شک میں غرق رہے۔ اللہ اور رسول کی ہر بات میں ان کو شک رہا اور ان کی کوئی بات نہ مانی اور اپنی دنیوی زندگی کی پوری مہلت عمل اسی شک وتردد اور اضطراب میں گزار دی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شبہات اور شکوک سے بچو۔ اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا اور جو یقین پر مرا اسے یقین ہی پر اٹھایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ دین کی باتوں میں شکوک وشبہات کے مرض سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور دین کی ہر بات پر ہم کو جزم اور یقین کامل نصیب فرمائیں۔ اس موقع پر ایک دلچسپ حکایت یاد آئی۔ جو یہاں نقل کی جاتی ہے۔

ایک زبردست فلسفی دہریہ خدا کے وجود کا منکر حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ دوران گفتگو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بوقت ضرورت ہم اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں تو ناممکن الوقوع بھی وقوع میں آجاتا ہے۔ اس پر اسی دہریہ نے کہا کہ یہ کس کا نام آپ نے لیا۔ اللہ کیا ہے؟ کہاں ہے؟ کیسا ہے؟' وہ کیا کرتا ہے؟ اللہ کا وجود ثابت کیجئے؟ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عقلی طریقہ سے یا نقلی طریقہ سے یعنی کتابوں سے؟ کہنے لگا کہ جناب عقل سے ثابت فرمائیے کتابوں کو میں نہیں مانتا۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اس پر خوش ہوئے کہ اس نے عقلی طریقہ کو پسند کیا۔ جب دہریہ نے خوش ہونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عقلی یا نقلی طریقہ کو پسند کرنا تمہارا اختیاری امر تھا۔ میں تم کو کسی طریقہ پر مجبور نہ کرسکتا تھا اگر تم نقلی ثبوت کتابوں سے چاہتے تو ذرا مشکل پڑتی اور آج اسی وقت منٹوں میں یہ مرحلہ طے نہ ہوسکتا جواب انشاء اللہ ہوجائے گا ورنہ کئی دن بحث چلتی کیونکہ کتابیں بہت ہیں اور ہر ایک میں گو نتیجہ واحد ہے اور دلائل مختلف اس لئے میں نے یہ التجا اللہ تعالیٰ سے کی کہ تم کو یہ توفیق دے کہ تم عقلی طریقہ پسند کرو۔ اب تو معاملہ آسان ہوگیا۔ اور فرمایا یہ بتلاؤ کہ ایک عقل مند انسان کے لئے وہ کون سا امر لازمی ہے جو اس کو آئندہ کی ندامت اور مصیبت سے مامون اور محفوظ رکھے۔ اس

کا جواب اس وقت اس فلسفی دہریے کی سمجھ میں نہ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا ''احتیاط'' ایسا امر ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں صحیح ہے۔ عقل مند آدمی کے لئے ہر معاملہ میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا تو اچھا اب ایک حکایت سن لو۔ حمید اور ولید دو دوست بغداد میں ہیں۔ اور بصرہ جانا چاہتے ہیں جہاں وہ کبھی نہیں گئے تھے۔ نہ راہ کی کیفیت جانتے تھے۔ نہ حالات سفر سے انہیں خبر تھی۔ متفکر بیٹھے تھے کہ ایک مسافر کو بصرہ کی راہ سے آتا دیکھا پوچھا بھائی ذرا مہربانی کر کے بتا دینا کہاں سے آرہے ہو؟ کہا بصرہ سے۔ پوچھا کیسی راہ ہے؟ حالات سفر کیا ہیں؟ کہا کہ راستہ تو اچھا ہے مگر ایک گھاٹی ہے جہاں قزاق تاک میں لگے رہتے ہیں قابو مل گیا تو مار لیتے ہیں اس لئے ہتھیار رکھ لو پھر اطمینان ہے پھر شہر پناہ بصرہ پر محصول لے کر اندر جانے دیتے ہیں ورنہ باہر ہی باہر ہنکا دیتے ہیں اس محصول کی ادائیگی کے لئے کچھ رقم بھی ساتھ لے لو۔ اس پر وہ دونوں دوست متفق ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک دوسرا مسافر اسی بصرہ کی راہ سے آرہا تھا۔ اس سے بھی وہی سوالات کئے گئے۔ اس نے جواب دیا راستہ بالکل صاف ہے۔ ناک کی سیدھی راہ پر چلے جاؤ۔ کھلے ہاتھ سونا لے جاؤ کچھ خطرہ نہیں۔ حمید نے کہا کہ کیا حرج ہے احتیاطاً ہتھیار رکھ لیں مگر ولید نے کہا کہ اس مخبر کو صحیح سمجھنا چاہئے۔ کون فضول بوجھ ہتھیار کا باندھے۔ خلاصہ یہ حمید مسلح اور ولید نہتہ چلے۔ اتفاق سے راہ میں وہ گھاٹی آئی اور دو تین آدمی ان پر ٹوٹ پڑے اب حمید نے تلوار چمکائی اس پر حملہ کرنے والا جھجکا ادھر دیکھا کہ ولید نہتہ کھڑا ہے۔ اس پر جھپٹے۔ حمید بھاگا۔ جان بھی بچی۔ اپنا مال بھی سلامت لے گیا۔ محصول بھی لیا جاتا تھا وہ ادا کیا اور بصرہ میں داخل ہو گیا۔ ولید کی جان مال قزاقوں کے نذر ہو گئی۔ اتنا فرما کر حضرت جعفر صادقؒ خاموش ہو گئے۔ دہریہ نے کہا کہ ہاں بچوں کے لئے اچھی حکمت آموز نقل ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں بڑوں کے لئے بھی ہدایت حق کرتی ہے۔ دہریہ نے کہا یہ کیونکر؟ فرمایا کہ تم اور میں دونوں مرنے والے ہیں۔ اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے رہنے والے نہیں۔ اس لئے ہم دونوں اس دنیا سے سفر کرنے والے ہیں اور ایسی دنیا کو جہاں اب تک ہم نہیں گئے۔ نہ وہاں کا حال ہمیں معلوم۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ خدا کا وجود نہیں۔ اگر تمہارا دعویٰ صحیح ہے اور واقعیت میں واقعی خدا نہیں ہے تو میں جو خدا کے وجود کا قائل ہوں مجھ کو اس اعتقاد کی سزا دینے والا وہاں کوئی نہ ہوگا۔ پس باوجود مختلف اور متضاد عقیدوں کے تمہاری اور میری حالت بعالم ثانیہ ایک سی رہے گی لیکن بحسب دعویٰ میرے اگر خدا کا وجود ہے تو تم پھنسے اور میں بچا۔ پس اس امر پر میں نے احتیاط پر عمل کیا یا تم نے؟ انسانی شیوۂ عقل میرا رہا یا تمہارا؟ آئندہ مصائب سے عقلاً میرا عمل محفوظ رکھے گا یا تمہارا؟ فلسفی دہریہ قائل ہو گیا اور ایمان لے آیا۔

یہاں اس حکایت سے جہاں نفس مضمون یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنا عقلاً بھی انسانی شیوۂ عقل ثابت ہوا وہیں ایک بڑے کام کی بات یہ گرہ میں باندھ لینے کی ہے کہ دنیا کے معاملات میں ''احتیاط'' جیسے انسانی شیوۂ عقل ہے اسی طرح دین کے معاملات میں بھی اس ''احتیاط'' کے پہلو پر عمل پیرا ہونا عقل کا تقاضہ ہے مثلاً رمضان المبارک کے مہینہ میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور جس پر چاروں ائمہ کا اجماع ہے اور جس کے نقلاً اثبات میں علمائے محققین نے دسیوں اور بیسیوں کتب تحریر فرمائی ہیں جب کہ بعض افراد خصوصاً غیر مقلدین صرف آٹھ رکعت پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں تو یہ انسانی شیوۂ عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر میدان حشر میں حق تعالیٰ کی طرف سے ۲۰ رکعت کا مطالبہ ہوا تو ۸ رکعت پڑھنے والے قابل مواخذہ ہوں گے اور اس وقت بری طرح اس معاملہ میں اپنے کو پھنسا ہوا پائیں گے اور اگر مطالبہ ۲۰ کا نہ بھی ہوا تب بھی ۲۰ رکعت والوں کو کوئی خدشہ اور نقصان نہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ وفہم ہم کو عطا فرمائیں اور دینی معاملات میں بھی احتیاطی پہلو کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس سورۃ کو اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ کے جملہ پر ختم فرمایا گیا یعنی یہ منکرین آخرت سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ دین میں شک وتردد یہ خالص کافرانہ خصلت ہے اور اس کے مقابل یقین یہ خالص مومنوں کا سرمایۂ آخرت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ خَمْسٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی

تمام ترحمد اللہ کو لائق ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جو فرشتوں کو پیغام رسا بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ①

اور چار چار پر دار بازو ہیں، وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کردیتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	فَاطِرِ پیدا کرنے والا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اورزمین	جَاعِلِ بنانے والا	الْمَلٰٓئِکَۃِ فرشتے	
رُسُلًا پیغام بر	اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ پروں والے	مَثْنٰی دودو	وَثُلٰثَ اورتین تین	وَرُبٰعَ اور چار چار	یَزِیْدُ زیادہ کردیتا ہے	فِی الْخَلْقِ پیدائش میں	
	مَا یَشَآءُ جووہ چاہے	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	عَلٰی پر	کُلِّ شَیْءٍ ہرشے	قَدِیْرٌ قدرت رکھنے والا		

تفسیر وتشریح:۔الحمدللہ اب ۲۲ویں پارہ کی سورۂ فاطر کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت صرف ایک ابتدائی آیت کا انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ جس کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ سورۃ کی ابتدا ہی اس جملہ سے ہوتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ساری تعریفیں اس اللہ ہی کے لئے زیبا ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے) اس جملہ میں فاطر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام فاطر مقرر ہوا۔ فاطر کے معنی ہیں نیست سے ہست کرنے والا۔ عدم سے وجود میں لانے والا۔ بغیر نمونہ اور مثال کے کوئی نئی چیز بنانے والا۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الملائکہ بھی ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں ملائکہ کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کو سورۃ الملائکہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے پینتیسویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۶ لکھا ہے یعنی ۸۵ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہوچکی تھیں اور ۲۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۴۵ آیات۔ ۵ رکوعات۔ ۹۲۷ کلمات اور ۳۲۸۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں بھی مثل دوسری مکی سورتوں کے عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جس میں توحید کو ثابت کیا گیا ہے اور شرک کو باطل قرار دیا گیا۔ اہل مکہ اور ان کے سرداروں نے دعوت توحید کے مقابلہ میں جو روش اختیار کر رکھا تھا اس پر ناصحانہ انداز میں ان پر تنبیہ و ملامت بھی کی گئی ہے اور معلمانہ انداز میں فہمائش بھی۔ سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے بیان سے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس زمین پر انسانوں کو بسایا اور ان کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے اور ان رسولوں کے پاس اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے پیغام ہدایت بھیجا۔ پھر جس طرح انسان کی جسمانی پرورش اور تربیت کے بے شمار سامان دنیا میں پیدا کئے۔ اسی طرح روحانی اور اخلاقی تربیت کے لئے نبوت و رسالت کا سلسلہ قائم کیا گیا اور کتابیں نازل کی گئیں۔ اسی سلسلۂ رسالت کی آخری رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آخری کتاب قرآن کریم ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانے۔ اور زمین و آسمان میں بے شمار پھیلے ہوئے آثار سے

توحید کا سبق حاصل کرے۔ وہ نعمتیں جو اللہ نے دے رکھی ہیں ان کی ناشکری کفر وسرکشی انسان کا شیوہ نہ ہونا چاہئے۔ مزید براں انسانوں کو یہ قرآن اور رسالت محمدیہ کی یہ عظیم نعمتیں ملیں پھر بھی اکثر لوگ اس سے اعراض وسرکشی کرتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے بھی انبیاء کی تکذیب ہوتی رہی ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ نے جو پیغام قرآن کی شکل میں دیا ہے وہ حق ہے۔ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اس کو نہ بھول جانا۔ اور شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کا کہنا مانو گے تو تمہیں آگ یعنی نار جہنم کی طرف لے جائے گا۔ جو لوگ شیطانی دھوکہ میں آجاتے ہیں ان کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ وہ بری باتوں کو اچھا اور اپنے کو اچھوں کے برابر سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ وہ برے ہیں۔ کافروں کے لئے آخرت میں سخت عذاب ہے اور ایماندار نیکوکار بڑا اجر پائیں گے اس لئے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو جو دنیا میں پھیلی پڑی ہیں۔ انسان کی اپنی پیدائش پھر اس کی پرورش کا انتظام سب ایک اللہ عز وجل کے دست قدرت میں ہے اس لئے انسان سراسر اسی کا محتاج ہے اور ہر ایک اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے کوئی اپنے سوا اور کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ برے اعمال کی سزا بعض وقت دنیا میں بھی مل جاتی ہے لیکن قیامت میں تو ضرور ملے گی۔ یہ سنت اللہ ہے کہ سرکشی اور نافرمانی پر فوراً گرفت نہیں ہوتی۔ مہلت ملتی ہے اگر مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر نتائج بھگتنے پڑیں گے اس لئے جسے سنبھلنا ہے وہ سنبھل جائے آخر وہ مقررہ گھڑی آکر رہے گی اور جب آجائے گی تو پھر کسی کی کچھ نہ چلے گی اور فیصلہ اللہ عز وجل کے ہاتھ میں ہوگا اور چونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ اس لئے ہر کسی کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے خاص مضامین کا جن کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب اس تمہید کے بعد اس ابتدائی آیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی الحمدللہ سے ہوئی ہے اور یہ ان پانچ سورتوں میں سے آخری سورۃ ہے جن کی ابتدا الحمدللہ سے فرمائی گئی ہے۔ سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد سے فرمائی جاتی ہے کہ ساری خوبیاں اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت حمد وثنا بیان کرنے کے لئے اس کی قدرت کے نمونہ ہر وقت ہر کسی کے سامنے موجود ہیں۔ انسان آنکھ اٹھا کر آسمان کو دیکھے یا نیچے نگاہ ڈال کر زمین کو دیکھے یہ سب اسی نے بنائے ہیں اور پھر ان کے درمیان طرح طرح اور قسم قسم کی مخلوقات پیدا کی منجملہ ان کے فرشتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے مامور فرمایا وہ اللہ کے پیغمبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں۔ علاوہ پیغام رسانی کی خدمت کے بعض فرشتوں کے سپرد اللہ جل شانہ کے احکام لے جانا اور دنیا میں ان کو نافذ کرنا بھی ہے۔ ان فرشتوں میں طاقت پرواز ہے۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ ان فرشتوں کے پردار بازو ہیں بعض کے دو۔ بعض کے تین اور بعض کے چار اور بعض کے اس سے بھی زائد۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک مرتبہ اس شکل میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل شکل میں دیکھا ہے ان کے ۶۰۰ بازو تھے اور وہ پورے افق پر چھائے ہوئے تھے۔ اصل حقیقت اور کیفیت ان فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کی تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے وہ لفظ استعمال فرمایا جو انسانی زبان اور فہم میں پرندوں کے بازوؤں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ہماری زبان کا یہی لفظ اصل کیفیت سے قریب تر ہے غرض یہ کہ فرشتوں کے پر اور بازو ہیں اور یہ پر

اور بازو ان کی خلقت کے مناسب ہیں۔ جیسے ان کی خلقت نورانی ہے اسی طرح ان کے پر اور بازو بھی نورانی ہیں چونکہ فرشتے اللہ کا پیغام لے کر زمین میں آسمان سے اترتے ہیں اور پھر زمین سے آسمان پر چڑھتے ان کو اللہ نے پروں اور بازوؤں والا بنایا تاکہ وہ اللہ کا حکم لے کر آسمان سے زمین پر جلد پہنچیں اور پھر عالم بالا کی پرواز کر سکیں۔ فرشتوں کے دو دو تین تین اور چار چار بازوؤں کے ذکر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف درجہ کی طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔ جس سے جیسی خدمت لینی مطلوب ہے اس کو ویسی ہی زبردست سرعت رفتار اور قوت کار سے آراستہ فرمایا گیا ہے۔ آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پورا قادر ہے۔ اس کا ایک مطلب تو مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ فرشتوں کو پیغام رساں بنانے سے یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کچھ ان وسائط کا محتاج ہے۔ ہرگز نہیں وہ بذات خود ہر چیز پر قادر ہے۔ محض حکمت کی بنا پر یہ اسباب و وسائط کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ یہ فرشتے جن کو بعض مشرکین دیوی دیوتا بنائے ہوئے ہیں ان کی حیثیت وحدہٗ لاشریک کے فرمانبردار اور حکم بردار کی سی ہے کہ جس طرح کسی بادشاہ کے خدام اس کے احکام کی تعمیل کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اسی طرح یہ فرشتے کائنات کے فرمانروائے حقیقی کے احکام بجالانے کے لئے اڑتے پھرتے ہیں۔ ان حکم بردار فرشتوں کے اختیار میں کچھ نہیں ہے سارے اختیارات اصل فرمانروا کے دست قدرت میں ہیں۔

اب یہاں آیت میں چونکہ ملائکہ یعنی فرشتوں کا ذکر آ گیا ہے اور آج کل کے دہریئے فلسفی اور نیچری سرے سے وجود ملائکہ کے منکر ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ملائکہ کا وجود قرآن و حدیث سے صراحۃً ثابت ہے لہٰذا فرشتوں کا انکار یا فرشتوں کے نزول کا انکار سب کفر ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اہل اسلام کے نزدیک ملائکہ اجسام نورانیہ کا نام ہے جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور یہ ایک ایسی لطیف اور نورانی مخلوق ہے جو عالم مادی کے ظلمات سے پاک اور منزہ ہے۔ اللہ کی مخلوقات کی کوئی شمار نہیں۔ اس کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک نوع فرشتوں کی بھی ہے جو تمام انواع مخلوقات سے علیحدہ اور جدا ہے۔ یہ کھانے پینے اور توالد و تناسل سے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی سے بالکل پاک اور منزہ ہیں۔ ذکر الٰہی ان کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو افعال قویہ پر قدرت دی ہے۔ یہ ہر صورت اور شکل میں نمودار ہو سکتے ہیں۔ اور یہ سب باتیں قرآن کریم کی کثیر آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد اور صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہیں اور تمام کتب سماویہ مثل توریت۔ انجیل۔ زبور وغیرہ سب کی سب فرشتوں کے اقرار اور اعتراف اور ان پر ایمان کے بارہ میں متفق ہیں لہٰذا فرشتوں کا انکار کفر ہے۔ انبیائے کرام نے فرشتوں کا مشاہدہ کیا ہے اور مرنے کے وقت ہر شخص فرشتوں کو دیکھتا ہے اور حدیث میں ہے کہ مرغ فرشتے کو دیکھ کر اذان دیتا ہے اور گدھا شیطان کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حق جل شانہٗ نے ان کا ادراک اور احساس عام انسانوں کو عطا نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح کیا یہ ممکن نہیں کہ فرشتوں کا ادراک و احساس حضرات انبیاء کرام کو عطا کیا ہو اور عام انسانوں کو ان کا ادراک نہ عطا کیا ہو۔ رہا منکرین ملائکہ کا یہ شبہ کہ اگر فرشتے کوئی مخلوق موجود ہے تو ہم کو دکھائی کیوں نہیں دیتی تو یہ بالکل احمقانہ شبہ ہے۔ ہوا اپنی لطافت کی وجہ سے کسی کو نظر نہیں آتی تو کیا ہوا کے نظر نہ آنے سے کوئی فلسفی اور نیچری ہوا کے وجود کا انکار کر سکتا ہے۔ (معارف القرآن از کاندھلویؒ)

الغرض ملائکہ کے وجود پر ہمارا اسی طرح ایمان ہے جس طرح توحید و رسالت، اور تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتب اور قیامت و آخرت اور حشر و نشر اور جنت و جہنم پر ایمان ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان و اسلام کو زندگی کے آخری لمحہ تک قائم رکھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ؕ

اللہ جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں، اور جس کو بند کردے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں،

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے لوگو تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں اُن کو یاد کرو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

جو تم کو آسمان وزمین سے رزق پہنچاتا ہو،اُن کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں،سوتم (شرک کرکے) کہاں اُلٹے جارہے ہو۔اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

آپ سے پہلے بھی بہت پیغمبر جھٹلائے جاچکے ہیں،اور سب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کئے جائیں گے۔

مَا يَفْتَحِ جو کھول دے	اللّٰهُ اللہ	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	مِنْ رَّحْمَةٍ رحمت سے	فَلَا مُمْسِكَ تو بند کرنیوالا نہیں	لَهَا اسکا	وَمَا يُمْسِكْ اور جو وہ بند کردے
فَلَا مُرْسِلَ تو کوئی بھیجنے والا نہیں	لَهٗ اس کا	مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	يٰاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو
اذْكُرُوْا تم یاد کرو	نِعْمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر	هَلْ کیا	مِنْ خَالِقٍ کوئی پیدا کرنے والا	غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا	
يَرْزُقُكُمْ وہ تمہیں رزق دیتا ہے	مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے	وَ اور	الْاَرْضِ زمین	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اُس کے سوا
فَاَنّٰى تو کہاں	تُؤْفَكُوْنَ اُلٹے پھرے جاتے ہو تم	وَاِنْ اور اگر	يُّكَذِّبُوْكَ وہ تجھے جھٹلائیں	فَقَدْ كُذِّبَتْ تو تحقیق جھٹلائے گئے		
	رُسُلٌ رسول	مِّنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	وَ اور	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	تُرْجَعُ لوٹتا	الْاُمُوْرُ تمام کام

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت کے خاتمہ پر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ فرما کر بتلایا گیا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور ہر چیز پر اسے پورا پورا اختیار ہے۔ اب آگے اس کی قدرت واختیار کا اندازہ کرنے کے لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی رحمت سے کوئی جسمانی یا روحانی نعمت دینا چاہے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے روک لے اور اگر وہی روک لے تو کوئی اور اس کے سوا کسی کو کچھ دے نہیں سکتا۔ ساری قدرت واختیار کا وہی مالک ہے اور یہ بھی وہی جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا چاہئے۔ گویا کامل اقتدار کے ساتھ عزیز وحکیم بھی ہے۔ عزیز یعنی زبردست ہے کہ کوئی اس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے روک نہیں سکتا اور اس کے ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہے کہ جو فیصلہ کرتا ہے سراسر حکمت کی بنا پر کرتا ہے۔ کسی کو دیتا ہے تو اس لئے دیتا ہے کہ حکمت اسی کو مقتضی ہے اور کسی کو نہیں دیتا تو اس لئے نہیں دیتا کہ اسے دینا حکمت کے خلاف ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ علاوہ کامل القدرت ہونے کے کامل النعمت بھی ہے۔ چنانچہ بے شمار نعمتیں اس نے انسانوں کو دے رکھی ہیں۔ اس لئے تمام انسانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کے احسانات کو یاد کریں اور اس کی نعمتوں کو نہ بھولیں۔ اور ان نعمتوں کے یاد کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ان کا شکر ادا کیا جائے۔ اور سب سے بڑا شکر یہ ہے کہ توحید اختیار کی جائے اور شرک چھوڑ دیا جائے۔ گویا یہاں انسانوں

16 کو احسان فراموش نہ ہونے کی تعلیم دی گئی کہ اس حقیقت کو کوئی نہ بھولے کہ جو کچھ بھی اسے حاصل ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ اب اگر کوئی کسی نعمت کو اللہ کے سوا دوسری ہستی کی عطا سمجھتا ہے یا کسی نعمت کے ملنے پر اللہ کے سوا کسی اور کا شکر بجالاتا ہے یا کوئی نعمت مانگنے کے لئے اللہ کے سوا کسی اور سے دعا کرتا ہے تو یہ انسان کی غلطی اور احسان فراموشی ہے۔ آگے دو بڑی نعمتوں پر متنبہ کیا جاتا ہے کہ اے انسانو غور کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور تمہارا خالق ہے اور رزاق ہے؟ یعنی اسی خالق بے مثال نے تمہیں پیدا کر کے تمہارے واسطے آسمان اور زمین سے رزق پہنچانے کا سامان مہیا کر دیا۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ زمین سے گھاس۔ غلہ۔ سبزی۔ ترکاری پھل پھلار وغیرہ سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔ تو جب تم یہ مانتے ہو کہ پیدا کرنا اور روزی کے سامان بہم پہنچا کر زندہ رکھنا سب اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے پھر معبودیت کا استحقاق کسی دوسرے کو کدھر سے ہو گیا؟ جو خالق و رازق حقیقی ہے وہی معبود ہونا چاہئے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی اگر یہ مشرکین و منکرین آپ کی بات نہیں مانتے۔ آپ کو اللہ کا رسول نہیں تسلیم کرتے بلکہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ غم نہ کیجئے انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا ہے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ سے باز نہیں آئے۔ ایسوں کا معاملہ خدا کے حوالہ کیجئے۔ وہیں پہنچ کر سب باتوں کا دوٹوک عملی فیصلہ ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کتنی خوبی کے ساتھ اثبات توحید فرمایا گیا اور عام تعلیم اور سبق یہ دیا گیا کہ اللہ کے بندے غیر اللہ سے نفع و ضرر کی کوئی امید یا خوف نہ رکھیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف نظر رکھیں۔ بزرگان دین لکھتے ہیں کہ دین و دنیا کی درستی اور دائمی راحت اور چین و سکون کا یہ اکسیری نسخہ ہے۔ اور اللہ پر توکل اور اعتماد ہزاروں غموں اور فکروں سے نجات دینے والا ہے۔

حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میں صبح کو قرآن کریم کی چار آیتیں پڑھ لیتا ہوں تو مجھے یہ فکر نہیں رہتی کہ اب صبح کو کیا ہوگا اور شام کو کیا ہوگا۔ وہ آیتیں یہ ہیں۔

(۱) ایک تو یہی پہلی آیت یعنی

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

یعنی اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے تو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے تو اس کے بند کرنے کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں۔ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

(۲) دوسری آیت۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (پ۱۱ سورۂ یونس)

اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرما دے وہ غفور الرحیم ہے۔

(۳) تیسری آیت سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا

اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد فراغت بھی دے گا۔ (پ۲۸ سورۂ طلاق)

(۴) اور چوتھی آیت۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سورۂ ہود)

اور روئے زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ (معارف القرآن حضرت مفتی صاحب جلد ہفتم)

اللہ تعالیٰ اپنی ذات عالی اور قدرت کاملہ پر ہم کو بھی توکل اور اعتماد کامل نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٝ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

اے لوگو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور سچا ہے سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈالے رکھے اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے۔

الْغَرُوْرُ ۵ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ

یہ شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو دشمن (ہی) سمجھتے رہو۔ وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ

اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ؕ ۶ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

دوزخیوں میں سے ہوجاویں۔ جو لوگ کافر ہوگئے اُن کیلئے سخت عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ۷ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ

اُن کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ تو کیا ایسا شخص جس کو اُس کا عمل بدا اچھا کرکے دکھایا گیا پھر وہ اُس کو اچھا سمجھنے لگا (اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے کہیں برابر ہوسکتے ہیں) سو اللہ تعالیٰ

مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ

جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے، سو ان پر افسوس کرکے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے، اللہ کو اُن کے

بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۸

سب کاموں کی خبر ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ پس ہرگز تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے	الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی		
وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ اور تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے	بِاللّٰهِ اللہ سے	الْغَرُوْرُ دھوکہ باز	اِنَّ الشَّیْطٰنَ بے شک شیطان	لَكُمْ تمہارے لئے			
عَدُوٌّ دشمن	فَاتَّخِذُوْهُ پس اسے سمجھو	عَدُوًّا دشمن	اِنَّمَا یَدْعُوْا وہ تو بلاتا ہے	حِزْبَهٗ اپنے گروہ کو	لِیَكُوْنُوْا تاکہ وہ ہوں	مِنْ سے	
اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ جہنم والے	اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ شَدِیْدٌ سخت عذاب	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور جو لوگ ایمان لائے			
وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّاَجْرٌ اور اجر	كَبِیْرٌ بڑا	اَفَمَنْ سو کیا جس	زُیِّنَ آراستہ کیا گیا
لَهٗ اس کیلئے	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کا بُرا عمل	فَرَاٰهُ پھر اس نے دیکھا اسے	حَسَنًا اچھا	فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ	یُضِلُّ گمراہ ٹھہراتا ہے		
مَنْ یَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَیَهْدِیْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ یَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	فَلَا تَذْهَبْ پس نہ جاتی رہے	نَفْسُكَ تمہاری جان			
	عَلَیْهِمْ ان پر	حَسَرٰتٍ حسرت کرکے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِیْمٌ جاننے والا	بِمَا اسے جو	یَصْنَعُوْنَ وہ کرتے ہیں	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے خالق و رازق ہونے سے اس کے معبود ہونے پر دلالت کی گئی تھی کیونکہ کفار و مشرکین کو بھی اس امر کا اقرار تھا کہ خالق و رزاق اللہ کے سوا کوئی نہیں اس پر بتلایا گیا تھا کہ جب خالق و رازق اللہ کے سوا کوئی نہیں تو پھر معبود بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا مگر چونکہ بعض کفار و مشرکین اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھے اور توحید رسالت کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا تو اس پر آپ کی تسلی فرمائی گئی تھی کہ ان کفار و مشرکین کی تکذیب کرنا کوئی نئی بات نہیں

گذشتہ انبیاء کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے۔ بہر حال تمام معاملات آخرت میں حق تعالیٰ کے حضور پیش ہونے والے ہیں اور وہاں عملی اور قطعی فیصلہ فرما دیا جائے گا۔

چونکہ گذشتہ آیات میں آخرت کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کرکے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے اور سب کو اپنے اپنے کاموں اور باتوں کی جزا وسزا ملنی ہے۔ اللہ نے جن باتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہیں گی۔ ان کے ٹل جانے کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ تو اے انسانو! دنیا کی ٹیپ ٹاپ فانی عیش و بہار پر نہ پھولو اور اس دھوکہ میں نہ رہو کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے۔ اور اسی کو سب کچھ سمجھنے لگو۔ دیکھو تمہارے پیچھے ایک دغا باز پڑا ہوا ہے اور وہ تمہیں دنیا میں پھنسا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اور طرح طرح سے فریب تمہیں دیتا ہے۔ کسی کو اس دھوکہ میں رکھتا ہے کہ میاں کیسی قیامت و آخرت اور کہاں کی جزا وسزا۔ یہ دنیا کا کارخانہ جیسا چلتا رہا ہے ایسے ہی چلتا رہے گا۔ لہٰذا دنیا کے عیش کو آخرت کی فکر سے کیوں کرکرا کیا جائے کسی کو یہ دھوکہ دیتا ہے کہ اب تو عیش کرو۔ اور گناہ و معصیت کرنے سے نہ ڈرو۔ ابھی بہت عمر پڑی ہے۔ جوانی کی بہاریں دیکھو۔ پھر بڑھاپے میں توبہ کر لینا۔ خدا بڑا کریم و رحیم ہے۔ سب گناہ بخش دے گا۔ اور یہ دھیان نہیں آنے دیتا کہ شاید موت توبہ کرنے سے پہلے ہی آ پہنچے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ کسی کے پاس تریاق ہو اور اس کے بھروسہ زہر کھا لے۔ اس لئے تمام انسانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس مشہور دغا باز شیطان کے دھوکہ میں مت آؤ۔ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے کبھی اچھا مشورہ نہیں دے گا اور یہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تمہیں بھی جہنم میں پہنچا کر چھوڑے۔ طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت سے غافل کرتا رہے گا۔ چاہئے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اور اس کی بات ہرگز نہ مانو اور اس پر ثابت کردو کہ ہم تیری مکاری کے جال میں پھنسنے والے نہیں خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔ الغرض شیطان اپنے متبعین کو محض اس لئے باطل کی طرف بلاتا ہے تا کہ وہ لوگ جہنمیوں میں شامل ہو جاویں پس اے انسانو! خوب سمجھ لو کہ اللہ کے رسول کی دعوت اور اس کے مقابل شیطان لعین کی دعوت دونوں تمہارے سامنے ہیں۔ اور ان کا قبول کرنا اور قبول نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔ اس لئے آگے تنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ جو لوگ شیطان کی دعوت اور دھوکہ میں پھنسیں گے اور کفر وشرک اختیار کریں گے اور اللہ کی معصیت اور نافرمانی میں لگے رہیں گے تو پھر ان کے لئے آخرت میں سخت عذاب کی سزا ہے۔ اور جو اس کی دعوت اور دھوکہ میں نہ پھنسیں گے اور اللہ کے رسول کی دعوت کو قبول کرکے ایمان لے آئیں گے اور اچھے کام کریں گے تو ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ آگے سمجھایا جاتا ہے کہ جب کفر و معصیت و نافرمانی کا انجام عذاب شدید اور ایمان و عمل صالح کا انجام مغفرت اور اجر کبیر ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ایسا شخص جس کو اس کا عمل برا اچھا نظر آئے اور وہ اس کو اچھا سمجھنے لگے کہیں ایسے شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو برے کام کو برا سمجھے اور نیکی کو نیکی جانے اور بدی کو بدی جانے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو پھر انجام بھی دونوں کا یکساں نہیں ہوسکتا۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کوئی کیوں سمجھ لے گا۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو سوء استعداد اور سوء اختیار کی بنا پر بھٹکانا چاہے تو اس کی عقل اسی طرح اوندھی ہو جاتی ہے اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تو کسی شیطان کی طاقت نہیں کہ اسے غلط راہ پر ڈال سکے یا الٹی بات بجھا دے۔ الغرض جو شخص شیطانی اغوا سے برائی کو بھلائی۔ اور بدی کو نیکی اور زہر کو تریاق سمجھ لے کیا

اس کے سیدھے راستہ پر آنے کی کوئی توقع ہوسکتی ہے؟ جب نہیں ہوسکتی اور سلسلۂ ہدایت وضلالت اللہ کی مشیت کے تابع ہے تو اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان معاندین کے غم میں اپنے کو کیوں گھلاتے ہیں۔ اور اس حسرت میں کہ یہ بدبخت اپنے فائدہ کی بات کو کیوں قبول نہیں کرتے کیا آپ اپنی جان دے بیٹھیں گے۔ آپ صبر سے بیٹھئے اور ان پر افسوس نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے سب کرتوتوں کی خبر ہے وہ خود ان کا بھگتان کردے گا اور وقت آنے پر ان سے سمجھ لے گا۔ آپ دلگیر اور غمگین نہ ہوں۔

یہاں ان آیات میں کئی اہم نصیحتیں کی گئی ہیں اور ان سے کئی امور معلوم ہوتے ہیں۔

۱- ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول یا اپنی کتاب کے ذریعہ جو وعدے فرمائے ہیں وہ سب حق ہیں سچے اور یقینی ہیں۔ ان کے خلاف میں دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔

۲- دوسرے یہ کہ انسان کو دنیوی زندگی کے دھوکہ میں نہ پڑنے کی ہدایت کی گئی۔ اور دنیوی زندگی کا سب سے بڑا دھوکہ یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں منہمک ہوکر آخرت سے غافل ہوجائے۔

۳- تیسرے یہ کہ شیطان انسانوں کا ازلی اور قدیمی دشمن ہے۔ اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو اپنے وسوسوں سے دھوکہ اور فریب دیتا رہے لہٰذا ایک عاقل انسان کو ہمیشہ شیطانی وسوسوں سے چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور شیطان کے بہکانے سے ہرگز قصد کرکے کوئی گناہ اور معصیت و نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نہ کرے۔ اور اگر اتفاقاً کوئی گناہ یا معصیت ہوجائے تو اس پر جلد پشیمانی اور ندامت کے ساتھ توبہ کرلے کہ پھر ایسا نہ کروں گا۔

۴- چوتھے یہ کہ شیطان کو چونکہ اپنا انجام معلوم ہے کہ وہ جہنمی ہے اس لئے وہ یہی چاہتا ہے کہ انسانوں میں سے جس کو ہوسکے اپنے ساتھ وہ جہنم میں لے جائے۔ اس لئے شیطانی اغوا سے بہت سے انسان برائی کو اچھائی۔ اور بدی کو بھلائی۔ اور حق کو باطل اور باطل کو حق۔ اور نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع سمجھنے لگتے ہیں اور اچھے اور برے میں تمیز کی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہتی گویا یہ دل کی موت ہے اور آدمی کا اس حال پر پہنچ جانا نہایت خطرناک ہے کہ جس کی نگاہ میں ہدایت گمراہی اور گمراہی ہدایت بن جاتی ہے۔ پھر اس کا اپنی حماقت پر متنبہ ہونا اور کسی کی نصیحت کا اس پر کارگر ہونا مشکل ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ایک آدمی جو کوئی برا کام تو کرتا ہے مگر یہ سمجھتا ہے اور مانتا ہے کہ وہ جو کچھ کررہا ہے برا کررہا ہے اور اس کے قلب میں نیکی اور بدی کی تمیز باقی ہے تو ایسا شخص کبھی خود اپنے ضمیر کی ملامت سے یا کسی کے سمجھانے سے درست ہوسکتا ہے اور راہ راست پر آسکتا ہے۔

۵- پانچویں یہ کہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ آخرت میں انسان کی مغفرت اور اجرعظیم کا وعدہ ہے۔

۶- چھٹے یہ کہ ہدایت وضلالت حقیقت میں حق تعالیٰ جل شانہ کی مشیت کے تابع ہے۔ نیکی اور بدی اور حق و باطل میں تمیز من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں اور جس کو چاہیں ہدایت سے نوازیں۔ اس لئے ہدایت کا طالب ہر کسی کو اللہ پاک ہی سے ہونا چاہئے۔ اور اسی سے ہدایت اور صراط مستقیم کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اور اس کی تاکید خود حق تعالیٰ کی طرف سے ہر اہل ایمان کو اس طرح کی گئی ہے کہ ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہنے کی تلقین فرمائی گئی یعنی اے اللہ ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔ حق تعالیٰ ہمیں حق و باطل کی تمیز اور حق پر قائم رہنے اور باطل سے گریز اور بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ

اور اللہ ایسا ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک قطعۂ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر ہم اس کے (پانی کے)

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ

ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں، اسی طرح (قیامت میں آدمیوں کا) جی اٹھنا ہے۔ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو تمام تر عزت خدا ہی کیلئے ہے،

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ

اچھا کلام اُسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے، اور جو لوگ بُری بُری تدبیریں کررہے ہیں ان کو

عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ یَبُوْرُ ﴿۱۰﴾

سخت عذاب ہوگا، اور ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جائے گا۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	الَّذِیْ وہ جس نے	اَرْسَلَ بھیجا	الرِّیٰحَ ہوائیں	فَتُثِیْرُ پھر وہ اٹھاتی ہیں	سَحَابًا بادل	فَسُقْنٰهُ پھر ہم اسے لے گئے	اِلٰی طرف
بَلَدٍ مَّیِّتٍ مردہ شہر	فَاَحْیَیْنَا پھر ہم نے زندہ کیا	بِهٖ اس سے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ مَوْتِهَا اسکے مرنے کے بعد	كَذٰلِكَ اسی طرح		
النُّشُوْرُ جی اٹھنا	مَنْ جو کوئی	كَانَ یُرِیْدُ چاہتا ہے	الْعِزَّةَ عزت	فَلِلّٰهِ تو اللہ کیلئے	الْعِزَّةُ عزت	جَمِیْعًا تمام تر	اِلَیْهِ اس کی طرف
یَصْعَدُ چڑھتا ہے	الْكَلِمُ الطَّیِّبُ کلام پاکیزہ	وَالْعَمَلُ اور عمل	الصَّالِحُ اچھا	یَرْفَعُهٗ وہ اس کو بلند کرتا ہے	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	یَمْكُرُوْنَ تدبیریں کرتے ہیں	
	السَّیِّاٰتِ بُری	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ شَدِیْدٌ عذاب سخت	وَمَكْرُ اور تدبیر	اُولٰٓئِكَ ان لوگوں	هُوَ یَبُوْرُ وہ اکارت جائیگی	

تفسیر و تشریح:۔ شروع سورت میں توحید کا مضمون تھا اسی سلسلہ میں گذشتہ آیات میں آخرت و قیامت کا ذکر فرمایا گیا تھا ساتھ ہی منکرین و مکذبین توحید و رسالت و آخرت کا ذکر ہوا تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی۔ اب آگے پھر وہی مضمون توحید و آخرت بیان ہو رہا ہے اور منکرین کو سمجھایا جارہا ہے کہ وہ کس طرح دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں اور وہ مردہ زمین جو گرمی کی شدت سے سوکھی پڑی تھی اور چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی۔ بارش کے پانی سے اس میں جان پڑجاتی ہے اور جہاں کھیتی و سبزہ کچھ نہ تھا وہ زمین یکا یک لہلہا اٹھتی ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی مرے پیچھے جلا کر کھڑا کردے گا۔ روایات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا تو عرش کے نیچے سے ایک خاص قسم کی بارش ہوگی جس کا پانی پڑتے ہی مردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اگ آتا ہے تو منکرین آخرت کو یہاں بتلایا گیا کہ تم جو اس خیال میں ڈوبے ہوئے ہو کہ دنیا میں جو کچھ بھی من مانی کرتے رہیں وہ وقت کبھی نہیں آتا کہ جب اپنے دنیا میں کئے ہوئے اعمال و افعال کی جوابدہی کے لئے خدا کے حضور حاضر ہونا پڑے گا۔ تو یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قیامت و آخرت ضرور آنی ہے جبکہ تمام اگلے پچھلے مرے ہوئے انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں دوبارہ زندہ کر کے حاضر کردیئے جائیں گے اور بالکل اسی طرح جی اٹھیں گے جس طرح ایک بارش ہوتے ہی سونی اور مردہ زمین یکا یک لہلہا اٹھتی ہے۔ آگے اس نشور یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی مناسبت سے ایک اور مضمون بیان فرمایا جاتا ہے اور

وہ یہ کہ جب قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے تو وہاں کی ذلت و خواری سے بچنے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص آخرت میں عزت حاصل کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ کی اطاعت اور بندگی کو دنیا میں لازم پکڑے اور لباس تقویٰ اختیار کرے۔ جو جس درجہ کی اطاعت و بندگی اختیار کرے گا اور جس درجہ کا تقویٰ اور پرہیز گاری لازم پکڑے گا اسی درجہ کی عزت اس کو آخرت میں حاصل ہوگی۔ تو منکرین توحید و رسالت و آخرت کو بتلایا گیا کہ سچی عزت جس میں ذلت کا شائبہ نہ ہوگا وہ تو اللہ کی اطاعت سے ملے گی اور اس کے رسول سے کفر و بغاوت کر کے جو عزت تم نے دنیا میں بنا رکھی ہے یہ تو ایک جھوٹی عزت ہے جس کو دیر یا سویر خاک ہی میں ملنا ہے۔ حقیقی عزت اور پائیدار عزت جو دنیا سے لے کر عقبیٰ تک کبھی ذلت آشنا نہیں ہو سکتی وہ صرف خداوند قدوس سے حاصل ہو سکتی ہے اور خدا کی بندگی سے میسر آ سکتی ہے۔ اس کے ہو جاؤ گے تو وہ تمہیں مل جائے گی اور اس سے منہ موڑو گے تو انجام کار ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ پس اس عزت حقیقی کو خدائے ذوالجلال والاکرام سے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ قولاً اور فعلاً اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی جائے کہ خدا کے نزدیک یہی چیزیں پسندیدہ ہیں چنانچہ اچھا کلام یعنی کلمۂ توحید ذکر اللہ اور تلاوۃ القرآن۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ تسبیح تہلیل۔ تحمید اور تمجید۔ علم و نصیحت کی باتیں۔ یہ سب چیزیں بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبولیت کی عزت حاصل کرتی ہیں اور اچھے کلام کے ساتھ اچھے کام بھی ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ ابھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ غرض کہ بھلے کام اور اچھے کلام یہ دونوں اللہ کو پسندیدہ ہیں لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طالب ہو وہ ان چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے۔

یہاں یہ بات لائق غور ہے کہ قرآن کریم نے کلم الطیب اور عمل الصالح لازم ملزوم کی حیثیت سے بتلائے ہیں۔ تو جو شخص ان دونوں کو اختیار کرے گا وہ اللہ کے نزدیک پوری طرح معزز ہوگا۔ اور جو لوگ اس کے خلاف طریقہ اختیار کر کے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں اور اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بری بری تدبیریں سوچتے اور حق کے خلاف داؤ گھات میں رہتے ہیں ان کو آخرت میں کوئی عزت نہیں اور سخت عذاب ہوگا جو کہ موجب ان کی ذلت کا ہوگا۔ یہ تو آخرت کا خسران ہوا۔ لیکن دنیا میں بھی ان کو یہ خسران ہوگا کہ ان کی یہ تدبیریں خلاف حق کامیاب نہ ہوں گی اور ان کا مکر نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کفار عرب اسلام کو مٹانا چاہتے تھے وہ خود ہی مٹ گئے۔ یا قریش نے "دارالندوہ" میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورہ کئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ بدر کے موقع پر وہی لوگ وطن سے نکلے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل و قید ہوئے۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو ایمان واسلام کے ساتھ کلمہ طیب اور عمل صالحہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! جن اعمال صالحہ کی ہم کو توفیق نصیب ہو جائے ان کو اپنی قبولیت سے بھی سرفرازی بخشئے۔

یا اللہ! دنیا کی ذلت اور رسوائی سے ہم کو بچایئے اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بھی ہم کو بچا لیجئے۔

یا اللہ! جو امور آپ کو پسند ہیں اور جس سے دونوں جہاں میں عزت نصیب ہوتی ہے ان کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور جو امور آپ کو ناپسند ہیں اور جو ذلت کا باعث ہیں ان سے ہمیں دور رکھئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا، اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ

تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ

وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے، اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے، یہ سب

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝١١ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ

اللہ کو آسان ہے۔ اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں، ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا آسان ہے اور ایک شور تلخ ہے،

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو، اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي

پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اس کی روزی ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو۔ وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے،

الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ

اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے، یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے،

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳ۭ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ

اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار سنیں گے نہیں،

وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝۱۴ۧ

اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کرینگے، اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے، اور تجھ کو خبر رکھنے والے کے برابر کوئی نہیں بتلاوے گا۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمھیں	مِنْ تُرَابٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	ثُمَّ جَعَلَكُمْ پھر اس نے تمھیں بنایا		
اَزْوَاجًا جوڑے جوڑے	وَمَا اور نہ	تَحْمِلُ حاملہ ہوتی ہے	مِنْ اُنْثٰى کوئی عورت	وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے	اِلَّا مگر	بِعِلْمِهٖ اسکے علم میں ہے	
وَمَا اور نہیں	يُعَمَّرُ عمر پاتا	مِنْ مُّعَمَّرٍ کوئی بڑی عمر والا	وَلَا يُنْقَصُ اور نہ کی جاتی ہے	مِنْ عُمُرِهٖ اس کی عمر سے	اِلَّا مگر	فِيْ كِتٰبٍ کتاب میں	
اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرٌ آسان	وَمَا يَسْتَوِي اور برابر نہیں	الْبَحْرٰنِ دونوں دریا	هٰذَا یہ	عَذْبٌ فُرَاتٌ شیریں پیاس بجھانے والا
سَآئِغٌ شَرَابُهٗ آسان اس کا پینا	وَهٰذَا اور یہ	مِلْحٌ اُجَاجٌ شور تلخ	وَمِنْ كُلٍّ اور ہر ایک سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	لَحْمًا گوشت	طَرِيًّا تازہ	
وَتَسْتَخْرِجُوْنَ اور تم نکالتے ہو	حِلْيَةً زیور	تَلْبَسُوْنَهَا جس کو پہنتے ہو تم	وَتَرَى اور تو دیکھتا ہے	الْفُلْكَ کشتیاں	فِيْهِ اس میں		
مَوَاخِرَ چیرتی ہیں پانی کو	لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو	مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے روزی	وَلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرو			

يُوْلِجُ الَّيْلَ وہ داخل کرتا ہے رات	فِي النَّهَارِ دن میں	وَيُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو	فِي الَّيْلِ رات میں	وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا		
الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ يَّجْرِيْ ہر ایک چلتا ہے	لِأَجَلٍ ایک وقت	مُّسَمًّى مقررہ	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی ہے اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار
لَهُ الْمُلْكُ اس کیلئے بادشاہت	وَالَّذِيْنَ اور جن کو	تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مَا يَمْلِكُوْنَ وہ مالک نہیں	مِنْ قِطْمِيْرٍ کھجور کی گٹھلی کا چھلکا	
اِنْ اگر	تَدْعُوْهُمْ تم ان کو پکارو	لَا يَسْمَعُوْا وہ نہیں سنیں گے	دُعَآءَكُمْ تمہاری پکار (دعا)	وَ اور	لَوْ اگر	سَمِعُوْا وہ سن لیں
مَا اسْتَجَابُوْا وہ حاجت پوری نہ کرسکیں گے	لَكُمْ تمہاری	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور روزِ قیامت	يَكْفُرُوْنَ وہ انکار کریں گے	بِشِرْكِكُمْ تمہارے شرک کرنیکا		
	وَلَا يُنَبِّئُكَ اور تجھ کو خبر نہ دے گا	مِثْلُ مانند	خَبِيْرٍ خبر دینے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید اور ردشرک کے سلسلہ میں حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ایک مظہر یعنی بعث بعدالموت اور حشر ونشر بیان فرمایا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں قدرت خداوندی کے بعض دوسرے مظاہر جو توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں بیان فرمائے گئے ہیں اور ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے پہلی بات یہ بیان فرمائی گئی کہ انسان کی پیدائش پہلے براہ راست مٹی سے کی گئی یعنی حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان مٹی سے پیدا کئے گئے۔ اور پھر نسل انسانی کو ایک حقیر پانی یعنی نطفہ سے جاری رکھا۔ اللہ نے مرد وعورت کے جوڑے بنادیئے جس سے نسل انسانی دنیا میں پھیلی یہ تو اس کی قدرت عظیمہ کا بیان ہوا۔ آگے اس کے علم کا بیان ہے کہ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچہ کے تولد ہونے کا علم اس کو ہے اور اس عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفہ کو لمبی عمر ملنے والی ہے کس کو کم عمر ملنے والی ہے اور استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو دور اس پر گزرتے ہیں جس کو ماں باپ بھی نہیں جانتے سب کا علم خدا ہی کو ہے۔ پھر جس کی جتنی عمر ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اللہ نے اپنے علم قدیم کے موافق لوح محفوظ میں سب ثبت فرمادیا ہے۔ اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ اس کو تو تمام ماکان ویکون۔ جزئی۔ کلی اور غیب وشہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ آگے اللہ کی قدرت کے اور دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں کہ دیکھو۔ اللہ نے اپنی قدرت سے دو قسم کے پانی پیدا کردیئے۔ ایک تو صاف ستھرا۔ میٹھا عمدہ پانی جو پینے میں لذیذ اور تسکین دہ ہے جیسے دریاؤں اور نہروں و چشموں کا اور دوسرا کھاری کڑوا اور تلخ پانی جیسے سمندروں کا۔ پھر یہ بھی اس کی قدرت ہے کہ اس نے پانی میں مچھلیاں پیدا کردیں جس کو انسان نکال کر انکا گوشت کھاتے ہیں۔ پھر اسی پانی میں موتی۔ مونگا۔ مرجان وغیرہ پیدا کئے جسے انسان نکال کر زیورات یعنی سامان آرائش بناتے ہیں اور پہنتے ہیں۔ پھر اسی پانی میں کشتیاں اور جہازوں سے انسان سفر کرتے ہیں جو پانی کو چیر کر اور کاٹ کر چلتے ہیں اور اس طرح بڑے بڑے تجارتی سفر ان پر طے ہوتے ہیں اور سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچتے ہیں۔ انسانوں کے لئے یہ سب چیزیں نفع حاصل کرنے کے لئے اللہ نے بنادی ہیں تاکہ انسان اللہ کا فضل اور روزی تلاش کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے۔ آگے اور اپنی قدرت کاملہ کا بیان اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا۔ کبھی راتیں بڑی۔ کبھی دن بڑے۔ کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے۔ کبھی گرمیاں۔ اسی نے سورج اور چاند کو اور ایک جگہ جمے ہوئے اور چلتے پھرتے سیاروں اور ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے کہ مقدار معین پر خدا کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ یہ نظام اس قدرت والے اور علم والے خدا نے قائم کر رکھا ہے اور مقررہ

وقت یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ تو جس اللہ نے یہ سب کچھ کیا ہے اور مقررہ وقت یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ تو جس اللہ نے یہ سب کچھ کیا ہے اور جیسا علم اور قدرت والا ہے جس کے نمونہ اوپر بیان کئے گئے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت و بندگی نہیں۔ اب ان مشرکین نے جو دیوی اور دیوتا بنا رکھے ہیں یا جن بتوں کی یہ پرستش کرتے ہیں یا جن جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں لیکن یہ سب کے سب محض مجبور اور خدائی قدرت کے سامنے بالکل بے بس و بے کس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں۔ آسمان وزمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں، جن کو یہ مشرکین خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی آواز تک تو سنتے نہیں اور اگر بالفرض وہ ان کی پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضہ میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ ان کی حاجت براری نہیں کرسکتے بلکہ قیامت کے دن اس شرک سے وہ انکاری ہوجائیں گے اور مشرکین کی ان مشرکانہ حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہوں گے۔ تو بھلا بتلاؤ کہ خدا جیسی سچی خبریں اور کون دے سکتا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ احوال کو کون جاننے والا ہے۔ جب وہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں جو کچھ کام نہیں آسکتے تو ایسی ٹھیک اور پکی باتیں اور کون بتلائے گا۔ مطلب یہ کہ جو اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا اور جو کچھ ہونے والا ہے اس سے خدا تعالیٰ پورا باخبر دار ہے اس جیسی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں تمام انسانوں کو بتلایا گیا کہ جس خدا نے تم کو پیدا کیا اور جس نے تم کو ایک مقررہ عمر عطا فرمائی۔ اور جس نے اپنی قدرت سے دریا و سمندر کا میٹھا اور شیریں پانی بھی بنایا اور کڑوا و تلخ بھی۔ جس میں سے انسان مچھلیاں اپنی غذا کے لئے پکڑتے ہیں اور موتی وغیرہ جیسے قیمتی سامان آرائش حاصل کرتے ہیں۔ اور جس خدا نے یہ چاند۔ سورج اور دن رات کا نظام مقرر کیا اور اس کو قائم رکھا۔ اسی پروردگار عالم کو سب قدرت وسلطنت حاصل ہے اور سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے تو ایسے خدا کے ساتھ ایسوں کو معبود بنانا کہ جو نہ کسی شے کے مالک ہیں نہ خالق ہیں۔ اور نہ نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں کہاں کی عقل ہے اور کس طرح یہ انسان کے لئے زیبا ہے کہ خدائے واحد کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کر کے شرک و کفر میں گرفتار ہو۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا۔ اور پھر ہم کو زندگی عطا فرمائی تاکہ ہم حق تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرسکیں۔

حق تعالیٰ ہم کو توحید کے ساتھ اسلام وایمان کامل بھی نصیب فرمائیں۔ اور اپنی جملہ عطا کردہ نعمتوں کی شکرگزاری اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ

اے لوگو تم خدا کے محتاج ہو، اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تم کو فنا کردے اور ایک نئی مخلوق پیدا کردے۔

بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ

اور یہ بات خدا کو کچھ مشکل نہیں۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اُٹھاوے گا، اور اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا

مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۗ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ

کسی کو اپنا بوجھ اُٹھانے کیلئے بلاوے گا (بھی) تب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جاوے گا اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو آپ تو صرف ایسے لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں

رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ وَمَن تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لئے پاک ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتے۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن

اور زندے اور مُردے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے، اور آپ اُن لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو

فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ

قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ ہم نے ہی آپ کو (دین) حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی

إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم

جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا (اور) ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر

بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾

معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ پھر میں نے اُن کافروں کو پکڑ لیا سو میرا کیسا عذاب ہوا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	أَنتُمُ تم	الْفُقَرَاءُ محتاج	إِلَى اللَّهِ اللہ کے	وَاللَّهُ اور اللہ	هُوَ وہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	الْحَمِيدُ سزاوار حمد	إِن يَشَأْ اگر وہ چاہے
يُذْهِبْكُمْ تمہیں لے جائے	وَيَأْتِ اور لے آئے وہ	بِخَلْقٍ جَدِيدٍ نئی خلقت	وَمَا اور نہیں	ذَٰلِكَ یہ	عَلَى اللَّهِ اللہ پر	بِعَزِيزٍ دشوار		
وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا	وَازِرَةٌ کوئی اٹھانے والا	وِزْرَ أُخْرَىٰ بوجھ دوسرے کا	وَإِن اور اگر	تَدْعُ بلائے	مُثْقَلَةٌ کوئی بوجھ لدا ہوا			
إِلَىٰ حِمْلِهَا طرف لئے اپنا بوجھ	لَا يُحْمَلْ نہ اٹھائیگا وہ	مِنْهُ اس سے	شَيْءٌ کچھ	وَلَوْ كَانَ خواہ ہوں	ذَا قُرْبَىٰ قرابت دار	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں (صرف)		

تُنۡذِرُ آپ ڈراتے ہیں	الَّذِيۡنَ وہ لوگ جو	يَخۡشَوۡنَ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمۡ اپنا رب	بِالۡغَيۡبِ بن دیکھے	وَاَقَامُوا اور قائم رکھتے ہیں	الصَّلٰوةَ نماز	
وَمَنۡ اور جو	تَزَكّٰى پاک ہوتا ہے	فَاِنَّمَا تو صرف	يَتَزَكّٰى وہ پاک صاف ہوتا ہے	لِنَفۡسِهٖ خود اپنے لئے	وَاِلَى اللّٰهِ اور اللہ کیطرف	الۡمَصِيۡرُ لوٹ کر جانا	
وَمَا يَسۡتَوِى اور برابر نہیں	الۡاَعۡمٰى اندھا	وَالۡبَصِيۡرُ اور آنکھوں والا	وَلَا الظُّلُمٰتُ اور نہ اندھیرے	وَلَا النُّوۡرُ اور نہ روشنی	وَلَا الظِّلُّ اور نہ سایہ		
وَلَا الۡحَرُوۡرُ اور نہ جھلتی ہوا	وَمَا يَسۡتَوِى اور نہیں برابر	الۡاَحۡيَآءُ زندے	وَلَا اور نہ	الۡاَمۡوَاتُ مُردے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	يُسۡمِعُ سُنا دیتا ہے	
مَنۡ يَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَمَآ اَنۡتَ اور تم نہیں	بِمُسۡمِعٍ سنانے والے	مَّنۡ جو	فِى الۡقُبُوۡرِ قبروں میں	اِنۡ اَنۡتَ تم نہیں	اِلَّا مگر۔صرف	
نَذِيۡرٌ ڈرانے والے	اِنَّآ بیشک ہم	اَرۡسَلۡنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا	بِالۡحَقِّ حق کیساتھ	بَشِيۡرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيۡرًا اور ڈر سنانے والا	وَاِنۡ اور نہیں	
مِّنۡ اُمَّةٍ کوئی امت	اِلَّا خَلَا مگر گزرا	فِيۡهَا اس میں	نَذِيۡرٌ کوئی ڈرانے والا	وَاِنۡ اور اگر	يُّكَذِّبُوۡكَ وہ تمہیں جھٹلائیں	فَقَدۡ كَذَّبَ تو تحقیق جھٹلایا	
الَّذِيۡنَ وہ لوگ جو	مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ان سے اگلے	جَآءَتۡهُمۡ آئے انکے پاس	رُسُلُهُمۡ انکے رسول	بِالۡبَيِّنٰتِ روشن دلائل کیساتھ	وَبِالزُّبُرِ اور صحیفوں کیساتھ		
وَبِالۡكِتٰبِ اور کتابوں کیساتھ	الۡمُنِيۡرِ روشن	ثُمَّ پھر	اَخَذۡتُ میں نے پکڑا	الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وہ جنہوں نے کفر کیا	فَكَيۡفَ پھر کیسا	كَانَ ہوا	نَكِيۡرِ میرا عذاب

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون اثبات توحید اور ردِ شرک کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں حق تعالیٰ کی قدرت کا بیان گذشتہ آیات میں ہوا۔ چونکہ کفار توحید الٰہی سے انکار کرتے تھے اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انکار سے حق تعالیٰ کا کچھ ضرر نہیں بلکہ ان کفار ہی کا ضرر ہے۔ پھر اس ضرر سے کفار کو ڈرایا گیا۔ پھر چونکہ کفار کے انکار اور ان کی تکذیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوتا تھا اس لئے چند مثالیں بیان فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین وتسلی کا مضمون بیان فرمایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے تمام انسانوں کو خطاب فرمایا اور سمجھایا گیا کہ تم کو جو یہ توحید کی باتیں اور شرک کی برائی بتلائی جاتی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان میں حق تعالیٰ کی کوئی غرض ہے۔ حق تعالیٰ تو ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پروا ہے اور سب اس کے حاجتمند ہیں۔ اور انسان تو سب سے زیادہ حاجتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اگر ہوا۔ پانی۔ روشنی۔ حیوانات۔ نباتات میں سے کسی کی کمی ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور خداوند ذوالجلال غنی مطلق اور بے نیاز مطلق ہے۔ اسے نہ کسی کے مال ودولت کی حاجت ہے اور نہ کسی کی عبادت کی حاجت ہے وہ سب سے بے نیاز ہے لہٰذا اس غلط فہمی میں کوئی نہ رہے کہ ہم اسے خدا نہ مانیں گے تو اس کی خدائی نہ چلے گی اور تم اس کی طاعت وبندگی نہ کرو گے تو اس کا کوئی نقصان ہو جائے گا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تم ہی اس کے محتاج ہو۔ تمہاری زندگی ایک لحہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتی اگر وہ تمہیں زندہ نہ رکھے۔ لہٰذا تمہیں جو توحید اختیار کرنے اور اس کی عبادت وطاعت کرنے کی تاکید کی جاتی ہے اس میں خود تمہارا ہی نفع ہے تمہاری احتیاج دیکھ کر تمہارے نفع کے لئے یہ توحید کی تعلیم کی گئی ہے۔ اگر تم نہیں مانو گے تو تم اپنا ہی ضرر کرو گے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمہارے کفر وشرک کی سزا میں تم کو فنا کر دے اور صفحۂ ہستی سے مٹا دے اور ایک نئی مخلوق کو وجود میں تمہارے بدلہ میں لے آئے جو ہر طرح اس کی فرمانبردار اور اطاعت گزار ہو جیسے آسمانوں پر فرشتے اور ایسا کرنا اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اس نے اپنی مصلحت سے مہلت دے رکھی ہے۔ غرض کفر وعصیان کی سزا کا امکان اور اس وقت یہ حالت ہوگی کہ نہ کوئی از خود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھے گا کہ اس کے گناہ اپنے اوپر لے لے اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اس کا ہاتھ بٹا سکے گا۔ خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں یہ بات

اس بنا پر بھی فرمائی جارہی ہے کہ مکہ معظمہ میں جولوگ اسلام قبول کررہے تھے تو ان سے ان کے مشرک رشتہ دار اور برادری کے لوگ کہتے تھے کہ تم ہمارے کہنے سے اس نئے دین کو چھوڑ دو اور دین آبائی پر قائم رہو اگر تمہیں کچھ عذاب یا سزا ہو تو ہماری گردن پر۔ اس لئے یہاں بتلا دیا گیا کہ قیامت کے دن کوئی اپنے گناہوں کا بوجھ دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ چاہت اس کی پوری نہ ہوگی اور نہ کوئی اسے ملے گا کہ اس کا بوجھ اٹھالے۔ عزیز واقارب بھی منہ موڑلیں گے اور پیٹھ پھیرلیں گے۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی۔ اور ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہوگا پس اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت ہی سے اس دن بیڑا پار ہوگا۔ پس اے لوگو تم ہوش میں آؤ اور کفر ومعصیت کو چھوڑ دو۔ ورنہ اس کفر و بدعملی کا خمیازہ خود ہی بھگتنا ہوگا۔ یہ تو تنبیہ منکرین کو تھی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر آپ کی تسلی کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے انکار وتکذیب پر جس کی سزا یہ ایک دن ضرور بھگتیں گے اس قدرغم وافسوس کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے ڈرانے سے وہی اپنا رویہ درست کر کے نفع اٹھائے گا جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور ڈر کر اس کی بندگی میں لگا رہتا ہے۔ جس کے دل میں خدا کا خوف ہی نہ ہو وہ ان دھمکیوں سے کیا متاثر ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ آپ کی نصیحت سن کر جو شخص مان لے اور اپنا حال درست کرلے تو کچھ آپ پر یا خدا پر احسان نہیں۔ بلکہ اسی کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ پوری طرح اس وقت ظاہر ہوگا جب سب اللہ کے ہاں لوٹ کر جائیں گے پس اگر ایمان لائیں گے تو ان کا اپنا نفع ہے اور کفر پر جمے رہیں گے تو بھی ان کا اپنا نقصان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اس قدر غم فرماتے ہیں۔ آگے بعض مثالوں کے ذریعہ مومن اور کافر کے حال ومستقبل کا فرق بتایا گیا

ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ضد ہیں یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں۔ حق کے اجالے اور وحی الٰہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمت الٰہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے۔ کیا اس کی برابری وہ کافر کرسکے گا جو دل کا اندھا ہو اور ہوا وہوس کی ضلالت واندھیروں میں بھٹکتا ہو اور جہنم کی آگ اور اس کی جھلس دینے والی لپٹوں کی طرف بے تحاشہ چلا جارہا ہے۔ ہرگز نہیں ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مردہ اور زندہ برابر ہوگیا۔ حالانکہ فی الحقیقت مومن اور کافر میں اس سے بھی زیادہ فرق ہے۔ کہ جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ لاش میں ہوتا ہے۔ اصلی اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے بدوں اس کے انسان کو ہزار مردوں سے بدتر مردہ سمجھنا چاہئے۔

یہاں چار مثالیں دی گئیں جس سے مومن اور کافر کے فرق کو سمجھایا گیا۔ پہلی مثال اعمیٰ اور بصیر سے دی گئی یعنی کافر کی مثال اندھے کی سی ہے اور مومن کی مثال آنکھوں والے کی سی ہے اور ظاہر ہے کہ اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر نہیں سمجھے جاتے۔ دوسری مثال ظلمت اور نور سے دی گئی یعنی کافر کی مثال ظلمت اور تاریکی کی سی ہے اور مومن کی مثال نور اور روشنی کی سی ہے اور ظاہر ہے کہ اندھیرا اور روشنی یکساں نہیں ہوسکتے۔ تیسری مثال ظل اور حرور یعنی ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش سے دی گئی یعنی مومن کے ایمان پر جو ثمرہ جنت وغیرہ مرتب ہوگا اس کی مثال ٹھنڈے سایہ کی سی ہے اور کافر کے کفر پر جو ثمرۂ جہنم مرتب ہوگا اس کی مثال جلتی ہوئی دھوپ کی سی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں یکساں نہیں۔ چوتھی مثال زندہ اور مردہ کی دی گئی یعنی مومن مثل زندہ شخص کے ہے اور کافر مثل مردہ لاش کے ہے۔ اور دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ کافر مثل مردہ کے ہیں تو مردوں کو زندہ کرنا خدا کی قدرت میں تو ہے

بندہ کی قدرت میں نہیں پس اگر خدا ہی ان کو ہدایت کرے تب تو اور بات ہے باقی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کوشش سے یہ لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں کیونکہ ان کی مثال مردوں کی سی ہے۔ اسی طرح سمجھ لیا جائے کہ پیغمبر کا کام پیغام پہنچا دینا اور بھلے اور برے سے آگاہ کر دینا ہے۔ کوئی مردہ کافر اگر پیغمبر کی بات نہ سنے تو یہ پیغمبر کے بس کی بات نہیں کہ زبردستی ان سے بات منوالیں اور ایمان ان کے دلوں میں اتار دیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام لوگوں کو خبردار کرنے کا ہے اس کے بعد اگر کوئی ہوش میں نہیں آتا اور گمراہیوں میں بھٹکتا رہتا ہے تو اس کی آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ کے ذمہ صرف تبلیغ ہے اور اہل ایمان کو ایمان لانے کی وجہ سے خوشخبری سنانا اور کافروں کو کفر کی سزا سے ڈرانا یہ آپ کا کام ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں نبی یا رسول آتا رہا تاکہ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے اور بایں ہمہ اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے لئے کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی خدا کے رسولوں کو جھٹلایا جو بڑے بڑے معجزات اور کھلی کھلی دلیلیں۔ صاف صاف آیتیں اور نورانی صحیفے لے کر آئے تھے۔ آخر ان کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں عذاب وسزا میں گرفتار کر لیا گیا اور آپ دیکھ لیجئے کہ پھر وہ کس طرح تباہ و برباد ہوئے۔ اسی طرح ان کفار کو تکذیب کرنے پر وقت آنے پر سزا مل جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار و مشرکین کو سمجھایا گیا کہ اگر تم توحید کو اختیار نہیں کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے اور امکان ہے کہ دنیا میں بھی اس کفر و نافرمانی کی سزا بھگتو اور آخرت میں تو یقیناً بھگتنا ہی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار کے ایمان نہ لانے سے جو صدمہ اور رنج و غم ہوتا تھا اس پر آپ کی تسلی کی گئی اور گذشتہ امتوں اور پیغمبروں کا حال اجمالاً سنایا گیا کہ گذشتہ کفار بھی اپنے پیغمبر کی نافرمانی و تکذیب پر پکڑے گئے اسی طرح وقت آنے پر ان کفار مکہ کو بھی سزا ملے گی۔ اب ان آیات میں مومن اور کافر کے فرق کے سلسلہ میں کفار کی مثال مردوں سے اور مومنین کی مثال زندوں سے دی گئی ہے اور اسی سلسلہ میں ایک جملہ

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ

فرمایا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔"

اسی مضمون کا ایک جملہ ۲۱ویں پارہ سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۲ میں فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (سو آپ مردوں کو تو نہیں سنا سکتے) آیا ہے اور ایسا ہی بیسویں پارہ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۸۰ میں اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے) گزر چکا ہے جہاں ان جملوں کی ضروری تشریح ہو چکی ہے۔ جہاں ان مردوں سے مراد زندہ کفار ہیں۔ اسی طرح یہاں آیت میں بھی مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ سے مراد زندہ کفار ہیں اور یہاں سنانے سے مراد وہ سنانا ہے جو مفید۔ موثر اور نافع ہو ورنہ مطلق سنانا تو کفار کو ہمیشہ ہوتا ہی رہا اور مشاہدہ میں آتا رہا کہ ان کو تبلیغ ہوتی تھی اور وہ سنتے تھے اس لئے مراد اس جملہ کی یہ ہے کہ جس طرح آپ مردوں کو کلام حق سنا کر راہ حق پر نہیں لا سکتے کیونکہ وہ دنیا کے دار العمل سے آخرت کے دار الجزاء میں منتقل ہو چکے ہیں۔ وہاں اگر وہ ایمان کا اقرار بھی کر لیں تو معتبر نہیں اسی طرح کفار کا حال ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مردوں کے سنانے کی جو نفی اس جملہ میں کی گئی ہے اس سے مراد خاص اسماع نافع ہے جس کی وجہ سے سننے والا باطل کو چھوڑ کر حق پر آ جائے۔ اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مسئلہ سماع موتی سے یعنی مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں یا نہیں اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔

(معارف القرآن صفحہ ۳۴۴ جلد ہفتم از حضرت مفتی صاحبؒ)

یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے اور اس کے متعلق "مسئلہ سماع اموات" کے زیر عنوان جو تحقیق حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا باہم اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سماع موتی کو ثابت قرار دیتے ہیں اور حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے صحابہ و تابعین میں بھی دو گروہ ہو گئے۔ بعض اثبات کے قائل ہیں بعض نفی کے۔ مذکورہ بالا تینوں مواقع میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں کہ مردے سن نہیں سکتے بلکہ تینوں جگہ (یعنی یہاں سورۂ فاطر میں۔ سورۂ روم اور سورۂ نمل میں) نفی اس کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں جگہ اسی تعبیر اور عنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہو سکتی ہے مگر ہم باختیار خود ان کو سنا نہیں سکتے۔

ان تینوں آیتوں کے بالمقابل ایک چوتھی آیت جو شہداء کے بارہ میں آئی ہے وہ یہ ثابت کرتی ہے کہ شہداء کو اپنی قبروں میں ایک قسم کی زندگی عطا ہوتی ہے اور اس زندگی کے مطابق رزق بھی ان کو ملتا ہے اور اپنے پسماندہ متعلقین کے متعلق بھی منجانب اللہ ان کو بشارت سنائی جاتی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹۔۱۷۰)

(اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے) یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد بھی روح انسانی میں شعور اور ادراک باقی رہ سکتا ہے بلکہ شہداء کے معاملہ میں اس کے وقوع کی شہادت بھی یہ آیت دے رہی ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ یہ حکم تو شہیدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے اموات کے لئے نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے کم از کم اتنا تو ثابت ہو گیا کہ مرنے کے بعد بھی روح انسانی میں شعور و ادراک اور اس دنیا کے ساتھ علاقہ باقی رہ سکتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے شہداء کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجساد اور قبور کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ چاہیں تو دوسری اموات کو یہ موقع دے سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سماع اموات کے قائل ہیں ان کا یہ قول بھی ایک صحیح حدیث کی بنا پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے۔

"جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردہ کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تا کہ وہ سلام کا جواب دے۔"

اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ مسلمان بھائی کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے تو مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی روح اس دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ مردے سن سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا سننا اور ہمارا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں سنا دیں۔ جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔ مسلمان کے سلام کرنے کے وقت تو اس حدیث نے بتلا دیا کہ حق تعالیٰ مردہ کی روح واپس لا کر اس کو سلام سنا دیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دینے کی بھی قدرت دیتے ہیں۔ باقی حالات وکلمات کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ مردہ ان کو سنے گا یا نہیں اسی لئے امام غزالیؒ اور علامہ سبکیؒ وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اتنی بات تو احادیث صحیح اور قرآن کی آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں کہ ہر مردہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتا ہے۔ اس طرح آیات وروایات کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مردے ایک وقت میں احیاء کے کلام کو سن سکیں دوسرے وقت نہ سن سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے کلام کو سنیں۔ بعض کے کلام کو نہ سنیں۔ یا بعض مردے سنیں۔ بعض نہ سنیں۔ کیونکہ سورۂ نمل، سورۂ روم، سورۂ فاطر کی آیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں اس لئے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے۔ نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔'' (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۶۰۲ تا ۶۰۴)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو توحید کی دولت عطا فرمائی اس پر ہمیں شکر گزاری کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو دین اسلام پر استقامت اور مضبوطی سے جمنا نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مومنین ومخلصین بندوں میں شامل رکھیں اور کفر وشرک کی باتوں سے ہمیں کامل طور پر بچاویں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کی جو خوشخبریاں مومنین کے لئے سنائی ہیں۔ یا اللہ اپنے فضل سے ہمیں بھی ان خوشخبریوں کا مصداق بنا دیجئے اور جن باتوں سے آپ نے ڈرایا ہے اور منع فرمایا ہے ان سے ہمیں باز رہنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ

(اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے، اور

الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ

پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعضے) سفید (بعضے) سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بعضے بہت گہرے سیاہ۔ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں

وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾

اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں، خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں، واقعی اللہ زبردست بخشنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	اَنْزَلَ اتارا	مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے	مَاءً پانی	فَاَخْرَجْنَا پھر ہم نے نکالے	بِهٖ اس سے	
ثَمَرٰتٍ پھل	مُخْتَلِفًا مختلف	اَلْوَانُهَا ان کے رنگ	وَ اور	مِنَ الْجِبَالِ پہاڑوں سے۔میں	جُدَدٌ بِيْضٌ قطعات سفید	وَحُمْرٌ اور سرخ	
مُخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُهَا ان کے رنگ	وَغَرَابِيْبُ گہرے رنگ	سُوْدٌ سیاہ	وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں سے۔میں	وَالدَّوَآبِّ اور جانور		
وَالْاَنْعَامِ اور چوپائے	مُخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُهٗ ان کے رنگ	كَذٰلِكَ سی طرح	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	يَخْشَى ڈرتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	مِنْ سے
عِبَادِهِ اسکے بندے	الْعُلَمٰٓؤُا علم والے	اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ	عَزِيْزٌ غالب	غَفُوْرٌ بخشنے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون توحید کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی شان خلاقی ورزاقی اور اس کے کمالات وانعامات واحسانات کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے اسی سلسلہ میں ان آیات میں بعض عجائبات قدرت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمالات کو دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گوناگوں نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک زمین۔ ایک پانی ایک ہوا اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگ کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ کوئی سرخ۔ کوئی سبز کوئی سفید اور پھر ہر ایک کی خوشبو الگ اور ہر ایک کا ذائقہ جداگانہ۔ تو انسان غور وفکر سے دیکھے تو نباتات میں اللہ کی قدرت کے کرشمہ نظر آئیں گے۔ پھر جمادات کی طرف نظر کرے مثلاً پہاڑوں کو دیکھے تو یہاں بھی قدرت کی نیرنگی نظر آتی ہے۔ پہاڑوں کی یہ پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے۔ کوئی سرخ ہے کوئی سیاہ ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں۔ کوئی سرسبز ہے کوئی بنجر ہے۔ کوئی لمبا ہے۔ کوئی ناہموار ہے۔ غرض کہ طرح طرح کے پتھر۔ چٹانیں طرح طرح کی شکلوں اور رنگوں کے کس نے بنائے؟ نباتات اور جمادات کے بعد حیوانات پر غور کرو۔ تو یہاں بھی انسانوں۔ جانوروں چوپایوں۔ درندوں پرندوں۔ چرندوں۔ کیڑوں مکوڑوں میں مختلف اور رنگ برنگ کی مخلوق موجود ہے۔ انسانوں میں کوئی حبشی بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں تو کوئی گورے سفید رنگ کے۔ تو کوئی درمیانی۔ پھر رنگوں کے ساتھ انسان کی بول چال کا اختلاف۔ پھر انسان کی طبائع۔ خواہشات۔ جذبات ومیلانات کا اختلاف۔ کوئی ایک بات پسند کرتا ہے تو دوسرا اسے ناپسند کرتا ہے کوئی اللہ کو مانتا ہے تو کوئی اس کا انکار کرتا ہے۔ کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو کوئی اس سے نڈر ہے۔ پھر انسانوں کے بعد دیگر حیوانات پر نظر ڈالی جائے تو ان میں بھی رنگ وروپ علیحدہ علیحدہ۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔ الغرض کائنات کی ہر چیز اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ اس کا خالق کوئی زبردست حکیم ہے۔ اس کا بنانے والا کوئی بے نظیر خلاق اور کوئی بے مثل صانع ہے۔ انسان غور تو کرے کہ اس سے حق تعالیٰ کا کس قدر کمال قدرت وصنعت ظاہر ہوتا ہے۔ پھر کیا خدا کے سوا کسی اور میں یہ بات ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ معبود ہونے کے لائق صرف

17 اسی کی ایک ذات ہے جو اس درجہ کا خالق۔ رازق اور حکیم ہو۔ مقصود یہاں یہ سمجھانا ہے کہ انسانوں کو خدا کی ذات کو پہچاننا چاہئے اور اس کی توحید کو اختیار کرنا چاہئے اور کفر وشرک سے توبہ کرکے باز رہنا چاہئے۔ آگے ایک حقیقت کا اظہار فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ بات دراصل یہ ہے کہ خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں اور جو جاہل ہیں۔ جیسے یہ مشرکین وہ کیا ڈریں گے۔ یعنی جو شخص اللہ کی صفات وکمالات سے جتنا زیادہ ناواقف ہوگا وہ اس سے اتنا ہی بے خوف اور نڈر ہوگا اور جس شخص کو اللہ کی قدرت۔ اس کے علم۔ اس کی حکمت اس کی قہاری اور جباری اور اس کی دوسری صفات کی جتنی معرفت حاصل ہوگی اتنا ہی وہ اس کی نافرمانی سے خوف کھائے گا۔ اور اسی قدر اس عظیم قدیر اور علیم وحکیم خدا کی عظمت اور ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی۔ اور اسی قدر اس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی۔ جو جانے گا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا اور خوف کھاتا رہے گا۔ جو اللہ کی عظمت وجلال اور آخرت کے بقا و دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھے گا اور اپنے پروردگار کے احکام وہدایات کا علم حاصل کرکے مستقبل کی فکر رکھے گا تو جس میں یہ فکر وسمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ میں وہ خدا سے ڈرنے والا ہوگا۔ اور جس میں خوف خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ یہاں آیت میں اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) اس جملہ کی تشریح میں علامہ مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ خدا کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے ہوئے کاموں کو حرام جانے اس کے فرمان پر یقین کرے۔ اس کی وصیت کی نگہبانی کرے۔ اس کی ملاقات کو برحق جانے۔ اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خوف وخشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور خدا کی نافرمانی کے درمیان حائل ہوجاتی ہے۔ آگے علامہؒ لکھتے ہیں کہ عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی خدا سے ڈرتا ہے اور خدا کی رضامندی کی رغبت رکھتا ہے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھتا ہے۔ محققین ومفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں علما یعنی علم والوں سے مراد اصطلاحی علماء نہیں ہیں جو فلاں فلاں کتابیں پڑھ چکے ہیں یا فلاں امتحان کی سند رکھتے ہیں بلکہ وہ اشخاص مراد ہیں جن کے دلوں میں خدا ترسی موجود ہو جو اللہ اور اس کے احکام کی معرفت رکھتے ہوں اور انکا عمل بھی ان کے مرتبہ علم ومعرفت کے متناسب رہتا ہو اس لئے یہاں آیت میں علم سے مراد۔ فلسفہ اور سائنس اور تاریخ اور ریاضی وغیرہ درسی علوم سے نہیں بلکہ صفات واحکام الٰہی کا علم مراد ہے۔ اس موقع پر حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ یاد آئے کہ یہ آزادی کا زمانہ ہے اور ہر بددین کے ہاتھ میں قلم اور سامنے لاوارث قرآن ہے۔ جس کا جی چاہتا ہے اس کے مطلب پر حکومت کرتا ہے۔ اگر خود خداوند عالم نے اس کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا ہوتا تو بعید نہ تھا کہ یہ بے خوف بہادر اس کی لفظی اور معنوی تحریف میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے (ختم نبوت ص ۱۱۶) حضرت مفتی صاحبؒ کے ان الفاظ کی تائید میں اور یہاں آیت کے اس جملہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا کے مطلب کے سلسلہ میں آپ کو حال ہی کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ گذشتہ ماہ فروری ۶۸ء میں آپ کے پاکستان میں وزارت قانون کی طرف سے ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں تمام اسلامی ممالک سے اہم شخصیتوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اخبار میں حضرات نے اس عالمی اسلامی کانفرنس کی روئیداد اخباروں یا رسالوں وغیرہ میں پڑھی ہوگی۔ اسی کانفرنس کے اخیر دن ہمارے مملکت کے ایک وزیر صاحب نے اپنے صدارتی مقالہ میں فرمایا۔ ''مسلمانوں کے زوال کا سبب ان کا مغربی اطوار کو اپنا لینا۔ رقص وسرود کو اختیار کرلینا وغیرہ نہیں ہے جیسا کہ عام طور سے بیان کیا جاتا ہے بلکہ اس کا اصل سبب قرآن کریم میں تدبر اور تفکر کو چھوڑ دینا ہے۔ قرآن کی بنیادی دعوت یہ ہے کہ کائنات میں غور وفکر کیا جائے اسی لئے قرآن کریم علماء ان لوگوں کو کہتا ہے جو صحیح فکر کے ساتھ سائنس کا علم حاصل کریں۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا میں علما سے مراد یہی لوگ ہیں۔'' (البلاغ محرم ۱۳۸۸ھ)

یہ ہمارے ایک منسٹر صاحب کا ارشاد ہے جو یہاں آپ کو یہ نقل کرکے ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ '' یہ آزادی کا زمانہ ہے اور سامنے

لاوارث قرآن ہے۔جس کا جس طرح جی چاہتا ہے اس کے مطلب پر حکومت کرتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ذکر اس جگہ میں ضمناً إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا پر آ گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں۔علم نام ہے بکثرت خدا سے ڈرنے کا۔حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں۔علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے دل میں ڈال دیتا ہے۔حضرت احمد بن صالح مصریؒ جو ایک مشہور عالم دین گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ علم نام ہے اس کا جس کی تابعداری خدا کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب اور سنت اور جو صحابہ سے پہنچا ہو۔ پھر ان سب سے بالاتر مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ علم تین قسم پر مشتمل ہے۔ایک آیت محکمہ دوسرے سنت قائمہ۔ تیسرے فریضۂ عادلہ۔ اور ان کے سوا جو کچھ ہے وہ سب زائد ہے۔شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہاں علم سے مراد علم دین ہے۔آیت محکمہ کتاب اللہ ہے۔اور سنت قائمہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔جن کی اسناد صحیح ہوں اور جن پر صحابہ۔ تابعین اور جمہور امت کا عمل ہو۔اور فریضۂ عادلہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر مسلمان جمع ہو جائیں یعنی اجماع امت۔الغرض تمام محدثین۔مفسرین اور علمائے محققین نے إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا کو خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ یہاں علم سے مراد حق تعالیٰ کی صفات۔عظمت وجلال۔اور احکام الٰہیہ کا علم مراد لیا ہے۔نہ کہ سائنس کا علم۔اخیر میں فرمایا گیا إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست اور بخشنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی بندوں کے ساتھ دو طرح سے ہے۔وہ زبردست بھی ہے کہ نافرمانوں کو جب چاہے پکڑ لے پھر کسی میں قوت نہیں کہ اس کی پکڑ سے بچ نکلے اور وہ بڑا بخشنے والا بھی ہے کہ اپنے ڈرنے والوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

یہاں آخری آیت کے اس جملہ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (یعنی اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) کے تحت علمائے محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس جملہ میں علماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اور اس کے احکام اور اوامر ونواہی کا علم ہو اور پھر وہ اللہ کے حکموں پر چلتے ہوں۔جس درجہ کا علم ہوگا اسی درجہ کا ان کو خوف وخشیت ہوگا۔خشیت خداوندی علم اور معرفت پر موقوف ہے۔علم خشیت کے لئے شرط ہے۔جیسے طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔اور جس علم کے بعد خوف خداوندی حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ علم اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔اور ایسے عالم جو خدا سے نہ ڈرتے ہوں وہ اللہ کے نزدیک عالم نہیں اگرچہ دنیا ان کو علامہ کہتی ہو۔نیز علم سے وہ علم مراد نہیں جو محض قال کے درجہ میں ہو بلکہ وہ علم مراد ہے جو حال کے درجہ میں ہو۔علم دین سے مقصود تزکیۂ نفس اور اصلاح عمل ہے ورنہ ہیچ ہے۔

حدیث شریف میں ہے **اللھم انی اسئلک من خشیتک ما تحول بینی وبین معاصیک** یا اللہ میں آپ سے آپ کی اتنی خشیت طلب کرتا ہوں کہ جو حائل ہو جائے میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جس سے بندہ اور معصیت کے درمیان رکاوٹ واقع ہو جائے اور جسے یہ خشیت حاصل نہیں کہ جو عاصی اور معاصی کے درمیان حائل ہو تو سمجھ لو کہ اسے صحیح علم بھی حاصل نہیں۔اور علمائے ربانی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء سب سے زیادہ خداوند ذوالجلال سے ڈرنے والے ہوتے ہیں پس جس عالم میں خوف خداوندی نہ ہو وہ انبیاء کا وارث نہیں۔اللہ تعالیٰ علم حقیقی کی دولت سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور اپنی وہ خشیت ہم کو عطا فرمائیں کہ جو ہر طرح کے معاصی سے ہم کو روک دے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

جولوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو عطا فرمایا ہے اُس میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں

يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾

وہ اسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماندنہ ہوگی۔ تاکہ اُن کو اُن کی اجرتیں پوری (پوری) دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی) دیں، بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔

اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَتْلُوْنَ جو پڑھتے ہیں	كِتٰبَ اللّٰهِ اللہ کی کتاب	وَاَقَامُوْا اور قائم رکھتے ہیں	الصَّلٰوةَ نماز	وَاَنْفَقُوْا اور خرچ کرتے ہیں	
مِمَّا اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	سِرًّا پوشیدہ	وَّ اور	عَلَانِيَةً علانیہ (ظاہر)	يَرْجُوْنَ وہ امید رکھتے ہیں	تِجَارَةً ایسی تجارت	
لَنْ تَبُوْرَ ہرگز گھاٹا نہیں	لِيُوَفِّيَهُمْ تاکہ وہ پورے پورے دے دے	اُجُوْرَهُمْ ان کے اجر	وَيَزِيْدَهُمْ اور وہ انہیں زیادہ دے	مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے			
اِنَّهٗ بیشک وہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	شَكُوْرٌ قدر دان					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں اور خوف وخشیت رکھتے ہیں جو اللہ کی عظمت وجلال اور صفات وکمال کا علم رکھتے ہیں۔ اب آگے ایسے ہی بندوں کی صفات یعنی خشیت رکھنے والے اہل علم کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ پہلی صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تلاوت کتاب اللہ سے مراد یہی ہے کہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ ہمارے پروردگار کی نازل کردہ کتاب ہے اور اس کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتے ہیں۔ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی ہدایات وتعلیمات کا اتباع کرتے ہیں۔ ورنہ اگر محض تلاوت ہو اور عمل یا عقیدہ اس کے خلاف ہو تو یہ تو اور سخت جرم ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دنیا وآخرت میں رفعت وعزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ حق سبحانہٗ ان کو ذلیل کرتے ہیں امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی پڑھنا شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ تلاوت سے فارغ ہو اور دوسرا شخص ایک سورۃ شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں اور بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی مثلاً قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس لعنت میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں پڑھتا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے۔ دوسری چیز امانت ہے۔ تیسری چیز رشتہ داری ہے جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو رحمت سے ملا دے

اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کرے۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ ان تین چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال قرب ہے یعنی حق تعالیٰ جل شانہٗ کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ اور قرآن پاک کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی۔ اس کا حق ادا کیا۔ اس پر عمل کیا۔ ان کی طرف سے دربار حق میں کلام پاک سفارش اور شفاعت کرے گا اور ان کے درجہ بلند کرائے گا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت کا تاج عطا فرمائیں گے۔ پھر اور زیادتی کی درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ اکرام کا جوڑا عنایت فرمائیں گے پھر درخواست کرے گا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہو جائیں تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اس شخص سے رضا کا اظہار فرمائیں گے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے قرآن کریم مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی؟ میرا کیا حق ادا کیا؟ اس رعایت اور حق کی ادائیگی پر یاد آیا کہ ہمارے پاکستانی تو کہہ دیں گے کہ ہم نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے سونے کے دھاگہ اور زری سے قرآن پاک لکھوایا۔ یہ لاہور کی ۱۷ جون ۱۹۶۸ء ہی کی خبر ہے کہ محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام زری سے قرآن پاک لکھا جا رہا ہے جس کے ۱۱ پارہ مکمل ہو چکے ہیں اور اس پر اب تک ۶۷ ہزار ۱۹۷ روپیہ صرف ہو چکے ہیں اور ۱۹ پارہ جو باقی ہیں اور اسی طرح سنہرے دھاگہ سے لکھے جانے والے ہیں ان پر ایک لاکھ ۴۴ ہزار روپیہ صرف ہوں گے (حریت ۶۸-۶-۱۹) ماشاء اللہ کیا خوب قرآن کا حق ادا کیا جا رہا ہے۔ پھر پاکستانی صاحبان کہہ دیں گے کہ ہم نے صد سالہ جشن نزول قرآن منایا تھا۔ چراغاں کئے۔ کانفرنسیں کیں۔ تقریریں ہوئیں۔ پھر یہ بھی کہہ دیں گے کہ ہم نے قرآن کے ذریعہ لوگوں کو سینما بینی کی دعوت دی اور قرآن کا حکم وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا یاد دلا کر سینما اور بائیسکوپ میں فلم ”خانہ خدا“ دیکھنے کو جمع کیا اور حج کا شوق دلایا۔ یہ قرآن کا حق ادا کیا جا رہا ہے یا اس کی حق تلفی کی جا رہی ہے اس کا پتہ دنیا میں نہ سہی تو آخرت میں سامنے آ ہی جائے گا۔ الغرض اللہ سے ڈرنے والے بندوں کی پہلی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ دوسری صفت یہ بتائی گئی کہ وہ خصوصیت و اہتمام کے ساتھ نماز کی پابندی رکھتے ہیں تیسری صفت یہ بتائی گئی کہ جو کچھ اللہ نے ان کو دنیا میں رزق و مال دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پوشیدہ اور علانیہ جیسا موقع ہوتا ہے اور جس طرح بن پڑتا ہے خرچ کرتے ہیں۔ گویا ان تین خصوصیات میں سارے ہی دین کا احاطہ ہو گیا۔ قرآن کا علم و عمل۔ بدنی عبادات۔ مالی عبادات۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے لوگ جو اس کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نیز بدنی اور مالی عبادات بجا لاتے ہیں۔ وہ حقیقت میں ایسی زبردست تجارت سوداگری اور بیوپار کے امیدوار ہیں کہ جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ کیونکہ اس سودے کا خریدار کوئی مخلوقات میں سے نہیں ہے کہ جو کبھی تو سودے کی قدر کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا بلکہ اس کے خریدار خود حق تعالیٰ ہوں گے جو ضرور حسب وعدہ اس کی قدر فرمائیں گے۔ اس لئے اس تجارت میں نقصان کا کسی طرف سے اندیشہ نہیں۔ سرتاپا نفع ہی نفع ہے۔ تو یہاں آیت میں اہل ایمان کے عمل کو تجارت سے اس لئے تشبیہ دی گئی کہ آدمی تجارت میں اپنا سرمایہ محنت۔ وقت اس امید پر صرف کرتا ہے کہ نہ صرف اصل واپس ملے گا اور نہ صرف وقت اور محنت کی اجرت ملے گی بلکہ کچھ مزید نفع بھی حاصل ہوگا اسی طرح ایک مومن بھی خدا کی فرمانبرداری میں۔ اس کی بندگی و طاعت

میں اور اس کے دین کی خاطر جدوجہد میں اپنا مال اپنے اوقات اپنی محنت اور قابلیت اس امید پر کھپا دیتا ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ سے اس کا پورا پورا اجر ملے گا بلکہ وہ خوش ہو کر اپنے فضل سے مزید بہت کچھ عنایت فرمائے گا۔ آخر میں انه غفورٌ شکورٌ فرمایا یعنی بے شک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ یعنی اہل ایمان کے اعمال میں جو کوتاہی ہو جائے تو وہ فیاض اور کریم آقا ان کوتاہیوں سے درگزر فرماتا ہے اور ان کے اعمال کی ایسی قدر فرماتا ہے کہ علاوہ اجرت کے انعام بھی دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں آخرت کی تجارت کے نفع اور کامیابی کا طریقہ بتلایا کہ ان تین کاموں کے کرنے سے آخرت کی تجارت میں کامیابی کی توقع ہے۔

ایک تلاوت قرآن جو تمام اذکار اور عبادات نافلہ کی جڑ ہے اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اور اس کی تلاوت گویا خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور حکایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کو میں نے ۹۹ بار خواب میں دیکھا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اب کی سوویں مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھوں گا تو معلوم کروں گا کہ آپ تک پہنچنے کا سب سے زیادہ قریبی راستہ کونسا ہے یعنی مقربین جن چیزوں سے آپ کا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سے سب سے افضل کونسی چیز ہے۔ چنانچہ جب سوویں مرتبہ امام احمدؒ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو یہی دریافت کیا کہ یا رب۔ وہ کون سی چیز سب سے افضل ہے جس سے مقربین آپ کی قربت حاصل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ تلاوت قرآن یعنی میرے کلام قرآن کا پڑھنا۔ اس پر امام صاحب نے عرض کیا۔ بفهم او بلافهم یعنی مطلب اور معنی سمجھ کر پڑھنا یا بغیر مطلب اور معنی سمجھے ہوئے پڑھنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا بفهم او بلافهم یعنی معنی سمجھ کر ہو یا بلا معنی سمجھے ہوئے ہو۔ دونوں طرح موجب قرب ہے۔ سبحان اللہ۔ الغرض آخرت کی کامیاب تجارت کے لئے پہلی چیز تلاوت قرآن بتلائی گئی۔ دوسرے نماز کی درستی اور پابندی جو تمام فرائض اور جسمانی عبادتوں کی جڑ ہے اور دین کا ستون ہے۔ تیسرے ظاہر اور پوشیدہ طور پر خیرات کرنا جس میں تمام مالی عبادتیں آ گئیں۔ سو جو لوگ یہ تین کام کرتے ہیں وہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی تجارت میں آخرت میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کی کامیاب تجارت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی شب و روز تلاوت کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ اور اس کے احکام وہدایات پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ یا اللہ قیامت میں اس کتاب کو ہمارے لئے سفارشی بنایئے اور اس کے مطالبات اور حجت قائم کرنے سے ہم کو اور ساری امت مسلمہ کو بچایئے۔ یا اللہ اس ملک اور قوم کو قرآن پاک کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور اس کی حق تلفی سے ہم سب کو بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جن عبادات بدنیہ و مالیہ کی توفیق عطا فرمائی ہے ان اعمال کو اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمایئے۔ بیشک آپ بڑے بخشنے والے اور بڑے قدر دان ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ

اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں

لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ

کی پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ پھر یہ کتاب ہم نے اُن لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا، پھر بعضے تو اُن میں اپنی جانوں پر

لِّنَفْسِہٖ ۚ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ﴿۳۲﴾

ظلم کرنے والے ہیں، اور بعضے اُن میں متوسط درجے کے ہیں، اور بعضے اُن میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں، یہ بڑا فضل ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا

وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے، اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔

حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا

اور کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم دُور کیا، بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِہٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْھَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْھَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اُتارا، جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔

وَالَّذِیْ اور وہ جو	اَوْحَیْنَا ہم نے وحی بھیجی ہے	اِلَیْکَ تمہاری طرف	مِنَ الْکِتٰبِ کتاب	ھُوَ وہ	الْحَقُّ حق	مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والی	لِمَا اس کی جو	
بَیْنَ یَدَیْہِ ان کے پاس	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	بِعِبَادِہٖ اپنے بندوں سے	لَخَبِیْرٌ البتہ باخبر	بَصِیْرٌ دیکھنے والا	ثُمَّ پھر	اَوْرَثْنَا ہم نے وارث بنایا		
الْکِتٰبَ کتاب	الَّذِیْنَ وہ جنہیں	اصْطَفَیْنَا ہم نے چنا	مِنْ سے۔کو	عِبَادِنَا اپنے بندے	فَمِنْھُمْ پس ان سے کوئی	ظَالِمٌ ظلم کرنے والا		
لِنَفْسِہٖ اپنی جان پر	وَ اور	مِنْھُمْ ان سے (کوئی)	مُقْتَصِدٌ میانہ رو	وَمِنْھُمْ اور ان سے (کوئی)	سَابِقٌ سبقت لیجانے والا	بِالْخَیْرٰتِ نیکیوں میں		
بِاِذْنِ اللّٰہِ حکم سے اللہ کے	ذٰلِکَ یہ	ھُوَ وہ (یہی)	الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ فضل بڑا	جَنّٰتُ عَدْنٍ باغات ہمیشگی کے	یَدْخُلُوْنَھَا وہ ان میں داخل ہوں گے			
یُحَلَّوْنَ وہ زیور پہنائے جائیں گے	فِیْھَا ان میں	مِنْ سے۔کا	اَسَاوِرَ کنگن	مِنْ سے	ذَھَبٍ سونا	وَلُؤْلُؤًا اور موتی	وَلِبَاسُھُمْ اور ان کا لباس	
فِیْھَا اس میں	حَرِیْرٌ ریشم	وَقَالُوا اور وہ کہیں گے	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	الَّذِیْ وہ جس نے	اَذْھَبَ دُور کردیا	عَنَّا ہم سے	الْحَزَنَ غم
اِنَّ بیشک	رَبَّنَا ہمارا رب	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا	شَکُوْرٌ قدردان	الَّذِیْ وہ جس	اَحَلَّنَا ہمیں اتارا	دَارَ الْمُقَامَةِ ہمیشہ رہنے کا گھر	مِنْ سے	
فَضْلِہٖ اپنا فضل	لَا یَمَسُّنَا اور نہ ہمیں چھوئے گی	فِیْھَا اس میں	نَصَبٌ کوئی تکلیف	وَلَا یَمَسُّنَا اور نہ ہمیں چھوئے گی	فِیْھَا اس میں	لُغُوْبٌ تھکاوٹ		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب وقرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور منجملہ اعمال کے بدنی عبادات میں سے نماز جو سب کا اصل الاصول ہے اس کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور مالی عبادات بھی ادا کرتے ہیں تو یہ لوگ ایک ایسا سودا یا تجارت کر رہے ہیں کہ جس میں کبھی نقصان نہ ہوگا۔ تو وہاں چونکہ تلاوت قرآن کا ذکر آ گیا تھا

اس لئے اب ان آیات میں پہلے قرآن کریم کی حقانیت اور فضیلت بیان فرمائی گئی پھر اس کتاب کی وارث۔ حامل اور امین امت مسلمہ کی بزرگی اور مقبولیت کا ذکر فرمایا گیا پھر امت مسلمہ کے افراد کی تین قسموں کا بیان فرما کر ان کو جو اجر کبیر اور فضل عظیم ملنے والا ہے یعنی جنت کے باغات رہنے کو۔ اور عمدہ پوشاک پہننے کو اس کا ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے وحی کے ذریعہ جو کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے وہ سراسر راست درست اور حق ہے۔ اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے اور ان کی مصلحتیں اس کی نگاہ میں ہیں۔ جن حالات میں جو چیز قرین مصلحت ہوتی ہے اسی کا حکم فرماتا ہے۔ اب اس قرآن حکیم میں ہر وقت کے لئے جو چیز اس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے مناسب ہے ملے گی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کتاب کا وارث امت محمدیہ کو بنایا اور اس امت کا اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں میں سے انتخاب کر کے اس کتاب کا وارث قرار دیا جو مجموعی حیثیت سے تمام امتوں سے بہتر اور برتر ہے۔ اس امت مسلمہ کا لقب ''خیر امت'' ہے اور ان کا کام ہی یہ ہے کہ یہ خود اس کے عامل ہوں اور نیز ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیلا دیں۔ اس امت کا قیام ہی دنیا میں قرآن کے احکام کی قولاً اور فعلاً تبلیغ کے لئے ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ گو یہ امت مجموعی حیثیت سے تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے مگر اس امت کے سب افراد یکساں اور ایک ہی طرح کے نہیں ہیں بلکہ ان کی تین قسمیں ہیں۔

ایک ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ دوسرے مُّقْتَصِدٌ تیسرے سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ اب ان تینوں طبقات کی تشریح اس طرح ہے کہ پہلا طبقہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ فرمایا یعنی اپنے نفس پر ظلم کرنے والے کہ جو باوجود ایمان کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی ہیں تو مسلمان مگر گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سچے دل سے اللہ کی کتاب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمانداری کے ساتھ اللہ کا رسول تو مانتے ہیں مگر عملاً کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع اور پیروی میں کوتاہی کرتے ہیں ایماندار ہیں مگر گناہ گار ہیں۔ اسی لئے ان کو ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ ہونے کے باوجود وارثین کتاب میں داخل فرمایا گیا۔

دوسری قسم امت مسلمہ کی مقتصد فرمائی یعنی جو درمیانی درجہ میں ہیں۔ نہ گناہوں میں منہمک نہ بڑے درجہ کے بزرگ اور ولی۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اس وراثت کا حق کم و بیش ادا تو کرتے ہیں۔ مگر پوری طرح نہیں۔

تیسری قسم سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ فرمائی یعنی نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔ یہ وارثین کتاب میں صف اول کے لوگ ہیں اور وہ کامل بندے ہیں جو اللہ کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے ہیں اور فرائض و واجبات کے علاوہ مستحبات کو بھی نہیں چھوڑتے اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی بلکہ بعض مباحات تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلت تو ان کو حاصل ہے۔ یہ اتباع کتاب و سنت میں بھی پیش پیش ہیں۔ خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں بھی پیش پیش۔ دین حق کی خاطر قربانیاں کرنے میں بھی پیش پیش۔ اور بھلائی و نیکی کے ہر کام میں پیش پیش۔ اور چونکہ ان کی تعداد امت میں دونوں گروہوں سے کم ہے اس لئے ان کا آخر میں ذکر کیا گیا اگرچہ وراثت کا حق ادا کرنے کے معاملہ میں ان کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ تو امت میں اعلیٰ درجہ کی افضلیت تو انہی سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ کو حاصل ہے ویسے چنے ہوئے بندوں اور وارث کتاب اللہ میں ایک حیثیت سے سب کو شمار کیا گیا۔ یعنی ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ کو بھی اور مقتصد کو بھی کیونکہ درجہ بدرجہ جنتی سب ہیں۔ گناہ گار بھی اگر مومن ہے تو بہرحال کسی نہ کسی وقت ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ تینوں

طبقات اہل جنت ہی کے ہیں اور امت کے یہ تینوں گروہ بالآخر جنت میں داخل ہوں گے خواہ محاسبہ کے بغیر یا محاسبہ کے بعد اور خواہ مواخذہ سے محفوظ رہ کر یا کوئی سزا پانے کے بعد۔ اس کی تائید خود قرآن پاک سے ہوتی ہے کیونکہ اگلی آیات میں وارثین کتاب کے بالمقابل دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ''جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لئے جہنم کی آگ ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس کتاب کو مان لیا ان کے لئے بالآخر جنت ہے اور جنہوں نے اس پر ایمان لانے سے انکار کیا ان کے لئے جہنم ہے۔ اس آیت کی تفسیر خود حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔ امام احمدؒ وغیرہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے اور جو مقتصد یعنی بیچ کے لوگ ہیں ان سے محاسبہ ہوگا مگر ہلکا محاسبہ رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو وہ محشر کے پورے طویل عرصہ میں روک کر رکھے جائیں گے۔ پھر انہیں اللہ اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہیں جو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں طبقوں کا حال الگ الگ بتا دیا۔ آگے آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسی کامل کتاب کا امت کو پہنچا دینا یہ خدا کا بڑا فضل ہے کیونکہ اس پر ایمان اور عمل کی بدولت انہیں قیامت کے دن ہمیشگی اور دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنتوں میں پہنچایا جائے گا جہاں انہیں سونے اور موتیوں کے مثل بادشاہوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک کہ اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ اس کا لباس خالص ریشمی ہوگا جس سے وہ دنیا میں منع کر دیئے گئے تھے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص یہاں دنیا میں حریر اور ریشم پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لئے آخرت میں اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے اور ان کے سروں پر موتیوں اور یاقوت کے تاج ہوں گے۔ بالکل شاہانہ ہوں گے۔ نوجوان ہوں گے۔ سرمئی آنکھوں والے۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اہل جنت جناب باری تعالیٰ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس نے ہم سے خوف ورزائل کر دیا اور دنیا و آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے ہمیں نجات دے دی۔ ہمارے قصور اس نے معاف فرما دیئے اور ایمان وعمل کی جو تھوڑی سی پونجی ہم لائے تھے اس کی ایسی قدر فرمائی کہ اپنی جنت اس کے بدلہ میں عطا فرما دی۔ دنیا کی حیات ایک منزل تھی جس سے ہم گزر آئے۔ عالم برزخ اور میدان حشر بھی ایک مرحلہ تھا جس سے ہم گزر آئے۔ اب ہم اس کے فضل سے اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں سے نکل کر پھر کہیں جانا نہیں۔ اب ہماری تمام محنتوں اور مشقتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اب یہاں جنت میں نہ ہمیں کسی طرح کی مشقت ومحنت ہے نہ تکان و کلفت۔ روح الگ خوش جسم الگ راضی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اس امت کی فضیلت کتاب اللہ کی وراثت سے ہے اور اسی بنا پر اس امت کو دوسری جگہ ''خیر امت'' فرمایا گیا۔ اہل اسلام کو یہ کتاب پہنچا دینا اللہ نے اس کو اپنا بڑا فضل فرمایا ہے۔ اب امت کو بھی اپنی اس شرافت و کرامت اور عزت کو قائم رکھنے کے لئے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور قرآن کریم کے ساتھ سچا تعلق نصیب فرمائیں اور اس کے حقوق کی خاطر خواہ ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

اور جو لوگ کافر ہیں ان کیلئے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو اُن کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی اُن سے ہلکا کیا جاوے گا،

عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا

ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ اس (دوزخ) میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (یہاں سے) نکال لیجئے ہم اچھے (اچھے) کام کریں گے

غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۗ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۖ فَذُوْقُوْا

برخلاف اُن کاموں کے جو کیا کرتے تھے، کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو (اس نہ ماننے کا)

فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾

مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ بیشک اللہ (ہی) جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا، بے شک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا، سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا، اور کافروں کیلئے ان کا کفر

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾

ان کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے، اور کافروں کیلئے ان کا کفر خسارہ ہی پڑنے کا باعث ہوتا ہے۔

وَ اور	الَّذِيْنَ وہ جن لوگوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا انہوں نے	لَهُمْ ان کیلئے	نَارُ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	لَا يُقْضٰى نہ قضا آئے گی	عَلَيْهِمْ ان پر		
فَيَمُوْتُوْا کہ وہ مرجائیں	وَلَا يُخَفَّفُ اور نہ ہلکا کیا جائے گا	عَنْهُمْ ان سے	مِّنْ سے۔کچھ	عَذَابِهَا اس کا عذاب	كَذٰلِكَ اسی طرح			
نَجْزِيْ ہم سزا دیتے ہیں	كُلَّ كَفُوْرٍ ہر ناشکرے	وَهُمْ اور وہ	يَصْطَرِخُوْنَ چلائیں گے	فِيْهَا دوزخ میں	رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار	اَخْرِجْنَا ہمیں نکال لے		
نَعْمَلْ ہم عمل کریں	صَالِحًا نیک	غَيْرَ برعکس	الَّذِيْ اس کے جو	كُنَّا نَعْمَلُ ہم کرتے تھے	اَوَ کیا	لَمْ نُعَمِّرْكُمْ ہم نے تمہیں عمر نہ دی تھی		
مَا يَتَذَكَّرُ کہ نصیحت پکڑ لیتا	فِيْهِ اس میں	مَنْ جو۔جس	تَذَكَّرَ نصیحت پکڑتا	وَجَآءَكُمُ اور آیا تمہارے پاس	النَّذِيْرُ ڈرانے والا	فَذُوْقُوْا سو چکھو تم		
فَمَا پس نہیں	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	مِنْ نَّصِيْرٍ کوئی مددگار	اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ	عٰلِمُ جاننے والا	غَيْبِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کی پوشیدہ باتیں	وَالْاَرْضِ اور زمین		
اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌۢ باخبر	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینوں (دلوں) کے بھیدوں سے	هُوَ وہی	الَّذِيْ جس نے	جَعَلَكُمْ تمہیں بنایا	خَلٰٓئِفَ جانشین		
فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَمَنْ كَفَرَ سو جس نے کفر کیا	فَعَلَيْهِ تو اسی پر	كُفْرُهٗ اس کا کفر	وَ اور	لَا يَزِيْدُ نہیں بڑھاتا	الْكٰفِرِيْنَ کافر	كُفْرُهُمْ ان کا کفر	
عِنْدَ نزدیک	رَبِّهِمْ انکا رب	اِلَّا سوائے	مَقْتًا ناراضی (غضب)	وَلَا يَزِيْدُ اور نہیں بڑھاتا	الْكٰفِرِيْنَ کافر	كُفْرُهُمْ انکا کفر	اِلَّا سوائے	خَسَارًا خسارہ

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہل اسلام کہ جو کتاب اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کا انجام بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اس قرآن پر ایمان وعمل کی بدولت جنت کے دائمی باغات میں رہیں گے جہاں ان کو شاہانہ لباس پہنچایا جائے گا اور وہاں کسی طرح کی کوئی کلفت اور آزار نہ ہوگی۔ اور وہ وہاں کی راحت وآرام دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ ساری مصیبتوں اور مشقتوں سے پیچھا چھوٹا اور اب

آرام کی دائمی زندگی نصیب ہوئی۔

اب آگے اہل اسلام کے مقابل یعنی کفار جن کا قرآن پر نہ ایمان ہوتا ہے نہ عمل ان کا حال بیان کیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ کا انکار کر دیا۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کا انکار کر دیا ان کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ تیار ہے کہ جس میں وہ ہمیشہ جلتے اور جھلستے رہیں گے۔ انہیں وہاں موت بھی نہ آئے گی کہ مر کر ہی عذاب سے نجات پائیں اور نہ ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہی ہوگی۔ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جو ابدی جہنمی ہیں انہیں وہاں نہ موت آئے گی اور نہ اچھائی کی زندگی ملے گی'' جہنمی کہیں گے کہ اے داروغۂ جہنم تم ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں موت دے دے لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے پس وہ تو موت کو اپنے لئے راحت سمجھیں گے لیکن موت آئے گی ہی نہیں نہ مریں گے نہ عذابوں میں کمی دیکھیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و منکرین جہنم میں چیخ پکار کریں گے اور فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال کر پھر دنیا میں بھیج دیجئے اب کے ہم وہاں جا کر خوب نیک کام کریں گے اور جو کام ہم پہلے کرتے رہتے تھے اس کے پاس بھی نہ پھٹکیں گے۔ اب بالکل آپ کی مرضی پر چلیں گے اور جو کچھ آپ کے رسول نے بتایا ہے وہی کریں گے۔ گناہوں سے دور بھاگیں گے اور نیکیاں سمیٹیں گے۔ اس فریاد اور چیخ و پکار کا جواب انہیں دیا جائے گا کہ اللہ نے تو تمہیں دنیا میں خاصی لمبی عمر دی تھی جو سوچنے سمجھنے کے لئے کافی تھی۔ اگر چاہتے تو سوچ سمجھ کر حق کو اختیار کر لیتے اور اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کے تابعدار بن جاتے۔ پھر یہی نہیں بلکہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ڈرانے والے بھی پہنچے تھے جو اچھے برے انجام سے آگاہ کرتے رہے اور خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ اس وقت تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے جو تم نے نہ عقل سے کام لیا اور نہ ڈر سنانے والے خواہ وہ نبی ہو یا اس کا قائم مقام نبی کی راہ پر بلانے والا ہو اس کی بات سن کر نہ دی۔ نہ کسی کی نصیحت پر کان دھرا۔ نہ کسی بات سے عبرت پکڑی اب اپنے کئے کا پھل بھگتو اور سرکشی کا مزہ چکھو۔ تم جیسے ظالموں کا اب کوئی مددگار نہیں اور اب کوئی مدد کی توقع مت رکھو۔ اس طرح ایمان و اسلام اور کفر و انکار دونوں کا انجام بتلا کر آگے سمجھایا جاتا ہے کہ اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اور اسرار سے واقف ہے۔ آسمان اور زمین کی ہر چیز کا اسے علم ہے۔ اسے اپنے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے اندر جو اعتقادات اور نیتیں پوشیدہ ہیں ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے اعمال و افعال اور اعتقادات اور نیتوں کے مطابق سلوک کرے گا۔ سنو! تم سے پہلے یہاں دنیا میں اور لوگ بستے تھے اب وہ یہاں موجود نہیں ہیں اپنے اپنے اعمال و عقائد کا گٹھر سر پر اٹھائے اس دنیا سے چلے گئے۔ اب ان کی جگہ دنیا میں تم موجود ہو آنکھ کھول کر ہوشیاری کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اگر تم نے کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اس سے اللہ کا کچھ نقصان نہیں اس کا وبال تمہارے ہی دم پر پڑے گا اور تمہاری ہی جان پر بن آئے گی۔ کفر کا انجام بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ کی طرف سے برابر ناراضی اور بیزاری بڑھتی جائے اور کافر کے نقصان اور خسران میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

یہاں ان آیات میں أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ (کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس نذیر یعنی ڈرانے والا بھی پہنچا

تھا) یہ خطاب اگرچہ کفار کو ہے مگر مقصود سب کو سنانا ہے اس لئے کہ اصل علت غفلت ہے جس میں دوسرے بھی شریک ہیں اگرچہ مراتب غفلت میں فرق ہے تاکہ سب سن لیں اور متنبہ ہو جائیں۔ دیکھئے عدالت میں جب مجرم کو سزا دی جاتی ہے تو اس کا اعلان کیا جاتا ہے جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ مجرم نہیں وہ بھی سن لیں اور متنبہ ہو جائیں اور غفلت میں نہ رہیں۔ غرض یہ کہ اس جملہ سے مقصود یہ ہے کہ عمر کے ہر حصہ کو عمر کا اخیر حصہ سمجھو اور غفلت سے تنبہ کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ یہاں اس جملہ میں اجمالاً اس طریق کی طرف اشارہ فرمایا کہ غفلت سے تنبہ کا طریقہ یہ سوچ بچار ہے کہ عمر کے ہر حصہ کو عمر کا اخیر حصہ سمجھے اور حدیث میں اس کا صراحۃً حکم دیا گیا چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو ایسی طرح نماز پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کر رہے ہو یعنی یہ سمجھو کہ میری عمر کا اخیر وقت ہے اور یہ میری گویا آخری نماز ہے۔ تو اس حدیث شریف میں اگرچہ نماز کا ذکر ہے مگر یہ علت غفلت ہر عمل میں پائی جاتی ہے اس لئے نماز کے علاوہ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ صدقہ خیرات وغیرہ سب میں یہی مضمون پیش نظر رہنا چاہئے کہ یہ میرا زندگی کا آخری عمل ہے۔ اس تنبہ اور استحضار کا فائدہ یہ ہوگا کہ طول امل یعنی لمبی چوڑی آئندہ کی امیدیں باندھنا اس سے محفوظ ہو جائے گا یا کم از کم کمی ہی آ جائے گی۔ اسی کو ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کے منصوبوں کی باتیں نہ کرنا اور جب تو شام کرے تو صبح کے منصوبوں کی باتیں نہ کرنا۔ خلاصہ یہ کہ انسان موت کو یاد رکھے جو دنیوی زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اور اس خطاب میں جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ میں کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کو حق و باطل کو جاننے اور اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کے لئے حق تعالیٰ نے نہ صرف عقل و تمیز عمر بلوغ کے وقت سے عطا کی بلکہ اس عقل کی امداد کے لئے دنیا میں نذیر بھی بھیجے۔ نذیر کے معنی اردو میں ڈرانے والے کے کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت نذیر وہ ہے کہ جو اپنی رحمت و شفقت کے سبب لوگوں کو ایسی چیزوں سے بچنے کی ہدایت کرے جو اس کو ہلاکت یا مضرت میں ڈالنے والی ہیں۔ تو معروف معنی کے اعتبار سے نذیر سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے نائبین۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے اکابر سلف نے یہاں نذیر سے مراد بڑھاپے کے سفید بال لئے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب بڑھاپا آ جائے اور سفید بال ظاہر ہو جائیں تو وہ انسان کو اس کی ہدایت کرتے ہیں کہ اب رخصت کا وقت قریب آن پہنچا ہے اگر اب بھی غفلت نہ گئی اور آنکھ نہ کھلی کہ آخرت کا سامان کرے تو بڑھاپا آ جانے کے بعد کس چیز کا انتظار رہ گیا۔ اللہ کی حجت تو بلوغ سے بھی پوری ہو جاتی ہے کیونکہ نصیحت کے لئے بلوغ کا زمانہ بھی کافی ہے۔ جوانی میں جب آدمی معاش کو سمجھ سکتا ہے تو معاد کو کیوں نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تو نصیحت اور سوچ بچار کی مدت انتہا کو پہنچ گئی اور حجت بالکل پوری ہو گئی۔

یا اللہ ہم کو عقل و تمیز اور عمر کی مہلت عطا فرما کر آپ نے بے شک حجت پوری فرما دی۔ یا اللہ اب آخرت کی طرف سے غفلت کو ہم سے دور فرما دیجئے اور حق کو جاننے اور پہچاننے اور آپ کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے کی توفیق مرحمت فرما دیجئے۔ آمین۔

اصل اور مرکزی مضمون سورۃ کا شروع ہی سے
اثبات توحید اور رد شرک کا چل رہا ہے۔ درمیان
میں ضمناً دیگر مضامین متعلقہ بھی آ گئے تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

آپ کہیئے کہ تم اپنے قرار دادشریکوں کا حال تو بتاؤ جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو، یعنی مجھ کو یہ بتلاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَیِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ

یا اُن کا آسمانوں میں کچھ ساجھا ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں، بلکہ یہ ظالم

بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ

ایک دوسرے سے نری دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو نہ چھوڑ دیں،

اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

اور اگر وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی اُن کو تھام بھی نہیں سکتا، وہ حلیم غفور ہے۔

قُلْ فرمادیں	اَرَءَیْتُمْ کیا تم نے دیکھا	شُرَكَآءَكُمُ اپنے شریک	الَّذِیْنَ وہ جنہیں	تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا			
اَرُوْنِیْ تم مجھے دکھاؤ	مَاذَا کیا	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا	مِنَ سے	الْاَرْضِ زمین	اَمْ یا	لَهُمْ ان کیلئے	شِرْكٌ ساجھا	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
اَمْ یا	اٰتَیْنٰهُمْ ہم نے دی انہیں	كِتٰبًا کوئی کتاب	فَهُمْ پس (کہ) وہ	عَلٰى بَیِّنَتٍ دلیل (سند) پر	مِّنْهُ اس سے۔کی	بَلْ بلکہ	اِنْ نہیں	
یَعِدُ وعدے کرتے	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	بَعْضُهُمْ ان کے بعض (ایک)	بَعْضًا بعض (دوسرے) سے	اِلَّا سوائے	غُرُوْرًا دھوکہ	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	
یُمْسِكُ تھام رکھا ہے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	اَنْ کہ	تَزُوْلَا ٹل جائیں وہ	وَلَئِنْ اور اگر وہ	زَالَتَا ٹل جائیں	اِنْ نہ	
	اَمْسَكَهُمَا تھامے گا انہیں	مِنْ اَحَدٍ کوئی بھی	مِّنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	حَلِیْمًا حلم والا	غَفُوْرًا بخشنے والا	

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں کفار کے متعلق بیان تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ان کے کفر پر مصر رہنے سے کسی دوسرے کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ جو شخص کفر کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور اس کو آخرت میں جہنم کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ آپ ان مشرکوں سے فرمائیے کہ خدا کے سوا اور جن جن کو تم پکارا کرتے ہو تو مجھے ذرا دکھلاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ زمین کا کونسا حصہ انہوں نے بنایا ہے؟ یا آسمانوں کے بنانے اور تھامنے میں ان کی کس قدر شرکت ہے؟ اگر کچھ نہیں تو آخر خدا کس طرح بن بیٹھے؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔اور اگر عقلی نہیں تو کوئی معتبر کتابی یعنی نقلی دلیل ہی پیش کرو جس کی سند پر مشرکانہ دعوے کرتے ہو۔لیکن تم یہ بھی نہیں کرسکتے۔حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو۔دلیل عقلی یا نقلی کچھ بھی نہیں۔بات صرف اتنی ہے کہ ان میں سے بڑے چھوٹوں کو اور اگلے پچھلوں کو شیطان کے اغوا سے یہ وعدہ بتاتے چلے آئے کہ یہ بت وغیرہ اللہ کے ہاں ہمارے شفیع بنیں گے اور اس کا قرب عطا کریں گے۔حالانکہ یہ خالص دھوکہ اور فریب ہے۔یہ تو کیا شفیع بنتے۔بڑے سے بڑا مقرب بھی کفار کی سفارش میں زبان نہیں ہلاسکتا۔اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر خدا

تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت وطاقت دیکھو کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے۔ ادھر ادھر جنبش بھی تو نہیں کھا سکتا اور کوئی اپنے مقام و نظام سے ادھر ادھر سرک نہیں سکتا اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے چنانچہ جب قیامت میں یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم فرمادیں گے تو کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی۔ اس حلیم و غفور خدا کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک کی نافرمانی۔ سرکشی۔ کفر و شرک دیکھتے ہوئے بھی حلم و بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے۔ ڈھیل اور مہلت دیئے ہوئے ہے ورنہ کفر و عصیان کا اقتضا تو یہ ہے کہ یہ سارا نظام ایک دم میں تہ و بالا کر دیا جائے لیکن اس کے تحمل اور بردباری سے تھما ہوا ہے۔ اس کی بخشش نہ ہو تو سب دنیا ویران ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ شرک پر کوئی دلیل نہیں بلکہ شرک تو فساد عالم اور اس کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ کفر و شرک کا مقتضی تو یہی تھا کہ ان پر قہر الٰہی نازل ہوتا لیکن حکم الٰہی کی وجہ سے قہر خداوندی کا نزول رکا ہوا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کی ذات بڑی بردبار ہے کہ مجرمین کے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور آمرزگار ہے کہ کفر و معصیت کو دیکھتا ہے مگر عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔

نافرمانوں کو چاہئے کہ عذاب نہ آنے کو اللہ کے حلم اور بردباری کی دلیل سمجھیں۔ اس کے عفو کلی یا غفلت یا سہو و نسیان کی دلیل نہ سمجھیں۔ روایات میں ہے کہ منجانب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو دو شیشے دیئے گئے کہ ان کو ہاتھ میں تھامے رکھیں اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو سونے نہ دو تین راتیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اس طرح گزار دیں بالآخر نیند کا غلبہ ہوا اور شیشے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر بالفرض مجھ پر نیند اور اونگھ آتی (اور ایک آن بھی دنیا جہان سے غفلت ہوتی) تو شیشہ کی طرح یہ آسمان و زمین ٹوٹ پھوٹ جاتے (تفسیر عزیزی بحوالہ معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

پس آسمان اور زمین کا قیام اور بقا یہ محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ اور وہ اپنی قدرت و حکمت سے ان کو روکے اور تھامے ہوئے ہے۔ چنانچہ یہ آسمان و زمین اپنی جگہ قائم ہیں اور جب قیامت ہوگی تو اپنی جگہ سے ہٹ کر سب درہم برہم ہو جائیں گے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان اور جود و کرم ہے کہ جو یہ زمین اور زمین والے قائم ہیں جس پر اس کی شکر گزاری لازم ہے نہ کہ اس کی توحید ہی سے انکار کر کے کفر و شرک اور معصیت و عصیان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اس پر شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک سے بچا کر امت مسلمہ میں شامل فرمایا۔ یا اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! یہ آپ کا محض کرم و رحم اور حلم و بردباری ہے جو نافرمان سرکش انسانوں کو مہلت اور ڈھیل ملی ہوئی ہے اور عذاب خداوندی ان پر آنے سے رکا ہوا ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت عطا فرما دے کہ جو ہم کو آپ کا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھے اور اسی حالت میں ہم کو اس دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کرنا نصیب ہو۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ

اور ان کفار نے بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آوے تو وہ ہر ہر اُمت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں،

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾ اِسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ

پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر آ پہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی۔ دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بُری تدبیروں کو ترقی ہوئی اور بُری تدبیروں کا وبال

السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ

اُن تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے سو کیا یہ اُسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے سو آپ خدا کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاویں گے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پاویں گے۔ اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے

مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا

پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اُس کو ہرا دے نہ آسمانوں میں اور نہ

فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا

زمین میں وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) داروگیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک

مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے، سو جب ان کی وہ میعاد آ پہنچے گی (اس وقت) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔

وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسم کھائی	بِاللّٰهِ اللہ کی	جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی سخت قسمیں	لَئِنْ اگر	جَآءَهُمْ انکے پاس آئے	نَذِيْرٌ کوئی ڈرانے والا		
لَيَكُوْنُنَّ البتہ وہ ضرور ہوں گے	اَهْدٰى زیادہ ہدایت پانیوالے	مِنْ اِحْدَى ہر ایک سے	الْاُمَمِ امت	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ ان کے پاس آیا		
نَذِيْرٌ ایک نذیر	مَا زَادَهُمْ نہ ان (میں) زیادہ ہوا	اِلَّا مگر۔ سوائے	نُفُوْرًا بدکنا	اِسْتِكْبَارًا اپنے کو بڑا سمجھنے کے سبب	فِى الْاَرْضِ زمین (دنیا) میں		
وَمَكْرَ اور چال	السَّيِّئِ بری	وَلَا يَحِيْقُ اور نہیں الٹا پڑتا	الْمَكْرُ چال	السَّيِّئُ بری	اِلَّا صرف	بِاَهْلِهٖ اسکے کرنیوالے پر	فَهَلْ تو کیا
يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کر رہے ہیں	اِلَّا مگر صرف	سُنَّتَ دستور	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	فَلَنْ تَجِدَ سو تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں		
تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی	وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَحْوِيْلًا کوئی تغیر	اَوَ کیا	لَمْ يَسِيْرُوْا وہ چلے پھرے نہیں		
فِى الْاَرْضِ زمین دنیا میں	فَيَنْظُرُوْا سو وہ دیکھتے	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ عاقبت (انجام)	الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	
وَكَانُوْٓا اور وہ تھے	اَشَدَّ بہت زیادہ	مِنْهُمْ ان سے	قُوَّةً قوت میں	وَمَا اور نہیں	كَانَ ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيُعْجِزَهٗ کہ اسے عاجز کر دے
مِنْ شَيْءٍ کوئی شے	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِى الْاَرْضِ زمین میں	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	عَلِيْمًا علم والا	قَدِيْرًا بڑی قدرت والا

وَلَوْ اور اگر	يُؤَاخِذُ اللّٰهُ الله پکڑ کرے	النَّاسَ لوگ	بِمَا كَسَبُوْا انکے اعمال کے سبب	مَا تَرَكَ وہ نہ چھوڑے	عَلٰى پر	ظَهْرِهَا اسکی پشت
مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے پھرنے والا	وَلٰكِنْ اور لیکن	يُؤَخِّرُهُمْ وہ انہیں ڈھیل دیتا ہے	اِلٰى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت معین	فَاِذَا پھر جب	
	جَآءَ آجائے گی	اَجَلُهُمْ ان کی اجل	فَاِنَّ تو بیشک	اللّٰهَ الله	كَانَ ہے	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کو	بَصِيْرًا دیکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں توحید ورسالت کے اثبات کے سلسلہ میں کفار کی تکذیب کا متعدد جگہ بیان ہوا اور اس کا انجام انہیں بتلایا گیا۔ گذشتہ آیات میں یہ جتلایا گیا تھا کہ یہ مشرکین کفر وشرک کی وجہ سے ہیں تو قہر الٰہی کے مستحق لیکن حق تعالیٰ کے حلم اور بردباری کے باعث بچے ہوئے ہیں اور مہلت ملی ہوئی ہے۔ اب اخیر میں کفار کے اسی انکار وتکذیب پر مزید وعید سنائی جاتی ہے اور اسی تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ عرب کے اندر یہود ونصاریٰ باہر سے آ کر آباد ہو گئے تھے اور اپنے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے بہت دانا۔ صاحب علم اور مہذب لوگ سمجھے جاتے تھے اور عرب عام طور پر اپنے کو ان سے کم مرتبہ سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب کبھی یہودی اور عیسائی ان مشرکین عرب کو عار دلاتے کہ تمہارے پاس نہ کوئی کتاب اور نہ رسول۔ تم تو یونہی بے سری قوم ہو تو یہ عرب آرزو کرتے کہ کاش ہم میں بھی کوئی نبی آتا تو ہم ان کی قیادت میں بڑے بڑے کام کر دکھاتے اور بڑے زور سے قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ اگر ہمارے اندر کوئی نبی آیا تو ہم ان ساری امتوں سے بڑھ کر جواب اپنے اہل کتاب ہونے کی بدولت ہم پر فخر اور بڑائی جماتے ہیں۔ اپنے رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر دکھائیں گے اور ان سے زیادہ مہذب اور شائستہ ہو کر بتائیں گے۔ افسوس ہے کہ اب تک ہم میں کوئی نبی آیا ہی نہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے عرب ایسی آرزو کیا کرتے تھے اور قسمیں کھاتے کہ اگر کوئی نبی ہم میں آئے تو ہم سب سے زیادہ اس کی تابعداری کریں گے۔ قرآن پاک میں علاوہ ان آیات کے یہ بات اور بھی کئی جگہ بیان فرمائی گئی ہے۔ سورۂ انعام آٹھویں پارہ میں ان مشرکین عرب کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اگر ہم پر کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان سے یعنی گروہ یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر راہ پر ہوتے سورۂ صفات تیئسویں پارہ میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ لوگ پہلے تو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت کی کتاب پہلے لوگوں کی طرح آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے۔ اسی طرح یہاں سورۂ فاطر میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان کفار یعنی مشرکین عرب نے بڑی زوردار قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا یعنی پیغمبر آئے تو ہم ہر گروہ سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پہلے تو ایسی قسمیں کھایا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان میں نبی بھیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اعلان نبوت فرمایا تو یہ حق سے اور زیادہ بدکنے لگے اور بجائے مطیع وفرمانبردار ہونے کے اپنے رسول کے دشمن ہو گئے۔ ان کے غرور اور تکبر نے اجازت نہ دی کہ نبی کے سامنے گردن جھکائیں اور الٹا آپ کی ایذارسانی کی فکر میں لگ گئے اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں اور داؤ گھات شروع کر دیئے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو لوگ برے داؤ گھات کر رہے ہیں ان کے یہ داؤ گھات اور بری تدبیریں انہی پر الٹ پڑیں گی۔ جو دوسروں کو ناحق ستاتا ہے وہ انجام کار آپ ہی تباہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ تھوڑے دن کچھ عارضی فائدہ اٹھا لے اور دل میں خوش ہو لے کہ میں نے اپنے مقابل اور مخالف کو کیسا جت کیا اور کیسا نیچا دکھلایا اور تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا لیکن درحقیقت وہ اپنے ہی حق میں کانٹے بو رہا ہے اور انجام کار دیکھ لے گا کہ واقع میں نقصان عظیم کس کو اٹھانا پڑا۔ ظالم وناحق کی کامیابی عارضی ہوتی ہے اور آخر کار اس کے ظلم کا

وبال اول تو دنیا ہی میں ورنہ آخرت میں تو یقیناً اس پر پڑ کر رہتا ہے تو یہاں کفار مکہ کو جتلایا جا رہا ہے کہ تم جو اللہ کے رسول کے ساتھ داؤ گھات کر رہے ہو اور مسلمانوں کو بے جا ستا رہے ہو تو یہ تم اپنی ہی تباہی کا بیج بو رہے ہو۔ کیا تم نے پہلے لوگوں کا حال نہیں سنا؟ کیا تم اسی کے منتظر ہو جو گذشتہ مجرموں کے ساتھ معاملہ ہوا؟ یاد رکھو کہ اگر تم باز نہ آئے تو وہی ہو کر رہے گا۔ اللہ کا جو دستور مجرموں کی نسبت دینے کا رہا ہے وہ نہ بدلنے والا ہے کہ بجائے سزا کے ایسے مجرموں پر انعام و اکرام ہونے لگے اور نہ ٹلنے والا ہے کہ مجرم سے سزا ٹل کر غیر مجرم کو دے دی جائے۔ جس طرح اللہ نے ساری کائنات کے لئے قاعدے اور قانون مقرر کر دیئے ہیں اسی طرح انسانوں کیلئے بھی قاعدے اور قانون مقرر ہیں جن میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اس لئے یقین کرو کہ جیسے پہلوں کو قانون الٰہی کی خلاف ورزی کی سزائیں ملیں اسی طرح تمہیں بھی ملیں گی اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ قانون مکافاتِ عمل کو سمجھ لو اور اس قانون کے جاری کئے جانے کی نشانیاں پچھلے لوگوں کی تاریخ میں دیکھ لو۔ بڑی بڑی عزت اور قوت رکھنے والی قومیں اور بڑے بڑے زور آور مدعی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ تو یہ بے چارے کفار مکہ تو کیا چیز ہیں۔ خوب سمجھ لو اور کان کھول کر سن لو کہ آسمان اور زمین میں کوئی طاقت اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی۔ ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اگر وہ نافرمانوں کو سزا دینا چاہے تو انہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت سب پر حاوی ہے اور سب اس کے سامنے عاجز ہیں اس کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ باوجود سمجھانے کے درست ہونے کا نام نہیں لیتے اگر اللہ تعالیٰ ان کی ہر ایک بات کی فوراً گرفت کرنے لگے تو یہ اپنے کردار کے باعث فوراً ہی تباہ ہو جائیں اور ان کی شامت اعمال سے کوئی جاندار دنیا میں نہ بچے لیکن یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ایک مقررہ وقت تک انسان کو مہلت دے رکھی ہے اور ڈھیل دے رکھی ہے کہ جسے سنبھلنا ہو سنبھل جائے۔ جب وہ وقت موعود آ جائے گا تو پھر کسی کی بھی کچھ نہ چلے گی۔ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا۔ سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔ کسی کا ایک ذرہ بھر برا یا بھلا عمل اس کے علم سے باہر نہیں پس ہر ایک کا اپنے علم کے موافق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما دے گا۔ نہ مجرم کہیں چھپ سکے اور نہ مطیع فرمانبردار کا حق مارا جائے۔

اسی تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ اب غور کیجئے کہ اگر ان آیات کو کوئی اچھی طرح سمجھ لے تو ممکن نہیں کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو جائے۔ ان آیات میں انسان کے سامنے دنیا کی اور خود اس کی اپنی حقیقت کو بتلا دیا گیا کہ اس دنیا میں بہت سے آئے اور چلے گئے بہت سی قومیں ابھریں اور پست ہوئیں اور بہت سے تو ایسے تھے کہ اپنے زور کے آگے کسی کو کچھ سمجھتے نہ تھے مگر بالآخر وہ لوگ قانون الٰہی کی گرفت میں آ کر ذلیل وخوار ہوئے اور دنیا سے تباہ کر کے نکال دیئے گئے۔ اب موجودہ انسان انہیں کی جگہ آباد ہیں۔ انہیں ان کے حالات سن کر عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم وقدرت کا اندازہ لگا کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں مشغول ہونا چاہئے اگر کوئی نافرمانی کرے گا تو اس کی سزا پائے گا اور کوئی اس بات پر مغرور نہ ہو کہ وہ اللہ کو نہ مان کر بھی دنیا میں بڑی شان وشوکت سے بسر کر رہا ہے اور باوجود کفر و عصیان کے اسے ہر چیز ملتی جا رہی ہے۔ یہ محض ایک عارضی بات ہے۔ انجام کار انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اللہ کو نہ مان کر سخت نقصان میں رہے اور دنیا میں بچ گئے تو کیا مرنے کے بعد پکڑے جائیں گے۔ بہر حال اس وقت انسان کے لئے دنیا میں موقع ہے اس کے بعد پھر کوئی موقع نہیں۔ اگر دنیا میں ایمان اور عمل صالح کو اختیار نہ کیا تو آخرت میں عذاب دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لاوے ہی گا مگر اس وقت کا ایمان نہ کچھ نفع دے گا اور نہ پچھتانا سود مند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور دنیا کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر کھول دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

18

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰسٓ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ④

یٰس قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں۔ سیدھے راستہ پر ہیں۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥

یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں۔

یٰسٓ یٰسین	وَالْقُرْاٰنِ قسم ہے قرآن	الْحَكِيْمِ باحکمت	اِنَّكَ بیشک آپ	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے	عَلٰى پر	صِرَاطٍ راستہ
مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	تَنْزِيْلَ نازل کیا	الْعَزِيْزِ غالب	الرَّحِيْمِ مہربان	لِتُنْذِرَ تاکہ آپ ڈرائیں	قَوْمًا وہ قوم	مَّآ اُنْذِرَ نہیں ڈرائے گئے
	اٰبَآؤُهُمْ انکے باپ (دادا)	فَهُمْ پس وہ	غٰفِلُوْنَ غافل			

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب سورۂ یٰسین شریف کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت اس سورۂ مبارکہ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کے فضائل۔ وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔اس سورۃ کے فضائل میں احادیث میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے۔قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ جو شخص اس سورۃ کو ایک بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس قرآن کا ثواب عطا کرے گا۔علماء نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کو قرآن کا دل اس لئے فرمایا گیا کہ یہ سورۃ قرآن کی خاص دعوت یعنی توحید۔ رسالت وآخرت کو نہایت پرزور طریقہ سے پیش کرتی ہے۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کو قرآن کریم کا قلب یعنی دل فرمایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا دارومدار دل پر ہے۔اور روحانی زندگی کا دارومدار ایمان پر ہے جس کے خاص اور اہم ترین اصول تین ہیں۔توحید۔رسالت اور آخرت۔اس سورۃ میں ایمان کے ان تین اہم اصول کو جو دین کا دل وجان ہیں نہایت مدلل اور مفصل بیان کیا گیا ہے اور ان سب کی جڑ حشر ونشر کا اقرار اور آخرت کی فکر وتیاری ہے جو اس سورۃ میں خاص طور پر بیان کی گئی ہے اور منکرین حشر کے شبہ کا نہایت مدلل۔ مکمل اور مفصل جواب دیا گیا ہے۔ پس ایمانی حیات کا سارا دارومدار خوف خدا اور آخرت کے یقین اور اس کی فکر پر ہے اور یہی سارے دین کا دل ہے جس پر روحانی زندگی کا دارومدار ہے۔تو جس دل کو آخرت کا فکر ہے وہ دل تو زندہ ہے ورنہ مردہ ہے۔ حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ اس کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کو اپنے مرنے والوں پر پڑھا کرو۔ علمائے کرام اور بزرگان دین نے لکھا ہے کہ ہر سختی کے وقت یٰسین شریف پڑھنی چاہئے کہ اس کی برکت سے وہ سختی دفع ہوتی ہے۔ حاجت پوری ہوتی ہے اور موت کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان نصیب ہوتا ہے اور رحمت وبرکت نازل ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ میری چاہت ہے کہ میری امت کے ہر ہر فرد کے دل میں یہ سورۃ ہو۔ ایک حدیث میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسین کو شروع دن میں پڑھے۔ اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں اور بھی احادیث میں اس سورۃ کے فضائل آئے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتدا ہی میں دو حرف یٰسین آئے ہیں۔ اسی بنا پر علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام یٰسین مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۶ ویں سورت ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶۰ لکھا ہے یعنی ۵۹ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۳۰ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۸۳ آیات۔ ۵ رکوعات۔ ۷۲۹ کلمات اور ۳۰۹۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔ یعنی توحید۔ رسالت۔ آخرت۔ قیامت۔ جزا و سزا وغیرہ کا بیان ہے۔

اس سورۃ میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو برحق کہا گیا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ منکروں کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس دنیا کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ اس میں سے کچھ لوگ آپ کا رسول ہونا تسلیم کریں گے اور کچھ آپ کی رسالت کے قائل نہ ہوں گے اور ایمان نہ لاویں گے۔ بلکہ الٹے مخالف ہو جائیں گے۔ ایسے لوگوں کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں جو ڈر کر آپ کی نصیحت مان لیں گے وہ سعادت مند ہیں اور انہیں آخرت میں بڑی راحت و آسائش نصیب ہوگی۔ ایمان لانے والوں اور انکار کرنے والوں کا رویہ ایک خاص مثال سے واضح کیا گیا اور رسولوں کے انکار کرنے والوں پر افسوس کیا گیا کہ وہ اپنے بے باکانہ رویہ سے آخرت کا سخت عذاب مول لے رہے ہیں۔ رسالت کی اہمیت جتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی معرفت کی طرف توجہ دلائی گئی اور بتلایا گیا کہ اس عالم میں اس کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ سب اس دنیا کے بنانے والے اور پالنے والے کا پتہ بتا رہی ہیں اس کے بعد قیامت کا نقشہ کھینچا گیا اور آخرت میں ایمان لانے والوں کے انعام و اکرام اور انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان ہوا پھر قرآن کریم کی اہمیت جتلائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ کوئی شاعرانہ خیال اور فرضی باتوں کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ہر چیز اور ہر بات کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ پھر سمجھایا گیا کہ انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ موڑنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صحیح اندازہ کر کے اس کی طاعت و بندگی بجالائے اور خوب سمجھ لے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کے نزدیک نیست و نابود ہو جانے کے بعد کسی کا دوبارہ بنا دینا کچھ مشکل نہیں۔ دنیا کی ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ چیز اس کا حکم دیتے ہی موجود ہو جاتی ہے۔ وہ ہر برائی۔ عیب۔ کمزوری اور بے چارگی سے پاک و مبرا ہے اور بالآخر تمام انسانوں کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے خاص مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب ان ابتدائی آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات یٰسین سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کی تشریح پہلے پارہ الم کی ابتدا ہی میں ہو چکی ہے کہ ان کے حقیقی معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ ان حروف مقطعات کا علم عام بندوں کو نہیں دیا گیا۔ ان کے متعلق اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد کلام کی ابتدا قسم سے فرمائی گئی کہ قسم ہے اس قرآن باحکمت کی۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ اس سلسلہ میں علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اسی لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح اور بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں۔ اس لئے قرآن کریم میں بھی قسمیں کھائی گئیں کہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔ اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی کیوں قسم کھائی ہیں۔ اس کا جواب مختلف وجوہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ مضاف پوشیدہ ہے مثلاً جہاں قسم ہے آفتاب و ماہتاب کی وہاں آفتاب و ماہتاب کے رب کی قسم سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ عرب ان اشیاء کی تعظیم کرتے تھے اس لئے قرآن نے قسمیں کھائیں۔ تیسرے یہ کہ اس وجہ سے قسمیں کھائی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے خالق و صانع کی عظمت کا اظہار کیا جاسکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں آغاز کلام قرآن حکیم کی قسم کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بیان فرمایا گیا کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ تو اس قسم سے ایک تو کفار کا رد مقصود ہے کہ جو قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ رسول نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں قسم کھا کر آپ کی نبوت و رسالت کو بیان فرمایا اور قرآن کی جو قسم کھائی گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے رسول ہونے کا سب سے بڑا ثبوت اور سب سے بڑی دلیل یہ قرآن حکیم ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کو قسم کے ساتھ بیان کیا۔ آپ کے سوا کسی اور نبی اور رسول کی رسالت کو قسم کھا کر نہیں بیان فرمایا۔

یہاں آیت میں اگرچہ خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت سنانا اوروں کو مقصود ہے کہ جس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن نازل ہوا ہے وہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور بے شک وشبہ سیدھی راہ پر ہیں یعنی جو پیغام ہدایت یہ اللہ کی طرف سے انسانوں کے پاس لے کر آئے ہیں یقیناً وہ انسان کو اصل کامیابی اور منزل مقصود تک سیدھا پہنچاتا ہے۔ اس راستہ پر چلنے والا کبھی ادھر ادھر بھٹکتا نہیں پھرتا۔ آگے فرمایا گیا تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ یعنی یہ قرآن پاک خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نازل کرنے کے سلسلہ میں اپنی دو صفات بیان فرمائی ہیں ایک عزیز یعنی وہ غالب اور زبردست ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ رحیم ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی صفت عزیز بیان کرنے سے مقصود اس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ قرآن کسی کمزور اور بے زور ہستی کا بھیجا ہوا نہیں ہے کہ جسے تم نظر انداز کردو تو تمہارا کچھ نہ بگڑے بلکہ یہ اس مالک کائنات کا فرمان ہے جو سب پر غالب ہے اور جو نافرمانوں کو پوری پوری سزا دینے کی طاقت رکھتا ہے اور جس کی پکڑ سے بچ جانے کی کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے۔ دوسری صفت رحیم بیان کرنے سے یہ احساس دلاتا ہے کہ یہ سراسر اس کی مہربانی ہے کہ اس نے تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنا رسول بھیجا اور یہ کتاب عظیم نازل کی تاکہ تم گمراہیوں سے بچ کر اس راہ راست پر چل سکو جس سے تمہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل ہوں۔ اب آگے آپ کی رسالت اور قرآن کے نزول کی ایک حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ آپ پیغمبر اس لئے بنائے گئے ہیں تاکہ اولاً آپ اس قوم عرب کو برے اعمال کے نتائج سے خبردار کریں کہ جن کے پاس مدت سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور جن کے باپ دادا تک نے بھی کبھی ایسی باتیں نہ سنی۔ اس لئے وہ خواب غفلت میں گرفتار ہیں اور اب انہیں اس خواب غفلت سے جگاتا ہے۔

یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صرف عرب ہی کے لئے رسول تھے۔ اولاً ڈرانا آپ کا قریش عرب کے لئے تھا اور پھر عام لوگوں کو بھی آپ نے دعوت فرمائی کیونکہ بعثت آپ کی عام تمام سارے عالم کے لئے ہے۔ آپ کی عموم بعثت کے لئے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ

ان میں سے اکثر لوگوں پر (تقدیری) بات ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا

پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اَڑ گئے) ہیں جس سے ان کے سر اُوپر کو اُٹھے رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ایک آڑ اُن کے سامنے کردی

وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۹ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

اور ایک آڑ ان کے پیچھے کردی جس سے ہم نے اُن کو گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے حق میں آپ کا

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ

ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لاویں گے۔ پس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدا سے

الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝۱۱ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ

بے دیکھے ڈرے، سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے۔ بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں

مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۲ ع

وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا۔

لَقَدْ حَقَّ تحقیق ثابت ہوگئی	الْقَوْلُ بات	عَلٰی پر	اَكْثَرِهِمْ ان میں سے اکثر	فَهُمْ پس وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہ لائیں گے			
اِنَّا جَعَلْنَا بیشک ہم نے کیے (ڈالے)	فِیْ میں	اَعْنَاقِهِمْ ان کی گردنیں	اَغْلٰلًا طوق	فَهِیَ پھر وہ	اِلَی تک	الْاَذْقَانِ ٹھوڑیاں	فَهُمْ تو وہ	
مُّقْمَحُوْنَ سر اونچا کیے (سر الٹے رہے ہیں)	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کردی	مِنْ سے	بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے	سَدًّا ایک دیوار	وَ اور			
مِنْ خَلْفِهِمْ ان کے پیچھے	سَدًّا ایک دیوار	فَاَغْشَيْنٰهُمْ پھر ہم نے انہیں ڈھانپ دیا	فَهُمْ پس وہ	لَا يُبْصِرُوْنَ دیکھتے نہیں	وَسَوَآءٌ اور برابر			
عَلَيْهِمْ ان پر۔ ان کیلئے	ءَاَنْذَرْتَهُمْ خواہ تم انہیں ڈراؤ	اَمْ یا	لَمْ تُنْذِرْهُمْ تم انہیں نہ ڈراؤ	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے				
اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	تُنْذِرُ تم ڈراتے ہو	مَنِ جو	اتَّبَعَ پیروی کرے	الذِّكْرَ کتاب نصیحت	وَخَشِیَ اور ڈرے	الرَّحْمٰنَ رحمٰن (اللہ)		
بِالْغَيْبِ ان دیکھے	فَبَشِّرْهُ پس اسے خوشخبری دیں	بِمَغْفِرَةٍ بخشش کی	وَاَجْرٍ اور اجر	كَرِيْمٍ اچھا	اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم	نُحْیِ زندہ کرتے ہیں		
الْمَوْتٰى مُردے	وَنَكْتُبُ اور ہم لکھتے ہیں	مَا قَدَّمُوْا جو انہوں نے آگے بھیجا (عمل)	وَاٰثَارَهُمْ اور انکے اثر (نشانات)	وَكُلَّ اور ہر				
	شَیْءٍ شے	اَحْصَيْنٰهُ ہم نے اسے شمار کر رکھا ہے	فِیْ میں	اِمَامٍ مُّبِيْنٍ کتاب روشن (لوح محفوظ)				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور قرآن کریم کی حقانیت کا ذکر فرما کر نزول قرآن کی ایک وجہ بتلائی گئی تھی کہ اس کے ذریعہ سے اولاً آپ اس قوم عرب کو ہوشیار اور بیدار کریں جس کے پاس صدیوں سے کوئی جگانے والا نہیں آیا تھا اس لئے وہ تاریکی کی جہالت و غفلت میں پڑے ہوئے تھے اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس

قوم میں بہت سے افراد آپ کو ایسے بھی ملیں گے جو کسی قسم کی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں یعنی کچھ لوگ تو آپ کی بات کو مان لیں گے اور ایمان لے آویں گے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جو آپ کی دعوت کے مقابلہ میں ضد۔ عناد۔ اور ہٹ دھرمی سے کام لیں گے اور جنہوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ آپ کی بات بہرحال کسی صورت مان کر نہیں دینی ہے۔ ایسے سخت بدکیش اور سرکش کفار کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ فیصلہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں۔ اور ان بدنصیبوں کو ہدایت کا پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ لوگ جو دوسری زندگی سے بالکل منکر ہو کر اپنی فانی خواہشات ہی کو اپنا قبلہ مقصود بنائے ہوئے ہیں اور موت کے بعد کسی دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں رکھتے۔ نہ برائی کو برائی سمجھتے ہیں بلکہ اغوائے شیطانی سے اپنی بدیوں کو نیکی اور گمراہی کو ہدایت تصور کرتے ہیں۔ انہیں کیسے ہی معقول دلائل سنائے جائیں اور کھلے کھلے نشانات دکھلائے جائیں یہ سب کو جھٹلاتے رہیں گے اور فضول حجتیں نکالتے رہیں گے۔ انہوں نے محض ہوا و ہوس کو اپنا معبود ٹھہرا لیا ہے۔ یہ نہ عقل سے کام لیں اور نہ آنکھوں سے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعراض اور عناد کے نتیجہ میں آخرکار اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کر دیتا ہے پھر ان کے دلوں میں خیر کے جانے کی ذرا گنجائش نہیں رہتی جیسے کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے سب دروازہ بند کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے یا ایک بیمار دوا پینے کی قسم کھا لے۔ طبیب سے دشمنی کر لے اور ہر قسم کی بد پرہیزی پر تیار ہو جائے تو پھر اللہ بھی اس کے مرض کو مہلک بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے حال کی ایک مثال یہاں یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی کی گردن میں ایسے طوق ڈال دیئے گئے ہوں کہ جو خوب اچھی طرح اس کی گردن میں پھنسے ہوئے ہوں اور وہ ٹھوڑیوں تک خوب ان سے جکڑا ہوا ہو جس سے کہ اس کا چہرہ اور سر اوپر کو اٹھا رہ جائے اور وہ اپنا سر نیچے نہ جھکا سکے اور اپنی گردن نہ ہلا سکے اور اس کی آنکھیں اوپر ہی کو رہ جائیں کہ وہ نیچے راستہ کی طرف دیکھ ہی نہ سکے تو ایسا شخص ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو کسی کھڈ یا گڑھے میں گرنے اور ہلاک ہونے سے بچا نہیں سکتا۔ تو دراصل ایسے ضدی اور معاند کفار جنہوں نے حق کو پہچان لیا اور پھر بجائے اس کے قبول کرنے کے الٹے عداوت اور دشمنی پر تل گئے ان کے گلوں میں کوئی ظاہری طوق نہیں پہنائے گئے تھے بلکہ یہ کلام اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا کہ ہم نے ان کی گردنوں میں بھاری بھاری طوق ڈال دیئے ہیں بطور تشبیہ کے ہے اور ان کے حال کو تشبیہ دی گئی اس شخص کے حال سے جس کے گلے میں طوق ڈال دیا گیا ہو جو اس کی گردن کو جکڑ دے اور سر نیچا نہ ہو سکے یہی حال ان معاندین کفار کا ہے جو نفسانیت۔ اور ضد و عناد کے طوقوں میں ایسے جکڑ دیئے گئے ہیں کہ وہ حق کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے۔

دوسری مثال ایسے لوگوں کی یہاں یہ دی گئی کہ جیسے کسی شخص کے چاروں طرف دیواریں کھڑی کر دی جائیں اور وہ چار دیواری میں محصور ہو کر باہر کی چیزوں سے بے خبر ہو جائے اور کسی طرف سے کچھ نظر نہ آئے اسی طرح ان معاند اور ضدی کافروں کے گرد بھی ان کی جہالت اور ہٹ دھرمی نے محاصرہ کر لیا ہے کہ باہر سے اب حق کی باتیں ان تک گویا پہنچتی ہی نہیں۔ تو یہاں ان دونوں تشبیہات اور مثالوں سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس دنیا میں کفر و ایمان' حق و باطل اور جنت و جہنم کے دونوں راستے انسان کے سامنے کر دیئے ہیں۔ اور ایمان کی دعوت و تعلیم کے لئے انبیاء کرام و کتابیں بھی بھیج دیں۔ پھر انسان کو یہ اختیار بھی عطا کر دیا کہ وہ بھلے برے۔ نیکی و بدی کو پہچان کر اپنے لئے کوئی راستہ اختیار کرے۔ اب جو بدنصیب نہ غور و فکر سے کام لے نہ دلائل قدرت میں غور کرے۔ نہ انبیاء کی دعوت پر کان دھرے۔ نہ اللہ کی کتاب

میں غور کرے تو اس نے اپنے اختیار سے جو راہ اختیار کر لی تو قدرت کی طرف سے اس کے لئے اسی راہ کے سامان جمع فرمادیئے جاتے ہیں یعنی جو کفر میں لگ گیا تو پھر اس کے واسطے کفر بڑھانے ہی کے سامان ہو جاتے ہیں۔ اسی کو یہاں آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ یعنی ان میں سے اکثر لوگوں پر ان کے سوء اختیار کی بنا پر یہ قول حق جاری ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور عالم اسباب میں اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے عناد کی وجہ سے توفیق خداوندی سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

یا اللہ آپ اپنے کرم سے اپنی توفیق حسن کو ہر حال میں ہمارے شامل حال رکھئے اور کسی آن ہم کو اس سے محروم نہ فرمایئے۔ آمین۔

یہاں کفار کی اس کیفیت اور حالت کو جو ان دو مثالوں کے ذریعہ بیان کی گئی اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے کہ جب یہ ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ گئے تو ایسوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے۔ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔ ان میں ایمان کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔ اللہ کے علم ازلی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور کفر ہی پر مریں گے۔

آگے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ڈرانے کا فائدہ تو اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت کو سن کر اور مان کر اس پر چلے اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتا ہو۔ پس ایسے خداترس بندوں کو گذشتہ تقصیرات پر خداوند کریم کے مغفرت کی اور طاعات پر آخرت میں بڑے اچھے ثواب اور انعام کی خوش خبری سنا دیجئے جو ان کو اس عالم سے گزرنے کے بعد ملے گا۔ جس کو خدا کا ڈر ہی نہیں۔ نہ نصیحت کی کچھ پروا۔ وہ نبی کی تنبیہ وتذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ ایسے لوگ بجائے مغفرت وعزت کے سزا اور ذلت کے مستحق ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فریقین کے اس عزت وذلت کا پورا اظہار زندگی کے دوسرے دور میں ہوگا جو کہ موت کے بعد سے شروع ہو جاتی ہے یعنی موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے جہاں سب اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔ انسان کے اعمال جو اس نے زندگی میں کئے یا جن کا اثر اس کے مرنے کے بعد بھی پھیلتا رہا سب کے سب دفتر غیب میں لکھے جا رہے ہیں۔ اس کے ہاں چونکہ ہر کام ضابطہ اور انتظام کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اس نے ہر ہر چیز لوح محفوظ میں لکھ دینے کا حکم جاری کر رکھا ہے چنانچہ کوئی چیز چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں کہ جو اس میں لکھی ہوئی نہ ہو خواہ اس کا تعلق حال سے ہو یا ماضی سے مستقبل سے پس اس کے مطابق وہاں جزا وسزا ملے گی۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اعمال خیر وشر کا سلسلہ زندگی ختم ہو جانے اور مرنے کے بعد بھی چلتا رہتا ہے۔ اور اس دنیا میں اچھے یا برے کئے ہوئے اعمال بس زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتے بلکہ زندگی کے اعمال کی طرح مرنے کے بعد اعمال کے اثرات بھی لکھے جاتے ہیں اس کی تفصیل وتشریح یوں سمجھئے مثلاً کسی نے لوگوں کو دین کی تعلیم دی۔ یا دینی احکام بتلائے۔ یا کوئی علم دین کے بارہ میں کتاب لکھی جس سے لوگوں نے دین کا نفع اٹھایا۔ یا کوئی وقف دینی فائدہ کے لئے کیا جس سے لوگوں نے دین کا نفع اٹھایا۔ جیسے مسجد بنائی۔ یا دینی مدرسہ بنایا۔ یا اور کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا تو جہاں تک ان اعمال خیر کے اثرات پہنچیں گے اور جب تک پہنچتے رہیں گے وہ سب زندگی کے بعد بھی اس شخص کے اعمال نامہ میں لکھے جاتے رہیں گے۔ اسی طرح برے اعمال جن کے برے اثرات اور

ثمرات دنیا میں باقی رہے اور ان سے دوسروں میں برائی اور معصیت پھیلتی رہی مثلاً کسی نے فحش ناول۔ افسانے یا ڈرامے لکھے۔ یا کسی نے اپنی زندگی میں ظالمانہ قوانین جاری کردیئے۔ یا ایسی چیز رائج کردی یا ایسے ادارہ قائم کردیئے کہ جو انسانوں کے اخلاق و اعمال کو خراب کریں۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کا ذریعہ لوگوں کے لئے بنیں۔ یا جن سے لوگ غلط اور برے راستہ پر پڑیں جیسے سینما' تھیٹر' بائیسکوپ' ناچ گانے کے اڈے' فحاشی اور عریانی اور بے حیائی پھیلانے والے ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ وغیرہ تو جب تک اور جہاں تک کسی کے عمل کے برے نتائج اور فتنے اور مفاسد وجود میں آتے رہیں گے اور دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوتے رہیں گے تو وہ اس شخص کے نامہ اعمال میں مرنے کے بعد بھی برابر لکھے جاتے رہیں گے۔ جیسا کہ اس جملہ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَاٰثَارَهُمْ کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور جتنے آدمی اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کا بھی ثواب اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی آوے۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے آدمی جب تک اس برے طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے ان کا گناہ بھی اس کو ہوتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کمی آوے۔''

اور ایک دوسری صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کٹ جاتے ہیں مگر تین عمل۔ ایک وہ علم جس سے اس کے بعد نفع حاصل کیا جائے۔ دوسرے وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا خیر کرے۔ اور تیسرے صدقہ جاریہ جو اس کے بعد بھی باقی رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے اعمال و افعال کے نیک اثرات ہمارے مرنے کے بعد بھی قائم رکھیں اور ان کے ثواب ہمارے اعمال ناموں میں برابر لکھے جاتے رہیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے گناہوں کی شامت اعمال سے محفوظ رکھیں اور جو نصیحت و ہدایت ہم کو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچے اس پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اور حق تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت نصیب فرمائیں کہ جو ہم کو اطاعت و بندگی پر آمادہ رکھے۔ اور عصیان و نافرمانی سے بچالے۔

یا اللہ ہم کو اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے کہ جو مرنے کے بعد بھی ہم دوسروں کے لئے نیکی اور بھلائی کا ذریعہ بن جائیں۔

یا اللہ ہمارے لئے خیر ہی مقدر فرمایئے اور اس کے ثمرات و برکات ہم کو زندگی میں بھی نصیب فرمایئے اور مرنے کے بعد بھی مغفرت و رحمت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۳ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ

اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے۔ یعنی جبکہ ہم نے اُن کے پاس (اول)

اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝۱۴ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا

دو کو بھیجا سو اُن لوگوں نے دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے تائید کی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم تو

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝۱۵ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ

ہماری طرح معمولی آدمی ہو، اور خدائے رحمٰن نے (تو) کوئی چیز نازل نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو۔ ان رسولوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار علیم ہے

اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝۱۶ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۷ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ

کہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر (حکم کا) پہنچا دینا تھا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے

تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۸ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ

تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کردیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے

ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۱۹

کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔

وَاضْرِبْ اور بیان کریں آپ	لَهُمْ ان کیلئے	مَثَلًا مثال (قصہ)	اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ بستی والے	اِذْ جب	جَآءَهَا انکے پاس آئے	الْمُرْسَلُوْنَ رسول		
اِذْ جب	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	اِلَيْهِمُ انکی طرف	اثْنَيْنِ دو	فَكَذَّبُوْهُمَا تو انہوں نے جھٹلایا انہیں	فَعَزَّزْنَا پھر ہم نے تقویت دی	بِثَالِثٍ تیسرے سے		
فَقَالُوْٓا پس انہوں نے کہا	اِنَّآ بیشک ہم	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	مُّرْسَلُوْنَ بھیجے گئے	قَالُوْا وہ بولے	مَآ اَنْتُمْ تم نہیں ہو	اِلَّا مگر محض	بَشَرٌ آدمی	
مِّثْلُنَا ہم جیسے	وَمَآ اور نہیں	اَنْزَلَ اُتارا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	مِنْ شَيْءٍ کچھ	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم	اِلَّا مگر محض	تَكْذِبُوْنَ جھوٹ بولتے ہو
قَالُوْا انہوں نے کہا	رَبُّنَا ہمارا پروردگار	يَعْلَمُ جانتا ہے	اِنَّآ بیشک ہم	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	لَمُرْسَلُوْنَ البتہ بھیجے گئے	وَمَا اور نہیں	عَلَيْنَآ ہم پر	
اِلَّا مگر	الْبَلٰغُ پہنچا دینا	الْمُبِيْنُ صاف صاف	قَالُوْٓا وہ کہنے لگے	اِنَّا تَطَيَّرْنَا ہم نے منحوس پایا	بِكُمْ تمہیں	لَئِنْ اگر	لَّمْ تَنْتَهُوْا تم باز نہ آئے	
لَنَرْجُمَنَّكُمْ ضرور ہم سنگسار کردیں گے تمہیں	وَلَيَمَسَّنَّكُمْ اور ضرور پہنچے گا تمہیں	مِّنَّا ہم سے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	قَالُوْا انہوں نے کہا			
طَآئِرُكُمْ تمہاری نحوست	مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ	اَئِنْ کیا	ذُكِّرْتُمْ تم سمجھائے گئے	بَلْ بلکہ	اَنْتُمْ تم	قَوْمٌ لوگ	مُّسْرِفُوْنَ حد سے بڑھنے والے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن کے ذریعہ سے انسانوں کو سیدھا راستہ بتاتے آئے ہیں تا کہ مدتوں سے جو خواب غفلت میں گرفتار ہیں وہ بیدار ہوں پھر بتایا گیا کہ بعض بدبخت رسول اور قرآن کا انکار کریں گے۔ ان پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے گی وہ ایمان نہ لاویں گے۔ لیکن جو اللہ سے ڈریں گے وہ ضرور اسے مانیں گے اور پھر ماننے والوں کو مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دی گئی

تھی۔ اسی کی تشریح میں آگے ان آیات اور اگلی آیات میں اصحاب قریہ کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ مومنین کے لئے باعث بشارت اور مکذبین کے لئے باعث عبرت و نصیحت ہو۔ یہ کس بستی کا قصہ ہے؟ کس زمانہ کا ہے؟ اور کن رسولوں سے متعلق ہے؟ اس کا تعین نہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔ نہ کسی صحیح حدیث میں۔ اس لئے اصحاب قریہ کی تفصیلی جزئیات کچھ بھی ہوں قرآن پاک نے جو حصہ نقل کیا ہے وہ اپنے مقصد عظمیٰ "عبرت و نصیحت" کے پیش نظر ایک صاحب بصیرت کے لئے کافی و شافی ہے اور اہل مکہ اور قریش کو دعوت دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رشد وہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اصحاب قریہ کی طرح منہ موڑ کر دنیا اور آخرت کی تباہی مول نہ لیں۔ قرآن کریم نے اصحاب قریہ کے متعلق صرف اس قدر بتلایا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں ایک بستی میں کفر و شرک اور شر و فساد کو دور کرنے اور رشد وہدایت کا سبق دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبروں کو مامور کیا۔ انہوں نے اہل قریہ کو حق کی تلقین کی اور صراط مستقیم کی جانب دعوت دی لیکن بستی والوں نے ان دونوں پیغمبروں کو جھٹلایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک اور پیغمبر کا اضافہ کر دیا اور وہ تین مل کر ایک جماعت ہو گئے۔ اب ان تینوں پیغمبروں نے بستی والوں کو یقین دلایا کہ بے شبہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور ان کا مذاق اڑایا کہ تم بھی آدمی ہم بھی آدمی۔ پھر تمہارے اندر وہ کون سی بات ہے کہ تم پیغمبر بنا دیئے گئے۔ یہ سب تمہارا جھوٹ اور تمہاری سازش ہے۔ (العیاذ باللہ) اس پر ان پیغمبروں نے کہا کہ خدا اس کا شاہد ہے کہ ہم جھوٹے نہیں۔ وہ دانا و بینا اس کو خوب جانتا ہے مگر تم پھر بھی نہیں مانتے تو ہمارا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیں اور راہ حق دکھا دیں بستی والے کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں کہ تم نے خواہ مخواہ ہمارے یہاں آ کر گڑ بڑ پیدا کر دی اگر تم اس سے باز نہ آئے تو ہم تم تینوں کو مار ڈالیں گے یا سخت قسم کی تکلیف میں مبتلا کر دیں گے۔ ان پیغمبروں نے جواب دیا کہ خدا کی نافرمانی کر کے نحوست تو تم خود اپنے اوپر لا چکے ہو۔ اس سے زیادہ نحوست اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم نصیحت اور خیر خواہی تک کو قبول نہیں کرتے اور حد سے زیادہ گزرتے جاتے ہو۔ اسی بستی کے آخری کنارہ پر ایک نیک مرد رہتا تھا اس نے جب سنا کہ بستی والے خدا کے رسولوں کو جھٹلا رہے ہیں اور طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں تو وہ نیک مرد عجلت کے ساتھ وہاں آ پہنچا جس جگہ یہ گفتگو ہو رہی تھی اور کہنے لگا کہ اے قوم خدائے تعالیٰ کے پیغمبروں کی پیروی کرو۔ ان مقدس لوگوں کی پیروی سے کیوں منہ موڑتے ہو جو تم سے اس خدمت حق اور تبلیغ دین کا کوئی معاوضہ تک طلب نہیں کرتے۔ بتاؤ کہ میں کیوں اس ایک خدا کی ہی پرستش نہ کروں جس نے مجھ کو نیست سے ہست کیا ہے اور مرنے کے بعد پھر میں اور تم سب اسی کی جانب لوٹ جانے والے ہیں۔ تم جوان۔ برگزیدہ انسانوں کی تکذیب کر رہے ہو تو میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا مجھ کو خدائے واحد کے سوائے معبودان باطلہ کو اپنا خدا مان لینا چاہئے۔ اگر تمہارا مقصد یہ ہے تو ایسی صورت میں بلاشبہ میں تو سخت گمراہی میں پھنس جاؤں گا لہٰذا کان کھول کر سن لو کہ تم ان مقدس انسانوں کی بات مانو۔ میں تو اس ذات پر ایمان لے آیا جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ قوم نے جو اس نیک مرد کی یہ پر از ہدایت گفتگو سنی تو غیض و غضب میں آ گئی اور اس نیک مرد کو شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد ان بستی والوں پر ایک ہولناک چیخ کا عذاب نازل ہوا اور سب کا کام تمام کر دیا۔ یہ ہے اصحاب قریہ کا پورا قصہ جو ان آیات میں اور اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار مکہ اور مشرکین عرب کو ایک بستی کے لوگوں کا قصہ مثال کے طور پر سنائیے کہ اس بستی میں پہلے ہم نے دو رسول بھیجے۔ بستی والوں نے ان دونوں

پیغمبروں سے کہا کہ تم جھوٹے ہو ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ پھر ان کی تائید کے لئے ایک تیسرا رسول مزید بھیجا گیا اور تینوں نے مل کر کہا کہ ہم تمہارے پاس اللہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اللہ نے جو پیغام دیا ہے وہ ہم تمہیں پہنچانے آئے ہیں لہٰذا ہم جو کچھ کہیں اللہ کا پیغام سمجھو اور مانو اس پر بستی والوں نے جو جواب ان پیغمبروں کو دیا وہ قرآن پاک نے نقل فرمایا

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ

یعنی تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں جو اللہ تمہیں بھیجتا۔ ہم سے تم کس بات میں بڑھ کر ہو۔ جیسے ہم انسان ایسے ہی تم انسان۔ بس رہنے دو خواہ مخواہ خدا کا نام نہ لو۔ اس نے کچھ نہیں اتارا اور پیغام دیا۔ تم تینوں سازش کر کے ایک جھوٹ بنا لائے اور اسے خدا کی طرف نسبت کر دیا۔ استغفر اللہ والعیاذ باللہ قرآن پاک نے متعدد جگہ بتلایا کہ قوم نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت تک ہر ایک گروہ نے پہلے اسی پر تعجب یا نفرت کا اظہار کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری ہی طرح کا انسان اور لوازمات بشری کا محتاج انسان خدا کا پیغمبر ہو۔ ان تمام باطل گروہوں کا ہمیشہ سے جیسا کہ قرآن کریم نے بتلایا یہ عقیدہ رہا ہے کہ خدا کا پیغمبر انسان و بشر نہیں ہونا چاہئے بلکہ کسی مافوق الفطرۃ ہستی کو اللہ کا رسول ہونا چاہئے۔ چنانچہ اصحاب قریہ نے بھی اپنے رسولوں کے متعلق یہی کہا کہ تم ہماری طرح انسان ہو۔ کون سی ایسی تم میں خوبی ہے کہ تم خدا کے رسول ہو۔ اور اصحاب قریہ کی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ ہماری طرح کھاتے پیتے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ مگر منکرین کے اس جاہلانہ سوال کا قرآن کریم نے وہ فیصلہ کن جواب ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کے لئے اس بحث کا خاتمہ کر دیا۔ پندرہویں پارہ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے

قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اگر ایسا ہوتا کہ زمین میں انسانوں کی جگہ فرشتے بسے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے ایک فرشتہ پیغمبر بنا کر اتار دیتے۔ یعنی اس سوال کی بنیاد ہی بے وقوفی پر مبنی ہے اس لئے کہ جب دنیا میں انسان بس رہے ہیں اور فرشتوں کی آبادیاں نہیں ہیں تو پھر ان کی ہدایت کے لئے رسول اور پیغمبر بھی انسان ہی ہونا چاہئے نہ کہ نوری فرشتہ۔

تو اصحاب قریہ کے اس قول کے جواب میں کہ جو انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ تم کچھ نہیں مگر ہمیں جیسے انسان ہو اور خدا نے ہرگز کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم محض جھوٹ بولتے ہو اس کا جواب اس بستی والوں کو ان پیغمبروں نے یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں اور کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہمارا کام یہی ہے کہ جو پیغام تم تک پہنچانے کے لئے رب العالمین نے ہمارے سپرد کیا ہے وہ ہم تمہیں پہنچا دیں اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ مانو یا نہ مانو۔ یہ ذمہ داری ہم پر نہیں ڈالی گئی کہ ہم زبردستی تم سے منوا کر ہی رہیں۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ خدا کا پیغام خوب کھول کر واضح۔ معقول اور دلنشین طریقہ سے تم کو پہنچا دیا اب اتمام حجت کے بعد تم خود سوچ لو کہ تکذیب وعداوت کا انجام کیا ہونا چاہئے رسولوں کی یہ بات بالکل صاف اور بے لاگ تھی۔ اس کا جواب وہ کیا دیتے مگر جیسا باطل کا دستور ہے کہ زچ ہو کر

دھمکیوں پر اتر آتا ہے اور بے تکی باتیں کرنے لگتا ہے اسی طرح اصحاب قریہ نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ جب سے تم آئے ہو بستی میں ایک ہلچل مچ گئی ہے۔ جب تک تم نہ آئے تھے ہماری زندگی مزے سے کٹ رہی تھی۔ اب یہ تمہاری نحوست ہے کہ بارش موقوف ہے قحط کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ پھر آپس میں اختلاف ہوگیا تو تمہارے قدم کیا آئے قحط و نااتفاقی کی وبا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے۔ (العیاذ باللہ) بس اب تم اپنی زبان کو روکو اور اس وعظ و نصیحت کو بند کرو ورنہ ہم تم پر ایسا پتھراؤ کریں گے کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اور ہم تمہیں اتنا دق کریں گے اور ایسی دکھ بھری اذیت دیں گے کہ تم سب بھول جاؤ گے استغفراللہ! یہ غفلت و جہالت اور بداعمالیوں کی مستی ایسی ہی ہے اور بس وہ اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ ہم طاقت ور ہیں۔ ہمارے پاس مادی ذرائع و وسائل ہیں۔ ہم اپنے مقابل ومخالف کو سخت سزا دے سکتے ہیں اور یہ ان کی کھوپڑی میں بات آتی ہی نہیں کہ ہم سے زیادہ طاقت ور بھی کوئی ہے اور وہ ہمیں سخت سے سخت سزا دے سکتا ہے۔ الغرض اللہ کے ان پیغمبروں نے اصحاب قریہ کی نادانی پر افسوس کیا اور تحمل کے ساتھ پھر سمجھایا کہ یہ نحوست تو تم پر تمہارے اعمال کی شامت سے آئی ہے اگر تم ہماری بات پر غور کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے ہی بھلے اور خیر خواہی کی کہہ رہے ہیں اور جو نصیحت کر رہے ہیں وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے کر رہے ہیں۔ کیا ہماری نصیحت اور خیر خواہی کا بدلہ یہی ہے کہ تم ہمیں منحوس سمجھو اور خواہ مخواہ ہم سے دشمنی کرنے لگو اور ہمارے ستانے پر کمر باندھ لو۔ اور ہم کو قتل کی دھمکیاں دینے لگو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل اور انسانیت کی حدود سے خارج ہوئے جاتے ہو۔ نہ عقل سے سمجھتے ہو نہ انسانیت کی بات کرتے ہو۔

اب جہاں شر و فساد اور فتنہ و گمراہی کے جراثیم بکثرت موجود ہوتے ہیں وہاں خیر و سعادت کی بھی کوئی روح ضرور نکل آتی ہے چنانچہ اسی بستی میں سے ایک نیک مرد مومن نکل آیا اور اس نے اپنی گمراہ قوم کو کیا نصیحت کی یہ انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ اور فہم نصیب فرمائیں اور ہم کو جو تعلیمات وہدایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچی ہیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم و ہمت عطا فرمائیں۔ اور ہم کو ظاہراً و باطناً ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں اور قرآن کے مطابق صحیح عقائد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہر طرح جہالت۔ غفلت اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ

اور ایک شخص اس شہر کے کسی دُور مقام سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو۔ (ضرور) ایسے لوگوں کی راہ پر چلو

لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہِ راست پر بھی ہیں۔

وَجَآءَ اور آیا	مِنْ سے	اَقْصَا پرلا سرا	الْمَدِيْنَةِ شہر	رَجُلٌ ایک آدمی	يَّسْعٰى دوڑتا ہوا	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اتَّبِعُوا تم پیروی کرو
	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کی	اتَّبِعُوْا تم پیروی کرو	مَنْ جو	لَّا يَسْـَٔلُكُمْ تم سے نہیں مانگتے	اَجْرًا کوئی اجر	وَّهُمْ اور وہ	مُّهْتَدُوْنَ ہدایت یافتہ	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ''اصحاب قریہ'' کے قصہ کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جب اُس بستی والوں کی طرف اللہ کے رسول آئے اور ان کو خدائی پیغام پہنچایا تو تکذیب کی بلکہ جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی لیکن قدرت خداوندی ہے کہ جہاں شر وفساد اور فتنہ وگمراہی کا کیسا ہی بازار گرم ہو وہیں حق تعالیٰ خیر وسعادت والی روح بھی کوئی پیدا فرمادیتے ہیں جو کلمۂ حق کی تائید میں جان کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ارادہ سے مطلع کر کے حفاظت جان کیلئے نیک صلاح دی تھی کہ وہ مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں ایسے ہی اصحاب قریہ نے جب سرکشی پر اصرار کیا ور پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کرلیا تو اُسی بستی کے آخری حصہ سے ایک نیک مرد مومن نکل آیا اور اُس نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور اس صلہ میں اپنی جان دی۔ چنانچہ اِن آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اُسی بستی کے آخری کنارہ پر ایک مرد صالح رہتا تھا جو کسب حلال سے کماتا تھا اور عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ جب اپنی قوم کے بدارادے کا اُسے علم ہوا تو اُس سے صبر نہ ہوسکا اور اس کی فطری صلاحیت نے اُسے چپ نہ بیٹھنے دیا اور وہ رسولوں کی تائید وحمایت اور مکذبین کی نصیحت وفہمائش کیلئے دوڑتا ہوا موقع پر آیا کہ کہیں بستی والے اپنی دھمکیوں کو جو انہوں نے رسولوں کو جان سے مار ڈالنے کی دی تھیں پورا نہ کرنے لگیں۔ یہاں آیت میں ہے وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى یعنی ایک شخص اس بستی کے آخری سرے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُن رسولوں کے پیغام اور آواز کا اثر بستی کے دور دراز حصوں تک پہنچ گیا تھا۔ تو اس مرد مومن نے آ کر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا اور پہلی بات یہ کہی يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

یعنی اے میری قوم والو یہ رسول اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اخلاق اعمال۔ اور عادات واطوار سب ٹھیک ہیں بے غرضی اور خیر خواہی کرتے ہیں۔ تم سے کوئی معاوضہ وصلہ نہیں چاہتے۔ جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے ہی بھلے کی کہہ رہے ہیں۔ تو ایسے بے لوث اور بے غرض بزرگوں کا اتباع کیوں نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعۂ سے جو پیغام بھیجے اُسے قبول کیوں نہ کیا جائے۔ یہ سیدھے راستہ پر ہیں تمہیں بھی سیدھے راستہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہیئے اور ان کی اطاعت کرنا چاہیئے۔ تو یہاں اس مرد مومن نے اپنی قوم کے سامنے نبوت کی صداقت کے سارے دلائل سمیٹ کر اس ایک جملہ میں رکھ دیئے۔ ایک نبی کی صداقت دو ہی باتوں سے جانچی جاسکتی ہے ایک اس کا قول دوسرے اس کا فعل تو اس بندۂ خدا نے اپنی قوم سے یہی کہا کہ اول تو یہ لوگ سراسر معقول بات کہہ رہے ہیں دوسرے یہ کہ ان کی سیرت وکردار بالکل بے داغ ہے۔ یہ دین کی دعوت اپنی کسی ذاتی مفاد اور غرض کی خاطر تو نہیں دے رہے۔ یہ تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ یہ اپنی نصیحت وخیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے۔ اس کے بعد کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ان کی بات کیوں نہ مانی جائے۔ یہاں اس شخص کا استدلال نقل کر کے قرآن کریم نے لوگوں کے سامنے ایک معیار رکھ دیا کہ نبی کی دعوت کو پرکھنا ہو تو اس کسوٹی پر پرکھ لو۔ اس میں کفار مکہ کو اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل بتا رہا ہے کہ یہ راہ راست پر ہیں اس لئے کسی معقول انسان کو آپ کی بات رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ آگے وہی نیک بخت شخص جس نے اپنی قوم کو رسولوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدہ کو اُن کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَمَآ اُبَرِّئُ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَأَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً إِنْ يُّرِدْنِ

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اُسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں

الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ إِنِّيْٓ إِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

کہ اگر خدائے رحمٰن مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام آوے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا۔

إِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۚ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا سو تم میری بات سُن لو۔ ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو، کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی۔

بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ أَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ

کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔ اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اُس کے بعد کوئی لشکر

جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾

آسمان سے نہیں اُتارا اور نہ ہم کو اُتارنے کی ضرورت تھی۔ وہ سزا بس ایک آواز سخت تھی اور وہ سب اُسی دم بجھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے۔

وَمَا اور کیا ہوا	لِيَ مجھے	لَآ أَعْبُدُ میں نہ عبادت کروں	الَّذِيْ وہ جس نے	فَطَرَنِيْ پیدا کیا مجھے	وَإِلَيْهِ اور اسی کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے	
ءَأَتَّخِذُ کیا میں بنالوں	مِنْ دُوْنِهٖٓ اسکے سوا	اٰلِهَةً ایسے معبود	إِنْ اگر	يُّرِدْنِ وہ چاہے	الرَّحْمٰنُ رحمن۔اللہ	بِضُرٍّ کوئی نقصان	
لَا تُغْنِ عَنِّيْ نہ کام آئے میرے	شَفَاعَتُهُمْ انکی سفارش	شَيْئًا کچھ بھی	وَ اور	لَا يُنْقِذُوْنِ نہ چھڑا سکیں وہ مجھے	إِنِّيْٓ بیشک میں	إِذًا اس وقت	
لَفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں	مُّبِيْنٍ کھلی	إِنِّيْٓ بیشک میں	اٰمَنْتُ میں ایمان لایا	بِرَبِّكُمْ تمہارے پروردگار پر	فَاسْمَعُوْنِ پس تم میری سنو		
قِيْلَ ارشاد ہوا	ادْخُلِ تو داخل ہو جا	الْجَنَّةَ جنت	قَالَ اس نے کہا	يٰلَيْتَ اے کاش	قَوْمِيْ میری قوم	يَعْلَمُوْنَ وہ جانتی	بِمَآ اس بات کو
غَفَرَ لِيْ اس نے بخش دیا مجھے	رَبِّيْ میرا رب	وَجَعَلَنِيْ اور اس نے کیا مجھے	مِنَ سے	الْمُكْرَمِيْنَ نوازے ہوئے لوگ	وَمَآ أَنْزَلْنَا اور نہیں اتارا ہم نے		
عَلٰى پر	قَوْمِهٖ اس کی قوم	مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد	مِنْ جُنْدٍ کوئی لشکر	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	وَمَا كُنَّا اور نہ تھے ہم	مُنْزِلِيْنَ اتارنے والے
إِنْ كَانَتْ نہ تھی	إِلَّا مگر	صَيْحَةً چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	فَإِذَا پس اچانک	هُمْ وہ	خٰمِدُوْنَ بجھ کر رہ گئے	

تفسیر وتشریح: اس مردِ مومن کا قول قرآن پاک نے نقل فرمایا کہ اس نے کہا وما لی لااعبدالذی فطرنی و الیہ ترجعون اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس معبود کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس جملہ میں دو حصہ ہیں پہلے حصہ میں یہ دلیل اختیار کی گئی ہے کہ اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کی بندگی و طاعت کرنا تو سراسر عقل اور فطرت کا تقاضا ہے۔ نامعقول بات اگر ہے تو وہ یہ کہ آدمی ان کی بندگی کرے جنہوں نے اسے پیدا نہیں کیا یعنی اس مردِ مومن نے اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کو سنایا کہ تم کو آخر کیا ہوا کہ جس نے پیدا کیا اس کی بندگی نہ کرو۔ دوسرے حصہ میں وہ مردِ مومن اپنی قوم کے

لوگوں کو احساس دلاتا ہے کہ یہ مت سمجھنا کہ تم کو پیدا کر کے تمہارے مالک نے آزاد چھوڑ دیا اور اب اس سے کچھ مطلب نہ رہا۔ نہیں سب کو مرے پیچھے اسی کے پاس جانا ہے۔ سب کو یہاں سے لوٹ کر اسی کے سامنے جمع ہونا ہے اس وقت وہ ہر بھلائی و برائی کا بدلہ دے گا۔ تو اب تم خود سوچ لو کہ اس سے منہ موڑ کر تم کس بھلائی کی توقع کر سکتے ہو۔ آگے اس مرد مومن کی مزید تقریر نقل فرمائی گئی کہ یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق وقادر کو چھوڑ کر اوروں کی بندگی و طاعت کروں اور انہیں پوجوں جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے ٹال دیں نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی ضرر پہنچے ہی نہیں۔ خدا اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو اس کو نہ وہ دفع کر سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر بہکا ہوا اور گمراہ کون ہوگا۔ تو یہاں اس مرد مومن نے بات کو اپنے اوپر رکھتے ہوئے قوم کو بتلایا کہ کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اس مہربان اور قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف سے نہ بذات خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں۔ اس کے بعد مجمع میں اس مرد مومن نے بے کھٹکے اعلان کیا کہ میں خدائے واحد پر ایمان لا چکا اسے سب سن رکھیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس مرد خدا کا اپنے ایمان کے متعلق سنانا رسولوں کو تو شاید اس لئے ہو کہ وہ اللہ کے ہاں گواہ رہیں اور قوم کو سنانا اس لئے ہو کہ شاید وہ کچھ متاثر ہوں یا دنیا کم از کم ایک مومن کی قوت ایمان کا مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔ آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اس مرد مومن کو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا۔ ادھر شہادت واقع ہوئی ادھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ علامہ مفسر ابن کثیرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کفار نے اس مرد اس مومن کامل کو بری طرح مارا پیٹا اور اس کو گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ پیٹ کی آنتیں پیچھے کے راستہ سے باہر نکل آئیں۔ اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے رنج وغم سے آزاد کر دیا اور امن وچین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ قوم نے تو اس مرد مومن سے دشمنی کی کہ انہیں جان سے مار ڈالا لیکن اس بندۂ خدا کو بہشت میں پہنچ کر بھی قوم کی خیر خواہی کا خیال رہا اور ان کی زبان سے نکلا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے ایمان اور اتباع رسل کی برکت سے مجھ کو بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام فرمایا کہ مجھ کو عزت والوں میں شامل فرمایا تو اگر یہ حال میری قوم کو معلوم ہو جاتا تو وہ بھی ایمان لے آتے اور اسی طرح وہ بھی مغفور ومکرم ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکہ باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔ اس باخدا شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی ان کے خیر خواہ رہے اس مرد مومن کے کمال اخلاق کے نمونہ کو ملاحظہ کیجئے کہ جن قوم والوں نے اسے ابھی ابھی قتل کیا تھا ان کے خلاف غصہ اور جذبۂ انتقام ان کے دل میں نہ تھا کہ وہ اللہ سے ان کے حق میں بددعاء کرتے۔ اس کے بجائے وہ اب بھی ان کی خیر خواہی چاہتے تھے۔ مرنے کے بعد اگر ان کے دل میں کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ یہی تھی جیسا کہ قرآن کریم نے بتلایا کہ کاش میری قوم میرے اس انجام خیر سے باخبر ہو جائے اور میری زندگی سے نہیں تو میری موت ہی سے سبق لے کر راہ راست اختیار کر لے۔ وہ اس وقت بھی اپنے قاتلوں کے لئے جہنم نہ چاہتے تھے بلکہ یہی چاہتے تھے کہ وہ ایمان لا کر جنت کے مستحق بنیں۔ اسی تعریف میں حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ ”اس شخص نے جیتے جی بھی

اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مر کر بھی"۔

قرآن پاک نے یہاں اس مرد مومن کا قول یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین نقل فرما کر اور اس واقعہ کو بیان کر کے در پردہ کفار مکہ کو اس حقیقت پر متنبہ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اہل ایمان بھی اسی طرح تمہارے سچے خیر خواہ ہیں جس طرح وہ مرد مومن اپنی قوم کا خیر خواہ تھا۔ ان کو دشمنی تم سے نہیں صرف تمہاری گمراہی اور عقائد سے ہے اور وہ صرف تم سے یہی چاہتے ہیں کہ تم راہ راست پر آ جاؤ۔

یہاں ان آیات کے تحت علامہ ابن کثیرؒ نے ایک روایت لکھی ہے کہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ نے فرمایا "ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں"۔ حضرت عروہؓ نے جواب دیا کہ حضور اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انہیں مجھ سے اس قدر الفت وعقیدت ہے کہ اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا پھر جاؤ۔ یہ چلے لات وعزیٰ بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آ گئی اس بات پر پورا قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو تم ان بتوں کو ترک کر دو یہ لات وعزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہو گی۔ اے میرے بھائی بندو یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ ساری بھلائی اسلام میں ہے۔ ابھی تین ہی مرتبہ اس کلمہ کو دہرایا تھا کہ ایک بدنصیب جلے تن نے دور ہی سے ایک تیر چلا دیا جو ان کے پیوست ہو گیا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۃ یٰسین والا جس نے کہا تھا یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین غرض اصحاب قریہ کا اس حد تک ذکر کرنے کے بعد ان لوگوں پر جو غضب خدا نازل ہوا اور جس عذاب کی وجہ سے وہ غارت کر دیئے گئے اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے چونکہ انہوں نے خدا کے رسولوں کو جھٹلایا اور ایک مرد مومن اللہ کے ولی کو قتل کیا اور شاید ان لوگوں نے خدا کے رسولوں کو بھی شہید کر ڈالا ہو جیسا کہ انہوں نے ان کو دھمکی دی تھی۔ اگرچہ قرآن کریم میں یہ مذکور نہیں اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے گئے اور انہیں برباد کرنے کے لئے خدا نے نہ تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا۔ نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا۔ نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اسے اس کی ضرورت اس کا تو صرف ایک حکم کر دینا کافی ہے۔ چنانچہ اس قوم کا بھی حال یہی ہوا کہ فرشتہ نے ایک چیخ ماری ان کے دل دہل گئے۔ کلیجے پاش پاش ہو گئے اور سب اسی دم مر کر رہ گئے۔

روایات میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے شہر کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر ایک سخت ہیبت ناک آواز لگائی جس کے صدمہ کو کسی کی روح برداشت نہ کر سکی سب کے سب مر کر رہ گئے۔ ان کے فنا ہو جانے کو قرآن کریم نے خَامِدُوْنَ کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ خمود آگ بجھ جانے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ یہی حال اصحاب قریہ کا ہوا کہ سب کے کلیجے پھٹ گئے اور سب بجھی آگ کی طرح ٹھنڈے ہو گئے حیاۃ کی حرارت ختم ہوئی اور کوئی باقی نہ بچا اور فرشتہ کی ایک چیخ سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہو گئی۔

اب آگے اس قصہ کے نتیجہ کے طور پر مکذبین کی مذمت فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں بھی حق کی تائید اور تبلیغ کی ہمہ وقت توفیق وہمت نصیب فرمائیں اور ہم اپنے خالق ومالک کے اطاعت گزار بندے بن کر زندہ رہیں اور اسی پر مریں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی گمراہی اور کجی سے ہماری حفاظت فرمائیں اور دنیا میں ہم کو حق کا وہ اتباع نصیب فرمائیں کہ آخرت میں ہم کو مغفرت اور عزت نصیب ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٠﴾ اَلَمْ يَرَوْا 19

افسوس ایسے بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا

کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں غارت کر چکے کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آتے۔ اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو مجتمع طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جاوے۔

مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾

اور ایک نشانی ان لوگوں کیلئے مردہ زمین ہے ہم نے اس کو (بارش سے) زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو ان میں سے لوگ کھاتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ

اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور اس میں چشمے جاری کیے۔ تاکہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھائیں اور اس (پھل اور غلہ) کو

ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۖ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، سو کیا شکر نہیں کرتے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے تمام مقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾

اور (خود) ان آدمیوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو (عام لوگ) نہیں جانتے۔

يٰحَسْرَةً ہائے حسرت	عَلَى الْعِبَادِ بندوں پر	مَا يَاْتِيْهِمْ نہیں آیا ان کے پاس	مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	اِلَّا مگر	كَانُوْا وہ تھے	بِهٖ اس سے		
يَسْتَهْزِءُوْنَ ہنسی اڑاتے	اَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا	كَمْ کتنی	اَهْلَكْنَا ہلاک کیں ہم نے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	مِنَ الْقُرُوْنِ بستیاں	اَنَّهُمْ کہ وہ		
اِلَيْهِمْ ان کی طرف	لَا يَرْجِعُوْنَ لوٹ کر نہیں آئیں گے وہ	وَاِنْ اور نہیں	كُلٌّ سب	لَمَّا مگر	جَمِيْعٌ سب کے سب	لَدَيْنَا ہمارے روبرو		
مُحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے	وَاٰيَةٌ ایک نشانی	لَهُمُ ان کیلئے	الْاَرْضُ زمین	الْمَيْتَةُ مردہ	اَحْيَيْنٰهَا ہم نے زندہ کیا اسے	وَاَخْرَجْنَا اور نکالا ہم نے		
مِنْهَا اس سے	حَبًّا اناج	فَمِنْهُ پس اس سے	يَاْكُلُوْنَ وہ کھاتے ہیں	وَجَعَلْنَا اور بنائے ہم نے	فِيْهَا اس میں	جَنّٰتٍ باغات	مِنْ سے۔ کے	نَّخِيْلٍ کھجور
وَّاَعْنَابٍ اور انگور	وَّفَجَّرْنَا اور جاری کئے ہم نے	فِيْهَا اس میں	مِنَ سے	الْعُيُوْنِ چشمے	لِيَاْكُلُوْا تاکہ وہ کھائیں	مِنْ ثَمَرِهٖ اسکے پھلوں سے	وَمَا اور نہیں	
عَمِلَتْهُ بنایا اسے	اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں	اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ تو کیا وہ شکر نہ کریں گے	سُبْحٰنَ پاک	الَّذِيْ وہ ذات جس نے	خَلَقَ پیدا کئے	الْاَزْوَاجَ جوڑے		
كُلَّهَا ہر چیز	مِمَّا اس سے جو	تُنْۢبِتُ اگاتی ہے	الْاَرْضُ زمین	وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ اور انکی جانوں سے	وَمِمَّا اور اس سے جو	لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب قریہ کا ذکر فرما کر اہل مکہ اور ارباب بصیرت کو دعوت دی گئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رشد وہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اصحاب قریہ کی طرح منہ موڑ کر خسر الدنیا و الاٰخرۃ کا مصداق نہ بنیں۔ اس قصہ کو بیان فرما کر اب آگے ان آیات میں عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لئے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ومکذبین دیکھتے اور سنتے ہیں کہ

دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں کے ساتھ استہزاوتکذیب کر کے غارت ہوچکی ہیں۔جن کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔کوئی ان میں سے لوٹ کر دنیا میں واپس نہیں آئی۔عذاب کی چکی میں سب پس کر برابر ہوگئیں۔اس پر بھی انسانوں کو عبرت نہیں ہوتی اور اللہ کی نافرمانی پر کمر باندھتے ہیں اور جب کوئی نیا رسول آتا ہے وہی تمسخر اور استہزا شروع کر دیتے ہیں جو پہلے کفار کی عادت تھی چنانچہ ان کفار مکہ کا یہی معاملہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ پھر اس تکذیب انبیاء اور نافرمانی کا جو خمیازہ یہاں بھگتا وہ تو دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کی سزا الگ رہی۔اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ مر گئے تو بس قصہ ختم ہوا۔نہیں سب کو پھر ایک دن خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے جہاں بلا استثنا سب مجرم پکڑے ہوئے آئیں گے۔ یہاں تک ابتدائی دورکوعات میں کفار مکہ کو انکار وتکذیب اور مخالفت حق کے رویہ پر ملامت کی گئی جو کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اختیار کر رکھا تھا۔اب کلام کا رخ اس بنیادی نزاع کی طرف پھرتا ہے جو منکرین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف کی اصل وجہ تھی یعنی توحید و آخرت کا عقیدہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرما رہے تھے اور کفار ماننے سے انکار کر رہے تھے اس سلسلہ میں پے در پے چند دلائل دے کر اور نشانیاں بیان کر کے لوگوں کو دعوت غور وفکر کی دی جارہی ہے کہ دیکھو کائنات کے یہ آثار جو علانیہ تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں ان سے حق تعالیٰ کی وحدانیت وعظمت اور اس کے انعامات واحسانات اور بعث بعد الموت کے مسائل بخوبی سمجھے جا سکتے ہیں چنانچہ ایک نشانی یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ تم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی اور خشک پڑی ہوتی ہے زندگی کے آثار اس میں کچھ نظر نہیں آتے تھے۔پھر جب بارش ہوتی ہے زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔غلہ پیدا ہوتا ہے اور انسان کی خوراک کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔پھر کچھ حصہ زمین میں باغات لگ جاتے ہیں جن میں کھجوریں لگتی ہیں اور انگور پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اللہ نے ان کو تر وتازہ رکھنے کے لئے جگہ جگہ چشمے بہا کر پانی پہنچانے کا بندوبست کر دیا تو یہ پھل اور میوہ قدرت الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں۔انسان میں طاقت نہیں کہ ایک انگور یا کھجور کا دانہ پیدا کر لے۔ یہ سب خدا کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔انسان کے بس اور اختیار میں ان کو اگانے کی طاقت نہیں نہ انسان میں ان کو بچانے کی قدرت۔ نہ ان کو پکانے اور تیار کرنے کا اختیار یہ صرف خدا کے کام ہیں اور اسی کی مہربانی ہے کہ اس نے زمین کو پیداوار کے حصول کا ذریعہ بنایا جو بے شمار مخلوقات کے لئے رزق کا ذریعہ ہے۔اور پھر یہ سلسلہ ہزاروں لاکھوں برس سے مسلسل جاری ہے۔تو کیا یہ امر اس بات کی رہنمائی نہیں کرتا کہ خالق کائنات رب قدیر کا ہر کام ایک قانون قدرت اور ایک جامع ہمہ گیر حکمت کے مطابق قائم وجاری ہے۔ لہٰذا ہر حیثیت سے انسان پر اس خدا رب قدیر کی شکر گزاری اور احسان شناسی واجب ہوئی۔مگر اس پر بھی لوگوں کو کیا ہوگا جو خدا کی شکر گزاری نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کی بے انتہا اور ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے۔ اس کی وحدانیت اور توحیدی کمالات کو قبول نہیں کرتے۔

گذشتہ آیات میں تو ترہیب کا پہلو نمایاں تھا کہ عذاب الٰہی سے ڈر کر منکرین راہ ہدایت اختیار کریں اور اب ان آیات میں ترغیب کی صورت اختیار فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر اس کی توحید اور شکر گزاری کی طرف متوجہ ہوں۔آگے ارشاد ہوتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات اور بے مثل اور بے نظیر ہے وہ ہستی جس نے اپنی قدرت کاملہ سے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا نوع انسانی میں

سے ہوں یا اور دوسری مخلوقات میں سے ہوں۔ یہاں آیت میں لفظ ازواج فرمایا گیا ہے۔ ازواج جوز وج کی جمع ہے ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے سے ملتی جلتی ہو یا اس کی ضد ہو چنانچہ زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں یکساں شکل اور مزے والی بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف شکل اور مزے والی بھی ہیں جیسے کھٹی میٹھی، سیاہ سفید وغیرہ ایسے ہی خود انسانوں میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے افراد بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مخالف صفتوں والے بھی ہیں مرد۔ عورت، کالے گورے وغیرہ بہرحال نباتات میں انسانوں میں حیوانوں میں اور دوسری مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں جن کی انسانوں کو پوری خبر بھی نہیں۔ اب تو جدید سائنس کا بھی مشہور اور مسلمہ مسئلہ ہے کہ نر و مادہ کا وجود کائنات کی ہر صنف میں پایا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان و حیوانات سے گزر کر نباتات بلکہ جمادات میں بھی۔ الغرض مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا زوج یعنی مماثل یا مقابل نہ ہو۔ یہ صرف خدا کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل و مماثل نہیں وہی لائق پرستش و بندگی ہے۔ زوجیت مخلوق کی صفت ہے اور فردیت خدائے وحدہ لاشریک کی صفت ہے۔

الغرض ان آیات میں تو زمینی مخلوقات میں قدرت خداوندی کی نشانیاں بیان فرمائی گئیں۔ آگے آسمانی اور آفاقی مخلوقات میں بعض دوسری نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں جن سے توحید خداوندی پر دلالت ہو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ گذشتہ نافرمان قوموں کی دنیا ہی میں ہلاکت و تباہی و بربادی سے ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری نصیب فرما۔

یا اللہ کائنات کی ہر چیز آپ کی وحدانیت اور قدرت لازوال کی شاہد ہے آپ کی ربوبیت اور حکمت عظیمہ کا درس دے رہی ہے۔ یا اللہ ہم کو بھی وہ بصیرت عطا فرما کہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہو۔

یا اللہ آپ کی بے شمار ظاہری و باطنی، حسی و معنوی، نعمتیں جو ہم کو ہمہ وقت حاصل ہیں ان کا ہمیں احساس عطا فرما اور ان پر شکر گزاری کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے جبکہ ہم سب کو آپ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ جس سے ہم غفلت میں پڑ گئے ہیں۔

یا اللہ ہماری اس غفلت کو دور فرما دے تاکہ ہم ہمہ وقت آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے رہیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ

اورایک نشانی ان لوگوں کیلئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پرسے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکا یک وہ لوگ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں اور (ایک نشانی) آفتاب (ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانہ کی طرف چلتا رہتا ہے

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ

یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست علم والا ہے۔ اور چاند کیلئے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔

يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾

نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

وَاٰيَةٌ اورایک نشانی	لَهُمُ اپنے	الَّيْلُ رات	نَسْلَخُ ہم کھینچتے ہیں	مِنْهُ اس سے	النَّهَارَ دن	فَاِذَا تو اچانک	هُمْ وہ	مُظْلِمُوْنَ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں	
وَالشَّمْسُ اور سورج	تَجْرِيْ چلتا رہتا ہے	لِمُسْتَقَرٍّ ٹھکانہ مقررہ راستہ	لَهَا اپنے	ذٰلِكَ یہ	تَقْدِيْرُ نظام	الْعَزِيْزِ غالب	الْعَلِيْمِ جاننے والا (دانا)		
وَالْقَمَرَ اور چاند	قَدَّرْنٰهُ ہم نے مقرر کیں اسکو	مَنَازِلَ منزلیں	حَتّٰى یہانتک کہ	عَادَ ہوجاتا ہے	كَالْعُرْجُوْنِ کھجور کی شاخ کی طرح	الْقَدِيْمِ پرانی			
لَا نہ	الشَّمْسُ سورج	يَنْۢبَغِيْ لائق (مجال)	لَهَا اس کیلئے	اَنْ کہ	تُدْرِكَ جا پکڑے وہ	الْقَمَرَ چاند	وَلَا اور نہ	الَّيْلُ رات	سَابِقُ پہلے آسکے
النَّهَارِ دن	وَكُلٌّ اور سب	فِيْ فَلَكٍ دائرہ میں	يَّسْبَحُوْنَ تیرتے (گردش کرتے) ہیں						

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی زبردست قدرت۔ اور اس کی خلاقی ورزاقی پر بعض نشانیاں بیان کی گئی تھیں کہ جن سے توحید پر بھی دلالت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی بعض مزید نشانیاں ان آیات میں بیان فرمارہے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ منجملہ نشانہائے قدرت کے ایک نشانی دن ورات ہیں کہ جو برابر ایک دوسرے کے پیچھے آجارہے ہیں۔ دن اور رات کی آمد ورفت جسے انسان اس دنیا میں ایک معمولی بات سمجھ کر کبھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتا لیکن اگر انسان غور وخوض کرے کہ رات اور دن کے الٹ پھیر میں کیا حکمتیں پنہاں ہیں؟ مقررہ وقت پر دن کا ختم ہونا اور رات کا آجانا اور اسی طرح مقررہ وقت پر رات کا ختم ہونا اور دن کا آجانا اس میں کیسی باقاعدگی پائی جاتی ہے تو اسے یقین ہوجائے کہ یہ ایک واحد رب قدیر وحکیم کے وجود کی روشن دلیل ہے جس نے شمس وقمر اور ستاروں اور سیاروں کو ایک حکیمانہ نظام میں جکڑ رکھا ہے اور ان میں سے کسی کو بھی سرکشی کی مجال نہیں۔ اس دنیا کی زمین پر رات ودن کا تعلق سورج سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس دنیا کو سورج سے ایسے فاصلہ پر رکھا ہے کہ جس کے نتیجہ میں اس زمین پر انسان وحیوان اور نباتات کا وجود قائم ہے۔ سورج کی چال اور راستہ مقرر ہے۔ ایک انچ یا ایک سیکنڈ کے لئے اس سے ادھر ادھر نہیں ہوسکتا۔ جس کام پر قدرت خداوندی نے لگا دیا ہے بس ہر وقت اس میں مشغول ہے۔ رات دن کی گردش اور سال بھر کے چکر میں جس جس ٹھکانے پر اسے پہنچنا ہے وہاں پہنچتا ہے اور پھر وہاں سے باذن خداوندی نیا دور شروع کرتا ہے۔ قرب قیامت تک اسی طرح کرتا رہے گا تا آنکہ ایک وقت آئے گا جب اس کو حکم ہوگا کہ جدھر سے غروب ہوا ہے۔ ادھر ہی سے الٹا واپس آئے۔ یہ ہی وہ وقت ہے کہ جب باب توبہ دنیا والوں کے لئے بند کردیا جائے گا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ تو سورج کے طلوع وغروب کا یہ نظام اس زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے جس کے انتظام

کو کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا اور نہ اس کی حکمت اور دانائی پر کوئی حرف گیری کر سکتا ہے ہاں وہ خود جب چاہے الٹ پلٹ کرے۔ کسی کو مجال انکار و سرکشی کی نہیں ہو سکتی۔ الغرض یہ آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے اور اس حساب سے چلتا ہے جو ایک زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے۔

یہاں آیت میں صاف فرمایا گیا ہے **والشمس تجری لمستقر لھا** یعنی آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔ سورج کے متعلق قدیم زمانے کے لوگ عینی مشاہدہ کی بناء پر یہ یقین کرتے تھے کہ وہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ سورج اپنی جگہ ساکن ہے اور نظام شمسی کے سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ پھر مزید تحقیقات اور سائنسی مشاہدات سے یہ نظریہ بھی غلط ثابت ہوا اور موجودہ زمانہ کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ سورج اپنے پورے نظام کو لئے ہوئے ایک معین اور مقررہ رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔ یورپ کے ماہرین آفتاب کو ساکن قرار دے کر صدیوں تک یہی کہتے رہے کہ یہ امر قرآن کی اس تصریح کے خلاف ہے جو سورۂ یٰس میں موجود ہے۔ **والشمس تجری لمستقرلھا** جس سے آفتاب کا حرکت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ مگر اٹھارویں صدی عیسوی میں ہیئت جدید کے ماہرین کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ آفتاب خود اپنے طور پر حرکت کرتا ہے اور بعد کی تحقیقات نے اس کو بھی تسلیم کر لیا کہ آفتاب اپنے محور کی حرکت کے علاوہ پورے نظام شمسی کے ساتھ حرکت کرتا ہے الحمد للہ جتنی سائنس میں ترقی ہو رہی ہے اسلامی اور قرآنی نظریات کی سائنسدان تائید کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ مثلاً سارا قرآن قیامت کے نظریہ سے پر ہے۔ ابھی کچھ تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے، ہمبرگ جرمنی کے سائنسدانوں کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں وفاقی جمہوریہ جرمنی کے ایک ماہر فلکیات پروفیسر بوشکے نے اپنی سائنسی مشاہدات کی بناء پر لکھا ہے کہ قیامت کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ اس وقت انسانی نگاہیں نہایت ہی حیرت انگیز منظر دیکھیں گی۔ افق پر ایک نئے سورج کے مانند چمکتا ہوا آگ کی طرح بھڑکتا ہوا سرخ کرہ نمودار ہوگا جس کی نیلی پیلی آتش بار کرنیں پھلجھڑی کی مانند چاروں طرف بکھرتی چلی جائیں گی یا کسی دن اچانک بے ابر آسمان سے بجلی کا ایک صاعقہ سطح زمین پر لاکھوں کروڑوں چنگاریوں اور بھڑکتے کڑکتے آتشیں لاوے کی ایک بوچھاڑ برسا جائے گا جس سے ارضی زندگی کی تمام شکلیں خس و خاشاک کی مانند راکھ ہو کر رہ جائیں گی۔ (روزنامہ حریت (۶۸-۶-۱۴ء) دیکھئے قدرت نے ان یورپ کے دہریوں سے قیامت کا اعتراف کرا لیا یا نہیں گو وہ اس نظریہ کو مذہب کے ماتحت نہ سہی سائنس ہی کے تحت مانیں۔ مگر ماننا تو پڑا کہ سائنس کی رو سے بھی قیامت کسی وقت آ سکتی ہے۔ خیر یہ بات درمیان میں ضمناً آ گئی تھی تو ان آیات میں قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتلائی گئی کہ آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے آگے فرمایا کہ ایک اور نشانی چاند ہے کہ اس کی چال کے لئے قدرت نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ ان کو ایک معین نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرتا ہے۔ چاند کی رفتار سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے چاند سورج مہینہ کے آخر میں ملتے ہیں تو چاند چھپ جاتا ہے جب آگے بڑھتا ہے تو نظر آتا ہے پھر منزل بہ منزل بڑھتا چلا جاتا ہے اور چودھویں شب کو پورا ہو کر بعد میں گھٹنا شروع ہوتا ہے۔ آخر رفتہ رفتہ اسی پہلی حالت پر آ پہنچتا ہے اور کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا خمدار اور بے رونق سا ہو کر رہ جاتا ہے (فوائد از علامہ عثمانیؒ) پھر یہ شمس و قمر کی حرکت دائمی نہیں بلکہ ایک میعاد معین تک کے لئے ہے جیسا ۲۳ ویں پارہ سورۂ زمر میں ارشاد ہے **و سخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی** (یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے کہ ان میں ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا) اور یہ میعاد معین روز

قیامت پر پہنچ کر ختم ہو جائے گی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ سورج اور چاند کی چال اور رات و دن کی آمد و رفت ایسے انداز اور انتظام سے رکھی گئی ہے کہ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے یعنی قبل از وقت خود طلوع ہو کر چاند کو اور اس کے رات کے وقت کو ختم کر دے یہ ممکن نہیں اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ چاند بھی آفتاب کو اس کے ظہور کے وقت پکڑ سکے کہ دن ختم ہو کر رات ہو جاوے اور اسی طرح نہ رات دن کے زمانہ مقررہ کے ختم ہونے سے پہلے آ سکتی ہے اور نہ دن رات کے مقررہ زمانہ سے پہلے آ سکتا ہے اور چاند و سورج دونوں ایک دائرہ میں حساب سے اس طرح چل رہے ہیں گویا تیر رہے ہیں اور حساب سے باہر نہیں ہو سکتے کہ رات دن کے حساب میں خلل واقع ہو سکے۔ تو سمجھ لو کہ جو ہستی رات و دن اور چاند سورج کا ادل بدل کرتی ہے تو کیا وہ تمہارے فنا کرنے اور فنا کے بعد پھر دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو گی؟ (العیاذ باللہ)

خلاصہ یہ کہ ان آیات کا اصل مقصد انسان کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھے اور عقل سے کام لے تو زمین سے لے کر آسمان تک جدھر بھی وہ نگاہ ڈالے گا اس کے سامنے خدا کی ہستی اور اس کی یکتائی کے بے حد و حساب دلائل آئیں گے۔

یہاں ایک تحقیق جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ماہنامہ البلاغ ماہ شوال ۱۳۸۷ھ میں شائع فرمائی تھی اس کا ایک حصہ موقع کی مناسبت سے یہاں نقل کرنا بڑا کارآمد معلوم ہوتا ہے۔ وہ بھی سن لیجئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"یہاں ایک بات اصولی طور پر سمجھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم کوئی فلسفہ یا ہیئت کی کتاب نہیں جس کا موضوع بحث حقائق کائنات یا آسمانوں اور ستاروں کی ہیئت و حرکات وغیرہ کا بیان ہو مگر اس کے ساتھ ہی وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کائنات کا ذکر بار بار کرتا ہے ان میں غور و فکر کی دعوت بھی دیتا ہے قرآن کریم کی ان تمام آیات میں غور کرنے سے واضح طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قرآن عزیز ان حقائق کونیہ کے متعلق انسان کو صرف وہ چیزیں بتلانا چاہتا ہے جن کا تعلق ان کے عقیدے اور نظریہ کی درستی سے ہو یا اس کے دینی اور دنیوی منافع ان سے متعلق ہوں۔ مثلاً قرآن کریم نے آسمان و زمین اور ستاروں، سیاروں کا اور ان کی حرکات اور حرکات سے پیدا ہونے والے آثار کا ذکر بار بار ایک تو اس مقصد سے کیا ہے کہ انسان اس کی عجیب و غریب صنعت اور مافوق العادت آثار کو دیکھ کر یہ یقین کرے کہ یہ چیزیں خود بخود پیدا نہیں ہو گئیں ان کو پیدا کرنے والا کوئی سب سے بڑا حکیم۔ سب سے بڑا علیم اور سب سے بڑا صاحب قدرت و قوت ہے اور اس یقین کے لئے ہرگز اس کی ضرورت نہیں کہ آسمانوں اور فضائی مخلوقات اور ستاروں و سیاروں کے مادے کی حقیقت اور ان کی اصل ہیئت اور صورت اور ان کے پورے نظام کی پوری کیفیت اس کو معلوم ہو بلکہ اس کے لئے صرف اتنا بھی کافی ہے جو ہر شخص مشاہدہ سے دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ شمس و قمر اور دوسرے ستاروں کے کبھی سامنے آنے اور کبھی غائب ہو جانے سے نیز چاند کے گھٹنے بڑھنے سے اور رات دن کے انقلابات پھر مختلف موسموں اور مختلف خطوں میں دن رات کے گھٹنے بڑھنے کے عجیب و غریب نظام سے جس میں ہزاروں سال سے کبھی ایک منٹ ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آتا۔ سب امور سے ایک ادنیٰ عقل و بصیرت رکھنے والا انسان یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ حکیمانہ نظام یونہی خود بخود نہیں چل رہا کوئی اس کو چلانے والا باقی رکھنے والا ہے اور اتنا سمجھنے کے لئے انسان کو نہ کسی فلسفی تحقیق اور آلات رصدیہ وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے نہ قرآن نے اس کی طرف دعوت دی۔ قرآن کی دعوت صرف اسی حد تک ان چیزوں میں غور و فکر کی ہے جو عام مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے آلات رصدیہ بنانے یا مہیا کرنے اور اجرام سماویہ کی ہیئتیں

دریافت کرنے کا مطلقاً کوئی اہتمام نہیں فرمایا۔ اگر ان آیات کونیہ میں تدبر اور غور وفکر کا یہ مطلب ہوتا کہ ان کی حقائق اور ہیئات اور ان کی حرکات کا فلسفہ معلوم کیا جائے تو یہ ناممکن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اہتمام نہ فرماتے خصوصاً جبکہ ان فنون کا رواج اور تعلیم وتعلم دنیا میں اس وقت موجود بھی تھا۔ مصر، شام، عرب، ہند، چین وغیرہ میں ان فنون کے جاننے والے اور ان پر کام کرنے والے موجود تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۵۰۰ سال پہلے فیثا غورس اور اس کے بعد بطلیموس کا نظریہ دنیا میں شائع و رائج ہو چکا تھا اور اس زمانہ کے حالات کے مناسب آلات رصد یہ وغیرہ ایجاد بھی ہو چکے تھے مگر جس ذات قدسی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں اور جن صحابہ کرامؓ نے بلاواسطہ آپ سے ان کو پڑھا انہوں نے کبھی اس طرف التفات نہیں فرمایا۔ اس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ ان آیات کونیہ میں تدبر اور غور وفکر کا وہ منشا ہرگز نہ تھا جو آج کل کے بعض تجدد پسندوں نے یورپ اور اس کے معاملات سے متاثر ہو کر اختیار کیا ہے کہ یہ خلائی سفر چاند، مریخ و زہرہ پر کمندیں پھینکنے کی مساعی قرآن کریم کے تقاضہ کو پورا کرنا ہے۔ بس صحیح بات یہ ہے کہ قرآن کریم نہ ان فلسفی اور سائنسی تحقیقات قدیمہ یا جدیدہ کی طرف دعوت دیتا ہے نہ ان سے بحث کرتا ہے اور نہ ان کی مخالفت کرتا ہے۔ قرآن کریم کا حکیمانہ اصول و اسلوب کائنات ومخلوقات سے متعلقہ تمام فنون کے بارے میں یہی ہے کہ وہ ہر فن کی چیزوں سے صرف اسی قدر لیتا اور بیان کرتا ہے جس قدر انسان کی دینی یا دنیوی ضرورت سے متعلق ہے اور جس کو انسان آسانی سے حاصل بھی کر سکتا ہے۔ فلسفیانہ دوراز کار بحثوں سے اور ایسی تحقیقات سے جو عام انسانوں کے قابو سے باہر ہیں اور جن کو کچھ حاصل کر لینے کے بعد بھی قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہی صحیح ہیں بلکہ حیرانی اور شکوک بڑھتے ہیں ایسی بحثوں میں انسان کو نہیں الجھاتا کیونکہ قرآن کی نظر میں انسان کی منزل مقصود ان تمام زمینی اور آسمانی کائنات ومخلوقات سے آگے اپنے خالق کی مرضیات پر چل کر جنت کی دائمی نعمتوں اور آخرت کی ابدی راحتوں کو حاصل کرنا ہے۔ حقائق کائنات کی بحث نہ اس کے لئے ضروری ہے اور نہ اس پر پورا عبور انسان کے بس میں ہے"۔ (البلاغ ماہ شوال ۱۳۸۷ھ)

ابھی قدرت کی بعض نشانیوں کا بیان اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو کائنات کی ہر چیز سے اپنی معرفت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں اور زندگی کا صحیح مقصد یعنی مرضیات الٰہیہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو شریعت مطہرہ کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور مقاصد قرآن کو حاصل کرنے کی فہم عطا فرمائیں۔

یا اللہ! قرآن حکیم ہم کو جن امور میں تدبر و تفکر کرنے کو کہتا ہے ہمیں انہی امور میں تدبر اور فکر کرنا نصیب فرما تا کہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب ہو اور آپ کی مرضیات کے موافق اس دنیا میں زندگی گزارنا نصیب ہو۔ یا اللہ! اس انسان کو دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد اور غرض ہے ہمیں اس مقصد کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہم اس دنیا دار الامتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر کر دار الجزاء یعنی آخرت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کے حاصل کرنے والے ثابت ہوں۔ یا اللہ! جس صراط مستقیم پر چلنے کی قرآن کریم نے دعوت دی ہے اسی صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلنے کی ہم کو سعادت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾

اور ایک نشانی اُن کیلئے یہ ہے کہ ہم نے اُن کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے اُن کیلئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴿٤٤﴾

اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کردیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریادرس ہو اور نہ یہ خلاصی دیئے جاویں۔ مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا (منظور) ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے (مرے) پیچھے ہے تا کہ تم پر رحمت کی جاوے۔ تو وہ اصلاً پروا نہیں کرتے

اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ

اور ان کے رب کے آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس ایسی نہیں آتی جس سے وہ سرتابی نہ کرتے ہوں۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو

اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ

تو یہ کفار مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو کھانے کو دیدے تم نری

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿٤٧﴾

صریح غلطی میں ہو۔

وَاٰیَةٌ اور ایک نشانی	لَهُمْ ان کیلئے	اَنَّا کہ ہم	حَمَلْنَا ہم نے سوار کیا	ذُرِّیَّتَهُمْ ان کی اولاد	فِی الْفُلْكِ کشتی میں	الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی	وَخَلَقْنَا اور ہم نے پیدا کیا	
لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ مِّثْلِهٖ اس (کشتی) جیسی	مَا جو۔ جس	یَرْكَبُوْنَ وہ سوار ہوتے ہیں	وَاِنْ اور اگر	نَّشَاْ ہم چاہیں	نُغْرِقْهُمْ ہم غرق کریں انہیں	فَلَا صَرِیْخَ تو نہ فریادرس	
لَهُمْ ان کیلئے	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	یُنْقَذُوْنَ چھڑائے جائیں	اِلَّا مگر	رَحْمَةً رحمت	مِّنَّا ہماری طرف سے	وَمَتَاعًا اور فائدہ دینا	اِلٰی حِیْنٍ ایک وقت معین تک	
وَاِذَا اور جب	قِیْلَ کہا جائے	لَهُمْ ان سے	اتَّقُوْا تم ڈرو	مَا جو	بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ تمہارے سامنے	وَمَا اور جو	خَلْفَكُمْ تمہارے پیچھے	لَعَلَّكُمْ شاید تم
تُرْحَمُوْنَ پر رحم کیا جائے	وَمَا اور نہیں	تَاْتِیْهِمْ ان کے پاس آتی	مِّنْ اٰیَةٍ کوئی نشانی	مِّنْ اٰیٰتِ نشانیوں میں سے	رَبِّهِمْ ان کا رب	اِلَّا مگر	كَانُوْا وہ ہیں	
عَنْهَا اس سے	مُعْرِضِیْنَ روگردانی کرتے	وَاِذَا اور جب	قِیْلَ کہا جائے	لَهُمْ ان سے	اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم	مِمَّا اس سے جو	رَزَقَكُمُ تمہیں دیا	
اللّٰهُ اللہ	قَالَ کہتے ہیں	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں سے جو ایمان لائے (مومن)	اَنُطْعِمُ کیا ہم کھلائیں	مَنْ (اسکو) جسے			
لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اگر اللہ چاہتا	اَطْعَمَهٗ اسے کھانے کو دیتا	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم	اِلَّا مگر۔ صرف	فِیْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	مُّبِیْنٍ کھلی	

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کی حقانیت کے سلسلہ میں اس کی قدرت کی نشانیوں کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں مزید اس کی قدرت کی ایک نشانی کا بیان ان آیات میں فرمایا جاتا ہے اور انسان کی توجہ اس واقعہ کی طرف دلائی گئی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا تو اس وقت نسل انسانی فقط ایک کشتی کے ذریعہ محفوظ رہی جسے

الہام خداوندی کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے بنایا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون (ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا) یہاں بھری ہوئی کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسانی نسل کو اللہ تعالیٰ نے ایک کشتی کے ذریعہ جو بھری ہوئی تھی طوفان میں غرق ہونے سے بچالیا اور پھر انہی سے دنیا میں انسانی نسل پھیلی کیونکہ طوفان نوح میں حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کے سوا باقی پوری اولاد آدم کو غرق کر دیا گیا تھا اور بعد کی انسانی نسل صرف انہی کشتی والوں سے چلی۔ تو یہاں جتلایا گیا کہ جب طوفان آیا تو نسل آدم کو اس بھری ہوئی کشتی پر سوار کر لیا جو حضرت نوحؑ نے بنائی تھی ورنہ انسان کا تخم باقی نہ رہتا پھر اس کشتی کے نمونہ کی دوسری کشتیاں اور جہاز وغیرہ تمہارے لئے بنا دیئے جن پر آج تم لدے پھرتے ہو آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ انسان زبردست دریاؤں اور سمندروں کو کشتی اور جہازوں کے ذریعہ عبور کرتا ہے جہاں بڑے بڑے جہازوں کی حقیقت ایک تنکے کے برابر نہیں۔ اگر اللہ اس وقت غرق کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کون ہے جو فریاد کو پہنچے مگر یہ اسی کی مہربانی اور مصلحت ہے کہ تم اس طرح لمبے چوڑے سفر بہ بآرام و راحت طے کر رہے ہو اور قدرت کے ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک یعنی دنیوی زندگی تک تم سلامت رہتے ہو مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ ان قدرت کی نشانیوں کو نہیں سمجھتے اور نہ اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں یہ بحری سفر میں غرق سے بچے رہنا یہ خدا ہی کی قدرت و رحمت و عنایت سے ہے ورنہ تو کفر و شرک کی وجہ سے غرق ہی کے مستحق تھے۔

الغرض یہاں تک قدرت خداوندی کی متعدد اور مختلف نشانیاں ظاہر کرنے کے بعد منکرین و مکذبین کی سرکشی عناد اور تکبر کا بیان فرمایا جاتا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ کر چکے اس پر نادم ہو جاؤ اور اس سے توبہ کر لو اور آئندہ کے لئے ان کفریہ اور شرکیہ عقائد و اعمال سے احتیاط کرو جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچالے گا تو ان کا اس پر کاربند ہونا تو ایک طرف اور منہ پھلا لیتے ہیں اور سب سنی ان سنی کر دیتے ہیں اور ذرا نصیحت پر کان نہیں رکھتے اور خدائی احکام سے روگردانی کرتے رہتے ہیں اور یہی ایک بات کیا ان کی تو عادت ہو گئی ہے کہ خدا کی ہر بات سے منہ پھیر لیں نہ اس کی توحید کو مانتے ہیں نہ اس کے رسول کو سچا جانتے ہیں۔ نہ ان میں غور و فکر کی عادت۔ نہ ان میں قبولیت کا مادہ۔ اور نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ یہ تو اپنی جہالت و ضلالت پر سختی سے جمے ہوئے ہیں۔ نہ آگے کی فکر ہے نہ پیچھے کا خیال ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ اور احکام الٰہی تو کیا مانتے فقیروں مسکین اور محتاجوں پر خرچ کرنا تو وہ بھی اچھی بات کہتے ہیں لیکن یہی بات جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین کی طرف سے کہی جاتی ہے تو نہایت بھونڈے طریقہ سے تمسخر کے ساتھ یہ کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ جنہیں خود اللہ میاں نے کھانے کو نہیں دیا ہم انہیں کیوں کھلائیں خدا کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا جب خدا ہی کا ارادہ ان کو دینے کا نہیں تو ہم اس کے خلاف کیوں کریں تم جو ہمیں خیر خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اس میں بالکل غلطی پر ہو۔

اب یہاں آخری آیت میں کفار کا جو قول نقل فرمایا گیا ہے تو ظاہراً تو کفار کا یہ کہنا کہ جن کو خدا چاہے تو کھانے کو دے دے ہم کیوں غرباء اور فقراء پر خرچ کریں خدا خود قادر ہے وہ خود صاحب احتیاج کی حاجت کو پورا کر سکتا ہے۔ فی نفسہٖ تو یہ بات صحیح ہے مگر کفار کی ناسمجھی اور نادانی یہ ہے کہ یہ سارا عالم عالم اسباب ہے۔ سارا عالم اسباب و وسائل کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اسباب و وسائل کو خدا تعالیٰ نے اپنی داد و دہش کا روپوش

واسطہ اور ذریعہ بنایا ہے عام طور سے اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کو رزق کسی واسطہ ہی سے دیتے ہیں اسی طرح اللہ نے حکم دیا کہ غربا اور فقرا کو دیا کریں تو اصل دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اغنیاء کے ہاتھ اللہ کی عطا کا واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ ان کے واسطہ سے فقراء کو رزق پہنچتا ہے دولتمندوں کو جو رزق مل رہا ہے وہ بھی اسباب و وسائل ہی کے واسطہ سے مل رہا ہے۔ بلاواسطہ خدا تعالیٰ ان کو رزق نہیں دے رہا اور آسمان سے کوئی خوان ان کے گھر میں نہیں اتر رہا ہے۔ بادشاہ بعض وقت خزانچی سے کسی کو کچھ دلواتا ہے تو وہ دراصل بادشاہ ہی کی عطا ہے۔ خزانچی عطا شاہی کا ایک واسطہ ہے اب رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو مختلف قسم پر جو پیدا فرمایا ہے کسی کو امیر بنایا اور کسی کو فقیر۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصود بندوں کا امتحان ہے کہ کون اس کی دی ہوئی نعمت اور دولت کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے اور کون اس میں بخل کرتا ہے تو کسی انسان کا اپنے بخل کے لئے خدا کی مشیت کو بہانہ بنانا یہ صرف سنگدلی ہے بلکہ حکم خداوندی کے بھی خلاف ہے خدا نے جو امیروں کو فقیروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے بندو میں نے تم کو جو مال و دولت دیا ہے اس کا اصل مالک میں ہوں میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم میری اس دی ہوئی دولت کا کچھ حصہ غریب محتاج بندوں کی مدد میں خرچ کرو جس طرح میں تمہاری ذات کا مالک ہوں اسی طرح تمہارے پاس جو دولت ہے اس کا حقیقی مالک بھی میں ہی ہوں اور یہ تمام مال و دولت جو تمہارے ہاتھ میں ہے یہ سب میری امانت ہے جب چاہوں اپنی امانت واپس لے سکتا ہوں تم میرے حکم کے مطابق خرچ کرو اور میری مشیت کو بہانہ نہ بناؤ۔ نیک کام نہ کرنے کے لئے خدا کی تقدیر اور مشیت کو بہانا بنایا یہ صریح گمراہی ہے بندہ کا کام یہ ہے کہ خدا کے حکم پر چلے نہ کہ اس کی قدرت اور مشیت کو اپنے برے فعل کے لئے بہانہ بنائے۔

اب یہاں ایک شبہ اور سوال یہ ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان نے کفار کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم کس بناء پر دیا اور کیوں ان سے کہا کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں غرباء و مساکین پر خرچ کرو جبکہ کفار کا ایمان ہی اللہ تعالیٰ پر نہیں اور جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے شریعت کے احکام اوامر فرعیہ کے کفار مخاطب اور مکلف بھی نہیں۔ سو اس کا جواب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہاں اہل ایمان کا یہ کہنا کسی تشریعی حکم کی تعمیل کرانے کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض انسانی ہمدردی اور شرافت کے مروجہ اصول کی بناء پر تھا۔

الغرض یہاں تک تو مسئلہ توحید کے متعلق بیان تھا اب آگے مسئلہ آخرت کے متعلق بیان ہے تاکہ کفار کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جس چیز کا انکار کر رہے ہیں وہ ان کے انکار سے ٹلنے والی نہیں اور انہیں ایک دن اس سے سابقہ پڑنا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہمیں جو یہ زندگی کی مہلت عطا فرما رکھی ہے اس میں ہمیں اپنی مرضیات کے موافق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور کفر و شرک سے بچا کر توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور جو احکام الٰہیہ ہمارے سامنے آئیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں ندامت اور توبہ نصیب فرمائیں۔ اور ہمارے تمام چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

اور یہ لوگ (بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ یہ لوگ بس ایک آواز سخت کے منتظر ہیں جو اُن کو آ پکڑے گی

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِى

اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔ سو نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاسکیں گے۔ اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جاوے گا

الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ

سو وہ سب یکایک قبروں سے اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اُٹھایا؟

مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا

یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے۔ بس وہ ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکایک سب جمع ہوکر

هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْــًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٤﴾

ہمارے پاس حاضر کردیئے جائیں گے۔ پھر اُس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے

وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰى کب	هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	مَا يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار نہیں کررہے ہیں			
اِلَّا مگر	صَيْحَةً چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	تَاْخُذُهُمْ وہ انہیں آپکڑے گی	وَهُمْ اور وہ	يَخِصِّمُوْنَ باہم جھگڑ رہے ہوں گے	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پھر نہ کرسکیں گے			
تَوْصِيَةً وصیت کرنا	وَّلَآ اور نہ	اِلٰٓى طرف	اَهْلِهِمْ اپنے گھر والے	يَرْجِعُوْنَ وہ لوٹ سکیں گے	وَنُفِخَ اور پھونکا جائے گا	فِى الصُّوْرِ صور میں			
فَاِذَا هُمْ تو یکایک وہ	مِّنَ سے	الْاَجْدَاثِ قبریں	اِلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف	يَنْسِلُوْنَ دوڑیں گے	قَالُوْا وہ کہیں گے	يٰوَيْلَنَا اے ہائے ہم پر			
مَنْۢ بَعَثَنَا کس نے اٹھادیا ہمیں	مِنْ سے	مَّرْقَدِنَا ہماری قبریں	هٰذَا یہ	مَا وَعَدَ جو وعدہ کیا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن۔اللہ	وَصَدَقَ اور سچ کہا تھا			
الْمُرْسَلُوْنَ رسولوں	اِنْ نہ	كَانَتْ ہوگی	اِلَّا مگر	صَيْحَةً ایک چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	فَاِذَا پس یکایک	هُمْ وہ	جَمِيْعٌ سب	لَّدَيْنَا ہمارے سامنے
مُحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے	فَالْيَوْمَ پس آج	لَا تُظْلَمُ نہ ظلم کیا جائے گا	نَفْسٌ کسی شخص	شَيْــًٔا کچھ	وَلَا تُجْزَوْنَ اور نہ تم بدلہ پاؤ گے				
اِلَّا مگر۔بس	مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے								

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں قدرت کی کئی نشانیوں کا ذکر ہوا توحید ورسالت کے بعد منکرین و مکذبین جس بات کا انکار کرتے تھے وہ مسئلہ آخرت وحشر ونشر تھا۔ چنانچہ کفار ومنکرین کا ایک سوال نقل کیا جاتا ہے۔ ویقولون متیٰ هٰذا الوعدان کنتم صٰدقین یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس کے وقت کے اظہار سے مصلحتاً اعراض فرمایا اور اجمالی طور پر عالم آخرت کا نقشہ ان کے سامنے کھینچا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ کے رسول انہیں اللہ کا کلام پڑھ کر سناتے ہیں اور اس میں کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور قیامت قائم ہوگی اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو دنیا میں نہیں مانا انہیں قیامت کے روز ان کی بداعمالیوں کی سزا دی جائے گی اور وہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو یہ کفار اور منکرین ہنستے

ہیں اور بطور تمسخر کہتے ہیں کہ یہ وعدے وعید آخر کب پورے ہوں گے۔ یہ قیامت اور عذاب کی دھمکیاں جو دی جاتی ہیں اگر سچی ہیں تو انہیں جلد پورا کر کے دکھلاؤ۔ ہم کوئی نا سمجھ بچے ہیں جو ہمیں باتیں بنا کر ڈرانا چاہتے ہو۔ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا اور سب کا جمع ہونا اور اعمال کا حساب کتاب ہونا یہ سب فرضی کہانیاں ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت جس کا یہ انکار کر رہے ہیں ان کو ناگہاں آ پکڑے گی اور یہ اپنے معاملات میں غرق ہوں گے۔ جس وقت پہلا صور پھونکا جائے گا سب کے ہوش وحواس جاتے رہیں گے اور آخر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے۔ اتنی بھی فرصت نہ ملے گی کہ فرض کرو مرنے سے پہلے کسی سے کچھ کہنا سننا چاہیں کہ کہہ سن گزریں یا جو گھر سے باہر ہے وہ گھر واپس جا سکے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم ہو جائے گی حالانکہ آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہتا ہوگا اس کے منہ تک اس کے دودھ کا برتن نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور دو آدمی کپڑا خرید وفروخت کرتے ہوں گے۔ ان کی بیع پوری ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور کوئی اپنا حوض درست کر رہا ہوگا اور ابھی ہٹا نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ الغرض کفار پوری بے جگری کے ساتھ اپنے دنیا کے دھندوں میں مشغول ہوں گے اور ان کے خیال میں بھی یہ وہم وگمان نہ ہوگا کہ دنیا کے خاتمہ کا وقت آن پہنچا ہے۔ اسی حالت میں صور پھونکا جائے گا جو جہاں ہوگا وہیں مر کر ڈھیر ہو جائے گا یہ تو پہلے نفخ یعنی صور پھونکنے کا اثر ہوگا آگے دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کا حال بتلایا جاتا ہے کہ ایک مدت کے بعد جب اللہ کو منظور ہوگا اور دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر یہ نہیں کہ اٹھنے کے بعد تتر بتر ہو جائیں یا جس کا جدھر منہ اٹھے چل دے نہیں۔ سب کے سب بے تحاشا ایک ہی طرف یعنی میدان حشر کی طرف دوڑیں گے اور فرشتے کشاں کشاں میدان حشر کی طرف جمع کر دیں گے۔ خوف کے مارے بدحواس ہوں گے۔ اس سراسیمگی کے مقابلہ میں اپنی موت کی حالت انہیں آرام دہ نظر آئے گی اور کہیں گے کہ ہائے یہ کیا آفت ٹوٹ پڑی ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا۔ فرشتے انہیں جواب دیں گے کہ کیا پوچھتے ہو کہ کس نے اٹھا دیا۔ ذرا آنکھیں کھولو یہ وہی اٹھانا ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن کی طرف سے کیا گیا تھا اور پیغمبر جس کی خبر برابر دیتے رہے تھے۔

بعض روایات کی بناء پر مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے اور دوسرے صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس سال کی مدت ہوگی اور اس مدت میں کافروں سے عالم برزخ میں عذاب اٹھا لیا جائے گا اور وہ اس عرصہ میں آرام سے سوتے رہیں گے۔ جب نفخہ ثانیہ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکنے پر قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور میدان حشر اور حساب کتاب کا ہولناک منظر دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم کو ہماری خواب گاہ سے کس نے جگا دیا ہم تو آرام سے پڑے سو رہے تھے۔ کس نے ہم کو جگایا اور اس مصیبت کے میدان میں لا کھڑا کیا تو اس وقت فرشتے یا اہل ایمان ان کو جواب دیں گے کہ یہ وہی قیامت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کی پیغمبروں نے سچی خبر دی تھی اور پھر سب کے سب دربار خداوندی میں حاضر کر دیئے جائیں گے (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس روز نہ کوئی متنفس بھاگ سکے گا نہ روپوش ہو سکے گا۔ پھر نہ کسی کی کوئی نیکی ضائع ہوگی نہ جرم کی حیثیت سے زیادہ سزا ملے گی۔ ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا اور جو نیک و بد لوگ دنیا میں کرتے تھے فی الحقیقت وہی عذاب وثواب کی صورت میں سامنے آ جائے گا ایمان نماز روزہ حج زکوٰۃ صدقات خیرات اعمال صالحہ یہ سب جنت بن جائیں گے۔ کفر وشرک نافرمانی شرارت فساد یہ سب دوزخ کی شکل میں نمودار ہوں گے۔

یہ تو کفار منکرین کا حال بیان ہوا آگے ان کے مقابلہ میں اہل جنت کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ

اہل جنت بے شک اُس دن اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیبیاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿٥٨﴾

اُن کیلئے وہاں میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا۔ ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ

اور اے مجرمو آج الگ ہوجاؤ۔ اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کردی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ

وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری (ہی) عبادت کرنا' یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور وہ (شیطان) تم میں ایک

جِبِلًّا كَثِیْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ

کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا' سو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ آج اپنے کفر کے بدلہ میں

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾

اس میں داخل ہو۔

اِنَّ بیشک	اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اہل جنت	الْیَوْمَ آج	فِیْ شُغُلٍ ایک شغل میں	فٰكِهُوْنَ باتیں خوش طبعی کرتے	هُمْ وہ	وَاَزْوَاجُهُمْ اور ان کی بیویاں		
فِیْ ظِلٰلٍ سایوں میں	عَلَى پر	الْاَرَآئِكِ تختوں پر	مُتَّكِـُٔوْنَ تکیہ لگائے ہوئے	لَهُمْ ان کیلئے	فِیْهَا اس میں	فَاكِهَةٌ میوہ	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	
مَا یَدَّعُوْنَ جو وہ چاہیں گے	سَلٰمٌ سلام	قَوْلًا فرمایا جائے گا	مِنْ سے	رَبٍّ رَّحِیْمٍ مہربان، پروردگار	وَامْتَازُوا اور الگ ہوجاؤ تم	الْیَوْمَ آج		
اَیُّهَا اے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرمو	اَلَمْ اَعْهَدْ کیا میں نے حکم نہیں بھیجا تھا	اِلَیْكُمْ تمہاری طرف	یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے اولادِ آدم	اَنْ کہ	لَا تَعْبُدُوا پرستش نہ کرنا		
الشَّیْطٰنَ شیطان	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَكُمْ تمہارا	عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ دشمن کھلا	وَاَنِ اور یہ کہ	اعْبُدُوْنِیْ تم میری عبادت کرنا	هٰذَا یہی	صِرَاطٌ راستہ	مُّسْتَقِیْمٌ سیدھا
وَ اور	لَقَدْ اَضَلَّ تحقیق گمراہ کردیا	مِنْكُمْ تم میں سے	جِبِلًّا مخلوق	كَثِیْرًا بہت سی	اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟	هٰذِهٖ یہ ہے	جَهَنَّمُ جہنم	
الَّتِیْ وہ جس کا	كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تم سے وعدہ کیا گیا تھا	اِصْلَوْهَا اس میں داخل ہوجاؤ	الْیَوْمَ آج	بِمَا اس کے بدلے	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ تم کفر کرتے تھے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار اور منکرین قیامت کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ہر شخص کو اس کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا بدلہ آخرت میں ملے گا کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں جو جی چاہے کرلو۔ آگے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ خیال غلط ہے۔ انسان کے لئے ایک قانون ہے جس کے مطابق اسے دنیا میں چلنا ہے اگر اس کے خلاف کیا تو سزا ملے گی اور اس کے موافق کیا تو اچھا بدلہ ملے گا۔ اب آگے مومنین اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو میدان قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بصد اکرام و تعظیم پہنچائے جائیں گے اور بتلایا

جاتا ہے کہ یہ اہل جنت ہر قسم کے عیش ونشاط ونعمت و راحت میں مشغول ہوں گے۔ وہ اوران کی بیبیاں جنتی میوے دار درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور بے غمی اور بے فکری کے ساتھ خدا کی مہمانداری سے لطف لے رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوہ بکثرت ان کے پاس موجود ہوں گے اور بھی جس چیز کو جی چاہے گا وہ دی جائے گی اور جو خواہش ہوگی وہ پوری کی جائے گی اور منہ مانگی مرادیں ملیں گی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ازواج میں جنت کی حوریں بھی داخل ہیں اور دنیا کی بیبیاں بھی یہ تو جسمانی لذائذ کا حال ہوا۔ آگے روحانی نعمتوں کی طرف اشارہ **سلام قولاً من رب رحیم** میں فرمایا جاتا ہے۔ یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام فرمایا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ ایک ابن ماجہ کی حدیث میں ہے بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے۔ سبحان اللہ اس وقت کی عزت اور لذت کا کیا کہنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مجھے اور آپ کو بھی یہ نعمت نصیب فرمائیں۔ سنن ابن ماجہ کی کتاب الذہد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہشمند اور اس کے لئے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے، جس میں کوئی خوف وخطر نہیں رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہی نور ہے۔ اس کی تازگیاں بے حد ہیں۔ اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے اس کے بالا خانہ مضبوط بلند اور پختہ ہیں اس کی نہریں پر ہیں اور رواں ہیں اس کے پھل ذائقہ دار پکے ہوئے اور بکثرت ہیں اس میں خوبصورت حوریں ہیں ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں۔ ان کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں۔ وہ سلامتی کا گھر ہے۔ وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے اس کی نعمتیں بکثرت اور عمدہ ہیں اور اس کے محلات بلند بالا اور مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے صحابہ موجود تھے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ ہم اس کے لئے تیاریاں کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا "انشاء اللہ کہو" چنانچہ انہوں نے کہا "ان شاء اللہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور رب فرمائیں گے **السلام علیکم یآاھل الجنۃ** یہی معنیٰ ہیں اس آیت **سلام قولاً من رب رحیم** کے جنتی خاص طور سے خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دیکھیں گے۔ اس وقت وہ کسی دوسری نعمت کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ حجاب حائل ہو جائے گا اور نور و برکت ان کے پاس باقی رہ جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھی اس دیدار کی نعمت عظمیٰ سے سرفرازی بخشیں۔ اہل جنت کے بعد پھر مجرموں کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں اللہ کے احکام کو جو اس نے اپنے رسول کے ذریعہ انسانوں پر واضح کر دیئے ہیں نہیں مانتے وہ اللہ کے مجرم ہیں۔ پہلے فرمانبردار اطاعت گزار بندوں کا بیان ہوا اس کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے احکام سے منہ موڑنے والے مجرموں سے خطاب کیا جائے گا میدان حشر میں اول جب لوگ اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو سب گڈمڈ منتشر ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا گیا **کانھم جراد منتشر** یعنی وہ منتشر ٹڈیوں کے دل کی طرح ہوں گے مگر پھر اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے لوگوں کے گروہ الگ الگ کر دیئے جائیں گے کفار ایک جگہ مومن دوسری جگہ فجار فساق الگ صلحاء اور مقبولین الگ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے **واذا النفوس زوجت** یعنی جبکہ نفوس جوڑ جوڑ کر دیئے جائیں گے تو مجرموں سے خطاب فرمایا جائے گا کہ اے مجرمو! جنتیوں کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ تمہارا مقام دوسرا ہے جہاں تمہیں رہنا ہوگا۔ جنتیوں پر جس طرح طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی۔ اسی طرح جہنمیوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی اور ان کو بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ اسی دن کے لئے تم کو انبیاء کی زبانی بار بار سمجھایا گیا تھا کہ شیطان لعین کی

پیروی مت کرنا جو تمہارا صریح دشمن ہے وہ جہنم میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑے گا اس کے آگے کبھی نہ جھکنا اور اس سے منہ موڑ کر تم میری عبادت اور فرمانبرداری میں لگے رہنا اور میرے احکام سے ذرا بھی منہ نہ موڑنا۔ بس یہی ایک سیدھا راستہ ہے اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو اسی راستہ پر چلنا لیکن اس کے باوجود تم نے مجھ رحمٰن کی نافرمانی کی۔ تمہارا خالق رازق اور مالک میں اور فرمانبرداری کی جائے میرے راندۂ درگاہ کی۔ میں کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا اور صرف میری ہی بندگی کرنا لیکن تم الٹے چلے اب یہاں بھی الٹے ہی جاؤ۔ ان نیک بخت اہل جنت کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے۔ وہ جنتی ہیں تم دوزخی ہو۔ آگے انہیں مجرموں کو خطاب جاری ہے جن سے کہا جائے گا کہ افسوس اتنی نصیحت اور فہمائش پر بھی تم کو عقل نہ آئی اور اس ملعون نے ایک خلقت کو گمراہ کر چھوڑا۔ کیا تمہیں اتنی سمجھ نہ تھی کہ دوست دشمن میں تمیز کر سکتے اور اپنے نفع ونقصان کو پہچانتے دنیا کے کاموں میں تو اس قدر ہوشیاری اور ذہانت دکھلاتے تھے مگر آخرت کے معاملہ میں اتنے غبی بن گئے کہ موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی بھی لیاقت نہ رہی اور خواب غفلت میں ایسے سرشار ہوئے کہ آج ہمارے پاس آ کر ہی آنکھ کھلی۔ اب کیا ہو سکتا ہے عمل کا وقت گیا یہ تو بدلہ کا دن ہے اس لئے آج تم اپنے کفرو بددینی اور سرکشی و نافرمانی کے بدلے جہنم میں جاؤ اور اپنی دنیا کی بدمستیوں کی سزا بھگتو۔ تم سے اسی ٹھکانے کا وعدہ کیا گیا تھا سو تم اب اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کی اس ذلت و رسوائی سے مجھے اور آپ کو سب کو بچائیں۔

اب غور کیجئے کہ یہاں جو خطاب حق تعالیٰ نے مجرمین سے فرمایا ہے۔ جس سے بظاہر کفار و منکرین مراد ہیں مگر ہم کیا نام کے مسلمین کے لئے اس تنبیہ و تاکید اور زجر و توبیخ سے جو حق تعالیٰ نے ان آیات میں شیطان کے اتباع کرنے میں فرمائی ہے اور جس کا انجام بتلایا گیا کیا اس میں ہمارے لئے کوئی عبرت و نصیحت نہیں اگر ہمارا حق تعالیٰ کی ذات پاک پر ایمان ہے اور ہم اس قرآن کریم کو حق تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور اس پر یقین ہے کہ جو آخرت اور وہاں کی جزا وسزا کے متعلق بتلایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے وہ یقیناً بلا کسی شک وشبہ کے پیش آنا ہے تو ہم میں اگر ایمان واسلام کے دعوے کے ساتھ کچھ بھی عقل اور فہم موجود ہے تو ہم کیسے جرات و ہمت کرتے ہیں کہ بے باکانہ حق تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی شب وروز کرتے رہیں اور اس طرح اپنے کو مجرمین کے زمرہ میں جان بوجھ کر شامل رکھیں۔ کیا کوئی ایسا بھی اسلام اور ایمان کا دعویدار ہو سکتا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کی رضا وانعام و دیدار کا مقام جنت پسند نہ ہو اور اللہ کے غصہ اور غضب کا مقام جہنم پسند ہو۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم شیطان کی اتباع کر کے مولائے کریم کی نافرمانیوں میں پیش پیش ہوں اور پھر سچی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر بھی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی جہل اور غفلت کے پردوں کو ہمارے دلوں پر سے دور فرمائیں اور اپنی صراط مستقیم پر چلنا ہم کو نصیب فرمائیں اور اپنے کرم سے اہل جنت میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور مجرمین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچائیں۔

ابھی آگے انہی مجرمین کے متعلق مضمون جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں آئے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اصحاب الجنۃ میں شامل فرما کر اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں اور وہاں کی ابدی راحتوں سے سرفراز فرمائیں اور اپنے دیدار کا شرف نصیب فرمائیں اور مجرموں کے گروہ سے ہم کو علیحدہ رکھیں۔ یا اللہ اس دنیا میں ہماری نفس وشیطان سے حفاظت فرمائیے اور ہم کو اپنے احکام کے موافق زندگی گزار کر اس دنیا سے جانا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى

اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں) ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کردیتے پھر یہ راستہ کی طرف دوڑتے پھرتے سوان کو کہاں نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے

مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اس حالت سے کہ یہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس سے یہ لوگ نہ آگے کو چل سکتے اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے۔ اور ہم جس کی عمر زیادہ کردیتے ہیں تو اس کو طبعی حالت میں الٹا کردیتے ہیں سو کیا وہ لوگ نہیں سمجھتے

اَلْيَوْمَ آج	نَخْتِمُ ہم مہر لگادینگے	عَلٰی پر	اَفْوَاهِهِمْ اُنکے منہ	وَتُكَلِّمُنَا اور ہم سے بولیں گے	اَيْدِيْهِمْ انکے ہاتھ	وَتَشْهَدُ اور گواہی دینگے
اَرْجُلُهُمْ ان کے پاؤں	بِمَا اس کی جو	كَانُوْا وہ تھے	يَكْسِبُوْنَ کماتے (کرتے تھے)	وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں	لَطَمَسْنَا تو مٹادیں (ملیامیٹ کردیں)	
عَلٰی پر	اَعْيُنِهِمْ ان کی آنکھیں	فَاسْتَبَقُوا پھر وہ سبقت کریں	الصِّرَاطَ راستہ	فَاَنّٰى تو کہاں	يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھ سکیں گے	وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں
لَمَسَخْنٰهُمْ ہم مسخ کردیں انہیں	عَلٰی پر۔ میں	مَكَانَتِهِمْ ان کی جگہیں	فَمَا اسْتَطَاعُوْا پھر نہ کرسکیں	مُضِيًّا چلنا	وَلَا يَرْجِعُوْنَ اور نہ وہ لوٹیں	وَمَنْ اور جس
	نُعَمِّرْهُ ہم عمر دراز کردیتے ہیں	نُنَكِّسْهُ اوندھا کردیتے ہیں	فِي الْخَلْقِ خلقت (پیدائش) میں	اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ تو کیا وہ سمجھتے نہیں؟		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مجرمین کے متعلق بیان ہوا تھا کہ یوم محشر میں ان سے اس طرح خطاب ہوگا کہ اے اولاد آدم کیا تم کو تاکید دنیا میں نہیں کردی گئی تھی کہ خبردار شیطان کے کہنے میں نہ آنا اور اللہ ہی کی عبادت میں لگے رہنا مگر تم کچھ نہ سمجھے اور کفر وگمراہی میں پڑے رہے۔ تو اب یہ جہنم جس کا وعدہ کیا جاتا تھا اب اس کا مزہ چکھو اور اس میں داخل ہو۔ انہی مجرمین کے متعلق آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن یہ مجرم اگر اپنے جرم کا انکار بھی کریں تو ان کا انکار کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ان مجرمین کا منہ تو مہر لگا کر بند کردیا جائے گا اور ان کے ہاتھ پیر آنکھ کان ان کی زبانیں اور ان کی کھالوں کو حکم ہوگا کہ تم بولو اس مجرم نے تمہاری مدد سے کیا کیا برے کام کئے۔ حکم پاتے ہی ہاتھ پیر وغیرہ بولنا شروع کردیں گے۔ یہ حکم ان مجرمین کے معاملہ میں دیا جائے گا جو اپنے جرائم کا اقبال کرنے سے انکار کریں گے۔ گواہوں کو بھی جھٹلادیں گے۔ نامۂ اعمال کی صحت بھی تسلیم نہ کریں گے اور قسمیں کھالیں گے کہ ہم نے یہ گناہ اور جرم دنیا میں نہیں کئے تھے تب اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ اچھا منہ بند کرو اور سنو کہ تمہارے اعضائے بدن تمہارے کرتوتوں کی کیا روداد سناتے ہیں اور تمہارے جرموں کی کیا شہادت دیتے ہیں۔ اس وقت بدن کے اعضاء سچی سچی گواہی دینا شروع کردیں گے۔ مثلاً ہاتھ کہیں گے کہ اس نے ہم سے مارنے پیٹنے اور دوسروں پر ظلم وستم کرنے کا کام لیا۔ چوری کا مال چھینا اور یہ یہ ناجائز کام کئے۔ اسی طرح پاؤں کہیں گے کہ یہ فلاں فلاں بری جگہوں پر گیا ناچ گانے اور رقص وسرور اور بیکار باتوں کی مجلسوں میں پہنچا اور فلاں ناجائز کاموں کی طرف چل کر گیا۔ یہاں آیت میں تو صرف تکلمنآ ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون فرمایا یعنی ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ دنیا میں کرتے تھے مگر قرآن پاک میں دوسرے مقامات پر بتایا گیا ہے کہ بدن کے دوسرے اعضاء بھی گواہی دیں گے کہ وہ ان سے دنیا میں کیا کام لیتے

رہے ہیں مثلاً سورۂ نور اٹھارویں پارہ ۲۴ ویں آیت میں فرمایا گیا۔
''اس دن ان کے خلاف گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے پیران کاموں کی جو یہ کیا کرتے تھے۔''
سورۂ حم سجدہ ۲۴ ویں پارہ میں ارشاد ہے ...... ''تو ان کے کان اوران کی آنکھیں اوران کی جلدیں ان پران کے اعمال کی گواہی دیں گے اوروہ لوگ اپنی اپنی جلد سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دے دی؟......''
مسلم شریف کی ایک حدیث ہے حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ یکا یک ہنسے پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔فرمایا میں بندہ اور خدا کے درمیان منہ درمنہ گفتگو ہونے کا خیال کر کے ہنسا قیامت کے دن بندہ اپنے پروردگار سے کہے گا کہ کیا آپ نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں دی ہے تو پھر یہ کہے گا کہ میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔بس میرا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتہ گواہ نہ سہی۔چنانچہ اسی وقت اس کے منہ پرمہر لگادی جائے گی اوراعضاء بدن سے فرمایا جائے گا کہ بولو تم خود ہی گواہی دو کہ اس نے تم سے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف صاف کھول کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتلادیں گے۔پھر اس مہر کو جومنہ پر لگائی گئی تھی توڑ دیا جائے گا اور بندہ بدستور سابق باتیں کرنے لگے گا اوراپنے اعضاء سے کہے گا تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کررہا تھا۔علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی ایک دوسری حدیث مومن سے حساب لئے جانے کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو بلاکراس کے گناہ اس کے سامنے پیش کرکے فرمائے گا کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ مومن بندہ کہے گا ہاں خدایا سب درست ہے۔بے شک مجھ سے یہ خطائیں سرزد ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا ہم نے سب بخش دیں لیکن یہ گفتگو اس طرح ہوگی کہ کسی ایک اورکو بھی اس کا مطلق علم نہ ہوگا۔اس کا ایک گناہ بھی مخلوق میں سے کسی پرظاہر نہ ہوگا۔اب اس کی نیکیاں لائی جائیں گی اور کھول کھول کر ساری مخلوق کے سامنے جتا جتا کر رکھی جائیں گی ان دونوں احادیث کونقل کرنے کے بعد علامہ ابن کثیرؒ حالات حشر سے اتنے متاثر ہوئے کہ حق تعالیٰ سے مناجات فرمانے لگے۔ہم بھی اسی مناجات کو یہاں دہراتے ہیں اورعلامہ کے پردرد الفاظ میں مولائے کریم سے فریاد کرتے ہیں۔''اے ستار العیوب! اے غفار الذنوب!! تو ہم گنہگاروں کی بھی پردہ پوشی فرمالے اور ہم مجرموں سے بھی درگزر فرمادے۔خدایا اس دن ہمیں ذلت ورسوائی سے بچایئے گا اوراپنے دامن رحمت سے ہمیں ڈھانپ لیجئے گا۔اے ذرہ نواز خدا اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر بھی برسادے جو ہمارے تمام گناہوں کو دھوکر صاف کردے پروردگار ایک نظر کرم ورحمت ادھر بھی۔یا مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں۔اے غفور الرحیم خدا کیا تیرے درسے بھی کوئی سوالی خالی جھولی لے کرنا امید ہوکر آج تک لوٹا ہے؟ اپنا کرم کردے۔اے مالک وخالق رحم فرمادے۔اپنے انتقام سے بچالے۔اپنے غصہ سے نجات دے دے۔اپنی رحمتوں سے نوازدے۔اپنے عذابوں سے چھٹکارا دے دے۔اے مولا اپنی جنت میں پہنچادے اوراپنے دیدار کی دولت سے مشرف فرمادے''۔یا اللہ ہمیں یقین ہے کہ آپ نے اپنے کرم سے یہ دعا اپنے مقبول ولی حضرت علامہ کے حق میں ضرور قبول فرمائی ہوگی۔یا اللہ انہیں کے اتباع اور نقل میں ہمارے حق میں بھی اس دعا کو قبول فرمالیجئے۔آمین۔
یہاں ان آیات میں میدان حشر کا نقشہ کھینچنے کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ جیسے ان منکرین ومکذبین نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے دنیا

میں آنکھیں بند کر لی ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو دنیا ہی میں بطور سزا کے ان کی ظاہر بینائی چھین کر نپٹ اندھا کر دیں کہ پھر ادھر ادھر چلنے کا انہیں راستہ بھی نہ سوجھے اور جس طرح یہ لوگ شیطانی راستوں سے ہٹ کر اللہ کی راہ پر چلنا نہیں چاہتے تو اللہ کو قدرت ہے کہ ان کی صورتیں بگاڑ کر بالکل اپاہج بنا دیں کہ پھر یہ کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے نہ ہل سکیں۔ پر اللہ نے ایسا نہ چاہا اور ان جوارح وقویٰ سے ان کو محروم نہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت اور ڈھیل ہے۔ اور یہ آنکھیں چھین لینا اور صورت بگاڑ کر اپاہج بنا دینا کچھ قابل تعجب اور بعید مت سمجھو۔ دیکھتے نہیں ایک تندرست اور مضبوط آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر کس طرح سننے اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیا جاتا ہے گویا بچپن میں جیسا کمزور و ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا بڑھاپے میں پھر اسی حالت کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے۔ تو کیا جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں ان کی قوتیں سلب کر لیتا ہے جوانی میں نہیں کر سکتا؟ کیا اس تغیر اور تبدل کو دیکھ کر لوگ سمجھتے نہیں کہ انسانوں کے وجود کی باگ ڈور حق تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے وہ جب چاہے انسان کی صورت اور ہیئت کو تبدیل کر سکتا ہے۔ کیا ان کفار کو اتنی عقل نہیں کہ یہ سمجھتے کہ جو خدا صورت بنانے پر قادر ہے وہی خدا صورت کے بدلنے پر بھی قادر ہے اور جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان وحیوان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے زیر تصرف ہے۔ قدرت کا عمل اس میں مسلسل جاری ہے۔ ایک گندے اور ناپاک قطرہ سے اس کا وجود شروع ہوا۔ نو ماہ بطن مادر میں رکھ کر اور اس کی تربیت فرما کر اور اس میں روح ڈال کر جیتا جاگتا انسان بنا کر اس کو دنیا میں لایا گیا پھر اس کو تدریجی توانائی ملی اور جوان ہونے پر اس کے سب قویٰ مضبوط ہو گئے بالآخر جب بڑھاپا شروع ہوا تو سب طاقتوں اور قوتوں میں کمی شروع ہو گئی حتیٰ کہ اخیر عمر میں شنوائی اور بینائی کی طاقتیں بھی جواب دینے لگیں اور نکما اور اپاہج بنا دیا گیا تو انسان کے وجود میں یہ انقلابات قدرت حق تعالیٰ شانہ کا عجیب وغریب مظہر ہی تو ہے جس کی طرف غافل انسانوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ خدا کی قدرت پر نظر کریں اور اس سے ڈر کر اس کی اطاعت اختیار کریں۔

اب یہاں تک جو توحید ورسالت قیامت وآخرت جزاوسزا جنت ودوزخ اور حکمت اور عقل ودانائی اور نصیحت وموعظت کا قرآن کریم میں بیان ہوا تو کفار ومنکرین ان باتوں کو محض شاعرانہ تخیلات قرار دے کر بے وزن ٹھہرانے کی کوشش کرتے اسلئے آگے بتلایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر وشاعری سے کوئی تعلق اور نسبت ہی نہیں اور یہ قرآن کوئی شعر وشاعری کا دیوان نہیں بلکہ یہ خالص نصیحت اور آسمانی کتاب ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی رحمت سے ہمیں معاف فرما دیجئے۔ اور ہم کو اس زندگی میں اپنی مرضیات کے اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے اور مرتے دم تک ہمارے اعضاء وجوارح کو اپنی عبادت وطاعت میں ظاہراً وباطناً مشغول رکھئے اور زندگی کے ہر لحہ میں ہمیں آخرت کی تیاری کا ذکر وفکر نصیب فرمائیے۔ یا اللہ ہم سے جو تقصیرات گذشتہ میں سرزد ہو چکی ہیں ہم کو ان کی تلافی کی توفیق عطا فرمائیے۔ تاکہ ہم میدان حشر میں آپ کی مغفرت ورحمت کے مورد بن جائیں اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں بغیر کسی مواخذہ کے پہنچ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا

اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کیلئے شایان بھی نہیں وہ تو محض نصیحت اور ایک آسمانی کتاب ہے جو احکام کو ظاہر کرنے والی ہے۔ تاکہ ایسے شخص کو ڈراوے جو زندہ ہو

وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا

اور تا کہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جاوے۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے (نفع کے) لئے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مواشی پیدا کئے

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا

پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں۔ اور ہم نے ان مواشی کو ان کا تابع بنا دیا سو ان میں بعضے تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان میں ان لوگوں کے

مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾

اور بھی منافع ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں۔ سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور انہوں نے خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو مدد ملے۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا

(لیکن) وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ ان کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جاویں گے جو حاضر کئے جاویں گے۔ تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ ہونا چاہیے بیشک ہم سب جانتے ہیں

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾

جو کچھ یہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ اور ہم نے نہیں سکھایا اس کو	الشِّعْرَ شعر	وَ اور	مَا يَنْبَغِي نہیں شایان	لَهٗ اس کیلئے	اِنْ نہیں	هُوَ وہ	اِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت	
وَ اور	قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ قرآن واضح	لِيُنْذِرَ تا کہ (آپ) ڈرائیں	مَنْ جو	كَانَ ہو	حَيًّا زندہ	وَ اور	يَحِقَّ ثابت ہو جائے	الْقَوْلُ بات حجت	
عَلَى پر	الْكٰفِرِيْنَ جمع کافر	اَوَلَمْ يَرَوْا کیا وہ نہیں دیکھتے؟	اَنَّا خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	لَهُمْ ان کیلئے	مِّمَّا اس سے جو				
عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا بنایا اپنے ہاتھوں (قدرت) سے	اَنْعَامًا چوپائے	فَهُمْ پس وہ	لَهَا ان کے	مٰلِكُوْنَ مالک ہیں	وَذَلَّلْنٰهَا اور ہم نے فرمانبردار کیا انہیں				
لَهُمْ ان کیلئے	فَمِنْهَا پس ان سے	رَكُوْبُهُمْ ان کی سواری	وَمِنْهَا اور ان سے	يَاْكُلُوْنَ وہ کھاتے ہیں	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	فِيْهَا ان میں			
مَنَافِعُ فائدے	وَمَشَارِبُ اور پینے کی چیزیں	اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟	وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنالئے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا					
اٰلِهَةً اور معبود	لَعَلَّهُمْ شاید وہ	يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ وہ نہیں کرسکتے	نَصْرَهُمْ ان کی مدد	وَهُمْ اور وہ	لَهُمْ ان کیلئے			
جُنْدٌ لشکر	مُّحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے	فَلَا يَحْزُنْكَ پس آپ کو مغموم نہ کرے	قَوْلُهُمْ ان کی بات	اِنَّا نَعْلَمُ بیشک ہم جانتے ہیں					
	مَا يُسِرُّوْنَ جو وہ چھپاتے ہیں	وَمَا اور جو	يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں						

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں قیامت و آخرت کا ذکر تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اہل جنت کو وہاں کیسے کیسے آرام و راحت نصیب ہوں گے اور ساتھ ہی منکرین کو جہنم کے کیسے سخت عذاب ہوں گے۔ تو موت کے بعد کی زندگی اور عالم آخرت میں جنت و جہنم اور وہاں دنیا کے کاموں کی جزا و سزا کا ملنا یہ سب منکرین و مکذبین کے نزدیک من گھڑت بناوٹی اور خیالی باتیں تھیں اور ان باتوں کو شاعرانہ تخیلات اور خیالی تک بندیاں قرار دے کر ان کو بے وزن ٹھہراتے

اس کے جواب میں ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں سناتے ہیں اور بیان کرتے ہیں یہ سب حقائق واقعیہ ہیں۔ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں ہم نے جو قرآن اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے وہ آسمانی نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے یہ کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں کہ جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں بلکہ آپ کو تو فطری طور پر اس فن شعر و شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں کسی موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبان مبارک سے مقفیٰ عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے ڈھانچہ میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات ہے۔ اسے شاعری یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ غرض کہ آپ کی طبیعت شریفہ کو شاعری سے نسبت ہی نہیں دی گئی تھی کیونکہ یہ آپ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی۔ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدوں ادنیٰ ترین غلو اور کذب کے روشناس کرانا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا کیونکہ شاعریت کا حسن و کمال کذب و مبالغہ خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں تو شعر و شاعری کو قرآن سے اور رسول سے کیا نسبت؟ اللہ کے رسول تو جو کلام سناتے ہیں اس میں سراسر نصیحت اور انسانی خیر خواہی کے سوا کچھ نہیں وہ لوگوں کو حقیقی اور اصلی باتیں بتاتے ہیں اور وہ قرآن سناتے کہ جس میں انسان کی بھلائی کی ساری باتیں جمع کر دی گئی ہیں تاکہ وہ ہر اس شخص کو جو زندہ دل ہو اور سوچنے سمجھنے والا انسان ہو اس کو خبردار کر دیں اور منکرین پر حجت قائم ہو جائے کہ قیامت کے دن وہ یہ عذر نہ کر سکیں گے کہ ہمیں کسی نے نہیں سمجھایا اور نہیں بتلایا آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسان اگر غور کرے تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کا اقرار نہ کرے دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جن سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ اس نے خود نہیں بنائیں اور نہ اس کے کسی ہم جنس نے انہیں تیار کیا۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا اللہ کے سوا کون ہے؟ مثال کے طور پر یہ اونٹ گھوڑے گائے بکری گدھے خچر وغیرہ جانوروں کو انسانوں نے نہیں بنایا۔ اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا۔ پھر انسانوں کو اپنے فضل سے ان کا مالک بنادیا کہ ان سے جو چاہے کام لو۔ دیکھو کتنے بڑے عظیم الجثہ قوی ہیکل جانور اس ضعیف انسان کے سامنے عاجز و مسخر کر دیئے۔ سینکڑوں اونٹوں کی قطار کو ایک چھوٹا سا بچہ نکیل پکڑ کر جدھر چاہے لے جائے ذرا کان نہیں ہلاتے۔ کیسے کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی سواری کرتا ہے اور بعض کو ذبح کر کے اپنی غذا بناتا ہے۔ علاوہ گوشت کھانے کے ان کی کھال ہڈی اون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل کئے جاتے ہیں ان کے تھن کیا ہیں گویا دودھ کے چشمے ہیں کہ کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں لیکن شکر گزار بندے اس کے تھوڑے ہی ہیں ورنہ اکثر عقل سے کام نہیں لیتے کہ اپنے رب اور منعم حقیقی کو اس کی نشانیاں اور انعامات و احسانات دیکھ کر پہچانیں اور اس کے رسول کی باتیں سنیں اور جو وہ کہیں وہ کریں جس خدا نے یہ نعمتیں عطا فرمائیں اس کا شکر ادا کیا تو یہ کیا کہ اس کے مقابل دوسرے معبود اور حاکم ٹھہرا لئے جنہیں سمجھتے ہیں کہ اڑے وقت میں کام آویں گے اور مدد کریں گے سو یاد رکھو وہ تمہاری تو کیا اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی تو اس وقت گرفتار ضرور کرا دیں گے تب پتہ چلے گا کہ جن کی حمایت میں عمر بھر لڑتے رہے وہ آج کس طرح آنکھیں دکھانے لگے۔ ہر جھوٹے معبود کے پوجنے والے اس کی شکست خوردہ فوج کی طرح پکڑے ہوئے آئیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنے باطل معبودوں سے کہو کہ تمہیں عذاب الٰہی سے بچا لیں۔ اس وقت وہ فرضی معبود سب کانوں پر ہاتھ رکھیں گے کہ ہم ان کے خدا ہر گز نہیں اور نہ ہم نے کہا تھا کہ ہمیں خدا مانو آج یہ جانیں اور ان کا کام ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں اس وقت ان مشرکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خود ہمارے ساتھ ان مشرکین کا یہ معاملہ ہے تو اگر آپ کی بات نہ مانیں تو آپ اس سے غمگین اور دلگیر نہ ہوں اپنا فرض ادا کر کے ان کو ہمارے حوالہ کریں۔ ہم ان کے ظاہری و باطنی احوال سے خوب واقف ہیں ٹھیک ٹھیک بھگتان کر دیں گے۔

اب سورۃ کے اخیر میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر استدلال فرمایا جاتا ہے اور اس کے لئے عقلی دلیل دی جاتی ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ

کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا۔ اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا'

خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ

کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں کون زندہ کرے گا۔ آپ جواب دے دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں پیدا کیا ہے اور وہ

بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ

سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ اور ایسا (قادر) ہے کہ ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو۔

تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم ۚ بَلَىٰ

اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو (دوبارہ) پیدا کردے ضرور قادر ہے

وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي

اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہیں۔ تو اس کی پاک ذات ہے

بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اَوَ کیا	لَمْ یَرَ نہیں دیکھا	الْاِنْسَانُ انسان	اَنَّا خَلَقْنٰهُ کہ ہم نے پیدا کیا اس کو	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	فَاِذَا پھر ناگہاں	هُوَ وہ	خَصِیْمٌ جھگڑالو		
مُّبِیْنٌ کھلا	وَضَرَبَ اور اس نے بیان کی	لَنَا ہمارے لئے	مَثَلًا ایک مثال	وَنَسِیَ اور بھول گیا	خَلْقَهٗ اپنی پیدائش	قَالَ کہنے لگا			
مَنْ یُّحْیِ کون پیدا کریگا	الْعِظَامَ ہڈیاں	وَهِیَ جبکہ وہ	رَمِیْمٌ گل گئیں	قُلْ فرمادیں	یُحْیِیْهَا اسے زندہ کرے گا	الَّذِیْ وہ جس نے			
اَنْشَاَهَآ اسے پیدا کیا	اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار	وَهُوَ اور وہ	بِکُلِّ ہر طرح	خَلْقٍ پیدا کرنا	عَلِیْمٌ جاننے والا	الَّذِیْ جس نے	جَعَلَ پیدا کیا		
لَکُمْ تمہارے لئے	مِّنَ سے	الشَّجَرِ درخت	الْاَخْضَرِ سبز	نَارًا آگ	فَاِذَا پس اب	اَنْتُمْ تم	مِّنْهُ اس سے	تُوْقِدُوْنَ سلگاتے ہو	
اَوَ کیا	لَیْسَ نہیں	الَّذِیْ وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	بِقٰدِرٍ قادر	عَلٰی پر	اَنْ کہ	یَّخْلُقَ وہ پیدا کرے
مِثْلَهُمْ ان جیسا	بَلٰی ہاں	وَهُوَ اور وہ	الْخَلّٰقُ بڑا پیدا کرنیوالا	الْعَلِیْمُ دانا	اِنَّمَآ اس کے سوا نہیں	اَمْرُهٗ اس کا کام	اِذَا جب		
اَرَادَ شَیْئًا وہ ارادہ کرے کسی شے کا	اَنْ کہ	یَّقُوْلَ وہ کہتا ہے	لَهٗ اس کو	کُنْ ہوجا	فَیَکُوْنُ تو وہ ہوجاتی ہے	فَسُبْحٰنَ سو پاک ہے	الَّذِیْ وہ جس		
بِیَدِهٖ اسکے ہاتھ میں	مَلَکُوْتُ بادشاہت	کُلِّ شَیْءٍ ہر شے	وَاِلَیْهِ اور اسی کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے					

تفسیر و تشریح: یہ سورۃ یٰس شریف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ تیسرے رکوع کے اخیر میں کفار کا ایک اعتراض نقل فرمایا گیا تھا ویقولون متی هذا الوعد ان کنتم صدقین یعنی وہ کہتے تھے کہ یہ قیامت کی دھمکی کب پوری ہوگی؟ بتاؤ اگر تم سچے ہو؟ ان کا یہ سوال کچھ اس غرض کے لئے نہ تھا کہ وہ قیامت کے آنے کی تاریخ معلوم کرنا چاہتے تھے بلکہ اس بناء پر تھا کہ وہ مرنے کے بعد انسانوں کو دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کو بعید از امکان اور بعید از عقل سمجھتے

تھے۔تو اوپر اس سوال کے جواب میں قیامت کے عبرتناک منظر کا نقشہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ جس قیامت کا منکرین انکار کر رہے ہیں وہ ایسے شان اور ان حالات کے ساتھ آ کر رہے گی۔ان کے اسی سوال کے جواب میں قیامت اور حشر و نشر کے اب دلائل ارشاد ہو رہے ہیں۔

مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت سے لکھا ہے کہ اس موقع پر کفار مکہ کے سرداروں میں سے ایک شخص قبرستان سے کسی مردہ کی ایک بوسیدہ ہڈی لئے ہوئے آ گیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے چورا کر کے اس کے اجزا کو ہوا میں اڑا کر آپ سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ مردے پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے بتاؤ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اس کا جواب فوراً ان آیات کی صورت میں دیا گیا اور بتلایا گیا کہ اس انسان کو یہ نہیں سوجھتا کہ پہلے یہ کیا تھا؟ اس کو اپنی اصلیت یاد نہیں کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا جس کو خدا نے کیا سے کیا بنا دیا۔اس قطرہ کو اس کی ماں کے پیٹ میں پرورش کیا اور یہ جیتا جاگتا انسان بن گیا۔پھر ماں کے پیٹ سے نکل کر بھی اس کی پرورش کا سامان کر دیا پھر رفتہ رفتہ یہ اس قابل ہوا کہ اس کو زور اور قوت گویائی عطا کی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا اور اپنی ناچیز اصلیت کو بھول گیا۔حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر اپنے خالق ورازق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا اور خدا پر کیسے فقرے چسپاں کرتا ہے گویا اس قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح فرض کر لیا ہے جو کہتا ہے کہ جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی بوسیدہ پرانی اور کھوکھری تو انہیں دوبارہ کون زندہ کرے گا۔ایسا سوال کرتے وقت اسے اپنی پیدائش یاد نہیں رہی ورنہ اس قطرۂ ناچیز نطفہ حقیر سے پیدا ہونے والے کو ایسے الفاظ کی جرات نہ ہوتی۔بہرحال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے سوال کے جواب میں کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہئے اور اس قادر مطلق کے لئے تو سبھی چیز آسان ہے۔پہلی مرتبہ ہو یا دوسری مرتبہ وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہوں ان کا ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے اور تم پھر اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو؟ چنانچہ عرب میں ایک درخت تھا جس کو مرخ کہتے تھے اور دوسرا درخت جس کو عفار کہتے تھے ان سے اہل عرب چقماق کا کام لیتے تھے۔ان دونوں درختوں کی ہری بھری ٹہنیاں مثل مسواک کے لے کر اہل عرب ایک دوسرے پر مارتے تھے تو ان سے آگ جھڑنے لگتی تھی۔قدیم زمانہ میں عرب کے بدوی آگ جلانے کے لئے یہی طریقہ استعمال کرتے تھے تو جس قادر کو ہرے درخت سے آگ پیدا کرنا مشکل نہیں اسے بوسیدہ ہڈی سے دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔جس خدا نے یہ عظیم الشان آسمان بنا کر کھڑے کر دیئے اور زمین کو پیدا کر دیا اسے ان کافروں جیسی چھوٹی چیز کا دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔اس کی قدرت تو ایسی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا۔وہ فوراً ہو جاتی ہے ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں مرے ہوؤں کو دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ان سب مقدمات و دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اس کی ذات پاک ہے اور وہ اعلیٰ ترین ہستی ہے جس کے دست قدرت میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے یعنی وہ کسی طرح کے عجز وغیرہ کے نقص سے بالکل پاک و منزہ ہے فی الحال بھی تمام مخلوقات کی زمام حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے اور آئندہ بھی سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے یعنی خاتمہ کلام پر والیہ ترجعون فرما کر نتیجہ کے طور پر ثابت فرما دیا گیا کہ حشر ضرور برپا ہو گا۔مرنے کے بعد سب کو زندہ ہونا ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے سب کو کھڑا ہونا ہے۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی بات تو ان آیات سے اور دوسری قرآنی آیات و احادیث میں جس معاد اور حشر و نشر کی خبر دی گئی ہے یہ معلوم ہوئی کہ وہ حشر جسمانی ہے اسی جسم انسانی کی بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ زندہ کی جائیں گی اور روح کا دوبارہ تعلق انہی اجزاء ترابیہ کے ساتھ ہو گا جن سے دنیاوی جسم مرکب ہے۔یعنی اسی بدن عنصری کے ساتھ علی وجہ الکمال والاتمام انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور حشر کے بعد جو جسم عطا ہو گا وہ ہو بہو پہلے جسم کے پورا مشابہ ہو گا جو اس کو دنیا میں حاصل تھا اور اسی حشر جسمانی پر تمام انبیاء و مرسلین کا اور تمام صحابہ و تابعین کا اور تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے جبکہ فلاسفہ معاد جسمانی کے منکر ہیں اور معاد روحانی کے قائل ہیں۔

یہاں ان خاتمہ کی آیات میں منکرین حشر و نشر کے شبہات کا جو مکمل مفصل اور مدلل جواب دیا گیا ہے وہ چار دلائل پر مبنی ہے:۔

پہلی دلیل بعث بعد الموت یعنی دنیا میں مرکر دوبارہ زندہ ہونے کی یہ دی گئی کہ جس علیم و حکیم وقدیر خدا نے انسان کو دنیا میں ایک حقیر ناپاک اور گندے قطرہ سے پیدا کیا جو بظاہر ایک بے روح چیز ہے اور اس میں ہوش وحواس اور اعضاء و جوارح کچھ بھی نظر نہیں آتے۔ پس جب انسان قدرت الٰہی سے پیدا اور زندہ ہو گیا حالانکہ وہ اس سے پہلے کچھ نہ تھا تو وہی قادر انسان کے مرنے کے بعد بھی گلی اور سڑی ہڈیوں کے متفرق ریزوں کو جمع کر کے اس کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہے پہلی بار پیدا کرنا اور دوسری بار پیدا کرنا خدا کی قدرت کے اعتبار سے سب برابر ہے۔

دوسری دلیل یہ دی گئی کہ جو قادر خدا تمہارے لئے سرسبز اور ہرے بھرے درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے اور ایک ضد سے دوسری ضد پیدا کر سکتا ہے کہ آگ اور پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مرخ اور عفار کی دو سرسبز ٹہنیوں سے جن سے پانی ٹپکتا ہو آپس میں رگڑنے سے آگ نکل پڑتی ہے تو وہی خدا دوسری بار انسان کو گلی سڑی ہڈیوں سے بھی پیدا کر سکتا ہے۔

تیسری دلیل یہ دی گئی کہ وہ خدا جس نے آسمان اور زمین جیسے اجسام عظیمہ پیدا کئے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک پانچ فٹ کے انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے۔

چوتھی دلیل یہ دی گئی کہ جس خدا کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اس کا صرف یہ کہنا کافی ہے کہ ''ہوجا'' بس وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے اور عدم سے نکل کر وجود میں آ جاتی ہے پس جو خدا اس غیر محدود قدرت کا مالک ہو اسے روئے زمین کے انسانوں کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا علم وقدرت ہر ہر ذرہ کو محیط ہے۔ تو جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو پہلی بار وجود عطا کیا اور زندگی بخشی اور جب تک چاہا اس کو زندہ رکھا اسی طرح مرنے کے بعد جب چاہے گا اس کو زندہ کر دے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کے ہر ہر ذرہ کو خوب جانتا ہے جہاں وہ متفرق پڑا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے (گذشتہ امتوں میں سے) اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی (اور بڑا ظلم کیا کہ اللہ کی نافرمانی والی زندگی گزارتا رہا) جب اس کی موت کا وقت آیا تو (اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر کے اس پر اللہ کے خوف کا بہت زیادہ غلبہ ہوا اور آخرت کے برے انجام سے وہ بہت ڈرا۔ یہاں تک کہ) اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر راکھ کر دینا پھر تم میری اس راکھ میں سے آدھی تو کہیں خشکی میں بکھیر دینا اور آدھی کہیں دریا یا سمندر میں بہا دینا۔ خدا کی قسم اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا جو دنیا جہان میں کسی کو بھی نہ دے گا۔ اس کے بعد جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا (یعنی جلا کر اس کی راکھ کو کچھ خشکی میں ہوا میں اڑا دیا اور کچھ پانی میں بہا دیا) پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے خشکی اور تری سے اس کے اجزاء جمع ہوئے (اور اس کو دوبارہ زندہ کیا گیا) پھر اس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا اے میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ڈر سے ہی میں نے ایسا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کی بخشش کا فیصلہ فرما دیا شارحین نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کسی زمانے کے جس شخص کا یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے وہ بیچارہ خدا کی شان اور اس کی صفات سے بھی ناواقف تھا اور اعمال بھی اچھے نہ تھے لیکن مرنے سے پہلے اس پر خدا کے خوف کی کیفیت اتنی غالب ہوئی کہ اس نے اپنے بیٹوں کو ایسی جاہلانہ وصیت کر دی اور بیچارہ سمجھا کہ میری راکھ کے اس طرح خشکی وتری میں منتشر ہو جانے کے بعد میرے پھر زندہ ہونے کا کوئی امکان نہ رہے گا۔ لیکن اس جاہلانہ غلطی کا منشا اور سبب چونکہ خدا کا خوف اور اس کے عذاب کا ڈر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے کرم نے اس کو بھی معاف کر دیا اور اس کو بخش دیا۔ (معارف الحدیث جلد دوم صفحہ ۴۶-۴۷)

غرض یہ کہ خدا تعالیٰ نے جس کو عقل سلیم دی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہزار بار پیدا کرنے اور ہزار بار موت دینے اور ہزار بار پھر زندہ کرنے پر قادر ہے اور یہ امر خدا کی قدرت کاملہ کے اعتبار سے نہ محال ہے اور نہ بعید ہے۔ الحمد للہ اس درس پر سورۂ یٰسین شریف کا بیان ختم ہوا۔ جس میں ۵ رکوع تھے۔ اس کے بعد اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔ انشاء اللہ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَانِ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

قسم ہے اُن فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں پھران فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں پھران فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۭ﴿۵﴾

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا

وَ قسم	الصّٰٓفّٰتِ صف باندھنے والے	صَفًّا پرا جما کر	فَالزّٰجِرٰتِ پھر ڈانٹنے والے	زَجْرًا جھڑک کر	فَالتّٰلِيٰتِ پھر تلاوت کرنے والے	ذِكْرًا ذکر (قرآن)
اِنَّ بیشک	اِلٰهَكُمْ تمہارا معبود	لَوَاحِدٌ البتہ ایک	رَبُّ پروردگار	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو انکے درمیان
وَرَبُّ اور پروردگار	الْمَشَارِقِ مشرقوں					

تفسیر وتشریح

الحمدللہ قرآن کریم کی پانچ منزلوں کا بیان سورۂ یٰسین پر ختم ہوگیا تھا۔ اب چھٹی منزل کی ابتداء ۲۳ویں پارہ کی سورۂ صٰفّٰت سے ہورہی ہے جس کی چند ابتدائی آیات اس وقت زیر تفسیر ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ والصّٰفّٰت سے ہوئی ہے۔ صفت کے معنیٰ ہیں صف باندھنے والے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام علامت کے طور پر صفت مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۷ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۰ ہے یعنی ۴۹ سورتیں مکہ معظّمہ میں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۶۴ سورتیں اس سورۃ کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۱۸۲ آیات ۵ رکوعات ۸۷۳ کلمات اور ۳۹۵۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں عقائد سے متعلق مضامین توحید رسالت آخرت وغیرہ خاص طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ جس وقت اس سورۃ کا نزول ہوا ہے وہ وہ وقت تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید واسلام کا انکار ومخالفت پوری شدت کے ساتھ کفار مکہ کررہے تھے اس لئے اس سورۃ میں کفار مکہ کو نہایت پرزور طریقہ سے تنبیہ کی گئی اور آخیر میں انہیں صاف صاف خبردار کردیا گیا کہ عنقریب یہی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا تم مذاق اڑا رہے ہو تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تم پر غالب آجائیں گے اور تم اللہ کے لشکر کو اپنے گھر کے صحن میں اترا ہوا پاؤ گے۔ یہ پیشین گوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جبکہ مخالفین کو اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور غلبہ کے ظاہری آثار دور دور بھی کہیں نظر نہ آتے تھے۔ جس وقت اہل اسلام بری طرح ظلم وستم کا نشانہ بن رہے تھے اور مسلمانوں کی قریب تین چوتھائی تعداد مکہ چھوڑ کر ہجرت کرچکی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بمشکل ۴۰-۵۰ صحابہؓ مکہ میں رہ گئے تھے اور انتہائی بے بسی کے ساتھ کفار کی زیادتیاں برداشت کررہے تھے ان حالات میں ظاہر اسباب کو دیکھتے ہوئے اہل مکہ کسی طرح باور نہ کرسکتے تھے کہ غلبہ آخر کار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مٹھی بھر بے سروسامان جماعت کو نصیب ہوگا۔ بلکہ دیکھنے والے تو یہ ہی سمجھ رہے تھے کہ یہ

دین اسلام مکہ کی گھاٹیوں ہی میں ختم ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ صرف ۱۵-۱۶ سال کے عرصہ میں فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک وہی کچھ پیش آیا جس سے کفار کو خبردار کیا گیا تھا۔ تنبیہ کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ نے اس سورۃ میں تفہیم اور ترغیب کا حق بھی پورا پورا ادا فرمایا اور توحید و آخرت کے عقیدہ کی صحت پر مختصر مگر دل نشین دلائل دیئے گئے اور مشرکین کے عقائد کا رد فرمایا گیا اور ان کی گمراہیوں کے برے نتائج سے انہیں آگاہ کیا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ ایمان اور عمل صالح کے نتائج کس قدر شاندار ہیں اسی سلسلہ میں گذشتہ انبیائے کرام کا ذکر فرمایا گیا جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کے ساتھ اور ان کی تکذیب کرنے والی قوم کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے وفادار بندوں کو نوازا اور کس طرح ان کے جھٹلانے والوں کو سزا دی۔ جو تاریخی واقعات اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ سبق آموز واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا وہ اہم واقعہ ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم پاتے ہی اپنے پیارے اور اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس میں نہ صرف کفار مکہ ہی کے لئے سبق تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اپنے نسبی تعلقات پر فخر کرتے تھے بلکہ ان مسلمانوں کے لئے بھی سبق تھا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تھے اور یہ واقعہ سنا کر انہیں تعلیم دی گئی کہ ایک مومن صادق کو کس طرح اللہ کی رضا پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ سورۃ کے آخر میں جہاں کفار کو تنبیہ دی گئی وہیں اہل ایمان کو بشارت سنائی گئی اور خوشخبری دی گئی کہ اس وقت جن مصائب سے انہیں سابقہ پڑ رہا ہے ان پر گھبرائیں نہیں آخر کار غلبہ انہی کو نصیب ہو گا اور باطل کے علمبردار جو اس وقت غالب نظر آرہے ہیں یہ انہی کے ہاتھوں مغلوب اور مفتوح ہو کر رہیں گے۔ چنانچہ چند ہی سال بعد واقعات نے بتلا دیا کہ یہ محض وقتی تسلی نہ تھی بلکہ ایک ہونے والا واقعہ تھا جس کی پیشین گوئی فرما کر ان کے دل مضبوط کئے گئے تھے۔

اللہ اللہ ایک وہ وقت تھا جبکہ صحابہ کرامؓ نے اپنی جانی و مالی قربانیاں دے کر اس اسلام کے باغ کو لگایا تھا اور اسکے پودے کو اپنے خون سے سینچا تھا۔ ایک یہ زمانہ ہے اس لگے ہوئے باغ کو اجاڑنے اور ویران کرنے کی فکر میں غیر نہیں اپنے لگے ہوئے ہیں۔ یہ خصوصاً پاکستان میں چند سال پہلے کا کبھی نہ بھولنے والا زمانہ رہا ہے جبکہ کوئی قرآن پر ہاتھ صاف کرتا رہا تو کوئی حدیث کا انکار کرتا رہا۔ کوئی ارکان اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کو "مولویوں" کی پیداوار کہہ کر ان سے آزاد ہو رہا تھا تو کوئی مذہب ہی کے نام سے بیزار اور مسلمانوں کو ذلت و خواری سے بچانے کے لئے مذہب اور دقیانوسیت کو چھوڑنے کی تلقین کرتا رہا۔ کوئی قمار جوئے اور سود کو حلال کرنے کی فکر میں لگا رہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ بات ضمناً بیچ میں صحابہ کرامؓ کی قربانیوں پر آ گئی تھی۔

خلاصہ یہ کہ اصل موضوع اس سورۃ کا توحید و آخرت ہے اور اسی کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی کے تقاضوں کے مطابق زندگی سنوارنے والوں کو کامیابی کی بشارت اور اس کے خلاف کرنے والوں کو بدانجامی سے ڈرایا گیا ہے۔ اب اس تمہید کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سورۃ کی ابتدا تین قسمیہ جملوں سے فرمائی جاتی ہے:۔

(۱) قسم ہے ان فرشتوں کی جو عبادت میں یا حق تعالیٰ کا حکم سننے کے وقت صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲) قسم ہے ان فرشتوں کی جو آسمانی خبریں لانے سے شیاطین کی بندش کرنے والے ہیں۔ (۳) قسم ہے ان فرشتوں کی جو ذکر الٰہی تسبیح و تقدیس کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

یہ پچھلی سورۃ میں بھی کہا جا چکا ہے کہ قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ قرآن شریف عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت فصیح بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن پاک میں بھی قسمیں کھائی گئیں کہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔ اور بھی وجوہات علماء نے لکھی ہیں۔ الغرض

مخاطبین کو پختہ وثوق و یقین دلانے کے لئے کلام کو قسم کے ساتھ شروع فرمایا گیا اور تین چیزوں کی قسم کھائی گئی۔ اول والصّٰفّٰت صفاً۔ جس کے لفظی معنیٰ ہیں صف باندھنے والے۔ مفسرین نے اس سے مراد وہ فرشتے لئے ہیں جو حق تعالیٰ کی عبادت میں یا حق تعالیٰ کا حکم سننے کے وقت صف باندھ کر قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسرے فالزّٰجرٰت زجراً جس کے لفظی معنیٰ ہیں بندش کرنے والے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے پھٹکارنے والے۔ مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو آسمانی خبریں لانے سے شیاطین کی بندش کرنے والے ہیں۔ تیسری فالتّٰلیٰت ذکراً یعنی ذکر کرنے والے مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو ذکر الٰہی تسبیح وتقدیس میں لگے رہتے ہیں۔

اب یہاں اس سورۃ کی ابتدا میں فرشتوں کی قسم کھانے کی وجہ مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ اس سورۃ کا مرکزی مضمون توحید اور رد شرک ہے اور شرک میں بھی اس خاص شرک کی تردید ہے جس کے تحت اہل مکہ اور مشرکین عرب فرشتوں کو (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ چنانچہ سورۃ کی ابتداء ہی میں فرشتوں کی قسم کھا کر ان کے وہ اوصاف بیان کردیئے گئے جن سے ان کی مکمل بندگی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بات غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فرشتوں کا رشتہ باپ بیٹی کا (معاذ اللہ) نہیں بلکہ خالق ومخلوق اور آقا و بندہ کا ہے غرض کہ ان تینوں قسموں کے بعد جو بات کہی جاتی ہے وہ یہ کہ تمہارا معبود برحق ایک ہے۔ آگے دلیل اس توحید کی دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا یعنی ان کا مالک اور متصرف ہے اور جو مالک ہے مشارق کا۔ مشارق سے مراد آفتاب کے طلوع ہونے کے مواقع ہیں۔ سورج ہمیشہ ایک ہی مطلع سے نہیں نکلتا بلکہ ہر روز ایک نئے زاویہ سے طلوع ہوتا ہے اور اس طرح سال کے ۳۶۵ مشرق ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے مشرق کی بجائے جمع کا صیغہ یعنی مشارق استعمال کیا گیا۔

اب یہاں فرشتوں کی صفت ''صف بندی'' کی جو ذکر فرمائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام میں نظم وضبط اور ترتیب وسلیقہ کا لحاظ رکھنا دین میں مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو یا اس کے احکام کو سن کر ان کی تعمیل ہو یہ مقاصد اس طرح بھی حاصل ہوسکتے تھے کہ فرشتے بجائے صف باندھنے کے ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں جمع ہوجایا کرتے۔ اس بدنظمی کی بجائے اللہ تعالیٰ نے انہیں صف بندی کی توفیق عطا فرمائی اور یہاں فرشتوں کے اوصاف میں سے سب سے پہلے اسی وصف کو ذکر فرمایا۔ اسی طرح انسانوں کو بھی عبادت کے لئے صف بندی کی ترغیب وتاکید کی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز میں اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ فرشتے اپنے رب کے حضور کس طرح صف بندی کرتے ہیں؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ وہ صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں پیوست ہوکر کھڑے ہوتے ہیں (یعنی بیچ میں خالی جگہ نہیں چھوڑتے) نماز میں صفوف کی درستی یعنی صفوں کو پورا کرنے اور سیدھا رکھنے کی بہت ہی تاکید احادیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کے خلاف کرنے اور صفوں کو آگے پیچھے رکھنے میں دلوں میں اختلاف پیدا ہوجانے کی وعید سنائی گئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں جو حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کا مالک اور فرمانروا ہی انسانوں کا اصل معبود ہے اور وہی درحقیقت معبود ہوسکتا ہے اور اسی کو معبود ہونا چاہئے۔ یہ بات سراسر عقل کے خلاف ہے کہ رب یعنی مالک، حاکم، مربی و پروردگار کوئی اور ہو اور عبادت کا مستحق یعنی الٰہ کوئی اور ہوجائے عبادت کا استحقاق پہنچتا ہی اس کو ہے جو کامل اقتدار رکھتا ہے اور کامل اقتدار کا مالک چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے وہی تنہا معبود حقیقی ہے۔ اس طرح سورۃ کی ابتدا توحید کے مضمون سے فرمائی گئی جو کہ قرآن پاک کا خاص الخاص موضوع دعوت ہے اور جس پر تمام مسئلوں سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اب آگے اسی وحدانیت کی دلیل دی گئی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ

ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے

اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾ اِلَّا مَنْ

اور وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دیدیئے جاتے ہیں اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگے

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ط

تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔ تو آپ ان سے پوچھئے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَاِذَا رَاَوْا

(کیونکہ) ہم نے ان لوگوں کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں

اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾

اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے

اِنَّا زَيَّنَّا بیشک ہم نے مزین کیا	السَّمَآءَ الدُّنْيَا آسمانِ دنیا	بِزِيْنَةِ زینت سے	ۨالْكَوَاكِبِ ستارے	وَحِفْظًا اور محفوظ کیا	مِنْ سے	كُلِّ شَيْطٰنٍ ہر شیطان	
مَارِدٍ سرکش	لَا يَسَّمَّعُوْنَ کان نہیں لگا سکتے	اِلَى طرف	الْمَلَاِ الْاَعْلٰى ملائے اعلیٰ	وَيُقْذَفُوْنَ اور مارے جاتے ہیں	مِنْ سے	كُلِّ جَانِبٍ ہر طرف	
دُحُوْرًا بھگانے کو	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ وَّاصِبٌ عذابِ دائمی	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	خَطِفَ لے بھاگا	الْخَطْفَةَ اُچک کر	فَاَتْبَعَهٗ تو اسکے پیچھے لگا
شِهَابٌ ثَاقِبٌ ایک انگارا دہکتا ہوا	فَاسْتَفْتِهِمْ پس ان سے پوچھیں	اَهُمْ کیا اُن	اَشَدُّ خَلْقًا زیادہ مشکل پیدا کرنا	اَمْ یا	مَنْ جو	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	
اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بیشک ہم نے پیدا کیا انہیں	مِنْ سے	طِيْنٍ لَّازِبٍ مٹی چپکتی ہوئی	بَلْ بلکہ	عَجِبْتَ آپ نے تعجب کیا	وَيَسْخَرُوْنَ اور وہ مذاق اڑاتے ہیں		
وَاِذَا اور جب	ذُكِّرُوْا نصیحت کی جائے	لَا يَذْكُرُوْنَ وہ نصیحت قبول نہیں کرتے	وَاِذَا اور جب	رَاَوْا وہ دیکھتے ہیں	اٰيَةً کوئی نشانی		
	يَسْتَسْخِرُوْنَ وہ ہنسی میں اڑا دیتے ہیں	وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا	اِنْ نہیں	هٰذَآ یہ	اِلَّا مگر۔ صرف	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ جادو کھلا	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی توحید کے بیان سے فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان کی چیزوں کا۔ اب آگے ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک دلیل دی جاتی ہے کہ نظر اوپر اٹھاؤ تو اندھیری رات میں یہ آسمان بے شمار ستاروں کی جگمگاہٹ سے دیکھنے والوں کو کیسا خوبصورت مزین اور پررونق معلوم ہوتا ہے۔ یہ دنیا کا آسمان ہے۔ دنیا کے معنی سب سے قریب کے ہیں۔ اس سے بلند تر آسمان اور بھی ہیں تو اس آسمان دنیا کو اللہ تعالیٰ نے تاروں سے کیسی زینت وآرائش دی۔ یہاں آیت میں کواکب یعنی ستاروں کے دو کام بتلائے گئے ایک تو آسمان کی زیب وزینت اور دوسرے شیاطین سے حفاظت یعنی بعض تاروں کے ذریعہ جو ٹوٹتے ہیں شیطانوں کو روکنے اور دفاع کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ سورۂ حجر چودھویں پارہ میں بھی یہی فرمایا گیا "بلاشبہ ہم نے آسمان میں بڑے ستارے بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے ان سے آراستہ کیا اور ہم نے اسے یعنی آسمان کو ہر شیطان مردود سے محفوظ کر دیا۔ ہاں مگر کوئی بات فرشتوں کی چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے

پیچھے ایک شہاب ثاقب یعنی روشن شعلہ ہو لیتا ہے"۔ ستاروں کے یہی دو کام یہاں آیت میں بھی بتلائے گئے۔ ایک تو زیب و زینت آسمان کی دوسرے شیاطین کا دفاع۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ فرشتوں کی عالم بالا میں کوئی بات وحی الٰہی کی سن آئیں۔ جب یہ شیاطین ایسا ارادہ کر کے اوپر آسمانوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو جس طرف سے جاتے ہیں ادھر ہی سے فرشتہ دھکے دے کر اور مار مار کر بھگا دیتے ہیں اور دنیا میں ہمیشہ ان پر یونہی مار پڑتی رہے گی اور آخرت کا دائمی عذاب الگ رہا۔ اور اس فرشتوں کی مار دھاڑ اور بھاگ دوڑ میں اگر شیاطین فرشتوں کی کوئی ایک آدھ بات اچک لائے اور کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے اور اس کو جلا کر پھونک دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عالم بالا کا انتظام اور وہاں کی بندش ایسی مضبوط ہے کہ کسی شیطان سرکش کا وہاں تک گزر نہیں اور وہ اس پر قادر نہیں کہ ملاءِ اعلیٰ یعنی گروہ ملائکہ کی باتیں سن سکے اور اس کی خبر دنیا میں لا کر کسی کو دے سکے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اس وقت عرب میں کہانت کا بڑا چرچا تھا۔ جگہ جگہ کاہن موجود تھے جو پیشین گوئیاں کرتے۔ غیب کی خبریں بتاتے اور لوگ اپنے اگلے پچھلے احوال دریافت کرنے کے لئے ان سے رجوع کرتے اور ان کاہنوں کا دعویٰ یہ تھا کہ جن اور شیاطین ان کے قبضہ میں ہیں اور وہ انہیں ہر طرح کی خبریں لا لا کر دیتے ہیں۔ ان حالات کی موجودگی میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر سرفراز ہوئے اور آپ نے قرآن مجید کی آیات سنانی شروع کیں جن میں پچھلے اور آئندہ کے پیش آنے والے حالات کی خبریں بھی دی گئیں اور ساتھ ہی آپ نے یہ بتایا کہ ایک فرشتہ یہ آیات میرے پاس لاتا ہے تو منکرین و مکذبین نے آپ کو کاہن کہنا شروع کر دیا کہ ان کا تعلق بھی دوسرے کاہنوں کی طرح کسی جن یا شیطان سے ہے جو عالم بالا سے کچھ خبریں ان کے پاس لاتا ہے اور یہ اسے وحی الٰہی بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ تو اس الزام کے رد میں بھی یہاں یہ حقیقت ظاہر فرمائی گئی شیاطین کی تو رسائی ہی عالم بالا تک نہیں ہو سکتی اور وہ اس پر قادر ہی نہیں کہ آسمان پر جا کر ملائکہ کی باتیں سن سکیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو مزین اور محفوظ بنایا ہے اور یہ دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی اور تمام انتظامات و تصرفات اس کے دست قدرت میں ہونے کی اور اس طرح اس کے واحد ہونے کی۔ اب اثبات توحید کے بعد آگے اثبات بعث بعد الموت کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو قیامت کو نہیں مانتے اور اپنے دوبارہ پیدا کئے جانے کو تسلیم نہیں کرتے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ آسمان، زمین، ستارے، فرشتے، جنات و شیاطین وغیرہ ساری مخلوقات بنائی ہے تو ان کا بنانا زیادہ مشکل ہے یا ان منکرین کا پیدا کرنا۔ یقیناً اتنی بڑی بڑی چیزیں بنانے کے مقابلہ میں انسان کا بنا دینا کچھ مشکل نہیں اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں انسان اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو ایک لیس دار چپکتے ہوئے گارے سے بنا کر تیار کر دیا اور پھر اس میں روح ڈال دی تو کیا اسی طرح دوبارہ مٹی سے انسانوں کو پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ یقین کرو کہ ضرور ایسا کیا جائے گا اور اللہ کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تو ان منکرین پر تعجب ہوتا ہے کہ ایسی صاف باتیں کیوں نہیں سمجھتے اور وہ تمسخر کرتے ہیں کہ یہ کس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ آخر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین نصیحت سن کر غور و فکر نہیں کرتے اور جو معجزات و نشانات دیکھتے ہیں تو بجائے اس کے کہ ان سے نصیحت حاصل کریں انہیں جادو کہہ کر ہنسی میں اڑا دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں آسمانوں، ستاروں اور شہاب ثاقب کا تذکرہ کرنے سے ایک مقصد تو توحید کا اثبات ہے اور وہ اس طرح کہ جس ذات عالی نے تنہا اپنی قدرت سے ایسے زبردست آفاقی انتظام کئے ہوئے ہیں وہی لائق عبادت و بندگی بھی ہے۔

دوسرے مشرکین کے باطل عقائد کی تردید بھی ہوگئی کہ جو شیاطین کو دیوی دیوتا یا معبود قرار دیتے ہیں اور یہاں جتلا دیا گیا کہ یہ شیاطین تو ایک مردود و مقہور مخلوق ہیں ان کو خدائی سے کیا واسطہ۔

اس کے علاوہ اسی مضمون میں ان مشرکین کی بھی تردید ہوگئی جو قرآن کریم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کو کاہنوں کی کہانت سے تعبیر کرتے تھے اور معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کاہن ہونے کا الزام لگاتے تھے۔ تو یہاں یہ بتلا دیا گیا کہ شیاطین کی عالم بالا تک رسائی ممکن ہی نہیں اور وہ غیب کی سچی خبریں سن ہی نہیں سکتے تو وہ کاہنوں کو غیب کی خبریں کیسے لا کر دے سکتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہانت کا الزام معاندین کیسے چسپاں کرتے ہیں۔

آگے مر کر دوبارہ زندہ نہ ہونے کے متعلق منکرین کا قول نقل فرما کر اس کا رد کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۱۷﴾ قُلۡ نَعَمۡ وَاَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

(کیونکہ) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہو گے) اور تم ذلیل بھی ہو گے۔

فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوۡا يٰوَيۡلَنَا هٰذَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوۡمُ

پس قیامت تو بس ایک للکار ہوگی سو سب یکا یک دیکھنے بھالنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کمبختی یہ تو وہی روز جزا (معلوم ہوتا) ہے۔ (ارشاد ہوگا کہ ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے

الۡفَصۡلِ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۱﴾ اُحۡشُرُوا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا وَاَزۡوَاجَهُمۡ وَمَا كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۲﴾

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے جمع کر لو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَاهۡدُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوۡهُمۡ اِنَّهُمۡ مَّسۡـُٔوۡلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمۡ

پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ بتلاؤ اور (اچھا) ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جاویگا کہ اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی

لَا تَنَاصَرُوۡنَ ﴿۲۵﴾ بَلۡ هُمُ الۡيَوۡمَ مُسۡتَسۡلِمُوۡنَ ﴿۲۶﴾

مدد نہیں کرتے بلکہ وہ سب کے سب اس روز سر افگندہ (کھڑے) ہونگے

ءَاِذَا کیا جب	مِتۡنَا ہم مر گئے	وَكُنَّا اور ہم ہو گئے	تُرَابًا مٹی	وَّعِظَامًا اور ہڈیاں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ پھر اٹھائے جائیں گے	اَوَ کیا
اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ہمارے باپ دادا پہلے	قُلۡ فرمادیں	نَعَمۡ ہاں	وَاَنۡتُمۡ اور تم	دَاخِرُوۡنَ ذلیل وخوار	فَاِنَّمَا هِىَ پس اس کے سوا نہیں وہ	زَجۡرَةٌ للکار	
وَّاحِدَةٌ ایک	فَاِذَا پس ناگہاں	هُمۡ وہ	يَنۡظُرُوۡنَ دیکھنے لگیں گے	وَقَالُوۡا اور وہ کہیں گے	يٰوَيۡلَنَا ہائے ہماری خرابی	هٰذَا یہ	يَوۡمُ الدِّيۡنِ بدلے کا دن
هٰذَا یہ	يَوۡمُ الۡفَصۡلِ فیصلے کا دن	الَّذِىۡ وہ جس	كُنۡتُمۡ تم تھے	بِهٖ اس کو	تُكَذِّبُوۡنَ جھٹلاتے	اُحۡشُرُوا تم جمع کرو	الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا وہ جنہوں نے ظلم کیا (ظالم)
وَاَزۡوَاجَهُمۡ اور ان کے جوڑے (ساتھی)	وَمَا اور جس	كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ وہ پرستش کرتے تھے	مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	فَاهۡدُوۡهُمۡ پس تم ان کو دکھاؤ			
اِلٰى طرف	صِرَاطِ راستہ	الۡجَحِيۡمِ جہنم	وَقِفُوۡهُمۡ اور ٹھہراؤ ان کو	اِنَّهُمۡ بیشک وہ	مَّسۡـُٔوۡلُوۡنَ ان سے پرسش ہوگی	مَا لَكُمۡ کیا ہوا تمہیں	
	لَا تَنَاصَرُوۡنَ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے	بَلۡ هُمۡ بلکہ وہ	الۡيَوۡمَ آج	مُسۡتَسۡلِمُوۡنَ سر جھکائے فرمانبردار			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین قیامت و مکذبین آخرت کا ذکر ہوا تھا کہ جب ان کو قرآن کے ذریعہ سے آخرت و قیامت اور وہاں کی جزا و سزا کے متعلق بتلایا اور سمجھایا جاتا ہے تو ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور اللہ کے رسول کی باتوں کو ہنسی اور مذاق میں ٹال دیتے ہیں اب آگے انہی منکرین و مکذبین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور تمہارے اعمال کی بابت تم سے باز پرس ہوگی اور اس کی جزا و سزا تم کو بھگتنا ہوگی تو یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد تو ہم مٹی ہو جائیں گے۔ بدن گل سڑ کر خاک میں مل جائے گا۔ شاید ہڈیاں کچھ روز رہیں۔ پھر ہمارے باپ دادا کو مرے ہوئے مدتیں گزر گئیں۔ ان کی تو ہڈیوں تک کا بھی نشان نہ رہا ہوگا۔ تو ہم کس طرح مان لیں کہ ہمارا اور ہمارے باپ دادا کے بدن مٹی ہو جانے کے بعد پھر بن جائیں گے اور سب از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے؟ ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین ہوتی ہے کہ آپ ان منکرین سے

کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا مرنے کے بعد سارے انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس لئے تم بھی ضرور اٹھائے جاؤ گے اور یہ بھی یاد رکھو کہ آج جو اس بات کا انکار کر رہے ہیں اس وقت دوسری زندگی میں ذلیل ورسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتیں گے۔اب رہا یہ سوال کہ دوبارہ زندہ ہونا ہوگا کس طرح؟ اس کی بابت بتلایا جاتا ہے کہ صور کی آواز سے سب کو جھنجوڑ دیا جائے گا۔ایک جھڑکی سب کو زندہ کرنے کے لئے کافی ہوگی۔سنتے ہی سب جہاں کہیں بھی ہوں گے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرت ودہشت سے ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے کہ یہ کیسی آواز تھی کہ جس نے ہمیں اٹھا کر کھڑا کر دیا۔آگے قیامت کے دن کفار کا اپنے تئیں ملامت کرنا پچھتانا اور حسرت وافسوس کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادم ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور وحشت انگیز امور کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے کمبختی یہ تو وہی دن آ پہنچا جس کی خبر ہمیں دنیا میں اللہ کے رسولؐ دیا کرتے تھے اور ہم جس کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔افسوس ہمارے حال پر آج ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ بالکل سچ کہتے تھے اس پر ارشاد ہوگا کہ ہاں یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے اور سچا نہ مانتے تھے۔ اسی دن کے لئے تو ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجے تھے کہ ہمارا پیغام تم تک پہنچا دیں اور ڈرا دیں کہ اگر ہمارے رسول اور ہماری کتاب کے کہنے پر نہ چلے تو تمہارا برا حشر ہوگا۔تمہیں چاہئے تھا کہ دنیا ہی میں قیامت پر ایمان لے آتے۔ آج جب وہ تمہارے سر پر آ ہی گئی تب تمہاری آنکھیں کھلی ہیں۔اس کے بعد فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان ظالموں کافروں اور بے ایمانوں کو اور ان کے ساتھیوں اور جھوٹے معبودوں کو اکٹھا جمع کرو اور دوزخ کی طرف ہانک کر لے جاؤ۔یہاں آیت میں احشروا الذین ظلموا وازواجھم وماکانوا یعبدون من دون اللہ فرمایا یعنی جمع کر لو سب ظالموں اور ان کی ازواج کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ خدا کو چھوڑ کر بندگی کیا کرتے تھے۔تو یہاں لفظ ازواج استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد ان کی وہ بیویاں بھی ہو سکتی ہیں جو کفر وشرک میں ان کی رفیق تھیں اور اس سے وہ سب لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں جو انہی کی طرح باغی۔نافرمان اور سرکش تھے اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک قسم کے مجرم و ظالم الگ الگ جتھوں کی شکل میں جمع کئے جائیں مثلاً زانی زانیوں کے ساتھ سود خوار سود خواروں کے ساتھ شرابی شرابیوں کے ساتھ بت پرستوں کو بت پرستوں کے ساتھ وغیرہ وغیرہ پھر اس جگہ جو ان ظالموں کے ساتھ ان کے معبودوں کو بھی جمع کرنے کا حکم دیا گیا تو یہاں معبودوں سے مراد دو قسم کے معبود ہیں۔ایک تو وہ جن وانس وشیاطین جن کی اپنی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی بندگی کریں۔دوسرے وہ بت و صنم اور شجر وحجر وغیرہ جن کی پرستش کفار ومشرکین دنیا میں کرتے تھے۔ان میں سے پہلی قسم کے معبود تو خود مجرمین میں شامل ہوں گے اور انہیں سزا کے طور پر جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا اور دوسری قسم کے معبود اپنے پرستاروں کے ساتھ اس لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے کہ وہ انہیں دیکھ کر ہر وقت شرمندگی محسوس کریں اور اپنی حماقت پر حسرت وافسوس کریں ۔آگے ارشاد ہے کہ دوزخ کی طرف لے جانے کے حکم کے بعد فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ان کو ذرا ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔چنانچہ ان سے یہ سوال ہوگا کہ آج تمہیں کیا ہو گیا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔فرشتے تمہیں گرفتار کئے ہوئے ہیں اور ہر ایک کان دبائے گرفتار ہے۔کوئی کسی کی مدد کو نہیں بڑھتا دنیا میں تو تم اپنے مددگاروں اور ساتھیوں کے بل پر بہت کودتے تھے اور فوراً ایک دوسرے کی مدد کو تیار ہو جاتے تھے آج کیا ہوا کہ خاموش سر جھکائے کھڑے ہو۔کسی میں ہمت نہیں کہ اپنے ساتھی کی مدد کر سکے۔ یہ خطاب بتلا رہا ہے کہ اس وقت بڑے بڑے ہیکڑ مجرمین کے کس اور بل نکل چکے ہوں گے اور کسی مزاحمت کے بغیر وہ کان دبائے جہنم کی طرف جا رہے ہوں گے۔تو اس حالت کا نقشہ کھینچ کر یہاں یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ دنیا میں جو لوگ گمراہی کا شکار ہیں اور ساتھ ہی ہمچو ما دیگرے نیست کے غرور میں مبتلا ہیں وہاں ان کا تکبر کس طرح خاک میں مل جائے گا اور کیسی ذلت ورسوائی ان کو نصیب ہوگی۔اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کی ذلت ورسوائی سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔

اب آگے بتلایا جاتا ہے کہ بجائے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے باہم ان ظالموں میں تنافر اور تنازع ہوگا اور باہم ایک دوسرے کو ملزم گردانیں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۲۷ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۝۲۸ قَالُوْا

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے (چنانچہ) تابعین کہینگے کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی

بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۲۹ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝۳۰ فَحَقَّ

متبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے سو ہم سب پر ہی

عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۝۳۱ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝۳۲ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ

ہمارے رب کی یہ (ازلی) بات تحقیق ہوچکی تھی کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے تو ہم نے تم کو بہکایا ہم خود بھی گمراہ تھے تو وہ سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک رہیں گے

مُشْتَرِكُوْنَ ۝۳۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۳۴ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۳۵ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝۳۶ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ

تو تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑدیں گے۔ بلکہ ایک سچا دین لے کر آئے ہیں

وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۷ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝۳۸ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں تم سب کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا اور تم کو اُسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے

تَعْمَلُوْنَ ۝۳۹ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۴۰

ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں۔

وَاَقْبَلَ اور رُخ کریگا	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	عَلٰى بَعْضٍ بعض پر دوسرے کی طرف	يَّتَسَآءَلُوْنَ باہم سوال کرتے ہوئے	قَالُوْٓا وہ کہیں گے					
اِنَّكُمْ بیشک تم	كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا تم ہم پر آئے تھے	عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلْ بلکہ	لَّمْ تَكُوْنُوْا تم نہ تھے	مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے			
وَمَا اور نہ	كَانَ تھا	لَنَا ہمارا	عَلَيْكُمْ تم پر	مِّنْ سُلْطٰنٍ کوئی زور	بَلْ بلکہ	كُنْتُمْ تم تھے	قَوْمًا ایک قوم	طٰغِيْنَ سرکش	فَحَقَّ پس ثابت ہوگئی
عَلَيْنَا ہم پر	قَوْلُ بات	رَبِّنَآ ہمارا رب	اِنَّا بیشک ہم	لَذَآئِقُوْنَ البتہ چکھنے والے	فَاَغْوَيْنٰكُمْ پس ہم نے بہکایا تمہیں	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	غٰوِيْنَ گمراہ		
فَاِنَّهُمْ پس بیشک وہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	فِي الْعَذَابِ عذاب میں	مُشْتَرِكُوْنَ مشترک (شریک)	اِنَّا بیشک ہم	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَفْعَلُ کرتے ہیں			
بِالْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کے ساتھ	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	اِذَا جب	قِيْلَ کہا جاتا	لَهُمْ ان کو	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا	
يَسْتَكْبِرُوْنَ وہ تکبر کرتے تھے	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	اَئِنَّا کیا ہم	لَتَارِكُوْٓا چھوڑدینے والے	اٰلِهَتِنَا اپنے معبود	لِشَاعِرٍ ایک شاعر کی خاطر				
مَّجْنُوْنٍ دیوانے	بَلْ بلکہ	جَآءَ وہ آئے	بِالْحَقِّ حق کیساتھ	وَصَدَّقَ اور تصدیق کی	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کی	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَذَآئِقُوا ضرور چکھنے والے		

الْعَذَابِ عذاب	الْاَلِيْمِ دردناک	وَمَا تُجْزَوْنَ اور تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا	اِلَّا مگر	مَا جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	اِلَّا مگر
عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے ہوئے					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین قیامت اور مکذبین آخرت کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ جب قیامت قائم ہوگی اور یوم محشر ہوگا اور صور پھونکنے پر سب دوبارہ زندہ ہوکر کھڑے ہوجائیں گے تو اس وقت انہیں حسرت وافسوس ہوگا کہ یہ تو وہی روز جزا اور فیصلہ کا دن آ گیا جس کا ہم زندگی میں انکار کیا کرتے تھے۔ پھر فرشتے ایسے تمام مجرمین کو جمع کرلیں گے اور ان کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا۔ اس وقت ان مجرمین اور کفار و مشرکین میں باہم سوال و جواب ہوں گے اور ایک دوسرے پر گمراہی کا الزام ڈالیں گے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگیں گے کمزور اور چھوٹے بڑوں اور زبردستوں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑا۔ یہ تمہیں ہو جو دنیا میں بڑے زور سے ہم پر چڑھے چلے آتے تھے اور زور دے دے کر ہمیں بھلی باتوں سے روکتے اور برے کاموں کے کرنے کو کہا کرتے تھے۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار بن جاتے۔ جب بڑے چھوٹوں کا یہ الزام اور لعن طعن سنیں گے تو جواب دیں گے کہ تم ہمیں کوئی الزام نہیں دے سکتے۔ ایمان لانا نہ لانا تمہارا اپنا کام تھا۔ تم خود ہی بے ایمان تھے۔ ہم نے کیا کیا۔ ہمارا تم پر ایسا زور تو نہ تھا کہ جو تمہارے دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے۔ تمہارے دل پر ہمیں اختیار نہ تھا کہ ہم جدھر چاہتے اسے موڑ دیتے۔ یہ تو تم خود ہی بدطینت اور سرکش واقع ہوئے تھے کہ ہمارے اشاروں پر چل پڑے اور ہمارے بہکانے میں آ گئے۔ اگر عقل و فہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ آخر دنیا میں ہم ہی تو صرف نہ تھے اچھی باتوں کے سمجھانے والے بھی تو موجود تھے۔ تم نے ان کا سمجھانا کیوں نہ مانا۔ اگر فرض کرو ہم تمہیں زور وشور سے بہکا رہے تھے تو وہ بھی تو پورے خلوص اور خیرخواہی کے جذبہ سے تمہیں سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے تھے۔ پھر کیوں تم نے ان کی نہ سنی اور ہماری سن لی ہم تو ظاہر ہے خود گمراہ تھے اور ایک گمراہ سے بجز گمراہی کی طرف بلانے کے اور کیا توقع ہوسکتی ہے ہم نے وہی کیا جو ہمارے حال کے مناسب تھا لیکن تمہیں کیا مصیبت نے گھیرا تھا کہ جو تم ہمارے چکموں میں آ گئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تم خود ہی بدباطن ظالم اور بے انصاف تھے۔ اگر تم خود دل سے برائی کی طرف مائل نہ ہوتے تو اچھوں کی سنتے اور بروں کو دھتا بتاتے۔ اب ہمیں الزام دینے سے کیا فائدہ۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی۔ ہمارے رب نے جو اچھے اور بروں کے لئے فیصلہ کر رکھے تھے اور جزا و سزا کے جو احکام جاری کر رکھے تھے آج وہ پورے ہوکر رہیں گے اور ہم سب کو اپنی اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں اور غلط کاریوں کا مزہ چکھنا ہے۔ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ جیسے جرم میں شریک تھے اور ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور نافرمانوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں آگے ان کے جرم کا بیان ہے کہ جب ہمارے رسول نے ان سے کہا لا الٰہ الا اللہ کہو تو انہیں تکبر نے یہ نہ کہنے دیا یعنی توحید کے بھی منکر تھے اور رسالت کے بھی اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیں گے (العیاذ باللہ) حق تعالیٰ منکرین کے اس قول کی تردید میں آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے رسول تو بالکل سچے ہیں۔ سچ لے کر آئے ہیں ساری

21 شریعت سراسر حق ہے یہ گذشتہ رسولوں کو بھی سچا مانتے ہیں اور ان رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں ان کے صحیح مصداق آپ ہی ہیں۔ اس انکار توحید اور ان گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کر رہے ہو اور اس پر اے منکرین تم سب تابع اور متبوع کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہاں جو اللہ کے خاص بندے صاحب ایمان اور حق کا اتباع کرنے والے ہیں وہ عنایات ونوازش وکرم سے نوازے جائیں گے۔

یہاں جو آیات میں تابعین ومتبوعین منکرین ومکذبین کے متعلق یہ فرمایا گیا **فانھم یومئذ فی العذاب مشترکون** پس وہ سب کے سب اس روز عذاب میں شریک رہیں گے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو ناجائز کام کی دعوت دے اور اسے گناہ پر آمادہ کرنے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے تو اسے دعوت گناہ کا عذاب تو بے شک ہوگا لیکن جس شخص نے اس کی دعوت کو اپنے اختیار سے قبول کرلیا وہ بھی اپنے عمل کے گناہ سے بری نہیں ہوسکتا وہ آخرت میں یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں پا سکتا کہ مجھے تو فلاں شخص نے گمراہ کیا تھا ہاں اگر اس نے گناہ کا ارتکاب اپنے اختیار سے نہ کیا ہو بلکہ جبر واکراہ کی حالت میں اپنی جان بچانے کے لئے کرلیا ہو تو ایسی حالت میں اس کی معافی کی امید ہے۔ (معارف القرآن جلد ۷ ص ۴۳۲)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت کی ندامت وشرمندگی سے ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں کو سب کو ہدایت سے نواز دیجئے اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی گمراہی سے ہم سب کو بچا لیجئے۔

یا اللہ مجرمین کے گروہ سے ہمیں دنیا میں بھی علیحدہ رکھئے اور آخرت میں بھی علیحدہ رکھئے اور ہمیں اپنے مخلصین ایماندار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ۝٤١ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ۝٤٢ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝٤٣ عَلَىٰ

اُن کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری سورتوں میں) معلوم (ہو چکا) ہے یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ۝٤٤ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝٤٥ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ ۝٤٦ لَا فِيهَا

ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائیگا۔ سفید ہوگی۔ پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی نہ اُس میں

غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ۝٤٧ وَعِندَهُمْ قَٰصِرَٰتُ الطَّرْفِ عِينٌ ۝٤٨ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ۝٤٩

دردِ سر ہوگا اور نہ اُس سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہونگی گویا وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ ۝٥٠ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۝٥١

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا

يَقُولُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۝٥٢ أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَٰمًا أَءِنَّا لَمَدِينُونَ ۝٥٣ قَالَ هَلْ

وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مرجاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاویں گے تو کیا ہم جزا وسزا دیئے جاویں گے ارشاد ہوگا کہ کیا تم

أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ۝٥٤ فَاطَّلَعَ فَرَءَاهُ فِي سَوَآءِ الْجَحِيمِ ۝٥٥ قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ۝٥٦ وَلَوْلَا

جھانک کر (اُس کو) دیکھنا چاہتے ہو سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا اور اگر

نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝٥٧ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۝٥٨ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ

میرے رب کا (مجھ پر) فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا کیا ہم بجز پہلی بار کے مرچکنے کے اب نہیں مریں گے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا

بِمُعَذَّبِينَ ۝٥٩ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝٦٠ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَٰمِلُونَ ۝٦١

یہ بے شک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے

أُولَٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	رِزْقٌ مَّعْلُومٌ رزق معلوم	فَوَاكِهُ میوے	وَهُمْ اور وہ	مُّكْرَمُونَ اعزاز والے ہوں گے	فِي میں	
جَنَّاتِ النَّعِيمِ نعمت کے باغات	عَلَىٰ پر	سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ (جمع)	تخت آمنے سامنے	يُطَافُ دورہ ہوگا	عَلَيْهِمْ ان پر۔ انکے آگے	بِكَأْسٍ جام	
مِّن سے۔ کا	مَّعِينٍ بہتا ہوا مشروب	بَيْضَآءَ سفید	لَذَّةٍ لذت	لِّلشَّٰرِبِينَ پینے والوں کیلئے	لَا فِيهَا نہ اس میں	غَوْلٌ خرابی (دردِ سر)	وَ اور
لَا هُمْ نہ وہ	عَنْهَا اس سے	يُنزَفُونَ بہکی باتیں کریں گے	وَعِندَهُمْ اور انکے پاس	قَٰصِرَٰتُ الطَّرْفِ نیچی نگاہوں والیاں	عِينٌ بڑی آنکھوں والیاں		
كَأَنَّهُنَّ گویا وہ	بَيْضٌ انڈے	مَّكْنُونٌ پوشیدہ رکھے ہوئے	فَأَقْبَلَ پس رخ کریگا	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض ایک	عَلَىٰ بَعْضٍ بعض پر (دوسرے کی طرف)		
يَتَسَآءَلُونَ باہم سوال کرتے ہوئے	قَالَ کہے گا	قَآئِلٌ ایک کہنے والا	مِّنْهُمْ ان میں سے	إِنِّي بیشک میں	كَانَ تھا	لِي میرا	قَرِينٌ ایک ہم نشین

يَقُوْلُ وہ کہتا تھا	اَئِنَّكَ کیا تو	لَمِنَ سے	الْمُصَدِّقِيْنَ سچ جاننے والے	ءَاِذَا کیا جب	مِتْنَا ہم مرگئے	وَكُنَّا اور ہو گئے	تُرَابًا مٹی	وَّعِظَامًا اور ہڈیاں
ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَدِيْنُوْنَ البتہ بدلہ دیے جائیں گے	قَالَ وہ کہنے لگا	هَلْ کیا	اَنْتُمْ تم	مُّطَّلِعُوْنَ جھانکنے والے ہو	فَاطَّلَعَ تو وہ جھانکے گا	فَرَاٰهُ تو اسے دیکھے گا	
فِيْ میں	سَوَآءِ درمیان	الْجَحِيْمِ دوزخ	قَالَ وہ کہے گا	تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	اِنْ كِدْتَّ تو قریب تھا	لَتُرْدِيْنِ کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالے	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ
نِعْمَةُ نعمت	رَبِّيْ میرا رب	لَكُنْتُ تو میں ضرور ہوتا	مِنَ سے	الْمُحْضَرِيْنَ حاضر کیے جانے والے	اَفَمَا نَحْنُ کیا پس نہیں ہم	بِمَيِّتِيْنَ مرنے والوں میں سے		
اِلَّا سوائے	مَوْتَتَنَا ہماری موت	الْاُوْلٰى پہلی	وَ اور	مَا نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُعَذَّبِيْنَ عذاب دیئے جانیوالوں میں سے	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ
لَهُوَ البتہ وہ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کامیابی عظیم	لِمِثْلِ هٰذَا اس جیسی (نعمت) کیلئے	فَلْيَعْمَلِ پس چاہیے ضرور عمل کریں	الْعٰمِلُوْنَ عمل کرنیوالے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار و منکرین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں یہ مجرمین ایک دوسرے پر لعنت ملامت کریں گے چھوٹے بڑوں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم گمراہ ہوئے بڑے چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ تم اپنے اختیار سے اپنی بدعقلی سے گمراہ ہوئے۔تم نے کیوں ہمارا کہنا مانا اور سیدھے راستہ پر بلانے والوں کا کہنا کیوں نہ سنا۔اپنی گمراہی کے تم خود ذمہ دار ہو۔ الغرض چھوٹے ہوں یا بڑے تابع ہوں یا متبوع جیسے دنیا میں جرم میں شریک تھے ایسے ہی درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے اور اپنے دنیا کی کرتوتوں کی بنا پر وہاں عذاب جہنم بھگتیں گے یہ تو قیامت میں انجام ہوگا کفار و مشرکین کا۔اب ان کے مقابلہ میں جو صاحب ایمان اور اللہ کے مخلص بندے ہوں گے ان کا حال ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے کہ ان پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوگا۔ان کو کھانے پینے کی چیزیں ملیں گی جن کی پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے ہاں کچھ مختصر سی بندوں کو بھی بتلا دی ہے۔نہایت نفیس قسم کے عجیب و غریب میوے کھانے کو ملیں گے جن سے جنتی لذت اندوز ہوں گے۔

امام المفسرین امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ جنت میں جنتی غذائیں جنتیوں کو دی جائیں گی وہ سب لذت بخشنے کے لئے دی جائیں گی بھوک کی حاجت رفع کرنے کے لئے نہیں اس لئے کہ جنت میں جنتی کو بھوک پیاس کی حاجت نہ ہوگی وہاں اسے اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لئے غذا کی ضرورت نہ ہوگی۔ہاں خواہش ہوگی اور اس خواہش کے پورا ہونے سے لذت حاصل ہوگی۔اور جنت کی تمام نعمتوں کا مقصد لذت عطا کرنا ہوگا اور اس کی عزت و خاطر داری کی جائے گی اور نہ معلوم کیا کیا اعزاز و اکرام ہوں گے۔دل کو مسرور کرنے والے سرسبز باغوں کے اندر شاندار تخت بچھے ہوں گے اور وہ ان پر آرام سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔پاکیزہ اور ستھرے خدام شراب طہور سے بھرے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے ان کے سامنے پھر رہے ہوں گے اور یہ شراب یعنی پینے کی چیز ایک عجیب قسم کی ہوگی۔بہتے ہوئے چشموں میں سے لی جائے گی۔سفید رنگ کی صاف شفاف ہوگی۔پینے والے جب اس کو پئیں گے تو اس میں سرور ہی سرور۔لذت ہی لذت اور لطافت ہی لطافت ہوگی۔دنیا کی شراب کی طرح نشہ خمار دوران سر وغیرہ ساری تکلیف و کیفیت سے وہ شراب طہور یکسر خالی ہوگی یعنی دنیا کی شراب میں جو بہت سی خرابیاں ہیں جیسے بیہوشی، عقل جاتی رہنا، درد شکم، درد سر، پیشاب کی زیادتی، قے، متلی، بدن ٹوٹنا، پاگلوں کی سی حرکت کرنا۔جنت کی پاک شراب میں ایسی کوئی خرابی نہ ہوگی۔پھر ان کے لئے پاک صاف بیویاں یعنی جنت کی حوریں جن کی شرمیلی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔ان کا رنگ صاف شفاف ہوگا جیسا کہ پر کے نیچے چھپے ہوئے انڈے کہ وہ گرد و غبار اور داغ سے بالکل محفوظ ہوتے ہیں۔پھر جب یہ جنتی آرام سے مسندوں پر بیٹھے ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہوں گے اس وقت اپنے بعض دنیا کے گذشتہ حالات کا مذاکرہ کریں گے۔ ایک جنتی اپنے ہم مجلسوں سے کہے گا کہ مجھے اس وقت ایک شخص یاد آیا جو دنیا میں میرا ساتھی اور ملاقاتی تھا اور جو مجھے آخرت پر یقین

رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا تھا اور مجھے احمق بنایا کرتا تھا اور مجھ سے کہا کرتا تھا کہ تم ایسے نادان ہو گئے کہ آخرت پر یقین رکھتے ہو اور مر کر پھر دوبارہ جی اٹھنے اور جزا وسزا کو سچی بات سمجھتے ہو۔ تمہاری عقل کو کیا ہوا۔ تم اتنا نہیں سوچتے کہ جب آدمی مر گیا اور اس کا بدن مٹ مٹا کر مٹی میں مل گیا۔ کچھ تھوڑی سی ہڈیاں رہ گئیں پھر وہ بھی مٹی میں پڑے پڑے گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ پھر اسے زندہ کر کے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے اٹھایا جائے گا۔ ایسی بے تکی باتوں پر کون یقین کر سکتا ہے۔ تو میرا وہ ساتھی جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا منکر تھا ضرور دوزخ میں گیا ہوگا۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اے اہل جنت کیا تم جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو اگر چاہو تو تم کو اجازت ہے سو وہ شخص جس نے اپنے ملاقاتی کا قصہ بیان کیا تھا اس کو اپنے ملاقاتی کا حال دکھلایا جائے گا کہ وہ ٹھیک بیچ جہنم میں آگ میں پڑا ہوا ہے یہ حال دیکھ کر اس جنتی کو عبرت ہوگی اور اسے اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان یاد آئے گا اور اس ملاقاتی سے جو جہنم میں نظر آئے گا کہے گا کمبخت تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا یہ تو اللہ کے فضل واحسان نے میری دستگیری فرمائی تھی جو مجھے اس مصیبت سے بچا لیا اور میرا قدم راہ ایمان سے ڈگنے نہ دیا اور مجھ کو خدا نے صحیح اعتقاد پر قائم رکھا ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا ہوتا اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔ اس وقت وہ جنتی فرط مسرت سے اپنے دوسرے یاران جلسہ اہل جنت سے کہے گا کیا یہ واقعہ نہیں کہ اس پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آ چکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف وعذاب کی طرف جانا ہے خدا تعالیٰ کے فضل ورحمت سے انہی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے اس پر حق تعالیٰ کا آگے ارشاد ہے کہ اے سامعین جو کچھ جنت کی جسمانی وروحانی نعمتوں کا ذکر ہوا یہ بے شک بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا چاہئے۔

یہاں ان آیات میں اہل جنت کے عمومی حالات کے بیان میں جو ایک جنتی کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا کہ وہ جنت میں اپنے دنیا کے ایک کافر ساتھی اور ملاقاتی کو یاد کرے گا جو دنیا میں آخرت اور حشر و نشر جزا وسزا کا منکر تھا اور یہ خیال کر کے کہ وہ آخرت کا منکر ہونے کی وجہ سے ضرور جہنم میں گیا ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے وہ جنتی اس کافر دنیا کے ساتھی کو جہنم کے بیچ میں پڑا ہوا دیکھے گا اور اس کافر سے اس جنتی کی گفتگو ہوگی۔ جو ان آیات میں نقل فرمائی گئی تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ اور اس جنتی اور دوزخی کے درمیان گفتگو کو ذکر کرنے سے قرآن حکیم کا اصل منشا لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ ہر شخص دنیا میں اپنے دوستوں اور ساتھیوں کا بڑی احتیاط اور فکر کے ساتھ جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ اس کے ساتھیوں اور دوستوں اور ملاقاتیوں میں کوئی ایسا تو نہیں ہے کہ جس کی دوستی دوزخ کے انجام کی طرف لے جانے والی ہو۔ دنیا میں بری صحبت سے جو آخرت کی تباہی و بربادی آ سکتی ہے اس کا صحیح اندازہ تو آخرت ہی میں ہوگا اور اس وقت اس تباہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا اس لئے دنیا ہی میں دوستی اور تعلقات بہت دیکھ بھال کر قائم کرنے چاہئیں۔ بسا اوقات کسی کافر یا نافرمان شخص سے دوستی کے تعلقات قائم کرنے کے بعد انسان غیر محسوس طریقہ پر اس کے افکار ونظریات اور عقائد اور خیالات اور طرز زندگی سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ چیز آخرت کے انجام کے لئے نہایت خطرناک ثابت ہوگی۔ اسی لئے بری صحبت سے بچنے اور اچھی صحبت اختیار کرنے کی تعلیم وتاکید قرآن وحدیث میں نہایت تاکید کے ساتھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں اپنے محبین اور مخلصین ومقبولین کی صحبت اور ان سے تعلق نصیب فرمائیں اور بری صحبت اور فجار فساق بے دینوں کی دوستی سے بچنا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض ان آیات میں تو جنتیوں کی مہمانی اور اعزاز واکرام کا ذکر تھا اب آگے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سنایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ

بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت ہم نے اس درخت کو ظالموں کیلئے موجب امتحان بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے

فِيْٓ أَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ

اُس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن تو وہ لوگ اُس سے کھاویں گے اور اُسی سے پیٹ بھریں گے

مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾

پھر اُن کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جاوے گا پھر اخیر ٹھکانہ اُن کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا

إِنَّهُمْ أَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾

کیونکہ انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا پھر یہ بھی انہیں کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے اور اُن سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہوچکے ہیں

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾

اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے سو دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے تھے

أَذٰلِكَ کیا یہ	خَيْرٌ بہتر	نُزُلًا ضیافت	أَمْ یا	شَجَرَةُ الزَّقُّومِ درخت تھوہر	إِنَّا بیشک ہم	جَعَلْنٰهَا ہم نے اس کو بنایا	فِتْنَةً ایک آزمائش		
لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	إِنَّهَا بیشک وہ	شَجَرَةٌ ایک درخت	تَخْرُجُ وہ نکلتا ہے	فِيْ میں	أَصْلِ جڑ	الْجَحِيْمِ جہنم	طَلْعُهَا اس کا خوشہ		
كَأَنَّهٗ گویا کہ وہ	رُءُوْسُ سر	الشَّيٰطِيْنِ شیطانوں	فَإِنَّهُمْ پس بیشک وہ	لَاٰكِلُوْنَ کھانے والے ہیں	مِنْهَا اس سے	فَمَالِئُوْنَ سو بھرنے والے			
مِنْهَا اس سے	الْبُطُوْنَ پیٹ	ثُمَّ پھر	إِنَّ بیشک	لَهُمْ ان کیلئے	عَلَيْهَا اس پر	لَشَوْبًا ملا ملا کر	مِنْ سے	حَمِيْمٍ کھولتا ہوا پانی	ثُمَّ پھر
إِنَّ بیشک	مَرْجِعَهُمْ ان کی بازگشت	لَ البتہ	إِلَى طرف	الْجَحِيْمِ جہنم	إِنَّهُمْ بیشک ان	أَلْفَوْا انہوں نے پایا	اٰبَآءَهُمْ اپنے باپ دادا	ضَآلِّيْنَ گمراہ	
فَهُمْ سو وہ	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ ان کے نقش قدم پر	يُهْرَعُوْنَ دوڑتے جاتے تھے	وَلَقَدْ ضَلَّ اور تحقیق گمراہ ہوئے	قَبْلَهُمْ ان سے پہلے					
أَكْثَرُ الْأَوَّلِيْنَ اگلوں میں سے اکثر	وَ اور	لَقَدْ أَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجے	فِيْهِمْ ان میں	مُّنْذِرِيْنَ ڈرانے والے	فَانْظُرْ سو دیکھیں	كَيْفَ کیسا			
	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُنْذَرِيْنَ جنہیں ڈرایا گیا	إِلَّا مگر	عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے ہوئے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں جنتیوں کی حالت۔ ان کو کھانے پینے کی نعمتیں اور ان کے راحت وآرام کا بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ جنت میں پہنچ جانا بڑی کامیابی ہے اور ایسی کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشش اور سعی کرنا چاہئے۔ یعنی ایمان اور عمل صالحہ کا اہتمام کرنا چاہئے اب آگے ان اہل جنت کے مقابلہ میں اہل جہنم کا حال ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور تمام لوگوں سے

کہا جاتا ہے کہ تم نے جنتیوں کا حال سنا کہ ان کی مہمانی کس طرح کی جائے گی۔ ان کو کیسے خوش رنگ اور خوش ذائقہ میوے کھانے کو اور کیسے دل خوش کرنے والے شربت پینے کو ملیں گے۔ اب بتاؤ یہ مہمانی بہتر ہے جو اہل ایمان کے لئے ہے یا وہ سلوک جو اللہ کے نافرمانوں کفار ومشرکین کے ساتھ کیا جائے گا وہ بہتر ہے جن کو زقوم کا درخت جہنم میں کھانے کو ملے گا۔ زقوم کسی درخت کا نام ہے

جو سخت کڑوا اور بدذائقہ ہوتا ہے اور جسے حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جہنم کے اندر آگ میں پیدا فرمایا ہے۔ وہ ایک بلا ہے ظالموں کے واسطے آخرت میں کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بے قرار ہوں گے تو یہ ہی کھانے کو دیا جائے گا۔ اول تو اس کا نگلنا ہی مشکل ہوگا اور نگل لیا تو پیٹ میں سخت تکلیف کا باعث ہوگا اور یہ ایک مستقل عذاب ہوگا۔ اور یہ زقوم دنیا میں بھی ایک طرح کی بلا اور آزمائش ہے کہ قرآن میں اس کا ذکر سن کر منکر گمراہ ہنستے ہیں کہ سبز درخت آگ میں کیونکر ہوگا؟ آگ کا کام تو جلانے کا ہے اور یہ نبی کہتے ہیں کہ آگ میں درخت ہوگا۔ اس پر آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ہاں یہ درخت آگ ہی سے پیدا ہوگا اور اس کی غذا بھی آگ ہی ہوگی اس درخت کی اصل جڑ جہنم کی تہہ میں ہے اور اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھن ہوں ہمارے ہاں بھی ایک درخت کو اسی تشبیہ سے "ناگ پھن" کہتے ہیں۔ یہ۔ زقوم کس قدر گندی اور زہریلی چیز ہوگی اس کا اندازہ ایک حدیث سے لگائیے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ و لاتموتن الا و انتم مسلمون (اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور فیصلہ کرلو کہ ہرگز نہ مرو گے مگر اس حال میں کہ تم مسلم یعنی اللہ کے فرمانبردار بندے ہو گے) اور اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے سلسلے میں آپ نے بیان فرمایا کہ زقوم اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے۔ پس کیا گزرے گی اس شخص پر جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔ الامان والحفیظ۔ الغرض یہ جہنمی بھوک سے مجبور ہو کر زقوم کو کھائیں گے اور اس سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ اس کو کھا کر پیاس بے انتہا لگے گی پھر پانی کی فریاد کریں گے۔ اس پر فرشتے انہیں

کھولتے ہوئے پانی کے چشمہ پر لے جائیں گے اور یہ گرم پانی وہ ہوگا جو جہنمیوں کے زخموں سے لہو اور پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہوگا جس کو غساق کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ غساق اس قدر بدبودار ہوگی کہ اگر اس کا ایک ڈول اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا اس کی سڑاند سے بدبودار ہو جائے۔ الامان والحفیظ۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب یہ پانی ان کے سامنے لایا جائے گا تو انہیں سخت ایذا ہوگی اور بڑی کراہت آئے گی پھر جب وہ ان کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو اس کی بھاپ سے ان کے چہروں کی کھالیں جھلس کر رہ جائیں گی اور جب اس کا گھونٹ پیٹ میں جائے گا تو ان کی آنتیں کٹ کر پاخانہ کے راستہ سے باہر آ جائیں گی۔ غرض کھانا اور پینا سب کچھ ان کے لئے عذاب جان ہوگا لیکن اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا اس لئے مجبوراً یہی کھانا پینا پڑھے گا۔ موت سے بدتر زندگی ہوگی لیکن موت بھی نہ آئے گی۔ ایسی زندگی کو بھگتنا پڑے گا۔ یہاں آیت میں جو فرمایا کہ کھانے اور پینے کے بعد ان کی واپسی اسی آتش دوزخ کی طرف ہوگی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دوزخ جب بھوک پیاس سے بے تاب ہونے لگیں گے تو انہیں اس مقام کی طرف ہانک دیا جائے گا جہاں زقوم کے درخت اور کھولتے ہوئے پانی کے چشمے ہوں گے۔ پھر جب وہاں سے کھا پی کر فارغ ہو جائیں گے تو پھر انہیں دوزخ کی آگ کی طرف واپس لایا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ جہنمی وہی ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنے گمراہ باپ دادا کے قدم بقدم چلنا پسند کیا تھا۔ یعنی خود اپنی عقل سے کام لے کر کبھی نہ سوچا کہ باپ دادا سے جو طریقہ چلا آ رہا ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ بس آنکھیں بند کر کے اسی ڈگر پر ہو لئے جس پر دوسروں کو چلتے دیکھا۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اسی آفت میں مبتلا ہو کر ان سے پہلے اکثر لوگ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔انہوں نے وہی راہ کفر وشرک کی اختیار کی جو ان کے باپ دادا اختیار کئے ہوئے تھے اور ذرا نہ سوچا کہ ان کے لئے ٹھیک راستہ کونسا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ان کے پاس بھیجے جو انہی کے کنبہ قبیلہ کے تھے لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ سنی آخر جنہوں نے نہ مانا نہ سنا تو دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا۔اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے اور فقط وہی لوگ بلا سے محفوظ رہے جو اللہ کے مخلص بندے تھے۔جن کو خدا کا ڈر اور عاقبت کی فکر تھی۔

ان آیات میں کفار و مشرکین کو تو تنبیہ ہی ہے لیکن ان اہل بدعت کے لئے بھی تعلیم اور سبق ہے جنہوں نے ہر بدعت کو اس دلیل کی بناء پر اپنا رکھا ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔یہاں حق تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین کو یہی الزام دیا اور ان کے جہنم میں جانے کی یہی وجہ بتلائی کہ وہ گمراہی اور غلط بات میں اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے تھے۔تو معلوم ہوا کہ باپ دادا کی ریت اور رسم یہ کوئی دلیل نہیں ہے حق ہونے کی اس لئے ہم کو حق کی جستجو کرنی چاہئے۔اور شریعت کا حکم معلوم کرنا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے نہ کہ محض باپ دادا کی تقلید۔

الغرض ان آیات کے خاتمہ پر اللہ کے مخلص بندوں کا ذکر آ گیا تھا۔اس لئے آگے بعض مشہور پیغمبروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس طرح اللہ نے اپنے عباد مخلصین کو اور ان کے پیروؤں کو دنیا کے عذاب سے بچالیا اسی طرح وہ ان کو عذاب آخرت سے بھی بچالے گا۔جس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے مخلص بندوں میں شامل فرماویں۔دنیا میں بھی ان کا ساتھ رکھیں اور آخرت میں بھی ان ہی کا ساتھ نصیب فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہم کو مجرمین اور ظالمین کے گروہ سے دنیا میں بھی علیحدہ رکھیں اور آخرت میں بھی علیحدہ رکھیں۔یا اللہ آخرت کی ذلت ورسوائیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھئے اور عذاب جہنم سے ہم کو دور رکھئے۔یا اللہ ہمارا حشر اہل جنت کے ساتھ فرمایئے اور ان ہی کے ساتھ جنت کی اعزاز واکرام والی مہمانی ہم سب کو نصیب فرمایئے اور اس دنیا میں آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرمایئے۔یا اللہ! پہلوں سے دیکھا دیکھی اب امت میں بھی بہت سی غلط اور خلاف شرع وسنت رسمیں چل گئی ہیں دین کے رنگ میں بھی اور دنیا کے رنگ میں بھی۔یا اللہ! ہمیں شریعت کے احکام کی پابندی اور سنت کا اتباع نصیب فرمایئے اور پرانی غلط رسموں کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔یا اللہ! دین کے رنگ میں جو طرح طرح کی بدعات پیدا ہوگئی ہیں ان سے ہم کو بچئے اور اتباع سنت اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔آمین۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا

اور ہم کو نوحؑ نے پکارا سو ہم خُوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے اُن کو اور اُن کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی۔ اور ہم نے

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

باقی اُنہیں کی اولاد کو رہنے دیا اور ہم نے اُن کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ نُوحؑ پر سلام ہو عالم والوں میں ہم

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾

مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کر دیا۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا اور تحقیق ہمیں پکارا	نُوْحٌ نوح	فَلَنِعْمَ سو ہم البتہ خوب	الْمُجِيْبُوْنَ دعا قبول کرنے والے	وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے نجات دی اسے			
وَاَهْلَهٗ اور اسکے گھر والے	مِنَ سے	الْكَرْبِ مصیبت	الْعَظِيْمِ بڑی	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا	ذُرِّيَّتَهٗ اس کی اولاد	هُمُ وہ	الْبٰقِيْنَ باقی رہنے والی
وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑا	عَلَيْهِ اس پر۔ اس کا	فِي میں	الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنیوالے	سَلٰمٌ سلام ہو	عَلٰى پر	نُوْحٍ نوح	فِي الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں میں
اِنَّا بیشک ہم	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم جزا دیتے ہیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن
	ثُمَّ پھر	اَغْرَقْنَا ہم نے غرق کر دیا	الْاٰخَرِيْنَ دوسرے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ کفار مکہ کی طرح گذشتہ امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے اور خدا کے ساتھ کفر وشرک کرتے تھے جبکہ سمجھانے اور کفر وشرک سے باز رکھنے کے لئے اللہ کے رسول ان میں آئے تھے مگر انہوں نے انبیاء کا کہنا نہ مانا اور اپنے اعمال بد سے باز نہ آئے۔ تو اس اللہ کی نافرمانی اور تکذیب انبیاء کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا ہی میں تہس نہس کر دیئے گئے اور تباہ و برباد ہوئے۔ ہاں جو اللہ کے مخلص ایماندار بندے تھے وہ تباہی سے بچا لئے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔ اسی بات کی تائید میں آگے اب چند انبیاء کے قصہ بیان کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سنایا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ رسولوں کا کہنا نہ ماننے والوں کو کیسی سزا ملی اور ان کا اتباع کرنے والوں کو کیسی جزا ملی۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس تک رہے اور ہر وقت انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن قوم اپنی گمراہی پر جمی رہی۔ سوائے چند پاک باز لوگوں کے اور کوئی ایمان نہ لایا بلکہ الٹا اللہ کے رسول اور ان کے متبعین کو ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے۔ آخر اللہ کے رسول حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اور کہا کہ اے پروردگار میں ان سے عاجز آ چکا ہوں ہدایت اور فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لے لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ پھر دیکھ لو اللہ نے ان کی پکار کیسی سنی اللہ تعالیٰ تو بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے ہیں۔ فوراً ان کی دعا قبول کر لی اور نوح علیہ السلام کو مع ان کے گھرانے اور متبعین کے رات دن کی ایذاء کفار سے بچا لیا۔ پھر ہولناک طوفان کے وقت ان کی حفاظت کی اور پھر انہی کی اولاد سے دنیا بسی کیونکہ وہی باقی بچے تھے۔

اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ آج تمام دنیا کے آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جامع ترمذی کی بعض احادیث سے بھی اس کا

ثبوت ملتا ہے غرض کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بھلائی اور ان کا ذکرِ خیر ان کے بعد کے لوگوں میں خدا کی طرف سے زندہ رہا۔ آج دنیا میں حضرت نوحؑ کی برائی کرنے والا کوئی نہیں طوفان نوح کے بعد سے آج تک ہزار ہا برس سے دنیا ان کا ذکرِ خیر ہی کرتی چلی آ رہی ہے۔ یہود ہوں یا نصاریٰ یا اہل اسلام ہر امت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے اور سارے جہان میں نوح علیہ السلام کہہ کر یاد کئے جاتے ہیں۔ یہ تو اللہ کے مخلص اور نیک بندوں کا حال ہوا دوسری طرف ان کے دشمنوں کا حال دیکھو کہ سب کے سب زبردست طوفان کی نذر کردیئے گئے۔ آج ان کا نام ونشان تک باقی نہیں اپنی حماقت اور شرارتوں کی بدولت دنیا کا بیڑہ غرق کرا کر رہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو یہ عادت ہے کہ جو خلوص کے ساتھ اللہ کی طاعت وعبادت پر جم جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ذکرِ جمیل بعد والوں میں ہمیشہ باقی رکھتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام یقین وایمان رکھنے والے اور توحید پر جم جانے والوں میں سے تھے تو ان کا اور ان کی دعوت قبول کرنے والوں کا تو یہ انجام خیر ہوا اور مخالفین نوح علیہ السلام غارت اور غرق کردیئے گئے کہ دنیا میں ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ ہاں ان کی بدیاں اور برائیوں کے افسانے مخلوق کی زبان پر باقی رہ گئے۔

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا وجعلنا ذریتہ ھم الباقین اور ہم نے باقی انہی کی اولاد کو رہنے دیا تو اکثر حضرات مفسرین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا۔ اس میں دنیا کی اس وقت کی اکثر آبادی پانی میں غرق ہو کر ہلاک ہوگئی تھی اور اس کے بعد ساری دنیا کی نسل حضرت نوح علیہ السلام ہی کے تین بیٹوں سے چلی ایک بیٹے جن کا نام سام تھا ان کی اولاد سے اہل عرب اور فارس وغیرہ کی نسل چلی دوسرے بیٹے حام تھے ان سے افریقی ممالک کی آبادیاں دنیا میں پھیلیں اور تیسرے بیٹے یافث تھے ان سے ترک منگول وغیرہ کی نسلیں نکلیں طوفان نوح کے متعلق جمہور علماء کا یہی قول ہے اور دوسری آیات اور احادیث سب اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ طوفان عام تھا اور تمام آبادی نوع انسانی کو شامل تھا۔ اہل ایمان کے سوا کافروں میں سے کوئی نہ بچا تھا۔ سب کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کردیا گیا تھا۔

یہاں اس قصہ میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اس کربِ عظیم سے بچالیا گیا اسی طرح آخرکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو بھی اس کربِ عظیم سے بچالیں گے جس میں اس وقت اہل مکہ نے ان کو مبتلا کر رکھا ہے۔ چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔ کفار عرب اور مشرکین مکہ اس سرزمین سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے گئے اور وہاں کا مالک اہل اسلام کو بنا دیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ تو ان آیات میں ختم ہوا اب آگے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جیسے نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کی مدد فرمائی اور ان کے مخالفین کو غرق کر کے ختم کیا اسی طرح اہل ایمان کی اب بھی مدد فرمائیں اور مخالفین اسلام کو تہہ وبالا فرمائیں۔ یا اللہ! روئے زمین پر اعدائے دین نے جہاں جہاں اہل اسلام اور اہل ایمان کو اذیت دے رکھی ہے آپ ان کی نصرت فرمائیں اور اہل اسلام کو غلبہ اور مخالفین کو مغلوب فرمائیں اے اللہ جیسے آپ نے دین حق کی ہمیشہ مدد فرمائی اور حفاظت فرمائی اب بھی اس کی حفاظت فرمائیں اور غیب سے اس کی امداد کی صورتیں ظاہر فرمادیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ

اور نوحؑ کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا

مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَتِهِمْ

سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ اُن کے بتوں میں جا گھسے

فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْا اِلَيْهِ

اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو کیا ہوا تم بولتے بھی نہیں ہو پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے

يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ

ابراہیم نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کیلئے

بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

ایک آتش خانہ تعمیر کرو اور اس کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ بُرائی کرنا چاہا تھا سو ہم نے اُنہی کو نیچا دکھایا

وَاِنَّ اور بیشک	مِنْ سے	شِيْعَتِهٖ اسکے طریقہ پر چلنے والے	لَاِبْرٰهِيْمَ البتہ ابراہیم	اِذْ جَآءَ یاد کرو	جب وہ آیا	رَبَّهٗ اپنا رب	بِقَلْبٍ دل کے ساتھ
سَلِيْمٍ صاف	اِذْ قَالَ جب اس نے کہا	لِاَبِيْهِ اپنے باپ کو	وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم	مَاذَا کس چیز	تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو		
اَئِفْكًا کیا جھوٹ موٹ کے	اٰلِهَةً معبود	دُوْنَ اللّٰهِ اللہ کے سوا	تُرِيْدُوْنَ تم چاہتے ہو	فَمَا سو کیا	ظَنُّكُمْ تمہارا گمان	بِرَبِّ پروردگار کے بارے میں	
الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں	فَنَظَرَ پھر اس نے دیکھا	نَظْرَةً ایک نظر	فِي میں۔کو	النُّجُوْمِ ستارے	فَقَالَ تو اس نے کہا	اِنِّيْ بیشک میں	
سَقِيْمٌ بیمار ہوں	فَتَوَلَّوْا پس وہ پھر گئے	عَنْهُ اس سے	مُدْبِرِيْنَ پیٹھ پھیر کر	فَرَاغَ پھر پوشیدہ گھس گیا	اِلٰى طرف۔میں	اٰلِهَتِهِمْ ان کے معبودوں	
فَقَالَ پھر کہنے لگا	اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم نہیں کھاتے	مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں؟	لَا تَنْطِقُوْنَ تم بولتے نہیں	فَرَاغَ پھر جا پڑا وہ	عَلَيْهِمْ ان پر	ضَرْبًا مارتا ہوا	
بِالْيَمِيْنِ اپنے دائیں ہاتھ (قدرت سے)	فَاَقْبَلُوْا پھر وہ متوجہ ہوئے	اِلَيْهِ اس کی طرف	يَزِفُّوْنَ دوڑتے ہوئے	قَالَ اس نے فرمایا			
اَتَعْبُدُوْنَ کیا تم پرستش کرتے ہو	مَا تَنْحِتُوْنَ جو تم تراشتے ہو	وَاللّٰهُ حالانکہ اللہ	خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	وَمَا اور جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو		
قَالُوْا انہوں نے کہا	ابْنُوْا بناؤ	لَهٗ اس کیلئے	بُنْيَانًا ایک عمارت	فَاَلْقُوْهُ پھر ڈال دو اسے	فِي الْجَحِيْمِ آگ میں	فَاَرَادُوْا پھر انہوں نے چاہا	
بِهٖ اس پر	كَيْدًا داؤ	فَجَعَلْنٰهُمُ تو ہم نے کر دیا انہیں	الْاَسْفَلِيْنَ زیر				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو بچالیا اور پانی کا زبردست طوفان بھیج کر سارے نافرمانوں اور سرکشوں کو غرق کر کے ختم کر دیا اب آگے ان

آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس سے قریش اور مشرکین عرب کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم جو حضرت ابراہیم کو اپنا جدامجد مانتے ہو تو دیکھو وہ کیسے موحد اور بت شکن تھے۔ تم ان کی اولاد کہلا کر الٹے بت پرست بن گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے تو قوم کو بت پرستی پر ملزم گردانا اور خدا پرستی اختیار کی اور اسی کی تلقین فرمائی۔ قرآن کریم کے رشد و ہدایت کا پیغام چونکہ ملت ابراہیمی کا پیغام ہے اس لئے قرآن کریم میں جگہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے کسی جگہ اختصار کیساتھ کسی جگہ تفصیل کے ساتھ۔ کسی جگہ مختلف حالات و اوصاف کے پیش نظر۔ یہاں ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اس طرح شروع فرمایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ بھی حضرت نوح علیہ السلام کے طریقہ ہی کے پیرو تھے کیونکہ وہ بھی انہی کی طرح کے پیغمبر تھے۔ انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں۔ اور سب پیغمبروں کا شروع سے آخر تک ایک ہی اصول دین رہا ہے اس لئے وہ سب ایک ہی گروہ کے افراد ہیں۔ اسی لئے یہاں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت نوحؑ کے گروہ سے فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب سلیم کی تعریف فرمائی یعنی ہر قسم کے اعتقادی اور اخلاقی روگ سے دل کو پاک صاف کر کے دنیوی حرکتوں سے آزاد ہو کر انکسار اور تواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑے اور اپنی قوم کو بت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور ساری قوم کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تو ان کو ٹوکا اور کہا کہ تمہارا طرز عمل تو سراسر غلط ہے۔ آخر یہ پتھر کی مورتیاں ہیں کیا چیز؟ جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ کیا سچ مچ ان کے ہاتھوں میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نقصان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک اور معبود کو چھوڑ کر ان جھوٹے معبودوں کی اتنی خوشامد اور بندگی کیوں ہے؟ تم نے جو اللہ کے سوا ان کو معبود بنایا ہے تو رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اس کے وجود میں شبہ ہے؟ یا اس کی شان اور رتبہ کو نہیں سمجھتے جو پتھر کی مورتیوں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہو یا اس کے غضب اور انتقام کی خبر نہیں جو ایسی گستاخی پر جری ہو گئے ہو؟ آخر بتاؤ تو سہی تم نے پروردگار عالم کو کیا خیال کر رکھا ہے؟ غرض آپ قوم کو اسی طرح بہت دنوں تک سمجھاتے رہے لیکن ان کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی اور یونہی بحث مباحثہ ہوتا رہتا تھا۔ اسی درمیان میں ان کا کوئی میلہ یا تہوار آ پہنچا جس کا سب کو شہر کے باہر جا کر منانا ضروری تھا۔ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی زور دیا کہ ہمارے میلہ میں چلو اور شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لے جانے سے ان کا مقصد یہ ہو کہ ہماری شان و شوکت دیکھ کر ہمارے طریقہ کی کچھ وقعت ان کے دل میں پیدا ہو جائے اور آپ کو منظور یہ تھا کہ میں یہاں اکیلا رہ جاؤں تو بتوں کی مرمت کروں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں نجوم کا بہت زور تھا اور وہ کواکب پرست بھی تھے۔ تو آپ نے ان کو دکھانے کو ستاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں میں بیمار ہونے کو ہوں اس لئے میلہ میں نہیں جا سکتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کی طرف دیکھ کر انی سقیم فرمانا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں اپنی جگہ بالکل صحیح تھا کیونکہ یہ صیغہ بمعنی مستقبل ہے مطلب یہ میں آئندہ کبھی بیمار ہوں گا اور بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں یہ بھی ایک طرح بالکل درست تھا اس وجہ سے کہ ایسا دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر وقت ہر طرح ٹھیک رہے۔ کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی بیرونی لگے ہی رہتے ہیں اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے۔ غرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد اپنی جگہ صحیح تھی لیکن قوم والے یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے

والے ہیں اس لئے یہ عذرسن کر آپ کو چھوڑ کر اپنے میلہ میں چلے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غرض پہلے ہی سے یہ تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔ چنانچہ قوم والے تو باہر شہر کے میلہ میں گئے اور آپ ان کے بت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا کہ یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے جب بتوں کی طرف سے کھانے کے متعلق کچھ جواب نہ ملا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ تم بولتے کیوں نہیں یعنی اعضاء اور صورت تو تمہاری انسانوں کی سی بنا دی لیکن انسانوں کی سی روح تم میں نہ ڈال سکے تو پھر تعجب ہے کہ کھانے پینے اور بولنے والے انسان بے حس وحرکت مورتیوں کے سامنے سربسجود ہوں پھر تبر وغیرہ سے مار مار کر ان بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا ہے۔ اب لوگ جب اپنے میلہ ٹھیلہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ قرائن سے سمجھ گئے کہ یہ کام ابراہیم کے سوا کسی اور کا نہیں چنانچہ سب ان کی طرف جھپٹ پڑے اور غصہ میں دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یہ احمقانہ حرکت کرتے کیوں ہو۔ کیا پتھر کی بے جان مورت جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراش کر تیار کی پرستش اور عبادت کے لائق ہوگئی اور جو اللہ تمہارا اور ان پتھروں کا پیدا کرنے والا ہے اس سے کوئی سروکار نہ رہا؟ پیدا تو ہر چیز کو وہ کرے اور بندگی دوسروں کی ہونے لگے پھر دوسرے بھی کیسے جو مخلوق در مخلوق ہیں۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے عبادت تو اس کی ہونی چاہئے جو سب کا خالق مالک اور رازق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان معقول باتوں کا جواب تو ان سے کچھ بن نہ پڑا غصہ میں باہم جھلا کر یہ تجویز کی کہ ایک بڑا زبردست آتش خانہ بنا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو تا کہ اس دہکتی ہوئی آگ میں یہ جل کر خاک سیاہ ہو جائیں۔ اور انہوں نے یہ سوچا کہ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے گی اور ہیبت بیٹھ جائے گی کہ ان کی مخالفت کا انجام یہ ہوتا ہے تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرات نہ کرے چنانچہ جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا ہے قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہلاک کرنے کے لئے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان ہی کو نیچا دکھلایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار کر دی گئی جس سے سب پر یہ ثابت ہو گیا کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب مل کر خدائے واحد ذوالجلال والاکرام کے ایک مخلص بندے کا بال بیکا نہیں کر سکتے آگ کی مجال نہیں کہ رب ابراہیم کی اجازت کے بغیر ایک بال بھی جلا سکے۔ تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف جو کارروائی کرنی چاہی تھی اللہ نے ان مشرکین ہی کو اس میں نیچا دکھایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برتری ہی ثابت ہوئی۔

اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے سے مقصود قریش کے لوگوں کو متنبہ کرنا ہے کہ جن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر تم فخر کرتے ہو ان کا طریقہ وہ نہ تھا جو تم نے اختیار کر رکھا ہے بلکہ وہ وہ تھا جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ اب اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچا دکھانے کے لئے وہ چالیں چلو گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کے ساتھ چلی تھی تو آخر کار نیچا تم ہی دیکھو گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نیچا نہیں دکھا سکتے اور ان کی صداقت اور سچائی ایسی ہی ثابت ہوگی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سچائی ثابت ہوئی تھی اور مشرکین نے نیچا دیکھا تھا۔

اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ سے بسلامت نکل آئے اور قوم نے آپ کی تبلیغ اور دعوت کا کوئی اثر نہ لیا تو آپ نے اس جگہ سے ہجرت کر جانے کا فیصلہ کیا جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاءاللہ آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۹۹ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۱۰۰ فَبَشَّرْنٰهُ

اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند

بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۱۰۱ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ

کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامر الٰہی) ذبح کر رہا ہوں

مَاذَا تَرٰی ۭ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۱۰۲ فَلَمَّآ

سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تامل) کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے پائیں گے غرض جب

اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۱۰۳ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ۱۰۴ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ

دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کیلئے) کروٹ پر لٹایا اور (چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں اس وقت) ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۱۰۵ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۱۰۶ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۱۰۷ وَتَرَكْنَا

(وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دے دیا اور ہم نے پیچھے

عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۱۰۸ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۱۰۹ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۱۱۰ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

آنے والوں میں یہ بات ان کیلئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے

الْمُؤْمِنِیْنَ ۱۱۱ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۱۱۲ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ۭ

اور ہم نے (ایک انعام ان پر یہ کیا کہ) ان کو اسحاقؑ کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحاقؑ پر برکتیں نازل کیں

وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ۱۱۳

(اور پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور بعضے ایسے بھی جو (بدیاں کر کے) صریح اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

وَقَالَ اور اس (ابراہیم)	نے کہا	اِنِّیْ بیشک میں	ذَاهِبٌ جانے والا ہوں	اِلٰی رَبِّیْ اپنے رب کی طرف	سَیَهْدِیْنِ عنقریب وہ مجھے راہ دکھائے گا		
رَبِّ اے میرے رب	هَبْ لِیْ مجھے عطا فرما	مِنَ سے	الصّٰلِحِیْنَ نیک صالح	فَبَشَّرْنٰهُ پس بشارت دی ہم نے اسے	بِغُلٰمٍ ایک لڑکا		
حَلِیْمٍ بردبار	فَلَمَّا پھر جب	بَلَغَ وہ پہنچا	مَعَهُ اس کے ساتھ	السَّعْیَ دوڑنے	قَالَ اس نے کہا	یٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے	اِنِّیْٓ اَرٰی بیشک میں دیکھتا ہوں
فِی میں	الْمَنَامِ خواب	اَنِّیْٓ کہ میں	اَذْبَحُكَ تجھے ذبح کر رہا ہوں	فَانْظُرْ اب تو دیکھ	مَاذَا کیا	تَرٰی تیری رائے	قَالَ اس نے کہا
یٰٓاَبَتِ اے میرے ابا جان	افْعَلْ آپ کریں	مَا تُؤْمَرُ جو آپ کو حکم کیا جاتا ہے	سَتَجِدُنِیْٓ آپ جلد ہی مجھے پائیں گے	اِنْ اگر			
شَآءَ اللّٰهُ اللہ نے چاہا	مِنَ سے	الصّٰبِرِیْنَ صبر کرنے والے	فَلَمَّا پس جب	اَسْلَمَا دونوں نے حکم الٰہی	مان لیا	وَتَلَّهٗ (باپ نے بیٹے کو) لٹایا	
لِلْجَبِیْنِ پیشانی کے بل	وَنَادَیْنٰهُ اور ہم نے اسکو پکارا	اَنْ کہ	یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیم	قَدْ صَدَّقْتَ تحقیق تو نے سچ کر دکھایا	الرُّءْیَا خواب		

اِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح	نَجْزِی ہم جزا دیا کرتے ہیں	الْمُحْسِنِیْنَ نیکوکاروں	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	لَهُوَ البتہ وہ	الْبَلٰٓؤُا آزمائش		
الْمُبِیْنُ کھلی	وَفَدَیْنٰهُ اور ہم نے اس کا فدیہ دیا	بِذِبْحٍ ایک ذبیحہ	عَظِیْمٍ بڑا	وَتَرَكْنَا اور ہم نے باقی رکھا	عَلَیْهِ اس پر اس کا ذکر خیر		
فِی الْاٰخِرِیْنَ بعد میں آنیوالوں میں	سَلٰمٌ سلام	عَلٰٓی پر	اِبْرٰهِیْمَ ابراہیم	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِی ہم جزا دیا کرتے ہیں		
الْمُحْسِنِیْنَ نیکوکاروں	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُؤْمِنِیْنَ جمع	وَبَشَّرْنٰهُ اور ہم نے اسے بشارت دی	بِاِسْحٰقَ اسحٰق کی	
نَبِیًّا ایک نبی	مِنَ سے	الصّٰلِحِیْنَ جمع صالح	وَبٰرَكْنَا اور ہم نے برکت نازل کی	عَلَیْهِ اس پر۔ اس کو	وَ اور	عَلٰٓی پر	اِسْحٰقَ اسحٰق
	وَمِنْ اور سے۔ میں	ذُرِّیَّتِهِمَا ان دونوں کی اولاد	مُحْسِنٌ نیکوکار	وَظَالِمٌ اور ظلم کرنیوالا	لِّنَفْسِهٖ اپنی جان پر	مُبِیْنٌ صریح	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام عرصہ تک قوم کو ''توحید الٰہی'' کی دعوت دیتے رہے اور ان کو شرک وبت پرستی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے مگر بد بخت قوم نے کسی طرح آپ کی رشد وہدایت کو قبول نہیں کیا۔ اور جب ایک موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا تو تمام قوم نے عداوت کے جذبہ میں آپ کو آگ میں ڈال کر جلا دینے کا فیصلہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ارادوں کو ناکام فرمایا اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں نار کو گلزار بنا دیا۔ اس کھلی ہوئی نشانی اور معجزہ کو دیکھ کر بھی قوم کو ایمان لانا نصیب نہ ہوا تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے علیحدہ ہو جانا پسند فرمایا اور ارادہ کیا کہ وطن سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ پیغام الٰہی سنائیں اور دعوت حق پہنچائیں چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ اب میں تم میں سے ہجرت کر کے کہیں اور جہاں میرا رب میری رہنمائی فرمائے گا چلا جاؤں گا۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے جدا ہو کر ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی اور آپ کے ہمراہ آپ کی بی بی حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط نے بھی ہجرت فرمائی کیونکہ ساری قوم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والے صرف یہی دو نفر تھے۔ اس وقت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی رب هب لی من الصلحين یعنی اے میرے پروردگار مجھ کو کوئی نیک صالح اولاد عطا فرما جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔ اس دعائے ابراہیمی پر علماء نے لکھا ہے کہ فرزند صالح کی دعا مانگتے رہنا کسی کمال روحانی کے منافی نہیں بلکہ عین سنت انبیاء ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ایک حلیم المزاج لڑکے کی بشارت دی گئی جس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو سب سے پہلے اور سب سے بڑے فرزند ہیں اب جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اور والد کا ہاتھ بٹانے کے لائق ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے اس پیارے بچہ کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرات انبیاء کا خواب بھی وحی کی ایک قسم ہوتا ہے اس لئے آپ اسے امر الٰہی سمجھے اور تعمیل حکم پر آمادہ ہو گئے لکھا ہے کہ تین رات آپ مسلسل یہی خواب دیکھتے رہے۔ تیسرے روز آپ نے اپنا خواب بیٹے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سنایا تا کہ بیٹے کا خیال معلوم کریں کہ وہ خوشی سے آمادہ ہیں یا نہیں اور اس لئے بھی کہ اچانک ذبح کرنے سے وہ گھبرا نہ جائیں اپنا ارادہ اور رویاء صادقہ حضرت اسماعیل پر ظاہر کیا۔ حضرت اسماعیل آخر تو حضرت ابراہیم جیسے مجدد انبیاء کے فرزند ارجمند تھے کہنے لگے ابا جان پھر دیر کیا ہے مالک کا جو حکم ہوا ہے فوراً کر ڈالئے۔ ایسے کام میں مشورہ کی کیا ضرورت۔ رہا میں سو آپ ان شاء اللہ دیکھ لیں گے

کہ کس صبر وتحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔انشاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا۔ سبحان اللہ ہزار ہزار رحمتیں ہوں ایسے بیٹے اور باپ پر۔آخر باپ بیٹے دونوں حکم خداوندی کی اطاعت کے لئے جاں بکف تیار ہوجاتے ہیں۔ باپ بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے اور بیٹا راہ خدا میں اپنے باپ کے ہاتھوں اپنا گلا کٹوانے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔اس گفتگو کے بعد باپ بیٹے اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے جنگل کی طرف روانہ ہوگئے۔

بعض روایات میں آتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے ارادہ سے مکہ سے لے کر چلے اور منیٰ کی حدود میں پہنچے تو ایک جگہ شیطان سامنے آیا اور اس نے اس ارادہ سے آپ کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مردود کے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنس گیا اور آپ آگے روانہ ہوگئے۔ کچھ دور چلے تھے کہ اللہ والوں کا وہ دشمن ابلیس پھر سامنے آیا اور اس نے آپ کو حضرت اسماعیلؑ کی قربانی سے روکنا چاہا آپ نے پھر اس کو سات کنکریاں ماریں جس سے وہ دفع ہوگیا۔آپ آگے چل دیئے کچھ دورؔ کے بعد وہ تیسری دفعہ پھر نمودار ہوا اور پھر اس نے ورغلایا آپ نے پھر اس کو کنکریاں ماریں جس سے پھر وہ زمین میں دھنس گیا۔اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عاشقانہ ادا ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اس کی نقل بھی حج کا جزو بنادی گئی ہے۔جن تین جگہوں پر شیطان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنگ باری کی تھی ان جگہوں پر بطور نشان کے تین ستون بنے ہوئے ہیں جن کو جمرات کہتے ہیں اور اب حجاج ان نشانوں پر کنکریاں مارتے ہیں۔الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بچے کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذبح کرنے کے لئے لٹاتے ہیں۔ یہاں آیت میں یہ الفاظ ارشاد ہیں فلمآ اسلما و تله للجبين

پس جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرایا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے چت نہیں لٹایا بلکہ اوندھے منہ لٹایا تاکہ ذبح کرتے وقت بیٹے کا چہرہ دیکھ کر کہیں محبت اور شفقت پدری جوش نہ مارنے لگے۔آگے اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا کہ کیا ماجرا گزرا کیونکہ بات اتنی بڑی تھی کہ اسے الفاظ میں بیان کرنے کی بجائے ذہن میں تصور ہی کے لئے چھوڑ دینا زیادہ مناسب تھا۔ایک بوڑھا باپ اپنے ارمانوں سے مانگے ہوئے بیٹے کو محض اللہ کی خوشنودی پر قربان کر رہا ہے اور بیٹا بھی گلے پر چھری چلوانے کے لئے تسلیم و رضا سے راضی ہے تو کیا حال اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر گزر رہا ہوگا۔اور کیا کچھ فرشتوں پر گزر رہی ہوگی۔اور کیسا کچھ اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں جوش آیا ہوگا۔بس اس کا کچھ تصور ہی کیا جاسکتا ہے الفاظ میں ان کیفیات کا بیان مشکل ہے۔ یہاں اس موقع پر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بالآخر جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربان گاہ پہنچے تو حضرت اسماعیل نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑوں کو بھی مجھ سے بچایئے ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کی چھینٹیں پڑیں تو میرا ثواب گھٹ جائے اس کے علاوہ میری والدہ خون دیکھیں گی تو انہیں غم زیادہ ہوگا اور اپنی چھری بھی تیز کر لیجئے اور اسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیریئے گا تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان کو میرا سلام کہہ دیجئے گا اور اگر آپ میرا قمیص والدہ کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں۔ شاید انہیں اس سے کچھ تسلی ہو۔اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ایک باپ کے دل پر کیا گزر سکتی ہے؟ (اللہ علیم خبیر ہی واقف

ہے) لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بن کر جواب دیتے ہیں کہ بیٹا! تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیٹے کو بوسہ دیا اور پرنم آنکھوں سے انہیں باندھا۔آ گے بعض تاریخی روایات کی بناء پر حضرت مفتی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو سیدھا لٹایا تھا لیکن جب چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیتل کا ایک ٹکڑا بیچ میں حائل کر دیا تھا تو اس موقع پر بیٹے نے باپ سے خود یہ فرمائش کی تھی ابا جان! مجھے چہرہ کے بل کروٹ سے لٹا دیجئے اس لئے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا ہے تو شفقت پدری جوش مارنے لگتی ہے اور گلا پوری طرح کٹ نہیں پاتا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح لٹا کر چھری چلانی شروع کی۔" مگر حضرت اسماعیلؑ کی گردن تو قدرت خداوندی سے تانبے کی سی ہوگئی کہ چھری سے بالکل نہ کٹی اور فوراً وحی الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ وناديناه ان يآابراهيم قدصدقت الرء يا اور ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچا کر دکھایا۔ مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں۔ محض تمہارا امتحان منظور تھا سو اس میں تم پوری طرح کامیاب ہوئے بیشک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش تھی۔ اب لڑکے کو چھوڑ دو اور تمہارے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلہ میں ذبح کرو اور قربان کرو۔

علامہ حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ میں نے اسماعیل کو ذبح کر دیا بلکہ یہ دیکھا تھا کہ میں ذبح کر رہا ہوں یعنی ذبح کا جو فعل ہے گردن پر چھری چلانا وہ کر رہا ہوں۔ سو اتنا کرنے سے وہ خواب میں سچے ہو گئے جتنا خواب دیکھا تھا اتنا پورا ہو گیا چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیل حکم الٰہی سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو ذبح سے بچا لیا (معارف القرآن از حضرت کاندھلوی)

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی اسی دن یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کو آیت میں ان هذا لهو البلو المبين فرمایا گیا یعنی حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان۔ مقربین بارگاہ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وہ نہیں ہوتا جو عام انسانوں کے ساتھ ہے۔ ان کو امتحان و آزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے اور قدم قدم پر جان نثاری اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء اپنے اپنے مراتب کے اعتبار سے امتحان کی صعوبتوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی چونکہ جلیل القدر نبی اور پیغمبر تھے اس لئے آپ کو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا اور آپ ہر دفعہ امتحان میں کامل اور مکمل ثابت ہوئے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت جس صبر و رضا کا ثبوت دیا اور جس عزم و استقامت کو پیش کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ اس کے بعد جب حضرت اسماعیل شیر خوار بچہ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو فاران کے بیابان جہاں دانہ پانی کا نام و نشان نہ تھا چھوڑ آنے کا حکم ملا تو وہ بھی معمولی امتحان نہ تھا۔ شیر خوار بچہ اور ان کی والدہ کو ایک بے آب و گیاہ جنگل بیابان میں چھوڑتے ہیں جہاں اب مکہ آباد ہے اور پیچھے پھر کر بھی نہیں دیکھتے کہ امتثال امر الٰہی میں لغزش نہ ہو جائے اور ان دونوں منزلوں سے کٹھن یہ تیسرا امتحان تھا جب کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام تین شب مسلسل یہ خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دو۔ جس کی تفصیلات اوپر بیان ہوئیں تو جیسا یہ بڑا امتحان تھا جس کو سوا مخلص کامل کے دوسرا برداشت نہیں کرسکتا تو ایسے امتحان میں پورا اترنے پر اللہ تعالیٰ نے صلہ بھی بڑا بھاری عطا فرمایا۔

یہاں ایک بات یہ اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ شریعت محمدیہ میں اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر یا خود اپنے کو راہ خدا میں ذبح کرنے کی نذر و منت بہرصورت اور بالاتفاق ناجائز ہے۔ لیکن اگر کوئی بدعقل ایسی نذر مان لے تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کے بدلہ بکری قربان کردے لیکن امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ ایسی نذر سرے سے معصیت ہے جس پر استغفار کرنا چاہئے حنفیہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے کہ بکری کی قربانی دینی چاہئے کہ یہ شریعت ابراہیمی سے ثابت ہے اور اس کا نسخ منقول نہیں۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ ایسی نذر ہی سرے سے باطل ہے اس لئے اس کا کچھ کفارہ اور بدلہ بھی نہیں۔ مفسر ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو راہ خدا میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی تو حضرت ابن عباسؓ نے اسے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن پھر حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک بھیڑ ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبیح اللہ کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے شریعت محمدیہ میں اپنے ہاتھوں اپنے کی یا اپنے اولاد کی قربانی جائز نہیں فرمائی اور یہ اس لئے ظاہر کیا گیا کہ کافی عرصہ ہوا اخبارات میں اسی کراچی کی خبر یہ پڑھنے میں آئے تھی کسی نے خواب کی بناء پر اپنی بچی کو ذبح کرڈالا تھا جس پر اس نیم پاگل کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔

الغرض یہاں آیات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمانے کے بعد اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں کامیاب ہوگئے تو آپ کو ایک اور بیٹے یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دیگئی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے بشارت سنائی کہ حضرت سارہ کے بطن سے بھی ایک بیٹا ہوگا اور ان کا نام اسحاق رکھنا اور وہ بھی نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے جن کی نسل سے سینکڑوں بادشاہ اور ہزاروں نبی بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے توحید' اخلاص اور ایمان کے نتیجہ میں برکت عطا فرمائی۔ اب اخیر میں یہ سب بیان کرنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کا ذکر کرنے کے بعد جو مقصد اس قصہ کو ذکر فرمانے سے ہے وہ ظاہر فرمایا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زمانہ عرب یہود و نصاریٰ جو اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور ان کی ذریت کہلانے پر فخر کرتے تھے انہیں سنایا جاتا ہے **ومن ذریتھما محسن و ظالم لنفسہ مبین** اور ان دونوں کی نسل میں سے بعضے اچھے اور نیک بھی ہیں جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکار اور بعضے ایسے بھی ہیں جو اپنی جان پر صریح ظلم کر رہے ہیں اور اس ظلم کا وبال انہی پر پڑے گا۔ اس جملہ میں تعریض ہے کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے طریقہ پر نہیں وہ ان کی نسل سے ہونے کے فخر کو محض بیکار جانے۔ نہ وہ اس برکت کے وعدہ کا شریک ہے نہ وہ ان عنایات کا مستحق ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات بھی نہیں مانتے کہ خدا پرستی اختیار کریں بدکاری اور بت پرستی کفر و شرک کو چھوڑ کر توحید الٰہی اختیار کریں ان کے ایک بیٹے نے تو ان کی راہ حق میں یہاں تک اطاعت کی کہ

جان دینے پر آمادہ ہو گئے تم کیسے فرزند ہو کہ الٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہنے کے خلاف بت پرستی اور کفر و شرک اختیار کرتے ہو اور خدا پرستی کو ترک کرتے ہو۔

یہاں ان آیات کے تحت اور اس واقعہ سے جس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبۂ جان نثاری کی شہادت ملتی ہے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کم سنی ہی میں اللہ نے حضرت اسماعیل کو کیسی ذہانت اور علم ادب عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا بلکہ محض اپنے خواب کا تذکرہ فرمایا تھا۔ لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی در حقیقت حکم الٰہی کی ہی ایک شکل ہے چنانچہ انہوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکم الٰہی کا تذکرہ فرمایا اور کہا یآابت افعل ما تؤمر اے ابا جان جس بات کا آپ کو خدا کی طرف سے حکم کیا گیا ہے آپ اسے کر گزریئے اور والد بزرگوار کو یقین دلایا کہ ستجدنی ان شآء اللہ من الصٰبرین یعنی ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایت تواضع اور ادب ہے۔ ایک تو آپ نے انشاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیا اور اس وعدے میں جو دعوے کی ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی اسے ختم فرما دیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو کسی معاملہ میں اپنے اوپر خواہ کتنا ہی اعتماد ہو لیکن اسے ایسے بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں۔ جن سے غرور و تکبر ٹپکتا ہو اگر کہیں ایسی کوئی بات کہنے کی ضرورت ہو تو الفاظ میں اس کی رعایت ہونی چاہئے کہ ان میں اپنے بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا اظہار ہو اور جس حد تک ممکن ہو تواضع اور انکساری کے دامن کو نہ چھوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متواضع اور مخلصین بندوں کے طفیل میں ہمیں بھی تواضع اور انکساری کی دولت عطا فرمائیں۔

یہاں تک دو انبیاء یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہوا اب آگے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے حکم بردار اور اطاعت گزار بندوں میں شامل فرماویں۔

یا اللہ ہم کو ہر حال میں ظاہراً اور باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما اور اپنی مرضیات کی ہر آن میں سعادت حاصل کرنے کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ ہم تو عاجز ضعیف الایمان ہیں ہم کسی امتحان کے لائق نہیں۔ اپنے ان مخلص اور کامیاب بندوں کے طفیل میں جو آپ کی ہر آزمائش اور امتحان میں کامیاب رہے۔ اے اللہ ہم کو دین پر استقامت اور کامیابی نصیب فرما اور اپنی برکتوں اور رحمتوں سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو دین و دنیا میں سرفراز فرما۔

اے اللہ ہم کو اپنے محسن اور مخلص بندوں میں شامل فرمایئے اور ہم کو ظالموں میں شامل ہونے سے بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾

اور ہم نے موسیٰ اور ہارونؑ پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى

پر قائم رکھا اور ہم نے ان دونوں کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارونؑ پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

بے شک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے۔

وَلَقَدْ اور تحقیق البتہ	مَنَنَّا اور ہم نے احسان کیا	عَلٰى مُوْسٰى موسیٰ پر	وَهٰرُوْنَ اور ہارونؑ	وَنَجَّيْنٰهُمَا اور ان دونوں کو نجات دی				
وَقَوْمَهُمَا اور ان کی قوم	مِنَ سے	الْكَرْبِ غم	الْعَظِيْمِ بڑا	وَ اور	نَصَرْنٰهُمْ ہم نے مدد کی ان کی	فَكَانُوْا تو وہ رہے	هُمُ وہی	
الْغٰلِبِيْنَ غالب	وَاٰتَيْنٰهُمَا اور ہم نے ان دونوں کو دی	الْكِتٰبَ کتاب	الْمُسْتَبِيْنَ واضح	وَ اور	هَدَيْنٰهُمَا اور ہم نے ان دونوں کو ہدایت دی			
الصِّرَاطَ راستہ	الْمُسْتَقِيْمَ سیدھا	وَتَرَكْنَا اور ہم نے باقی رکھا	عَلَيْهِمَا ان دونوں پر انکا ذکر خیر	فِى الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنے والوں میں				
سَلٰمٌ سلام	عَلٰى مُوْسٰى موسیٰ پر	وَهٰرُوْنَ اور ہارون	اِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح	نَجْزِى ہم جزا دیتے ہیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں			
اِنَّهُمَا بیشک وہ دونوں	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن					

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر ہوا تھا اب آگے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سورتوں میں متعدد جگہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت موسیٰ اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام مصر کے سرکش اور باغی بادشاہ فرعون کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ اسے سمجھائیں کہ وہ اپنی سرکشی سے باز آئے اور بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے مگر اس ظالم اور متکبر فرعون کی سمجھ میں کہاں کوئی بات آنے والی تھی۔ اس نے اور زیادہ بنی اسرائیل کو ستانا شروع کر دیا۔ ان کے بچوں کو قتل کرا دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ ان سے ذلیل خدمات لیتا تھا اور تمام قوم بنی اسرائیل کو پست و ذلیل اور بے حیثیت بنا کر رکھا تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے ظلم و ستم سے نجات ملی۔ مصر سے نکل کر بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو نہایت آسانی سے پار کر لیا اور فرعونیوں کو اسی سمندر میں غرق کر کے بنی اسرائیل کو غالب و منصور کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک واضح روشن اور بین کتاب یعنی توراۃ عطا فرمائی جو حق و باطل میں فرق و فیصلہ کرنے والی تھی اور نور و ہدایت دکھانے والی تھی۔ ان واقعات کی طرف یہاں اجمالاً اشارہ فرما کر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی تعریف فرمائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں افعال میں اقوال میں استقامت بخشی اور ہر معاملہ میں سیدھی راہ پر چلایا جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے لوازم میں سے ہے اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثناء و صفت باقی رکھی کہ آج

تک زبانیں ان پر سلام بھیجتی ہیں اس کے بعد بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور نیک کار بندوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں کہ ان کو مستحق ثناء وصفت کا بناتے ہیں اور چونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بھی اللہ تعالیٰ کے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے اس لئے صلہ بھی کامل عطا ہوا۔

یہاں اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** بیشک ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں تھے۔ اب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انهما من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اور آگے حضرت الیاس علیہ السلام کا بھی ذکر کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ تو قرآن کریم میں انبیاء کے ذکر میں جو بار بار اس قسم کی تصریحات ہیں ان سے بظاہر دو خاص مقصد معلوم ہوتے ہیں ایک تو انبیاء علیہم السلام کی مدح و تعریف ان کا مستحق ثناء ہونا ان کا قابل تقلید ہونا اہل کتاب کی بدگوئی اور اتہام تراشیوں سے انہیں محفوظ رکھنا اور دوسرا مقصد اس کے بالمقابل یہ بھی ہے کہ انبیاء کو ان کے مرتبہ سے زیادہ نہ بڑھایا جائے۔ انہیں بہرحال اللہ تعالیٰ کا بندہ ہی سمجھا جائے اور الوہیت کا کوئی جز بھی ان کے شامل نہ ہونا سمجھا جائے۔ اسی لئے انبیاء کے عبد مومن اور عبد کامل ہونے کی بار بار تصریح فرمائی۔ تو جس طرح اوپر حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ اور ذکر ایک خاص مقصد اور غرض سے سنائے گئے جس کی طرف اشارہ گذشتہ درس میں ہو چکا ہے اسی طرح حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے مناسبت رکھتا ہے اور اہل عرب کو حضرت موسیٰ و ہارون کا قصہ سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ تمہاری بہتری بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے۔ نیز اہل ایمان کو یہ بشارت بھی ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی برکت سے ملکوں کے مالک ہو جاؤ گے اور جس طرح ان دونوں حضرات کو ایک روشن کتاب یعنی تورات دی تھی اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیا گیا جس کا اتباع اب لازم ہے اور جس طرح ان دونوں حضرات یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے راہ راست کی ہدایت فرمائی۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صراط مستقیم دکھائی جس پر چلنا اب لازم ہے۔

اسی سلسلہ میں آگے چوتھا قصہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ حق تعالیٰ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کی صحیح قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ اور آپ ہی کی لائی ہوئی صراط مستقیم پر ہم کو بھی چلنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! جیسے آپ نے اپنے کرم سے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات بخشی اور فرعون کو بمعہ اس کے لشکر کے تباہ و برباد فرمایا اسی طرح اب بھی جو اہل اسلام اس وقت کے ملعون فرعون کے ظلم و ستم سے دبے ہوئے ہیں یا اللہ مظلوم اہل اسلام کو ظالموں کے تسلط سے نجات عطا فرما۔ اور ظالموں پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا کر تباہ و برباد فرما۔ یا اللہ! کمزور اور مظلوم اہل اسلام کی مدد فرما دے اور ظالموں کے ظلم سے بچالے۔ آمین

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ

اور الیاس بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اُس کو چھوڑے بیٹھے ہو

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے (اور وہ) معبود برحق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے سواُن لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جاویں گے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

مگر جو اللہ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاس کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ الیاسین پر سلام ہو

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے۔

وَاِنَّ اور بیشک	اِلْيَاسَ الیاس	لَمِنَ البتہ۔ سے	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں	اِذْ قَالَ جب اس نے کہا	لِقَوْمِهٖ اپنی قوم کو	اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم نہیں ڈرتے
اَتَدْعُوْنَ کیا تم پکارتے ہو	بَعْلًا بعل	وَتَذَرُوْنَ اور تم چھوڑ دیتے ہو	اَحْسَنَ سب سے بہتر	الْخَالِقِيْنَ پیدا کرنے والا	اللّٰهَ اللہ	
رَبَّكُمْ تمہارا رب	وَرَبَّ اور رب	اٰبَآئِكُمُ تمہارے باپ دادا	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا	فَاِنَّهُمْ تو بیشک وہ	
لَمُحْضَرُوْنَ وہ ضرور حاضر کئے جائینگے	اِلَّا سوائے	عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ مخلص	وَتَرَكْنَا اور ہم نے باقی رکھا	عَلَيْهِ اس پر اسکا ذکر خیر	
فِى الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنے والوں میں	سَلٰمٌ سلام	عَلٰى پر	اِلْ يَاسِيْنَ الیاسین الیاس	اِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح	نَجْزِى جزا دیا کرتے ہیں	
الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد اب حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام ایک مشہور اسرائیلی نبی گزرے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عرصہ بعد مبعوث ہوئے تھے۔ بیشتر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آپ کا زمانہ قریب ۸۵۰ سال قبل مسیح ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ سے قریب ۵۰۰ سال بعد قرآن کریم میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر دو جگہ آیا ہے ایک سورۂ انعام ساتویں پارہ میں اور ایک موجودہ سورۃ میں ان آیات زیر تفسیر میں۔ سورۂ انعام میں تو آپ کو صرف انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں شمار کیا ہے مگر یہاں آپ کی نبوت ورسالت کا بھی اعلان ہے۔ آپ کی قوم کی گمراہی اور بت پرستی کا بھی ذکر ہے۔ آپ کی تبلیغ اور ارشاد کا بھی تذکرہ ہے اور آپ کی فضیلت اور برگزیدگی کا بھی بیان ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت کے متعلق مفسرین و مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ شام کے باشندوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور بعلبک کا مشہور شہر آپ کی رسالت و ہدایت کا مرکز تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم مشہور بت ''بعل'' کی پرستار اور توحید سے بیزار شرک میں مبتلا تھی۔ کتب تفسیر میں منقول ہے کہ

''بعل'' اس قوم کا سب سے زیادہ مقبول دیوتا تھا۔ یہ سونے کا بت تھا اور بیس گز کا قد تھا اور اس کے چار منہ تھے اور اس کی خدمت پر چار سو خادم مقرر تھے۔ ایک پر تکلف درگاہ بنا رکھی تھی اور اس کی تعظیم وادب کے قاعدے مقرر کر رکھے تھے۔ اس بت کے مجاور نئی نئی اس کی کرامات وحکایات لوگوں کو سناتے کہ فلاں کی یہ مراد ''بعل'' نے دی اور فلاں نے نذرانہ نہ دیا تھا تو اس کو یوں برباد کیا۔ اس کو سجدہ کیا کرتے تھے اور اس کے آگے قربانی ہوتی تھی اور باجے گاجے بجا کرتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم دوسرے بتوں کے ساتھ خصوصیت سے ''بعل'' کی پرستار تھی خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو سمجھایا اور راہ ہدایت دکھائی صنم پرستی کے خلاف وعظ ونصیحت کرتے ہوئے توحید خالص کی جانب دعوت دی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت الیاس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہو۔ تم نے خود ایک بت گھڑ کر اس کا نام ''بعل'' رکھ لیا۔ (عبرانی زبان میں بعل کے معنی مالک' سردار' حاکم اور رب کے ہیں) اور اللہ کو بھول گئے۔ تعجب ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جو خالق کل ہے اور بہترین خالق ہے ایک بت کو پوج رہے ہو اور اس کو پکارتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا اور تم سے پہلے تمہارے باپ دادا کا رب اور پروردگار ہے اور وہی مستحق عبادت ہے اس کے سوا کسی قسم کی عبادت کسی کے لئے لائق نہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کی اس صاف اور خیر خواہانہ نصیحت کو نہ مانا اور اس دعوائے توحید میں ان کو جھٹلایا جس کی شامت اور وبال میں قیامت میں ان سے سخت باز پرس ہوگی اور ان پر سخت عذاب ہوں گے جبکہ وہ گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اس روز صرف وہی لوگ پکڑ اور عذاب سے بچیں گے جنہوں نے رسولوں کا کہنا مانا اور توحید پر قائم رہے۔ وہی اللہ کے مخلص بندے ہیں وہ اجر وثواب میں ہوں گے آگے بتلایا جاتا ہے کہ مثل دیگر انبیاء کے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کی ثنا وصفت اور ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا کہ ہر مومن ومسلم کی زبان سے ان پر سلام بھیجا جاتا ہے اور ان کو علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلصین اور نیک کاروں کو ایسا ہی صلہ اور بدلہ عطا فرماتے ہیں کہ دنیا میں نیک نامی اور ذکر خیر اور آخرت میں کامیابی وکامرانی بیشک حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے کامل ایماندار بندوں میں سے ہیں۔

یہاں ان آیات میں حضرت الیاس علیہ السلام نے جو اللہ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے متعلق فرمایا "اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ" یعنی سب سے بہتر بنانے والا تو اس کے متعلق مفسرین نے ایک نکتہ اور تنبیہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ معاذ اللہ احسن الخالقین کے یہ معنی نہیں کہ خالق تو بہت ہیں مگر اللہ سب سے بہتر ہے بلکہ لفظ خلق کے دو معنی ہیں۔ ایک ایجاد اور اختراع کے معنی ہیں یعنی کسی چیز کو عدم سے نکال کر وجود میں لانا۔ اس معنی میں تو خالق کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ عدم سے وجود میں لانا اور جان ڈالنا اور جان نکالنا یہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کے اختیار میں نہیں تو یہاں آیت میں خالقین کے یہ معنی مراد نہیں دوسرے معنی خلق کے تقدیر اور اندازہ کرنے اور صنعت اور کاریگری کے ہیں اس معنی میں "اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ" کے مطلب یہ ہوں گے کہ سب اندازہ کرنے والوں اور تمام صناعوں اور کاریگروں میں اللہ سب سے بہتر اور بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اندازہ ہمیشہ بالکل ٹھیک اور درست ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کا اندازہ کبھی درست ہوتا ہے اور کبھی غلط اور دنیا میں اگرچہ صناع اور کاریگر بہت ہیں مگر خداوند قدوس کی صنعت اور کاریگری کو کسی کی کاریگری

نہیں پہنچتی۔ تو اس آیت میں خالقین کے یہی دوسرے معنیٰ مراد ہیں۔ اس طرح خالق کا اطلاق بمعنی صناع اور کاریگر بندہ پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ بندہ بھی اپنے علم وقدرت کے مطابق صنعت اور کاریگری پر قدرت رکھتا ہے تو "اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ" یعنی اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے اسی دوسرے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

الغرض حضرت الیاس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا واقعہ اگرچہ قرآن کریم میں بہت مختصر مذکور ہے تاہم اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل یعنی یہود ذہنیت کس درجہ مسخ تھی کہ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی کہ جس کے کرنے پر یہ حریص نہ رہے ہوں۔ باوجود انبیاء اور رسل کے ایک طویل اور پیہم سلسلہ کے بت پرستی عناصر پرستی کواکب پرستی غرض غیر اللہ کی پرستش کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کے یہ پرستار نہ بنے ہوں۔ قرآن کریم میں بنی اسرائیل سے متعلق ان واقعات میں جہاں ان کی بدبختی اور کجروی پر روشنی پڑتی ہے وہیں ہم کو یہ موعظت اور عبرت بھی حاصل ہوتی ہے کہ اب جبکہ انبیاء و رسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا اور خاتم النبیین کی بعثت اور قرآن کریم کے آخری پیغام نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا ہے تو ہمارے لئے از بس ضروری ولازمی ہے کہ بنی اسرائیل کی مسخ فطرت اور تباہ ذہنیت کے خلاف خدائی احکام کو مضبوطی سے پکڑیں اور کتاب وسنت میں کجروی سے کام لے کر ان کی خلاف ورزی کی جرات نہ کریں۔ گویا ہمارا شیوہ سپردو تسلیم ہو۔ انکار وانحراف نہ ہو کہ اسلام کے یہی معنیٰ ہیں مگر افسوس ہے کہ کیسا پرفتن وقت آ گیا ہے کہ کسی نے اسلام کا لیبل لگا کر قرآن کی معنوی تحریف کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے تو کسی نے انکار حدیث کا فتنہ کھڑا کر رکھا ہے۔ کوئی مذہب سے بیزار ہے تو کوئی اللہ اور رسول کے خلاف ہے کہیں سوشلزم کی پکار ہے تو کہیں کمیونزم کا پرچار ہے۔ اس امت میں فتنوں کے دروازے نت نئے کھلتے چلے جا رہے ہیں اور وہ تمام گمراہیاں جن کا شکار یہود ونصاریٰ ہوئے تھے اس امت میں بھی راہ پاتی جا رہی ہیں۔ کوئی غلو اور افراط میں نصاریٰ کے قدم بقدم چلا تو کسی نے تفریط میں یہود کی روش اختیار کی۔ اور اس پر کچھ حیرت اور تعجب بھی نہیں۔ صادق مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق پہلے ہی پیشین گوئی فرما دی تھی کہ ایسا وقت اور ایسے حالات اس امت پر آ کر رہیں گے۔ بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ ضرور بالضرور پیروی کرو گے اگلی امتوں کی یعنی یہود ونصاریٰ کی بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ یعنی بالکل ان کے قدم بقدم چلو گے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم فرمائیں اور ان کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب اور اپنے احکام کا متبع اور شیدائی بننا نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے پانچواں قصہ حضرت لوط علیہ السلام اور چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان واسلام کی حفاظت فرمائیں اور اس پرفتن وقت میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو اسلام اور ایمان اور کتاب وسنت کی دولت عطا فرمائی ہے اس کی قدر اور سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی کتاب کا سچا مطیع اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنے عباد اللہ المخلصین میں تازندگی شامل ہونا نصیب فرما اور اپنے مخلصین ہی کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرما اور انہی کے ساتھ ہمیں اپنے رضا کے مقام جنت میں جانا نصیب فرما۔ یا اللہ! ہم کو بھی یہ سعادت نصیب فرما کہ ہمارے اس دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد ہمارا ذکر اس جہان میں نیک نامی سے ہو اور آخرت میں آپ کے اجر وثواب اور مغفرت ورحمت کے مورد ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

اور بیشک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز اُس بڑھیا (یعنی ان کی زوجہ) کے کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کردیا۔ اور تم تو اُن (کے دیار و مساکن) پر صبح ہوتے اور رات میں گزرا کرتے ہو۔ کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ہو

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

اور بے شک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے سو یونس شریک قرعہ ہوئے تو یہی ملزم ٹھہرے

الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ

پھر ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے سو اگر وہ (اُس وقت) تسبیح کرنیوالوں میں سے نہ ہوتے

فِىْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً

تو قیامت تک اُسی کے پیٹ میں رہتے۔ سو ہم نے اُن کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے اور ہم نے اُن پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا تھا

مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

اور ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا

وَاِنَّ اور بیشک	لُوْطًا لوط	لَمِنَ البتہ۔سے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	اِذْ جب	نَجَّيْنٰهُ ہم نے اسے نجات دی	وَ اور	اَهْلَهٗ اس کے گھر والے	
اَجْمَعِيْنَ سب	اِلَّا سوائے	عَجُوْزًا ایک بڑھیا	فِى الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے	ثُمَّ پھر	دَمَّرْنَا ہم نے ہلاک کیا	الْاٰخَرِيْنَ اوروں کو		
وَاِنَّكُمْ اور بیشک تم	لَتَمُرُّوْنَ البتہ گزرتے ہو	عَلَيْهِمْ ان پر	مُّصْبِحِيْنَ صبح کرتے ہوئے (صبح ہوتے)	وَبِالَّيْلِ اور رات میں				
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے	وَ اور	اِنَّ بیشک	يُوْنُسَ یونس	لَمِنَ البتہ۔سے	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں	اِذْ جب	اَبَقَ بھاگ گئے وہ	
اِلَى طرف	الْفُلْكِ کشتی	الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی	فَسَاهَمَ تو قرعہ ڈالا	فَكَانَ سو وہ ہوا	مِنَ سے	الْمُدْحَضِيْنَ دھکیلے گئے	فَالْتَقَمَهُ پھر اسے نگل لیا	
الْحُوْتُ مچھلی	وَهُوَ اور وہ	مُلِيْمٌ ملامت کرنیوالا	فَلَوْلَاۤ پھر اگر نہ	اَنَّهٗ یہ کہ وہ	كَانَ ہوتا	مِنَ سے	الْمُسَبِّحِيْنَ تسبیح کرنے والے	لَلَبِثَ البتہ رہتا
فِىْ بَطْنِهٖ اسکے پیٹ میں	اِلٰى تک	يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ بعث کے دن (روز حشر)	فَنَبَذْنٰهُ پھر ہم نے اسے پھینک دیا	بِالْعَرَآءِ چٹیل میدان میں	وَهُوَ اور وہ			
سَقِيْمٌ بیمار	وَاَنْۢبَتْنَا اور ہم نے اُگایا	عَلَيْهِ اس پر	شَجَرَةً ایک پودا	مِّنْ سے	يَّقْطِيْنٍ بیلدار (کدو)	وَاَرْسَلْنٰهُ اور ہم نے بھیجا اس کو	اِلٰى طرف	
مِائَةِ اَلْفٍ ایک لاکھ	اَوْ یا	يَزِيْدُوْنَ اس سے زیادہ	فَاٰمَنُوْا سو وہ ایمان لائے	فَمَتَّعْنٰهُمْ تو ہم نے انہیں بہرہ مند کیا	اِلٰى حِيْنٍ ایک مدت تک			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اس کے بعد پانچواں قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا اور چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ کئی جگہ گذشتہ سورتوں میں تفصیلاً بیان ہو

چکا ہے یہاں اجمالاً ذکر فرمایا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور آپ کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ ہی گزرا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وطن سے ہجرت فرمائی تو حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو بھی پیغمبری سے نوازا اور آج جہاں بحر لوط یا بحر میت جس کو بحیرۂ مردار Dead Sea بھی کہتے ہیں واقع ہے۔ یہاں اس وقت سدوم و عامورہ وغیرہ کی بستیاں تھیں۔ جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور بدکاری میں بری طرح مبتلا ہیں۔ اور ان کی خباثت اور بے حیائی اس درجہ کو پہنچ چکی تھی کہ اپنی بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر و مباہات کے ساتھ بدکاری کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور ہر ممکن طریقہ جو سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ پڑا بلکہ الٹے حضرت لوط علیہ السلام کے دشمن بن گئے اور آپ کو بستی سے نکال دینے اور پتھروں سے مار مار کر جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو بالآخر قانون جزا کا فیصلہ ان کے حق میں نازل ہوا اور عذاب الٰہی کا وقت آ پہنچا۔ ملائکہ عذاب انسانی شکل و صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں پہنچے اور آپ کو بتلایا کہ ہم ملائکہ عذاب ہیں اور اب یہ خدائی فیصلہ اس قوم کے سر سے ٹلنے والا نہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا مگر آپ کی بیوی ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور آپ کا ساتھ نہ دے گی اور سب کے ساتھ ہلاک ہوگی۔ ملائکہ کے اشارہ پر ابتدائے شب میں حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھر والوں کے سدوم سے رخصت ہو گئے مگر آپ کی بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ انہی واقعات کی طرف اجمالی طور پر ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

''اور بیشک لوط علیہ السلام بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ ان کا اس وقت کا قصہ قابل ذکر ہے جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو نجات دی بجز اس بڑھیا یعنی ان کی زوجہ کے کہ وہ عذاب کے اندر رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو یعنی لوط علیہ السلام اور آپ کے اہل کے سوا جو تھے ہلاک کر دیا اس کے بعد اہل مکہ سے خطاب ہوتا ہے کہ اے اہل مکہ تم تو ان کے دیار و مساکن پر شام کی طرف سفر کرتے ہوئے کبھی صبح اور کبھی رات میں گزرا کرتے ہو اور آثار بربادی دیکھتے ہو تو کیا اس کو دیکھ کر پھر بھی نہیں سمجھتے ہو کہ کفر و نافرمانی کا کیا انجام ہوتا ہے یعنی تم کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز آ جانا چاہئے''۔

اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا جاتا ہے جس کی تفصیلات سورۂ یونس گیارہویں پارہ اور سورۃ انبیاء سترہویں پارہ میں گزر چکی ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جو انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر سرفراز فرمایا اور اہل نینوا کی رشد و ہدایت کے لئے مامور فرمایا۔ وہاں کے لوگ جو شرک اور بت پرستی میں گرفتار تھے ان کو یونس علیہ السلام لگاتار سات سال تک پند و نصیحت کرتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے آپ کی ایک نہ سنی اور اعلان حق پر مطلق

کان نہ دھرااور یوماً فیوماً ان کا انکار و تکذیب بڑھتا ہی رہا۔ آخران کی مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر حضرت یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہو گئے اوران کو آگاہ کیا کہ باز نہ آئے تو تین دن کے اندر عذاب الٰہی نازل ہو گا۔ چنانچہ جب تیسری شب ہوئی تو یونس علیہ السلام بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ دریائے فرات کے کنارہ پر پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا۔ راستہ میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آگھیرا جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق ہونے کا یقین ہونے لگا تو اپنے عقیدہ کے مطابق وہ کہنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا نجات مشکل ہے"۔ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ سنا تو آپ کو تنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینویٰ سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا اور یہ میری آزمائش کے آثار ہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے اہل کشتی سے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے مجھ کو کشتی سے باہر دریا میں پھینک دو مگر ملاحوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور پھر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا خود آپ دریا میں کود گئے۔ اسی وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو اپنے پیٹ میں رکھ اس طرح کہ ان کے جسم کو مطلق گزند نہ پہنچے۔ یہ تیری غذا نہیں ہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے ان کا قید خانہ بنایا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں خود کو زندہ پایا تو درگاہ الٰہی میں اپنی اس ندامت کا اظہار کیا کہ وہ وحی الٰہی کا بغیر انتظار کئے اور اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر امت کی دعوت سے ناراض ہو کر نینویٰ سے نکل آئے اور عفو تقصیر کے لئے اس طرح دعا گو ہوئے۔ **لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظّٰلمین** الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی یکتا ہے۔ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں بلاشبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی دردبھری آواز کو سنا اور ان کے عذر کو قبول فرمایا اور مچھلی کو حکم ہوا کہ تیرے پاس جو ہماری امانت ہے وہ اگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے کنارہ پر جا کر حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دیا۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے اس کے جواب میں متعدد قول سلف سے نقل ہوئے ہیں۔ بعض نے صرف ایک دن یا ایک رات لکھا ہے۔ بعض نے تین دن یا سات دن یا چالیس دن تک لکھے ہیں۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ کسی بھی مدت کے تعین پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ الغرض جب مچھلی نے آپ کو بحکم خداوندی ساحل پر اگل دیا تو آپ نے اپنے کو ایک چٹیل میدان میں پایا آپ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے بہت کمزور و ناتواں ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے پاس ایک بیل دار درخت اگا دیا گیا تا کہ اس سے گھنا سایہ مل سکے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ کدو کی بیل تھی اور ایک پہاڑی بکری آپ کو دودھ پلا جایا کرتی تھی۔ ادھر تو یہ ہوا ادھر جب یونس علیہ السلام اہل نینویٰ سے جدا ہوئے تو قوم نے آپ کی بددعا کے آثار محسوس کئے آسمان پر ایک نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں نکلتا تھا اور وہ ان کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونس علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کیا۔ آپ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ اپنے مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے۔

اور گریہ زاری اور آہ وبکا کے ساتھ بڑے اخلاص اور تضرع سے خدا کو پکارنے لگے اور سب کہنے لگے کہ اے پروردگار یونس علیہ السلام جو تیرا پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو دولت ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب سے محفوظ کر دیا۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام کو دوبارہ حکم خداوندی ہوا کہ وہ نینویٰ جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی کریں۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس حکم کا امتثال کیا اور نینویٰ واپس تشریف لے آئے قوم نے جب ان کو دیکھا تو بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور ان کی رہنمائی میں دین ودنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی دنیا میں جتنی بستیاں اور قوم تکذیب انبیاء کی وجہ سے مستوجب عذاب ٹھہریں۔ ان میں سے کسی کو اس طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی۔ صرف یونس علیہ السلام کی قوم کی ایک مثال ہے کہ جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچالیا جو بالکل ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی بدولت ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی۔ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کے انہی واقعات کی طرف ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

مخاطبین قرآن کو جہاں حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ وہارون حضرت الیاس حضرت لوط علیہم السلام کے واقعات ذکر کر کے یہ بتلایا گیا کہ اللہ نے اہل ایمان کی اور اپنے مخلص بندوں کی ہمیشہ مدد فرمائی۔ اہل باطل پر ان کو غلبہ عطا فرمایا کفر و شرک پر اصرار ہمیشہ تباہی کا باعث ہوا۔ تکذیب انبیاء کی سزا قوموں نے اس دنیا ہی میں بھی اٹھائی وہیں حضرت یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر کر کے یہ بتلایا کہ زندگی میں توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اگر کوئی فرد یا قوم کیسا ہی جرم کر چکے لیکن اگر وہ خلوص اور عجز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنے کئے پر ندامت ظاہر کر کے معافی کا طالب اور خواستگار ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے درگزر فرما کر معافی عطا فرما دیتے ہیں جیسا کہ یونس علیہ السلام کی قوم کی مثال موجود ہے یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا **فلولآ انه كان من المسبحين للبث في بطنه الىٰ يوم يبعثون** سو اگر وہ اس وقت تسبیح اور استغفار کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے یعنی مچھلی کے پیٹ سے نکلنا میسر نہ ہوتا بلکہ اس کی غذا بنا دیئے جاتے تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ مصائب اور آفتوں کو دور کرنے میں تسبیح اور استغفار خاص اثر رکھتے ہیں اور جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں **لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین** پڑھا تو اس کلمہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش سے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی۔ اور وہ مچھلی کے پیٹ سے صحیح سالم نکل آئے۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جو دعاء مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی **لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین** اسے جو مسلمان بھی کسی مقصد کے لئے پڑھے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس آیت کریمہ کے ورد کی سعادت عطا فرمائیں اور اس کے ذریعہ سے توبہ اور استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہاں جو یہ فرمایا گیا **وارسلنٰه الىٰ مائة الف او يزيدون** (اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف

پیغمبر بنا کر بھیجا تھا) یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہیں ان کو اس شک کے اظہار کی کیا ضرورت تھی کہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ عام لوگوں کی مناسبت سے کہا گیا ہے۔ یعنی ایک عام آدمی انہیں دیکھتا تو یہ کہتا کہ ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ اوپر ہے۔ (تفسیر مظہری) اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہاں شک کا اظہار مقصود ہی نہیں ہے۔ انہیں ایک لاکھ بھی کہا جاسکتا ہے اور اس سے زیادہ بھی اور وہ اس طرح کہ اگر کسر کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کی تعداد ایک لاکھ تھی اور اگر کسر کو بھی شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زیادہ۔ اور ترمذی میں مرفوعاً آیا ہے کہ ۲۰ ہزار زیادہ تھے (بیان القرآن بحوالہ معارف القرآن جلد ہفتم)

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن جلد ہفتم میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ بات سورۂ یونس کی تفسیر میں بھی واضح کی جا چکی ہے اور اس آیت سے بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر سے جو عذاب ٹلایا گیا وہ اس لئے کہ آپ کی قوم بروقت ایمان لے آئی تھی اس سے پنجاب کے جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کی اس تلبیس کا خاتمہ ہو جاتا ہے کہ جب اس نے اپنے مخالفوں کو یہ چیلنج کیا کہ اگر وہ اسی طرح مخالفت کرتے رہے تو خدا کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ فلاں وقت تک عذاب الٰہی آ جائے گا۔ لیکن مخالفین کی جدوجہد اور تیز ہوگئی پھر بھی عذب نہ آیا۔ تب ناکامی کی ذلت سے بچنے کے لئے قادیانی نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ مخالفین دل میں ڈر گئے ہیں اس لئے ان پر سے عذاب ٹل گیا جس طرح یونس علیہ السلام کی قوم پر سے ٹل گیا تھا۔ لیکن قرآن کریم کی یہ آیت اس تاویل باطل کو مردود قرار دیتی ہے اس لئے کہ قوم یونس علیہ السلام تو ایمان کی وجہ سے عذاب سے بچی تھی اس کے برعکس مرزا قادیانی کے مخالفین نہ صرف یہ کہ اس پر ایمان نہیں لائے بلکہ ان کی مخالفانہ جدوجہد اور تیز ہوگئی۔ (معارف القرآن جلد ہفتم صفحہ ۴۸۰-۴۸۱)

یہ واقعات انبیاء کرام علیہم السلام کے سنا کر اب اصل مقصد یعنی توحید کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور شرک کی مذمت فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اس کی برکت سے حق تعالیٰ کی مدد ونصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔

حق تعالیٰ ہم کو اپنے مومن اور مخلص بندوں میں شامل فرمادیں اور ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمادیں ہم سے جو گذشتہ میں تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

سو ان لوگوں سے پوچھیئے کہ کیا خدا کیلئے تو بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ (ان کے بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ

خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں

عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾

بیٹیاں زیادہ پسند کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو پھر کیا تم (عقل اور) سوچ سے کام نہیں لیتے ہو ہاں کیا تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے

فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

سو تم اگر (اس میں) سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو اور ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں رشتہ داری قرار دی ہے اور جنات کا خود یہ عقیدہ ہے کہ

اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا

(ان میں جو کافر ہیں وہ عذاب میں) گرفتار ہوں گے۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ مگر جو اللہ کے خاص بندے ہیں (وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے) سو تم

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ

اور تمہارے سارے معبود خدا سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو کہ جو کہ جہنم رسید ہونے والا ہے۔ اور ہم میں سے (یعنی ملائکہ میں سے) ہر ایک کا

مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّاۗفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

ایک معین درجہ ہے۔ اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہم پاکی بیان کرنے میں بھی لگے ہوئے ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ پس پوچھیں ان سے	اَلِرَبِّكَ کیا تیرے رب کیلئے	الْبَنَاتُ بیٹیاں	وَلَهُمُ اور ان کیلئے	الْبَنُوْنَ بیٹے	اَمْ کیا	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	
الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے	اِنَاثًا عورت	وَهُمْ اور وہ	شٰهِدُوْنَ دیکھ رہے تھے	اَلَآ یاد رکھو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مِّنْ سے	اِفْكِهِمْ اپنی بہتان طرازی
لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں	وَلَدَ اللّٰهُ اللہ صاحب اولاد	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَكٰذِبُوْنَ بالتحقیق جھوٹے	اَصْطَفَى کیا اس نے پسند کیا	الْبَنَاتِ بیٹیاں		
عَلَى الْبَنِيْنَ بیٹوں پر	مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوگیا	كَيْفَ کیسا	تَحْكُمُوْنَ تم فیصلہ کرتے ہو	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟	اَمْ کیا		
لَكُمْ تمہارے پاس	سُلْطٰنٌ کوئی سند	مُّبِيْنٌ کھلی	فَاْتُوْا تو لے آؤ	بِكِتٰبِكُمْ اپنی کتاب	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے
وَجَعَلُوْا اور انہوں نے ٹھہرایا	بَيْنَهٗ اسکے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	الْجِنَّةِ جنات	نَسَبًا ایک رشتہ	وَ اور	لَقَدْ عَلِمَتِ تحقیق جان لیا	الْجِنَّةُ جنات
اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَمُحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے	سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ	عَمَّا اس سے جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	اِلَّا مگر		
عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے ہوئے (چنے ہوئے)	فَاِنَّكُمْ تو بیشک تم	وَمَا اور جو	تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو			
مَآ اَنْتُمْ نہیں ہو تم	عَلَيْهِ اس کے خلاف	بِفٰتِنِيْنَ بہکانے والے	اِلَّا سوائے	مَنْ هُوَ جو۔ وہ	صَالِ جانے والا	الْجَحِيْمِ جہنم	وَمَا اور نہیں

مِنَّآ ہم میں سے	اِلَّا لَہٗ مگر اس کیلئے	مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ایک معین درجہ	وَّاِنَّا اور بیشک ہم	لَنَحْنُ البتہ ہم	الصَّآفُّوْنَ صف بستہ ہونے والے
	وَّاِنَّا اور بیشک ہم	لَنَحْنُ البتہ ہم	الْمُسَبِّحُوْنَ تسبیح کرنے والے		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بعض انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنائے گئے تھے جن میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کے ساتھ اور ان کی قوموں کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے۔ کس کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص اور وفادار بندوں کو نوازا اور کس طرح ان کے جھٹلانے والوں کو سزا دی۔ ان قصوں کے قبل شروع سورت میں توحید اور آخرت کے متعلق عقلی دلائل مذکور ہوئے تھے اور مشرکین کے عقائد پر تنقید کر کے بتلایا گیا تھا کہ وہ کیسی لغو باتوں پر ایمان لائے بیٹھے ہیں اور ان کی گمراہیوں کے برے نتائج سے انہیں آگاہ کیا گیا تھا۔ اب سورت کے خاتمہ کے قریب پھر ابطال کفر وشرک کا بیان فرمایا جاتا ہے تا کہ توحید کا حق ہونا ظاہر ہو جائے۔

عرب کے بعض قبائل کا عقیدہ تھا کہ فرشتے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ان کے اس جاہلانہ عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب ان مشرکین سے پوچھا جاتا کہ فرشتے اگر خدا کی بیٹیاں ہیں تو ان کی مائیں کون ہیں۔ تو جواب میں وہ بڑے بڑے جنات کی لڑکیوں کو بتلاتے اس طرح (نعوذ باللہ) مشرکین نے خدا کا رشتہ جنوں اور فرشتوں دونوں سے جوڑ رکھا تھا۔ اس لئے ان آیات میں دونوں یعنی جنات اور فرشتوں کا حال ذکر کیا جاتا ہے اور مشرکین عرب کے ان احمقانہ عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان احمقوں سے کوئی پوچھے کہ اتنی بڑی عظمت اور قدرت والا خدا اپنے لئے اولاد بھی تجویز کرتا تو (معاذ اللہ) بیٹیاں لیتا اور تم کو بیٹے دیتا۔ ایک تو یہ گستاخی کہ خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کی پھر اولاد بھی کمزور اور گھٹیا۔ اس پر طرہ یہ کہ فرشتوں کو مونث یعنی عورت تجویز کیا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو پیدا کیا تھا یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس جہالت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ کچھ تو سوچو اے مشرکین عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔ ایک غلط عقیدہ بنانا تھا تو ایسا بالکل ہی بے تکا تو نہ ہونا چاہئے تھا یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرو اور خدا سے بیٹیاں پسند کراؤ۔ آخر یہ مہمل اور بے تکی بات تم نے نکالی کہاں سے۔ عقل وفہم اور علمی اصول سے تو اسے لگاؤ نہیں پھر کیا کوئی نقلی اور کتابی سند اس عقیدہ کی تم رکھتے ہو ایسا ہے تو وہی دکھلاؤ۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان احمقوں نے (معاذ اللہ) جنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا رشتہ جوڑ دیا۔ سبحان اللہ! کیا باتیں کرتے ہیں۔ ان مشرکین سے ہو سکے تو ذرا ان جنات ہی سے پوچھ آئیں کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں۔ جنات کو معلوم ہے اور وہ اس کو خوب جانتے ہیں کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کے روبرو پکڑے ہوئے آئیں گے۔ اور جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے اللہ کے چنے ہوئے بندے ہی اس پکڑ دھکڑ سے محفوظ رہیں گے تو معلوم ہوا کہ وہاں کسی کا رشتہ ناطہ نہیں صرف بندگی اور اخلاص کی پوچھ ہے عرب کے لوگ جنات کو بڑی طاقتور مخلوق مانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ جسے چاہیں ستا سکتے ہیں اور بہکا کر راستہ سے دور ہٹا سکتے ہیں۔ پھر بعض یہ بھی سمجھتے تھے کہ جنات کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے۔ فرشتے جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنا

دیں اور جنات جسے چاہیں برائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کر دیں۔ان تمام باطل عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور جواب دیا جاتا ہے کہ تمہارے اور ان کے ہاتھ میں کوئی مستقل اختیار نہیں۔ تم اور تمہارے جھوٹے معبود خواہ وہ جنات ہوں یا شیاطین یہ سب مل کر بھی اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ بدوں مشیت ایزدی ایک متنفس کو بھی زبردستی گمراہ کر سکیں۔گمراہ وہی ہوگا جو اپنی کرتوتوں کی وجہ سے دوزخ میں بہر حال جانے والا ہی ہے یہ تو جنات کا حال ہوا۔اب رہے فرشتے تو ان کے منہ سے سن لو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم میں سے ہر فرشتہ کی ایک حد اور درجہ مقرر ہے۔کسی کی مجال نہیں کہ اپنی حد سے باہر نکل سکے یا اپنے درجہ سے آگے بڑھ سکے۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ صف باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ ہر ایک اس انتظار میں رہتا ہے کہ اسے جو حکم ملے وہ پورا کرے۔ہم سب زبان اور عمل سے اللہ کی تسبیح اور تعریف کرتے رہتے ہیں ہمارا ہر وقت کا یہی کام ہے۔ہم کوئی کام بغیر اللہ کے حکم کے نہیں کرتے۔تو مطلب یہ نکلا کہ جب جن اور فرشتے سب اللہ کے سامنے عاجز ہیں تو ان کا اس کی خدائی میں کیا دخل ہوسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ شرک کی قباحت اور مشرکین کی جہالت اور حماقت یہاں ظاہر کی گئی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بارہ میں کیسے بہتان باندھتے ہیں مثلاً اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے اور بیٹیاں ناپسند کرتے حتیٰ کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے اور خدا کے لئے معاذ اللہ بیٹیاں پسند کرتے پھر فرشتوں کو مونث یعنی عورتیں قرار دیا اور خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ صاحب اولاد قرار دیا اور جنات کو خدا تعالیٰ کے درمیان رشتہ ٹھہرایا اور ذرا نہ خیال کیا کہ کتنی بیہودہ عقل اور نقل کے خلاف بات بک رہے ہیں۔

اب آگے سورۃ کی آخری آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ اور اہل ایمان کے لئے بشارت اور غلبہ کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے کفر و شرک سے بچا کر ہم کو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس انعام و احسان کی قدر شناسی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے مخلص تابعدار بندوں میں شامل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں کہ باطل اور نفس و شیطان کا کوئی حربہ ہم پر نہ چل سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اہل جنت میں سے ہونا مقدر فرمائیں اور اہل نار ہونے سے بچائیں۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں کی (کتابوں کے) طور پر آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾

پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہوا جاتا ہے۔ اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کیلئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے۔ کہ بے شک وہی غالب کئے جاویں گے

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾ اَفَبِعَذَا

اور (ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے تو آپ (تسلی رکھیے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا) خیال نہ کیجئے اور (ذرا)

بِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٨﴾

ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں۔ سو وہ (عذاب) جب ان کے روبرو آ نازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا (ٹل نہ سکے گا)

وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾

اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے اور دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔ آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

وَاِنْ اور بیشک	كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ وہ کہا کرتے تھے	لَوْ اَنَّ اگر ہوتی	عِنْدَنَا ہمارے پاس	ذِكْرًا کوئی نصیحت	مِّنَ سے	الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ	
لَكُنَّا ضرور ہم ہوتے	عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے (منتخب)	فَكَفَرُوْا پھر انہوں نے انکار کیا	بِهٖ اس کا	فَسَوْفَ تو عنقریب		
يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے	وَ اور	لَقَدْ سَبَقَتْ پہلے صادر ہو چکا ہے	كَلِمَتُنَا ہمارا وعدہ	لِعِبَادِنَا اپنے بندوں کیلئے	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں		
اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَهُمُ البتہ وہی	الْمَنْصُوْرُوْنَ فتح مند	وَاِنَّ اور بیشک	جُنْدَنَا ہمارا لشکر	لَهُمُ البتہ وہی	الْغٰلِبُوْنَ غالب	فَتَوَلَّ پس اعراض کریں
عَنْهُمْ ان سے	حَتّٰى تک	حِيْنٍ ایک وقت تک	وَاَبْصِرْهُمْ اور انہیں دیکھتے رہیں	فَسَوْفَ پس عنقریب	يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھ لیں گے		
اَفَبِعَذَابِنَا تو کیا ہمارے عذاب کیلئے	يَسْتَعْجِلُوْنَ وہ جلدی کر رہے ہیں	فَاِذَا تو جب	نَزَلَ وہ نازل ہوگا	بِسَاحَتِهِمْ انکے میدان میں	فَسَآءَ تو بُری		
صَبَاحُ صبح	الْمُنْذَرِيْنَ جنکو ڈرایا جا چکا ہے	وَتَوَلَّ اور اعراض کریں	عَنْهُمْ ان سے	حَتّٰى تک	حِيْنٍ ایک مدت	وَاَبْصِرْ اور دیکھتے رہیں	
فَسَوْفَ پس عنقریب	يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھ لیں گے	سُبْحٰنَ پاک ہے	رَبِّكَ تمہارا رب	رَبِّ الْعِزَّةِ عزت والا رب	عَمَّا اس سے جو		
يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	وَسَلٰمٌ اور سلام	عَلَى پر	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں	وَالْحَمْدُ اور تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب	

تفسیر وتشریح: یہ سورۂ والصّٰفّٰت کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ میں کفار ومشرکین کے کفریات اور ان کے باطل عقائد کا رد فرمایا گیا تھا۔ اب خاتمہ پر مشرکین عرب کی مذمت ایک دوسرے طریقہ سے فرمائی جاتی ہے اور انہیں تنبیہ کی جاتی ہے ساتھ ہی

23 ان اہل ایمان کے لئے جواس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور حمایت میں ہر طرح کے مصائب برداشت کررہے تھے اور مخالفین اسلام کے غلبہ کے باعث نہایت سخت حالات کا مقابلہ کررہے تھے انہیں بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ جن مصائب سے انہیں سابقہ پڑ رہا ہے ان پر گھبرائیں نہیں آخرکار غلبہ انہی کو نصیب ہوگا اور باطل کے وہ علمبردار جو اس وقت غالب نظر آرہے ہیں انہی کے ہاتھوں مغلوب اور مفتوح ہو کر رہیں گے۔ اس طرح ان کی تسلی فرمائی گئی اور ان کے دل مضبوط کئے گئے خاتمہ سورت پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت اور اس کی ذات پاک کا تمام عیوب ونقائص سے پاک ومبرا ہونا بیان فرما کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مشرکین عرب جب یہود ونصاریٰ کے منہ سے پہلے انبیاء کا حال سنتے تو کہتے کہ کاش ہمارے پاس بھی کوئی نبی اللہ کی کتاب لے کر آیا ہوتا تو ہم خوب اس پر عمل کرتے اور اللہ کے پسندیدہ بندوں میں ہوتے۔ مشرکین کے اس قول واقرار کا ذکر سورۂ انعام آٹھویں پارہ میں بھی آیا ہے جہاں ان کا قول اس طرح نقل فرمایا گیا ہے کہ اگر ہم پر کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان سے بھی یعنی یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر راہ پر ہوتے اور سورۂ فاطر ۲۲ویں پارہ میں بھی ان کے اس اقرار کا ذکر فرمایا گیا کہ ان کفار نے اللہ کی بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو ہم ہر امت سے بڑھ کر ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے۔ ان خاتمہ کی آیات میں بھی کفار مکہ کو ان کا یہ قول وقرار یاد دلایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ کوئی نبی اگر ہم میں پیدا ہوا ہوتا اور اس پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہوتی تو یقیناً ہم تصدیق کرنے والوں میں ہوتے اور اس پر خوب عمل کر کے دکھلاتے اور اطاعت الٰہی میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص اور منتخب بندوں میں شامل ہو جاتے تو اب جبکہ ان کی تمنا کے مطابق رسول اور صاحب کتاب وشریعت رسول ان کی قوم میں آ گئے تو یہ اپنے سب پچھلے قول وقرار بھول بیٹھے اور تکذیب وانکار میں پچھلی قوموں سے بھی بازی لے گئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید ان کے پاس آئے تو ان کے منکر ہو گئے۔ اب اس انکار اور انحراف کا نتیجہ ان کو عنقریب معلوم ہو جاوے گا اور جو ان کا انجام ہونے والا ہے یہ عنقریب دیکھ لیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخرکار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں اور آخری فتح وکامیابی مخلص بندوں ہی کے لئے ہے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تسلی رکھئے اور تھوڑے زمانہ تک صبر کیجئے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا خیال نہ کیجئے اور ان کا حال دیکھتے رہئے اور یہ اپنا انجام بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔ چنانچہ الحمد للہ مشرکین نے دیکھ لیا کہ یہ بات جس طرح فرمائی گئی تھی اسی طرح پوری ہوئی ان آیات کے نزول پر چند ہی سال گزرے تھے کہ کفار مکہ نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کا فاتحانہ داخلہ اپنے شہر میں دیکھ لیا اور پھر اس کے چند سال بعد انہی لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اسلام نہ صرف عرب پر بلکہ روم اور ایران وغیرہ جیسی عظیم سلطنتوں پر بھی غالب آ گیا۔ تو یہاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ اہل ایمان کو تسلی فرمائی گئی اور **ابصرھم فسوف یبصرون** فرمایا یعنی آپ ان مشرکین کا حال دیکھتے رہئے اور عنقریب اپنا انجام یہ بھی دیکھ لیں گے تو شاید اس کو سن کر کافروں نے کہا ہو کہ پھر دیر کیا ہے ہم کو ہمارا انجام جلدی دکھلاؤ اس کے

متعلق آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار اللہ کے عذاب کا کیا تقاضہ کرر ہے ہیں اور اس کے آنے کی کیا جلدی مچار ہے ہیں۔ جب وہ آئے گا تو وہ بہت براوقت ہوگا اور عذاب الٰہی اس طرح آئے گا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہوا ہو اور صبح کے وقت یکا یک میدان میں اتر کر چھاپہ مار جائے۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تھوڑا زمانہ صبر کیجئے اور منتظر رہئے عنقریب یہ کفار بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ اس بشارت کے بعد سورت کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک اور تمام محاسن وکمالات کی جامع ہے اور حق تعالیٰ پاک اور منزہ ہیں ان تمام لغویات اور خرافات سے جو اہل کفر وشرک اس کی جانب منسوب کرتے رہتے ہیں اس کا سلام ورحمتیں وبرکتیں اس کے رسولوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اور حق تعالیٰ جن بندوں پر سلام بھیجیں ان کی عظمت اور ان کا واجب الاتباع ہونا بالکل ظاہر ہے اخیر میں وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا کہ تمام تر خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں۔ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

اس سورۃ کی خاتمہ کی تین آیات یعنی سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ان تین مختصر آیات میں سورۃ کے جملہ مضامین کو بڑی خوبی سے سمیٹ دیا گیا ہے۔ سورۃ کی ابتدا توحید کے بیان سے ہوئی تھی جس کا حاصل یہ تھا کہ مشرکین جو جو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ ان سب سے پاک اور منزہ ہے۔ چنانچہ پہلی آیت سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد سورۃ میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کئے گئے تھے۔ چنانچہ دوسری آیت وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد نہایت وضاحت سے کھول کھول کر کفار ومشرکین کے عقائد اور ان کے شبہات واعتراضات کو عقلی ونقلی دلائل سے باطل ٹھہرایا گیا اور یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ غلبہ بالآخر اہل حق ہی کو حاصل ہوگا اور جو انسان بھی عقل وفہم سے کام لے گا وہ بالآخر حق تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا پر مجبور ہوگا چنانچہ اسی حمد وثنا یعنی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

ان خاتمہ کی آیت سے یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ ایک مومن کا کام یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے ہر مضمون ہر خطاب اور مجلس کا خاتمہ باری تعالیٰ کی کبریائی اور بزرگی اور اس کی حمد وثنا پر کرے۔ چنانچہ حدیث میں ان خاتمہ کی تین آیات یعنی سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو بعد نماز اور ختم مجلس پڑھنے کی فضیلت آئی ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار سنا کہ آپ نماز ختم ہونے کے بعد یہ تین آیات تلاوت فرماتے تھے اور حضرت علیؓ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانے سے اجر وثواب ملے اسے چاہئے کہ وہ اپنی ہر مجلس کے اخیر میں یہ پڑھا کرے یعنی سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الحمد للہ کہ اس درس پر سورۂ صٰفّٰت مکیہ کا بیان ختم ہوا جس میں ۵ رکوع تھے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جیسی تائید وحمایت ابتدا میں اسلام کی فرمائی اب بھی اپنی رحمت سے ایسی ہی تائید وحمایت فرمائیں اور اسلام کو غلبہ اور نصرت عطا فرمائیں۔ اور مخالفین اسلام کو ذلت وخواری نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ؕ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾

ص قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے بلکہ یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق) کی مخالفت میں ہیں۔

صٓ صاد	وَالْقُرْاٰنِ قرآن کی قسم	ذِی الذِّكْرِ نصیحت دینے والا	بَلْ بلکہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	فِیْ عِزَّةٍ گھمنڈ میں	وَّشِقَاقٍ اور مخالفت	

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب ۲۳ویں پارہ کی سورۂ ص کا بیان شروع ہورہا ہے۔ زیرتفسیر دو ابتدائی آیات تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ حسب معمول بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات میں سے حرف ص سے ہوئی ہے۔ اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا یہی نام قرار دے دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۸ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار انسٹھ ہے یعنی ۵۸ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اور پھر ۵۵ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۸۸ آیات ۵ رکوعات ۷۳۸ کلمات اور ۳۱۰۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد سے متعلق مضمون بیان فرمایا گیا ہے خصوصاً زیادہ تر مضمون متعلق رسالت کے ہے کیونکہ جس زمانہ میں یہ سورت نازل ہوئی اس وقت کفار مکہ اور سرداران قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا دہی اور مخالفت پر کمر باندھ رکھی تھی تا کہ آپ کسی طرح تبلیغ دین کو چھوڑ دیں اس لئے سورۃ کی ابتدا میں قرآن کریم کے نصیحت والی کتاب ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کفار کو ان کی ہٹ دھرمی پر اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جو لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں اور کفر وانکار پر اصرار کر رہے ہیں اس کا انجام خود ان کے حق میں برا ہوگا کیونکہ جب فیصلہ کا وقت آ جاتا ہے تو پھر نجات کی راہ باقی نہیں رہتی۔ پہلے بھی جن قوموں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور وہ برباد ہوگئیں۔ اس بات کے ثبوت کے طور پر اجمالی طور سے قوم نوح عاد وثمود وغیرہ کا ذکر فرمایا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تسلی دی گئی کہ یہ نادان لوگ ہیں۔ ان کی جہالت کی باتوں کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کریں اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر سنایا گیا کہ اللہ نے ان کی مدد کی اور ان کے مخالفوں پر انہیں فتح دی اور وہ سارے ملک کے بادشاہ ہوئے اس کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہ ہوئے اور اللہ کے حکموں کی تعمیل کرتے رہے۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہے انہوں نے مصیبت میں بڑے صبر سے کام لیا اور اللہ سے آس نہ توڑی آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی اور دنیا میں بھی خوش حالی عطا فرمائی اور آخرت میں بھی اپنی رحمت سے سرفراز کرے گا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ذکر سے منکرین قرآن کو جتلایا گیا کہ وہ اپنی جاہ ودولت اور دنیوی شان وشوکت کے لحاظ سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اقتدار کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں مگر اتنے زبردست اقتدار اور شان وشوکت کے باوجود حضرت داؤد اور

حضرت سلیمانؑ ہر وقت اور ہر قدم پر اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے خدا کے شکر گزار بندے تھے دنیاوی جاہ وحشمت نے ان کو اللہ سے غافل نہیں بنایا پے در پے نو پیغمبروں کا ذکر کر کے فرمانبردار بندوں اور نافرمانبردار سرکش بندوں کے اس انجام کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو وہ عالم آخرت میں دیکھنے والے ہیں۔ دوزخیوں کا حال اور جنتیوں کی کیفیت بڑے پراثر انداز سے بیان کی گئی ہے۔ اخیر میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ابلیس اور حضرت آدمؑ کے درمیان ازلی عداوت ہے۔ خدا نے جو مرتبہ آدم علیہ السلام کو دیا تھا اس پر ابلیس نے حسد کیا اور حکم خدا کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کر کے لعنت کا مستحق ہوا اسی طرح جو لوگ حق سے کفر وانکار کی سرگرمیاں کر رہے ہیں وہ دراصل ابلیس کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور ابلیس جس طرح مردود بارگاہ ہوا اسی طرح منکرین بھی اپنے حق میں مردود بارگاہ ہونے کی راہ ہموار کر رہے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ قرآن کو اپنا رہنما بنا رہے ہیں وہ آدمیت اور انسانیت کی راہ ہے گویا قرآن کی مخالفت سے انسان آدمیت سے نکل کر ابلیسیت کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ شیطان کے ہتھکنڈوں اور چالوں سے بچو رسول کی نصیحت مانو اگر اسے نہ سنا اور نہ مانا تو پھر بری طرح پچھتاؤ گے یہ ہے خلاصہ مضامین اس پوری سورت کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اس سورت کی ابتدائی آیات کے سبب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ جب ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے والد بیمار ہوئے اور قریش کے سرداروں نے محسوس کیا کہ اب یہ ان کا آخری وقت ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر ابوطالب سے بات کرنی چاہئے وہ ہمارا اور اپنے بھتیجے کا جھگڑا چکا جائیں تو اچھا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اور ان کے بعد ہم ان کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں تو عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں گے کہ جب تک ابو طالب زندہ تھے یہ لوگ ان کا لحاظ کرتے رہے اب ان کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے ان کے بھتیجے پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اس رائے پر متفق ہو کر تقریباً ۲۵ سرداران قریش جن میں ابوجہل' ابوسفیان' امیہ بن خلف' عاص بن وائل' اسود بن مطلب' عقبہ' عتبہ' شیبہ شامل تھے ابو طالب کے پاس پہنچے ان سرداران قریش نے پہلے تو حسب معمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی شکایات بیان کیں پھر کہا کہ ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرنے آئے ہیں۔ آپ کا بھتیجا ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے اور ہم انہیں ان کے دین پر چھوڑے دیتے ہیں۔ وہ جس معبود کی عبادت کرنا چاہیں کریں مگر وہ ہمارے معبودوں کی برائی اور مذمت نہ کریں اور یہ کوشش نہ کریں کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس شرط پر آپ ہم سے ان کی صلح کرا دیں۔ ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا کہ بھتیجے یہ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں ان کی خواہش ہے کہ تم ایک منصفانہ بات پر ان سے اتفاق کر لو تا کہ تمہارا اور ان کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ پھر انہوں نے وہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائی جو سرداران قریش نے ان سے کہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا چچا جان میں تو ان کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جسے اگر یہ مان لیں تو تمام عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم ان کا باج گزار ہو جائے سرداران قریش بولے بتاؤ کہ وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ۔ اس پر

وہ سب یکبارگی ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ باتیں کرتے ہوئے وہاں سے چل دیئے جو اس سورۃ کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہیں۔ اس شان نزول کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سورۃ کی ابتداء ص جو حروف مقطعات میں سے ہے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے کئی جگہ کہا جا چکا ہے کہ اس کے حقیقی معنیٰ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا اس کے بعد کلام کی ابتدا قرآن کی قسم سے فرمائی گئی قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ایمان و عقائد کے بہت سے اصولی مسائل کی تاکید کیلئے مختلف طرح کی قسم کھائی ہے کبھی اپنی ذات پاک کی کبھی اپنی مخلوقات میں سے خاص خاص اشیاء کی تو حق تعالیٰ کو تو کوئی ضرورت قسم کھانے کی نہ تھی مگر جس طرح دنیا میں جھگڑے چکانے اور اختلافات مٹانے کا معروف طریقہ یہ ہے کہ دعوے پر شہادت پیش کی جائے۔ شہادت نہ ہو تو قسم کھائی جائے اسی طرح حق تعالیٰ نے انسانوں کے اس مانوس طریقہ کو اختیار فرمایا ہے اور کہیں تو شہادت کے الفاظ سے کسی مضمون کی تاکید فرمائی اور کہیں قسم کے الفاظ سے باقی یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی قسم عام مخلوق کی قسم کی طرح نہیں ہو سکتی۔ (بہشتی زیور) انسانوں کے لئے تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی قسم کھانا شرک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے وہ اپنی مخلوقات میں جس چیز کی چاہے قسم کھا لے۔ الغرض تاکید کے لئے کلام کی ابتدا قرآن کریم کی قسم سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ عظیم الشان اور عالی مرتبہ قرآن جو عمدہ نصیحتوں سے پر اور نہایت موثر طرز میں لوگوں کو ہدایت اور معرفت کی باتیں سمجھانے والا ہے آواز بلند شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ قرآنی صداقت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ قرآن کی تعلیم یا تفہیم میں کچھ قصور ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں معاذ اللہ کوئی کمی ہے بلکہ ان منکرین کے انکار اور انحراف کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی شیخی جاہلانہ غرور و نخوت اور معاندانہ مخالفت کے جذبات میں پھنسے ہوئے ہیں یہ اس دلدل سے نکلیں تو حق و صداقت کی راہ صاف نظر آئے۔

معلوم ہوا کہ جب تک انسان تکبر اور ضد سے کام لے گا حق تعالیٰ کو کبھی نہیں پا سکتا اور کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ ابھی ان کفار منکرین ہی کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قرآن پاک کی ہدایت اور نور سے ہمارے دلوں کو معمور فرمائیں اور اس کی تعلیمات و نصائح سے ہم کو پوری طرح فیض یاب فرمائیں۔ تعصب اور ضد جو کافرانہ خصلتیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔ اور قرآن پاک نے جو راستہ دکھلایا ہے اس پر ہم کو چلنے اور اس پر مستقیم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں دنیا میں قرآن پاک کا متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ فَنَادَوا وَّلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ ﴿٣﴾ وَعَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ

ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور ان کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن (ہی)

مِّنْهُمْ ۖ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٤﴾ أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾

میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر اور (دعویٰ نبوت میں) جھوٹا ہے (اور) کیا (یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے

وَانطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ﴿٦﴾ مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا

اور ان کفار میں کے رئیس یہ کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت پر) قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی

فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾ أَأُنزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِن بَيْنِنَا ۚ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ

ہو نہ ہو یہ گھڑت ہے کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا بلکہ یہ لوگ (خود) میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں

مِّن ذِكْرِي ۖ بَل لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ﴿٨﴾

بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا

كَمْ کتنی ہی	أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیں	مِن قَبْلِهِم ان سے قبل	مِّن قَرْنٍ امتیں	فَنَادَوا تو وہ فریاد کرنے لگے	وَّلَاتَ اور نہ تھا	حِينَ وقت			
مَنَاصٍ چھٹکارا	وَعَجِبُوا اور انہوں نے تعجب کیا	أَن کہ	جَاءَهُم ان کے پاس آیا	مُّنذِرٌ ایک ڈرانے والا	مِّنْهُمْ ان میں سے	وَقَالَ اور کہا			
الْكَافِرُونَ کافر	هَٰذَا سَاحِرٌ یہ جادوگر	كَذَّابٌ جھوٹا	أَجَعَلَ کیا اس نے بنا دیا	الْآلِهَةَ معبود	إِلَٰهًا معبود	وَاحِدًا ایک	إِنَّ هَٰذَا بیشک یہ		
لَشَيْءٌ ایک شے (بات)	عُجَابٌ بڑی عجیب	وَانطَلَقَ اور چل پڑے	الْمَلَأُ سردار	مِنْهُمْ ان کے	أَنِ کہ	امْشُوا چلو	وَ اور	اصْبِرُوا جمے رہو	
عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ اپنے معبودوں پر	إِنَّ هَٰذَا بیشک یہ	لَشَيْءٌ کوئی شے (بات)	يُرَادُ ارادہ کی ہوئی (مطلب کی)	مَا سَمِعْنَا ہم نے نہیں سنا	بِهَٰذَا ایسی				
فِي میں	الْمِلَّةِ مذہب	الْآخِرَةِ پچھلا	إِنْ نہیں	هَٰذَا یہ	إِلَّا مگر محض	اخْتِلَاقٌ من گھڑت	أَأُنزِلَ کیا نازل کیا گیا	عَلَيْهِ اس پر	الذِّكْرُ ذکر (کلام)
مِن بَيْنِنَا ہم میں سے	بَلْ بلکہ	هُمْ وہ	فِي شَكٍّ شک میں	مِّن ذِكْرِي میری نصیحت سے	بَل بلکہ	لَّمَّا نہیں	يَذُوقُوا چکھا انہوں نے	عَذَابِ میرا عذاب	

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن تو اپنی ذات میں نہایت عظیم الشان عالی مرتبہ وعظ و نصیحت سے پر اور عزت و عظمت والا ہے اس کے باوجود جو کافر اس کا انکار اور اس سے انحراف کر رہے ہیں اس کی وجہ محض ان لوگوں کی ضد عناد ہٹ دھرمی اور تکبر ہے اب ان آیات میں ان ہی متکبر منکرین کو سنایا جا رہا ہے کہ ان کو معلوم رہنا چاہئے کہ اسی غرور اور تکبر کی بدولت۔ اللہ کے رسولوں سے مقابلہ اور مخالفت ٹھان کر بہت امتیں اور جماعتیں پہلے تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ وہ لوگ بھی مدتوں خدا کے پیغمبروں سے لڑتے رہے پھر جب ان کی پکڑ کا وقت آ گیا اور عذاب الٰہی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو گھبرا کر ہائے واویلا اور شور و غل مچانے لگے۔ مگر اس وقت فریاد کرنے اور ہائے پکار سے کیا بنتا ہے؟ اس وقت کی چیخ و پکار بیکار

تھی۔ عذاب سے بچ کر بھاگنے کا وقت ہی نہ رہا تھا اور رہائی اور خلاصی کا موقع گزر چکا تھا۔ آگے بتلایا گیا کہ ان کفار قریش نے اس بات پر تعجب کیا اور ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ ایک پیغمبر ان ہی کی جنس ان ہی کی قوم اور ان ہی کی برادری میں سے ان کو خبردار کرنے کے لئے مقرر کیا گیا حالانکہ عجیب بات اگر ہوتی تو یہ ہوتی کہ انسانوں کو خبردار کرنے کے لئے کوئی مخلوق آسمان سے بھیج دی جاتی یا ان کے درمیان اچانک ایک اجنبی کہیں باہر سے آ کھڑا ہوتا اور نبوت کا اعلان کرتا تو اس صورت میں تو بلاشبہ ان کو تعجب ہوسکتا تھا۔ پھر ان کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کا رسول ہونے ہی پر تعجب نہیں بلکہ یہ کافر تو یہ کہتے ہیں کہ یہ (نعوذ باللہ) کوئی جادوگر ہیں کہ جو اپنے دل سے کچھ باتیں گھڑ لی ہیں اور اللہ کے رسول بن بیٹھے ہیں اور لوگوں کو جادو اور منتر کے زور سے اپنے قابو میں لے آتے ہیں اور یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ کیا غضب کی بات ہے کہ ہمارے سارے دیوتاؤں اور معبودوں کے بدلے فقط ایک خدا کو ماننے کو کہتے ہیں یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ سارے جہان کا انتظام فقط ایک خدا کے سپرد کر دیا جائے اور جن دیوتاؤں کی بندگی قرنوں اور پشتوں سے ہوتی چلی آئی ہے وہ سب یک قلم موقوف کر دی جائے گویا ہمارے باپ دادا سب نرے جاہل اور بیوقوف ہی تھے جو اتنے دیوتاؤں کے سامنے سر عبودیت خم کرتے رہے۔ ان آیات کے شان نزول میں گذشتہ درس میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس سرداران قریش جمع ہوئے اور ابو طالب سے شکایت کی کہ یہ آپ کے بھتیجے ہماری اور ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہیں اور ہمیں طرح طرح سے احمق بناتے ہیں آپ ان کو سمجھایئے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا میں تو صرف ان سے ایک کلمہ چاہتا ہوں اور وہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ سرداران قریش یہ سن کر طیش میں آ کر کھڑے ہوگئے تو کہنے لگے کہ ہم اپنے سارے جانے بوجھے پرانے معبودوں کو چھوڑ کر بس ان کے کہنے سے ایک خدا کو مان لیں۔ چلو جی یہاں سے یہ کبھی اپنے منصوبہ سے باز نہ آئیں گے۔ یہ تو ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت وحمایت پر جمے رہو۔ یہ تو ہم سب پر اپنا حکم چلانا چاہتے ہیں اور ہم سب کا بڑا بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ یہی ان کا مطلب ہے جو بات یہ کہتے ہیں ہم نے تو یہ بات اپنے پچھلے مذہب میں کبھی سنی نہیں۔ یہ انہوں نے اپنے دل سے ایک بے اصل بات گھڑی ہے جو بالکل انوکھی ہے (العیاذ باللہ) ہم ان کی من گھڑت بات کیسے مان لیں اور اگر خیر فرض بھی کر لیں کہ یہ جو کچھ سنا رہے ہیں یہ اللہ کا کلام ہے تو یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے انہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے ملک اور قوم میں بس یہی اس منصب کے لئے رہ گئے تھے۔ ان کو کیا فوقیت اور فضیلت حاصل تھی کہ جو انہی کو نبوت ملی۔ کیا کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا جس پر اپنا کلام نازل کرتا (معاذ اللہ) کفار کی اس تمام بکواس اور خرافات کے جواب میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی یہ خرافات کچھ نہیں۔ بات حقیقت میں یہ ہے کہ ابھی ان کو ہماری نصیحت کے متعلق دھوکہ لگا ہوا ہے۔ وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور پیش آ کر رہے گا کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی اور عذاب کا کوڑا برسے گا اس وقت سارے شکوک وشبہات دور ہوجائیں گے۔

اب غور کیجئے کہ نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے ۴۰ سال اپنی عمر مبارک کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنی

قوم کے درمیان گزارد ے۔ اس وقت تک آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بامروت سب سے زیادہ خلیق سب سے زیادہ ہمسایوں کے خبرگیران۔ سب سے زیادہ حلیم اور بردبار سب سے زیادہ سچے اور امانت دار سب سے زیادہ خصومت اور دشنام اور فحش اور ہر بری بات سے زیادہ دور تھے اسی وجہ سے آپ کی قوم نے آپ کا لقب امین رکھا تھا (سیرۃ مصطفیٰ جلد اول) بعثت نبوی سے پانچ سال قبل جب آپ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی تو خانہ کعبہ کی دیواریں مرور زمانہ کی وجہ سے بہت بوسیدہ ہو چکی تھیں تو قریش اس بات پر متفق ہوئے کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے ازسرنو بنایا جائے چنانچہ جب تعمیر مکمل ہوگئی اور حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو قبائل قریش میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ تلواریں کھنچ گئیں اور لوگ جنگ وجدال اور قتل وقتال پر آمادہ ہو گئے جب چار پانچ روز اسی طرح گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی تو ابوامیہ بن مغیرہ جو قریش میں سب سے زیادہ معمر اور سن رسیدہ تھا اس نے یہ رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے میں داخل ہو اسی کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کرالو۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا صبح ہوئی اور تمام لوگ حرم میں پہنچے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ سب سے پہلے آنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے **ھذا محمد الامین . رضینا ھذا محمد** (یہ محمد امین ہیں ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں۔ یہ تو محمد امین ہیں)۔

آپ نے ایک چادر منگائی اور حجر اسود کو اس میں رکھ کر یہ فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو تھام لے تاکہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے۔ اس فیصلہ کو سب نے پسند کیا اور سب نے مل کر چادر اٹھائی جب سب کے سب اسی چادر کو اٹھائے اس جگہ پہنچے جہاں اس کو رکھنا تھا تو آپ بنفس نفیس آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا اور اس طرح یہ اختلاف اور قضیہ طے ہوا تو اعلان نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عزت وحرمت قبائل قریش اور اہل مکہ میں تھی۔ جب آپ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے تو تین سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے اور لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہوتے رہے تین سال کے بعد جب یہ حکم نازل ہوا کہ علی الاعلان اسلام کی طرف بلائیں تو آپ ایک دن کوہ صفا پر چڑھے اور قبائل قریش کو نام بنام پکارا جب سب جمع ہو گئے تو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ پہاڑ کے عقب میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ تو اس وقت بھی سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ بے شک ہم نے تو آپ سے سوائے صدق اور سچائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ تو بتلانا یہاں یہ مقصود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو صرف اسلام کی دعوت دیتے رہے اس وقت تک قریش نے آپ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن جب علی الاعلان بت پرستی کی برائی بیان کرنا شروع کی اور کفر وشرک سے روکنا شروع کیا تب قریش عداوت اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور ضد اور عناد اور ہٹ دھرمی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ایسے اتہامات اور الزامات رکھنے لگے کہ کبھی آپ کو معاذ اللہ ساحر کہتے کبھی شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے کبھی دیوانہ اور مجنون کہتے اور آپ کی دشمنی عداوت اور ایذارسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور جیسا کہ یہاں ان آیات میں بتلایا گیا معاذ اللہ کفار عداوت میں آپ کو ساحر کذاب کہنے لگے۔ کذاب مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت بڑا

جھوٹا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اب اس وقت کو ذرا ذہن میں لائیے کہ ایک طرف تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قوم کو دین و دنیا کی صلاح وفلاح کے لئے اور ان کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے ان کی خیر خواہی میں دن رات کوشاں ہیں۔ دوسری طرف قوم کے افراد آپ کو ساحر کذاب کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو کفار کے ان اتہامات اور الزامات سے آپ کو کس قدر قلبی اور ذہنی اذیت پہنچتی ہوگی اور آپ کو کتنا حزن و ملال ہوتا ہوگا جس کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے بار بار تسلی کا مضمون اور صبر کی تلقین فرمائی جاتی۔ چنانچہ اسی سورۃ میں چند آیات آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا اصبر علیٰ مایقولون. اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے۔ اب یہاں ایک فلسفہ قدرت اور حکمت خداوندی کا یہ بھی سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے جس طرح نور کے مقابلہ میں ظلمت اور بلندی کے مقابلہ میں پستی کو پیدا فرمایا اسی طرح خیر کے مقابلہ میں شر اور ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت کو اور ملائکہ کے مقابلہ میں شیاطین کو پیدا فرمایا کہ حق و باطل کا مقابلہ اور معرکہ دنیا میں جاری رہے اور لوگ اپنے ارادہ اور اختیار سے کسی ایک جانب کو قبول کریں۔ یہ نہ ہو کہ کسی ایک جانب کے قبول کرنے میں مجبور ہو جائیں اگر فقط حق اور اہل حق کو پیدا کیا جاتا اور باطل بالکل نیست و نابود ہوتا تو لوگ حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے جو سراسر حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔ شریعت اسلامیہ کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ لوگ جبراً وقہراً اسلام لائیں۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے جب حضرات انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا تو ان کے مقابلہ کے لئے شیاطین الانس والجن کو بھی پیدا فرمایا تا کہ دنیا حق اور باطل کا معرکہ اور ہدایت و گمراہی کی جنگ اور مقابلہ کو خوب دیکھ لے اور پھر اپنے ارادے اور اختیار سے حق اور باطل میں سے جس جانب کو چاہے قبول کرے۔ یہ دنیا دار ابتلا اور امتحان ہے اور بعثت انبیاء سے مقصود یہی ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں۔ اور جو تصدیق و ایمان اپنے ارادہ سے ہو شریعت میں اسی کا اعتبار ہے اور عنداللہ وہی مطلوب ہے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر کفار و مشرکین محض ضد و عناد سے جو الزامات واتہامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا کر آپ کی دعوت حق کو رد کرنے کی فکر اور کوشش میں رہتے تو کفار کے اقوال کا ایک جواب تو ان آیات میں دیا گیا آگے ایک دوسرے طرز پر جواب دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس نعمت کی قدر شناسی کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور اس قرآن پاک کی ہدایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا کامل اتباع نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور ہر طرح کی کج روی اور گمراہی سے اپنی حفاظت میں رکھیں۔ حق کا اتباع اور باطل سے گریز نصیب فرمائیں اور اپنے ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب سے دین ودنیا میں محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں یا کیا ان کو آسمان و زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان کا اختیار حاصل ہے

فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

(اگر اختیار ہے) تو ان کو چاہئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جاویں۔ اس مقام پر ان لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے منجملہ گروہوں کے جو شکست دیئے جاویں گے ان سے پہلے بھی قوم نوح

وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ

اور عاد اور فرعون نے جس کے کھونٹے گڑ گئے تھے اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی۔ وہ گروہ یہی لوگ ہیں

كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ

ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا اور یہ لوگ بس ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی

فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے دے دے۔

اَمْ کیا	عِنْدَهُمْ اُن کے پاس	خَزَآئِنُ خزانے	رَحْمَةِ رَبِّكَ تمہارے رب کی رحمت	الْعَزِيْزِ غالب	الْوَهَّابِ بہت عطا کرنیوالا	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے		
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	فَلْيَرْتَقُوْا تو وہ چڑھ جائیں					
فِي الْاَسْبَابِ رسیوں میں (رسیاں تان کر)	جُنْدٌ ایک لشکر	مَا جو	هُنَالِكَ یہاں	مَهْزُوْمٌ شکست خوردہ	مِنَ الْاَحْزَابِ گروہوں میں سے	كَذَّبَتْ جھٹلایا		
قَبْلَهُمْ ان سے پہلے	قَوْمُ قوم	نُوْحٍ نوح	وَعَادٌ اور عاد	وَفِرْعَوْنُ اور فرعون	ذُو الْاَوْتَادِ میخوں والا	وَثَمُوْدُ اور ثمود	وَقَوْمُ لُوْطٍ اور قوم لوط	وَ اور
اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ایکہ والے	اُولٰٓئِكَ یہی وہ	الْاَحْزَابُ گروہ	اِنْ نہیں	كُلٌّ سب	اِلَّا مگر	كَذَّبَ جھٹلایا	الرُّسُلَ رسولوں	فَحَقَّ پس آپڑا
عِقَابِ عذاب	وَمَا يَنْظُرُ اور وہ انتظار نہیں کرتے	هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	اِلَّا مگر	صَيْحَةً چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	مَا لَهَا جس کیلئے نہیں	مِنْ کوئی	
فَوَاقٍ ڈھیل	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	عَجِّلْ جلدی دے	لَنَا ہمیں	قِطَّنَا ہمارا حصہ	قَبْلَ پہلے	يَوْمِ الْحِسَابِ روز حساب	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے بعض کافرانہ اقوال اور ان کے اعتراضات نقل فرمائے گئے تھے جو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے دعوے میں ساحر اور کذاب کہتے۔ کبھی یہ الزامات لگاتے کہ اس تبلیغ دین سے آپ کا مقصد اپنی جاہ و حکومت قائم کرنا ہے۔ کبھی یہ اعتراض کرتے کہ خدا کو سوائے ان کے اور کوئی شخص نبی بنانے کے لئے نہ ملا۔ کفار کی ان خرافات کا ایک جواب تو گذشتہ آیات میں دیا گیا تھا کہ یہ جو بکواس کر رہے ہیں اور الزامات اور اتہامات لگا رہے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ ابھی انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی تو عقل ٹھکانے آ جائے گی اور یہ تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ دوسرا جواب ان آیات میں دیا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ رحمت کے خزانے اور آسمان و زمین کی حکومت سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی زبردست اور بڑی بخشش والا ہے جس پر جو انعام چاہے کرے۔

کون روک سکتا ہے یا نکتہ چینی کرسکتا ہے اگر وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو یہ کفار منکرین دخل دینے والے کون ہیں کہ جو یہ کہیں کہ فلاں پر تو یہ مہربانی فرمائی اور ہم پر نہ فرمائی۔ کیا اللہ کی رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمانوں کی حکومت کے یہ مالک و مختار ہیں جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہیں۔ اگر ہیں تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آئیں اور رسیاں تان کر یا سیڑھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں تاکہ وہاں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کا آنا بند کرسکیں اور اپنی مرضی اور منشاء کے موافق آسمان اور زمین کے انتظام انجام دے سکیں۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان اور زمین کی حکومت اور خزائن رحمت کی مالکیت کا دعویٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بے حیائی اور جنون کے اور کیا ہوگا۔

آگے بتایا جاتا ہے کہ زمین و آسمان کی حکومت اور خزانوں کے مالک تو یہ بیچارے کیا ہوتے چند شکست خوردہ آدمیوں کی ایک بھیڑ ہے جو اگلی تباہ شدہ قوموں کی طرح تباہ و برباد ہوتی نظر آتی ہے (چنانچہ یہ منظر ''بدر'' سے لے کر ''فتح مکہ'' تک لوگوں نے دیکھ لیا) ان کفار مکہ اور مشرکین عرب سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عاد نے اور فرعون نے جس کی سلطنت کے کھونٹے گڑے ہوئے تھے یعنی بہت زور قوت اور لاؤ لشکر والا تھا اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب ایکہ نے جن کے قصے متعدد جگہ آچکے ہیں ان سب نے بھی رسولوں کی تکذیب کی تھی پھر ان کی کیسی پکڑ ہوئی بڑی بڑی طاقتور فوجیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں تو ان کفار مکہ اور مشرکین عرب کی تو حیثیت اور حقیقت ہی کیا ہے۔ جب وہ تکذیب انبیاء کے جرم کی سزا سے نہ بچ سکے تو پھر یہ کیوں مطمئن ہیں اور یہ لوگ جو تکذیب پر مصر ہیں تو کیا ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں کہ جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین وعید عذاب سن کر استہزا اور تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم کو آخرت اور قیامت کے عذاب کی دھمکیاں سنائی جاتی ہیں تو اس وقت کا حصہ ہم کو ابھی دے دو۔ ہاتھ کے ہاتھ ہم سزا و جزا سے فارغ ہو جائیں۔ اس مطالبہ اور استہزا سے منکرین کا مطلب یہ تھا کہ قیامت و آخرت کچھ نہیں ہے اور اگر ہے تو ہم کو ابھی عذاب مطلوب ہے اور جب فوری عذاب نہیں تو معلوم ہوا نہ قیامت ہے نہ آخرت۔ خواہ مخواہ کی دھمکی ہے۔

چونکہ ان امور سے اور ان کفار کے ان اقوال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و ملال ہوتا تھا اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے صبر کا حکم دیا جاتا ہے اور بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو کمال صبر کے ساتھ موصوف تھے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور شکوک و شبہات کے فتنوں اور گمراہیوں سے ہم کو محفوظ رکھیں۔ یا اللہ آپ نے جیسے پہلے گمراہ قوموں اور اعدائے دین و اسلام کو ہلاک و تباہ فرمایا اسی طرح اب بھی دشمنان دین و اسلام کو ہلاک فرمائیے اور اسلام کو غلبہ و نصرت عطا فرمائیے۔ اور ہمیں حق کی پیروی اس کا اتباع اور اس کی حمایت کرنا نصیب فرمائیے۔
یا اللہ اگر کفار مشرکین نے ضد و عناد سے دین اسلام کی قدر نہ کی اور اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس کا استہزا اور تکذیب کی تو یہ اتنا تعجب خیز نہیں جتنا اس امر پر تعجب ہوتا ہے کہ جو باوجود دعوائے اسلام کے شریعت اسلامیہ سے نہ صرف منحرف ہیں بلکہ استہزا کا برتاؤ تک برتنے کی جرات کرتے ہیں۔ یا اللہ! رحمت کے خزانے آپ کے دست قدرت میں ہیں۔ امت مسلمہ پر نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اپنی رحمت کے دروازہ کھول دے۔ اور ان کو دین و دنیا کی صلاح و فلاح سے نواز دے اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے بچالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ

آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داوٗدؑ کو یاد کیجئے جو بڑی قوت والے تھے وہ بہت رجوع ہونے والے تھے ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ

يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ

شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور پرندوں کو بھی جو کہ جمع ہو جاتے تھے سب انکی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی

الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى

اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی تھی اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر

دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

داوٗدؑ کے پاس آئے تو وہ گھبرا گئے وہ کہنے لگے کہ آپ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے

وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھی راہ بتا دیجئے

اِصْبِرْ آپ صبر کریں	عَلٰى اس پر	مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	وَاذْكُرْ اور یاد کریں	عَبْدَنَا ہمارے بندے	دَاوٗدَ داوٗدؑ	ذَا الْاَيْدِ قوت والا
اِنَّهٗ بیشک وہ	اَوَّابٌ خوب رجوع کرنیوالا	اِنَّا سَخَّرْنَا بیشک ہم نے مسخر کردیئے	الْجِبَالَ پہاڑ	مَعَهٗ اس کے ساتھ	يُسَبِّحْنَ وہ تسبیح کرتے تھے	
بِالْعَشِيِّ شام کے وقت	وَالْاِشْرَاقِ اور صبح کے وقت	وَالطَّيْرَ اور پرندے	مَحْشُوْرَةً اکٹھے کئے ہوئے	كُلٌّ سب	لَّهٗ اسکی طرف	اَوَّابٌ رجوع کرنیوالے
وَشَدَدْنَا اور ہم نے مضبوط کی	مُلْكَهٗ اس کی بادشاہت	وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسکو دی	الْحِكْمَةَ حکمت	وَ اور	فَصْلَ فیصلہ کن	الْخِطَابِ خطاب
وَهَلْ اور کیا	اَتٰىكَ آپکے پاس آئی (پہنچی)	نَبَؤُا الْخَصْمِ خبر جھگڑنے والے	اِذْ جب	تَسَوَّرُوا وہ دیوار پھاند کر آئے	الْمِحْرَابَ محراب (مسجد)	
اِذْ دَخَلُوْا جب وہ داخل ہوئے	عَلٰى پر۔ پاس	دَاوٗدَ داوٗدؑ	فَفَزِعَ تو وہ گھبرایا	مِنْهُمْ ان سے	قَالُوْا انہوں نے کہا	لَا تَخَفْ خوف نہ کھاؤ
خَصْمٰنِ ہم دو جھگڑنے والے	بَغٰى زیادتی کی	بَعْضُنَا ہم میں سے ایک	عَلٰى بَعْضٍ دوسرے پر	فَاحْكُمْ تو آپ فیصلہ کردیں	بَيْنَنَا ہمارے درمیان	
بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَلَا تُشْطِطْ اور زیادتی (بے انصافی) نہ کریں	وَاهْدِنَآ اِلٰى اور ہماری رہنمائی کریں طرف	سَوَآءِ سیدھا	الصِّرَاطِ راستہ		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے بعض اقوال ذکر فرمائے گئے تھے جن کی بناء پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تکذیب کرتے تھے۔ کفار کے ان الزامات اور اعتراضات کے جواب بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمائے گئے تھے۔ چونکہ کفار کی ان بے باکانہ باتوں اور بے جا الزامات اور اعتراضات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اور طبیعت پر حزن و ملال ہوتا تھا اس لئے آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بعض انبیائے سابقین کے حالات سنائے جاتے ہیں تاکہ ان کے حالات و واقعات کے معلوم ہونے سے آپ کو تقویت حاصل ہو۔ اس سلسلہ میں پہلا قصہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا جو ان آیات اور اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے ان آیات زیر تفسیر میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار و مشرکین کے اقوال نازیبا پر کہ جو آپ کو (معاذ اللہ) ساحر اور کذاب تک کہتے ہیں صبر کیجئے اور ہمارے بندہ داوٗد

علیہ السلام کو یاد کیجئے۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی دو صفات بیان کی گئیں ایک صفت ذاالاید کی فرمائی اس کے لفظی معنی ہیں ''ہاتھوں والا'' مگر محاورہ میں اس سے مراد ''قوت والے'' کے لئے جاتے ہیں یعنی داؤد علیہ السلام بڑی قوت کے مالک تھے۔ اب قوتوں سے بہت سی قوتیں مراد ہوسکتی ہیں مثلاً جسمانی طاقت جس کا مظاہرہ آپ نے جالوت سے جنگ کے موقع پر کیا تھا۔ فوجی اور سیاسی طاقت جس سے اردگرد کی مشرک قوموں کو شکست دے کر ایک مضبوط دینی سلطنت قائم فرمائی۔ اخلاقی طاقت جس کی بدولت آپ نے بادشاہی میں فقیری کی کہ باوجود سلطنت اور مملکت کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اس کو ذریعہ معاش بناتے۔ عبادت کی طاقت جس کا یہ حال تھا کہ حکومت اور فرمانروائی اور جہاد فی سبیل اللہ کی مصروفیتوں کے باوجود صحیح احادیث کی روایات کے مطابق آپ ہمیشہ ایک دن ناغہ کر کے روزہ رکھتے تھے اور روزانہ ایک تہائی رات نماز میں گزارتے تھے جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے ایک تہائی رات عبادت کرتے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوجاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہوجاتا تو فرار اختیار نہ کرتے اور بلاشبہ وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔'' اس حدیث پر شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ عبادت کے اس طریقہ کو جو حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا سب سے زیادہ پسندیدہ اس لئے قرار دیا گیا کہ ایک تو اس طریقہ میں مشقت ومجاہدہ زیادہ ہے۔ اگر کوئی روزانہ ساری عمر روزہ رکھنے کا طریقہ اختیار کرے تو اس سے وہ روزے کا عادی ہوجاتا ہے اور اس کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اس میں زیادہ مشقت نہیں رہتی۔ لیکن ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنے میں تکلیف ومجاہدہ مسلسل رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس طریقہ عبادت سے انسان عبادت کے ساتھ اپنے نفس اہل وعیال اور متعلقین کے حقوق بھی پوری طرح ادا کرسکتا ہے۔

تو ایک صفت آپ کے قوت والے ہونے کی فرمائی دوسری صفت اواب کی فرمائی یعنی اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے۔ اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر فرمائی تھیں۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ ایک نعمت ان کو یہ عطا فرمائی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز میں ایسا اثر بخشا تھا کہ صبح وشام جب باہر میدان میں جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح بلند آواز سے کرتے اور زبور پڑھتے تو آپ کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگتے تھے۔ پرندے اڑتے اڑتے ٹھہر جاتے اور آپ کے اردگرد جمع ہوکر حمد خدا کے ترانے گاتے اور آپ کی تسبیح کی نقل کرتے اور ہمنوائی کرتے۔ دوسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیع اور پرشوکت سلطنت عطا فرمائی تھی۔ لکھا ہے کہ آپ کی مملکت میں شام، عراق، فلسطین، شرق اردن اور حجاز کا ایک حصہ شامل تھے۔ تیسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت یعنی نبوت عطا کی تھی اور صحیح فیصلہ کی قوت بخشی تھی لکھا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے سامنے کوئی ایسا معاملہ رکھ دیا جائے یا ایسی کوئی مہم پیش کردی جائے جو انتہائی پیچیدہ ہو یا کذب وافترا نے اس پر زیادہ سے زیادہ ملمع کردیا ہو تب بھی وحی الٰہی کے ذریعہ ان پر حقیقت حال منکشف ہوجاتی اس لئے جن وانس کسی کو یہ حوصلہ نہیں ہوتا تھا کہ آپ کے احکام کی خلاف ورزی کریں۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمی ایک بیل کا جھگڑا لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ بیل میرا ہے دوسرا غاصب ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے قضیہ کا فیصلہ دوسرے دن پر مؤخر کردیا۔ دوسرے دن آپ نے مدعی سے فرمایا کہ رات میں مجھ پر خدا نے وحی کی ہے کہ تجھ کو قتل کردیا جائے لہذا تو صحیح صحیح بات بیان کر۔ مدعی نے کہا کہ خدا کے سچے نبی! اس مقدمہ میں تو میرا بیان قطعاً حق اور سچ ہے لیکن اس واقعہ سے قبل میں نے اس یعنی مدعا علیہ کے باپ کو دھوکہ دے کر مار ڈالا تھا۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو قصاص میں قتل کردینے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی قسم کے واقعات ہوتے تھے جن کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم اور ان کی عظمت وشوکت

کے سامنے سب پست اور فرمانبردار تھے تو باوجود اس بڑی سلطنت اور نعمتوں کے جو اکثر احوال میں آدمی کو از خود رفتہ کر دیتی ہے یہ برکت نور نبوت کے آپ نہایت ضابط اور صابر تھے۔ آپ کے اسی ضبط و صبر کو ظاہر کرنے کے لئے آگے ایک واقعہ اہل مقدمہ کا بیان فرمایا جاتا ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے تین دن کی باری رکھی تھی ایک دن دربار اور مقدمات وغیرہ کے فیصلہ۔ ایک دن اپنے اہل وعیال کے پاس رہنے کا ایک دن خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اس دن خلوت میں رہتے تھے دربان کسی کو اندر جانے نہ دیتے۔ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ دو شخص عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آپ کے پاس آ کھڑے ہوئے کیونکہ دروازہ میں سے پہرہ داروں نے اس وجہ سے آنے نہ دیا تھا کہ وہ وقت خاص آپ کی عبادت کا تھا۔ مقدمات کے فیصلہ کا نہ تھا۔ تو ان کے اس طرح بے قاعدہ آ جانے سے حضرت داؤد علیہ السلام گھبرا گئے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق۔ آدمی ہیں تو ناوقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیوار کو پھاندنے کی کیا سبیل کی؟ خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ غرض اچانک یہ عجیب واقعہ دیکھ کر خیال دوسری طرف ہٹ گیا اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے قائم نہ رہ سکی۔ آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں ہم سے خوف نہ کھائیے۔ ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ چونکہ پہرہ داروں نے دروازہ سے آنے نہیں دیا اس لئے اس طرح آنے کے مرتکب ہوئے اب آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو عدل وانصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں۔

مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ آپ کیسے صابر اور متحمل تھے کہ ایسے بڑے جلیل القدر سلطنت کے خلوت خانہ خاص میں کسی کا بے اجازت پھر اس بے ڈھنگے پن سے آ گھسنا پھر بات چیت اس طرز سے کرنا کہ اول تو یہ کہنا کہ **لاتخف** یعنی ڈرومت پھر یہ کہنا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا۔ اس پر مزید یہ کہنا کہ بے انصافی مت کرنا غرض ان کا مجموعہ اقوال وافعال بظاہر گستاخی در گستاخی تھا اور اس میں داؤد علیہ السلام کے تحمل اور صبر کا امتحان تھا کہ آیا زور سلطنت میں ان متواتر گستاخیوں پر دار وگیر کرتے ہیں اور اس مقدمہ کو ملتوی کر کے ان پر دوسرا مقدمہ قائم کرتے ہیں یا غلبۂ نور نبوت سے عفو فرماتے ہیں اور اس مقدمہ کو کمال عدل سے بلا شائبہ غیض وغضب فیصل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نہایت صابر ثابت ہوئے اور مقدمہ کو نہایت ٹھنڈے دل سے سماعت اور فیصل فرمایا۔ جس سے مفسرین کرام نے بطور نتیجہ یہ بیان کیا کہ جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے کوئی بڑا رتبہ یا منصب دیا ہو اور عام مخلوق کی ضروریات اس سے متعلق ہوں تو اس کو چاہئے کہ وہ اہل حاجت کی بے قاعدگیوں اور غلطیوں پر حتی الوسع صبر کرے اور صبر سے کام لے کہ اس کے مرتبہ اور منصب کا یہی تقاضا ہے خاص طور سے حکام کو اس کا لحاظ رکھنا چاہئے مگر یہ باتیں تو وہ حکام برت سکتے ہیں جو قرآنی ہدایات اور اسلامی اخلاق کے طالب ہوں اور جو یورپ کے فرنگیوں کی تقلید پر نازاں ہوں اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوں انہیں ان قرآنی ہدایات وتعلیمات سے کیا سروکار؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم پاکستانیوں کو بھی وہ دن دیکھنا نصیب فرمائیں کہ جو اسلامی اور قرآنی اخلاق کا حامل اور عامل حکام کو اپنے ملک میں حکمرانی کرتے دیکھ لیں۔

الغرض حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے آنے والوں نے جو صورت مقدمہ بیان کی اور اس پر جو فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اور پھر فیصلہ فرمانے کے بعد خود اپنے فیصلہ سے جو اپنے آپ کو تنبہ ہوا اور اس قصہ کو اپنے لئے ایک فتنہ اور امتحان سمجھا اور اس پر عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک پڑے وہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ هٰذَآ أَخِىْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِىْ فِى

یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں جو مجھ کو دباتا ہے۔

الْخِطَابِ ۝٢٣ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ ۖ وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ

داؤد نے کہا یہ جو تیری دُنبی اپنی دُنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں

عَلٰى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوٗدُ أَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ

مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی

رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ ۩ ۝٢٤ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝٢٥ يٰدَاوٗدُ

اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا اور ہمارے یہاں ان کیلئے قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے۔ اے داؤد

إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ

ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ إِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝٢٦

جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں اُن کیلئے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے۔

إِنَّ هٰذَآ بیشک یہ	أَخِىْ میرا بھائی	لَهٗ اسکے پاس	تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ ننانوے (۹۹)	نَعْجَةً دُنبیاں	وَلِىَ اور میرے پاس	نَعْجَةٌ دُنبی	وَاحِدَةٌ ایک
فَقَالَ پس اس نے کہا	أَكْفِلْنِيْهَا وہ میرے حوالے کر دے	وَعَزَّنِىْ اور اس نے مجھے دبایا	فِى الْخِطَابِ گفتگو میں	قَالَ داؤد نے (کہا)			
لَقَدْ ظَلَمَكَ واقعی اس نے ظلم کیا	بِسُؤَالِ مانگنے سے	نَعْجَتِكَ تیری دُنبی	إِلٰى طرف ساتھ	نِعَاجِهٖ اپنی دُنبیاں	وَإِنَّ اور بیشک	كَثِيْرًا اکثر	
مِّنَ سے	الْخُلَطَآءِ شرکاء	لَيَبْغِىْ زیادتی کیا کرتے ہیں	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض	عَلٰى پر	بَعْضٍ بعض	إِلَّا سوائے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے درست	وَقَلِيْلٌ اور بہت کم	مَّا هُمْ وہ ایسے	وَ اور	ظَنَّ خیال کیا	دَاوٗدُ داؤد	أَنَّمَا کہ کچھ	
فَتَنّٰهُ ہم نے اسے آزمایا ہے	فَاسْتَغْفَرَ تو اس نے مغفرت طلب کی	رَبَّهٗ اپنا رب	وَخَرَّ اور گر گیا	رَاكِعًا جھک کر	وَأَنَابَ اور اس نے رجوع کیا		
فَغَفَرْنَا پس ہم نے بخش دی	لَهٗ اس کی	ذٰلِكَ یہ	وَإِنَّ اور بیشک	لَهٗ اس کیلئے	عِنْدَنَا ہمارے پاس	لَزُلْفٰى البتہ قرب	وَحُسْنَ اور اچھا
مَاٰبٍ ٹھکانا	يٰدَاوٗدُ اے داؤد	إِنَّا بیشک ہم نے	جَعَلْنٰكَ ہم نے تجھے بنایا	خَلِيْفَةً نائب	فِى الْأَرْضِ زمین میں	فَاحْكُمْ سو تو فیصلہ کر	
بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَلَا تَتَّبِعِ اور نہ پیروی کر	الْهَوٰى خواہش	فَيُضِلَّكَ کہ وہ تجھے بھٹکا دے	عَنْ سے		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	إِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَضِلُّوْنَ بھٹکتے ہیں	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب
شَدِيْدٌ شدید	بِمَا اس پر کہ	نَسُوْا انہوں نے بھلا دیا	يَوْمَ الْحِسَابِ روزِ حساب				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ایک دن جب حضرت داؤدعلیہ السلام اپنے عبادت خانہ میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے تو دوفریق ایک مقدمہ میں جھگڑنے والے اچانک دیوار پھاند کر آپ کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ حضرت داؤدعلیہ السلام ان کی اس طرح اچانک ناوقت آمد سے گھبرا گئے اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے قائم نہ رہ سکی اور ان آنے والوں نے حضرت داؤدعلیہ السلام سے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں ہم دوفریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آئے ہیں۔ آپ ہم میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ اب مقدمہ اور جھگڑے کی جوصورت حضرت داؤدعلیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی وہ ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ ایک فریق نے کہا کہ جھگڑا ہمارے درمیان یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ۹۹ دنبیاں ہیں اور میرے ہاں صرف ایک دنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کرلے اور جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے۔ بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔ حضرت داؤدعلیہ السلام نے اپنی شریعت کے قاعدہ کے مطابق ثبوت وغیرہ طلب کیا ہوگا اور پھر فرمایا کہ یہ اس کی زیادتی اور ناانصافی ہے چاہتا ہے کہ اس طرح اپنے غریب بھائی کا مال ہڑپ کر جائے اور عام لوگوں میں ایسا ہی ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کرنے کی عادت ہے کہ قوی چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے۔ ہاں اللہ کے نیک اور ایمان دار بندے اس سے مستثنٰی ہیں کہ وہ ایسی ظلم وزیادتی نہیں کرتے مگر وہ دنیا میں تھوڑے ہی ہیں۔ الغرض حضرت داؤدعلیہ السلام نے انصاف پرمبنی فیصلہ کر کے قضیہ کو ختم کر دیا۔ اس تمام قصہ کے بعد جب فریقین چلے گئے تو حضرت داؤدعلیہ السلام کو احساس اور تنبہ ہوا کہ میرے حق میں یہ قصہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ اپنی خطا معاف کرانے کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ درگاہ الٰہی میں سربسجود ہو گئے اور طلب مغفرت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی استغفار کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کی خطا معاف فرما دی۔ اور آپ کی عظمت اور قرب کو اور دوبالا کر دیا اور پھر یہ نصیحت فرمائی کہ اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اس لئے تمہارا فرض ہے کہ خدا کی اس نیابت کا پورا پورا حق ادا کرو اور معاملات کے فیصلہ شریعت الٰہی کے موافق انصاف کے ساتھ کرتے رہو اور جس طرح اب تک کبھی نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کی آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کیونکہ یہ چیز انسان کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے اور جب انسان اللہ کی راہ سے بھٹکا تو پھر ٹھکانہ کہاں۔ اور عموماً خواہش نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی نفسانی خواہش کو مقدم نہ رکھے۔

اب یہاں اس آیت کے سلسلہ میں **وظن داود انما فتنه فاستغفر ربه و خر راكعاً و اناب** اور داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور ہماری طرف رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داؤدعلیہ السلام کی وہ کیا خطا تھی جس کی آپ نے مغفرت طلب کی اور جس کی طرف یہاں آیت میں اشارہ فرمایا گیا تو چونکہ نہ قرآن مجید میں کہیں اس کی تفصیل کی طرف اشارہ ہے نہ کسی صحیح حدیث میں اس کی تفسیر ہے اس لئے مفسرین نے اپنی اپنی علیحدہ رائے کا اظہار کیا ہے اس سلسلہ میں مفسرین کا ایک گروہ تو وہ ہے کہ جو اسرائیلی اور اہل کتاب کی روایات سے متاثر ہوئے اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ جنہوں نے ان اسرائیلی روایات کے ماخذ کو سراسر بہتان الزام اور قطعاً غلط ٹھہرایا ہے۔ موجودہ بائبل میں تو حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی عجیب مٹی پلید کی گئی ہے اور اس میں جو کور کسر رہ گئی تھی وہ تالمود وغیرہ یہود کے

24 مذہبی نوشتوں نے پوری کر دی۔ بنی اسرائیلی انبیاء میں سے خصوصاً حضرت داؤد اور آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہما السلام کے خلاف تو ایسے سخت الزامات لگائے گئے ہیں کہ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ اسرائیلی روایات کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی ذات قدسی صفات کی جانب ایسی بے ہودہ اور مضحکہ خیز حکایات اور قصص منسوب کرتی ہے جن کو پڑھ کر ان مقدس ہستیوں کے متعلق نبی یا رسول اللہ ہونے کا تو کیا یقین ہو سکتا ہے یہ بھی باور نہیں ہوتا کہ وہ بااخلاق بزرگ ہستیاں ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ یہودی علماء کا ایک گروہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا سخت مخالف رہا ہے اور اسی دشمنی کے زیر اثر یہودیوں کے خبیث ذہن نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے خلاف افسانہ تراشی کی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک نے انبیاء خصوصاً انبیاء بنی اسرائیل کی مقبولیت و صالحیت کا پرزور اثبات بار بار اہل کتاب کے اتہامات کی تردید میں فرمایا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا بنی اسرائیل پر کتنا بڑا احسان ہے کہ ان کے اکابر کا دامن خود ان کی پھینکی ہوئی گندگیوں سے صاف کیا۔ انبیاء کرام کے اوپر الزامات اور اتہامات کی داستانیں موجودہ بائبل اور تورات میں ان کے محرف ہونے کی بڑی دلیل ہیں چنانچہ انہی داستان اور حکایات میں سے ایک خرافی روایت حضرت داؤد علیہ السلام سے تعلق رکھتی ہے جو موجودہ تورات کے صحیفہ سموئیل دوم باب ۱۱ و ۱۲ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایک طویل داستان بیان کی گئی ہے۔ اس لغو اور ناگفتہ بہ داستان میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جو اخلاقی نقشہ یہودیوں کی موجودہ توراۃ میں پیش کیا گیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد ان کو نبی اور پیغمبر تو کجا کسی ایک صحیح اخلاق کا انسان بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نبی کا دامن ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے جو قوموں کا ہادی اور رہبر ہوتا ہے اور جس کی ذات انسان کے لئے ایک مثال اور نمونہ بن کر آتی ہے اور پھر ایسے معصوم اور جلیل القدر نبی کے متعلق کسی قسم کی شرمناک اور حیا سوز حرکت کا احتمال کس قدر خلاف عقل ہے۔ جس کی برگزیدگی و فضل کا قرآن پاک میں اس طرح اعلان کیا گیا ہے۔ سورۂ سبا ۲۲ ویں پارہ میں ارشاد ہوا۔ **ولقد اتینا داؤد منا فضلاً** اور بالیقین ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضیلت اور برگزیدگی بخشی تھی اور یہاں ان آیات میں فرمایا گیا **انه اواب** بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ **و ان له عندنا لزلفیٰ و حسن مآب**. اور بے شک ان کے لئے ہمارے یہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی لغو اسرائیلی قصہ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب کرے گا اس کو ۱۶۰ کوڑے لگائے جائیں گے جو کسی نبی پر بہتان باندھنے کی سزا ہے۔ درمیان میں یہ بیان حضرت داؤد علیہ السلام پر یہود کے بہتان کا ضمناً آ گیا تھا۔ وہ سوال کہ یہاں آیت **وظن داؤد انما فتنه فاستغفر ربه و خر راكعاً و اناب** میں کس خطا سے مغفرت کی طرف اشارہ ہے یہ تحقیق طلب رہ گیا۔ اس کے متعلق بھی تحقیق مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ احقر مولف کو بہترین تحقیق شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی معلوم ہوئی جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت علامہؒ لکھتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلا ایک طرح کے عجب کی بناء پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار رات و دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت میں مشغول نہ رہتا ہو اور یہ اس لئے کہا کہ آپ نے روز و شب کے ۲۴ گھنٹے اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت تقسیم کر رکھے تھے تا کہ آپ کی عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں شاید اپنے حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتے۔ قسم ہے اپنے جلال کی کہ میں ایک روز تم کو تمہارے

نفس کے سپرد کردوں گا یعنی اپنی مدد ہٹالوں گا۔ دیکھیں اس وقت تم کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتے ہو۔ حضرت علامہ عثمانیؒ آگے لکھتے ہیں کہ یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہئے کہ جس وقت داؤد علیہ السلام عبادت میں مشغول ہوں تو بوجوہ پوری کوشش کے مشغول نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں چنانچہ آپ سن چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے فریقین مقدمہ نے اچانک عبادت خانہ میں داخل ہوکر حضرت داؤد علیہ السلام کو گھبرا دیا اور آپ کو شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کرلیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات ان کو داؤدؑ کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تو جب اہل معاملہ آپ کے پاس سے رخصت ہو گئے تو آپ کو تنبہ ہوا کہ یہ میری آزمائش تھی اللہ نے مجھے اس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ لفظ فتنہ کا اطلاق اس جگہ تقریباً ایسا سمجھو جیسے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ بچپن میں قمیص پہن کر لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر سے دیکھا اور خطبہ قطع کر کے ان کو اوپر اٹھا لیا اور فرمایا **صدق اللّٰہ انمآ اموالکم واولادکم فتنۃ** بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ اے پروردگار میں نے یہ کام کیا میں نے صدقہ کیا میں نے نماز پڑھی میں نے کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور میں نے تیری مدد کی اور تجھ کو توفیق دی اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور تو نے عمل کیا۔ تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کمائی اسی سے سمجھ لو کہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جتلاتے ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشغول نہ رہتے ہوں کیسے پسند آسکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے اسی لئے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے تا کہ متنبہ ہوکر اپنی غلطی کا اعتراف و تدارک کریں۔ چنانچہ تدارک کیا اور خوب کیا۔ میرے نزدیک یعنی حضرت علامہ عثمانیؒ کہتے ہیں آیت کی بے تکلف تقریر یہی ہے“۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اس آزمائش اور لغزش کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ مقدمہ کے یہ دو فریق دیوار پھاند کر اندر عبادت خانہ میں داخل ہوئے اور طرز مخاطبت بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انصاف کرنے اور ظلم و زیادتی نہ کرنے کی نصیحتیں شروع کر دی۔ اس انداز کی گستاخی کی بناء پر کوئی عام آدمی ہوتا تو انہیں جواب دینے کی بجائے الٹی سزا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ امتحان فرمایا کہ وہ بھی غصہ میں آکر انہیں سزا دیتے ہیں یا پیغمبرانہ عفو و تحمل اور ضبط و صبر سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے لیکن اتنی سی فروگذاشت ہوگئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو خطاب کرنے کی بجائے مظلوم کو خطاب فرمایا جس سے ایک صورت جانبداری کی متوہم ہوتی ہے اور گو مظلوم ہونے کی حیثیت سے یہ طرفداری بھی عبادت ہے مگر حضرت داؤدؑ غایت تقویٰ سے اتنی بات کو بھی کمال صبر کے خلاف اور ثبات فی الامتحان کے منافی سمجھے جس پر فوراً انہیں تنبہ ہوا اور سجدے میں گر گئے (بیان القرآن)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس کے متعلق بطور نتیجہ کے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے متعلق ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش خواہ کچھ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ براہ راست وحی کے ذریعہ بھی آپ کو اس پر متنبہ فرما سکتے تھے۔ لیکن اس کے بجائے ایک مقدمہ بھیج کر تنبیہ کے لئے یہ خاص طریقہ کیوں اختیار کیا گیا؟ تو درحقیقت اس طریقہ پر غور کرنے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ کسی شخص کو اس کی غلطی پر تنبیہ کے لئے حکمت سے کام لینے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا زیادہ

اچھا ہے جس سے متعلقہ شخص خود بخود اپنی غلطی کو محسوس کر لے اور اسے زبانی تنبیہ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور اس کے لئے ایسی تمثیلات سے کام لینا زیادہ موثر ہوتا ہے جس سے کسی کی دلآزاری بھی نہ ہو اور ضروری بات بھی واضح ہو جائے۔ (معارف القرآن جلد ۷)

الغرض ان آیات کی تشریح کے سلسلہ میں بعض محقق اور محتاط مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمت و مصلحت سے اپنے جلیل القدر پیغمبر کی اس لغزش اور امتحان کی تفصیل کو کھول کر بیان نہیں فرمایا اس لئے ہمیں بھی اس کی کاوش میں پیچھے نہیں پڑنا چاہئے اور جتنی بات قرآن کریم میں مذکور ہے صرف اسی پر ایمان رکھنا چاہئے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اسی پر عمل کرتے ہوئے واقعہ کی تفصیلات سے خاموشی اختیار کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہی محتاط اور سلامتی کا راستہ ہے۔ اسی لئے بعض علمائے سلف سے منقول ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے تم بھی اس کو مبہم رہنے دو۔ اسی میں حکمت و مصلحت ہے۔

ان آیات کے سلسلہ میں ایک دوسری بحث یہ ہے کہ جو فریقین مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے تھے وہ فرشتے تھے یا آدمی اور جو واقعہ بیان کیا گیا ہے کیا وہ واقعی تھا یا محض فرضی۔ تو اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ قرآن کریم میں کوئی صاف تصریح نہیں اس لئے امکان دونوں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور کفار مکہ کے اقوال و حرکات سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو رنج پہنچتا تھا اس کو صبر و تحمل سے برداشت کر لینے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا تا کہ آپ کو تقویت حاصل ہو کہ حضرت داؤد علیہ السلام باوجود اتنے بڑے جلیل القدر بادشاہ ہونے کے کس قدر صابر اور متحمل تھے کہ اہل مقدمہ کا اول تو آپ کے عبادت خانہ میں بے اجازت اور نہایت بے ڈھنگے پن سے دیوار پھاند کر گھس آنا۔ پھر بات چیت کا طرز بھی گستاخانہ تھا کہ پہلے تو یہ کہا کہ ڈرو مت۔ پھر یہ کہا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا پھر مزید یہ کہا کہ ناانصافی مت کرنا۔ ان تمام گستاخیوں پر حضرت داؤد علیہ السلام نے صبر و تحمل فرمایا اور ان اہل مقدمہ پر کوئی غیظ و غضب ظاہر نہیں فرمایا اور ان کا مقدمہ نہایت ٹھنڈے دل سے سماعت فرما کر فیصل فرمایا۔ اب آگے حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا گیا ہے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کو ذکر کرنے سے پہلے تین آیات میں بطور تاکید اور اہتمام کے یوم حساب اور آخرت کی جزا و سزا کے متعلق ذکر فرمایا گیا جس کا بیان انشاءاللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

یہاں چونکہ سجدہ کی آیت آ گئی ہے اس لئے اس کے پڑھنے اور سننے سے سب پر سجدہ تلاوت لازم ہو گیا۔ اس لئے جملہ قارئین و سامعین دعاء کے بعد ایک سجدہ تلاوت کر لیں گو یہ سجدہ کی آیت کئی مرتبہ پڑھی گئی مگر ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ اگر بار بار بھی پڑھی جائے تو ایک ہی سجدہ لازم آتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہماری شب و روز کی غلطیوں پر گرفت نہ فرمائیں اور ہمہ وقت ہم کو اپنی کوتاہیوں پر ندامت و مغفرت طلب کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کسی پر ظلم و زیادتی کرنے اور نفسانی خواہشات کے اتباع سے کامل طور پر بچائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ یا اللہ! روز حساب کو دنیا کی زندگی میں بھولے رہنے پر آپ نے عذاب شدید کی وعید ارشاد فرمائی ہے۔ یا اللہ! ہمیں اس وعید کا مورد بننے سے بچا لیجئے اور ہمیں روز حساب کو ہمہ وقت یاد رکھنے اور اس روز کی تیاری میں لگے رہنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں ان کو خالی از حکمت پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں سو کافروں کیلئے (آخرت) میں

مِنَ النَّارِ ۲۷ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ

بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ ہاں تو کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو

كَالْفُجَّارِ ۲۸ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۲۹

بدکاروں کے برابر کردیں گے یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

وَ اور	مَا خَلَقْنَا نہیں پیدا کیا ہم نے	السَّمَآءَ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	بَاطِلًا باطل	ذٰلِكَ یہ	ظَنُّ گمان
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	فَوَيْلٌ پس خرابی ہے	لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان کیلئے جنہوں نے کفر کیا (کافر)	مِنَ سے	النَّارِ آگ	اَمْ کیا	نَجْعَلُ ہم کردینگے		
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	كَالْمُفْسِدِيْنَ انکی طرح جو فساد پھیلاتے ہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اَمْ کیا			
نَجْعَلُ ہم کردینگے	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں	كَالْفُجَّارِ فاجروں (بدکرداروں) کی طرح	كِتٰبٌ ایک کتاب	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا	اِلَيْكَ آپکی طرف			
	مُبٰرَكٌ مبارک	لِّيَدَّبَّرُوْٓا تاکہ وہ غور کریں	اٰيٰتِهٖ اسکی آیات	وَلِيَتَذَكَّرَ اور تاکہ نصیحت پکڑیں	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں خاتمہ پر یوم الحساب کا ذکر آ گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لئے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے یعنی جنہوں نے دنیا میں اللہ کے احکام سے منہ موڑا وہ یقیناً آخرت کو بھول گئے۔ انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ آخرت میں رائی رائی کا حساب دینا ہوگا اس آخرت فراموشی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اب آگے ان آیات میں یوم حساب کے ذکر کی مناسبت سے یوم حساب کا ثبوت اور اس کے وقوع پر دلائل دیئے جاتے ہیں کہ یوم حساب ضرور ہونے والا ہے کیونکہ اگر روز حساب نہ ہو تو آسمان زمین وغیرہ کی پیدائش بے نتیجہ ہوئی جاتی ہے۔ اور اللہ نے یہ آسمان زمین اور ان کے درمیانی چیزوں کو بے نتیجہ پیدا نہیں کیا کہ اس میں کوئی حکمت نہ ہو۔ کوئی غرض اور مقصد نہ ہو اور کسی اچھے یا برے فعل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو۔ اس ارشاد سے مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں پیدا کر کے شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا گیا ہے کہ یہاں جس کا جو جی چاہے کرتا رہے اور اس پر کوئی باز پرس نہ ہو۔ یقیناً اس دنیا کا کچھ نتیجہ نکلنا ہے اور وہ نتیجہ ہے آخرت لہٰذا یہاں اس دنیا میں رہ کر وہاں یعنی آخرت کے لئے کام کرنا چاہئے اور وہ کام یہی ہے کہ انسان اپنی بے جا خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق وعدل کے اصول پر کاربند ہو اور خالق ومخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔ یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے کھا پی کر اور مزہ اڑا کر ختم کردیں گے۔ آگے حساب کتاب کچھ نہیں یہ خیالات تو ان کے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے جو جزا سزا کے قائل نہیں اور جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ نیک وبد سب آخر کار مٹی ہو جائیں گے اور کسی سے کوئی باز پرس اور محاسبہ نہیں۔ نہ کسی کو بھلائی یا برائی کا بدلہ ملے گا۔ ایسے لوگوں نے دراصل دنیا کو ایک کھلونا سمجھا ہے اور ان کا خیال ہے کہ خالق کائنات نے دنیا ومافیہا کو یونہی کھیل کے طور پر فضول اور عبث پیدا کر دیا ہے تو ایسے منکروں کے لئے جہنم کی آگ کا عذاب آخرت میں تیار ہے۔ آگے آخرت کے وقوع ہونے کی ایک دوسری دلیل دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ کسی کے نزدیک یہ معقول

بات نہیں کہ نیک اور بد دونوں آخر کار یکساں ہو جائیں اور کسی نیک انسان کو اس کی نیکی کا کوئی صلہ اور کسی بد آدمی کو اس کی بدی کا کوئی بدلہ نہ ملے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے عدل و حکمت کا یہ اقتضا نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کے برابر کر دیں یا متقی پرہیز گاروں کو اور بدکاروں کو ایک جیسا کر دیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی وقت حساب کتاب جزا سزا کا رکھا جائے لیکن اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار بندے قسم قسم کی آفات اور مصائب میں مبتلا رہتے ہیں اور کتنے ہی بدکردار بے حیا بدمعاش مزے چین اڑاتے ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ موت کے بعد دوسری زندگی کی جو خبر دی گئی ہے وہ عین اقتضائے حکمت ہے وہاں ہی ہر نیک و بد کو اس کے برے بھلے کاموں کا بدلہ ملے گا اور یہی یوم الحساب ہے اور یہی دار آخرت میں ہونا ہے تو جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ گویا زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ کائنات بے مقصد اور خالی از حکمت پیدا کر دی گئی ہے کہ اچھے اور برے سب زندگی گزار کر مر جائیں اور ان سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت پر ایمان رکھنے والا اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ آگے ارشاد ہے کہ جب نیک و بد کا انجام ایک نہیں تو ضروری تھا کہ کوئی کتاب ہدایت مآب حق تعالیٰ کی طرف سے آئے جو لوگوں کو خوب معقول طریقہ سے ان کے انجام پر آگاہ کر دے چنانچہ یہ کتاب قرآن کریم نازل کی گئی جس کے الفاظ' حروف' نقوش' معانی اور مضامین ہر چیز میں برکت ہے اور جو اسی غرض سے اتاری گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس کی نصیحتوں سے منتفع ہوں اور اس پر عمل کر کے اس کی ہدایتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

یہاں اس آخری آیت کتاب انزلنٰہ الیک مبٰرک لیدبروا ایٰتہ ولیتذکر اولوا الالباب میں صاف تصریح ہے کہ یہ بابرکت کتاب یعنی قرآن کریم اس واسطے نازل کی گئی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔ اس کے علاوہ اور بھی قرآن پاک کی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں غور و فکر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کی آیات اور ان کے مطالب میں غور کرے مگر یہاں بالفاظ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھ لیا جائے کہ تدبر اور تفکر کے درجات علم و فہم کے درجات کی طرح مختلف ہوں گے۔ ائمہ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے ہزاروں مسائل نکالے گا عام علماء کا تفکر ان مسائل کے سمجھنے تک پہنچے گا۔ عوام جو عربی زبان کے سمجھنے میں مہارت نہ رکھتے ہوں وہ اگر قرآن کریم کا معتبر ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں پڑھ کر تدبر کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی جو کلید کامیابی ہے۔ البتہ عوام کے لئے غلط فہمی اور مغالطوں سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے قرآن کو سبقاً سبقاً پڑھیں اور اس کا مطلب سمجھیں۔ یہ نہ ہو سکے تو کوئی مستند اور معتبر تفسیر کا از خود مطالعہ کریں اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے تو اپنی رائے سے فیصلہ نہ کریں بلکہ ماہر علماء سے رجوع کریں۔'' (معارف القرآن جلد دوم) الغرض اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو قرآن کی آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے وہ اس کے نزول کا مقصد پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے نزول کے مقصد کو پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

آیت کا آخری جملہ ولیتذکر اولوا الالباب اور تاکہ عقل مند اہل فہم و اہل دانش نصیحت حاصل کریں یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سمجھ دار عقلمند اہل فہم و اہل دانش وہی ہیں جو قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں جو ایسا نہیں کرتے تو وہ اولوا الالباب کے مقابل یعنی احمق بیوقوف کم عقل نادان ٹھہرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولوا الالباب میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض اوپر حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر تھا بیچ میں یہ مضمون آخرت کے متعلق آ گیا۔ اب آگے حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ إِنَّهٗٓ أَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ ؕ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہونے والے تھے جبکہ شام کے وقت اُن کے روبرو اصیل عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے

فَقَالَ إِنِّیْٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ قف رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ

تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے غافل ہوگیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ

مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿۳۴﴾

سو انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار) سے ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے اُن کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا پھر انہوں نے (خدا کیطرف) رجوع کیا دعا مانگی

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِیْ لِأَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

کہ اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانے میں) کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِیْ بِأَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿۳۶﴾ ۙ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾

سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کردیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کا تابع کردیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی

وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِی الْأَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَإِنَّ لَهٗ

اور غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں۔ اور اُن کیلئے

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ہمارے یہاں قرب اور نیک انجامی ہے۔

وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا	لِدَاوٗدَ داؤد کو	سُلَيْمٰنَ سلیمان	نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ	إِنَّهٗ بیشک وہ	أَوَّابٌ رجوع کرنیوالا	إِذْ جب	عُرِضَ پیش کئے گئے
عَلَيْهِ اس پر۔سامنے	بِالْعَشِیِّ شام کے وقت	الصّٰفِنٰتُ اصیل گھوڑے	الْجِيَادُ عمدہ	فَقَالَ تو اس نے کہا	إِنِّیْ بیشک میں	أَحْبَبْتُ میں دوست رکھا	
حُبَّ الْخَيْرِ مال کی محبت	عَنْ سے	ذِكْرِ رَبِّیْ اپنے رب کی یاد	حَتّٰى یہاں تک کہ	تَوَارَتْ چھپ گیا	بِالْحِجَابِ پردہ میں	رُدُّوْهَا پھیر لاؤ انہیں	
عَلَیَّ میرے سامنے	فَطَفِقَ پھر شروع کیا	مَسْحًا ہاتھ پھیرنا صاف کرنا	بِالسُّوْقِ پنڈلیوں پر	وَالْأَعْنَاقِ اور گردنوں	وَلَقَدْ اور البتہ		
فَتَنَّا ہم نے آزمائش کی	سُلَيْمٰنَ سلیمان	وَأَلْقَيْنَا اور ہم نے ڈالا	عَلٰى كُرْسِيِّهٖ اس کے تخت پر	جَسَدًا ایک دھڑ	ثُمَّ أَنَابَ پھر اس نے رجوع کیا		
قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اغْفِرْ لِیْ مجھے بخش دے تو	وَهَبْ لِیْ اور عطا فرمادے مجھے	مُلْكًا ایسی سلطنت	لَا يَنْۢبَغِیْ نہ سزاوار ہو		
لِأَحَدٍ کسی کو	مِّنْۢ بَعْدِیْ میرے بعد	إِنَّكَ بیشک تو	أَنْتَ تو	الْوَهَّابُ عطا فرمانے والا	فَسَخَّرْنَا پھر ہم نے مسخر کردیا	لَهٗ اس کیلئے	الرِّيْحَ ہوا
تَجْرِیْ وہ چلتی تھی	بِأَمْرِهٖ اس کے حکم سے	رُخَآءً نرمی سے	حَيْثُ جہاں	أَصَابَ وہ پہنچنا چاہتا	وَالشَّيٰطِيْنَ اور دیو (جنات)	كُلَّ تمام	
بَنَّآءٍ عمارت بنانے والا	وَ اور	غَوَّاصٍ غوطہ مارنے والا	وَاٰخَرِيْنَ اور دوسرے	مُقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے	فِی الْأَصْفَادِ زنجیروں میں	هٰذَا یہ	

عِنۡدَنَا ہمارے پاس	وَاِنَّ لَهٗ اور بیشک اس کیلئے	بِغَيۡرِ حِسَابٍ حساب کے بغیر	اَمۡسِكۡ روک رکھ	اَوۡ یا	فَامۡنُنۡ اب تو احسان کر	عَطَآؤُنَا ہمارا عطیہ	
لَزُلۡفٰى البتہ قرب	وَحُسۡنَ اور اچھا	مَاٰبٍ ٹھکانا					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا۔اب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر اور آپ کے بعض واقعات ان آیات میں بیان فرمائے جاتے ہیں۔ان آیات میں جو قرآن کریم کے مشکل ترین مقامات میں سے ایک ہے اس لئے اس کے ترجمہ اور تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے چونکہ یہاں اس مختصر درس میں علمی بحث اور مختلف تفاسیر اور ہر ایک کے دلائل بیان کرنا نہ مقصود ہے نہ اس کی گنجائش اس لئے ان آیات کا جو ترجمہ اور تشریح حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بیان کی ہے وہی اس درس میں اختیار کی گئی ہے۔

یہاں ان آیات میں پہلے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام فرزند عنایت فرمایا جو انہی کی طرح نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی دو صفات بیان فرمائی گئیں۔ایک نعم العبد فرمایا بہت اچھے بندے تھے۔دوسری صفت فرمائی انه اوب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے۔اللہ کے سچے پرستار اور موحد تھے نہ کہ معاذ اللہ جیسا کہ بائبل اور اسرائیلی نوشتوں میں آپ کو ظاہر کیا گیا ہے۔یہود میں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مخالف رہے انہوں نے تو آپ پر گھناؤنے الزامات واتہمات لگائے ہیں جو آج بھی یہود کی کتابوں میں موجود ہیں۔یہود کے اسی ناپاک پروپیگنڈے کا اثر ہے کہ بائبل حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبی کے بجائے محض ایک بادشاہ کی حیثیت سے پیش کرتی ہے یہود ونصاریٰ نے آپ کو دل کھول کر بدنام کیا ہے اور ہر طرح کی بدعقیدگی و برگشتگی وغیرہ کے الزامات آپ پر تھوپ دیئے ہیں۔معاذ اللہ قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مقبولیت و برگزیدگی کی بار بار تصریح کی ہے۔چنانچہ علاوہ دوسرے مقامات کے ان آیات میں شروع میں فرمایا نعم العبد انه اواب وہ بہت اچھے بندے تھے اور بہت اللہ کی طرف رجوع ہونے والے تھے۔اور آخر میں فرمایا وان له عندنا لزلفیٰ و حسن مآب اور یقیناً ان کے لئے ہمارے ہاں خاص قرب اور نیک انجامی ہے۔آگے ایک واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ قصہ بھی قابل ذکر ہے کہ نہایت اصیل، شائستہ اور تیز وسبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لئے پرورش کئے گئے تھے وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا اور اس وقت کا کچھ معمول از قسم نماز یا وظیفہ وغیرہ فوت ہو گیا اور بوجہ ہیبت وجلالت کے کسی خادم وغیرہ کی جرات نہ ہوئی کہ مطلع ومتنبہ کرے۔پھر جب خود ہی متنبہ ہوا تو فرمانے لگے کہ افسوس میں اس مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ نہ ادا کر سکا۔تو اگرچہ اس مال کی محبت میں بھی ایک پہلو عبادت اور خدا کی یاد کا تھا مگر خواص اور مقربین کو یہ فکر بھی رہتی ہے کہ جس عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تخلف نہ ہو اور ہوتا ہے تو صدمہ اور قلق سے بے چین ہو جاتے ہیں گو عذر ہی سے ہو۔غزوۂ خندق یعنی جنگ احزاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔باوجودیکہ آپ عین جہاد میں مشغول تھے اور کسی قسم کا گناہ آپ پر نہ تھا۔لیکن جن کفار کے سبب سے ایسا پیش آیا آپ ان کے حق میں ملأ الله بیوتهم و قبورهم ناراً وغیرہ الفاظ سے بددعا فرما رہے تھے تو حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک موقوت عبادت کے فوت ہو جانے سے بیتاب ہو گئے۔

حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ جو یادالٰہی کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں۔ جب لائے گئے تو شدت غیرت اور غلبہ حب الٰہی میں تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنی شروع کر دیں تا کہ سبب غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید اس وقت کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہوگی اور آپ کے پاس گھوڑے وغیرہ اس کثرت سے ہوں گے کہ چند گھوڑوں کے قربان کر لینے سے مقصد جہاد میں کوئی خلل نہ پڑتا ہوگا تو ایک واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان آیات میں یہ بیان ہوا جس سے ظاہر ہوا کہ اتنے مالِ کثیر کی کچھ پروانہ کی بوجہ غایت ثبات فی الدین کے۔

اس واقعہ سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی وقت اللہ کی یاد سے غفلت ہو جائے تو نفس کو سزا دینے کے لئے اسے کسی فعل مباح سے محروم کر دینا جائز ہے (معارف القرآن) اور حضرات صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے ''غیرت'' کہا جاتا ہے (بیان القرآن) اور اس کا جواز بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوجہمؓ نے ایک شامی چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جس پر کچھ نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ آپ نے اس چادر میں نماز پڑھی اور واپس آ کر حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ یہ چادر ابوجہمؓ کو واپس کر دو کیونکہ نماز میں میری نگاہ اس کے نقش و نگار پر پڑ گئی تو قریب تھا کہ یہ نقش و نگار مجھے فتنہ میں ڈال دیں (معارف القرآن) اسی طرح حضرت ابوطلحہؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھتے ہوئے ایک پرندہ کو دیکھنے میں مشغول ہو گئے جس سے نماز کی طرف سے دھیان کچھ ہٹ گیا تو آپ نے وہ پورا باغ صدقہ کر دیا۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ موقوت عبادت کے وقت میں کسی دوسری عبادت میں بھی وقت صرف نہ کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ جہاد کے گھوڑوں کا معائنہ خود ایک عبادت تھی لیکن چونکہ وہ وقت اس عبادت کے بجائے نماز یا کسی وظیفہ کا وقت تھا اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ذبح کر ڈالا جن کی وجہ سے یادالٰہی میں خلل واقع ہوا تھا۔ اور آپ نے اپنے بلند منصب کے پیش نظر اس کا تدارک فرمایا۔ شریعت اسلامیہ میں بھی فقہا نے لکھا ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد جس طرح خرید و فروخت میں مشغولیت جائز نہیں اسی طرح نماز جمعہ کی تیاری کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہونا بھی جائز نہیں خواہ وہ تلاوت قرآن یا نفل پڑھنے کی عبادت ہی کیوں نہ ہو۔ (معارف القرآن جلد ۷)

دوسرا واقعہ یہاں ان آیات میں یہ بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو ایک اور طرح سے بھی امتحان میں ڈالا کہ آپ کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا۔ یہاں آیت میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو یہ آزمائش پیش آئی تو وہ کیا تھی؟ صرف اس قدر اشارہ ہے کہ ان کی کرسی یا تخت پر ایک جسد یعنی جسم یا دھڑ لا ڈالا گیا۔ حدیث میں روایت ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے امرائے لشکر پر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے اور جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ایک صحیح حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا کہ آج کی رات میں اپنی ستر بیبیوں کے پاس جاؤں گا تا کہ ان میں سے ہر ایک بیوی ایک شہ زور لڑکا جنے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے لیکن یہ خیال ظاہر کرتے وقت آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے اور اس جملہ کو ادا نہ کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی بیوی بھی حاملہ نہ ہوئی۔ البتہ ایک بیوی کے ناقص مردہ بچہ پیدا ہوا جس کا ایک پہلو ندارد تھا۔ اس کے بعد نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو ہر ایک حرم کے بطن سے مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوتا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی ناقص الخلقت بچہ کو دایہ نے آپ کے سامنے تخت پر لا رکھا کہ یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اسی کی نسبت آیت میں کہا گیا کہ ہم نے ان کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تنبہ ہوا اور خدا کی طرف رجوع کیا اور ترک انشاء اللہ سے توبہ کی اور اس وقت آپ کے دل میں خیال آیا کہ یہ دو لغزشیں مجھ سے جو جہاد کے متعلق ہوئیں۔ ایک سواریوں کے سامان جمع کرنے میں دوسری سواروں کو مہیا کرنے میں تو گذشتہ لغزشوں سے توبہ کر کے ایسی دعا کرنی چاہئے کہ اس معتاد سامان کی ضرورت ہی نہ پڑے اس لئے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی کہ اے میرے رب میرا پچھلا قصور معاف فرما دیجئے اور آئندہ کے لئے مجھ کو ایسی سلطنت دیجئے کہ میرے سوا میرے زمانہ میں کسی کو میسر نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خطا بھی معاف کر دی اور آپ کی دعا بھی لاثانی سلطنت ملنے کی قبول فرمائی۔ چنانچہ ہوا کو آپ کے تابع حکم کر دیا گیا کہ وہ آپ کے حکم سے جہاں جانا چاہتے چلتی اس سے گھوڑوں سے استغناء ہو گیا اور جنات کو بھی آپ کا تابع کر دیا کہ جو آپ کے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بناتے اور موتی وغیرہ نکالنے کے لئے سمندروں میں غوطہ لگاتے اور بہت سے جنات جو خدمت میں کوتاہی یا گریز کرتے تو ان کو سرکشی اور شرارت کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا جاتا تھا پس ان جنات کے تابع کر دینے سے آدمیوں اور سواروں سے استغناء ہو گیا اور پھر یہ تمام سامان عطا کر کے حق تعالیٰ نے ایک عظیم الشان احسان یہ فرمایا کہ اس نے انتہا دولت وثروت کے صرف وخرچ اور داد ودہش پر کوئی حساب کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ مگر لکھا ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت اور حکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے امانت الٰہی سمجھ کر ایک حبہ بھی اپنی ذات پر صرف نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔ آخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ علاوہ اس سامان کے جو دنیا میں ان کو عطا ہوا اُن کیلئے ہمارے یہاں خاص قرب اور اعلیٰ درجہ کی نیک انجامی ہے جس کا ثمرہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔

الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قصہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کے سلسلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے بعد سنایا گیا۔ اب آگے حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے نیک اور تابعدار بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ جو کچھ اس دنیا میں ہمیں مال ودولت آپ نے عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستہ میں لگانے اور اپنی مرضیات کے حاصل ہونے میں معین ومددگار بنا دیجئے۔ یا اللہ ہمارے دلوں کو دنیوی مال ودولت کے پیچھے اپنی یاد سے غافل نہ ہونے دیجئے اور ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہم سب کو انجام کی خیر وخوبی اور کامیابی اور کامرانی نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ

اور آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو

هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى

یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی (دیئے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کیلئے

الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مار لو اور قسم نہ توڑو بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے۔

وَاذْكُرْ اور آپ یاد کریں	عَبْدَنَا ہمارا بندہ	اَيُّوْبَ ایوب	اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا	رَبَّهٗٓ اپنا رب	اَنِّىْ بیشک میں	مَسَّنِىَ مجھے پہنچایا	الشَّيْطٰنُ شیطان	
بِنُصْبٍ ایذا	وَّعَذَابٍ اور دکھ	اُرْكُضْ (زمین پر)	مار	بِرِجْلِكَ اپنا پاؤں	هٰذَا یہ	مُغْتَسَلٌۢ غسل کیلئے	بَارِدٌ ٹھنڈا	وَّشَرَابٌ اور پینے کیلئے
وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا	لَهٗٓ اس کو	اَهْلَهٗ اسکے اہل خانہ	وَمِثْلَهُمْ اور ان جیسے	مَّعَهُمْ ان کیساتھ	رَحْمَةً ایک رحمت	مِّنَّا ہماری (طرف) سے		
وَذِكْرٰى اور نصیحت	لِاُولِى الْاَلْبَابِ عقل والوں کیلئے	وَخُذْ اور تو لے	بِيَدِكَ اپنے ہاتھ میں	ضِغْثًا جھاڑو	فَاضْرِبْ بِّهٖ اس سے مار اس کو			
وَلَا تَحْنَثْ اور قسم نہ توڑ	اِنَّا بیشک ہم	وَجَدْنٰهُ ہم نے اسے پایا	صَابِرًا صابر	نِعْمَ الْعَبْدُ اچھا بندہ	اِنَّهٗٓ بیشک وہ	اَوَّابٌ (اللہ کی طرف) رجوع کرنیوالا		

تفسیر وتشریح: حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اب حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔ اس سے پہلے حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں تین جگہ آ چکا ہے۔ ایک سورۂ نسآء میں دوسرے سورۂ انعام میں۔ اور ان دونوں جگہ فقط انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں نام مذکور ہے۔ تیسرے سورۂ انبیآء میں اور چوتھے یہاں ان آیات میں جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر آزمائش اور امتحان کا ایک سخت وقت آیا اور بلایا و مصائب نے آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا مگر آپ نہایت صابر و شاکر رہے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا اور مصائب کے بادل سب دور ہو گئے اور حق تعالیٰ کے فضل و عطا نے دوبارہ ہر طرح مالا مال کر دیا۔ یہ تو ہے آپ کے واقعہ کا اجمال جس کی کچھ تفصیل سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں بیان ہو چکی ہے۔ باقی آپ کی شخصیت اور زمانہ کے متعلق تو اس میں مورخین کے مختلف اقوال ہیں اور علماء یہود و نصاریٰ کے درمیان تو سخت اختلاف ہے حتیٰ کہ ان میں سے تو بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ فرضی نام ہے اور ایوب کسی شخصیت کا نام نہیں ہے ہمارے علمائے محققین کا کہنا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام عرب ہیں اور آپ کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درمیانی عہد ہے۔ یعنی تقریباً ۱۵۰۰ ق م اور ۱۳۰۰ ق م کے درمیان۔

موقع کے مناسبت سے جو تفصیل حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعات کی سترہویں پارہ سورۂ انبیاء کی آیات کی تفسیر وتشریح کے سلسلہ میں ذکر کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ یہاں دہرایا جاتا ہے جو پہلے ملاحظہ کر لیا جائے۔

''بندگان خدا میں سے جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ جس قدر تقرب حاصل ہوتا ہے اسی نسبت سے وہ بلایا اور مصائب کی بھٹی میں تپایا جاتا ہے اور جب وہ ان کے پیش آنے پر صبر و استقامت سے کام لیتا ہے تو وہی مصائب اس کے درجات تقرب کی رفعت اور بلندی کے سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ

ایک حدیث میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصائب میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد صلحا کا اور پھر حسب مراتب ودرجات ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان اپنے دین کے درجات کے مناسب آزمایا جاتا ہے پس اگر اس کے دین میں پختگی اور مضبوطی ہے تو وہ مصیبت کی آزمائش میں بھی دوسروں سے زیادہ ہوگا۔ وجاہت وعزت دولت وثروت خوشحالی اور رفاہیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور احسان شناسی اتنی مشکل نہیں جتنا مصیبت وبلا رنج وغم عسرت وتنگ حالی میں رضا بالقضا رہ کر صبر واستقامت پر قائم رہنا کٹھن ہے اس لئے جب کوئی خدا کا نیک بندہ شدت وسختی میں صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر وشکر کا مسلسل مظاہرہ کرتا رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آجاتی ہے اور اس پر فضل وکرم کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ غیر متوقع طور پر افضال واکرام سے نوازا جاتا ہے اور دین ودنیا دونوں کی کامرانی کا حق دار بن جاتا ہے چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال اس کے لئے ایک روشن شہادت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا سلسلہ نسب اکثر مورخین کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور آپکا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسحٰق ویعقوب علیہما السلام کے زمانہ کے درمیان ہونا بتلایا گیا ہے مختصراً صحیح روایات کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح آسودہ اور خوشحال رکھا تھا۔ مویشی باغات' کھیتیاں' کوٹھیاں' زمینیں' لونڈی غلام' اور اولاد صالح وغیرہ سب کچھ مرضی کے موافق عطا کئے تھے حضرت ایوب علیہ السلام بڑے شکر گزار اللہ کے نبی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔ بحکم الٰہی چند ہی روز میں تمام اولاد مرگئی۔ کوئی ڈوبا' کوئی مکان کے نیچے دب گیا کوئی کسی مرض سے ختم ہوگیا۔ تمام

جانور گھوڑے اونٹ گائے بھینس بکریاں وغیرہ سب مر گئے کھیتیاں اور باغات جل گئے اور اجڑ گئے مکانات گر پڑے تمام سونا چاندی تلف ہوگیا لیکن حضرت ایوب علیہ السلام برابر صبر کے ساتھ شکر کرتے رہے۔ مصائب کا اس پر بھی خاتمہ نہ ہوا خود بیمار پڑ گئے اور سخت جسمانی اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہوگئے۔ شہر کے باہر ایک جھونپڑی میں جا کر پڑ گئے۔ لیکن صبر وشکر سے کسی وقت اور کسی حال میں غافل نہ رہے۔ آپ کے ساتھ آپ کی غمگسار صرف ایک بیوی رہ گئیں جو آپ کی ہر طرح کی خدمت کرتیں اور محنت وکام کاج کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتیں۔ مدتوں تک آپ ان بلایا اور مصائب میں گرفتار رہے۔ ایک قول میں ہے کہ آپ ۱۸ برس مصائب میں مبتلا رہے۔ ایک روایت میں تیرہ سال اور ایک میں سات سال آپ کے مصائب کا زمانہ رہا۔ لکھا ہے کہ جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی۔ اہل وعیال مرگئے۔ مال فنا ہوگیا۔ کوئی چیز ہاتھ میں باقی نہ رہی تو آپ ذکر خدا میں اور بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے۔ مال دیا' اولاد دی۔ اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو فارغ کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا۔ آپ کی دعاؤں میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خدایا تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور وتکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم وستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادت اور بندگی میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو آرام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ تیری رضامندی کی طلب میں اپنے راحت وآرام کو ترک کر دیا کرتا تھا۔ غرض کہ مدتوں آپ بلاؤں کی آزمائش میں مبتلا رہے۔ جب تکلیف واذیت اور دشمنوں کے

طعن و تشنیع حد سے گزر گئے بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوبؑ نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی تو آپ بہت بے چین اور مضطرب ہوئے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سربسجود ہو کر دعا گو ہوئے اور مصائب کے دور ہونے کی دعا کی رب کو اس طرح پکارنا تھا کہ دریائے رحمت اُمڈ پڑا۔ خدائے ذوالجلال والاکرام نے پھر پہلا سامال ومنال دے دیا۔ نئی اولاد بھی پہلے سے زائد ہوگئی۔ زمین سے چشمہ نکلا اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوگئے۔ آن کی آن میں سارا مرض جاتا رہا اور سب طرح درست ہوگئے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت ایوبؑ ایک مرتبہ غسل کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں۔ ایوب علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو مٹھی بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو پکارا ایوب! کیا ہم نے تم کو دھن دولت دے کر غنی نہیں بنا دیا؟ پھر یہ کیا؟ ایوب علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار یہ صحیح اور درست ہے مگر تیری نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پروا ہو سکتا ہے۔''

الغرض یہاں اس سورت میں ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے بندہ ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھ کو رنج و آزار پہنچایا ہے اور یہ رنج و آزار حسب قول بعض مفسرین وہ ہے جو امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار شیطان بہ شکل طبیب کے ایوب علیہ السلام کی بی بی کو راستہ میں ملا۔ انہوں نے اس کو طبیب سمجھ کر حضرت ایوب علیہ السلام کے علاج کی جن کے جسم کو کوئی سخت بیماری لگ گئی تھی درخواست کی۔ اس نے کہا کہ اس شرط سے علاج کرنے کو تیار ہوں کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی۔ میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا۔ آپ کی بی بی نے آ کر آپ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا اور آپ کو اس سے سخت رنج پہنچا کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہراً موجب شرک ہیں۔ اس پر آپ نے کہا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دے دے تو میں تم کو ۱۰۰ قمچیاں ماروں گا تو ازالۂ مرض کے لئے آپ پہلے بھی دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں آیا ہے انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین. یعنی میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدایا تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں۔ مگر اس واقعہ کے بعد اور زیادہ ابتہال اور تضرع سے دعا کی کہ کمبخت شیطان نے مجھے اس واقعہ سے رنج و آزار پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی تو وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا حکم ہوا کہ اسی چشمہ کے پانی سے غسل کرو اور اسی کو پیو۔ چنانچہ آپ نہائے اور پانی پیا اور بالکل اچھے تندرست ہوگئے اور آپ کے گھرانے کے لوگ جو چھت کے نیچے دب کر مر گئے تھے یا آپ سے غائب ہوگئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان سے دگنے عطا کر دیئے اس طرح کہ یا تو وہ آپ کے پاس آ گئے اور یا اتنے ہی اور پیدا ہوگئے۔ یہاں ان آیات میں اور سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں دونوں جگہ حضرت ایوب علیہ السلام کو انتہائی آزمائش و امتحان کے بعد تندرستی اولاد و اموال دوبارہ عطا کرنے میں حق تعالیٰ نے دو وجوہات بیان فرمائیں ایک وجہ تو یہ کہ اپنی رحمت خاصہ فرمائی یعنی حضرت ایوب علیہ السلام نے رحم کی درخواست کی اور ان کی حالت قابل رحم ہوگئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی طرف سے رحمت نازل فرمائی۔ اور دوسری وجہ یہ فرمائی کہ اہل عقل کے لئے یہ ایک یادگار رہے گی یعنی اہل عقل یاد

رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو کیسی جزا دیتے ہیں اور جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا ہے اور خدائے واحد کی طرف رجوع کرتا ہے تو حق تعالیٰ کس طرح اس کی وکالت و کفالت فرماتے ہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ صحت و عافیت کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام نے جو بیماری کی حالت میں قسم کھائی تھی کہ تندرست ہو گئے تو بیوی کے ۱۰۰ قمچیاں ماریں گے کیونکہ شیطان نے بیوی سے شرک کے کلمات کہلوانے چاہے تھے تو اب حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی قسم پورا کرنے کا ارادہ کیا مگر چونکہ ان بی بی نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور مصائب کے زمانہ میں بڑی وفاداری اور غمخواری کے ساتھ خدمت کی تھی اور وہ چنداں قصوروار بھی نہ تھیں اس لئے حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان نیک بی بی کی نیکی اور شوہر کے ساتھ وفاداری کے صلہ میں قسم سچا کرنے کا ایک حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کو تلقین فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ایوب تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو جس میں ۱۰۰ سینکیں ہوں۔ اس سے اپنی بی بی کو ایک مرتبہ مار لو قسم پوری ہو جائے گی چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس موقع پر حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس طرح قسم پورا ہو جانا یہ مخصوص تھا ایوب علیہ السلام کے ساتھ اور اس قصہ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ احکام میں ہر جگہ حیلہ جائز ہے۔ اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کسی حکمت شرعیہ و غرض شرعی کا ابطال مقصود ہو وہ حرام ہے۔ جیسے اسقاط زکوۃ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں کہ جب مال پر سال گزرنے کا وقت آیا تو اس کو کسی اور کی ملک میں دے دیا اور پھر بعد میں اپنی ملک میں لے لیا گویا اس طرح نہ پورا سال مال کا مالک رہا نہ زکوۃ فرض ہوئی تو ایسا حیلہ جس سے حکم شرعی اور مقصد دینی کا ابطال ہو جائز نہیں اور جس میں یہ نہ ہو بلکہ کسی امر مطلوب شرعی کی تحصیل مقصود ہو وہ جائز ہے یعنی جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی نیکی کا ذریعہ بنتا ہو اس کی اجازت ہے۔ آیات کے اخیر میں پھر حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا صابر اور اچھا بندہ پایا کہ جو خدا کی طرف رجوع ہوتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے اس قرآنی واقعہ سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اس لئے کہ مایوسی اور ناامیدی کفر کا شیوہ ہے۔ عیش و راحت میں تواضع اور شکر اور رنج و مصیبت میں ضبط و صبر دو ایسی بیش بہا نعمتیں ہیں کہ جس کو یہ نصیب ہو جائیں وہ دین و دنیا میں کبھی ناکام نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہر حال میں اس کی رفیق رہتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبت اور بلا محض گناہوں کی پاداش ہی میں وجود پذیر نہیں ہوتی بلکہ کبھی آزمائش اور امتحان بھی بن کر آتی ہے اور انبیاء و صالحین و متقین و صابرین و شاکرین کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے ہر کسی کو ابتلا میں دیکھ کر یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا رب انی مسنی الضروانت ارحم الراحمین. جو سورۂ انبیاء میں آئی ہے اس کے متعلق حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب ''اعمال قرآنی'' میں لکھا ہے کہ یہ دعا بلا اور مصیبت کے وقت پڑھے تو انشاء اللہ نجات ہو گی۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی طرف سے جو دکھ اور رنج پہنچتا تھا اس پر صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت اور تسلی کے لئے تیسرا قصہ حضرت ایوب علیہ السلام کا سنایا گیا اس کے بعد آگے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوبؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت یسع اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا اجمالاً ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ

اور ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ

یاد آخرت کی ہے اور وہ ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے تھے اور اسمٰعیلؑ اور یسعؑ اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے

وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ

اور یہ سب بھی سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کیلئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات

الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

جن کے دروازے اُن کے واسطے کھلے ہوں گے وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی

اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

(اے مسلمانو) یہ وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے بے شک یہ ہماری عطا ہے اس کا کہیں ختم ہی نہیں۔

وَاذْكُرْ اور یاد کریں	عِبٰدَنَا ہمارا بندوں	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ	وَ اور	اِسْحٰقَ اسحٰقؑ	وَيَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ	اُولِى الْاَيْدِىْ ہاتھوں والے		
وَالْاَبْصَارِ اور آنکھوں والے	اِنَّا بیشک ہم	اَخْلَصْنٰهُمْ ہم نے انہیں ممتاز کیا	بِخَالِصَةٍ خاص صفت	ذِكْرَى یاد	الدَّارِ گھر (آخرت کا)	وَ اور		
اِنَّهُمْ بیشک وہ	عِنْدَنَا ہمارے نزدیک	لَمِنَ البتہ سے	الْمُصْطَفَيْنَ چنے ہوئے	الْاَخْيَارِ سب سے اچھا	وَاذْكُرْ اور یاد کریں	اِسْمٰعِيْلَ اسمٰعیل		
وَ اور	الْيَسَعَ الیسعؑ	وَذَا الْكِفْلِ اور ذوالکفل	وَكُلٌّ اور یہ تمام	مِّنَ سے	الْاَخْيَارِ سب سے اچھے لوگ	هٰذَا ذِكْرٌ یہ ایک نصیحت	وَاِنَّ اور بیشک	
لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	لَحُسْنَ البتہ اچھا	مَاٰبٍ ٹھکانا	جَنّٰتِ باغات	عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے	مُّفَتَّحَةً کھلے ہوئے	لَّهُمُ ان کیلئے		
الْاَبْوَابُ دروازے	مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوئے وہ	فِيْهَا ان میں	يَدْعُوْنَ منگوائیں گے	فِيْهَا ان میں	بِفَاكِهَةٍ میوے	كَثِيْرَةٍ بہت سے		
وَّشَرَابٍ اور شراب (مشروبات)	وَعِنْدَهُمْ اور ان کے پاس	قٰصِرٰتُ نیچے رکھنے والیاں	الطَّرْفِ نگاہ	اَتْرَابٌ ہم عمر	هٰذَا یہ	مَا جو۔جس		
تُوْعَدُوْنَ وعدہ کیا جاتا ہے تم سے	لِيَوْمِ الْحِسَابِ روزِ حساب کیلئے	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	لَرِزْقُنَا یقیناً ہمارا رزق	مَا لَهٗ اس کیلئے۔اسکو نہیں	مِنْ نَّفَادٍ ختم ہونا		

تفسیر و تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی طرف سے جو قولی اور فعلی ایذائیں اور دکھ و رنج پہنچتا تھا اس پر گذشتہ میں صبر کرنے کی تلقین فرمائی گئی تھی اور اسی سلسلہ میں آپ کی تقویت و تسلی کے لئے پہلے انبیاء میں سے حضرت داؤد۔ حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہ السلام کے بعض واقعات وحالات سنائے گئے تھے۔ گذشتہ درس میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا کہ آپ نے بھی طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں اور مصائب جھیلے لیکن ہر حال میں صبر و شکر سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے رہے اور سوائے اللہ کے کسی سے مدد طلب نہ کی۔

اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ گذشتہ پیغمبروں میں سے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو یاد کیجئے۔ ان کے حالات و واقعات سے دل کو تسلی اور تقویت حاصل ہوگی کہ کس طرح ان سب نے مشکلات کے اندر پھنس کر صحیح علم و عمل سے کام لیا کہ ان کے اعمال بھی بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی رکھتے تھے ساتھ ہی عبادت خدا میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے ان کو بصیرت عطا فرمائی گئی تھی کہ دین میں سمجھ دار تھے۔ اطاعت خدا میں نہایت بلند درجہ استقامت رکھتے تھے۔ حق کو دیکھنے والے تھے اور ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی صرف آخرت ہی کا خیال ہر وقت بندھا رہتا تھا ہر عمل آخرت ہی کیلئے ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے اور آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے وہ اعمال اختیار کرتے تھے جو جنت کا مستحق بنا دیں اور دوسروں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلہ اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ سب اللہ کے مخلص اور خاص الخاص بندے تھے۔ یہاں ان آیات میں تینوں انبیائے کرام علیہم السلام کی خاص صفت ذکری الدار بیان کی گئی یعنی دار آخرت کی یاد۔ ظاہر ہے کہ انبیائے کرام میں یہ صفت سب سے زیادہ تام اور کامل ہوتی ہے اور یہ شاید اس لئے جتلایا گیا کہ اہل غفلت کے بھی کان کھلیں کہ جب حضرات انبیاء اس فکر سے خالی نہ تھے اور ان کی ساری سعی اور فکر آخرت کے لئے تھی تو ہم کس شمار میں ہیں۔ یہاں آخرت کے لئے صرف الدار یعنی گھر کا لفظ استعمال فرمایا گیا جس سے یہ حقیقت ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ دنیا سرے سے انسان کا گھر ہے ہی نہیں بلکہ یہ صرف ایک گزرگاہ یا مسافر خانہ ہے کہ جس سے آدمی کو بہر حال بعد چندے رخصت ہو جانا ہے۔ اصل اور دائمی گھر وہی آخرت کا گھر ہے جو شخص اس کو سنوارنے کی فکر کرتا ہے وہی صاحب بصیرت اور صاحب عقل وفہم ہے۔ رہا وہ شخص جو اس مسافر خانے میں اپنے عارضی اور چند روزہ قیام گاہ کی فکر میں اس طرح رہتا ہے کہ جس سے آخرت کا اصل گھر اس کے لئے ویران اور اجاڑ ہو جائے تو وہ عقل کا پورا اندھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسماعیل علیہ السلام اور یسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے کہ یہ سب بھی ہمارے پسندیدہ اور خاص بندوں میں سے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو مشہور و معروف نبی ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور جو ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں اور آپ کا ذکر متعدد بار گذشتہ سورتوں میں آچکا ہے۔ حضرت یسع اور ذوالکفل علیہما السلام کے حالات پر قرآن کریم نے زیادہ روشنی نہیں ڈالی صرف انبیاء کی فہرست میں ان کے نام مذکور ہیں۔ حضرت یسع کا ذکر ایک تو سورۂ انعام ساتویں پارہ میں دوسرے انبیاء کرام کے ناموں کے ساتھ آیا ہے اور دوسری جگہ اسی سورۂ ص میں یہاں ان آیات میں ذکر فرمایا گیا۔ علماء نے کتب تواریخ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت یسع حضرت الیاس علیہ السلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور ابتداء عمر میں آپ حضرت الیاس کی رفاقت میں رہتے تھے۔ حضرت الیاسؑ کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے حضرت یسع کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ نے حضرت الیاسؑ کے طریقہ پر بنی اسرائیل کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت ذوالکفل کا ذکر بھی قرآن پاک میں دو سورتوں میں آیا ہے ایک سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں اور دوسرے اسی سورۂ ص میں اور دونوں جگہ سوائے نام کے ذکر کے اور کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ اسی طرح احادیث میں بھی کوئی تفصیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں لہذا قرآن حدیث کی روشنی میں اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالکفل علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور پیغمبر تھے اور کسی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ امام طبری نے اپنی تاریخ طبری میں آپ کو حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتایا ہے بہر حال حضرت ذوالکفل بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ الغرض حضرت اسماعیل حضرت یسع اور حضرت

ذوالکفل تینوں حضرات کے متعلق فرمایا کہ یہ اخیار یعنی نیکوکاروں اور اچھے لوگوں میں سے تھے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تو انبیاء کا ذکر تھا کہ جن کے واقعات و حالات ذکر کرنے سے نیک باتوں اور اچھی صفتوں کو اختیار کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ آگے ان کا حال سنو کہ جو نبیوں کی پیروی کر کے اللہ کے آگے جھکے اور اس کے عذاب سے ڈر کر دنیا میں بری باتوں سے بچتے رہے جن کو متقی اور پرہیزگار کہا جاتا ہے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور اچھا ٹھکانا اور کیسی پیاری جگہ یعنی ہمیشگی کی جنت تیار کر رکھی ہے اور آگے کچھ جنت کے حالات بیان فرمائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جس کے اندر اچھے اچھے مکانات اور محلات بنے ہوئے ہیں جن کے دروازے ان متقین کے لئے کھلے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنے اپنے مکان پہچان کر بلا روک ٹوک اندر چلے جائیں گے۔

مسندوں پر تکیے لگے لگائے تیار ہوں گے ان پر آرام سے بیٹھ جائیں گے اور میوؤں اور کھانے پینے کی چیزوں کی جنت کے خادموں سے فرمائش کریں گے جو فوراً خدام باسلیقہ حاضر کر دیں گے اور ان کے پاس عفیفہ پاک دامن، نیچی نگاہوں والی اور ان سے محبت رکھنے والی حوریں ہوں گی جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھیں اور ان کی ہم عمر یا سب ایک ہی عمر کی ہوں گی تو ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے ایمان دار بندوں سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن یہ اس کے وارث اور مالک ہوں گے اور اللہ کا یہ عطیہ کبھی ختم نہ ہونے والی لازوال نعمتیں ہوں گی۔ نہ ان میں کبھی کمی آئے گی نہ گھاٹا آئے گا اور نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہوں گی۔ مولائے کریم اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی یہ لازوال نعمتیں آخرت میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب یہ تو ذکر اہل ایمان اور اہل سعادت متقی پرہیزگاروں کا ہوا آگے ان کے مقابل اہل شقاوت کفار و مشرکین و منکرین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا اور انہیں کن حالات سے سابقہ پڑے گا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمائیں کہ ہم ہر حال میں دنیا سے آخرت کو مقدم رکھیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اپنے متقین بندوں میں شامل فرما دیں اور جس ٹھکانے کا متقین سے ان آیات میں وعدہ فرمایا گیا ہے وہ ٹھکانا ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور دنیا میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں ہم کو اللہ کے فضل سے جنت کی راحتیں نصیب ہوں۔

یا اللہ! آخرت سے غفلت کا مرض جو اب امت مسلمہ میں بھی گھس آیا ہے اس کو ہمارے دلوں سے دور فرما دیجئے اور آخرت کو سنوارنے کی فکر نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ ہم اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھ کر یہاں اپنی زندگانی گزاریں اور جو آخرت ہمارا اصلی اور دائمی گھر ہے اس کو سنوارنے اور بنانے کی فکر میں لگے رہیں۔

یا اللہ! آخرت کو بگاڑ کر دنیا کے سنوارنے کی جو مذموم خصلت اب امت میں پھیل گئی ہے اس سے ہم کو محفوظ فرمایئے اور جو اس میں گرفتار ہیں ان کی بھی آنکھیں کھول دیجئے اور ہدایت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ

یہ بات تو ہو چکی اور سرکشوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی بری جگہ ہے یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں

وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا

اور بھی اسی قسم کی طرح طرح کی چیزیں ہیں یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ گھس رہے ہیں ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آرہے ہیں

النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ

وہ کہیں گے بلکہ تمہارے ہی اوپر خدا کی مار (کیونکہ) تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے سو (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانہ ہے دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو شخص اس (مصیبت) کو

لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ ؕ

ہمارے آگے لایا ہو اس کو دوزخ میں دونا عذاب دیجئے اور وہ لوگ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو (دوزخ میں) نہیں دیکھتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ ع

کیا ہم نے ان لوگوں کی ہنسی کر رکھی تھی یا ان (کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرا رہی ہیں یہ بات یعنی دوزخیوں کا لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے۔

هٰذَا یہ	وَاِنَّ اور بیشک	لِلطّٰغِيْنَ سرکشوں کیلئے	لَشَرَّ البتہ برا	مَاٰبٍ ٹھکانا	جَهَنَّمَ جہنم	يَصْلَوْنَهَا وہ اس میں داخل ہونگے	فَبِئْسَ سو برا	
الْمِهَادُ بچھونا	هٰذَا یہ	فَلْيَذُوْقُوْهُ پس اس کو چکھو تم	حَمِيْمٌ کھولتا ہوا پانی	وَغَسَّاقٌ اور پیپ	وَاٰخَرُ اور اس کے علاوہ	مِنْ شَكْلِهٖٓ اس کی شکل کی		
اَزْوَاجٌ کئی قسمیں	هٰذَا یہ	فَوْجٌ ایک جماعت	مُقْتَحِمٌ گھس رہے ہیں	مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ	لَا مَرْحَبًا نہ ہو کوئی فراخی	بِهِمْ انہیں	اِنَّهُمْ بیشک وہ	
صَالُوا النَّارِ داخل ہونے والے جہنم میں	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلْ اَنْتُمْ بلکہ تم	لَا مَرْحَبًا کوئی فراخی نہ ہو	بِكُمْ تمہیں	اَنْتُمْ بیشک تم			
قَدَّمْتُمُوْهُ تم ہی یہ آگے لائے	لَنَا ہمارے لئے	فَبِئْسَ سو برا	الْقَرَارُ ٹھکانا	قَالُوْا وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	مَنْ قَدَّمَ جو آگے لایا		
لَنَا ہمارے لئے	هٰذَا یہ	فَزِدْهُ تو زیادہ کردے	عَذَابًا عذاب	ضِعْفًا دوچند	فِي النَّارِ جہنم میں	وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے	مَا لَنَا کیا ہوا ہمیں	
لَا نَرٰى ہم نہیں دیکھتے	رِجَالًا وہ لوگ	كُنَّا نَعُدُّهُمْ ہم شمار کرتے تھے انہیں	مِنَ سے	الْاَشْرَارِ شریر بہت برے	اَتَّخَذْنٰهُمْ کیا ہم نے انہیں پکڑا تھا			
سِخْرِيًّا ٹھٹھے میں	اَمْ یا	زَاغَتْ کج ہوگئی ہیں	عَنْهُمُ ان سے	الْاَبْصَارُ آنکھیں	اِنَّ ذٰلِكَ بیشک یہ	لَحَقٌّ بالکل حق	تَخَاصُمُ باہم جھگڑنا	اَهْلِ النَّارِ اہل دوزخ

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان متقی پرہیزگار اہل سعادت کا ذکر ہوا تھا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانا جنت ہوگا جہاں ہر طرح کا عیش راحت آرام اور اللہ کی دی ہوئی لازوال اور ابدی نعمتیں میسر ہوں گی جو نہ کبھی کم ہوں گی نہ ختم ہوں گی۔ نہ فنا ہوں گی۔ اب ان اہل سعادت کے مقابلہ میں اہل شقاوت یعنی کفار و مشرکین وغیرہ کا حال بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ ترغیب کے بعد ترہیب اور وعدہ کے بعد وعید مذکور ہو کر دار الجزاء کا بیان پورا ہو جائے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو خدا کا حکم نہیں مانتے سرکش اور نافرمان ہیں ان کا ٹھکانہ آخرت میں جہنم ہوگا جو بہت بری جگہ ہے آگے جہنم کا کچھ حال سنایا جاتا ہے کہ جب جہنمی اس میں داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے آتش دوزخ انہیں گھیر لے گی تو گرمی کے مارے ان کا برا حال ہوگا۔ اوپر سے بھوک پیاس ستائے گی تو جیسا کہ دوسری آیات میں بتلایا گیا جہنمیوں کو کھانے کو زقوم ملے گا جسے کھا کر نہ نگلتے بنے گا نہ اگلتے بنے گا۔ پھر زقوم کھا کر پیاس

سے بے تاب ہوں گے تو حمیم اور غساق پینے کو دیا جائے گا۔ حمیم کہتے ہیں گرم کھولتے ہوئے پانی کو جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ غساق سے بعض نے کہا ہے کہ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اور ان کی آلائشیں مراد ہیں جس میں کہ سانپوں اور بچھوؤں کا زہر ملا ہوا ہوگا اور بعض کے نزدیک غساق حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہو گویا ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈ کا سرد عذاب غساق کے تیسرے معنیٰ انتہائی بدبودار متعفن چیز کے ہیں۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غساق کا ایک ڈول اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا اس کی سڑاند سے بدبودار ہو جائے۔ الغرض جہنمیوں کو پیاس کی بے تابی میں حمیم پینے کو دیا جائے گا جو اتنا گرم ہوگا کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا ہونٹ سوج کر سینے اور ناف تک پہنچے گا اور حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے معدہ اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا اور غساق دیا جائے گا جس کی بدبوگندگی اور سڑاہند کا حال حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایک ڈول غساق اگر اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا کو سڑا دے اور بدبودار کردے تو جن کو یہ پینا پڑے گا ان پر کیا گزرے گی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو عذاب جہنم سے بچاویں۔ آمین۔ اسکے بعد بتلایا گیا کہ جہنمیوں کا آپس میں جھگڑا اور تنازع ہوگا ایک دوسرے کو برا کہیں گے اور لعنت ملامت کرینگے اور آپس میں ایک دوسرے پر الزام رکھیں گے جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کریں گے تو پہلا گروہ سرداروں اور بڑوں کا ہوگا۔ مقلدین اور متبعین کی جماعت آئیگی۔

ایک جماعت جو جہنم میں جا چکے گی وہ دوسری جماعت کو جہنم کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر کہے گی کہ لو دیکھو ایک اور فوج جہنم میں دھنسنے اور گرنے کے لئے چلی آ رہی ہے۔ خدا کی مار ان پر۔ یہ بھی یہیں آ کر مرنے کو تھے۔ خدا کرے انہیں کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کم بختو! تم ہی پر خدا کی مار ہو۔ خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے۔ تم ہی تھے جن کے بہکانے اور گمراہ کرنے کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں یہی جگہ ہم سب کے ٹھہرنے کی ہے۔ جس طرح ہو یہاں ہی مرو کھپو۔ اس طرح آپس میں لعن طعن کر کے پھر حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر پر لایا اس کو جہنم میں دوگنا عذاب دیجئے۔ شاید سمجھیں گے کہ اس کا دگنا عذاب دیکھ کر اپنا دل ذرا ٹھنڈا ہو جائے گا مگر وہاں تسلی کا سامان کہاں۔ ایک دوسرے کو کوسنا۔ پھٹکارنا لعنت ملامت کرنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے اس حالت سے ہم سب کو بچاویں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان جہنمیوں کے لئے ایک اور بڑی یاس اور حسرت کی بات یہ ہوگی کہ وہ حیران ہو کر ہر طرف دیکھیں گے کہ اس جہنم میں ہم اور ہمارے پیشوا اور جان پہچان والے ادنیٰ اور اعلیٰ تو سب موجود ہیں لیکن کیا بات ہے کہ ہمیں وہ لوگ اس دوزخ میں نظر نہیں آتے جنہیں ہم دنیا میں بُرا سمجھتے تھے اور ان کی تحقیر اور استہزا کرتے تھے اور خدا۔ رسول۔ آخرت کی باتیں کرنے پر جن کا ہم مذاق اُڑاتے تھے اور آجکل کے متکبرین کی اصطلاح میں یوں سمجھئے کہ جنہیں مُلا ٹے اور مسجد کے مینڈھے کہتے تھے۔ لکیر کے فقیر۔ دقیانوسی خیال والے سمجھتے تھے وہ اس جگہ نظر نہیں آتے تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم نے غلطی سے ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا وہ اس لائق نہ تھے کہ آج دوزخ کے قریب رہیں۔ یا اسی جگہ کہیں ہیں پر ہماری آنکھیں چوک گئیں کہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس جگہ لکھا ہے کہ اسی وقت اہل بہشت کی جانب سے آواز آئے گی کہ اے اہل جہنم ادھر دیکھو ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا تم اپنی کہو کیا خدا کے وعدے تمہارے حق میں بھی سچے نکلے؟ یہ اہل جہنم جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچے نکلے۔ اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو آخیر میں فرمایا گیا کہ یہ جو کچھ بتلایا گیا کہ جہنمی آپس میں لڑے جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔ یہ سب سرتاسر حقائق ہیں اور بالکل سچی۔ واقعی اور ٹھیک خبریں۔ بالکل یقینی ایسا ہی ہونا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا ٱللَّهُ ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو (تم کو عذاب خداوندی سے) ڈرانیوالا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت کے نہیں ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا

بَيْنَهُمَا ٱلْعَزِيزُ ٱلْغَفَّٰرُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا۟ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِىَ مِنْ عِلْمٍۭ بِٱلْمَلَإِ

جو ان کے درمیان میں ہیں (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے جس سے تم بے پرواہ ہو رہے ہو مجھ کو عالم بالا کی کچھ بھی خبر نہ تھی

ٱلْأَعْلَىٰٓ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰٓ إِلَىَّ إِلَّآ أَنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى

جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے میرے پاس وحی محض اس سبب سے آتی ہے کہ میں (منجانب اللہ) صاف صاف ڈرانیوالا ہوں جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں

خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ﴿٧٢﴾

گارے سے ایک انسان کو بنانے والا ہوں سو میں جب اُس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا

فَسَجَدَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ ٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾

سو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

قُلْ فرمادیں	إِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	أَنَا کہ میں	مُنذِرٌ ڈرانے والا	وَمَا اور نہیں	مِنْ إِلَٰهٍ کوئی معبود	إِلَّا ٱللَّهُ اللہ کے سوا	ٱلْوَٰحِدُ واحد (یکتا)		
ٱلْقَهَّارُ زبردست	رَبُّ پروردگار	ٱلسَّمَٰوَٰتِ آسمانوں	وَٱلْأَرْضِ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	ٱلْعَزِيزُ غالب			
ٱلْغَفَّٰرُ بڑا بخشنے والا	قُلْ فرمادیں	هُوَ وہ۔یہ	نَبَؤٌا عَظِيمٌ ایک خبر بڑی	أَنتُمْ تم	عَنْهُ اس سے	مُعْرِضُونَ منہ پھیرنے والے (بے پرواہ ہو)			
مَا كَانَ نہ تھا	لِىَ میرے پاس (مجھے)	مِنْ عِلْمٍ کچھ خبر	بِٱلْمَلَإِ ٱلْأَعْلَىٰ عالم بالا کی	إِذْ جب	يَخْتَصِمُونَ وہ باہم جھگڑتے تھے	إِن يُوحَىٰٓ نہیں وحی کی جاتی			
إِلَىَّ میری طرف	إِلَّآ سوائے	أَنَّمَآ یہ کہ	أَنَا۠ نَذِيرٌ میں ڈرانے والا	مُّبِينٌ صاف صاف	إِذْ قَالَ جب کہا	رَبُّكَ تمہارا رب	لِلْمَلَٰٓئِكَةِ فرشتوں کو		
إِنِّى کہ میں	خَٰلِقٌ پیدا کرنیوالا	بَشَرًا ایک بشر	مِّن طِينٍ مٹی سے	فَإِذَا پھر جب	سَوَّيْتُهُۥ میں درست کرلوں اسے	وَنَفَخْتُ اور میں پھونکوں			
فِيهِ اس میں	مِن سے	رُّوحِى اپنی روح	فَقَعُوا۟ تو تم گر پڑو	لَهُۥ اس کیلئے آگے	سَٰجِدِينَ سجدہ کرتے ہوئے	فَسَجَدَ پس سجدہ کیا	ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ فرشتے		
	كُلُّهُمْ سب	أَجْمَعُونَ اکٹھے	إِلَّآ سوائے	إِبْلِيسَ ابلیس	ٱسْتَكْبَرَ اس نے تکبر کیا	وَكَانَ اور وہ ہوگیا	مِنَ سے	ٱلْكَٰفِرِينَ کافروں	

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس سورۃ کا بنیادی اور اصل مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اثبات اور کفار ومشرکین کی تردید ہے اسی ضمن میں کئی انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر فرمائے گئے دو خاص مقاصد کے لئے۔ اول یہ کہ کفار مکہ کے افعال و اقوال سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا آپ کو تسلی اور تقویت ہو اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ بھی کفار ومنکرین کی بے ہودہ باتوں پر صبر کریں۔ دوسرے یہ کہ انبیائے سابقین کے واقعات سے خود کفار و منکرین عبرت حاصل کریں کہ نبی برحق کے انکار وتکذیب کا کیا انجام ونتیجہ ہوتا ہے۔ پھر ایک اور طریقہ سے کفار ومنکرین کو دعوت ایمان و اسلام دی گئی اور وہ اس طرح کہ اہل ایمان کی نیک انجامی اور

کافروں کی بدانجامی کا نقشہ کھینچا گیا اور بتایا گیا کہ اہل ایمان فرمانبردار متقی و پرہیزگار بندوں کا ٹھکانا آخرت میں جنت ہوگا جو آرام وسکون راحت اور آسائش کا خزانہ ہے اور بے ایمان سرکش اور نافرمانوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بے انتہا دکھ درد اور مصیبت کا گھر ہے۔ جس سے یہی سمجھانا مقصود تھا کہ انسان کو لازم ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی دنیا میں بسر کرے تاکہ آخرت میں جنت اس کا ٹھکانہ ہو اور کفر وشرک نافرمانی و سرکشی سے باز آئے ورنہ آخرت میں پچھتائے گا اور سر پکڑ کر روئے گا اور جہنم جیسی بری جگہ ٹھکانا نصیب ہوگا۔ ان تمام مضامین کے بعد اب اخیر میں یہاں سے پھر اصلی مدعا یعنی توحید و رسالت پر کلام فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ سنانے کے بعد آپ ان منکرین سے جو توحید و رسالت کے مسئلہ میں تکذیب و انکار کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ تم جو میری رسالت اور توحید الٰہی کا انکار کر رہے ہو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے میرا کچھ ضرر نہیں کیونکہ میرا کام تو اتنا ہی ہے کہ میں تم کو اُس آنے والی خوفناک گھڑی سے ہوشیار کردوں اور جو بھیانک مستقبل آنے والا ہے اس سے بے خبر نہ رہنے دوں۔ اور برے انجام سے تم کو ڈرادوں باقی واسطہ اور سابقہ جس حاکم سے پڑنے والا ہے وہ تو وہی اکیلا خدا ہی جس کے سامنے کوئی چھوٹا بڑا دم نہیں مار سکتا وہی ہر چیز پر غالب ہے اور ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔ آسمان زمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز نہیں جو اس کے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے ان کو قائم رکھے جب چاہے ان کو توڑ پھوڑ کر برابر کردے۔ اس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے اور اس کے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ ساتھ ہی وہ وحدہٗ لاشریک بڑا رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے بندہ سے کوئی گناہ ہو جائے اور اس کے آگے سچے دل سے توبہ کر کے معافی مانگ لے تو وہ غفار اس کا گناہ بخش دیتا ہے اور میں جو تمہیں توحید و رسالت قیامت و آخرت اور جزا و سزا اور جنت و جہنم سے متعلق جو خبریں سنا رہا ہوں تو یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ بڑی بھاری اور یقینی خبر ہے جو میں تم کو دے رہا ہوں مگر افسوس ہے کہ تم ان باتوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ جو کچھ تمہاری خیر خواہی میں کہا جاتا ہے دھیان میں نہیں لاتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہو۔ میں جو یہ کہتا ہوں کہ مر کر دوبارہ جینا ہوگا۔ قیامت قائم ہوگی عملوں کا حساب ہوگا نافرمانوں کو جہنم میں فرمانبرداروں کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ مجھے ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس کہ جہاں نظام عالم کے فنا و بقاء و تدابیر الٰہیہ کے متعلق گفتگو یا قیل وقال ہوتی ہے مجھے اس کی کیا خبر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ سے جن باتوں پر مطلع فرمادیا وہ بیان کردیئے جو کچھ کہتا ہوں اسی کی وحی اور بتلانے سے کہتا ہوں مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کردوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ یہ انذار یعنی ڈرانے کے لئے نہ ضروری ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ میرے پاس جو وحی آتی ہے جس سے احوال ملاء اعلیٰ بھی معلوم ہوتے ہیں تو محض اس سبب سے آتی ہے کہ منجانب اللہ صاف صاف ڈرانے والا کر کے بھیجا گیا ہوں یعنی چونکہ مجھ کو پیغمبری عنایت کی گئی ہے اس لئے وحی نازل ہوتی ہے پس واجب ہے کہ تم میری رسالت کی تصدیق کرو اور میرے کہنے اور بتلانے کے موافق اپنا عقیدہ اور ایمان رکھو۔ آگے سورۃ کے اخیر میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ سنایا جاتا ہے جس سے عام انسانوں کو تو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ابلیس لعین حضرت آدم علیہ السلام کا اور آپ کی اولاد کا قیامت تک کا دشمن ہے لہٰذا اس

کے ہتھکنڈوں سے بچو۔ رسول کی نصیحت بے غرض ہے اسے مانو اگر نہ مانا تو پچھتاؤ گے اور کفار مکہ کو یہاں قصہ آدم و ابلیس سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے اور آپ کے سامنے جھکنے سے جو تکبر تمہیں مانع ہو رہا ہے وہی تکبر ابلیس کو حضرت آدم کے آگے جھکنے سے مانع ہوا تھا جس پر ابلیس خدا کے حکم کے مقابلہ میں سرکشی کر کے لعنت کا مستحق ہوا اسی طرح تم جو اللہ و رسول کے معاملہ میں تکبر برت رہے ہو اگر اس سے باز نہ آئے تو پھر آخر کار تمہارا بھی وہی انجام ہونا ہے جو ابلیس لعین کا ہوا۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں بے شمار نصائح، عبرتیں اور مسائل کا ذخیرہ موجود ہے اس لئے قرآن پاک نے اس واقعہ کو مختلف سورتوں میں ان سورتوں کے مضامین کے مناسب بار بار بیان فرمایا ہے۔ کہیں واقعہ کی تفصیل ہے کہیں اجمال ہے۔ کسی مقام پر ایک پہلو نظر انداز کر دیا گیا تو دوسرے مقام پر اسی کو نمایاں فرمایا گیا۔ اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ سورۂ بقرہ۔ سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں مضمون کی مناسبت سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو یہ اطلاع دی کہ میں عنقریب مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو بشر کہلائے گی تو جب میں اس کو بنا سنوار لوں اور اس میں روح پھونک دی جائے اور جان پڑ جائے تو تم سب اس بشر کے آگے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ ابلیس جو خلقت میں جنات میں سے تھا اور کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شامل ہو گیا تھا اس کو بھی فرشتوں میں شامل ہونے کی وجہ سے اس حکم خداوندی کی تعمیل کرنا تھی۔ چنانچہ جب آدم علیہ السلام کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا اور جب یہ مٹی پختہ ٹھیکری کی طرح آواز دینے اور کھنکھنانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس جسد خاکی میں روح پھونکی اور حضرت آدم علیہ السلام ایک گوشت پوست ہڈی پٹھے وغیرہ کے زندہ انسان ارادہ شعور حس و عقل کیفیات اور جذبات کے حامل نظر آنے لگے۔ ارشاد خداوندی کے موافق تمام فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدۂ تعظیمی کیا مگر ابلیس نے غرور اور تمکنت کے ساتھ صاف انکار کر دیا۔

اب جب ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو اس کی باز پرس ہوئی اور حق تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ ابلیس نے کیا جواب دیا اور پھر اس کا کیا انجام ہوا یہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو دولت اسلام اور ایمان کی عطا فرمائی ہے اس پر حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنا تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات اور تعلیمات اور جو احکام خداوندی ہم کو پہنچائے ہیں ان پر ہم کو ایمان صادق کے ساتھ اتباع کامل بھی نصیب ہو۔ تکبر اور غرور جو شیطانی خصلت ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ کاملہ عطا فرمائیں۔ یا اللہ ابلیس آپ کے حکم کے مقابلہ میں سرکشی کرنے سے جو کافر ہو گیا تو اس کے انجام بد سے نہ صرف کفار مشرکین بلکہ اہل اسلام کو بھی عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آ گیا یا یہ کہ تو بڑے درجہ والوں میں ہے

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ

کہنے لگا کہ میں آدم سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا کہ تو آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہو گیا۔ اور بیشک

عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾

تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا تجھ کو وقت معین کی تاریخ تک

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾

مہلت دی گئی کہنے لگا سو تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں

قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ

ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو (ہمیشہ) سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں تیرا ساتھ دے ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) دنیا جہان والوں کیلئے بس ایک نصیحت ہے اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جاوے گا۔

قَالَ اس نے فرمایا	يٰٓاِبْلِيْسُ اے ابلیس	مَا مَنَعَكَ کس نے منع کیا تجھے	اَنْ تَسْجُدَ کہ تو سجدہ کرے	لِمَا اس کو جسے	خَلَقْتُ میں نے پیدا کیا		
بِيَدَيَّ اپنے ہاتھوں سے	اَسْتَكْبَرْتَ کیا تو نے تکبر کیا	اَمْ كُنْتَ یا تو ہے	مِنَ سے	الْعَالِيْنَ بلند درجہ والے	قَالَ اس نے کہا	اَنَا میں	خَيْرٌ بہتر
مِنْهُ اس سے	خَلَقْتَنِيْ تو نے پیدا کیا مجھے	مِنْ نَّارٍ آگ سے	وَ اور	خَلَقْتَهٗ تو نے پیدا کیا اسے	مِنْ سے	طِيْنٍ مٹی	قَالَ اس نے فرمایا
فَاخْرُجْ پس نکل جا	مِنْهَا یہاں سے	فَاِنَّكَ کیونکہ تو	رَجِيْمٌ راندۂ درگاہ	وَّاِنَّ اور بیشک	عَلَيْكَ تجھ پر	لَعْنَتِيْٓ میری لعنت	اِلٰى تک
يَوْمِ الدِّيْنِ روز قیامت	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	فَاَنْظِرْنِيْٓ پس تو مجھے مہلت دے	اِلٰى تک	يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ جس دن اٹھائیں جائیں گے		
قَالَ اسے فرمایا	فَاِنَّكَ پس بیشک تو	مِنَ سے	الْمُنْظَرِيْنَ مہلت دیئے جانیوالے	اِلٰى تک	يَوْمِ دن	الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ وقت معین	قَالَ اس نے کہا
فَبِعِزَّتِكَ سو تیری عزت کی قسم	لَاُغْوِيَنَّهُمْ میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا	اَجْمَعِيْنَ سب	اِلَّا سوائے	عِبَادَكَ تیرے بندے	مِنْهُمُ ان میں سے		
الْمُخْلَصِيْنَ مخلص	قَالَ اس نے فرمایا	فَالْحَقُّ یہ حق (سچ)	وَالْحَقَّ اور سچ	اَقُوْلُ میں کہتا ہوں	لَاَمْلَئَنَّ میں ضرور بھر دوں گا	جَهَنَّمَ جہنم	
مِنْكَ تجھ سے	وَمِمَّنْ اور ان سے جو	تَبِعَكَ تیرے پیچھے چلیں	مِنْهُمْ ان سے	اَجْمَعِيْنَ سب	قُلْ فرمادیں	مَآ نہیں	اَسْئَلُكُمْ میں مانگتا تم سے
عَلَيْهِ اس پر	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر	وَّمَآ اَنَا اور نہیں میں	مِنَ سے	الْمُتَكَلِّفِيْنَ بناوٹ کرنے والے	اِنْ نہیں	هُوَ اِلَّا یہ مگر	ذِكْرٌ نصیحت
لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کیلئے	وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم ضرور جان لوگے	نَبَاَهٗ اس کا حال	بَعْدَ بعد	حِيْنٍ ایک وقت			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت آدم کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اپنا ارادہ ظاہر فرمایا کہ میں مٹی سے آدم کو پیدا کرنے والا ہوں اور جب میں اس کو پیدا کردوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تا کہ میری فرمانبرداری کے ساتھ ہی آدم کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے چنانچہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی تو تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ ابلیس جس کا نام عزازیل تھا اور مردود ہونے کے بعد لقب ابلیس پڑا جو اصل میں جنات میں سے تھا اور اپنی گذشتہ کثرت عبادت کی وجہ سے آسمان پر فرشتوں کے ساتھ شامل کرلیا گیا تھا وہ اپنی جگہ پر تنا کھڑا رہا اور آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ابلیس نے تکبر برتا اور فرشتوں کے ساتھ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا تو حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا یعنی جس کے ایجاد کی طرف خاص عنایت ربانیہ متوجہ ہوئی اور اپنی قدرت کاملہ سے بنایا اور پھر اس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا تو تجھ کو کونسی چیز آدم کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی؟ کیا تو غرور میں آ گیا اور جان بوجھ کر اپنے کو بڑا بنانا چاہا یا واقع میں تو اپنا مرتبہ ہی اونچا سمجھتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اگرچہ عالم الغیب اور دلوں کے بھید تک سے واقف ہیں مگر ابلیس کے امتحان اور آزمائش کے لئے یہ سوال کیا گیا کہ کس بات نے تجھے آدم کے سامنے جھکنے سے روکا جبکہ میں نے حکم دیا تھا۔ اس پر ابلیس لعین کیا منطقی جواب دیتا ہے کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے آپ نے آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا مطلب یہ کہ میں آدم سے افضل ہوں پس مجھ کو حکم دینا کہ اس کے سامنے سجدہ کروں خلاف حکمت ہے۔ دیکھئے یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے صاف اور صریح حکم کے سامنے اپنی عقل دوڑانا کم بختی کی نشانی ہے۔ جب آقا نے حکم صادر فرما دیا کہ یہ کر پھر بندہ کے لئے حجت کی گنجائش کہاں باقی رہی اب اگر بندہ اپنے آقا و مالک کے حکم کی فوراً تعمیل نہ کرے تو وہ یقیناً نافرمان ہے۔ اس کا یہ بہانا قابل سماعت نہ ہوگا کہ آپ کا حکم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میری عقل میں تو یہی آتا ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ بندہ کی یہ ٹال مٹول یا تو جہالت کی وجہ سے ہوگی یا پھر بے جا اکڑفوں ہے اس کے کیا معنیٰ کہ بندہ اپنے آقا و مالک سے حجت کرے۔ ابلیس کا جواب چونکہ غرور اور تکبر کی جہالت پر مبنی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر واضح کر دیا کہ جہالت سے پیدا شدہ کبر و غرور نے تجھ کو اس قدر اندھا کر دیا کہ تو اپنے خالق کے حقوق اور احترام خالقیت سے بھی منکر ہو گیا اور میرے حکم کو خلاف حکمت قرار دیا پس تو اب اس سرکشی کی وجہ سے ابدی ہلاکت کا مستحق ہے اس لئے حکم ہوا کہ میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں کی رسائی نہیں۔ یہاں سے نکل۔ دور ہو تو میری رحمت سے دور ہو گیا۔ اب تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی۔ ابلیس نے جب دیکھا کہ خالق کائنات کے حکم کی خلاف ورزی اور تکبر و غرور برتنے پر مجھ کو رب العالمین کی آغوش رحمت سے مردود اور جنت سے محروم کر دیا تو بجائے توبہ اور ندامت کے اور عاجزی اور خاکساری کے اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کی کہ تا قیام قیامت مجھ کو مہلت عطا کر دی جائے اور اس طویل مدت کے لئے میری زندگی کی رسی کو دراز کر دیجئے۔ حکمت الٰہی کا تقاضا بھی یہی تھا لہٰذا اس کی درخواست منظور کر لی گئی۔ یہ سن کر اس نے پھر ایک مرتبہ اپنی خباثت و شیطنت کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگا کہ جب آپ نے مجھ کو راندہ درگاہ کر ہی دیا تو جس آدم کی بدولت مجھے یہ رسوائی نصیب ہوئی میں بھی اس کی اولاد سے خوب بدلہ لوں گا اور ان کو آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے ہر جانب ان کو گمراہ کروں گا اور ان کی اکثریت

کو تیرا ناسپاس اور ناشکر گزار بنا کر چھوڑوں گا اور جہاں تک میرا بس چلے گا کسی کو اس راستہ پر نہ چلنے دوں گا جو آپ نے ان کے لئے مقرر کیا ہے۔ میرے حملہ سے کوئی بچ نہ سکے گا سوائے ان لوگوں کے جو آپ کے مخلص بندے ہوں گے۔ ان پر البتہ میرا زور نہ چل سکے گا اور وہ بچ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کو ایسا ہی حاکمانہ جواب ملا کہ ہم کو اس کی کیا پروا۔ جو بنی آدم مجھ سے روگردانی کر کے تیری پیروی کرے گا وہ تیرے ہی ساتھ جہنم میں جھونکا جائے گا اور میں سب کو دوزخ میں بھر دوں گا۔ ایک بھی میری پکڑ سے بچ کر نکل نہ سکے گا۔ یہ بالکل حقیقت ہے کیونکہ میری سب باتیں سچی اور ٹھیک ہی ہوا کرتی ہیں۔ تو گویا یہاں حق تعالیٰ نے بنی آدم کو سنا دیا کہ تمہارے دشمن نے تمہارے بہکانے اور گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہے اور میں نے بھی وعدہ کر لیا ہے کہ بنی آدم میں سے جو بھی اس کا کہنا مانے گا ان سب سے شیطان کے ہمراہ جہنم بھر دوں گا۔ تو خبردار اور ہوشیار رہنا چاہئے اور شیطانی چالوں میں ہرگز نہ آنا چاہئے۔

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ بطور اتمام حجت کے اور قول اخیر کے ان منکرین سے یہ کہہ دیجئے کہ میری اس نصیحت سے غرض یہ ہے کہ اپنے دشمن اور دوست میں تمیز کرو۔ شیطان لعین جو ازلی دشمن ہے اس کی راہ مت چلو اور اللہ کے رسول کا کہنا مانو میں اس نصیحت تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی بدلہ اور اجرت تو نہیں مانگتا۔ اس سے میرا مقصود کوئی دنیوی نفع حاصل کرنا تو نہیں۔ اور نہ میں خوامخواہ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فہمائش ہوتی ہے اور احکام آتے ہیں وہ بلا کمی بیشی کے تم تک پہنچا دیتا ہوں۔ اب اس پر بھی جو شخص کفر کرے اور انکار و تکذیب پر جما رہے تو تھوڑی مدت کے بعد یعنی مرتے ہی میری باتوں کی حقیقت میرے کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی۔ میری زبان کی صداقت معلوم ہو جائے گی۔ اس وقت تمہیں یقین آ جائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں سب دیکھ لوگے اور حق و باطل سب کھل جائے گا مگر اس وقت معلوم ہونے سے کچھ نفع نہیں۔

ایک تو اس مسئلہ کی طرف کہ ابلیس لعین کا کفر محض عملی نافرمانی کا نتیجہ نہیں کیونکہ کسی فرض کو عملاً ترک کر دینا اصول شریعت میں فسق و گناہ ہے کفر نہیں۔ ابلیس کے کفر کا اصل سبب حکم ربانی سے معارضہ اور مقابلہ کرنا ہے کہ جو اس لعین نے یہ کہہ کر کیا کہ آپ نے جس کو سجدہ کرنے کا مجھے حکم دیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ میں اس کو سجدہ کروں کیونکہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ یہ معارضہ اور مقابلہ بلاشبہ کفر ہے۔ (معارف القرآن جلد اول)

اب غور کیجئے کہ آج اس بے دینی کے دور میں یہ مہلک مرض یعنی حق تعالیٰ کے احکام سے مقابلہ و معارضہ کس درجہ میں عام ہوتا جا رہا ہے اور ہم اسلام کا ظاہری لیبل لگا کر اپنے ایمان اور اسلام پر مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اپنے احکام کی بلاچوں و چرا اتباع و اطاعت نصیب فرمائیں آمین۔

(۲) دوسرے اپنی شریعت اسلامیہ میں سجدہ تعظیمی کے متعلق جو حکم ہے اس کو ذرا وضاحت سے ظاہر کرنا ہے کیونکہ اس جہل اور بے دینی کے دور میں یہ مرض بھی موجود ہے۔ آج بعض جہلاء اپنے پیروں کو سجدہ تعظیمی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنا تو ہندوستان پاکستان میں اکثر نے دیکھا ہی ہوگا۔ یہاں اس سورۃ میں اور سورۃ بقرہ وغیرہ میں فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور سورۂ یوسف تیرہویں پارہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں کا مصر پہنچنے کے بعد یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا مذکور

ہے۔اب یہ تو ظاہر ہے کہ یہ سجدہ عبادت کے لئے نہیں ہوسکتا کیونکہ غیر اللہ کی عبادت کفر وشرک ہے اور اصول ایمان کے خلاف ہے اور وہ کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں رہی۔ سجدہ تعظیمی پچھلی شریعتوں میں جائز تھا اور قدیم انبیاء کے زمانہ میں اس سجدہ تعظیمی کا وہی درجہ تھا جو ہماری شریعت محمدیہ میں سلام، مصافحہ، معانقہ اور دست بوسی یا تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانے کا ہے۔اس طرح انبیاء سابقین کی شریعت میں بڑوں کی تعظیم اور تحیۃ کے لئے سجدہ مباح تھا لیکن شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گیا اور بڑوں کی تعظیم کے لئے صرف سلام اور مصافحہ و معانقہ کی اجازت دی گئی۔ رکوع، سجدہ اور بہیئت نماز ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو ناجائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح جانداروں کی تصویر بنانا اور استعمال کرنا پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورۂ سبا ۲۲ ویں پارہ میں مذکور ہے کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تصویریں اور مجسمے بنایا کرتے تھے مگر شریعت محمدیہ چونکہ اب دائمی شریعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت ختم ہو چکی۔اس لئے اس شریعت مطہرہ کو مسخ اور تحریف سے بچانے کے لئے ہر ایسے سوراخ کو بند کر دیا گیا جہاں سے شرک و بت پرستی آسکتی تھی۔اس طرح اس شریعت میں وہ تمام چیزیں حرام قرار دے دی گئیں جو گذشتہ انبیاء کے زمانوں میں شرک و بت پرستی کا ذریعہ بنی تھیں۔تصویر سازی اور اس کے استعمال کو اسی وجہ سے حرام کیا گیا اور سجدۂ تعظیمی بھی اس شریعت میں اسی وجہ سے حرام ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ مشہورہ سے سجدہ تعظیمی کا حرام اور ناجائز ہونا ثابت ہے۔

خلاصہ یہ کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ جو قرآن کریم میں مذکور ہے یہ سجدہ تعظیمی تھا جواب شریعت محمدیہ میں اس کو شرک و کفر کے شائبہ سے بھی پاک رکھنے کے لئے ناجائز قرار دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بقصد تعظیم بھی سجدہ یا رکوع کرنا جائز نہیں رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شریعت اسلامیہ کی قدر منزلت نصیب فرمائیں اور اس کی ہر چھوٹی بڑی ظاہری و باطنی نافرمانی سے بچائیں۔آمین۔

الحمد للہ اس درس پر سورۃ ص کا بیان ختم ہوا۔جس میں ۵ رکوع تھے۔اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو شرف و عزت بنی آدم میں پیدا فرما کر ہم کو بخشا ہے ہمیں اس شرف کی لاج کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنا تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی حالت پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمارے دین اسلام کی حفاظت کا سامان فرمائیے اور نفس و شیطان کی چالوں سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو اپنے مخلص بندوں میں شامل فرما لیجئے اور انہیں کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائیے۔ یا اللہ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی لائی ہوئی ہدایات وتعلیمات کا متبع اور پیروکار بنا دیجئے اور قرآنی نصائح سے ہمارے قلوب کو منور ومزین فرما دیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰیَۃً وَّثَمَانِیْ رُکُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی

لَّہُ الدِّیْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا

عبادت کرتے رہیئے یاد رکھو عبادت جو کہ خالص ہو اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف

لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ

اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں تو اُن کے باہمی اختلافات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا

مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ﴿۳﴾

جو (قولاً) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو۔

تَنْزِیْلُ نازل کیا جانا	الْکِتٰبِ یہ کتاب	مِنَ اللّٰہِ اللہ کی طرف سے	الْعَزِیْزِ غالب	الْحَکِیْمِ حکمت والا	اِنَّآ اَنْزَلْنَآ بیشک ہم نے نازل کی
اِلَیْکَ تمہاری طرف	الْکِتٰبَ یہ کتاب	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	فَاعْبُدِ اللّٰہَ پس اللہ کی عبادت کرو	مُخْلِصًا خالص کر کے	لَّہُ اسی کیلئے	الدِّیْنَ عبادت
اَلَا یاد رکھو	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	الدِّیْنُ عبادت	الْخَالِصُ خالص	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	اتَّخَذُوْا بناتے ہیں	مِنْ دُوْنِہٖ اسکے سوا	اَوْلِیَآءَ دوست
مَا نَعْبُدُھُمْ نہیں عبادت کرتے ہم انکی	اِلَّا مگر	لِیُقَرِّبُوْنَا اسلئے کہ وہ مقرب بنا دیں ہمیں	اِلَی اللّٰہِ اللہ کا	زُلْفٰی قرب کا درجہ	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ
یَحْکُمُ فیصلہ کریگا	بَیْنَھُمْ انکے درمیان	فِیْ مَا جس میں	ھُمْ وہ	فِیْہِ اس میں	یَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے ہیں	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ
لَا یَھْدِیْ ہدایت نہیں دیتا	مَنْ ھُوَ جو ہو	کٰذِبٌ جھوٹا	کَفَّارٌ ناشکرا		

تفسیر و تشریح: الحمد للہ اب تیئسویں پارہ کی سورہ زمر کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی ابتدائی تین آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے آخری رکوع میں لفظ زمر استعمال کیا گیا ہے۔ زمر کے لفظی معنیٰ ہیں گروہ در گروہ جوق جوق جتھے جتھے جیسا کہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں بتایا گیا کفار کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا، ایسے ہی مومنین کو بھی جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا۔ اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام زمر (یعنی گروہ در گروہ) مقرر کیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے قبل کا بتلایا گیا ہے موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۹ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۰ لکھا ہے۔ یعنی ۷۹ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۳۴ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔

اس سورۃ میں ۷۵ آیات ۸ رکوعات ۱۱۸۴ کلمات اور ۴۹۶۵

حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد کا بیان ہے اور پوری سورۃ توحید کے دلائل اس کی تعلیم اور اس کے تقاضوں اور ان پر عمل کے نتیجہ میں ملنے والے انعامات اور اس کے مقابلہ میں کفر وشرک کا رد۔ اس کی برائیوں اور اس کے نتیجہ میں ملنے والی سزاؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔

سورۃ کی ابتداء قرآن کریم کے حقانیت کے بیان سے فرمائی گئی اور انسانوں کو تعلیم دی گئی کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف جھکو اور اسی کی طاعت و بندگی کرو۔ زمین و آسمان کی پیدائش دن رات کا با قاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا سورج اور چاند کی با قاعدہ ایک نظام میں بندھی ہوئی گردش حیوانات اور انسان کی پیدائش یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کر رہے ہیں اور اس کی توحید پر دلالت ہیں۔ پھر اس کو وحدہ لاشریک نہ ماننے کے کیا معنی پھر انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا گیا اگر کسی کو از خود نہیں سوجھتا اور توحید باری تعالیٰ کے کائنات میں پھیلے ہوئے بے شمار دلائل نظر نہیں آتے تو وہ اس قرآن کے بتانے ہی سے اللہ کو جانے اور اسے ایک مانے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی قدرت اور بڑی طاقت والی ہے اور وہ بڑا دانا بینا ہے۔ اس لئے اس کا کلام یعنی یہ قرآن زور و قوت اور علم و حکمت کا خزانہ ہے۔ اس لئے انسان کی بھلائی صرف اسی میں ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ اس کے حکموں پر عمل کرے اور دنیا میں اس قرآن کریم کی بتلائی ہوئی راہ پر چل کر پرہیزگاری کی زندگی بسر کرے۔ اللہ کی اطاعت میں ہر وقت سرگرم رہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں کہ کوئی اسے مانے یا نہ مانے۔ انسان کا اپنا بھلا خود اسی میں ہے کہ وہ اللہ کو اپنا رب اور معبود مانے۔ جو نہ مانے گا اور ناشکری کرے گا اس کی سزا اسے خود ملے گی پھر عام انسانوں کی حالت بتلائی گئی کہ انسان کی بھی عجیب حالت ہے جب اس پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو اللہ کو پکارنے لگتا ہے اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر بھول کر بھی اللہ کو یاد نہیں کرتا اور اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے مگر سب انسان برابر نہیں۔ بعض لوگ ہر حال میں اللہ ہی کو یاد رکھتے ہیں اور اسی کی عبادت اور شکر گزاری میں اپنا دن رات گزارتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کا انجام بھی یکساں نہیں ہو گا۔ نیک لوگوں کا انجام دنیا و آخرت دونوں میں اچھا ہو گا۔ وہ بے شمار انعامات کے مستحق ہوں گے اور ان کو یقیناً جنت میں بڑے آرام و راحت کی زندگی نصیب ہو گی لیکن اللہ سے منہ موڑنے والے دوزخ کے اندر آگ میں جلیں گے اور وہاں کے عذاب بھگتیں گے اور انتہائی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی اور شامت اعمال کہ ہم غفلت میں پڑے رہے۔ اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے اور انہوں نے سمجھانے کا حق ادا کیا لیکن ہم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے بیٹھے تھے۔ ان کی ایک نہ سنی مگر وہاں اس اقرار اور پچھتانے کا کوئی نتیجہ نہیں۔ الغرض خلاصہ اس سورۃ کی تمام تعلیمات کا یہی ہے کہ سچی بات کی پیروی کرو اور کفر وشرک کر کے اللہ کے سر جھوٹی باتیں مت لگاؤ۔ اللہ ہی کے ہو کر رہو۔ مرنے کے بعد اسی کے پاس جانا ہو گا۔ وہی سب کو ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا دے گا اور قیامت میں اس کی قدرت سب پر علانیہ ظاہر ہو جائے گی اور سب کی زبان پر اسی کی حمد و ثنا ہو گی۔ ہر ایک انصاف کے ساتھ اپنا حق پائے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درس میں سامنے آئیں گی۔

اب ان ابتدائی آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا اس تمہید سے ہوتی ہے کہ یہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کی

طرف سے نازل فرمایا گیا ہے اور جو عزیز و حکیم ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی دو صفات عزیز و حکیم یعنی جو سب سے زبردست ہے اور ساتھ ہی بڑی حکمت والا ہے بیان فرمائی گئی ہیں اور جن سے مقصود یہ جتلانا ہے کہ چونکہ یہ کتاب اللہ تبارک و تعالیٰ زبردست کی طرف سے ہے اس لئے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے۔ کوئی طاقت اس کے نفاذ اور شیوع کو روک نہیں سکتی دوسرے یہ کہ وہ حکیم ہے اس لئے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جو تعلیمات و ہدایات اس کتاب میں دی گئی ہیں وہ سراسر حکمت و دانائی پر مبنی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے یعنی جو کچھ اس میں ہے حق اور سچائی ہے سو آپ اس قرآن کی تعلیم کے موافق خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہئے جیسا کہ اب تک آپ کرتے رہے ہیں اور اسی کی طرف قولاً اور فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ اسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو یعنی جس میں کوئی شریک یا ریا۔ نمود و دکھاوا نہ ہو بلکہ خالص اللہ کے لئے اور اسی کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ آگے مشرکین کا ناپاک عقیدہ بیان کیا جاتا ہے کہ عموماً یہ مشرک لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا کے نزدیک ہو جائیں گے۔ اور ان دیوتاؤں کی سفارش سے ہمارے کام بن جائیں گے۔ اس کا جواب ارشاد ہوا کہ ان لچر پوچ حیلوں سے جو یہ مشرکین خالص توحید کے عقیدہ میں جھگڑے ڈال رہے ہیں اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہیں تو اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے ہو جائے گا۔ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ عملی فیصلہ اس طرح کر دیں گے کہ اہل توحید کو جنت میں اور اہل شرک کو جہنم میں داخل کر دیں گے۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے نہ ماننے سے آپ غم نہ کریں ان کا فیصلہ وہاں ہوگا اور اس کا بھی تعجب نہ کریں کہ باوجود ایسے واضح دلائل اور کھلی ہوئی براہین کے یہ راہ حق پر کیوں نہیں آتے تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ ہدایت دیکھنا نصیب نہیں فرماتے جو قولاً جھوٹا اور اعتقاداً کافر ہو اور اس سے باز نہ آئے اور طلب حق کا قصد ہی نہ کرتا ہو تو اس کے اس عناد سے اللہ تعالیٰ بھی اس کو ہدایت کی توفیق نہیں بخشتے۔

ان ابتدائی آیات سے معلوم ہوا اور قرآن کریم کی دوسری متعدد آیات اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی مقبولیت بقدر اخلاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہونی چاہئے جس میں کسی غیر اللہ کے شرک یا ریاء و نمود و نمائش کا شائبہ نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بعض اوقات کوئی صدقہ و خیرات کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف اور ثنا کریں گے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔ پھر آپ نے بطور استدلال کے ان ابتدائی آیات میں سے تلاوت فرمایا۔ فاعبداللہ مخلصاً لہ الدین o الاللہ الدین الخالص (سو خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ اے لوگو یاد رکھو عبادت جو کہ شرک و ریاء سے خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی قدر اور وزن بقدر اخلاص ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کمال اخلاص بدوں کمال ایمان حاصل نہیں ہوتا اور اخلاص کامل یہ ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی کو نفع وضرر کا مالک سمجھے نہ اپنے کاموں میں کسی غیر اللہ کو متصرف جانے۔ نہ کسی طاعت وعبادت میں غیر اللہ کا اپنے قصد سے تصور ودھیان آنے دے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اخلاص وللّٰہیت روحانی اور اخلاقی بلندی کا آخری زینہ ہے۔ اسی لئے بزرگان دین اور مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ سلوک کے تمام منازل طے کر لینے کے بعد آخری منزل اخلاص وللّٰہیت کی ہے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اخلاص کے لفظی معنیٰ تو یہ ہیں کہ نیت صرف ایک ہی شے کی ہو کیونکہ خالص اسی شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہو۔ مگر اصطلاح شریعت میں اخلاص کے یہ معنیٰ ہیں کہ محض حق تعالیٰ کی ذات مقصود ہو اور اخلاص کی اصل مسلمان کی نیت ہے کیونکہ نیت ہی میں اخلاص ہوا کرتا ہے تو اخلاص وللّٰہیت کا مطلب یہ ہوا کہ اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق و پروردگار اللہ جل شانہ ہم سے راضی ہو۔ ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ اسی طرح عبادت سے مقصود اگر محض عبادت ہے تب تو اخلاص کہلائے گا اور اگر اس میں ریا یعنی دکھاوے کی آمیزش یا نام و نمود یا دنیا کے کسی فائدہ کا بھی ارادہ شامل ہو تو اس کو اخلاص نہیں کہیں گے مثلاً روزہ رکھنے سے مقصود یہ ہو کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ کھانے پینے کے پرہیز کرنے سے بیماری کو بھی نفع ہو گا پس ایک کام میں دو نیتیں شامل ہوئیں تو اس کو اخلاص نہ کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقت اخلاص نصیب فرمائیں اور اپنا مخلص بندہ بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔

الغرض سورۃ کی ابتداء حقانیت قرآن اور توحید کی تعلیم اور خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی بجالانے کی ہدایت فرمائی۔ اب آگے مضمون توحید ہی کے سلسلہ میں مشرکین کے بعض عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل دیئے جاتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔

یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کی قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق عطا فرما اور اخلاص کے ساتھ اپنی بندگی اور طاعت کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ نام ونمود اور ریا اور دکھاوے جیسی بدخصلتوں سے اور بری نیتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٤﴾

اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا وہ پاک ہے وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ

اُس نے آسمان وزمین کو حکمت سے پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٥﴾ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

کہ ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہے گا یاد رکھو کہ وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا (بھی) ہے اُس نے تم لوگوں کو تن واحد

وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ

(یعنی آدم) سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لئے آٹھ نرومادہ چارپایوں کے پیدا کئے وہ تم کو

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ

ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین تاریکیوں میں یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب اسی کی سلطنت ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٦﴾

اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم کہاں (حق سے) پھرے چلے جارہے ہو۔

لَوْ اگر	اَرَادَ اللّٰهُ چاہتا اللہ	اَنْ يَّتَّخِذَ کہ بنائے	وَلَدًا اولاد	لَّاصْطَفٰى البتہ وہ چن لیتا	مِمَّا اس سے جو	يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وہ پیدا کرتا ہے (مخلوق) جسے وہ چاہتا ہے	
سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	هُوَ اللّٰهُ وہی اللہ	الْوَاحِدُ واحد یکتا	الْقَهَّارُ زبردست	خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	
بِالْحَقِّ حق (درست تدبیر) کے ساتھ	يُكَوِّرُ وہ لپیٹتا ہے	الَّيْلَ رات	عَلَى النَّهَارِ دن پر	وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ اور دن کو لپیٹتا ہے	عَلَى الَّيْلِ رات پر		
وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ يَّجْرِيْ ہر ایک چلتا ہے	لِاَجَلٍ ایک مدت	مُّسَمًّى مقررہ	اَلَا یاد رکھو	
هُوَ الْعَزِيْزُ وہ غالب	الْغَفَّارُ بخشنے والا	خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِّنْ سے	نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ نفس واحد	ثُمَّ جَعَلَ پھر اس نے بنایا		
مِنْهَا اس سے	زَوْجَهَا اس کا جوڑا	وَاَنْزَلَ اور اس نے بھیجے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنَ الْاَنْعَامِ چوپایوں سے	ثَمٰنِيَةَ آٹھ	اَزْوَاجٍ جوڑے	
يَخْلُقُكُمْ وہ پیدا کرتا ہے تمہیں	فِيْ بُطُوْنِ پیٹ (جمع) میں	اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں	خَلْقًا ایک کیفیت	مِّنْۢ بَعْدِ کے بعد	خَلْقٍ دوسری کیفیت		
فِيْ ظُلُمٰتٍ تاریکیوں میں	ثَلٰثٍ تین	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہ تمہارا اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار	لَهٗ اس کیلئے	الْمُلْكُ بادشاہت	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ اس کے سوا	فَاَنّٰى تو کہاں	تُصْرَفُوْنَ تم پھرے جاتے ہو					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مشرکین کا قول نقل کیا گیا تھا کہ جو یہ کہتے تھے کہ ہم اپنے دیوی اور دیوتاؤں یعنی چھوٹے خداؤں کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ ہم بڑے خدا سے نزدیک ہو جائیں گے یعنی کفار ومشرکین جو غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے تو ان کو وہ وسیلہ

جانتے تھے اور وجہ وسیلہ ہونے کی یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارے معبود دیوی دیوتا خدا کی اولاد ہیں (نعوذ باللہ تعالیٰ) اور باپ واولاد میں بڑا رابطہ اور تعلق ہوتا ہے اولاد باپ سے کہہ کر ہماری حاجتیں روا کروا دیتے ہیں چنانچہ مکہ کے مشرکین فرشتوں کو پوجتے تھے اوران کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں اپنے عقیدہ میں قرار دیتے تھے۔شرک کی یہ قسم کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی جائے دنیا کی دوسری قوموں میں بھی پائی جاتی تھی۔ یہود میں ایک فرقہ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتا تھا۔نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ اب تک رکھتے ہیں۔ یونانی زہرہ اور مشتری ستاروں کو ایک دوسرے کا خاوند اور بیوی اور اولاد بناتے بناتے خدا تعالیٰ سے نسب ملادیتے تھے۔

ان آیات میں مشرکین کے انہی عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ بفرض محال اگر اللہ تعالیٰ کو اولاد ہی بنانا ہوتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے عمدہ اور بہتر ہی کو نہ پسند کر لیتا تمہارے معبودوں میں کیا بات ہے اگر خدا کو اولاد بنانا منظور ہوتا تو بیٹیاں کیوں بناتا جو کہ خود ان مشرکین کو بھی ناپسند ہیں۔ بیٹے کیوں نہ بناتا اس کا کیا مطلب کہ خدا اپنے لئے تو گھٹیا چیز کا انتخاب کرے اور بڑھیا اولاد چن چن کر تمہیں دے۔مگر اسے یہ منظور ہی نہ تھا کیونکہ وہ پاک ہے اولاد بنانے سے وہ ایسا خدا ہے کہ جو اکیلا ہے اور زبردست ہے۔

یہاں آیت میں اس عقیدۂ ولدیت کی تردید میں ایک چھوٹے سے جملہ سبحانه هو الله الواحد القهار میں تین دلائل دیئے گئے۔

پہلی دلیل لفظ سبحانہ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص۔عیب اور کمزوری سے پاک منزہ اور مبرہ ہے اور ظاہر ہے کہ اولاد کی ضرورت ناقص اور کمزور اور حاجتمند کو ہوا کرتی ہے تاکہ اس کی نسل باقی رہے اور اس کی امداد واعانت کا ذریعہ ہو پیری اور ضعیفی میں اس کے کارآمد ہو تو حق تعالیٰ ان انسانی کمزوریوں سے پاک ہیں پھر آخر اولاد بنانا کس غرض سے ہوگا؟

دوسری دلیل لفظ واحد میں ہے کہ وہ اکیلا اور اپنی ذات میں واحد ہے۔ کسی جنس کا فرد نہیں اور ظاہر ہے کہ اولاد لازماً ہم جنس ہوا کرتی ہے تو اس یکتا ویگانہ ہستی کے لئے اولاد کیسے تجویز ہو سکتی ہے؟

تیسری دلیل لفظ قہار میں دی گئی یعنی جو بھی اس کی مخلوق ہے اس سے مغلوب ہے اور اس کی مملوک اور محکوم ہے اور اس کی قاہرانہ گرفت میں جکڑی ہوئی ہے تو جب ہر چیز اس کے سامنے دبی ہوئی ہے اور اس پر کسی کا دباؤ نہیں اس کی قوت سب پر غالب وہ کسی کا محتاج نہیں تو اُسے اولاد کی کیا حاجت؟

آگے اللہ تعالیٰ کے واحد وقہار ہونے کی دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی قوت اسی سے ظاہر ہے کہ اس نے آسمان اور زمین چاند سورج ستارے اور جملہ مخلوقات کو پیدا کیا اور بنایا اور بنایا بھی تو بڑی حکمت اور بجا طور پر مناسب شکل وصورت کے مطابق پھر تمام مخلوقات پر اسی کا تصرف اور دست قدرت ہے۔ وہی رات دن کا الٹ پھیر کرتا ہے اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے مسلسل چلے آرہے ہیں۔سورج اور چاند کو اسی نے مسخر کر رکھا ہے کہ وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں۔ان کے لئے جو طریق کار اور نظام مقرر کر دیا ہے اس کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ جو نظام اور قانون قاعدہ ان کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے اسے کوئی چیز اور طاقت بدل نہیں سکتی تو ان عظیم الشان چیزوں کے بنانے اور ان کو اپنے حکم کے نیچے رکھنے ہی سے اس کی شان و بڑائی اور قوت وحکومت ظاہر ہے۔ انسان کا علم و دخل کچھ ہے تو وہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے قاعدہ اور قانون کے ماتحت ہی چل سکتا ہے۔ کائنات کے انتظام کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی نئے قاعدہ قانون بنا سکتا ہے اور نہ بنائے ہوئے قاعدہ کو بدل سکتا ہے۔ جب یہ باتیں کسی اور میں نہیں تو اس کا واحد اور قہار ہونا ثابت ہو گیا۔ان دلائل

کے بعد بھی اگر کوئی انکار توحید کرے تو لوگوں کی یہ گستاخی اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ یہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے اور بصورت انکار سخت سزا دی جائے لیکن وہ بڑا بخشنے والا اور درگزر کرنے والا ہے اور اپنی شان عفوو مغفرت سے ایسا یکدم نہیں کرتا اور اگر کوئی انکار کے بعد بھی اقرار کر لے تو گذشتہ انکار پر عذاب وسزا نہیں دیتا کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا بھی ہے۔

آگے مزید دلائل اپنی وحدانیت اور کامل القدرت ہونے کے دیئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ آسمان، زمین، چاند، سورج وغیرہ تو اللہ نے پیدا ہی کئے تھے۔ لیکن خود تمہیں بھی اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ پہلے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا اور پھر اس جوڑے سے تمام انسانی نسل دنیا میں پھیلی۔ پھر انسانوں کے نفع کے لئے چار قسم کے چوپائے اونٹ گائے بھیڑ بکری اپنی حکمت سے بنائے اور ہر قسم میں نر و مادہ کا جوڑا برقرار رکھا اس طرح چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کئے۔ یہاں ان چوپایوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ زیادہ کام میں یہی آتے ہیں۔ آگے انسانوں کی پیدائش کی کیفیت بتائی گئی کہ وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں رفتہ رفتہ تین تاریکیوں میں پیدا کرتا ہے۔ یعنی پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون پھر لوتھڑا پھر گوشت پوست ہڈی رگ پٹھے اور پھر روح کا ڈالا جانا یہ جملہ کیفیات تین تاریکیوں میں ہوتی ہیں۔ ایک تاریکی ماں کے پیٹ کی۔ دوسری تاریکی رحم کی تیسری اس جھلی کی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

آگے جتلایا جاتا ہے کہ جب تم نے آسمان، زمین، چاند سورج، دن، رات کو دیکھ لیا اور ان کو جس نظام اور قانون کے ساتھ چلایا جا رہا ہے اس کو بھی سن لیا اور پھر انسان کی پیدائش اور اس کے فائدہ کے لئے حیوانات کے پیدا کئے جانے پر بھی غور کر لیا تو اب اس نتیجہ پر پہنچنے میں کیا دیر ہے کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کارنامے ہیں اور اللہ ہی کی وہ ذات ہے کہ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور پھر سب کی دیکھ بھال اور پرورش وتربیت کا انتظام کرتا ہے ساری حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر چیز اسی کے زیر فرمان ہے۔ تو جب خالق، رازق اور مالک وہی ہے تو معبود اس کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ خدائے واحد کے لئے ان صفات کے اقرار کر لینے کے بعد دوسرے کی بندگی کیسی؟ خوب سمجھ لو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب یہ دلائل سے ثابت ہوا تو افسوس نہ معلوم تمہاری سمجھ اور عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرنے لگے اور اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکے اور ان کو پوجنے لگے۔ کیسی انتہائی نادانی کی بات ہے۔

ابھی آگے کفر و شرک کی برائی اور اس کا ناپسندیدہ ہونا اور اہل کفر کی مذمت کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ توحید کی حقیقت ہم کو نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو اپنا تابع دار اور اطاعت گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ نے اپنی قدرت سے ہم کو دنیا میں پیدا فرما کر اتنی عمر عطا فرمائی۔ یا اللہ ہم کو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی مرضیات میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی صحیح معرفت اور تعلق قوی نصیب فرما۔ یا اللہ یہ کائنات کا نظام جو ایک اٹل قانون کے اندر چل رہا ہے اس میں غور وفکر کر کے ہم کو اپنی توحید کامل کرنے کی توفیق وصلاحیت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۗ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ

اگر تم کفر کروگے تو خدا تعالیٰ تمہارا حاجتمند نہیں اور وہ اپنے بندوں کیلئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کروگے تو اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

اور کوئی کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا۔ سو وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتلادے گا۔ وہ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

اِنْ تَكْفُرُوْا اگر تم ناشکری کروگے	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	غَنِيٌّ بے نیاز	عَنْكُمْ تم سے	وَلَا يَرْضٰى اور وہ پسند نہیں کرتا	لِعِبَادِهِ اپنے بندوں کیلئے		
الْكُفْرَ ناشکری	وَاِنْ اور اگر	تَشْكُرُوْا تم شکر کروگے	يَرْضَهُ لَكُمْ وہ اسے پسند کرتا ہے تمہارے لئے	وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھاتا	وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانیوالا		
وِزْرَ بوجھ	اُخْرٰى دوسرے کا	ثُمَّ پھر	اِلٰى طرف	رَبِّكُمْ اپنا رب	مَّرْجِعُكُمْ لوٹنا ہے تمہیں	فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ جتلادے گا تمہیں	بِمَا وہ جو
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌۢ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینہ (دلوں) کی پوشیدہ باتیں				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بعض حقائق ودلائل توحید بیان فرما کر فانی تصرفون (اے مشرکین تم کہاں بہکے جارہے ہو) فرمایا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ اس پر مشرکین کا گمان جاسکتا تھا کہ اللہ کو ہماری بڑی ضرورت ہے اور ہمارے ایمان اور شکرگزاری کی بڑی حاجت ہے جو ہم کو اپنی طرف بلاتا ہے اس خیال کے دفعیہ اور اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ اسے کوئی مانے یا نہ مانے۔ کسی کے کفر سے اس کی خدائی میں ذرہ برابر کمی نہیں آسکتی۔ مانوگے تب بھی وہی خدا ہے اور نہ مانوگے تب بھی وہ خدا ہے اور رہے گا لیکن خود انسان کا بھلا اسی میں ہے کہ اللہ کو اپنا رب اور معبود مانے۔ اگر کافر بن کر اس کے انعامات اور حقوق کا انکار کروگے تو تمہارا ہی نقصان ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں۔ اپنے بندوں کے کافر اور منکر بننے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس چیز کو ان کے لئے ناپسند کرتا ہے اور جو بندے اس کا حق مان کر مطیع اور شکرگزار بنیں۔ یہ بات اس کو پسند ہے جس کا نفع انہیں کو پہنچتا ہے۔ اس طرح ہر شخص وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو۔ یہ نہ ہوگا کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ ہر شخص اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا جائے گا اور وہ اس دن صاف صاف بتادے گا کہ کون شخص کیا کام کرتا رہا ہے کیونکہ وہ ہر ایک کے کاموں سے خوب واقف ہے بلکہ وہ سب کے دلوں تک کے بھید اچھی طرح جانتا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سارا جہان اگر متقی ہو جائے تو اس سے اللہ کو کچھ نفع نہیں پہنچتا اور اگر سارا جہان نافرمان ہو جائے تو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ جیسا جو عمل کرتا ہے لکھا جاتا ہے۔ اگر نیک عمل ہے تو اللہ اپنے فضل سے عمل سے بڑھ کر جزا دے گا اور عمل بد ہے تو بدی کے حیثیت کے موافق سزا ہوگی یا معاف کردیا جائے گا بغیر ہدایت اور توفیق الٰہی کے آدمی گمراہی میں پڑا ہوا ہے اس کو چاہئے اللہ سے ہدایت کی التجا کرے۔ اللہ اس کو نیک راستہ پر لگادے گا۔ (ربنا اهدنا الصراط المستقيم) اس صحیح حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ نہ اللہ کو نیک کام کی حیثیت سے بڑھ کر جزا دینے میں کچھ دریغ ہے نہ بدی کے بخش دینے میں کچھ دریغ نہ سارے جہان کے نیک ہو جانے سے اس کا کچھ نفع۔ نہ سارے جہان کے بد بن جانے سے اس کا کوئی ضرر۔ تو اسی غنا

اور بے پروائی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اگر سب لوگ منکر ہو جاویں تو اللہ کو ان کے منکر ہونے کی کچھ پروا نہیں۔ خدا کی بادشاہی دنیا کے بادشاہوں جیسی نہیں ہے کہ ان کی سلطنت کو فوج یا رعیت کے منحرف ہو جانے سے ضرر پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے کسی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ خود بندوں کے مفاد کی خاطر یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کفر کریں کیونکہ کفر خود انہیں کے لئے نقصان دہ ہے۔

یہاں ایک ضروری بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چیز ہے اور اس کی رضا دوسری چیز ہے دنیا کا کوئی کام بھی اللہ کی مشیت کے خلاف نہیں ہو سکتا مگر اس کی رضا کے خلاف بہت سے کام ہو سکتے ہیں اور رات دن ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً دنیا میں ظالموں کا حکمران ہونا چوروں اور ڈاکوؤں کا پایا جانا قاتلوں، زانیوں اور شرابیوں کا موجود ہونا اگر اللہ تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے نظام قدرت میں سرے سے ان کاموں کی گنجائش ہی نہ رکھتا تو دنیا میں کبھی کوئی برائی ظاہر نہ ہوتی۔ لیکن چونکہ یہ دنیا دارالامتحان ہے اس لئے خیر اور شر دونوں کا وجود دنیا میں انسانوں کی آزمائش کے لئے رکھا گیا اور یہ سب کچھ بر بنائے مشیت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو کچھ مشیت کے تحت صدور ہو رہا ہے اللہ کی رضا بھی اس کو حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص اگر حرام و ناجائز راستہ سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ اسی ذریعہ سے اس کو رزق دیتا ہے۔ یہ تو ہے اس کی مشیت۔ مگر مشیت کے تحت چور ڈاکو رشوت خور اور کافر مشرک کو رزق دینے کا یہ مطلب نہیں کہ چوری ڈاکے رشوت کو اللہ تعالیٰ پسند بھی کرتا ہے۔ مشیت الٰہی کا قانون تکوینی دوسرا ہے اور مرضیات الٰہی کا قانون تشریعی جدا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ یہاں آیت میں فرما رہے ہیں کہ تم کفر کرنا چاہو تو کرو۔ ہم تمہیں زبردستی اور جبراً قہراً اس سے روک کر مومن نہیں بنائیں گے۔ مگر یہ ہمیں پسند نہیں ہے کہ تم بندے ہو کر اپنے خالق و پروردگار سے کفر کرو۔ کیونکہ یہ تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے ہماری خدائی کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔

یہاں آیت میں ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ **ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم** اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اس کے مقابلہ میں **و ان تشکروا یرضہ لکم** فرمایا گیا یعنی اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے تو یہاں کفر کے مقابلہ میں ایمان کے لفظ کی بجائے شکر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ کفر درحقیقت احسان فراموشی اور حق ناشناسی ہے اور ایمان فی الحقیقت شکر گزاری اور احسان مندی اور حق شناسی ہے۔ جس شخص میں اللہ جل شانہ کے احسانات کا کچھ بھی احساس ہوگا وہ ایمان کے سوا دوسری راہ اختیار نہیں کر سکتا اس لئے شکر و ایمان ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ جہاں شکر ہوگا وہاں ایمان ضرور ہوگا۔ اور اس کے برعکس جہاں کفر ہوگا وہاں شکر کا سرے سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کفر کے ساتھ شکر کے کوئی معنیٰ نہیں۔

ان آیات کے تحت مفسرین نے اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کی تصریح کی ہے کہ دنیا میں کوئی اچھا یا برا کام ایمان یا کفر اللہ تعالیٰ کی مشیت یا ارادہ کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے ہر چیز کے وجود میں آنے کے لئے اللہ جل شانہ کا ارادہ شرط ہے۔ البتہ رضا اور پسندیدگی حق تعالیٰ کی صرف ایمان اور اعمال صالحہ سے متعلق ہوتی ہے۔ کفر و شرک اور معاصی اس کو پسند نہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷) اسی بنا پر علمائے اہل حق نے لکھا ہے کہ اہل حق کا مذہب تقدیر پر ایمان لانا ہے اور یہ کہ تمام کائنات اچھی ہو یا بری سب اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے وجود میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق کا ارادہ بھی کرتا ہے مگر وہ معاصی کو مکروہ و ناپسند سمجھتا ہے اگرچہ ان کی تخلیق کا ارادہ کسی حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ جل علاہٗ ہی جانتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا اور پسندیدگی کے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی ناراضگی اور ناپسندیدگی والے اعمال سے ہم کو بچائیں۔

ابھی اہل کفر و شرک کی مذمت اور اس پر تردید اور ایمان کا پسندیدہ ہونا اور اہل ایمان کی تعریف کا مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا

اور آدمی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت عطا فرمادیتا ہے تو جس کیلئے پہلے سے (خدا کو) پکار رہا تھا

اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ

اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) گمراہ کرتا ہے آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ لے

اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ

(پھر آخر کار) تو دوزخیوں میں سے ہونیوالا ہے بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ و قیام کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی

رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹

رحمت کی امید کر رہا ہو آپ کہئے کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوتے ہیں وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

وَاِذَا اور جب	مَسَّ لگے پہنچے	الْاِنْسَانَ انسان	ضُرٌّ کوئی سختی	دَعَا رَبَّهٗ وہ پکارتا ہے اپنا رب	مُنِيْبًا رجوع کرکے	اِلَيْهِ اس کی طرف		
ثُمَّ اِذَا پھر جب	خَوَّلَهٗ وہ اسے دے	نِعْمَةً نعمت	مِّنْهُ اپنی طرف سے	نَسِيَ وہ بھول جاتا ہے	مَا جو	كَانَ يَدْعُوْٓا وہ پکارتا تھا	اِلَيْهِ اسکی طرف۔ لیئے	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَجَعَلَ اور وہ بنالیتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	اَنْدَادًا شریک	لِّيُضِلَّ تاکہ گمراہ کرے	عَنْ سَبِيْلِهٖ اسکے راستے سے	قُلْ فرمادیں		
تَمَتَّعْ فائدہ اٹھالے	بِكُفْرِكَ اپنے کفر سے	قَلِيْلًا تھوڑا	اِنَّكَ بیشک تو	مِنْ سے	اَصْحٰبِ النَّارِ آگ (دوزخ) والے	اَمَّنْ یا جو	هُوَ وہ	
قَانِتٌ عبادت کرنیوالا	اٰنَاۗءَ الَّيْلِ گھڑیوں میں رات کی	سَاجِدًا سجدہ کرنیوالا	وَّقَاۗىِٕمًا اور قیام کرنیوالا	يَّحْذَرُ وہ ڈرتا ہے	الْاٰخِرَةَ آخرت			
وَيَرْجُوْا اور امید رکھتا ہے	رَحْمَةَ رحمت	رَبِّهٖ اپنا رب	قُلْ فرمادیں	هَلْ کیا	يَسْتَوِي برابر ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَعْلَمُوْنَ وہ علم رکھتے ہیں	
	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ جو علم نہیں رکھتے ہیں	اِنَّمَا اسکے سوانہیں	يَتَذَكَّرُ نصیحت قبول کرتے ہیں	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفر و ناشکری کی مذمت میں بتلایا گیا تھا کہ اگر تم ناشکری کروگے تو اللہ کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا اور اس کو تمہاری شکر گزاری کی حاجت بھی نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ بندے اگر اس کی ناشکری و کفران نعمت کرتے ہیں تو وہ اس کو پسند نہیں فرماتا اور ناخوش ہوتا ہے اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اس کو پسند کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے انسان کی جس سے مراد یہاں کافر اور مشرک انسان ہے اس کی ناشکری کا حال ان آیات میں بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کافر انسان کی بھی عجیب حالت ہے کہ جب کوئی سختی اور مصیبت آپڑتی ہے تو پھر رب حقیقی کو یاد کرنے لگتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کہ کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ مشرکین عرب کے متعلق دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب دریا یا سمندر میں ہوتے ہیں اور وہاں کوئی آفت آتی دیکھتے ہیں تو جن جن کو خدا کے سوا پکارا کرتے تھے اس وقت سب کو بھول جاتے ہیں اور صرف خدا کو پکارنے لگتے ہیں۔ لیکن نجات پاتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔ جہاں درد دکھ ٹل گیا پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مصیبت کے وقت اس نے رب حقیقی کو پکارا ہی نہ تھا۔ انسان کی اس حالت کو ایک دوسری آیت میں اس طرح ظاہر فرمایا گیا ہے کہ تکلیف کے وقت تو انسان ہمیں اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت پکارتا ہے لیکن اس تکلیف کے ہٹتے ہی وہ بھی ہم سے ہٹ جاتا ہے گویا اس نے دکھ درد کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ بلکہ عافیت کے وقت خدا

کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے اسی حالت کو یہاں آیت میں بیان کیا گیا کہ کیسا ناشکرا انسان ہے کہ جب مصیبت آپڑے تو ہمیں یاد کرتا ہے۔ پھر جہاں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ذرا آرام و اطمینان نصیب ہوا تو معاً وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے اور پھر عیش و عشرت کے نشہ میں ایسا غافل اور مست ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ کافر کی اس ناشکری پر آگے فرمایا جاتا ہے کہ اچھا کافر رہ کر چند روزہ یہاں دنیا میں عیش اڑالے اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے تمتع کرتا رہ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ یہ تو ایک کافر اور مشرک انسان کی حالت بیان ہوئی اس کے مقابلہ میں ایک اہل ایمان کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا۔ کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بیقرار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے تو کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت تو خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو گویا ایک عالم و جاہل یا ایک سمجھدار اور ایک بیوقوف میں کچھ فرق ہی نہ رہا مگر اس بات کو بھی وہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

یہاں مشرکین عرب کا حال بتلایا گیا اور ان کی اس خصلت کی مذمت کی گئی کہ جب مصیبت پڑی تو رب حقیقی کی طرف رجوع ہو کر اس کو پکارنے لگے اور جب مصیبت خدا کی مہربانی سے ٹل گئی تو پھر حق تعالیٰ سے انحراف اور غفلت اور غیر اللہ کی بندگی میں لگ گئے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ خصلت کہ جب مصیبت پڑی تو اللہ یاد آ گیا اور جب مصیبت دور ہوئی تو پھر حق تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے انحراف اختیار کر لینا یہ حالت جب کافر اور مشرک کے لئے ناپسندیدہ اور باعث مذمت ہے تو ایک مسلمان کے لئے کیسے پسندیدہ ہو سکتی ہے۔

پھر ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے مشرکین عرب جن کی مذمت فرمائی گئی آج کے دہریوں اور مادہ پرستوں سے تو بہتر تھے۔ آج کے مادہ پرست دہریئے اور کفار خدا تعالیٰ کے وجود ہی کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان میں براہ راست گستاخیاں کرتے ہیں اب خواہ یورپ کے دہریئے ہوں یا روس کے کمیونسٹ ہوں وہ تو اس کے قائل ہیں کہ معاذ اللہ خدا کوئی چیز نہیں ہم اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ہم سے ہمارے اعمال کی باز پرس کرنے والا کوئی نہیں۔ اسی بدترین کفر و ناشکری کا نتیجہ ہے کہ پوری دنیا سے امن و اطمینان چین و سکون مفقود ہو چکا ہے عیش و آرام کے نئے نئے سامان بہت مگر جس کا نام راحت قلب ہے وہ غائب علاج کے جدید آلات اور تحقیقات کی بہتات ہے مگر امراض کی اتنی کثرت ہے کہ جو پہلے کسی زمانہ میں سنی نہیں گئی۔ تو اس کفر و شرک کی سزا تو آخرت میں سب ہی کفار دہریوں اور کمیونسٹوں وغیرہ کے لئے دائمی جہنم ہے مگر اس اندھی ناشکری اور کفران نعمت کی سزا کچھ دنیا میں بھی بھگتنی پڑتی ہے کہ جس کی دی ہوئی نعمتوں میں تصرفات کر کے چاند اور ستاروں میں پہنچنے کے حوصلے پیدا ہوئے اسی کا انکار ناشکری اور ناسپاسی۔

حق تعالیٰ غفلت اور انحراف کے مہلک امراض سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اپنے شکر گزار اور فرمانبردار بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور ہر حال میں اپنے ذکر و فکر اور ہمیشہ اپنی طرف رجوع رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے اہل ایمان کو حق تعالیٰ کی اطاعت میں لگے رہنے کی ترغیب اور اپنے رب حقیقی کی عبادت کرتے رہنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ

آپ کہئے کہ اے میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کیلئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین

اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا

فراخ ہے۔ مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اسی کیلئے

لَّهُ الدِّیْنَ ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑫ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ

خالص رکھوں۔ اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں آپ یہ (بھی) کہہ دیجئے اگر (بفرض محال) میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

یَوْمٍ عَظِیْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھتا ہوں۔ سو خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی عبادت کرو۔ آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ پورے زیاں کار

الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ⑮ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ صریح خسارہ یہ ہے۔ ان کیلئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے

ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯

اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو

قُلْ فرمادیں	یٰعِبَادِ اے میرے بندو	الَّذِیْنَ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	اتَّقُوْا تم ڈرو	رَبَّكُمْ اپنا رب	لِلَّذِیْنَ ان کیلئے جنہوں نے	اَحْسَنُوْا اچھے کام کئے
فِیْ میں	هٰذِهِ الدُّنْیَا اس دنیا	حَسَنَةٌ بھلائی	وَاَرْضُ اللّٰهِ اور اللہ کی زمین	وَاسِعَةٌ وسیع	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	یُوَفَّى پورا بدلہ دیا جائیگا	
الصّٰبِرُوْنَ صبر کرنیوالے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِغَیْرِ حِسَابٍ بے حساب	قُلْ فرمادیں	اِنِّیْٓ اُمِرْتُ بیشک مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ		
اَعْبُدَ اللّٰهَ میں اللہ کی عبادت کروں	مُخْلِصًا خالص کرکے	لَّهُ اسی کیلئے	الدِّیْنَ عبادت	وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	لِاَنْ اس کا	اَكُوْنَ کہ میں ہوں	
اَوَّلَ پہلا	الْمُسْلِمِیْنَ (جمع) مسلم۔ فرمانبردار	قُلْ فرمادیں	اِنِّیْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	اِنْ اگر	عَصَیْتُ میں نافرمانی کروں	رَبِّیْ اپنا پروردگار	
عَذَابَ عذاب	یَوْمٍ عَظِیْمٍ ایک بڑا دن	قُلِ فرمادیں	اللّٰهَ اَعْبُدُ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں	مُخْلِصًا خالص کرکے	لَّهٗ اسی کیلئے	دِیْنِیْ اپنی عبادت	
فَاعْبُدُوْا پس تم پرستش کرو	مَا شِئْتُمْ جس کی تم چاہو	مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوائے	قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	الْخٰسِرِیْنَ گھاٹا پانے والے	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	
خَسِرُوْٓا گھاٹے میں ڈالا	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو	وَاَهْلِیْهِمْ اور اپنے گھروالے	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ روز قیامت	اَلَا خوب یاد رکھو	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ	الْخُسْرَانُ گھاٹا
الْمُبِیْنُ صریح	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنْ فَوْقِهِمْ ان کے اوپر سے	ظُلَلٌ سائبان (چادریں)	مِّنَ النَّارِ آگ کے	وَ اور	مِنْ تَحْتِهِمْ ان کے نیچے سے	
ظُلَلٌ سائبان (چادریں)	ذٰلِكَ یہ	یُخَوِّفُ اللّٰهُ ڈراتا ہے اللہ	بِهٖ اس سے	عِبَادَهٗ اپنے بندوں	یٰعِبَادِ اے میرے بندو	فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ایک کافر و مشرک کا حال بیان ہوا تھا کہ وہ دنیا کے عیش و آرام میں پھنس کر اللہ سے بالکل

غافل رہتا ہے اور کسی بڑی آفت میں پھنستا ہے اور دیکھتا ہے کہ اب مصیبت کو ہٹانے والا کوئی نہیں تو پھر اس کو خدا یاد آتا ہے اور اس وقت اسے اور کوئی یاد نہیں آتا لیکن مصیبت ٹلتے ہی وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے اور پھر بدستور عیش وعشرت کے نشہ میں ایسا غافل ہوتا ہے کہ گویا کبھی خدا سے واسطہ ہی نہ تھا اور بھول کر بھی اس کو یاد نہیں کرتا۔ بلکہ اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اس کے برخلاف اللہ کے فرمانبردار بندے کی حالت بھی بیان ہوئی تھی جو راتوں کو اٹھ کر اللہ کے آگے جھکتا ہے کبھی اپنے مالک کے آگے دست بستہ کھڑا رہتا ہے اور کبھی سجدہ میں گرتا ہے ایک طرف اس کے دل میں آخرت کا کھٹکا لگا رہتا ہے تو دوسری طرف اللہ کی رحمت کا سہارا اور آسرا بندھا ہوتا ہے مصیبت میں بھی اسی کو پکارتا ہے اور راحت میں بھی اسی کا شکر ادا کرنے میں لگا رہتا ہے تو اس طرح کفر اور اہل کفر کی مذموم اور ایمان اور اہل ایمان کا محمود ہونا ثابت فرمایا گیا تھا۔ اب جب اہل ایمان کا عنداللہ محمود ہونا معلوم ہو گیا تو ایسے ایماندار بندوں کو اطاعت کی ترغیب اور اپنے رب کی عبادت پر جمے رہنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مؤمنین کو میری طرف سے کہہ دیجئے کہ میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو یعنی صرف ایمان لا کر نہ رہ جاؤ بلکہ اس کے ساتھ تقویٰ یعنی خدا کا خوف بھی اختیار کرو اور جن چیزوں کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو بجالاؤ اور ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکا اور منع کیا ہے ان سے بچو۔ آگے اس تقویٰ اور خوف خداوندی اختیار کرنے کا ثمرہ اور نفع بتلایا گیا کہ جس نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا اس کے لئے نیک صلہ ہے آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی۔ اس کی دنیا بھی سدھر جائے گی اور آخرت میں بھی بھلائی حاصل ہوگی۔ آگے انہی ایماندار بندوں کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اگر تم ایک جگہ اپنے وطن میں یا شہر میں یا ملک میں خدا کی عبادت استقلال سے نہ کر سکو اور لوگ تمہیں نیک راہ چلنے سے مانع ہوں تو خدا کی زمین کشادہ ہے دوسری جگہ چلے جاؤ جہاں آزادی سے اس کے احکام بجالا سکو۔ بلاشبہ اس ترک وطن کرنے میں مصائب بھی برداشت کرنا پڑیں گے۔ اور طرح طرح کے خلاف عادت وطبیعت امور پر صبر بھی کرنا پڑے گا لیکن ثواب بھی بے شمار ایسوں ہی کو ملے گا جس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔ گویا یہاں اہل ایمان کو مکہ سے ہجرت کی ترغیب ہے کہ جن پر کفار مکہ نے اس وقت ظلم وستم ڈھا رکھا تھا اور دین اسلام پر زندگی گزارنا دشوار بنا رکھا تھا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں فقط تمہیں ہی زبانی پیغام پہنچانے نہیں آیا ہوں بلکہ وہ پیغام خود میرے لئے بھی حکم کی صورت رکھتا ہے اور مجھ کو منجانب اللہ حکم ہوا ہے کہ میں بھی فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں اور اس طرح عبادت کروں کہ اس میں شائبہ شرک کا نہ ہو اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں خود اسلام کو حق ماننے والا اور اسلام کے احکام پر چلنے والا ہو جاؤں اور دوسروں کے لئے اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ بن کر دکھاؤں۔ نیز یہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ بفرض محال اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں اور اس کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی قیامت کے دن اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ کا اندیشہ ہے مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی اور اس پر سزا کے قاعدہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی معصوم اور مقرب اور محبوب ذات بھی مستثنیٰ نہیں تو دوسرے لوگ تو کس شمار میں ہیں۔ اس لئے دوسروں کو تو اللہ کی نافرمانی سے بہت ہی زیادہ اجتناب کرنا چاہئے آگے ارشاد ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ جس بات کا مجھ کو حکم ہوا ہے جس کا ابھی اوپر ذکر ہوا میں تو اسی پر کاربند بھی ہوں چنانچہ میں تو صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری میں کسی اور کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ خالص اسی کی بندگی کرتا ہوں اسی کے آگے جھکتا ہوں اور جو کچھ مانگتا ہوں اسی سے مانگتا ہوں۔ تمہیں میرے طریقہ پر چلنا ہے تو تم بھی وہی کرو جو میں کرتا ہوں اور اگر تم میری بات نہیں سنتے اور میرے عمل کے مطابق عمل نہیں کرتے تو تم جانو اور تمہارا کام ایک خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس کی عبادت کو چاہے کرو قیامت کے دن اس کا نقصان خود بھگتو گے اور اپنی جان کے لئے بھی اور اپنے گھر والوں کے لئے بھی آفت مول لو گے۔ اور یاد رکھو کہ قیامت کا نقصان سب سے زیادہ زبردست نقصان ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ متنبہ فرماتے ہیں کہ کیا ان مشرکین کو دکھائی نہیں دیتا کہ یہ نقصان سب سے زیادہ کھلا خسارہ ہے اور اس خسارہ کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان مشرکین کے لئے سر کے اوپر آگ کی تہ بتہ چادریں بادلوں کی طرح چھائی ہوں گی اور ان کے نیچے بھی آگ کی تہ بتہ چادریں بچھی ہوں گی۔ غرض ہر طرف سے نار جہنم ان کو محیط ہوگی۔ یہی وہ عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اتنا بندوبست کیا کہ اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل کیں۔ یہ سارا بندوبست اسی لئے ہے کہ وہ اپنے بندوں کو نافرمانی کے انجام سے ڈرا دے۔ اب سمجھ لو کہ یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے اور کفر وشرک سے بچنا چاہئے اور خالص اللہ ہی کی عبادت وبندگی کرنا چاہئے۔

یہاں **وارض الله واسعة** سے یعنی اللہ کی زمین فراخ ہے معلوم ہوا کہ یہ عذر کوئی نہیں کر سکتا کہ میں جس شہر یا ملک میں رہتا ہوں یا جس ماحول میں پھنسا ہوا ہوں اس کا ماحول مجھے اعمال صالحہ سے روکتا ہے۔ دین کی پابندی اور اللہ کی بندگی میں مانع ہے اس جملہ میں بتلا دیا گیا کہ اگر کسی خاص شہر ملک یا خاص ماحول میں رہتے ہوئے کسی مسلمان اور اہل ایمان کے لئے احکام شرعیہ کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کو چھوڑ دو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ کسی ایسی جگہ اور ماحول میں جا کر رہو جو اطاعت الٰہیہ کے لئے سازگار ہو۔ اس میں ترغیب ہے ایسی جگہ سے ہجرت کی جس میں رہتے ہوئے ایک مسلمان احکام دینیہ کی پابندی نہ کر سکے۔ اور اگلے جملہ میں **انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب** جو فرمایا یعنی اگر ترک وطن میں کچھ تکلیف پہنچے اور ان تکالیف پر صبر کرنے والوں اور دین میں مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بغیر حساب ملے گا۔

بغیر حساب سے مراد یہ ہے کہ صبر کرنے والوں کا ثواب کسی مقرر اندازے اور پیمانے سے نہیں بلکہ بے اندازہ وبے حساب دیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ حضرت انسؓ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میزان عدل قائم کی جائے گی۔ اہل صدقہ آئیں گے تو ان کے صدقات کو تول کر اس کے حساب سے پورا پورا اجر دے دیا جائے گا۔ اسی طرح نماز اور حج وغیرہ عبادات والوں کی عبادات کو تول کر حساب سے پورا پورا اجر دے دیا جائے گا۔ پھر جب بلا اور مصیبت میں صبر کرنے والے آئیں

گے تو ان کے لئے کوئی پیمانہ اور وزن نہیں ہوگا۔ بلکہ بغیر حساب اور بغیر اندازہ کے ان کی طرف ثواب بہا دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب. یہاں تک کہ وہ لوگ جن کی دنیاوی زندگی عافیت میں گزری تھی تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش دنیا میں ان کے بدن قینچیوں کے ذریعہ کاٹے گئے ہوتے تو آج ہمیں بھی صبر کا ایسا ہی بغیر حساب صلہ ملتا۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں صابرون سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا کے مصائب اور تکلیف اور رنج وغم پر صبر کرنے والے ہیں اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاصی اور گناہوں سے اپنے نفس کو روکیں اور گناہوں سے باز رکھنے کی مشقت پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین حق پر قائم رہنے کی مشقت اور مشکلات پر صبر کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے صابرین بندوں میں شامل فرمائیں۔ آمین۔

الغرض یہاں آخری آیات میں کفار ومشرکین کے متعلق بتلایا گیا کہ قیامت میں پورے خسارے اور نقصان میں پڑنے والے یہی ہوں گے اور اس خسارہ کی کیفیت یہ ہوگی کہ جہنم کی آگ کے محیط شعلے ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اب آگے اہل ایمان کو جو اپنے رب کے احکام کان لگا کر سنتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کو بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اپنا وہ خوف وخشیت بھی عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ اور نافرمانی سے بچ جائیں۔

یا اللہ ہم کو دین پر استقامت عطا فرما اور دین پر قائم رہنے کے لئے ہر مشقت کو برداشت کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ قیامت میں خسارہ اور نقصان سے ہم کو بچا لیجئے۔

یا اللہ ہمیں ایسا ماحول عطا فرمایئے جو دین میں ہمارے لئے معین ومددگار ہو اور اطاعت احکام الٰہیہ کے لئے سازگار ہو۔

یا اللہ اب ہمارے معاشرہ میں جو منکرات اور ممنوعات پھیلتے جارہے ہیں ان کی اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمایئے اور معاشرہ میں دین داری تقویٰ اور پرہیزگاری پھیلنے اور پھیلانے میں ہماری مدد فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ

اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں سو آپ میرے اُن بندوں کو خوشخبری سنادیجئے جو

يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

اس کلام (الٰہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ ۚ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

بھلا جس شخص پر عذاب کی بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ (علم الٰہی میں) دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں۔لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں

لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

ان کیلئے (جنت کے) بالاخانے ہیں جن کے اوپر اور بالاخانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اجْتَنَبُوا بچتے رہے	الطَّاغُوْتَ سرکش شیطان	اَنْ کہ	يَّعْبُدُوْهَا اسکی پرستش کریں	وَاَنَابُوْٓا اور انہوں نے رجوع کیا		
اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	لَهُمُ ان کیلئے	الْبُشْرٰى خوشخبری	فَبَشِّرْ سو خوشخبری دیں	عِبَادِ میرے بندوں	الَّذِيْنَ وہ جو	يَسْتَمِعُوْنَ سنتے ہیں	الْقَوْلَ بات
فَيَتَّبِعُوْنَ پھر پیروی کرتے ہیں	اَحْسَنَهٗ اسکی اچھی باتیں	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	هَدٰىهُمُ اللّٰهُ انہیں ہدایت دی اللہ نے	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ		
هُمْ وہ	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے	اَفَمَنْ کیا۔تو۔جو۔جس	حَقَّ ثابت ہوگیا	عَلَيْهِ اس پر	كَلِمَةُ حکم۔وعید	الْعَذَابِ عذاب	
اَفَاَنْتَ کیا پس۔تم	تُنْقِذُ بچالوگے	مَنْ جو	فِي النَّارِ آگ میں	لٰكِنِ لیکن	الَّذِيْنَ اتَّقَوْا جو لوگ ڈرے	رَبَّهُمْ اپنا رب	لَهُمْ ان کیلئے
غُرَفٌ بالاخانے	مِّنْ فَوْقِهَا ان کے اوپر سے	غُرَفٌ بالاخانے	مَّبْنِيَّةٌ بنے بنائے	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	
وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	لَا يُخْلِفُ خلاف نہیں کرتا	اللّٰهُ اللہ	الْمِيْعَادَ وعدہ				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار مشرکین کو توحید اور دین حق کی تلقین فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ اور کسی کی عبادت کو نہ ملاؤ اور جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کا ناس کر لیا اور قیامت کے دن یہ سب سے زیادہ نقصان اور خسارہ اٹھانے والے ہوں گے جس کی شکل یہ ہوگی کہ اوپر اور نیچے ہر چہار طرف سے ان کو نار جہنم کے شعلے گھیرے ہوں گے گویا اوڑھنا بچھونا سب آگ کا ہوگا۔ یہ حال تو کفار ومشرکین کا بیان ہوا تھا اب ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کو اختیار کرنے والوں کو خوشخبری اور بشارت سنائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بت پرستی اور شیطانی طریقوں سے بچتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع بھی ہوتے ہیں ان کے لئے بڑی بھاری خوشخبری ہے اور وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنادیجئے یہاں جس خوشخبری کا ذکر فرمایا گیا ہے حدیث شریف میں اس خوشخبری کے بہت سے مواقع بیان فرمائے گئے ہیں مثلاً قبض روح کے وقت فرشتوں کا جنت اور اللہ کی خوشنودی کی خوشخبری

دینا۔قبر میں راحت و آرام کے ساتھ رہنے کی خوشخبری ملنا قبر سے نکلنے کے وقت اور میدان حشر میں ملائکہ کا جنت و مغفرت کا مژدہ سنانا۔

آگے ایسے بندوں کی جو مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں ایک صفت بیان کی جاتی ہے جو دل کے کانوں سے سننے کے لائق ہے۔صفت یہ بیان کی گئی **الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ** جو اس کلام الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قرآن وسنت اور دین کی باتیں محض سن لینا کافی نہیں بلکہ سن کر ان پر عمل کی نیت اور کوشش بھی کرنا چاہئے آگے ایسے لوگوں کی یعنی جو دین کی باتیں سنتے ہیں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے ہیں تعریف فرمائی جاتی ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔یعنی کامیابی کا راستہ ان ہی کو ملا ہے کیونکہ انہوں نے عقل سے کام لے کر توحید خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن کریم نے بار بار اور متعدد جگہ اہل عقل وفہم انہی کو قرار دیا ہے جو راہ ہدایت اختیار کرتے ہیں اور اس پر قائم رہتے ہیں۔اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جن لوگوں کو آخرت اور وہاں کے نجات کی فکر نہ ہو اور دل میں تحقیق حق کا اہتمام نہ ہو ان سے بڑھ کر کم عقل اور کم فہم اور زیاں کار اور خسارہ ونقصان اٹھانے والا اور کون ہوگا۔

آگے ان خوشخبری کے قابل راہ یافتہ اور صاحب عقل لوگوں کے مقابل ازلی بدبختوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جن پر ان کی ضد و عناد اور بداعمالیوں کی بدولت عذاب کا حکم ثابت ہو چکا کیا وہ کامیابی کا راستہ پا سکتے ہیں بھلا ایسے بدبختوں کو جو شقاوت ازلی کے سبب آگ میں گر چکے ہوں کون ان کو راہ پر لا سکتا ہے اور کون ان کو آگ سے نکال سکتا ہے۔مطلب یہ کہ جو ایمان کا قصد ہی نہ کرے اور اپنے کو اسباب ہلاکت سے بچانے کی فکر ہی نہ کرے تو اسے ایمان پر مجبور اور نقطۂ ایمان پر لے آنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان واختیار سے بھی خارج ہے۔بعض مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی آرزو تھی کہ سب قریش مسلمان ہو جاویں اس لئے قریش کی سرکشی کے سبب سے جب آپ کی اس آرزو کے خلاف کوئی بات قریش کی جانب سے ظہور میں آتی تو آپ کو رنج ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کی تسکین فرمائی کہ بعض لوگ قریش میں ایسے ہیں کہ خدا کے ازلی علم میں جہنمی قرار پا چکے ہیں ان لوگوں کے لئے یہ چاہنا کہ وہ اسلام لے آویں اور ضلالت سے نکل آویں تو ایسے لوگ کوشش سے بھی ضلالت سے نہ نکلیں گے اس لئے ان پر تاسف اور غم بے سود ہے۔ہاں جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کے حق میں کلمۃ العذاب محقق نہیں ہوا اور اس وجہ سے وہ آپ سے احکام سن کر اپنے رب سے ڈرتے رہے جن کے صفات اوپر آ چکے ہیں تو ایسوں کے لئے جنت کے اعلیٰ درجات ہیں جہاں ان کو ایسے بالاخانہ عطا ہوں گے کہ جو ایک کے اوپر دوسرے بنتے چلے گئے ہیں۔یعنی کئی منزلوں کے مکانات و محلات ہوں گے اور جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ سب جنت کے محلات اور بالاخانے بنے بنائے تیار ہیں جن کا اللہ نے وعدہ کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔یعنی یہ ضرور سب کچھ ملے گا۔

اب یہاں آخرت کی جو لازوال نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا تو ان کے حصول سے مانع انہماک فی الدنیا ہے اس لئے آگے دنیا کی زندگی کی حقیقت کو سمجھایا گیا ہے کہ جس کا آخر فنا ہے اور جس میں منہمک ہو کر ابدی راحت سے محروم رہنا ابدی مصیبت کو سر پر لینا نہایت درجہ کی حماقت ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا

(اے مخاطب) کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کردیتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جسکی مختلف

اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ

قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی خشک ہوجاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر (اللہ تعالیٰ) اس کو چورا چورا کردیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کیلئے بڑی عبرت ہے۔

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے (کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں) سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے

اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ

ان کیلئے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے

جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ

جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ یہ (قرآن)

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	اَنْزَلَ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَسَلَكَهٗ پھر چلایا اسکو	يَنَابِيْعَ چشمے	فِى الْاَرْضِ زمین میں	
ثُمَّ پھر	يُخْرِجُ وہ نکالتا ہے	بِهٖ اس سے	زَرْعًا کھیتی	مُّخْتَلِفًا مختلف	اَلْوَانُهٗ اس کے رنگ	ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ خشک ہوجاتی ہے	فَتَرٰىهُ پھر تو دیکھے اسے	
مُصْفَرًّا زرد	ثُمَّ يَجْعَلُهٗ پھر وہ کردیتا ہے اسے	حُطَامًا چورا چورا	اِنَّ بیشک	فِىْ ذٰلِكَ اس میں	لَذِكْرٰى البتہ نصیحت	لِاُولِى الْاَلْبَابِ عقل والوں کیلئے		
اَفَمَنْ کیا۔ پس جس	شَرَحَ اللّٰهُ اللہ نے کھول دیا	صَدْرَهٗ اس کا سینہ	لِلْاِسْلَامِ اسلام کیلئے	فَهُوَ تو وہ	عَلٰى پر	نُوْرٍ نور	مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے	
فَوَيْلٌ سو خرابی	لِّلْقٰسِيَةِ ان کیلئے۔ سخت	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	مِّنْ سے	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	فِىْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	مُّبِيْنٍ کھلی
اَللّٰهُ اللہ	نَزَّلَ نازل کیا	اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ بہترین کلام	كِتٰبًا ایک کتاب	مُّتَشَابِهًا ملتی جلتی (آیات والی)	مَّثَانِىَ دہرائی گئی	تَقْشَعِرُّ بال کھڑے ہوجاتے ہیں		
مِنْهُ اس سے	جُلُوْدُ جلدیں	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَخْشَوْنَ وہ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تَلِيْنُ نرم ہوجاتی ہیں	جُلُوْدُهُمْ ان کی جلدیں	
وَقُلُوْبُهُمْ اور انکے دل	اِلٰى طرف	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	ذٰلِكَ یہ	هُدَى اللّٰهِ اللہ کی ہدایت	يَهْدِىْ بِهٖ ہدایت دیتا ہے اس سے			
مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	وَمَنْ اور۔ جو۔ جس	يُّضْلِلِ اللّٰهُ گمراہ کرتا ہے اللہ	فَمَا تو نہیں	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ هَادٍ کوئی ہدایت دینے والا			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ شیطانی کاموں سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور قرآن و سنت کی باتوں کو سن کر ان پر عمل پیرا ہوئے اور تقویٰ اختیار کیا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خوشخبری دی تھی کہ دار آخرت میں ان کے لئے جنت کی راحتیں ہیں جہاں ان کے رہنے کو اونچے اونچے محلات تیار ہیں جن کی منزلوں پر منزلیں چلی گئی ہیں اور

جن کے نیچے صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہیں اس طرح دار آخرت کی نعمتوں کا ذکر کرکے آخرت کی رغبت دلائی گئی تھی اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی کہ جس میں منہمک ہو کر انسان آخرت سے غافل ہوتا اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے اور یہ سبق دیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی اور اس کی بہاریں سب عارضی ہیں آخر اس کو فنا ہے اور یہ دنیا وہ چیز نہیں ہے کہ جس کے حسن اور ظاہری ٹیپ ٹاپ پر فریفتہ ہو کر انسان خدا کو اور آخرت کو بھول جائے اور اس دنیا کی چند روزہ بہار کے پیچھے اپنی عاقبت کو برباد کرے۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان اس بات کو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر سے پانی بارش کا برساتا ہے پھر وہ پانی زمین میں پیوست ہو جاتا ہے اور زمین اس کو پی جاتی ہے۔ پھر وہی پانی چشموں سے اور کنوؤں سے نکل کر بہتا ہے اور زمین اس سے سیراب ہوتی ہے اور پھر اس سے رنگ برنگ اور قسم قسم کی کھیتیاں نکلتی ہیں اور یہ کھیتیاں رفتہ رفتہ بڑھتی رہتی ہیں۔ بالآخر جب یہ کھیتیاں بڑھ چکتی ہیں تو ان کی سرسبزی زردی سے بدل جاتی ہے یہاں تک کہ خشک ہو جاتی ہے اور پھر اس کو کاٹ کر ڈال دیتے ہیں اور پھر اسے روند کر چورا چورا کر ڈالتے ہیں۔ تو ایک عقلمند آدمی اس کھیتی کا آغاز وانجام دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی اور انجام میں بالکل خشک ہو کر چورہ چورہ ہو گئی یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہے تو انسان کو چاہئے کہ اس کی بہار پر فریفتہ ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے۔ عقلمند انجام پر نظر رکھیں قرآن کریم میں اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی سے دی گئی ہے کہ جس کے آغاز اور انجام پر انسان غور کرے تو ایک کھلا ہوا نمونہ حیات انسانی کے آغاز و انجام کا مل جاتا ہے۔ دنیوی زندگی کے مثل کھیتی کے کیسے کیسے دور گزرتے ہیں لیکن سب کا انجام وحاصل فنا اور آخر فنا تو اس عارضی دنیوی حیات میں اس طرح منہمک ہو جانا کہ ابدی راحت سے محروم رہے اور ابدی مصیبت کو مول لے یہ ایک عقلمند کا کام تو ہے نہیں۔ اب یہاں تک حق کے اثبات اور اس کے قبول کرنے اور باطل کی نفی اور اس سے گریز کرنے کے نہایت شافی وکافی اور بلیغ وجوہ بیان فرما کر یہ بتلایا جاتا ہے کہ ان بیانات سے وہی لوگ نفع اٹھاتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں جن کے اللہ نے سینے کھول دیئے اور دل روشن کر دیئے ہیں۔ یعنی جنہیں اللہ نے یہ توفیق بخشی کہ ان حقائق سے سبق لیں اور اسلام کے حق ہونے پر مطمئن ہو جائیں اور کتاب وسنت میں جو عقائد اور اعمال اور اصول وقواعد بتلائے گئے انہیں برضا ورغبت قبول کریں اور جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا اور جس کو ان باتوں سے بھی شفا حاصل نہ ہوئی تو اب اس کے علاج کی کوئی توقع نہیں اور پھر اس کے لئے کامل تباہی ہی ہے۔ تو یہاں دو گروہوں کا ذکر فرمایا ایک تو وہ کہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ نہ اُسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک وشبہ ہے۔ نہ احکام اسلام کے تسلیم وقبول سے انقباض۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت **افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علیٰ نور من ربه** تلاوت فرمائی تو ہم نے آپ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب نور ایمان انسان کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس کا قلب وسیع ہو جاتا ہے (جس سے احکام الٰہیہ کا سمجھنا اور عمل کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے) ہم نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شرح صدر کی علامت کیا ہے تو آپ نے فرمایا ''ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف راغب اور مائل ہونا اور دھوکے کے گھر یعنی دنیا (کے لذائذ اور زینت) سے دور رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔'' تو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور حق تعالیٰ نے اس کو توفیق وبصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی کہ جس کے اجالے میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اڑا جا رہا ہے تو کیا ایسا شخص اور اہل قساوت برابر ہو سکتے ہیں۔ اہل قساوت وہ بدبخت گروہ ہے جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو نہ کوئی

نصیحت اس پر اثر کرے نہ کوئی خیر کی بات اس کے اندر گھسے۔ کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو یونہی ضلالت کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔ تو کہیں یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں آگے نتیجہ بیان فرمایا کہ جن کے دل خدا کے ذکر سے نرم نہیں پڑتے اور احکام الٰہیہ کو ماننے کے لئے نہیں کھلتے رب کے سامنے عاجزی نہیں کرتے بلکہ سنگدل اور سخت دل ہیں ان کے لئے بڑی خرابی ہے اور یہ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اب چونکہ قرآن کریم اس خبیث مرض سے شفا حاصل ہونے کا بڑا قوی نسخہ ہے اور دل میں نور پیدا کرنے کے لئے نہایت روشن شمع ہے اس لئے آگے قرآن مجید کے فضائل اور اس کا منزل من اللہ ہونا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قرآن مجید جو سب کلاموں سے عمدہ کلام ہے اس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے گویا پہلا وصف قرآن کریم کا احسن الحدیث فرمایا یعنی دنیا میں کوئی بات اس کتاب کی باتوں سے بہتر نہیں۔ دوسرا وصف اس کا مُتَشَابِهاً فرمایا یعنی اس کے مضامین میں کوئی اختلاف اور تعارض نہیں۔ پوری کتاب اول سے آخر تک ایک ہی مدعا ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی نظام فکر و عمل پیش کرتی ہے اس کا ایک مضمون دوسرے مضمون کی تصدیق و تائید اور ایک جزو دوسرے جزو کی توضیح و تشریح کرتا ہے اور معنی و بیان دونوں لحاظ سے اس میں کامل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ تیسرا وصف مثانی فرمایا یعنی اس میں بہت سے احکام مواعظ اور قصص کو مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے اور بار بار نئے اسلوب سے بیان کیا گیا ہے تاکہ اچھی طرح دلنشین ہو جائیں بعض علماء نے مثانی سے یہ مراد لیا ہے کہ قرآن بار بار پڑھا جاتا ہے اور اس کی تلاوت مکرر پڑھنے کی طرف مجبور کرتی ہے اور دل پر گراں نہیں گزرتا اور کلاموں میں یہ بات نہیں ایک بار پڑھ کر دوبارہ پڑھنے کو دل نہیں چاہتا برخلاف قرآن مجید کے۔ آگے کلام اللہ کی تلاوت اور اس کی سماعت کے اثرات مومنوں کے قلب پر جو پیدا ہوتے ہیں وہ بیان فرمائے گئے کہ کتاب اللہ کو سن کر اللہ کے خوف اور اس کے کلام کی عظمت سے مومنین کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خوف و رعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن و روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سعادت مندوں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے اور جس کو خدائے تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہ دے تو آگے کون ہے جو اس کی دستگیری کر سکے اور راہ ہدایت دکھا سکے۔

اب باوجود ان قرآنی صفات کے جو اوپر بیان ہوئیں قرآن سے جو نفع نہیں اٹھاتا اس کو قیامت میں جو عذاب جھیلنا پڑے گا اس کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ دنیوی زندگی اور آخرت کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور ہم کو اس دنیا کی فانی زندگی میں آخرت کی باقی زندگی کا سامان جمع کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں یا اللہ ہمارے سینوں کو اسلام اور ایمان کے لئے کشادہ فرما دے اور ہمارے قلوب کو اپنے نور ہدایت سے منور فرما دے۔ یا اللہ ہمیں اپنے ان بندوں میں شامل فرما لے کہ جن کے جسم اور روح آپ کے خوف و خشیت سے متاثر ہو کر آپ کے ذکر و فکر کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ان بندوں میں ہمیں شامل ہونے سے بچا لے کہ جن کے دل آپ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے اور جو قرآن کریم کی ہدایت اور نور سے محروم ہیں۔ یا اللہ اپنی ہدایت کے نور سے ہم سب کو نواز دے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے ہم سب کو بچا لے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی سپر بناوے گا۔ اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو تو کیا یہ اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ

جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا سو ان پر (خدا کا) عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی میں بھی رسوائی کا مزہ چکھایا

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ

اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھ جاتے۔ اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ

تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں۔

يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضدا ضدی (بھی) ہے اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے

يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

(تو) کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے۔ الحمدللہ بلکہ ان میں اکثر سمجھتے نہیں۔ آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے۔

اَفَمَنْ کیا۔پس۔جو	يَتَّقِيْ بچاتا ہے	بِوَجْهِهٖ اپنا چہرہ	سُوْٓءَ الْعَذَابِ بُرے عذاب سے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	وَقِيْلَ اور کہا جائے گا		
لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو	ذُوْقُوْا تم چکھو	مَا جو	كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ تم کماتے (کرتے) تھے	كَذَّبَ جھٹلایا	الَّذِيْنَ جو لوگ	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	
فَاَتٰىهُمُ تو ان پر آگیا	الْعَذَابُ عذاب	مِنْ حَيْثُ جہاں سے	لَا يَشْعُرُوْنَ انہیں خیال نہ تھا	فَاَذَاقَهُمُ پس چکھایا انہیں	اللّٰهُ اللہ	الْخِزْيَ رسوائی	
فِيْ میں	الْحَيٰوةِ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	وَلَعَذَابُ اور البتہ عذاب	الْاٰخِرَةِ آخرت	اَكْبَرُ بہت ہی بڑا	لَوْ کاش	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہوتے
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا اور تحقیق ہم نے بیان کی	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	فِيْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	مِنْ كُلِّ ہر قسم کی	مَثَلٍ مثال	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	
يَتَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑیں	قُرْاٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی	غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ کسی کجی کے بغیر	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَتَّقُوْنَ پرہیزگاری اختیار کریں		
ضَرَبَ اللّٰهُ بیان کی اللہ نے	مَثَلًا ایک مثال	رَجُلًا ایک آدمی	فِيْهِ اس میں	شُرَكَآءُ کئی شریک	مُتَشٰكِسُوْنَ آپس میں ضدی		
وَرَجُلًا اور ایک آدمی	سَلَمًا سالم (خالص)	لِرَجُلٍ ایک آدمی	هَلْ کیا	يَسْتَوِيٰنِ دونوں کی برابر ہے	مَثَلًا مثال (حالت)	اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	
لِلّٰهِ اللہ کیلئے	بَلْ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے	اِنَّكَ بیشک تم	مَيِّتٌ مرنے والے	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	مَيِّتُوْنَ مرنے والے
	ثُمَّ پھر	اِنَّكُمْ بیشک تم	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	عِنْدَ پاس	رَبِّكُمْ اپنا رب	تَخْتَصِمُوْنَ تم جھگڑو گے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایک ہدایت یافتہ اور خدا سے ڈرنے والے مؤمن اور اس کے مقابلہ میں ایک بد بخت گمراہ جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو دونوں کا حال بیان فرما کر ان کے درمیان فرق ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک اسلام وایمان اور قرآن و سنت کا کیا اثر لیتا ہے اور دوسرا منکر ایمان خدا کے ذکر اور احکام الٰہیہ سے ذرا متاثر نہیں ہوتا۔ یہ فرق تو دونوں کی حالتوں میں باعتبار تاثر اور عدم تاثر عن الحق کے مذکور ہوا تھا اب آگے دونوں میں فرق انجام اور ثواب و عذاب آخرت کے لحاظ سے بیان فرمایا گیا ہے اور ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہ بدقسمت جو راہ راست سے بھٹک گئے قیامت میں یہ عذاب اپنے منہ پر جھیلیں گے اور ان بدبختوں سے کہا جائے گا کہ آج اپنے دنیا میں کئے ہوئے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے سے کوئی حملہ ہو یا ضرب لگائے تو ہاتھوں پر روکتا ہے اور چہرہ کو بچاتا ہے لیکن محشر میں مجرموں اور ظالموں کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوں گے اس لئے عذاب کی تھپڑیں سیدھی منہ پر پڑیں گی تو ایسا شخص جو بدترین عذاب کو اپنے منہ پر روکے اور اس سے کہا جائے کہ یہ اس کام کا مزہ ہے جو دنیا میں کئے تھے کیا اس مومن کی طرح ہوسکتا ہے جسے آخرت میں اعزاز واکرام سے نوازا جائے گا اور وہ اللہ کے فضل سے مطمئن اور تکلیف وگزند سے بے فکر ہوگا۔ ہرگز دونوں انجام کے لحاظ سے برابر نہ ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین توحید و رسالت کو جو ہمارے رسول کو جھٹلا رہے ہیں اور ہماری نازل کی ہوئی کتاب کو خاطر میں نہیں لا رہے ان کو پہلے زمانہ کے لوگوں کے حالات سے سبق اور نصیحت حاصل کرنا چاہئے ان سے پہلے ایسے منکرین اور مکذبین گزرے ہیں کہ جنہوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور سمجھے کہ ہم اپنی ڈھٹائی پر قائم رہ کر مزہ سے زندگی بسر کرتے رہیں گے اور اللہ کی پکڑ سے بچے رہیں گے لیکن انکا یہ خیال غلط تھا۔ اللہ کے عذاب نے انہیں اچانک اس طرح آ پکڑا کہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ عذاب اس طرح بھی آسکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا میں ذلیل وخوار اور تباہ و برباد ہوئے اور آخرت کا عذاب الگ مول لیا جو اس دنیا کے عذاب سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ اگر ان منکرین میں جو اس وقت اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ اور فہم ہوتی تو یہ پہلے منکرین اور مکذبین کے حالات سے سبق حاصل کرتے اور نتیجہ پر نظر کرتے اور انجام کی کچھ فکر کرتے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا نہ سمجھنا یہ اپنی ہی غفلت اور حماقت سے ہے ورنہ اس قرآن کریم کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں۔ قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے واضح اور روشن طور پر سمجھاتا ہے تاکہ لوگ ان میں دھیان کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن تو ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی اور اینچ پینچ کی بات نہیں کہ عام آدمی کے لئے اس کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آئے بلکہ صاف اور سیدھی بات کہی گئی ہے جس سے ہر آدمی جان سکتا ہے کہ یہ کتاب کیا منوانا چاہتی ہے اور کس چیز کا انکار کرانا چاہتی ہے۔ کس چیز کو صحیح بتلاتی ہے اور کس بات کو غلط کہتی ہے کن کاموں کا حکم دیتی ہے اور کن کاموں سے منع کرتی ہے۔ اس کی سیدھی اور سچی باتیں ایسی ہیں کہ جن کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور اس میں کسی طرح کی کجی اور تضاد نہیں۔ غرض اس میں تو شافی اور کافی سامان موجود ہے کہ لوگ بسہولت اس سے مستفید ہوں۔ اعتقادی اور عملی غلطیوں سے بچیں اور اس کی صاف صاف نصیحتیں سن کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔ چونکہ مثالوں کے ذریعہ باتیں ٹھیک طور پر سمجھ میں آجاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بھی بیان فرمائی

ہیں تا کہ لوگ اس کے مضمون کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ آگے اللہ تبارک وتعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ جس سے شرک اور توحید کے فرق اور انسان کی زندگی پر دونوں کے اثرات کو نہایت مختصر مگر بہت موثر طریقہ سے سمجھایا گیا ہے۔ مثال یہ بیان فرمائی گئی کہ ایک غلام تو وہ ہے جس کے بہت سے مالک یا آقا ہوں اور ہر مالک نہایت ضدی کج خلق اور بے مروت واقع ہوا ہو اور چاہتا ہو کہ غلام تنہا اس کے کام میں لگا رہے۔ دوسرے مالک سے سروکار نہ رکھے۔ اس کھینچ تان میں ظاہر ہے کہ غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا۔ برخلاف اس کے جو غلام پورا ایک ہی مالک کا ہو اسے ایک طرح کی یکسوئی اور اطمینان حاصل ہوگا اور کئی مالکوں کو خوش رکھنے کی کشمکش میں گرفتار نہ ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح مشرک اور موحد کو سمجھ لو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے اس کے برخلاف موحد کی کل توجہات وخیالات کا ایک ہی مرکز ہے اور وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اسی ایک ذات واحد کو خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی خوشنودی کے بعد کسی غیر کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔ تو کہاں یہ مخلص موحد اور کہاں یہ در بدر بھٹکنے والا مشرک؟ ان دونوں میں کوئی نسبت نہیں۔ الحمد للہ۔ ساری خوبی اور تعریفیں اس ذات واحد کے لئے ہیں کہ کیسے اعلیٰ مطالب اور حقائق کو کیسی صاف اور دلنشین مثال سے سمجھا دیا مگر اس پر بھی بہت بدنصیب ایسے ہیں کہ ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی شرک کریں گے جو یکسر بے علم ہوں اور جن میں عقل وفہم اور سمجھ بوجھ بالکل ہی نہ ہو۔ اب جب ہر پہلو سے حق کو ثابت فرما دیا گیا اور بحث کا فیصلہ ہو گیا اور معاندین نے اس فیصلہ کو قبول نہ کیا تو اب آگے فیصلہ قیامت کا جو کہ آخری فیصلہ ہوگا اور جس سے کوئی سرتابی کر ہی نہیں سکتا بیان فرمایا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اس عقلی اور نقلی فیصلہ کو جو معاندین دنیا میں نہیں مانتے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ اس دنیا سے آپ کو بھی گزر کر جانا ہے اور ان معاندین کو بھی مر کر جانا ہے پھر قیامت کے روز جب تمام مقدمات اور دنیا کے اختلافات اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا اور حق وباطل صاف صاف ظاہر ہو جائے گا۔ ایمان واخلاص اور توحید وسنت والے نجات پائیں گے شرک وکفر اور انکار وتکذیب کرنے والے سخت سزائیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح جن دو شخصوں میں جو جھگڑا اور اختلاف دنیا میں تھا قیامت کے روز وہ خدائے عادل ذوالجلال کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہوگا۔

اس آخری آیت **انک میت وانهم میتون ○ ثم انکم یوم القیٰمة عند ربکم تختصمون** کے نازل ہونے پر احادیث میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دہرائے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دہرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا بدلہ دلوایا جائے گا ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس کے جھگڑے پیش ہوں گے اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسرے کو سینگ مارے ہوں گے ان کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا یارسول اللہؐ مجھے کیا خبر۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اس

2 کا علم ہے اور وہ قیامت کے دن ان دونوں میں انصاف کرے گا علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر سچا جھوٹے سے ہر مظلوم ظالم سے ہر ہدایت یافتہ گمراہی میں مبتلا ہونے والے سے ہر کمزور زورآور سے اس روز جھگڑے گا۔ اور حضرت ابن عباسؓ ہی سے یہ روایت لائے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا کہ ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔ ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا وہ کہے گا سنو ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپاہج بالکل لولا لنگڑا چلنے پھرنے سے معذور دوسرا ایک آدمی اندھا ہے لیکن پیر اس کے سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے یہ دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے بھائی یہ باغ تو میووں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں ہیں جو میں چل کر یہ پھل توڑلوں اندھا جواب دیتا ہے آ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی چڈی پر چڑھالیتا ہوں اور لے چلتا ہوں چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہنچے اور خوب مرضی کے مطابق باغ سے پھل توڑے۔ بتلاؤ کہ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم روح دونوں جواب دیں گے کہ جرم دونوں کا ہے۔ فرشتہ کہے گا کہ بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کر دیا یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا حق ہے اس کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اس کو ادا یا معاف کرا کر حلال ہو جائے کیونکہ آخرت میں درہم اور دینار تو ہوں گے نہیں اگر ظالم کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہیں تو بمقدار ظلم یہ اعمال صالحہ اس سے لے کر مظلوم کو دے دیئے جاویں گے اور اگر اس کے پاس حسنات نہیں ہیں تو مظلوم کی برائیاں اور گناہوں کو اس سے لے کر ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے دوسری روایت یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو مفلس اس کو جانتے ہیں جس کے پاس نہ کوئی نقد رقم ہو نہ ضروریات کا سامان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصلی اور حقیقی مفلس میری امت میں وہ شخص ہے جو قیامت میں بہت سے نیک اعمال نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی۔ کسی پر تہمت باندھی کسی کا مال ناجائز طور پر کھا گیا۔ کسی کو قتل کرایا کسی کو مار پیٹ سے ستایا تو یہ سب مظلوم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنے مظالم کا مطالبہ کریں گے اور اس کی حسنات ان میں تقسیم کر دی جائے گی پھر جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوم کے حقوق ابھی باقی ہوں گے تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تو گویا یہ شخص سب کچھ سامان ہونے کے باوجود قیامت میں مفلس وقلاش رہ گیا۔ یہی اصلی مفلس ہے یا اللہ ایسی مفلسی سے ہم سب کو اپنی رحمت سے بچایئے گا۔ مگر ایک بات یہاں یہ سمجھ لی جائے کہ قیامت میں سارے نیک اعمال مظالم اور حقوق العباد کے بدلے میں مظلوموں کو دے دیئے جائیں گے مگر ایمان نہیں دیا جائے گا جب ظالم کے تمام اعمال صالحہ علاوہ ایمان کے سب مظلوموں کو دے کر ختم ہو جائیں گے اور صرف ایمان رہ جائے گا تو ایمان اس سے سلب نہیں کیا جاوے گا بلکہ مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال کر حقوق کی ادائیگی کی جائے گی جس کے نتیجہ میں یہ گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد بالآخر کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہو جائے گا اور پھر یہ حال اس کا دائمی ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ ہے ایمان کی قدر وقیمت مگر افسوس کہ آج اس بے دینی کے زمانہ میں ہر چیز قابل وقعت اور

قابل قدر ہے۔ اگر نہیں ہے تو ایمان صادق کی کچھ وقعت اور پروا نہیں۔ الا ماشآء اللہ اور ابھی کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں وہ وقت نہ دکھلائیں جب کہ کفر اتنا سستا ہو جائے گا کہ صبح کو آدمی مسلمان ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔ معمولی سے دنیوی نفع کے عوض دین کو فروخت کردے گا جیسا کہ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں بروایت مسلم بتلادیا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ) مشکوۃ شریف ہی کی ایک دوسری حدیث بروایت ابی داؤد میں وارد ہے کہ قیامت کے قریب ایسے سخت فتنے برپا ہوں گے جیسا اندھیری رات کے ٹکڑے صبح کو آدمی ان میں مسلمان ہوگا شام کو کافر شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر۔ ان میں بیٹھنے والا آدمی کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔ اس وقت اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا۔ یعنی ٹاٹ کی طرح گھر کے ایک کونے میں پڑے رہنا (الاعتدال فی مراتب الرجال) ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اسی طرح فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہونے لگیں گی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ پاک ایسے وقت سے ہمیں بچائیں اور اسلام پر قائم رکھیں اور ایمان پر موت نصیب فرمائیں۔

میرے عزیزو اور دوستو وقت کی اور اپنے ایمان و اسلام کی قدر کیجئے اور حق تعالیٰ کا اسی قرآن کریم میں وعدہ ہے لئن شکرتم لازیدنکم (پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم) یعنی اگر تم اللہ کی کسی نعمت پر شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس نعمت میں زیادتی عطا فرمائیں گے تو اسلام اور ایمان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ ہم کم از کم صبح و شام حق تعالیٰ کا اسی نعمت اسلام و ایمان پر شکر ادا کرنے کا معمول بنالیں تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہمارے اسلام اور ایمان میں ترقی وزیادتی اور اضافہ ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔

الغرض ان آیات کا خلاصہ یہی ہے کہ قیامت کے روز تمام دنیا کے اختلافات کا آخری عملی فیصلہ ہوگا اور اس فیصلہ کا کیا نتیجہ ہوگا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان آئندہ درس میں ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قیامت کے دن مجرموں اور ظالموں کے گروہ سے ہم کو علیحدہ رکھیں اور اپنے مومنین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اپنے عذاب سے محفوظ و مامون فرمایئے۔ اور اس قرآن پاک کے ذریعہ جو آپ کے احکام ہم کو پہنچے ہیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہمارے اس پاکستان میں اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی قرآن پاک کے احکام کا بول بالا ہو۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک کا متبع اور فرمانبردار بنا کر زندہ رکھئے اور اس کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے ہم کو ہمارے ملک کو اور تمام امت مسلمہ کو بچا لیجئے۔ یا اللہ ہمیں اپنے اختلافات اس دنیا ہی میں ختم کر لینے کی توفیق عطا فرمایئے۔ تاکہ قیامت میں جواب دہی نہ کرنا پڑے۔ یا اللہ ہمارے اسلام کی مرتے دم تک حفاظت فرمایئے اور ایمان پر ہم سب کو خاتمہ بالخیر نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

فَمَنْ اَظْلَمُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ

سو اس شخص سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچی بات کو جبکہ وہ اس کے پاس پہنچی جھٹلاوے۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝٣٢ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ

کیا جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانہ نہ ہوگا اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝٣٣ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝٣٤

تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں وہ جو کچھ چاہیں گے ان کیلئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔ یہ صلہ ہے نیک کاروں کا۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ

تاکہ اللہ تعالیٰ اُن سے اُن کے بُرے عملوں کو دور کردے اور ان کے نیک کاموں کے عوض اُن کو ان کا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٣٥ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ

ثواب دے۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کیلئے کافی نہیں اور یہ لوگ آپ کو اُن (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں

دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝٣٦ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ

جو خدا کے سوا (تجویز کررکھے) ہیں اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جس کو وہ ہدایت دے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝٣٧

کیا خدا تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا نہیں

فَمَنْ پس کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنْ سے۔ جس	كَذَبَ جھوٹ باندھا	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	وَكَذَّبَ اور اس نے جھٹلایا	
بِالصِّدْقِ سچائی کو	اِذْ جب	جَآءَهٗ وہ اسکے پاس آئی	اَلَيْسَ کیا نہیں	فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں	مَثْوًى ٹھکانا	لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے	
وَالَّذِيْ اور جو شخص	جَآءَ آیا	بِالصِّدْقِ سچائی کے ساتھ	وَصَدَّقَ اور اس نے اسکی تصدیق کی	بِهٖ اس کو	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمُ وہ	
الْمُتَّقُوْنَ جمع (متقی)	لَهُمْ ان کیلئے	مَا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	عِنْدَ ہاں۔ پاس	رَبِّهِمْ ان کا رب	ذٰلِكَ یہ	جَزٰٓؤُا جزا	
الْمُحْسِنِيْنَ (جمع) نیکوکاروں	لِيُكَفِّرَ تاکہ دُور کردے	اللّٰهُ اللہ	عَنْهُمْ ان سے	اَسْوَاَ بُرائی	الَّذِيْ وہ جو	عَمِلُوْا انہوں نے کئے (اعمال)	
وَيَجْزِيَهُمْ اور انہیں جزا دے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِاَحْسَنِ بہترین (اعمال)	الَّذِيْ وہ جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے			
اَلَيْسَ کیا نہیں	اللّٰهُ اللہ	بِكَافٍ کافی	عَبْدَهٗ اپنے بندے کو	وَيُخَوِّفُوْنَكَ اور وہ خوف دلاتے ہیں آپ کو	بِالَّذِيْنَ ان سے جو		
مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	وَمَنْ اور جس	يُّضْلِلِ گمراہ کردے	اللّٰهُ اللہ	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ کوئی	هَادٍ ہدایت دینے والا	
وَمَنْ اور جس	يَّهْدِ اللّٰهُ اللہ ہدایت دے	فَمَا تو نہیں	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ کوئی	مُّضِلٍّ گمراہ کرنیوالا	اَلَيْسَ کیا نہیں	اللّٰهُ اللہ
بِعَزِيْزٍ غالب	ذِي انْتِقَامٍ بدلہ لینے والا						

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اس سورۃ میں دور سے توحید وشرک اور حق و باطل کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ مشرک و موحد دونوں فریقوں کا فرق اور ان کے حالات بیان کرتے ہوئے اخیر میں گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ معاندین اور منکرین و مکذبین اس وقت جو توحید کو نہیں مانتے اور اس میں جھگڑے نکالتے ہیں اور حجتیں کرتے ہیں تو ان کو بہر حال مر کر ایک دن حق تعالیٰ کے ہاں پیش ہونا ہے۔ اس دن تمام جھگڑوں کا عملی فیصلہ پروردگار فرما دے گا اور فیصلہ یہ ہو گا کہ ناحق پرستوں کو عذاب جہنم نصیب ہوگا اور حق پرستوں کو اجر عظیم ملے گا۔

اب ان آیات میں بھی انہی دو فریقوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ کون حق پر اور مستحق نجات و درجات ہے اور کون ناحق پر مستحق عذاب ہے۔ قرآن نے اور اللہ کے رسول نے تو یہی تعلیم دی کہ اللہ کو ایک مانو اور اسی کو اپنا خالق رازق اور مالک جانو اور اس پروردگار عالم کو اسی طرح سمجھنے کی کوشش کرو جس طرح اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اللہ کو اپنے خیال کے مطابق ماننا انسان کی نجات کے لئے کافی نہیں۔ اللہ کی سچی باتیں اور اس کی صفتیں وہی ہیں جو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول نے بتلا دی ہیں۔ ان کے خلاف نعوذ باللہ اللہ کی اولاد ماننا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینا اوروں کو اس کا شریک ٹھہرانا اس کی خدائی میں دوسروں کا حصہ ماننا جیسا کہ مشرکوں کے عقائد تھے یہ سب اللہ پر جھوٹ گھڑنا اور بہتان لگانا ہے۔ قرآن کریم میں جو اللہ کی صفات آئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کے آداب وطریقے بتلائے ہیں وہ سراسر سچائی پر مبنی ہیں۔ جو لوگ ان کو نہیں مانتے وہ سچائی کے نہ ماننے والے اور منکر ہیں۔ ان سے زیادہ بڑھ کر کون ظالم۔ بے انصاف اور ناحق پرست ہوگا کہ جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور اس کے شریک ٹھہرائے اور جب سچی بات اس کے پاس اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کے ذریعہ پہنچی تو اس کو بھی جھٹلایا تو جو شخص سچائی کا اتنا دشمن ہو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے اور ایسے ظالموں کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کہاں ہوگا تو اس ناحق پرست فریق کا تو یہ فیصلہ ہوا اور اس فریق کے خلاف دوسرا فریق جو سچی بات لے کر خدا کی طرف سے یا رسول کی طرف سے لوگوں کے پاس آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا یعنی صادق بھی ہیں اور مصدق بھی تو یہ لوگ واقعی اللہ سے ڈرنے والے اور متقی کہلانے کے لائق ہیں اور ان کے متعلق فیصلہ یہ ہوگا کہ ان کو اپنے رب کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا جو یہ چاہیں گے اور ان کا انجام یہ ہوگا کہ بربنائے بشریت جو ان سے قصور اور برائیاں سرزد ہوئی ہوں گی وہ بھی معاف کر دی جائیں گی اور ان کی نیکیاں قبول کر لی جائیں گی۔ ان پاکباز لوگوں کا یہی بدلہ ہوگا۔ تو اوپر کے مضامین اور قرآنی آیات کہ جس میں توحید کی حقانیت اور شرک و بت پرستی کی مذمت و بطلان بیان فرمایا گیا کفار مکہ جب سنتے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکاتے اور کہتے کہ آپ ہمارے معبودوں سے گستاخی نہ کیجئے ورنہ ہم ان سے درخواست کر کے آپ کو سزا دلوادیں گے اور وہ آپ کے ہوش و حواس چھین لیں گے اور (معاذ اللہ) دیوانہ اور پاگل بنادیں گے۔ اس کا جواب ارشاد فرمایا گیا کہ کیا خوب گویا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی حفاظت کے لئے کافی نہیں۔ جو ایک زبردست خدا کا بندہ بن چکا اسے عاجز اور بے بس خداؤں سے کیا ڈر ہو سکتا ہے؟ کیا اس عزیز و منتقم یعنی زبردست بدلہ لینے والے اللہ کی امداد و حمایت اس بندہ کو کافی نہیں جو کسی دوسرے سے ڈرے؟ یہ بھی ان مشرکین کا خبط باطل عقیدہ اور مستقل گمراہی ہے کہ خدائے واحد کے پرستار کو اس طرح کی گیدڑ بھبکیوں سے خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے مقابلہ میں اپنے بتوں اور خداؤں کو کھڑا کرتے ہیں۔ ان کی اللہ کے سامنے کیا حقیقت ہے؟ ان کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت اور ٹھیک راستہ پر لگا دینا یا نہ لگانا سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جب کسی شخص کو اس کی کجروی اور بدتمیزی کی بناء پر اللہ تعالیٰ ہدایت اور کامیابی کا راستہ نہ دے تو وہ اسی طرح خبطی اور احمق

ہو جاتا ہے اور موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی بھی قوت اس میں نہیں رہتی۔ کیا ان احمقوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ جو بندہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ گیا کونسی طاقت ہے جو اس کا بال بیکا کر سکے۔ جو طاقت مقابل ہوگی پاش پاش کر دی جائے گی۔ غیرت خداوندی مخلص وفاداروں کا بدلہ لئے بدوں نہیں چھوڑے گی۔ اس سے بڑھ کر زبردست اور انتقام لینے کی قدرت والا کوئی نہیں۔ اس کے رسول سے جولڑتے بھڑتے ہیں وہ انہیں سخت سزائیں دے گا۔

ان آیات میں ایک جملہ **ویخوفونک بالذین من دونہ** آیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ یہ کفار آپ کو ان جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا انہوں نے تجویز کر رکھے ہیں تو اس پر حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اس آیت کو پڑھنے والے عموماً یہ خیال کر کے گزر جاتے ہیں کہ یہاں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے جس کا تعلق کفار کی دھمکیوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہے۔ اس طرف دھیان نہیں دیتے کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہدایت ہے۔ حالانکہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ جو شخص بھی کسی مسلمان کو اس لئے ڈرائے کہ تم نے فلاں ناجائز یا حرام کام یا گناہ نہ کیا تو تمہارے حکام اور افسر یا جن کے تم محتاج سمجھے جاتے ہو تم سے خفا ہو جائیں گے اور تکلیف پہنچائیں گے تو یہ بھی اسی میں داخل ہے اگرچہ ڈرانے والا مسلمان ہی ہو اور جس کو ڈرایا جائے وہ بھی مسلمان ہی ہو۔ اور یہ ایسا عام ابتلاء ہے کہ دنیا کی اکثر ملازمتوں میں لوگوں کو پیش آتا ہے کہ احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی پر آمادہ ہو جائیں یا پھر اپنے افسروں اور حاکموں کے عتاب و عقاب کے مورد بنیں۔ آیت نے ان سب کو یہ ہدایت دی کہ کیا اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کے لئے کافی نہیں۔ اگر تم نے خالص اللہ کے لئے گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کا عزم کر لیا اور احکام خداوندی کے خلاف کسی حاکم و افسر کی پرواہ نہ کی تو خدا تعالیٰ کی امداد تمہارے ساتھ ہوگی۔ زائد سے زائد یہ ملازمت چھوٹ بھی جائے گی تو اللہ تعالیٰ تمہارے رزق کا دوسرا انتظام کر دیں گے اور مومن کا کام تو یہ ہے کہ ایسی ملازمت کو چھوڑنے کی خود ہی کوشش کرتا رہے کہ کوئی دوسری مناسب جگہ مل جائے تو اس کو فوراً چھوڑ دے۔ (معارف القرآن جلد ۷)

آگے مزید دلائل سے یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی حفاظت اور امداد کے لئے بالکل کافی ہے اور ہر حال میں اللہ ہی مددگار ہو سکتا ہے دوسرے کسی گنتی میں نہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

جو کچھ ہم کو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ہم کو ایمان صادق اور یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہم کو بھی اپنے ان متقی بندوں میں شامل فرمائیں کہ جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازیں گے۔

یا اللہ! آپ ہماری دین و دنیا میں کفالت فرمائیں اور اپنی ہدایت سے ہم سب کو نوازیں۔ اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے حاسدین اور دشمنوں سے آپ اپنی قدرت سے انتقام لے لیں اور آپ اپنی حفاظت میں ہم کو رکھیں۔

یا اللہ! ہم کو وہ ایمان و یقین عطا فرما کہ ہم اس بات کو دل میں رکھ لیں کہ ہرگز ہرگز ہم کو کوئی نقصان اور تکلیف نہیں پہنچ سکتی اور ہمارے دشمن ہم کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے مگر وہی کہ جو ہمارے اللہ کو منظور ہو۔ یا اللہ اپنی نصرت اور حمایت پر ہم کو بھروسہ عطا فرما اور ہر حال میں ہمارے ناصر اور مددگار رہئے۔ یا اللہ! ہمیں ایسے حکام اور افسران عطا فرمائیے کہ جو ہمارے دین داری میں مددگار و معاون ہوں اور ایسے حکام سے بچایئے جو آپ کے احکام کے خلاف ورزی پر آمادہ کرنے والے ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا

اور اگر ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہئے کہ بھلا پھر یہ تو بتلاؤ

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ

کہ خدا کے سوا تم جن معبودوں کو پُوجتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے کیا یہ معبود اس کی دی ہوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے

بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے خدا کافی ہے۔ توکل کرنے والے اُسی پر توکل کرتے ہیں۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں سو اب جلدی تمکو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ

آیا چاہتا ہے جو اس کو رُسوا کر دیگا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔ ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے (نفع کے) لئے اتاری جو حق کو لئے ہوئے ہے

فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع

سو جو شخص راہ راست پر آوے گا تو اپنے نفع کے واسطے اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا اور آپ ان پر مسلط نہیں کئے گئے۔

وَلَئِنْ اور اگر	سَاَلْتَهُمْ تم پوچھو اُن سے	مَنْ کون۔کس	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین		
لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	قُلْ فرمادیں	اَفَرَءَيْتُمْ کیا پس دیکھا تم نے	مَا تَدْعُوْنَ جن کو تم پکارتے ہو	مِنْ سے		
دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے	اِنْ اگر	اَرَادَنِيَ چاہے میرے لئے	اللّٰهُ اللہ	بِضُرٍّ کوئی ضرر	هَلْ کیا	هُنَّ وہ سب	كٰشِفٰتُ دُور کرنیوالے ہیں
ضُرِّهٖ اس کا ضرر	اَوْ یا	اَرَادَنِيْ وہ چاہے میرے لئے	بِرَحْمَةٍ کوئی رحمت	هَلْ کیا	هُنَّ وہ سب	مُمْسِكٰتُ روکنے والے ہیں	
رَحْمَتِهٖ اسکی رحمت	قُلْ فرمادیں	حَسْبِيَ اللّٰهُ کافی ہے میرے لئے اللہ	عَلَيْهِ اس پر	يَتَوَكَّلُ بھروسہ کرتے ہیں	الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنیوالے		
قُلْ فرمادیں	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْمَلُوْا تم کام کئے جاؤ	عَلٰى پر	مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ	اِنِّيْ بیشک میں	عَامِلٌ کام کرتا ہوں	
فَسَوْفَ پس عنقریب	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	مَنْ کون	يَّاْتِيْهِ آتا ہے اُس پر	عَذَابٌ عذاب	يُّخْزِيْهِ رسوا کردے اس کو		
وَيَحِلُّ اور اُتر آتا ہے	عَلَيْهِ اس پر	عَذَابٌ عذاب	مُّقِيْمٌ دائمی	اِنَّآ اَنْزَلْنَا بیشک ہم نے نازل کی	عَلَيْكَ آپ پر	الْكِتٰبَ کتاب	
لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	فَمَنِ پس جس	اهْتَدٰى ہدایت پائی	فَلِنَفْسِهٖ تو اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	
	فَاِنَّمَا تو اسکے سوانہیں	يَضِلُّ وہ گمراہ ہوتا ہے	عَلَيْهَا اپنے لئے	وَمَا اور نہیں	اَنْتَ آپ	عَلَيْهِمْ ان پر	بِوَكِيْلٍ نگہبان

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہوا تھا کہ جب مشرکین اور کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک کی مذمت اور برائی سنتے تو یہ مشرکین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے بتوں سے ڈراتے تھے اور کہتے کہ تم ہمارے دیوتاؤں کی توہین کر کے ان کو غصہ نہ دلاؤ اور ان کی برائی کرنا

چھوڑ دو ورنہ وہ تمہیں اس کی سخت سزادیں گے اور تمہاری عقل اور ہوش و حواس چھین لیں گے۔ اس کا جواب دیا گیا تھا کہ کیا اللہ اپنے بندہ خاص کی حفاظت کے لئے کافی نہیں؟ جو خداوند قدوس کی حفاظت میں آ چکا تو اسے ان عاجز اور بے بس بتوں سے کیا ڈر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ زبردست قوتوں کا مالک ہے اس کے سامنے کیا مجال ہے کہ کوئی دم مار سکے۔ پھر ان کے یہ بت تو سرے سے کچھ ہیں ہی نہیں۔ انسان تو انسان یہ تو مکھی اور مچھر جیسی حقیر چیزوں کے آگے بھی بے بس ہیں۔

اسی سلسلہ میں ان آیات میں ایک اور دلیل سے سمجھایا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو نفع و نقصان دے سکے تو پھر ان بتوں سے کیا ڈرنا اور ڈرانا۔ مشرکین بھی اپنے عقیدہ میں اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اور بنانے والا اللہ ہی ہے تو ایک طرف تو خداوند قدوس جو خود مشرکین کے اقرار کے موافق تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور دوسری طرف پتھر کی بے جان مورتیں یا عاجز مخلوق جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کو دور نہ کر سکیں اور اسی طرح اللہ اپنی رحمت سے کسی کو راحت پہنچانا چاہے تو کوئی اس کی رحمت کو روک نہ سکے تو مشرکین ہی بتلائیں کہ دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے؟ اور کس کو اپنی مدد کے لئے کافی سمجھا جائے؟ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ بالکل کافی ہے۔ وہی میرے سب کام اپنی رحمت سے بنائے گا۔ ہر حالت میں اللہ ہی مددگار ہو سکتا ہے اور اسی کی ذات عالی بھروسہ کرنے کے لائق ہے دوسرے کس گنتی میں ہیں اس لئے میں بھی اسی پر توکل رکھتا ہوں اور تمہاری مخالفت اور عناد کی کچھ پروا نہیں کرتا اور چونکہ کفار و مشرکین ان کھلی ہوئی دلیلوں اور صاف صاف بیانات کے بعد بھی اپنی اسی جہالت اور ضلالت پر مصر تھے اس لئے آگے آخری جواب کی تعلیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے صاف کہہ دیجئے کہ اگر اس پر بھی تم نہیں مانتے تو تم جانو جو چاہو کرو اور جیسے تم اپنا طریقہ نہیں چھوڑتے میں اپنا طریقہ نہیں چھوڑتا میں تو اسی راستہ پر قائم رہوں گا اور جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مقرر کر دیا ہے۔ سو جلدی ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کی شامت آنے والی ہے اور کون دنیا ہی میں ذلیل و خوار اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہونے والا ہے۔ الغرض یہاں تک جو مضامین بیان ہوئے ان میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے مذہب کو کبھی تو دلائل بینات سے باطل کیا کبھی امثال بیان کر کے اس کی خرابی ظاہر فرمائی اور کبھی دنیا و آخرت میں بلائیں اور عذاب کی سزا سے ڈرایا مگر اس پر بھی وہ کور باطن نہ مانتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان نہ لانے سے رنج ہوتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلاتے ہیں اور تسلی فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر لوگوں کی رہنمائی کے لئے دنیا میں کتاب نازل کر دی ہے یعنی قرآن مجید جو سعادت و شقاوت بیان کرنے میں صاف صاف ہے اور جمیع ضروریات کے لئے دستور العمل آسمانی ہے اس کتاب کے ذریعہ سے سچی بات نصیحت کی کہہ دی گئی اور دین کا راستہ ٹھیک بتلا دیا گیا۔ آگے ہر انسان اپنا نفع نقصان خود سوچ لے۔ نصیحت پر چلے گا تو اسی کا دین و دنیا کا بھلا ہے ورنہ اپنا ہی انجام خراب کرے گا۔ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ زبردستی ان کو راہ پر لے آئیں۔ صرف پیغام حق پہنچا دینا آپ کا فرض تھا۔ وہ آپ نے ادا کر دیا اور کر رہے ہیں آگے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے پھر ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ امت مسلمہ پر رحم و کرم فرما دے اور ہمیں اپنے کلام کی سچی محبت اور عظمت عطا فرما دے۔ اس کے اتباع کی توفیق نصیب فرما دے تاکہ ہم کو پھر دین و دنیا کی کامرانی نصیب ہو جائے اور ہماری بدحالی دور ہو جائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ

اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی اُن کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے

قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کیلئے رہا کردیتا ہے اس میں اُن لوگوں کیلئے جو کہ

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں۔

اَللّٰهُ اللہ	يَتَوَفّٰى قبض کرتا ہے	الْاَنْفُسَ (جمع) جان۔روح حِيْنَ وقت	مَوْتِهَا اس کی موت	وَالَّتِيْ اور جو	لَمْ تَمُتْ نہ مرے	
فِيْ میں	مَنَامِهَا اپنی نیند	فَيُمْسِكُ تو روک لیتا ہے	الَّتِيْ وہ جس	قَضٰى فیصلہ کیا اس نے	عَلَيْهَا اس پر	الْمَوْتَ موت
وَيُرْسِلُ وہ چھوڑ دیتا ہے	الْاُخْرٰٓى دوسروں کو	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ ایک وقت	مُّسَمًّى مقررہ	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں
	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ غور وفکر کرتے ہیں			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات سے خاص اور مرکزی مضمون توحید کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے مثالوں اور دلیلوں اور صاف اور واضح بیانات سے ہر طرح یہ بتا دیا گیا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی قادر مطلق ہے اور نہ کوئی معبود اور نہ کسی کو انتظام عالم میں دخل دینے کی قدرت اور نہ کوئی نفع ونقصان کا مالک۔ غرض کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نمونہ ہے جدھر دیکھو ہر جگہ اس کی نشانی نظر آتی ہے۔ سوچنے اور غور وفکر کرنے والے انسان ہر واقعہ میں اللہ کی معرفت کی نشانی دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کی قدرت کے دلائل میں ایک بڑی چیز انسان کا سونا اور جاگنا بھی ہے جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا جاتا ہے اور جس سے انسان کو یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ موت اور زیست کس طرح اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے کوئی شخص یہ ضمانت نہیں رکھتا کہ رات کو جب وہ سوئے گا تو صبح وہ لازماً زندہ ہی اٹھے گا۔ کسی کو بھی یہ معلوم نہیں کہ ایک گھڑی بھر میں اس پر کیا گزر سکتا ہے اور دوسر الحہ اس پر زندگی کا لحہ ہوتا ہے یا موت کا۔ ہر وقت سوتے جاگتے چلتے پھرتے گھر میں یا باہر کسی وقت بھی وہ گھڑی آ سکتی ہے جو اس کے لئے پیام موت ثابت ہو۔ جو انسان اس طرح خدا کے ہاتھ میں بے بس ہے وہ کیسا سخت نادان ہے اگر وہ اسی خدا سے غافل یا اسی کا منکر ہے۔ چنانچہ اس آیت میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے اور بدن سے نکالتا ہے۔ اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے نیند کی حالت میں روح قبض کرنے سے مراد یہ ہے کہ ظاہری تصرفات جیسے کھانا پینا دیکھنا سننا چلنا پھرنا لینا دینا کچھ انسان سے نہیں ہوتا۔ ظاہری احساس وشعور فہم وادراک اور اختیار وارادہ کی قوتیں معطل ہو جاتی ہیں۔ نیند میں بھی مردہ کی طرح پڑے رہتے ہیں۔ اسی حالت کے متعلق اردو زبان میں بھی یہ کہاوت مشہور ہے کہ سویا اور مرا برابر ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ پھر جس پر اللہ تعالیٰ موت کا فیصلہ نافذ فرما دیتا ہے تو اس کی روح

روک لیتا ہے۔ پھر اس بدن کی طرف دنیا میں نہیں آنے پاتی اور دوسری روحوں کو جن کو خواب یعنی نیند میں قبض کیا تھا ایک وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے یعنی بیدار ہو کر انسان بدن سے پھر تصرفات کرنے لگتا ہے تو جب زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور کسی اور کو دنیا جہاں کی پیدائش اور موت اور اس کے قائم رکھنے میں کوئی دخل نہیں تو اس میں ان لوگوں کے لئے جو کہ عقل وفکر سے سوچنے اور سمجھنے کے عادی ہیں خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کے تصرفات پر ایسے دلائل ہیں کہ جن سے اس کی توحید پر استدلال کر سکتے ہیں۔

یہاں آیت میں اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ جو فرمایا یعنی اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے۔ تو علما نے لکھا ہے کہ ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں ایک تو نفس حیاتی جو موت کے وقت اس سے سلب ہو جاتا ہے کہ اس کے جانے سے جان چلی جاتی ہے اور دوسرا نفس شعور وادراک ہے وہ نیند کے وقت انسان سے جدا ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں واپس آ جاتا ہے تو گویا ایک وفات کبریٰ ہوئی جس میں روح من کل الوجوہ سلب ہو جاتی ہے جس کے بعد نہ حیات جسمانی باقی رہ جاتی ہے نہ شعور و ادراک اور دوسری وفات صغریٰ ہے کہ جس میں سلب روح صرف جزئی حیثیت سے ہوتا ہے کہ جس سے حیات جسمانی تو باقی رہتی ہے لیکن شعور وادراک باقی نہیں رہتا نیند کے وقت سلب صرف حیات شعوری کا ہوتا ہے تو اس طرح جن معطل روحوں کی موت کا وقت نہیں آتا نیند سے جاگ کر بدستور تصرفات جسمی میں مصروف ہو جاتی ہیں اور جن روحوں کو اللہ تعالیٰ روک لیتے ہیں پھر وہ تصرفات جسمانی کی طرف واپس نہیں آتیں۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اصل روح تو نیند کے وقت بھی جسم سے نکل جاتی ہے لیکن اس کا تعلق جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے (جیسے آفتاب کا شعاعی تعلق کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود زمین سے قائم رہتا ہے) اور سوتا ہوا انسان اسی جزئی تعلق کی بناء پر خواب دیکھتا رہتا ہے پھر جب بیداری کا وقت آتا ہے تو یہ روح چشم زدن سے بھی کم میں جسم میں واپس آ جاتی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابن آدم میں نفس بھی ہوتا ہے اور روح بھی اور دونوں کا ایک شعاعی تعلق مثل شعاع آفتاب کے ہوتا ہے۔ پس نفس تو وہ ہے جو ادراک وشعور کا مبداء ہے اور روح وہ ہے جس سے تنفس اور حرکت قائم ہے اور انسان جب سوتا ہے تو خدائے تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے نہ کہ اس کی روح کو۔ تو خلاصہ یہ نیند کے وقت بھی اللہ تعالیٰ بدن سے ایک طرح سے روح الگ کر دیتے ہیں مگر اتنا تعلق اور اثر اس کا جسم سے باقی رہتا ہے کہ سانس چلتا رہے۔ اب یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ روح کو بدن میں واپس بھیجے یا نہ بھیجے۔ اگر واپس بھیج دیا تو آدمی جاگ اٹھتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ابھی اسے دنیا میں کچھ دن اور رہنا ہے اور اگر واپس نہ بھیجا اور روح کو اپنے پاس ہی روک لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی مر گیا یعنی روح کا جسم پر اتنا اثر بھی نہ رہا کہ آدمی کا سانس چلتا رہے تو معلوم ہوا کہ یہ بالکل حق تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے کہ بدن میں جب روح چاہے داخل کر دے اور جب چاہے اسے بدن سے جدا کر دے۔ اگر جدائی پوری ہے تو اس کا نام بدن کی موت ہے اور اگر جدائی ادھوری ہے تو اس کا نام نیند ہے تو ایک غور وفکر کرنے والے کے لئے یہ انسان کا سونا اور جاگنا کتنی بڑی اللہ کی معرفت کی نشانی ہے۔

جو مضمون یہاں اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اسی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ سونے کے وقت اور سونے سے جاگنے کے وقت کی دعائیں احادیث میں منقول ہیں۔ چنانچہ سوتے وقت کی ایک دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے تعلیم فرمائی وہ یہ ہے۔

(۱) باسمک اللّٰھم اموت و احیٰ

(اے اللہ تیرے نام کی برکت سے میں مرتا ہوں اور جیتا ہوں)ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب تم میں کوئی اپنے بستر ے پر سونے کے خیال سے جائے تو اسے جھاڑ لے اس لئے کہ نہ جانے اس پر کیا کچھ ہو پھر یہ دعا پڑھے۔ باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعه ان امسک نفسی فاغفرلها و ان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادک الصالحین (یعنی اے میرے پالنے والے رب تیرے ہی پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری ہی رحمت سے میں جاگوں گا۔اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی ہی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے)

اسی طرح نیند سے بیدار ہوتے ہی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی ہے۔ الحمد للّٰہ الذی احیانا بعدما اماتنا و الیه النشور (شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں زندہ کیا بعد ہمارے مرجانے کے اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے)۔

غور کیجئے کہ ایک غافل انسان کے لئے ساری زندگی کا سونا اور جاگنا ایک معمولی انسانی عادت ہے مگر ایک اہل ایمان کو کتاب وسنت یہ تعلیم دیتی ہے کہ جب سونے لگے تو یہ مستحضر کر لے کہ نیند بھی ایک طرح کی موت ہے اور حق تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اس کے بعد روح کو لوٹا کر زندگی بخشیں یا نہ بخشیں اسی طرح جب نیند سے جاگے تو سب سے پہلی دعا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ جس کے فضل سے نیند سے جاگنا اور ایک طرح سے مر کر نئی زندگی پانا نصیب ہوا۔ اگر یہ مسنون دعائیں عربی میں یاد کر کے پڑھی جائیں تو کامل اتباع سنت ہے ورنہ کم از کم اپنی ہی زبان میں سوتے و جاگتے وقت مذکورہ دعائیں توجہ کے ساتھ مانگ لی جائیں۔

ابھی آگے مشرکین کے بعض خیالات باطلہ کا رد جاری ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا یہ ایک بڑا فضل واحسان ہے کہ جو ہم کو یہ زندگی اس نے عطا فرما رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب تک ہم کو زندہ رکھیں اپنی مرضیات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جب ہمارے لئے موت مقدر فرمائیں تو ایمان اور اسلام کی موت نصیب فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں شب وروز ایک ایک لمحہ کی قدر کرنے اور اس دنیا میں آخرت کا سامان جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۚ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾

ہاں کیا ان (مشرک) لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو (معبود) قرار دے رکھا ہے جو (انکی) سفارش کریں گے آپ کہہ دیجئے اگر چہ یہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾

آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے۔ پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ

اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو کہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ

اوروں کا ذکر آتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہوجاتے ہیں۔ آپ کہئے کہ اے اللہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾

باطن اور ظاہر کے جاننے والے آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان اُن امور میں فیصلہ فرماویں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔

اَمِ کیا	اتَّخَذُوْا انہوں نے بنالیا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	شُفَعَآءَ شفاعت کرنیوالے	قُلْ فرمادیں	اَوَلَوْ یا اگر	
كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ وہ نہ اختیار رکھتے ہوں	شَيْئًا کچھ	وَ اور	لَا يَعْقِلُوْنَ نہ وہ سمجھ رکھتے ہوں	قُلْ فرمادیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	
الشَّفَاعَةُ شفاعت	جَمِيْعًا تمام	لَهٗ اسی کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	ثُمَّ پھر
اِلَيْهِ اس کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹو گے	وَاِذَا اور جب	ذُكِرَ اللّٰهُ ذکر کیا جاتا ہے اللہ	وَحْدَهٗ ایک۔واحد	اشْمَاَزَّتْ متنفر ہوجاتے ہیں	
قُلُوْبُ دل	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	وَاِذَا اور جب	ذُكِرَ ذکر کیا جاتا ہے	الَّذِيْنَ ان کا جو
مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اِذَا تو فوراً	هُمْ وہ	يَسْتَبْشِرُوْنَ خوش ہوجاتے ہیں	قُلِ فرمادیں	اللّٰهُمَّ اے اللہ	فَاطِرَ پیدا کرنے والا
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	عٰلِمَ اور جاننے والا	الْغَيْبِ پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	اَنْتَ تو	تَحْكُمُ تو فیصلہ کرے گا
بَيْنَ درمیان	عِبَادِكَ اپنے بندوں	فِيْ مَا اس میں جو	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیت میں توحید کے دلائل میں یہ بتلایا گیا تھا کہ زندگی اور موت یہ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اسی کے ہاتھ میں مارنا جلانا اور سلانا جگانا ہے۔ تو جب دنیا جہاں والوں کی حیات وممات قائم رکھنے میں کسی کا دخل نہیں تو مشرکین پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف کیوں جھکتے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں اللہ تعالیٰ مشرکوں اور بت پرستوں کی مذمت فرماتے ہیں کہ وہ بتوں کو اور معبودان باطل کو اپنا سفارشی اور شفیع سمجھے بیٹھے ہیں اور بتوں کی نسبت مشرکین یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ یہ بت اللہ کی درگاہ میں ہماری سفارش کرتے ہیں اور انہی کی سفارش سے ہمارے سارے کام بنتے ہیں۔ اسی لئے ان بتوں کی عبادت کی جاتی ہے مشرکین کے ان عقائد باطلہ کی تردید میں بتلایا جاتا ہے کہ اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا۔ دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو اور وہ بھی صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے تو ان بتوں کے پاس نہ اللہ کا اجازت نامہ ہے کہ وہ کسی کی سفارش کر سکتے ہیں اور نہ یہ کفار و مشرکین سفارش چاہنے والے اس قابل ہیں کہ ان کی سفارش کی جائے۔ تو مشرکین کا ان بتوں کو اپنا سفارشی سمجھنے میں نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے نہ حجت اور دراصل نہ ان بتوں کو کچھ اختیار ہے نہ عقل و شعور۔ یہ پتھر کی بے جان مورتیاں جو کسی چیز کی بھی مالک نہیں اور جو عقل و شعور سے بھی بالکل بے بہرہ ہیں پھر یہ کیا کسی کی سفارش کر سکتی ہیں اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ کوئی نہیں جو خدا کے سامنے لب ہلا سکے اور آواز نکال سکے جب تک کہ اس کی مرضی اور اجازت نہ پالے۔ زمین اور آسمان میں اسی کی سلطنت ہے ہر جگہ اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور پھر قیامت کے دن سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے۔ اس دن وہ عدل کے ساتھ تم سب میں سچے فیصلے کر دے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ آگے کفار و مشرکین کی ایک حالت بیان کی جاتی ہے کہ ان کافروں کی یہ حالت ہے کہ توحید کا کلمہ سننا انہیں ناپسند ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے سوا کسی میں طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے تو ان کے دل بھنچ کر سکڑ جاتے ہیں اور جہاں بتوں کا اور دوسرے خداؤں کا ذکر آیا تو ان کی باچھیں کھل گئیں۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ''مشرک کا خاصہ ہے کہ گو بعض وقت زبان سے اللہ کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے لیکن اس کا دل اکیلے خدا کے ذکر اور حمد و ثنا سے خوش نہیں ہوتا۔ ہاں دوسرے دیوتاؤں یا جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو مارے خوشی کے اچھلنے لگتا ہے جس کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ افسوس یہی حال آج بہت سے نام نہاد مسلمانوں کا دیکھا جاتا ہے کہ خدائے واحد کی قدرت و عظمت اور اس کے علم کی لامحدود وسعت کا بیان ہو تو چہروں پر انقباض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مگر کسی پیر فقیر کا ذکر آئے اور جھوٹی سچی کرامات اناپ شناپ بیان کر دی جائیں تو چہرہ کھل پڑتے ہیں اور دلوں میں جذبات مسرت و انبساط جوش مارنے لگتے ہیں بلکہ بسا اوقات توحید خالص کا بیان کرنے والا ان کے نزدیک منکر اولیاء سمجھا جاتا ہے۔''

مشہور مفسر علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس مقام پر خود اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنی کسی مصیبت میں ایک وفات یافتہ بزرگ کو مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ میں نے کہا اللہ کے بندے اللہ کو پکار وہ خود فرماتا ہے **واذاسئالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعو ۃالداع اذادعان** میری یہ بات سن کر اس کو سخت غصہ آیا اور بعد میں لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ کہتا تھا کہ یہ شخص اولیاء کا منکر ہے اور بعض لوگوں نے اس کو یہ کہتے بھی سنا کہ اللہ کی نسبت ولی جلدی سن لیتے ہیں۔ استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ مشرکین اس پر بھی نہیں مانتے اور توحید میں بھی جھگڑتے ہیں تو آپ ان کی شدت عناد سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا میں یہ کہئے کہ اے اللہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے باطن و ظاہر کے جاننے والے آپ ہی قیامت کے روز اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمادیں گے جن میں وہ باہم دنیا میں اختلاف کرتے تھے۔

اب آگے ان مشرکین کی فیصلہ کے وقت جو حالت قیامت میں ہوگی اس کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ

اور اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور اُن چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے

الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ

چھوٹ جانے کیلئے ان کو دینے لگیں۔ اور خدا کی طرف سے اُن کو وہ معاملہ پیش آویگا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کو تمام اپنے بُرے

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

اعمال ظاہر ہوجاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔ پھر جس وقت آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے۔ بلکہ وہ ایک آزمائش ہے۔

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى

لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ یہ بات (بعض) ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں سو ان کی کارروائی

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ

ان کے کچھ کام نہ آئی۔ پھر اُن کی تمام بداعمالیاں اُن پر آپڑیں۔ اور ان میں بھی جو ظالم ہیں ان پر بھی

هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ

اُن کی بداعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں اور یہ (خداتعالی کو) ہرا نہیں سکتے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی

اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگی بھی کردیتا ہے، اس میں ایمان والوں کے واسطے نشانیاں ہیں۔

وَلَوْ اور اگر	اَنَّ ہو	لِلَّذِيْنَ ان کیلئے جنہوں نے	ظَلَمُوْا ظلم کیا	مَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں	جَمِيْعًا سب کا سب	وَمِثْلَهٗ اور اتنا ہی	
مَعَهٗ اسکے ساتھ	لَافْتَدَوْا بدلہ میں دیں وہ	بِهٖ اس کو	مِنْ سے	سُوْٓءِ بُرے	الْعَذَابِ عذاب	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	
وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہوجائیگا ان پر	مِنَ اللّٰهِ اللہ (کی طرف) سے	مَا جو	لَمْ يَكُوْنُوْا نہ تھے وہ	يَحْتَسِبُوْنَ گمان کرتے			
وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہوجائیں ان پر	سَيِّاٰتُ بُرے کام	مَا كَسَبُوْا جو وہ کرتے تھے	وَحَاقَ اور گھیرلے گا	بِهِمْ ان کو	مَا جو	كَانُوْا وہ تھے	
بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اُڑاتے	فَاِذَا پھر جب	مَسَّ پہنچتی ہے	الْاِنْسَانَ انسان	ضُرٌّ دَعَانَا کوئی تکلیف ۔ وہ ہمیں پکارتا ہے		
ثُمَّ اِذَا پھر جب	خَوَّلْنٰهُ ہم عطا کرتے ہیں اسکو	نِعْمَةً کوئی نعمت	مِنَّا اپنی طرف سے	قَالَ وہ کہتا ہے	اِنَّمَا یہ تو	اُوْتِيْتُهٗ مجھے دی گئی ہے	عَلٰى پر
عِلْمٍ علم	بَلْ هِيَ بلکہ یہ	فِتْنَةٌ ایک آزمائش	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان میں اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں	قَدْ قَالَهَا یقیناً یہ کہا تھا	

اَلَّذِیْنَ جولوگ	مِنْ سے	قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَمَآ اَغْنٰی تو وہ نہ دور کیا	عَنْهُمْ ان سے	مَا جو	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کرتے تھے
فَاَصَابَهُمْ پس انہیں پہنچیں	سَيِّاٰتُ برائیاں	مَا كَسَبُوْا جو انہوں نے کمائی	وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور جن لوگوں نے ظلم کیا	مِنْ هٰٓؤُلَآءِ ان میں سے		
سَيُصِيْبُهُمْ جلد پہنچیں گی انہیں	سَيِّاٰتُ برائیاں	مَا كَسَبُوْا جو انہوں نے کمایا	وَمَا هُمْ اور وہ نہیں	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے		
اَوَ یا	لَمْ يَعْلَمُوْٓا وہ نہیں جانتے	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يَبْسُطُ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ جس کیلئے	يَّشَآءُ وہ چاہتا ہے
	وَيَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُّؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائے

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفارو مشرکین کے جہل واصرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمانے کی تلقین کی گئی تھی کہ اے آسمان وزمین کے خالق اور ہر چھپی اور کھلی چیز کے جاننے والے۔ دلوں کے راز تجھ پر آشکار ہیں۔ آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان کہ جن باتوں میں وہ جھگڑتے اوراختلاف کرتے ہیں قیامت کے روز فیصلہ فرمادیں گے۔

اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کے دن ان اختلافات کا فیصلہ سنایا جائے گا تو اس وقت جو ظالم آج شرک وکفر میں گرفتار ہیں ان کا برا حال ہوگا۔ اگر اس روز فرض کرو کہ تمام دنیا کی دولت اور کل روئے زمین کے خزانے بلکہ اس سے بھی زائد ان کے پاس موجود ہوں تو چاہیں گے کہ سب دے دلا کر اپنی جان کو سخت عذاب سے چھڑالیں۔ لیکن یہ کہاں ممکن ہوگا اوران پر وہ آفتیں نازل ہوں گی اور ایسے قسم قسم کے ہولناک عذابوں کا مزہ چکھیں گے جو کبھی ان کے خیال اور گمان میں بھی نہ گزرے ہوں گے۔ جو جو بداعمالیاں اور بدکرداریاں دنیا میں کی تھیں سب ایک ایک کرکے ان کے سامنے آ جائیں گی۔ اور دنیا میں جو توحید اور دین حق سے ٹھٹھا کرتے تھے اس کا وبال پڑ کر رہے گا اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان پر ٹوٹ پڑے گا اور چاروں طرف سے گھیر لے گا۔ اللّٰھم انا نعوذبک من خزی الدنیا والعذاب الاخرۃ آمین۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یوں تو مشرک غیر اللہ کے ذکر سے مسرور اور صرف اللہ کے ذکر سے نفور رہتا ہے مگر جس وقت اس مشرک کو کوئی سخت تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے تو سب کو چھوڑ کر صرف خدا کو پکارتا ہے جس سے مشرک کی صاف حماقت وجہالت ظاہر ہونے کے علاوہ اس کا مسلک بھی باطل قرار پاتا ہے کہ جس کے ذکر سے چڑتا تھا مصیبت کے وقت اسی کو پکارتا ہے اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا تھا ان کو بھول جاتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو اس توحید پر جس کا حق ہونا خود اس کے اقرار سے ثابت ہو چکا تھا قائم نہیں رہتا۔ چنانچہ اس نعمت کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ یوں کہتا ہے کہ یہ جو کچھ مجھ کو ملا ہے یہ میری تدبیر سے ملا ہے مجھ میں اس کی لیاقت تھی اور اس کمائی کے ذرائع کا علم رکھتا تھا۔ یہ میری استعداد اور اہلیت تھی پھر مجھے کیوں نہ ملتی۔ حق تعالیٰ اس کے قول کو رد فرماتے ہیں کہ وہ اس کی تدبیر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ نعمت خدا ہی کی دی ہوئی ہے اور یہ نعمت خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے کہ بندہ اسے لے کر کہاں تک منعم حقیقی کو پہچانتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے یا اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اپنی لیاقت یا عقل وہنر کی طرف منسوب کرکے منعم حقیقی کی ناشکری کرتا ہے۔ تو یہ مال دولت دراصل انسان کی آزمائش اور امتحان کے لئے ہے مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس کو سمجھتے نہیں یا جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں اور یہی بات بعض لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں جیسے قارون جس کا حال سورۂ قصص میں بیان ہو چکا ہے اس نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ دولت میں نے اپنے علم ولیاقت سے کمائی ہے آخر جو اس کا حشر ہوا وہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جب اللہ کے غضب نے پکڑا تو کچھ کرتے دھرتے نہ بنا۔ وہ خوش حالی بھی گئی مال دولت بھی گیا اور خود بھی تباہ ہوا تو پہلے لوگوں نے جو برے کام کئے ان کے نتیجے انہیں بھگتنے پڑے اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر بڑی بڑی آفتیں آئیں تو جیسے پہلے مجرموں پر ان کی شرارتوں کا وبال پڑا

موجودہ مشرکین پر بھی پڑنے والا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینا چاہے گا تو یہ روپوش ہو کر یا کسی اور تدبیر سے جان نہیں بچا سکتے۔ اور نہ انکی مجال ہے کہ اپنے فریب اور چھل بٹوں سے خدا کو عاجز کر سکیں اور یہ جو بعض احمق رزق کی فراخی اور مال دولت کی زیادتی کو اپنی تدبیر و ہنر کی طرف منسوب کرتے ہیں تو کیا ان لوگوں کو احوال میں غور کرنے سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگی پیدا کر دیتا ہے تو دنیا میں روزی کا کشادہ ہونا کچھ عقل وذہانت اور علم ولیاقت پر منحصر نہیں۔ دیکھ لو کتنے احمق بیوقوف یا بدچلن بدمعاش مزے اڑا رہے ہیں اور کتنے عقلمند اور نیک آدمی فاقے کھینچ رہے ہیں۔ یہ تو عقل کا کام نہیں کہ اپنے اوپر روزی کشادہ کر لے بلکہ یہ تقسیم رزاق حقیقی کی حکمت ومصلحت کے تابع اور اسی کے دست قدرت میں ہے جس کیلئے چاہے کشادگی کرے اور جس پر چاہے تنگی کرے اس میں ایمان والوں کیلئے طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔

یہاں اس آخری آیت اولم یعلموا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشآء و یقدر

(کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دے دیتا ہے اور وہی تنگی بھی کر دیتا ہے) میں جو عقیدہ تعلیم کیا گیا ہے یہ قرآن پاک میں ایک دو جگہ نہیں دسیوں اور بیسیوں جگہ بیان فرمایا گیا ہے کہ رزق کا معاملہ کلیۃً حق تعالیٰ کی مشیت وحکمت پر موقوف ومنحصر ہے کہ باسط اور قابض وہی ہے حسن تدبیر وسوء تدبیر اس میں علت حقیقیہ نہیں مگر اس صریح اور واضح قرآنی تعلیم وعقیدہ کے باوجود آج کوئی تو منصوبہ بندی ''خوشحالی کا ذریعہ بتاتا ہے تو کوئی سائنس اور ٹیکنالوجی کو فراخی اور کشادگی اور زیادتی رزق کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

آیت مذکورہ پر حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں جس استدلال کی طرف اشارہ قریب بصراحت ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ ہم بسا اوقات دیکھتے ہیں کہ دو شخصوں کے پاس ایک سا سرمایہ ایک سا سلیقہ ایک سی تدبیر وتجربہ پھر ایک پر فراخی ایک پر تنگی۔ اگر کہا جائے کہ ایک کی تدبیر بن آئی ایک کی نہ بن پڑی تو اس کا بطلان یہ ہے کہ بن پڑنا اگر اختیار میں تھا تو دوسرے نے کیوں نہ بنالیا اگر یہ اختیار میں نہیں ہے تو ہمارا مطلوب ثابت ہو گیا کہ موثر بسط وقدر میں کسی فاعل مختار کی مشیت ہے کہ جس طرح چاہے اس کو متعلق کر دے۔

الغرض یہاں شرک کی مذمت اور اس پر وعید ہے جس سے مقصود دعوت الی التوحید ہے تو ایسے مضامین سن کر بعض کو شبہ ہوا کہ جب کفر وشرک کی بناء پر ایسے وعید شدید کے مستحق ہیں تو اگر آئندہ کے لئے ایمان وتوحید بھی اختیار کر لیا تب بھی گذشتہ شرک کا وبال تو بھگتنا پڑے گا پھر اسلام لانے سے کیا فائدہ ہوا؟

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید سے نوازا اور کفر وشرک سے بچایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو دینی اور دنیوی نعمتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور کفران نعمت کے وبال سے بچائیں۔ یا اللہ قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھئے اور اپنی شان رزاقی پر ہم کو ایمان صادق اور یقین کامل نصیب فرمایئے اور ہم کو اپنے عقائد وایمان کو قرآنی تعلیم کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ)

الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿٥٣﴾ وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ

گناہوں کو معاف فرمادے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو

قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ

قبل اس کے کہ تم پر عذاب واقع ہونے لگے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جاوے اور تم (کو چاہئے کہ) اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو

مِّنْ رَّبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَۃً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿٥٥﴾ اَنْ

قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تم کو (اس کا) خیال بھی نہ ہو۔ کبھی (کل قیامت کو)

تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ وَ اِنْ کُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ﴿٥٦﴾

کوئی شخص کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی اور میں تو (احکام خداوندی پر) ہنستا ہی رہا

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ

یا کوئی یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ (دنیا میں) مجھ کو ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیز گاروں میں سے ہوتا یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے

لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿٥٨﴾

کہ کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہو جاوے پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں۔

قُلْ فرمادیں	یٰعِبَادِیَ اے میرے بندو	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	اَسْرَفُوْا زیادتی کی	عَلٰی پر	اَنْفُسِہِمْ اپنی جانیں	لَا تَقْنَطُوْا مایوس نہ ہو تم		
مِنْ سے	رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اللہ کی رحمت	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	یَغْفِرُ بخش دیتا ہے	الذُّنُوْبَ گناہ (جمع)	جَمِیْعًا سب	اِنَّہٗ بیشک وہ		
ھُوَ وہی	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِیْمُ مہربان	وَ اَنِیْبُوْٓا اور رجوع کرو	اِلٰی طرف	رَبِّکُمْ اپنا رب	وَ اَسْلِمُوْا لَہٗ اور فرمانبردار ہو جاؤ اسکے		
مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ کہ	یَّاْتِیَکُمُ تم پر آئے	الْعَذَابُ عذاب	ثُمَّ پھر	لَا تُنْصَرُوْنَ تم مدد نہ کئے جاؤ گے	وَ اتَّبِعُوْٓا اور پیروی کرو		
اَحْسَنَ سب سے بہتر	مَآ اُنْزِلَ جو نازل کی گئی	اِلَیْکُمْ تمہاری طرف	مِّنْ سے	رَّبِّکُمْ تمہارا رب	مِّنْ قَبْلِ اس سے قبل			
اَنْ یَّاْتِیَکُمُ کہ تم پر آئے	الْعَذَابُ عذاب	بَغْتَۃً اچانک	وَّ اَنْتُمْ اور تم	لَا تَشْعُرُوْنَ تم کو شعور (خبر) نہ ہو	اَنْ تَقُوْلَ کہ کہے			
نَفْسٌ کوئی شخص	یّٰحَسْرَتٰی ہائے افسوس	عَلٰی اس پر	مَا فَرَّطْتُّ جو میں نے کوتاہی کی	فِیْ میں	جَنْۢبِ اللّٰہِ اللہ کا حق	وَ اور		
اِنْ کُنْتُ اور یہ کہ میں	لَمِنَ البتہ سے	السّٰخِرِیْنَ ہنسی اڑانے والے	اَوْ یا	تَقُوْلَ وہ کہے	لَوْ اگر	اَنَّ اللّٰہَ یہ کہ اللہ		
ھَدٰىنِیْ مجھے ہدایت دیتا	لَکُنْتُ میں ضرور ہوتا	مِنَ سے	الْمُتَّقِیْنَ پرہیز گار (جمع)	اَوْ یا	تَقُوْلَ وہ کہے	حِیْنَ جب	تَرَی تو دیکھے	
	الْعَذَابَ عذاب	لَوْ اَنَّ کاش اگر	لِیْ میرے لئے	کَرَّۃً دوبارہ	فَاَکُوْنَ تو میں ہو جاؤں	مِنَ سے	الْمُحْسِنِیْنَ نیکوکار (جمع)	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفر وشرک کی مذمت اور اس پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ جو ظالم آج کفر وشرک میں گرفتار ہیں قیامت کے روز ان پر ایسی آفتیں نازل ہوں گی اور ایسے ہولناک عذابوں کا وہ مزہ چکھیں گے کہ جو کبھی ان کے وہم وگمان میں بھی نہ گزرا ہوگا اور ان کی یہ حالت ہوگی کہ اگر تمام دنیا کی دولت اور کل روئے زمین کے خزانے بھی ان کے پاس موجود ہوں تو وہ یہ چاہیں گے کہ یہ سب دے دلا کر اپنی جان کو عذاب سے چھڑا لیں لیکن اس وقت یہ کہاں ممکن ہوگا تو جیسا کہ قرآن کریم کی عادت ہے وعید کے بعد حق تعالیٰ اپنے بندوں سے مغفرت کا وعدہ بھی فرماتے ہیں اس لئے بتلایا جاتا ہے کہ گنہگار یہ نہ سمجھیں کہ اب کسی طرح سے ہمارے گناہوں کی خدا تعالیٰ کے یہاں معافی ہی نہیں اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے جو کوئی گناہ کر چکا صغیرہ یا کبیرہ کفر ہو یا شرک سب کو توبہ کے بعد وہ معاف بھی فرما دیتا ہے۔

یہاں پہلی آیت ہے **قل یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم**

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری جانب سے کہہ دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے) اس آیت کے شان نزول کے متعلق صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ بعض مشرکین جو اور گناہوں کے علاوہ قتل وزنا کے بھی مرتکب تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہر لحاظ سے ہمیں اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان کا کفارہ کیا ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی مسند احمد کی ایک حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ تو یہ آیت ارحم الرحمین کی رحمت بے پایاں اور عفوو درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت گنہگار اور مایوس العلاج مریض کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے۔ کافر' مشرک' ملحد' زندیق' مرتد' یہودی' نصرانی' مجوسی' بت پرست' بدعتی' بدمعاش' فاسق فاجر کوئی ہو اس آیت کو سننے کے بعد خداوند قدوس کی رحمت سے مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا پھر بندہ ناامید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہی دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی ہے کہ کفر وشرک کا جرم بدوں توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ تو اس آیت میں تمام نافرمانوں کو گو وہ مشرک وکافر بھی ہوں توبہ کی دعوت دی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ خدا کی ذات غفور الرحیم ہے وہ ہر تائب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کے تمام گذشتہ گناہ بھی معاف کر دیتا ہے خواہ کیسے ہی ہوں۔ کتنے ہی ہوں کبھی کے ہوں تو بندوں کی مایوسی کو توڑ کر اور انہیں مغفرت کی امید دلا کر آگے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا یعنی گذشتہ غلطیوں پر نادم ہو کر اور اللہ کے بے پایاں جود وکرم سے شرما کر کفر وعصیان کی راہ چھوڑ دو اور اس رب کریم کی طرف رجوع ہو کر اپنے کو اس کے سپرد کر دو اور اس کے احکام کے سامنے نہایت عجز واخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو لیکن یہ سب اس کا عذاب آنے سے پہلے کرنا چاہئے ورنہ جب عذاب آ گیا تو پھر اس سے بچانے والا کوئی نہیں۔ جب سر پر عذاب آ گیا یا موت نظر آنے لگی تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں نہ اس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے آگے ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ قرآنی ہدایات وتعلیمات پر چل کر اور اس قرآن پاک میں جو اچھی باتیں بتائی گئی ہیں ان پر عمل کر کے عذاب آنے سے

پہلے اپنے مستقبل کی روک تھام کرلو ورنہ معائنہ عذاب کے بعد نہ کچھ تدارک ہو سکے گا نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی۔ عذاب الٰہی اس طرح آ کر یکدم دبا لے گا کہ خبر بھی نہ ہوگی کہ کہاں سے آ گیا اس وقت نہ پھر پچھتانے سے کچھ بنے گا اور نہ حسرت و افسوس سے کچھ نتیجہ نکلے گا۔ اس وقت تو ہر گنہگار کے منہ سے حسرت بھرے الفاظ نکلنے لگیں گے کہ افسوس صد افسوس میں اللہ کے ماننے اور اس کے احکام کے بجالانے میں قصوروار رہا۔ دنیا کے مزوں میں پڑا رہا اور اسی کو سب کچھ سمجھتا رہا۔ میں نے خدا کو اس کے دین کو اور اس کے پیغمبر کو کچھ سمجھا ہی نہیں اور جس ہولناک انجام سے پیغمبر ڈرایا کرتے تھے سب کی ہنسی اڑاتا رہا اور ان چیزوں کی کوئی حقیقت ہی نہ سمجھی۔ افسوس خدا کو پہچاننے اور اس کا حق ماننے میں میں نے کس قدر کوتاہی کی جس کے نتیجہ میں آج یہ برا وقت دیکھنا پڑا۔ پھر جب حسرت و افسوس سے کوئی کام نہ چلے گا تو اپنا دل بہلانے کے لئے یہ عذر لنگ پیش کرے گا کہ کیا کہوں خدا نے مجھ کو ہدایت نہ کی وہ ہدایت کرنا چاہتا تو میں بھی آج متقین کے درجہ پر پہنچ جاتا اللہ نے ہمیں دنیا میں ہدایت نہ کی ورنہ ہم ضرور برائیوں سے بچتے اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے۔ جب حسرت اور عذر کرنا دونوں بیکار ثابت ہوں گے اور محشر میں دوزخ کا عذاب آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اس وقت شدت اضطراب سے مجرم کہنے لگیں گے کہ کسی طرح مجھ کو ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے تو پھر دیکھو میں کیسا نیک بن کر آتا ہوں۔ دنیا میں خوب نیک کام کروں گا۔ نیکوں میں نام لکھواؤں گا اور اچھے لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

خلاصہ ان آیات کا یہ ہوا کہ اس دنیا کی زندگی میں مرنے سے پہلے پہلے ہر بڑے سے بڑے گناہ یہاں تک کہ کفر و شرک سے بھی جو سچی توبہ کر لے تو وہ قبول ہو جاتی ہے اور سچی توبہ سے گذشتہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے کسی کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیات گنہگاروں کے لئے قرآن کریم کی سب آیتوں سے زیادہ امید افزا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مغفرت و رحمت بہت وسیع ہے مگر وہ جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لی جائے اس لئے پہلے ہی سے حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ ایسا نہ ہو کہ تم مرنے کے بعد پچھتاؤ اور آخرت میں اس طرح کی فضول حسرت و تمنا میں مبتلا ہو کہ کاش میرا جانا پھر دنیا میں ہو جاوے تو پھر میں نیک اور صالح بندوں میں ہو جاؤں اور اللہ کے احکام کی پوری اطاعت کروں مگر اس وقت کفار و مشرکین اور توبہ نہ کرنے والوں کی یہ حسرت و ندامت اور بیکار تمنائیں کچھ کام نہ آئیں گی اور ان کے اقوال کے رد میں حق تعالیٰ کی طرف سے کیا جواب ارشاد ہوگا۔ یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم و معصیت کر کے زیادتی کی ہے۔ آپ ارحم الراحمین ہیں ہم آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اپنے کرم سے ہمارے تمام گذشتہ ظاہری و باطنی چھوٹے و بڑے صغیرہ و کبیرہ دانستہ یا نادانستہ تمام خطاؤں اور گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ اے اللہ آپ ہی اپنے فضل و کرم سے ہم کو سچی توبہ کی توفیق اور اپنی طرف رجوع ہونے کا عزم عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہم کو آج اس دنیا میں اور اس زندگی میں اپنے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرما دیجئے اور قیامت کی ذلت و رسوائی اور وہاں کی حسرت و ندامت سے بچا لیجئے۔

یا اللہ جب کفار و مشرکین تک کے لئے سچی توبہ پر آپ نے رحم و کرم اور معافی کا وعدہ فرمایا ہے تو امت مسلمہ کے لئے جو آپ کے نبی الرحمۃ کا نام لینے والے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے والے ہیں ان کی خطاؤں اور گناہوں سے آپ کیوں نہ درگزر فرماویں گے اگر آپ کی طرف رجوع ہو کر آپ کی فرمانبرداری اختیار کر لیا اور گذشتہ پر ندامت کے چند آنسو اگر بہا لیں یا اللہ جب آپ نے کفار و مشرکین کو بھی اپنی رحمت سے ناامید نہیں کیا تو آپ ہم کے کرم و رحم کے امیدوار کیوں نہ ہوں یا اللہ ہم کو اپنی شان غفور الرحیمی کا مورد بنا لیجئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ

ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں سو تو نے اُن کو جھٹلایا اور تو نے تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا اور آپ قیامت کے روز

الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا۔ کیا ان متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ

اور جو لوگ بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ نجات دے گا اُن کو (ذرا) تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ

غمگین ہوں گے اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع

آسمانوں اور زمین کی۔ اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے۔

بَلٰى ہاں	قَدْ جَآءَتْكَ تحقیق تیرے پاس آئیں	اٰيٰتِىْ میری آیات	فَكَذَّبْتَ تو تو نے جھٹلایا	بِهَا انہیں	وَاسْتَكْبَرْتَ اور تو نے تکبر کیا		
وَكُنْتَ اور تو تھا	مِنَ سے	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن	تَرَى تم دیکھوگے	الَّذِيْنَ كَذَبُوْا جن لوگوں نے جھوٹ بولا		
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وُجُوْهُهُمْ ان کے چہرے	مُّسْوَدَّةٌ سیاہ	اَلَيْسَ کیا نہیں	فِىْ میں	جَهَنَّمَ جہنم	مَثْوًى ٹھکانا	
لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ تکبر کرنیوالے	وَيُنَجِّى اور نجات دے گا	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وہ جنہوں نے پرہیزگاری کی	بِمَفَازَتِهِمْ ان کی کامیابی کیساتھ			
لَا يَمَسُّهُمُ نہ چھوئے گی انہیں	السُّوْٓءُ برائی	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	يَحْزَنُوْنَ غمگین ہوں گے	اَللّٰهُ اللہ	خَالِقُ پیدا کرنے والا		
كُلِّ شَىْءٍ ہر شے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر	شَىْءٍ شے	وَكِيْلٌ نگہبان	لَهٗ مَقَالِيْدُ اسکے پاس کنجیاں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں
وَالْاَرْضِ اور زمین	وَالَّذِيْنَ اور جولوگ	كَفَرُوْا منکر ہوئے	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کے	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	هُمُ وہ	الْخٰسِرُوْنَ خسارہ پانیوالے	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں جہاں کفر و شرک اور عصیان و نافرمانی پر اللہ کے غضب اور انتقام سے ڈرایا گیا تھا وہیں یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ اللہ کی رحمت سے کسی کو مایوس اور ناامید بھی نہ ہونا چاہئے وہ ہر گناہ توبہ کرنے پر بخش دیتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ فقط اس غفور الرحیم کی طرف رجوع کرنے اور اس کے احکام بجالانے کی دیر ہے لیکن یہ اس زندگی میں ہونا چاہئے ورنہ پھر آخرت میں سوائے پچھتانے اور حسرت و افسوس کرنے کے سوا کچھ نہ بنے گا اور اس وقت پچھتانا بھی بیکار ہوگا۔ قیامت کے روز تو ہر مجرم کہنے لگے گا کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کے جناب میں کی اور احکام خداوندی کی ہنسی اڑاتا رہا۔ اور دنیا میں پڑ کر اللہ کو بھول گیا۔ کوئی کہے گا کہ اللہ ہی نے دنیا میں ہمیں ہدایت نہ دی ورنہ ہم بھی متقی پرہیزگار بن جاتے۔ کوئی کہے گا کہ کسی طرح پھر میں دنیا میں واپس پہنچ جاؤں تو خوب نیک کام کروں اور اچھے لوگوں میں شامل

ہوجاؤں۔غرض کہ مجرمین اسی طرح کی حسرت وندامت اور بیکار تمنائیں کریں گے جوان کے کچھ کام نہ آئیں گی بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے ان اقوال کا رد فرمایا جائے گا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ جب گناہ گار دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کریں گے اور خدائی احکام پر نہ چلنے کی حسرت کریں گے اور خدا کے رسولوں کی بات نہ ماننے پر کڑھیں گے تو حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف سے جواب دیا جائے گا کہ اب ندامت لاحاصل ہے اور پشیمانی بے سود ہے ہدایت کا سامان تو دنیا میں پورا مل چکا تھا دنیا میں میں اپنی آیات اتار چکا تھا اپنی دلیلیں قائم کر چکا تھا۔ اپنے پیغمبروں کو نشانات اور احکام دیکر بھیجا تھا مگر تم نے تو ان کی کوئی بات ہی نہ سنی جو کچھ کہا گیا غرور اور تکبر سے جھٹلاتے رہے اور ہمارے رسولوں کے سمجھانے بجھانے کو خاطر ہی میں نہ لائے اور اپنی شرارت نفس اور خباثت سے ایمان نہ لائے اور گمراہی ہی کو اختیار کیا۔ پس تمہارا عذر بالکل باطل ہے اور اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور تم کو کوئی عذر کرنے کی اب گنجائش نہیں ہے۔

تو یہاں کفار کی اس بات کا جواب بھی ہوگیا کہ جو قیامت میں یوں بھی کہیں گے کہ دنیا میں اللہ اگر ہم کو ہدایت کر دیتا تو صالح متقی پرہیز گار نیک بندے بن جاتے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے تو دنیا میں پوری ہدایت کا سامان کر دیا تھا اپنی کتابیں بھیجیں اپنے رسول بھیجے اس لئے کوئی یہ غلط اور لغو بات نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے ہمیں دنیا میں ہدایت نہیں کی ہاں ہدایت کرنے کے بعد نیکی اور اطاعت پر اللہ نے کسی کو مجبور نہیں کیا بلکہ بندہ کو دنیا میں یہ اختیار دے دیا کہ وہ جس راستہ حق یا باطل کو اختیار کرنا چاہے اپنے ارادہ سے اس کو اختیار کرے اور یہی بندہ کا امتحان تھا۔ جس نے اپنے اختیار سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔ اور جواب دہ ہے آگے ایسے لوگوں کے کفر وشرک پر مصر رہنے اور اس سے توبہ نہ کرنے کی سزا کا حال مختصراً ذکر فرمایا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قیامت کے روز ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا خدا پر جھوٹ بولنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی وہ اس کی جانب منسوب کر دی جائے دوسری یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اسے اس کی جانب نسبت دینے سے انکار کر دیا جائے۔ تو قیامت میں ایسے لوگوں کے چہرے جنہوں نے دنیا میں اللہ پر جھوٹ بولا تھا اس کی سزا میں سیاہ ہوں گے۔ یہ چہرہ کی سیاہی آگ سے جلنے کا اثر بھی ہوسکتی ہے اور خوف ورسوائی کا نتیجہ بھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سیاہی ان کے قلوب کی ہو جو چہرہ پر منعکس ہوگئی ہو۔ تو ان کفار ومشرکین کے چہرے جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے کالے سیاہ ہوں گے اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر اور بڑائی کرنے کے وبال میں جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے جہاں بڑی ذلت کے ساتھ سخت ترین اور بدترین سزائیں بھگتیں گے۔ (اللھم انا نعوذبک من عذاب الآخرۃ)

آگے ان کفار ومشرکین اور منکرین ومتکبرین کے مقابلہ میں کفر وشرک سے توبہ کرنے والے اور ایمان واسلام لانے والے اور اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس کی فرمانبرداری کرنے والے اور اس کے احکام پر چلنے والے ان کی جزا کا مختصراً حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے ان عذابوں سے اور اس ذلت اور مار پیٹ سے بالکل بچے ہوں گے۔ کوئی برائی ان کے پاس بھی نہ پہنچے گی۔ گھبراہٹ اور پریشانی جو قیامت کے دن عام ہوگی وہ ان سے مبرا ہوں گے۔ ہر غم سے بے غم اور ہر ڈر سے بے ڈر اور ہر سزا سے بے سزا اور ہر دکھ سے بے دکھ ہوں گے۔ امن وامان کے ساتھ راحت وچین کے ساتھ خدا کی تمام نعمتیں حاصل کئے ہوئے ہوں گے۔

(اللھم اجعلنامنھم بمنک و فضلک)

آخر میں اس تمام مضمون کا خلاصہ اور لب لباب یہ فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا اور پھر پیدا کرنے کے بعد اس کی بقاء وحفاظت کا ذمہ دار بھی وہی ہوا اور زمین وآسمان کی تمام چیزوں میں تصرف واقتدار بھی اسی کو حاصل ہے کیونکہ سب خزائن کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ پھر ایسے خدا کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے چاہیئے کہ اسی کے غضب سے ڈرے اور اسی کی رحمت کا امیدوار رہے۔ اس کی باتوں سے منکر ہو کر آدمی کا کہیں ٹھکانا نہیں کیا اس سے منحرف ہو کر آدمی انجام وآخرۃ کی فلاح کی امید رکھ سکتا ہے؟ اس پر بھی جولوگ اللہ کی آیتوں کو اللہ کی توحید کو اور اللہ کے احکام کو نہیں مانتے وہ بڑے ہی گھاٹے خسارہ اور نقصان میں رہیں گے۔

قرآن پاک کا یہ جملہ کہ جولوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے تو جہاں تک اللہ کی آیتوں کا نہ ماننا کفار ومشرکین سے متعلق ہے تو وہ تو ظاہر ہے کہ وہ نہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں نہ اس کے عقائد کو مانتے ہیں نہ اس کے احکام پر چلتے ہیں نہ اس کی ہدایات کو آسمانی ہدایت اور نہ اس کے قوانین کو خداوندی قوانین تصور کرتے ہیں نہ اس کی جزاوسزا کو مانتے ہیں تو ان کے حق میں اولئک ھم الخسرون وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے بالکل ظاہر ہے مگر یہاں ہم بعض مدعیان اسلام کے ماننے کو بھی ذرا غور کرلیں۔ اسلام اور ایمان کے بعد سب سے بڑا درجہ نماز کا ہے۔ قرآن پاک میں کم وبیش ۷۰۰ جگہ نماز کا حکم ہے۔ کہیں ترہیب کے ساتھ کہیں ترغیب کے ساتھ۔ مگر آج کتنے مدعیان اسلام ہیں جو اس اہم فریضہ کا خاطر خواہ اہتمام کرتے ہیں اور اہتمام تو درکنار نماز کی اہمیت مٹانے کے لئے یہاں تک کہا گیا کہ نماز خدا کی پرستش کی رسم ہے جو ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے اور پارسیوں کے ہاں اس کا نام تک بھی یہی ہے۔ (قرآنی فیصلے صف ۲۷ ماخذ حقیقت حدیث) قرآن صاحب نصاب اور مال داروں پر زکوٰۃ فرض کرتا ہے مگر ایک طبقہ کے علامہ فرما گئے ہیں۔ ''میرے نزدیک مسلمانوں کی زکوٰۃ کا پیسہ آج ٹھکانے نہیں لگتا۔ خدا کے نزدیک کسی معنوں میں قبول نہیں۔ گناہ محض ہے حرام ہے۔ بیت المال نہیں تو زکوٰۃ نہیں (میری سخت گیریاں صف ۱۴' ۱۵ ماخذ مشرقی اور اسلام) ایک دوسرے نام نہاد محقق صاحب فرماتے ہیں آج کل زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حکومت ٹیکس وصول کر رہی ہے۔ اگر یہ حکومت اسلامی ہوگئی تو یہی ٹیکس زکوٰۃ ہو جائے گا۔ ایک طرف ٹیکس اور دوسری طرف زکوٰۃ۔ قیصر اور خدا کی غیر اسلامی تفریق ہے اور مسلمانوں جیسی مفلس قوم کو مفلوک تر بنانے کا ذریعہ۔'' قرآنی فیصلے ص ۳۷ ماخذ حقیقت حدیث) قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ ہے اس مکان کا حج کرنا جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کے سبیل کی مگر اس کے متعلق بھی کہا گیا کہ یہ بھی رسم ہے اسلامی معاشرہ کا جزو نہیں ہے (قرآنی فیصلے) اور کہا گیا کہ اب تو حج اپنے مقصد کو چھوڑ کر محض ''یاترا'' بن کر رہ گیا ہے۔ (قرآنی فیصلے ص ۶۲) نیز یہ بھی کہا گیا کہ قوم اور ملک کی اتنی کثیر رقم غیر ملک میں خرچ کرنا قومی مفاد کے خلاف ہے چنانچہ ان اسلامی ارکان کی ادائیگی پر یہاں تک کہا گیا کہ جب تک دین کی باگ مولوی کے ہاتھ میں ہے صدقات نکلتے رہیں گے۔ زکوٰۃ دی جاتی رہے گی۔ قربانیاں ہوتی رہیں گی لوگ حج بھی کرتے رہیں گے اور قوم بدستور بے گھر' بے در' بھوکی ننگی اسلام کے ماتھے پر کلنک کے ٹیکے کا موجب بنی رہے گی۔ یہ تو نمونہ قرآن کے ماننے کے آپ نے بعض مدعیان اسلام سے سن لئے۔ اب دوسری جانب محرمات کو دیکھئے۔ قرآن شراب نوشی کو حرام قرار دیتا ہے مگر کیا ہم اس لعنت کو ملک سے یکسر ختم کر سکے؟ قرآن کس سختی سے سود کی حرمت اور ممانعت کو ظاہر کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ

اوراس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کواعلان جنگ فرمادیا ہے جوسود کو نہ چھوڑیں مگر آج سودی لین دین نہ صرف کھلم کھلا ہورہا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کو جائز ترقی کا ذریعہ بتلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ سودی لین دین کو چھوڑ کر آج کی دنیا میں ترقی کیسے کی جاسکتی ہے تجارت کو فروغ کیسے ہوسکتا ہے؟ قرآن حکم دیتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے زانی اور زانیہ کو سنگسار کیا جائے یا کوڑے لگائے جائیں۔ ہم اس حکم کو کیسے قبول کرسکتے ہیں جبکہ نام نہاد مغربی مہذب حکومتیں اس کو وحشیانہ سزا قرار دیتے ہیں۔ قرآن پردہ حیا اور شرم وعفت کا حکم دیتا ہے اور کسی غیر محرم عورت کو بدنیتی سے دیکھنے تک کی اجازت نہیں دیتا مگر اس ترقی کے زمانہ میں غیر عورتوں کے ساتھ دوش بدوش بیٹھے ہوئے کیسے ترقی ہوسکتی ہے۔ الغرض آپ قرآن کے ایک ایک اوامر کو دیکھئے اور ایک ایک نواہی کو دیکھئے کہ من حیث القوم کتنے قرآنی احکام پر عمل ہورہا ہے اور اب تو نوبت بایں جارسید کہ یہ قرآن ۱۴۰۰ سال کی پرانی کتاب ہے۔ اس ترقی کے وقت میں اس پر عمل کیسے کیا جاسکتا ہے یہاں تک کہا گیا اور یہ کسی غیر مسلم کی زبان سے نہیں بلکہ اسلام کے دعویداروں ہی کی زبان سے تو یہ ہے ہمارے من حیث القوم قرآن کے ماننے کا حال اور اس پر ہم خواب دیکھیں اس رفعت وعزت کا۔ اس بلندی اور غلبہ کا اس نصرت اور تائید الٰہی کا کہ جو قرآن کے ماننے والوں کے لئے قرآن نے وعدہ کیا ہے تو سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

نوٹ:۔ واضح ہو یہ درس اب سے ٹھیک سولہ سال پہلے کا تحریر کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور احسان ہے کہ اب ملک کی فضا کچھ بدلی ہوئی ہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کی حکومت کی سطح پر مبارک کوشش اور سعی کی جارہی ہے اور اس سلسلہ میں بعض اقدام بھی ہوچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کی قسمت کو چار چاند لگنا نصیب فرمائیں اور یہاں اسلامی حکومت کے برکات وثمرات ہم کو دیکھنا نصیب فرمائیں آمین۔ (احقر مولف) ماہ اکتوبر ۱۹۸۴ء

ابھی آگے مزید شرک کی مذمت اور توحید باری تعالیٰ کے اثبات کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پر ایمان کے ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور عالم اسلام نے آج جو قرآن کی اتباع اور پیروی کے حقوق میں کوتاہی برت رکھی ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرماویں اور دنیا میں قرآنی احکام کا بول بالا فرمائیں۔ یہ قرآن جو آسمانی رحمت سرچشمہ ہدایت اور ذریعہ سعادت دارین ہے اس کی عظمت وقعت حق تعالیٰ ہمارے قلوب میں عطا فرمائیں اور اپنی اس کتاب کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ قیامت کی ذلت ورسوائی اور نقصان وخسارہ سے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں اور ہم سے اب تک جو آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر سچی توبہ کی توفیق طلب کرتے ہیں۔

یا اللہ ہمارے بگڑتے ہوئے معاشرہ کو سنبھل جانے کی توفیق وسعادت عطا فرمادے اور اسلام کو بدنام کرنے کے جرم عظیم سے ہم کو بچالے۔ یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو صحیح معنیٰ میں اسلام کا سچائی کے ساتھ پیروکار بنادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ

آپ کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو۔ اور آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہو گذرے ہیں انکی طرف بھی

مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ

یہ (بات) وحی میں بھیجی جا چکی ہے کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام (سب) غارت ہو جائے گا اور تو خسارہ میں پڑیگا۔ تو اے مخاطب بلکہ

فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ

اللہ ہی کی عبادت کرنا اور (اللہ کا شکر گذار رہنا) اور ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہئے تھی۔ حالانکہ ساری زمین اسکی مٹھی میں ہوگی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ فِي

قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے اور (قیامت کے روز) صور میں

الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ

پھونک ماری جائے گی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اُڑ جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونک ماری جاوے گی

فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ

تو دفعتاً سب کے سب کھڑے ہو جاویں گے دیکھنے لگیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جاوے گی اور نامۂ اعمال (ہر ایک کے سامنے) رکھ دیا جاوے گا

وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ

اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جاویں گے اور سب میں ٹھیک فیصلہ کیا جاوے گا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ اور ہر شخص کو

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جاویگا اور وہ سب کاموں کو خوب جانتا ہے۔

قُلْ فرمادیں	اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تو کیا اللہ کے سوا	تَاْمُرُوْٓنِّيْ تم مجھے کہتے ہو	اَعْبُدُ میں پرستش کروں	اَيُّهَا اے	الْجٰهِلُوْنَ جاہلو (جمع)	وَ اور
لَقَدْ اُوْحِيَ یقیناً وحی بھیجی گئی ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	وَاِلَى اور طرف	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	لَئِنْ البتہ اگر	
اَشْرَكْتَ تو نے شرک کیا	لَيَحْبَطَنَّ البتہ اکارت جائینگے	عَمَلُكَ تیرے عمل	وَلَتَكُوْنَنَّ اور تو ہوگا ضرور	مِنَ سے	الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانیوالے	
بَلْ بلکہ	اللّٰهَ اللہ	فَاعْبُدْ پس عبادت کرو	وَكُنْ اور ہو	مِنَ سے	الشّٰكِرِيْنَ شکرگزاروں	وَ اور
مَا قَدَرُوا انہوں نے قدرشناسی نہ کی						
اللّٰهَ اللہ	حَقَّ حق	قَدْرِهٖ اس کی قدرشناسی	وَالْاَرْضُ اور زمین	جَمِيْعًا تمام	قَبْضَتُهٗ اس کی مٹھی	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت
وَالسَّمٰوٰتُ اور تمام آسمان	مَطْوِيّٰتٌ لپٹے ہوئے	بِيَمِيْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَتَعٰلٰى اور برتر	عَمَّا اس سے جو	
يُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتے ہیں	وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونک ماری جائے گی صور میں	فَصَعِقَ تو بیہوش ہوجائے گا	مَنْ جو			

فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَنْ اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	اِلَّا سوائے	مَنْ جسے	شَآءَ اللّٰهُ چاہے اللہ	ثُمَّ پھر
نُفِخَ فِیْهِ پھونک ماری جائیگی اسمیں	اُخْرٰی دوبارہ	فَاِذَا تو فوراً	هُمْ وہ	قِیَامٌ کھڑے	یَّنْظُرُوْنَ دیکھنے لگیں گے	وَاَشْرَقَتِ اور چمک اٹھے گی
الْاَرْضُ زمین	بِنُوْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے نور سے	وَوُضِعَ اور رکھ دی جائیگی	الْكِتٰبُ کتاب	وَجِایْٓءَ اور لائے جائیں گے		
بِالنَّبِیّٖنَ نبی (جمع)	وَالشُّهَدَآءِ اور گواہ (جمع)	وَقُضِیَ اور فیصلہ کیا جائیگا	بَیْنَهُمْ انکے درمیان	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَهُمْ اور وہ ان پر	
لَا یُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کیا جائے گا	وَوُفِّیَتْ اور پورا پورا دیا جائے گا	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	مَّا عَمِلَتْ جو اس نے کیا اسکے اعمال	وَهُوَ اور وہ		
اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا یَفْعَلُوْنَ جو کچھ وہ کرتے ہیں					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید کی تائید میں یہ بتلایا گیا تھا کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر پیدا کرنے کے بعد اس کی بقاو حفاظت کا سامان بھی اسی نے کیا پھر زمین و آسمان کی تمام چیزوں میں تصرف اختیار و اقتدار بھی اسی کو حاصل ہے تو جو خدا خالق بھی ہو موجد بھی ہو حافظ بھی ہو وکیل بھی ہو اور متصرف بھی ہو تو ایسے اوصاف کمال رکھنے والا جو قیامت میں جزاوسزا کا بھی مالک ہوگا تنہا معبود حقیقی ہوسکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و مشرکین خود تو کفر و شرک میں مبتلا تھے ہی مگر ان کا حوصلہ یہاں تک بڑھا کہ نعوذ باللہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کو اپنے طریقہ پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آؤ تم ہمارے معبودوں کی پرستش کرو ہم تمہارے معبود کی پرستش کریں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ ان مشرکین سے جواب میں کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! بعد اس کے کہ توحید ہر طرح عقلاً ونقلاً ثابت ہو چکی ہے اور شرک کا رد و بطلان ہو چکا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی پرستش کی فرمائش کرتے ہو یہ تو انسان کی انتہائی نادانی حماقت و جہالت ہے کہ وہ ایک خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرے اور معاذ اللہ تم پیغمبر خدا سے یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے راستہ پر آ جائیں گے عقلی حیثیت سے دیکھا جائے کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنا باقی رکھنا اور ان میں ہر قسم کا تصرفات کرتے رہنا صرف اللہ کا کام ہے تو عبادت کا مستحق بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتا اور نقلی حیثیت سے دیکھو تو تمام خدا کے رسول پیغمبر اور تمام آسمانی ادیان توحید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں بلکہ ہر نبی کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا کہ آخرت میں مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں اور شرک کا انجام سوائے حرمان اور خسران کے کچھ نہیں ہے۔ لہذا انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک خدائے قدوس کی بندگی کرے اور اس کا شکر گزار اور وفادار بندہ بنے۔ اس کی عظمت و جلال کو سمجھے۔ عاجز اور حقیر مخلوق کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے اس کو اسی طرح بزرگ و برتر مانے جیسا وہ واقع میں ہے۔ مشرکین نے تو اس کی عظمت وجلال اور بزرگی و برتری کو سمجھا ہی نہیں اور انہوں نے اللہ کو جیسا چاہئے پہچانا ہی نہیں۔ ورنہ اللہ کے سامنے کسی کی کیا ہستی ہے جو کسی کو کچھ دے سکے یا کسی سے کچھ چھین سکے۔ اس خداوند قدوس کی عظمت و بڑائی کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن کل زمین اس کی ایک مٹھی میں اور سارے آسمان کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہوں گے۔ بھلا اس سے ان مشرکوں کے گھڑے ہوئے معبودوں کو کیا نسبت۔ وہ ان مشرکین کے ہر طرح کے شرک سے پاک و برتر ہے۔

یہاں آیت میں الفاظ قبضتہ یعنی مٹھی اور یمین یعنی داہنے ہاتھ کا استعمال جو حق تعالیٰ کے لئے ہوا ہے تو معتزلہ اس کے یہ

معنی لیتے ہیں کہ قبضہ سے مراد تصرف ہے نہ کہ مٹھی میں ہونا اور داہنے ہاتھ میں آسمانوں کے لپیٹنے سے مراد اس کی قدرت میں ہونا ہے لیکن اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ یمین وغیرہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں جن پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے کہ ان کی حقیقت وہی جانتا ہے اور اس کی ذات کے لائق جو قبضہ اور یمین ہے اس کو ہم اس عقل سے نہیں سمجھ سکتے۔

گذشتہ آیات میں چونکہ قیامت کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے کچھ قیامت کا احوال بیان کیا جاتا ہے کہ قیامت کے روز جب صور میں پھونک ماری جاوے گی سو تمام آسمان و زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اکثر علمائے محققین کے نزدیک نفخ صور دو مرتبہ ہوگا پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے پھر زندہ تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جاوے گی مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے وہ اس بیہوشی اور موت سے محفوظ رہے گا۔ اب یہ کون ہوں گے۔ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت حضرت عزرائیل مراد لئے ہیں۔ بعض نے ان کے ساتھ ملائکہ حملۃ العرش کو بھی شامل کیا ہے۔ بعض کے نزدیک انبیاء و شہداء مراد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب بہر حال یہ استثنا پہلے نفخہ صور کے وقت ہوگا اس کے بعد ممکن ہے کہ ان پر بھی فنا طاری کر دی جائے۔ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو مردوں کی ارواح اپنے بدنوں کی طرف واپس آ جائیں گی اور بے ہوشوں کو افاقہ ہوگا اس وقت محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے۔ پھر خداوند قدوس کی پیشی میں حاضر کئے جاویں گے۔ پھر جب حق تعالیٰ حساب کے لئے زمین پر اپنی شان کے مناسب نزول اجلال فرمائیں گے اس وقت حق تعالیٰ کی تجلی اور نور سے محشر کی زمین چمک اٹھے گی۔ حساب کا دفتر کھلے گا سب کے اعمال سامنے رکھ دیئے جاویں گے انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار الٰہی میں حاضر ہوں گے اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا۔ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی جس کا جتنا اچھا یا برا عمل ہے سب خدا کے علم میں ہے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔

اب آگے کس کو کیا جزا یا سزا دی جائے گی اس کا بیان فرمایا گیا ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے خفی و جلی شرک سے بچا کر توحید پر قائم رکھیں اور اپنے عبادت گزار اور شکر گزار بندوں میں شامل فرماویں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں سے ہمیں محفوظ و مامون فرماویں اور ہمارے حساب کتاب کو آسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ٹوٹے پھوٹے اعمال کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیں اور ہماری خطاؤں اور گناہوں کو اپنے کرم سے بخش دیں۔ اور نجات و مغفرت سے ہم سب کو نواز دیں۔ یا اللہ اب ہم مشرکین کی کیا شکایت کریں جنہوں نے آپ کی عظمت، جلال، بزرگی و برتری کو نہ سمجھا اور نہ جانا اب تو امت مسلمہ کے اکثر افراد کا رونا ہے کہ جنہوں نے آپ کی عظمت کا حق بھلا رکھا ہے اور آپ کے احکام کے خلاف زندگی گزار رہے ہیں اور آپ کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! میدان حشر میں آپ کے سامنے حاضری کا خوف ان کے دلوں میں ایسا ڈال دے کہ یہ ہر نافرمانی سے رک جائیں اور آپ کی سچی اطاعت میں لگ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ

اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جاویں گے۔ یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جاویں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ (فرشتے)

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ

کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔

هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۱ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ

کافر کہیں گے کہ ہاں لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا۔ (پھر ان سے) کہا جاوے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۷۲

ہمیشہ اس میں رہا کرو غرض (خدا کے احکام سے) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

وَسِيْقَ اور ہانکے جائیں گے	اَلَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا (کافر)	اِلٰى طرف	جَهَنَّمَ جہنم	زُمَرًا گروہ در گروہ
حَتّٰٓى اِذَا یہاں تک کہ جب	جَآءُوْهَا وہ آئیں گے وہاں	فُتِحَتْ کھول دیئے جائیں گے	اَبْوَابُهَا اسکے دروازے	وَقَالَ اور کہیں گے	
لَهُمْ ان سے	خَزَنَتُهَا اس کے محافظ	اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس	رُسُلٌ رسول (جمع)	مِنْكُمْ تم میں سے	يَتْلُوْنَ وہ پڑھتے تھے
عَلَيْكُمْ تم پر	اٰيٰتِ رَبِّكُمْ تمہارے رب کی آیتیں (احکام)	وَيُنْذِرُوْنَكُمْ اور تمہیں ڈراتے تھے	لِقَآءَ ملاقات	يَوْمِكُمْ تمہارا دن	هٰذَا یہ
قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰى ہاں	وَلٰكِنْ اور لیکن	حَقَّتْ پورا ہوگیا	كَلِمَةُ حکم	اَلْعَذَابِ عذاب
عَلٰى پر	اَلْكٰفِرِيْنَ کافروں	قِيْلَ کہا جائیگا			
اُدْخُلُوْا تم داخل ہو	اَبْوَابَ دروازے	جَهَنَّمَ جہنم	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے کو	فِيْهَا اس میں	فَبِئْسَ سو برا ہے
مَثْوٰى ٹھکانا	اَلْمُتَكَبِّرِيْنَ تکبر کرنے والے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں احوال قیامت کے سلسلہ میں میدان حشر کا نقشہ کھینچا گیا تھا کہ جب صور میں پہلی بار پھونک ماری جائے گی تو اس کی ہیبت ناک آواز سے زمین اور آسمان میں جتنے جاندار ہیں سب کے ہوش اڑ جائیں گے اور اس صور کے اثر سے کوئی نہ بچے گا مگر وہی جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بچالیں پھر ایک عرصہ کے بعد جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے دوسری بار صور پھونکا جاوے گا تو سب مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر میدان حشر میں اللہ رب العزت کا جلوہ ظاہر ہوگا اور ساری زمین اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور سب کے اعمال ناموں کا دفتر سامنے رکھ دیا جائے گا اور ہر ایک کے عملوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ اور اجر دیا جائے گا جو جس نے اس دنیا میں کیا ہوگا اس کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کے عمل کا ذرہ ذرہ پتہ ہے اور ہر ایک کا پورا پورا حال اس پر ظاہر ہے اس لئے ہر ایک کا پورا پورا حساب چکا دیا جائے گا جو جس جگہ کے لائق ہوگا وہاں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ ان آیات اور اگلی آیات میں حساب کتاب کے بعد جو فیصلہ کا نتیجہ نکلے گا وہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ جہنمی جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے اور جنتی جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

ان آیات میں پہلے بدنصیب منکرین حق کا انجام بیان ہو رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح رسوائی اور ذلت

سے ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکیوں کے ساتھ جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ قرآن پاک کی بعض دوسری آیات میں ہے کہ اس وقت یہ جہنمی پیاسے بھی ہوں گے اور وہ اندھے بہرے اور گونگے بھی ہوں گے۔ اور بہتوں کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ پھر ان کافروں میں سینکڑوں گروہ ہوں گے چونکہ کفر کے اقسام اور مراتب بہت ہیں ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروہ الگ الگ کر دیا جائے گا مثلاً بت پرستوں کا ایک گروہ ستارہ پرستوں کا ایک گروہ چاند و سورج کو پوجنے والوں کا ایک گروہ منافقوں کا ایک گروہ وغیرہ وغیرہ۔ پھر جس طرح دنیا میں جیل خانہ کا پھاٹک کھلا نہیں رہتا جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے پھاٹک کھول کر داخل کرتے اور پھر بند کر دیتے ہیں ایسے ہی وہاں جس وقت دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے دروازہ کھول کر اس میں دھکیل دیا جائے گا اور اس کے بعد پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو فرشتے دوزخ کے محافظ اور نگران ہیں جن کے سردار کا نام مالک ہوگا وہ ان دوزخیوں سے بطور ملامت اور ان کو شرمندہ کرنے کے لئے اور ندامت بڑھانے کے لئے بطور زجر توبیخ کے کہیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تمہارے پاس نہیں پہنچے تھے جو تم ہی سے تھے اور تمہاری ہی جنس کے تھے۔ جن سے تم سوال جواب کر سکتے تھے ان کی صحبت میں بیٹھ سکتے تھے انہوں نے خدائے تعالیٰ کی آیتیں تمہیں پڑھ پڑھ کر سنائیں اپنے لائے ہوئے سچے دین پر دلیلیں قائم کر دیں۔ تمہیں اس دن کی برائیوں سے آگاہ کر دیا۔ آج کے عذابوں سے ڈرا دیا تو پھر تم نے ان کی بات کیوں نہیں مانی۔ کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ تمہارا ایک رب ہے جو ظاہر و باطن تمہاری پرورش کرتا ہے کیا اس رب کے کھلے ہوئے احکام پیغمبروں نے تمہیں نہیں پہنچائے اور کیا تم کو نہیں ڈرایا کہ قیامت کا دن پیش آنے والا ہے جس میں اچھے برے کی جزا سزا ملے گی۔ وہ دوزخی انتہائی حسرت اور افسوس کے ساتھ جواب دیں گے کہ پیغمبر کیوں نہیں آئے ضرور آئے ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں اور آج کے دن سے بھی ڈرایا لیکن ہماری بدبختی اور نالائقی کہ ہم نے ان کا کہنا نہ مانا۔ ہم غفلت اور جہالت میں پڑے رہے اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے رہے اللہ کے رسولوں کی بات نہ سنی اور ان کی نصیحت کو اس کان سنا تو اس کان اڑا دیا آخر خدا کی اٹل تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم پر ثابت ہو کر رہا۔ کافروں کے لئے جو سزا اللہ نے مقرر کی تھی اس کے حق دار ہوئے اور وہ سزا بھگتنے کے لئے یہاں بھیج دیئے گئے۔ اس پر ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم نے شیخی اور غرور میں آ کر اللہ کی بات نہ مانی اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہو اور اس کا مزہ چکھتے رہو۔ یہیں جلتے اور بھنتے رہنا۔ نہ یہاں سے کسی طرح کسی وقت چھٹکارا ملے نہ تمہیں موت ہی آئے گی۔ یہ کیا برا ٹھکانہ ہے کہ دن رات تمہیں جلنا ہی جلنا ہے اور یہ تمہارے تکبر کا اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ ہے جس نے تمہیں ایسی بری جگہ پہنچایا اور یہیں کا کر دیا۔ اے اللہ آپ ہمیں عذاب جہنم سے ہر طرح اور بالکلیہ اپنی رحمت سے بچائیے گا۔

یہاں آیت میں ابواب جہنم جو فرمایا گیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کے دروازے مقرر ہیں اور باضابطہ ان دروازوں ہی سے جہنم کے اندر داخلہ ہوگا۔ اب جہنم کیا ہے؟ کہاں ہے؟ اس کے کتنے طبقات ہیں؟ اس میں کس قسم کے عذاب دکھ اور آزار ہیں؟ تو اس کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے کہ غیب اور عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلم اور مومن نہیں ہو سکتا ان ہی میں

سے جہنم اور جنت بھی ہے مگر ہم اس دنیا میں اس عقل کے ساتھ دوزخ یا جنت کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے ۔بس اس پر قرآن وحدیث کے فرمان کے مطابق عقل سے بالاتر قلبی ایمان رکھنا ضروری ہے اور جو کچھ قرآن وحدیث میں جہنم یا جنت کے متعلق فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے اس کا مقصد یہ نہیں کہ جو کچھ وہاں پیش آنے والا ہے اس کو ہم یہاں پوری طرح سمجھ لیں جان لیں اور وہاں کے حالات کا صحیح اور اصل نقشہ ہمارے سامنے آ جائے بلکہ اس بیان کا اصل مقصد تبشیر اور انذار ہے یعنی جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف دلا کر اللہ کی رضا والی اور دوزخ سے بچا کر جنت پہنچانے والی زندگی پر اللہ کے بندوں کا آمادہ کرنا اور ایسی احادیث اور آیات قرآنی کا حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی کیفیتیں پیدا ہوں ۔ اسی حصول مقصد کے لئے قرآن اور حدیث میں جو جہنم کے متعلق بتلایا گیا ہے اس کو مختصراً یہاں بیان کیا جاتا ہے اور اس کو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ کی کتاب قیامت نامہ جو اصل میں فارسی میں ہے اور جس کے مضامین کی بنیاد آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث پر ہے اس کا ترجمہ عرض کیا جاتا ہے لکھا ہے کہ دوزخ کی آگ یہاں دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ گرم ہے۔اس کا رنگ شروع میں سفید تھا پھر ہزار برس بعد سرخ ہو گیا اب سیاہ ہے اس کے سات طبقے ہیں جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے اول طبقہ گنہگار مسلمانوں اور ان کفار کے لئے ہے جو باوجود شرک کے پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے۔ دوسرے طبقات مشرکین آتش پرست دہریئے یہود نصاریٰ منافقین وغیرہ کے لئے مقرر ہیں۔ان طبقوں کے نام جو قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہیں یہ ہیں ۔ پہلا جحیم' دوسرا جہنم' تیسرا سعیر' چوتھا سقر' پانچواں لظی' چھٹا ہاویہ' ساتواں حطمہ۔ ان طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت وسعت قسم قسم کے عذاب اور رنگ برنگ کے مکانات ہیں مثلاً ایک مکان ہے جس کا نام غی ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز ۴۰۰ مرتبہ پناہ مانگتی ہے ایک اور مکان ہے جس میں بے انتہا سردی ہے جس کو زمہریر کہتے ہیں ایک مکان ہے جس کو جب الحزن کہتے ہیں یعنی غم کا کنواں اور ایک کنواں ہے جس کو طینۃ الخبال یعنی لہو اور پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں اس کی بلندی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے جس پر کفار کو چڑھا کر دوزخ کی تہہ میں پھینکا جائے گا۔ایک تالاب ہے جس کا نام حمیم ہے جس کا پانی اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا لب سوج کر سینہ اور ناف تک پہنچے گا زبان جل جائے گی اور منہ تنگ ہو جائے گا۔ حلق سے نیچے اترتے ہی معدہ اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا۔ ایک اور تالاب ہے جس کو غساق کہتے ہیں اس میں کفاروں کا پسینہ پیپ اور لہو بہہ کر جمع ہو گا۔ ایک چشمہ ہے جس کا نام غسلین ہے اس میں کفاروں کا میل کچیل جمع ہو گا یہ جہنمیوں کو کھانے اور پینے کو ملے گا۔ اہل دوزخ کے جسم بہت لمبے چوڑے بنا دیئے جائیں گے تا کہ سختی عذاب زیادہ ہو اور ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائے جائیں گے۔ مثلاً جلانا' کچلنا' سانپ اور بچھوؤں کا کاٹنا' کانٹوں کا چبھونا' کھال کا چیرنا' مکھیوں کو زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ بسبب شدت گرمی کے پہنچتے ہی ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے یہاں تک کہ ایک گھڑی میں ۷۰۰ جسم بدلتے رہیں گے۔ مگر جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے صرف گوشت

اور پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا۔ غم اور حسرت ناامیدی وغیرہ کی تکالیف علٰیحدہ برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھال ۴۲' ۴۲ گز موٹی ہوگی۔ دانت پہاڑوں کی مانند بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت گھیریں گے۔ دیگر عذابوں کے علاوہ بھوک کا عذاب اس قدر سخت کر دیا جائے گا کہ جو تمام عذابوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔ جب نہایت بے چین اور بے قرار ہو کر غذا طلب کریں گے تو درخت زقوم کے پھل جو نہایت تلخ خاردار اور سخت ہے اور جو جحیم کی تہہ میں پیدا ہوتا ہے ان کو کھانے کو دیا جائے گا۔ جب اس کو کھانا شروع کریں گے تو گلے میں پھنس جائے گا لہذا طالب آب ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ جحیم میں سے پانی پلادو۔ پانی کے منہ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر سوج جائیں گے۔ زبان سکڑ جائے گی حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔ اس حالت سے بے قرار ہو کر داروغہ جہنم جن کا نام مالک ہے کے سامنے آہ و زاری کریں گے کہ ہم کو تو مار ڈال تاکہ ان مصائب سے نجات پا لیں۔ ہزار سال کے بعد وہ جواب دیں گے کہ تم تو ہمیشہ اسی میں رہو گے پھر ہزار سال کے بعد خداوند کریم سے دعا کریں گے کہ اے خدا قدوس ہماری جان لے لے اور اس عذاب سے نجات دے دے۔ ہزار سال کے بعد بارگاہ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا کہ خبردار خاموش رہو۔ ہم سے استدعا نہ کرو۔ تم کو یہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ **اللّٰھم انا نعوذبک من غضبک والنار** یہ مختصر سا کچھ حال ہے جو قرآن و حدیث سے دوزخ کے بارے میں بتلایا گیا ہے۔ اب ان جہنمیوں کے مقابلہ میں اگلی آیات میں مومنین و متقین کا جنت میں داخل ہونے کا حال ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں خاتمہ کی آیات میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو نارِ جہنم سے بچاویں اور میدان حشر کی ذلت و رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں اور اپنے غضب اور ناراضگی سے مامون و محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اس دنیا میں فکر آخرت نصیب فرمایئے اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ ربنآ اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الأخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

اور جولوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ ہوکر جنت کی طرف روانہ کئے جاویں گے یہاں تک کہ جب اُس کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا

اور وہاں کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزہ میں رہو سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ۔ اور (داخل ہوکر) کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے

وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۷۴﴾

اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنادیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں غرض (نیک) عمل کرنے کا اچھا بدلہ ہے

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوں گے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جائے گا

بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۵﴾

اور کہا جاوے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

وَسِيقَ ہانکا (لیجایا)	جائے گا	الَّذِينَ وہ لوگ جو	اتَّقَوْا وہ ڈرے	رَبَّهُمْ اپنا رب	إِلَى الْجَنَّةِ جنت کی طرف	زُمَرًا گروہ در گروہ	
حَتَّى یہاںتک کہ	إِذَا جب	جَاءُوهَا وہ وہاں آئینگے	وَفُتِحَتْ اور کھول دیئے جائیں گے	أَبْوَابُهَا اس کے دروازے	وَقَالَ اور کہیں گے		
لَهُمْ ان سے	خَزَنَتُهَا اس کے محافظ	سَلَامٌ سلام	عَلَيْكُمْ تم پر	طِبْتُمْ تم اچھے رہے	فَادْخُلُوهَا سو اس میں داخل ہو	خَالِدِينَ ہمیشہ رہنے کو	
وَقَالُوا اور وہ کہیں گے	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلَّهِ اللہ کیلئے	الَّذِي وہ جس نے	صَدَقَنَا ہم سے سچا کیا	وَعْدَهُ اپنا وعدہ	وَأَوْرَثَنَا اور ہمیں وارث بنایا	
الْأَرْضَ زمین	نَتَبَوَّأُ ہم مقام کرلیں	مِنَ سے	الْجَنَّةِ جنت	حَيْثُ جہاں	نَشَاءُ ہم چاہیں	فَنِعْمَ سو کیا ہی اچھا	أَجْرُ اجر
الْعَامِلِينَ عمل کرنے والے	وَتَرَى اور آپ دیکھیں گے	الْمَلَائِكَةَ فرشتے	حَافِّينَ حلقہ باندھے	مِنْ سے	حَوْلِ الْعَرْشِ عرش کے گرد		
يُسَبِّحُونَ پاکیزگی بیان کرتے ہوئے	بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَقُضِيَ اور فیصلہ کردیا جائیگا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان			
بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَقِيلَ اور کہا جائے گا	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلَّهِ اللہ کیلئے	رَبِّ پروردگار	الْعَالَمِينَ سارے جہان (جمع)		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار و منکرین حق اور بدبختوں کا انجام بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ جانوروں کی طرح گروہ در گروہ رسوائی اور ذلت سے جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے اور پھر عذابوں سے بھری ہوئی جہنم میں داخل کردیا جائے گا اور ساتھ ہی کہہ دیا جائے گا کہ اب اس جہنم میں ہمیشہ کے لئے جلتے رہو اور یہ برا ٹھکانہ تم کو تمہارے تکبر اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ ہے۔ اب ان کے مقابل یہاں خاتمہ کی آیات میں سعادت مند مومنین و متقین کا حال اور ان کا انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے ماننے والے اور اس کے فرمانبردار بندے جو دنیا میں اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے اور ڈر کر برے کاموں اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے تھے ان کی بھی ایمان اور عمل کے درجوں کے لحاظ سے جماعتیں بن جائیں گی۔ مفسرین نے ان مومنین کی جماعتوں کی مختلف صورتیں لکھی ہیں۔ مثلاً مقربین خاص کی جماعت پھر ابرار کی جماعت پھر ان سے کم درجہ والوں کی جماعت پھر ان سے کم درجہ والوں کی یا مثلاً کثرت سے نفلی نماز پڑھنے والوں کی

جماعت علیحدہ ہوگی اور اسی طرح کثرت سے نفلی روزہ داروں کی علیحدہ اور نفلی صدقہ دینے والوں کی علیحدہ مجاہدین کی علیحدہ۔ سخاوت کرنے والوں کی علیحدہ یا مثلاً انبیاء کے گروہ میں انبیاء صدیقوں کے گروہ میں صدیق شہیدوں کے گروہ میں شہید مقربین کے ساتھ مقربین۔ ابرار کے ساتھ ابرار۔ الغرض ہر درجہ کے مؤمنین متقین کی جماعت علیحدہ ہوگی اور ان سب جماعتوں کو نہایت شوق دلا کر جلدی جلدی عمدہ سواریوں پر اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ احادیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سب سے پہلے جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا وہ میں ہوں گا حضرت انسؓ کی دوسری روایت میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھلواؤں گا خازن جنت پوچھے گا کہ آپ کون ہیں میں جواب دوں گا محمدؐ دربان کہے گا بہت خوب مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ جنت میں ان کو نہ تھوکنے کی ضرورت ہوگی نہ ناک کی ریزش نہ بول براز اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ان کے قد اونچائی میں ۶۰ ہاتھ ہوں گے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے جنت میں جس گروہ کا داخلہ سب سے پہلے ہوگا وہ تعداد میں ۷۰ ہزار ہوگا اور ان کے چہرے بدر کی طرح چمکتے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہؓ بن محصن اسدی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی اس کو بھی انہیں میں شامل فرمادے۔ اس کے بعد ایک انصاری نے کھڑے ہو کر یہی درخواست کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔

الغرض یہ جماعتیں جنت کے پاس پہنچیں گی تو جس طرح مہمانوں کے لئے ان کی آمد سے پہلے گھر کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے اسی طرح جنتی وہاں پہنچ کر جنت کے دروازے کھلے پائیں گے اور فرشتے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ کلمات سلام و ثنا وغیرہ سے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ تم پاکیزہ لوگ ہو۔ تم گناہوں کی گندگی سے بچتے رہے اور اللہ عزوجل کے خوف سے برے کاموں کو چھوڑ کر اور صاف ستھری زندگی دنیا میں بسر کی۔ اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کے بجالانے میں دل و جان سے لگے رہے آج تمہارے لئے جنت ہے اس کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہو۔

یہاں آیت میں فتحت ابوابھا فرمایا یعنی اس کے دروازے کھلے ہوئے پائیں گے ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور حضرت عمرؓ فاروق سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر کہے **اشھد ان لآ الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد اعبدہ و رسولہ** تو اس کا مرتبہ یہ ہوگا کہ جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔ یعنی اجازت ہر دروازہ سے جانے کی ہوگی اگرچہ بطور اعزاز خاص خاص دروازوں سے اس کو دعوت دی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث میں روایت ہے کہ جنت کے دروازے بہت ہیں۔ نمازی کو باب الصلوٰۃ سے، خیرات کرنے والے کو باب الصدقہ سے مجاہدین کو باب الجہاد سے اور روزہ داروں کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یوں تو کسی کا زور نہیں جس دروازہ سے بلوالیا جائے لیکن کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جس کو سب دروازوں سے بلایا جائے۔ فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔ ابو داؤد کی ا

29 ایک صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا (یہ واقعہ شب معراج کا ہے) اور مجھ کو جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت کے اندر داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا کہ اس دروازہ کو دیکھ لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر آگاہ ہو کہ میری امت میں سے سب سے پہلے شخص تم ہوگے جو جنت میں داخل ہوگے۔

الغرض جنت کے نگران فرشتے جنتیوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے بشارت دیں گے کہ تم اس شان سے جنت میں داخل ہو کہ وہاں تمہارا قیام دوامی ہوگا۔ یعنی نہ کبھی وہاں سے نکالے جاؤ گے اور نہ کبھی وہاں رہتے رہتے تمہارا دل اکتائے گا۔ جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آرام وسکون اور راحت کی فضا انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی۔ تو وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بے ساختہ ان کے منہ سے نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ اس نے جو وعدے دنیا میں ہم سے اپنے انبیاء کی معرفت کئے تھے وہ سب پورے کر دیئے اور ہمیں اس سرزمین جنت کا مالک بنا دیا کہ جہاں جی چاہے آئیں جائیں رہیں سہیں اس کی راہ میں محنت کرنے والوں کا صلہ کیسا اچھا ہے۔ **فنعم اجر العاملین** سو کیا خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس جملہ کو اہل جنت کی حمد و ثنا کا اخیر قرار دیا ہے یعنی اللہ نے ہمارے عمل کی قدر دانی فرمائی۔ ان کو قبول فرما کر اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ اس کا شکر ہے کہ عمل کرنے والوں کا اجر کیسا اچھا ہے۔ مگر بعض علمائے مفسرین نے اس فقرہ کو اللہ تعالیٰ کا کلام قرار دیا ہے یعنی جنتیوں کی حمد و ثنا کے بعد یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ ہم نے جو کچھ مومنوں کو دیا وہ ان کی نیکوکاری کا نتیجہ ہے۔ کام کرنے والوں کی مزدوری اور اجر بہت اچھا دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ مومنوں کو جنت میں ان کے مقام پر اور کافروں کو جہنم میں ان کی جگہ بھیج دیا جائے گا اور جزا سزا کا معاملہ ختم ہو جائے گا۔ تو سورۃ کی آخری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان جبروتی اور پرجلال ہیبت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جب حق تعالیٰ حساب کتاب کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے اس وقت فرشتے عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا جس پر ہر طرف سے جوش وخروش کے ساتھ **الحمد للہ رب العالمین** کا نعرہ بلند ہوگا یعنی ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہیں جو تمام عالم کے پروردگار ہیں اور جس نے سارے جہان کا فیصلہ ایسا عمدہ اپنی قدرت سے فرمایا۔

اب یہاں چونکہ جنت کا ذکر آ گیا ہے اس لئے جنت کا کچھ احوال حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلویؒ کے قیامت نامہ سے جو صحیح احادیث اور آیات قرآنیہ پر مبنی ہے نقل کیا جاتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "حاصل کلام جب تمام اہل جنت اپنے اپنے مقاموں پر برقرار ہو جائیں گے تو ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے کہیں گے کہ فلاں جہنمی ہم سے حق باتوں میں جھگڑتا تھا۔ نہ معلوم اب وہ کس حالت میں ہے پس ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور بینائی میں قوت عطا کی جائے گی کہ جس سے وہ دوزخی کو دیکھ لیں گے۔ دوزخی بہت آہ وزاری کر کے جنت کے کھانے اور پانی کو طلب کرے گا لیکن یہ جواب دیں گے کہ جنت کی نعمتوں کو خدا نے تم پر حرام کر دیا ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو کیونکر تم نے سچا پایا۔ ہم نے تو تمام وعدوں کو بے کم و کاست بجا اور درست پایا۔ وہ نہایت ہی پشیمانی اور عاجزی ظاہر کرے گا اس کے بعد اہل جنت کھڑکی بند کر لیں گے پھر اہل جنت اپنے اہل وعیال کی حالت دریافت کریں گے فرشتے جواب دیں

گے کہ وہ سب حسب اعمال جنت میں اپنے اپنے مکانوں میں موجود ہیں۔ اہل جنت کہیں گے کہ ہم کو بغیر ان کے کچھ لطف نہیں آتا۔ ان کو ہم تک پہنچاؤ۔ ملائکہ جواب دیں گے کہ یہاں ہر شخص اپنے عمل کے موافق رہ سکتا ہے۔ اس سے تجاوز کا حکم نہیں۔ پس وہ خدائے قدوس کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ خداوندا تجھ پر روشن ہے کہ ہم جب تک دنیا میں تھے تو کسب معاش کرتے تھے اور اس سے اپنے اہل وعیال کی پرورش ہوتی تھی اور وہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوتے تھے۔ اب جب آپ نے بلا مشقت ایسی ایسی نعمت عطا فرمائیں تو ہم ان کو کیونکر محروم کر سکتے ہیں۔ امیدوار ہیں کہ ہم کو ان سے ملا دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ ان کی اولادوں کو ان تک پہنچا دو اور ان کو عیش وآرام کے سامان بھی ساتھ ہی پہنچا دو۔ پس اہل وعیال کو ان سے ملا دیا جائے گا اور ان کو اصلی اعمال کی جزا کے علاوہ والدین کے طفیل سے بہت کچھ عطا ہوگا۔ اندرون جنت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درجات عالیہ کے لئے شفاعت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور لوگ جتنی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہوں گے اتنے ہی مراتب اپنے استحقاق سے زیادہ حاصل کریں گے جب تمام لوگ جنت و دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان منادی ہوگی کہ اے اہل جنت! جنت کے کناروں پر آ جاؤ۔ اور اہل دوزخ دوزخ کے کناروں پر آ جاؤ۔ اہل جنت کہیں گے ہم کو تو ابدالآباد کا وعدہ دلا کر جنت میں داخل کیا ہے اب کیوں طلب کرتے ہو اور اہل دوزخ نہایت خوش ہو کر کناروں کی طرف دوڑیں گے اور سمجھیں گے شاید ہماری مغفرت کا حکم ہوگا۔ پس جس وقت سب کناروں پر آ جائیں گے تو ان کے مابین موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں حاضر کر دیا جائے گا اور لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس کو پہچانتے ہو سب کہیں گے کہ ہاں جانتے ہیں کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے موت کا پیالہ نہ پیا ہو اس کے بعد اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ اسکو حضرت یحییٰ علیہ السلام ذبح کریں گے پھر وہ منادی آواز دے گا اے اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں اور اے اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں۔ اہل جنت اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ شادی مرگ ہو جاتی اور اہل دوزخ اس قدر رنجیدہ ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ غم کے مارے مر جاتے اس کے بعد حکم ہوگا کہ دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے اس کے پیچھے بڑے بڑے آتشی شہتیر بطور پشتیبان لگا دو تا کہ دوزخیوں کو نکلنے کا خیال بھی نہ رہے اور اہل جنت کو جنت میں ابدالآباد تک رہنے کا یقین واطمینان ہو جائے۔

جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک و زعفران کے گارے سے بنی ہوئی ہیں۔ اس کی سڑکیں اور پٹڑیاں زمرد یاقوت اور بلور سے۔ اس کے درختوں کی چھالیں سونے اور چاندی کی ہیں۔ شاخیں بے خار و بے خزاں اس کے میووں میں گونا گوں لذتیں ہیں۔ ان کے نیچے ایسی نہریں ہیں جن کے کنارے پاکیزہ جواہرات سے مرصع ہیں۔ ان نہروں کی چار قسمیں ہیں ایک وہ کہ جن کا پانی نہایت شیریں اور خنک ہے دوسری وہ جو ایسے دودھ سے لبریز ہیں جن کا مزہ نہیں بگڑتا۔ تیسری ایسی شراب کی ہیں جو نہایت فرحت افزا اور خوش رنگ ہے چوتھی نہایت صاف وشفاف شہد کی ہیں۔ علاوہ ان کے تین قسم کے چشمہ ہیں ایک کا نام کافور ہے جس کی خاصیت خنکی ہے دوسری کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چائے وقہوہ تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اصحاب یمین کو بھی جو ان سے کمتر ہیں ان میں سے سربمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے تھوڑا

تھوڑا املا کر پیا کریں گے۔ اور دیدار الٰہی کے وقت ایک اور چیز عنایت ہوگی جس کا نام شراب طہور ہے جو ان تمام مشروبات سے افضل و اعلیٰ ہے جنت کے درخت باوجود نہایت بلند و بزرگ و سایہ دار ہونے کے اس قدر باشعور ہیں کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ نیچے کو اس قدر جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کرے گا۔ جنت کے فرش و فروش و لباس وغیرہ نہایت عمدہ و پاکیزہ ہیں اور ہر شخص کو وہی لباس عطا کئے جائیں گے جو اس کو مرغوب ہوں گے اور بعض ان میں سے ایسے نازک و باریک ہوں گے کہ ستر تہوں میں سے بھی بدن نظر آئے گا۔ جنت میں نہ سردی ہے نہ گرمی۔ نہ آفتاب کی شعاعیں نہ تاریکی بلکہ ایسی حالت ہے جیسے طلوع آفتاب سے کچھ پیشتر ہوتی ہے مگر روشنی میں ہزار ہا درجے اس سے برتر ہوگی جو عرش کے نور کی ہوگی نہ کہ چاند سورج کی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر وہاں کا لباس اور زیور زمین پر لایا جائے تو وہ اپنی چمک دمک سے جہان کو اس قدر روشن کردے گا کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند ہو جائے گی۔ جنت میں ظاہری کثافت و غلاظت یعنی پیشاب پاخانہ' حدث' تھوک' بلغم' ناک کا رینٹ' پسینہ' بدن کا میل کچیل وغیرہ بالکل نہ ہوں گے۔ صرف سر پر بال ہوں گے اور داڑھی مونچھ اور دیگر قسم کے بال جو جوانی میں پیدا ہوتے ہیں بالکل نہ ہوں گے اور نہ کوئی بیماری ہوگی اور باطنی کثافتوں یعنی کینہ' بغض' حسد' تکبر' عیب جوئی' غیبت وغیرہ سے دل صاف ہوں گے۔ سونے کی حاجت نہ ہوگی اور خلوت اور استراحت کے لئے پردہ والے مکان ہوں گے ملاقات اور ترتیب مجلس کے وقت صحن اور میدانوں میں میلان کریں گے۔ جنتیوں کی غذاؤں کا فضلہ خوشبودار ڈکاروں سے دفع ہوا کرے گا۔ جس قدر کھائیں گے فوراً ہضم ہو جایا کرے گا۔ بدہضمی اور گرانی شکم کا نام تک نہ ہوگا۔ سیر و تفریح کے واسطے سواریاں اور تخت ہوں گے جو ایک گھنٹہ میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرتے ہوں گے۔ جنت میں ایسے ایسے قبے برج اور بنگلے ہوں گے جو ایک ہی یاقوت یا موتی یا زمرد یا دیگر جواہرات سے رنگ برنگ بنے ہوں گے۔ اہل جنت کی خدمت و راحت آسائش و آرام کے لئے حور و غلمان و ازواج موجود ہوں گے۔ جنت آٹھ ہیں جن میں سے سات تو سکونت کے لئے مخصوص ہیں اور آٹھویں دیدار الٰہی کیلئے۔ جنتوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ جنت الماویٰ۔ دار المقام۔ دار السلام۔ دار الخلد۔ جنت النعیم۔ جنت العدن۔ جنت الفردوس' یہ جنت الفردوس تمام جنتوں سے برتر و اعلیٰ ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ادنیٰ اہل جنت کی ملک حشم و خدم اسباب لذت و راحت وغیرہ وغیرہ ۸۰ سال کی مسافت کے برابر پھیلاؤ میں ہوں گے اور جنت کے بعض بڑے بڑے میوے ایسے ہوں گے کہ جس وقت ان کو جنتی توڑے گا تو اس میں سے نہایت خوبصورت پاکیزہ عورت مع لباس فاخرہ زیور کے برآمد ہوگی اور اپنے مالک کی ہمنشین و خدمت گزار ہوگی۔ اہل جنت کے قد و قامت مانند حضرت آدم علیہ السلام کے ساٹھ ساٹھ ہاتھ ہوں گے اور دیگر اعضاء بھی انہیں قد و قامت کے مناسب ہوں گے۔ بلحاظ صورت نہایت حسین و جمیل ہوں گے اور ہر ایک عین شباب کی حالت میں ہو گا۔ ذکر الٰہی اس طرح بے تکلف دل و زبانوں پر جاری ہوگا جیسے کہ دنیا میں سانس اور جیسا کہ جنت کی نعمتوں سے بدن کو لذت حاصل ہوگی اسی طرح سے باطنی لذات یعنی انوار و تجلیات الٰہی بھی حاصل ہوتی رہیں گی اور جنت کی سب سے افضل و بہتر نعمت دیدار الٰہی ہے۔ دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کی حیثیت سے جنتیوں کی چار قسمیں ہوں گی ایک تو وہ جو سال بھر میں ایک مرتبہ دوسرے وہ جو ہر جمعہ کو تیسرے وہ جو دن میں

دو دفعہ مشرف ہوں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صبح وعصر کی نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھنے سے اس دیدار میں بڑی مدد ملتی ہے۔ چوتھی جماعت اخص الخاص ہر وقت بارگاہ الٰہی میں حاضر رہیں گے۔ طریقہ دیدار یہ ہوگا کہ سات طبقوں کے اوپر آٹھویں طبقہ میں ایک کشادہ وسیع میدان زیر عرش موجود ہے۔ وہاں نور' زمرد یا قوت' موتی' سونے اور چاندی وغیرہ کی کرسیاں حسب مراتب رکھی جائیں گی اور جن لوگوں کے لئے کرسیاں نہیں ہیں ان کو مشک وعنبر کے ٹیلوں پر بٹھائیں گے اور ہر شخص اپنی جگہ نہایت خوش وخرم ہوگا دوسروں کے مراتب کی افزونی کی وجہ سے اس کو کسی طرح کا خیال نہ ہوگا اور اسی اثناء میں ایک نہایت فرحت افزا ہوا چل کر ان پر ایسی ایسی پاکیزہ خوشبوئیں چھڑک دے گی جو انہوں نے نہ کبھی دنیا میں اور نہ بہشت میں دیکھی ہوں گی اس وقت خداوند کریم رب العزت ان پر اس طور سے جلوہ افروز ہوگا کہ کوئی شخص ایک دوسرے کے درمیان حائل نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس قدر قرب حاصل ہوگا کہ وہ اپنے دل کے رازوں کو اس طرح عرض کرے گا کہ دوسرے کو خبر نہ ہوگی اور خداوند قدوس کے خطاب سراً وجہراً سنے گا۔ اسی اثناء میں حکم ہوگا کہ شراب طہور اور نہایت لذیذ نعمتوں سے ان کو سرفراز کرو۔ دیدار الٰہی دیکھنے والوں کو اس قدر استغراق ہوگا کہ لذت دیدار کے سوا تمام چیزوں کو بھول جائیں گے۔ جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو راستہ میں ایک بازار دیکھیں گے کہ جس میں ایسے ایسے تحفے تحائف مہیا ہوں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے ہوں گے نہ کان نے سنے ہوں گے جو شخص جس کا طالب ہوگا مرحمت کی جائے گی۔ جنت میں تین قسم کے راگ ہوں گے ایک تو یہ کہ جس وقت ہوا چلے گی تو درخت طوبیٰ کے ہر پتے وشاخ سے خوش الحان آوازیں سنائی دیں گی کہ جس سے سامعین محو ہو جایا کریں گے اور جنت میں کوئی گھر ایسا نہ ہوگا کہ جس میں درخت طوبیٰ کی شاخ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس طرح شادی بیاہ وغیرہ میں ترتیب اجتماع و سماع کرتے ہیں اسی طرح جنت میں حوریں اپنی خوش الحانیوں سے ہر روز اپنے شوہروں کو محظوظ کریں گی۔ تیسرے یہ کہ دیدار الٰہی کے وقت بعض خوش الحان بندوں کو جیسے حضرت اسرافیل وحضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ خدا کی پاکی بیان کرو۔ اس وقت ایک ایسا عجیب لطف حاصل ہوگا کہ تمام سامعین پر وجد طاری ہو جائے گی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اپنے اس رضا کے مقام جنت میں داخل ہونا نصیب فرمائیں۔

الحمدللہ اس درس پر سورۂ زمر کا بیان ختم ہوا جس میں ۸ رکوع تھے۔

دعا کیجئے: مولائے کریم اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اپنے ان مومنین ومتقین بندوں میں شامل فرما لیجئے جن کو جماعت بنا بنا کر جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا اور جن کو فرشتے بشارت سنائیں گے۔ یا اللہ! اپنے جن مقربین کو اپنی جنتوں میں آپ بے حساب داخل فرمائیں گے مولائے کریم ہم کو بھی ان مقربین کا کفش بردار بنا کر ان کے ہمراہ جنت میں بے حساب داخل فرما دیجئے گا۔ یا اللہ! جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر آپ کے دیدار پرانوار کی نعمت ہوگی۔ یا اللہ اس نعمت عظمیٰ سے ہم کو بھی مشرف فرمایا جائے۔ یا اللہ! یہ جنت آپ کی رضا کا مقام جس کو نصیب ہوگا آپ کے فضل وکرم ہی سے ملے گا۔ یا اللہ ہم بھی اس فضل وکرم کے محتاج ہیں اور خواستگار ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خَمْسٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۲ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حٰم یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے۔

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳

قدرت والا ہے اُس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے پاس (سب کو) جانا ہے۔

حٰمٓ حا۔میم	تَنْزِيْلُ اتارا جانا	الْكِتٰبِ کتاب (قرآن)	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	الْعَزِيْزِ غالب	الْعَلِيْمِ ہر چیز کا جاننے والا	غَافِرِ بخشنے والا
الذَّنْۢبِ گناہ (جمع)	وَقَابِلِ اور قبول کرنیوالا	التَّوْبِ توبہ	شَدِيْدِ الْعِقَابِ شدید عذاب والا	ذِي الطَّوْلِ بڑے فضل والا	لَآ نہیں کوئی	
اِلٰهَ معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	اِلَيْهِ اسی کی طرف	الْمَصِيْرُ لوٹ کر جانا			

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب چوبیسویں پارہ کی سورۂ مومن کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے حسب معمول سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانۂ نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کے سلسلہ میں ایک مومن شخص جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے اور پوشیدہ طور پر ایمان لے آئے تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی تھی اور اس مردمومن نے فرعون کو بھی سمجھایا تھا اسی فرعونی مومن کے تذکرہ کی نسبت سے سورۃ کا نام مؤمن قرار دیا گیا اس سورۃ کا نام غافر بھی ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے جن حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے ان حالات کی طرف اشارات اس سورۃ کے مضامین میں موجود ہیں۔ کفار مکہ نے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف علاوہ دیگر کارروائیوں کے دو مہم خاص طور سے اٹھا رکھی تھیں ایک تو یہ کہ قرآن کی تعلیم اسلام کی دعوت اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں طرح طرح کے الزامات اور شبہات پیدا کر کے لوگوں کو بدظن کرنا اور ہر طرف جھگڑے اور رنجشیں چھیڑ کر الٹے سیدھے سوالات اٹھانا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل ایمان زچ اور پریشان ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ قتل کر کے دین واسلام کی تبلیغ کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس کے لئے کفار طرح طرح کی سازشیں کر رہے تھے اور ایک مرتبہ جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے ظاہر ہے عملاً اس کا اقدام بھی کر ڈالا تھا۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ مجھ سے وہ سب سے زیادہ سخت حرکت بیان کیجئے جو مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن معیط آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک کو پکڑ کر اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر مروڑنے لگا اور گلا گھونٹنے لگا۔ اسی وقت حضرت ابوبکرؓ پہنچ گئے اور عقبہ کی

گردن پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹایا اور کہا اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و قد جآء کم باالبینٰت من ربکم کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے رب کے پاس سے کھلی دلیلیں لے کر آیا ہے۔ یہ اسی سورت کے چوتھے رکوع کی شروع کی آیت ہے اور یہی فرعون کے خاندان کے مؤمن مرد جن کا ذکر اوپر ہوا انہوں نے فرعونیوں سے کہا تھا جبکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے کر رہے تھے تو یہ وہ حالات تھے جبکہ اس سورۃ کا مکہ میں نزول ہوا۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن کی چالیسویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۷۸ لکھا ہے یعنی ۷۷ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۳۶ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۸۵ آیات ۹ رکوعات ۱۲۴۲ کلمات ۵۲۱۳ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں یہ قرآن پاک کی ان سات سورتوں میں سے پہلی سورۃ ہے جو حم سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ ساتوں سورتیں ایک ہی جگہ مسلسل ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں اور ۲۶ ویں پارہ سورۂ احقاف پر ختم ہوئی ہیں۔ بیہقی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں۔ یعنی حم والی سات سورتیں ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے نہ داخل کریو۔ یہ ساتوں مکی سورتیں ہیں جن میں صحیح عقائد کی تعلیم ہے۔

اس سورۂ مومن کا بھی خاص حاصل مضمون توحید و رسالت ہی ہے اور اسی کی تاکید و تائید کے لئے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کسی قدر تفصیلاً اور بعض دوسرے انبیائے کرام کا اجمالاً ذکر فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ مضامین تمام سورۃ کا یہ ہے کہ شروع میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے چند صفاتی نام بتلا کر کہا گیا کہ یہ قرآن اسی اللہ نے نازل کیا ہے جس کی یہ صفات ہیں۔ یہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اتارا ہے۔ اب جو لوگ اس کو نہیں مانتے اس میں شک کرتے ہیں اور جھگڑے نکالتے ہیں اور پھر بھی مال و جاہ کے مالک بنے ہوئے ہیں تو ان کی اس حالت سے کسی کو دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ اللہ نے ان کو مہلت دی ہوئی ہے ورنہ ان کی کیا ہستی ہے جو وہ اس ذات پاک کا مقابلہ کریں ان سے پہلے بھی بہت سے سرکش ایسے ہوئے ہیں کہ جو نہ اللہ کو مانتے تھے نہ اس کے رسولوں کو کچھ گردانتے تھے اللہ نے انہیں دنیا میں بھی سزا دی آخر تباہ ہوئے اور پھر آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ان کے لئے موجود ہے۔ برخلاف ان کے اللہ کے ایماندار اور فرمانبردار بندوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اللہ کے مقرب فرشتے ان کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بخشش و مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔ بدکاروں کو قیامت کے دن ان کے برے عملوں کی سزا ملے گی۔ ان کے عمل اللہ کے پاس سب محفوظ ہیں اور قیامت میں ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ اس وقت وہ اپنے کرتوتوں پر شرمندہ ہوں گے اور افسوس کریں گے اور تمنا کریں گے کہ اب دنیا میں ہمیں دوبارہ بھیجا جائے تو ہم اچھے کام کر کے دکھائیں گے مگر اس وقت ان کی وہ تمنا پوری نہ ہوگی۔ اس لئے آگے تنبیہ فرمائی گئی کہ اللہ کی قدرت کو دنیا ہی میں پہچان لو ورنہ آخرت میں سوائے دکھ درد کے اور کچھ نصیب نہ ہوگا اور وہ سزا ملے گی کہ یاد ہی کرو گے آگے عبرت کے لئے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا ہے کہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت کچھ سمجھایا بلکہ خود اس کے خاندان کے اپنے ایک آدمی نے بھی جو خفیہ طور پر ایمان لے آئے تھے خوب سمجھایا اور سمجھانے کا حق ادا کر دیا لیکن وہ نہ مانا بالآخر اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو دنیا ہی میں تباہ کر دیا اور آخرت میں وہ دوزخ کے اندر جھونکے جائیں گے۔ پھر سمجھایا گیا

کہ لوگ اللہ کو کیوں نہیں مانتے؟ اس کی قدرت تو دنیا جہان کی پیدائش اور خود انسان ہی کی پیدائش سے ظاہر ہے۔ آخر میں منکرین ومکذبین کو بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں اپنے رسول اوران پرایمان لانے والوں کی مدد کریں گے اور جو منکر اور غلط باتوں پر اڑار ہے گا ان لوگوں کا انجام بہت برا ہوگا۔ عذاب الٰہی کو دیکھ کر پھر ایمان لانا کسی کام کا نہ ہوگا اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ پہلے ہی سمجھ جائیں ورنہ انجام کار بڑے خسارہ اور گھاٹے میں رہیں گے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

اب زیرتفسیر آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی جس کے حقیقی مطلب ومعنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ اس کے بعد بطور تمہید کے فرمایا گیا کہ اس کتاب یعنی قرآن کریم کا نزول اس اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے جس کی یہ صفات ہیں جو آگے بیان فرمائی گئی ہیں گویا سامعین کو پہلے ہی خبردار کر دیا گیا کہ یہ کلام جو ان کے سامنے پیش کیا جارہا ہے یہ کسی معمولی ہستی کا کلام نہیں ہے بلکہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ عزیز ہے یعنی وہ زبردست ہے۔ سب پر غالب ہے۔ غلبہ اور اقتدار سب کچھ اسی کو حاصل ہے۔ ساری کائنات اس کے سامنے مقہور ومغلوب ہے۔ کوئی سرتابی نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اس کے فرمان سے منہ موڑ کر اگر کوئی شخص کامیابی کی توقع رکھتا ہو اور اس کے رسول سے جھگڑا کر کے اگر کامیاب ہونا چاہتا ہو تو اس کی یہ حماقت ہے اس کی توقعات کبھی پوری نہیں ہوسکتیں۔ کوئی خدا سے مقابلہ کر کے نہ جیت سکتا ہے اور نہ اس کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔

دوسری صفت علیم فرمائی یعنی یہ کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے اس کا کوئی حکم قیاس اور گمان کی بناء پر نہیں بلکہ ہر چیز کا علم براہ راست رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کی فلاح اور بہبود کس چیز میں ہے۔ اس لئے اس کی ہر تعلیم حکمت اور علم صحیح پر مبنی ہے لہٰذا اس کی ہدایات کو قبول نہ کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان خود اپنی تباہی کے راستہ پر جانا چاہتا ہے پھر انسانوں کی حرکات وسکنات میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی حتیٰ کہ وہ نیتوں ارادوں اور دلوں کے راز تک سے واقف ہے اس لئے انسان کسی طرح سے اس کی سزا سے بچ کر بھی نہیں نکل سکتا۔

تیسری صفت غافر الذنب فرمائی یعنی وہ گناہ معاف کرنے والا ہے۔ یہ صفت اس لئے سنائی گئی کہ جو لوگ اب تک سرکشی کرتے رہے ہیں وہ مایوس نہ ہوں بلکہ اگر وہ اپنی حالت کو درست کرلیں اور غلط روش سے باز آجائیں تو اللہ کے دامن رحمت میں جگہ پا سکتے ہیں۔

چوتھی صفت قابل التوب فرمائی یعنی وہ توبہ قبول کرنے والا ہے توبہ کے معنیٰ ہیں گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا سچائی کے ساتھ وعدہ کرنا تو اگر کوئی سچے دل سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے یہاں تک کہ وہ کفر وشرک ہی کیوں نہ ہو اگر ان کو بھی ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے وعدہ کو قبول کرلیتا ہے اور توبہ سے پہلے کا ماضی جیسا بھی ہو معاف کردیا جاتا ہے۔

پانچویں صفت شدید العقاب فرمائی یعنی سخت سزا دینے والا ہے۔ اگر کوئی توبہ نہ کرے نافرمانیوں پر جمارہے۔ سرکشی سے باز نہ آئے تو پھر اللہ کی سزا بھی سخت ہے۔ گویا اس صفت کا ذکر کر کے انسانوں کو متنبہ کیا گیا کہ فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کرنے والوں کے لئے اللہ جتنا رحیم ہے۔ بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرنے والوں کے لئے اتنا ہی سخت ہے اور اس کی سزا نہایت ہولناک ہے۔

چھٹی صفت ذی الطول فرمائی یعنی بڑا صاحب فضل اور بڑی قدرت والا ہے۔اس کی نعمتیں اور اس کے احسانات تمام مخلوقات پر ہرآن ہیں۔بندوں کو جو کچھ بھی مل رہا ہے اسی کے فضل وکرم سے مل رہا ہے۔پھر اس کے ہاں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں۔

ان چھ صفات کو بیان فرما کر دو حقیقتوں کا اظہار فرمایا ایک تو یہ کہ معبود فی الحقیقت اس کے سوا کوئی نہیں خواہ لوگوں نے کتنے ہی جھوٹے معبود بنا رکھے ہوں۔اور دوسرے یہ کہ پلٹ کر یعنی اس دنیا سے گزر کر جانا سب کو آخر کار اسی کے پاس ہے۔ وہی حساب کتاب لینے والا ہے اور جزا سزا دینے والا ہے لہذا اگر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسروں کو معبود بنائے گا تو اپنی اس غلطی کا خمیازہ خود بھگتے گا۔

تو مقصود یہ ہے کہ قرآن توحید ورسالت کا مقتضایہ ہے کہ ان کو قبول کیا جائے اور اس میں انکار اور اعراض اور جدال نہ کیا جائے اگر پھر بھی کوئی ایسا کرے گا تو اس کی سزا اگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن اور توحید اور رسالت کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان نعمتوں کا قدردان بنائیں اور ان نعمتوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام ظاہری و باطنی چھوٹے اور بڑے تمام گناہوں کو اپنی شان غفور الرحیمی سے معاف فرمادیں اور ہمیں سچی توبہ کی توفیق نصیب کریں۔

اللہ تعالیٰ اپنی گرفت اور عقاب سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں اور اپنے خزانہ غیب سے ہمارے دین ودنیا کی کفالت فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴ كَذَّبَتْ

اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں میں وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو منکر ہیں سوان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے۔ان سے پہلے نوحؑ کی قوم نے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ

اور دوسرے گروہوں نے بھی جو ان کے بعد ہوئے جھٹلایا تھا۔اور ہر امت (میں سے جو ایمان نہ لائے تھے انہوں) نے اپنے پیغمبر کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا

وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَكَذٰلِكَ

اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس ناحق سے حق کو باطل کردیں۔سو میں نے (آخر) ان پر دارو گیر کی۔سو (دیکھو) میری طرف سے کیسی سزا ہوئی۔اور اسی طرح

حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶

تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لوگ (آخرت میں) دوزخی ہوں گے۔

مَا يُجَادِلُ وہ نہیں جھگڑتے	فِيْٓ میں	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	اِلَّا مگر الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	فَلَا يَغْرُرْكَ سو تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالدے			
تَقَلُّبُهُمْ ان کا چلنا پھرنا	فِي الْبِلَادِ شہروں میں	كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوْحٍ نوحؑ کی قوم	وَّالْاَحْزَابُ اور گروہ (جمع)		
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	وَهَمَّتْ اور ارادہ باندھا	كُلُّ اُمَّةٍ ہر امت	بِرَسُوْلِهِمْ اپنے رسول کے متعلق	لِيَاْخُذُوْهُ کہ وہ اسے پکڑلیں			
وَجٰدَلُوْا اور جھگڑا کریں	بِالْبَاطِلِ ناحق	لِيُدْحِضُوْا تاکہ ناچیز کردیں/دبادیں	بِهِ اس سے	الْحَقَّ حق	فَاَخَذْتُهُمْ تو میں نے انہیں پکڑلیا		
فَكَيْفَ سو کیسا	كَانَ ہوا	عِقَابِ میرا عذاب	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	حَقَّتْ ثابت ہوگئی	كَلِمَتُ بات	رَبِّكَ تمہارے رب کی	عَلَى پر
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اَنَّهُمْ کہ وہ	اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن حکیم اس اللہ پاک کا نازل کیا ہوا ہے جو نہایت زبردست ہے اور جو قوت وشوکت میں سب سے بڑھا ہوا ہے اور جو ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اور جو اپنے بندوں کی غلطیاں، خطائیں اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور جو بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے لیکن جو سرکشی و نافرمانی سے باز نہ آئیں تو سزا بھی سخت دیتا ہے اور جس کے پاس ہر چیز کے خزانہ موجود ہیں اور جو اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو سب کچھ عنایت کرتا ہے تو جب ان صفات والا کوئی دوسرا نہیں اس لئے اس کے سوا کوئی عبادت کے بھی لائق نہیں اور آخرکار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس وقت وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق جزا وسزا دے گا۔ جب یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم کو ایسے بزرگ وبرتر اور اعلیٰ صفات کے مالک نے اتارا ہے تو ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کوئی عقل رکھنے والا انسان اس کے ماننے میں ذرا بھی دیر نہ لگاتا اور اس میں انکار و جدال نہ کیا جاتا مگر پھر بھی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اس قرآن کریم میں لوگ جھگڑے نکالتے ہیں اختلاف کرتے ہیں اور اس کی سچائی میں شک وشبہ کرتے ہیں۔ تو یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں مانتے اور اس کے منکر ہیں۔ وہ اس کی آیتوں اور کلام کو کیا مانیں گے۔ اور اس انکار کا مقتضا تو یہ تھا کہ ان کو فوراً سزا مل جاتی۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ڈھیل اور مہلت ہے کہ جو ان کی فوری پکڑ نہیں ہوتی اور یہ دنیا میں دندناتے پھر رہے ہیں اور ایک شہر سے دوسرے شہر آتے جاتے ہیں اور بے فکری سے کھا کما رہے ہیں اور مال دار اور ذی عزت بنے ہوئے ہیں مگر اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ سزا سے ہمیشہ کے لئے بچے رہیں گے اس انکار اور نافرمانی کا نتیجہ تو بھگتنا پڑے گا اور کسی نہ کسی وقت ان کی پکڑ اور داروگیر ضرور ہوگی۔ چنانچہ ان منکرین سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اور اس کے بعد اور بہت سی قوموں نے اللہ کے رسولوں کی بات نہ مانی اور ان کو جھوٹا ٹھہرایا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان مفسد سرکشوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو ستانا شروع کیا اور اپنے اپنے زمانہ کے نبی کو قید کرنا اور مار ڈالنا چاہا اور بعض تو ایسا کر بھی گزرے اور اپنے دل سے گھڑی ہوئی بے بنیاد جھوٹی باتوں کے سامنے رسولوں کی بتائی ہوئی سچی باتوں کو نہ مانا اور یہی کہتے رہے کہ جو ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے اور رسولوں کا کہنا اس کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ آخر اس کا انجام کیا ہوا؟ دیکھ لو کہ اللہ نے انہیں پکڑ کر کیسی سخت سزائیں دیں کہ ان کی جڑ بنیاد بھی باقی نہ چھوڑی۔ آج بھی ان تباہ شدہ قوموں کے کچھ آثار کہیں کہیں موجود ہیں۔ ان ہی کو دیکھ کر انسان ان کی تباہی کا تصور کر سکتا ہے تو جس طرح اگلی قوموں پر عذاب آنے کی بات پوری اتر چکی ان موجودہ منکروں پر بھی اتری ہوئی سمجھو۔

یہاں آیت میں **فلا یغررک تقلبھم فی البلاد** (سو ان لوگوں کا یعنی منکرین کا شہروں میں چلنا پھرنا کہیں آپ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے) یہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر سنانا یہ اوروں کو مقصود ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تو کیا صحابہ کرام کی ذات بھی اس سے اونچی تھی کہ وہ کافروں کے اس چندروزہ عیش و تنعم اور خوشحالی کو دیکھ کر کوئی دھوکہ کھاتے مگر قرآن کی ہدایات تو قیامت تک کے لئے ہیں۔ آج یہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ منکروں، ملحدوں، اور مشرکوں اور مغرب کے دہریوں کی دنیا میں ظاہری کامیابیاں اور مادی ترقیاں اور ان کے عیش و آرام دیکھ کر آج کتنے مسلمانوں کے منہ میں پانی آتا ہے اور جنہوں نے کفار و مشرکین اور بے دینوں کی اونچی کوٹھیاں سونے چاندی کے ڈھیر۔ حشم و خدم کا ہجوم اور بادرفتار سواریاں اور سبزہ زار تفریح گاہیں اور لہلہاتے باغ غرض ہر طرح تن آسانی اور عیش و عشرت کے اسباب کی فراہمی دیکھ کر یہی عروج ترقی اور معیار زندگی کا ماحصل اور مقصد سمجھ لیا ہے اور دن رات ان کو یہی دھن سوار ہے کہ کافروں جیسی خوشحالی اور عیش و آرام اور مال دولت ہم کو بھی حاصل ہو جائے اور یہی ان کی نظروں میں کامیابی و کامرانی کا معیار ہے۔ مگر قرآن کا یہ جملہ متنبہ کرتا ہے کہ یہ کیا عیش ہے؟ بے حقیقت یہ کیا راحت ہے و تنعم ہے؟ بے اصل یہ کیا حکومت اور اقتدار ہے؟ زوال پذیر کیا اس پر پھولنا جھومنا اور مست ہونا یہ دنیا فانی ہے اور اس کی ہر مصیبت و راحت آنی جانی ہے زلزلہ کا ایک جھٹکا اونچی کوٹھیوں کو زمین پر گرا دیتا ہے۔ ایک رات میں چاندی سونے کے ڈھیر چور لے جاتا ہے چند منٹ میں ملک میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو شاہی فوج خود شاہی اقتدار کو مٹا دیتی ہے آدمی تخت سے تختہ پر اور زرین کرسی سے آہنی دار پر پہنچ جاتا ہے۔ قانون الٰہی اٹل ہے اس کا پیام لازوال ہے۔ سو ڈرنا اسی کی نافرمانی سے چاہئے کفر و انکار پر جس طرح دنیا میں سزا ملتی ہے آخرت میں بھی مل کر رہے گی۔

یہ حال تو منکرین کا بیان ہوا اب ان کے مقابل جو اہل ایمان ہیں ان کا حال اور ان کے متعلق اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

ٱلَّذِينَ يَحْمِلُونَ ٱلْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُۥ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِۦ وَيَسْتَغْفِرُونَ

جو فرشتے کہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے استغفار کیا کرتے ہیں۔

لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَىْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَٱغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا۟ وَٱتَّبَعُوا۟

کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے۔ سو ان لوگوں کو بخش دیجئے (جنہوں نے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں

سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ ٱلْجَحِيمِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّٰتِ عَدْنٍ ٱلَّتِى وَعَدتَّهُمْ وَمَن

اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے اُن سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے۔

صَلَحَ مِنْ ءَابَآئِهِمْ وَأَزْوَٰجِهِمْ وَذُرِّيَّٰتِهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٨﴾ وَقِهِمُ

اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق ہوں ان کو بھی داخل کر دیجئے۔ بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔ اور ان کو (قیامت کی)

ٱلسَّيِّـَٔاتِ ۚ وَمَن تَقِ ٱلسَّيِّـَٔاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُۥ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٩﴾

تکالیف سے بچائیے۔ اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر آپ نے (بہت) مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اَلَّذِيْنَ وہ جو (فرشتے)	يَحْمِلُوْنَ اٹھائے ہوئے ہیں	الْعَرْشَ عرش	وَمَنْ حَوْلَهٗ اور جو اس کے اردگرد	يُسَبِّحُوْنَ وہ پاکیزگی بیان کرتے ہیں			
بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَيُؤْمِنُوْنَ اور ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اور مغفرت مانگتے ہیں	لِلَّذِيْنَ ان کیلئے جو		
اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	وَسِعْتَ سمو لیا ہے	كُلَّ شَيْءٍ ہر شے	رَّحْمَةً رحمت	وَّعِلْمًا اور علم	فَاغْفِرْ سو تو بخش دے	
لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی	وَاتَّبَعُوْا اور انہوں نے پیروی کی	سَبِيْلَكَ تیرا راستہ	وَقِهِمْ اور تو انہیں بچالے	عَذَابَ عذاب			
الْجَحِيْمِ جہنم	رَبَّنَا اے ہمارے رب	وَاَدْخِلْهُمْ اور انہیں داخل کرنا	جَنّٰتِ عَدْنِ ہمیشگی کے باغات	الَّتِيْ وہ جن کا	وَعَدْتَّهُمْ تونے ان سے وعدہ کیا		
وَمَنْ اور جو	صَلَحَ صالح ہیں	مِنْ سے	اٰبَآئِهِمْ انکے باپ دادا	وَاَزْوَاجِهِمْ اور اُن کی بیویوں	وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور اُن کی اولاد	اِنَّكَ بیشک تو	
اَنْتَ تو ہی	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَقِهِمُ اور تو انہیں بچالے	السَّيِّاٰتِ بُرائیوں	وَمَنْ اور جو	تَقِ بچا	السَّيِّاٰتِ برائیوں
يَوْمَئِذٍ اس دن	فَقَدْ رَحِمْتَهٗ تو یقیناً تونے اس پر رحم کیا	وَذٰلِكَ اور یہ	هُوَ وہ (یہی)	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ عظیم		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ عزوجل کو نہ ماننے والوں اور قرآن کے منکرین ومکذبین کا حال بیان ہوا تھا اور ان کے متعلق یہ فیصلہ بھی سنا دیا گیا تھا کہ موجودہ منکرین جو آج اللہ کے انکار پر تلے ہوئے ہیں اور اس کے کلام میں طرح طرح کے اختلافات شک وشبہ اور جھگڑے نکالتے ہیں ان کا بھی عنقریب گذشتہ امتوں کے مجرموں کا سا حال ہوگا اور مرنے کے بعد آخرت میں پھر جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ اب آگے ان آیات میں منکرین ومکذبین کے مقابلہ میں ان کا فضل وشرف بیان کیا جاتا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کے مقر ہیں۔ اس کے کلام کو سچا جانتے ہیں اور جو اللہ کی طرف توبہ کے ذریعہ سے رجوع ہوتے ہیں اور اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلتے ہیں کہ وہ ایسے مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے ملائکہ مقربین بھی ان کے لئے دعا اور استغفار کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ عرش عظیم کو اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے بے شمار فرشتے جن کی غذا صرف حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ہے اور جو مقربین بارگاہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا ایمان و یقین رکھتے ہیں وہ بھی پروردگار سے مومنین کے لئے دعاء و استغفار کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حاملان عرش فرشتے اب چار ہیں اور قیامت کے روز آٹھ ہو جائیں گے اور عرش کے گرد کتنے فرشتے ہیں ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے بعض روایات میں ان کی صفوں کی تعداد لاکھوں تک بیان کی گئی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں اور یہ سب مومنین کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا ٹھکانہ ہے اس عزت افزائی اور شرف و احترام کا کہ فرش خاک پر رہنے والے مومنین سے جو خطائیں اور لغزشیں ہو جائیں اللہ کے ملائکہ مقربین بارگاہ احدیت میں ان کے لئے غائبانہ معافی چاہیں۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ ملائکہ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ **ویفعلون مایؤمرون** اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں گے۔ یہاں آیت میں حاملین عرش اور ملائکہ مقربین کے متعلق جو یہ فرمایا گیا **ویؤمنون بہ و یستغفرون للذین اٰمنوا** یعنی یہ ملائکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں تو اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے مقرب فرشتوں کا ایمان بھی اللہ تعالیٰ پر غائبانہ ہے رویت و مشاہدہ ان ملائکہ کو بھی نصیب نہیں دوسرے یہ کہ ایمان کا تعلق ہی وہ اصل تعلق ہے کہ جس نے حاملین عرش اور ملائکہ مقربین کو زمین پر بسنے والے ان خاکی انسانوں سے وابستہ کر دیا۔ اللہ اکبر یہ ہے ہم خاکی انسانوں کے ایمان کی قدر و منزلت اب آگے ان فرشتوں کے استغفار اور دعاء کی صورت بتلائی جاتی ہے یعنی وہ بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ کا علم و رحمت ہر چیز کو محیط ہے یعنی آپ کے علم سے کائنات کا کوئی ذرہ باہر نہیں اور آپ کی رحمت بھی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے پس جو کوئی آپ کے علم محیط میں برائیوں کو چھوڑ کر سچے دل سے آپ کی طرف رجوع ہوا اور آپ کے راستہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہوا اگر اس سے بمقتضائے بشریت کچھ کمزوریاں اور خطائیں سرزد ہو جائیں تو آپ اپنے فضل و رحمت سے اس کو معاف فرما دیں نہ دنیا میں ان پر دار و گیر ہو نہ آخرت میں جہنم کا منہ دیکھنا پڑے۔ اب یہاں ملائکہ کی دعا پر غور کیجئے کہ ان کی دعاء مغفرت ان مومنین کے لئے ہے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور جو اللہ کے راستہ پر چلتے ہیں۔ **للذین تابوا واتبعوا سبیلک** ایسوں کے لئے دعا ہے کہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچادے۔ تو معلوم ہوا کہ جو مسلمان توبہ وانابت کی راہ اختیار نہ کرے اس کا اس ملائکہ کی دعا میں ذکر نہیں ہے جس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بظاہر حاملین عرش ان کے حق میں دعا نہیں کرتے۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے والوں اور اس کی راہ پر برضا و رغبت چلنے والوں کا درجہ سمجھ لیا جائے۔ یہ تو ملائکہ کی دعا کا ایک جزو ہوا آگے دوسرا جزو بتلایا جاتا ہے کہ وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ان کو ہمیشگی کی جنتوں میں داخل فرما دیجئے جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں انہیں بھی داخل فرما دیجئے بیشک آپ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں۔ اس دعا میں **من صلح** کے الفاظ قابل غور ہیں یعنی ملائکہ کی دعا مومنین کے والدین بیویوں اور اولاد کے حق میں اس شرط کے ساتھ ہے کہ جن میں جنت میں داخل ہونے کی صلاحیت و قابلیت موجود ہو یعنی جو اہل ایمان ہوں کافر و مشرک تو جنتی ہونے کی صلاحیت ہی کو فنا کر دیتا ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ آخرت میں کسی کا نسب اس کے کام نہ آئے گا وہاں مراد ہے کہ عدم ایمان کی حالت میں تو یہاں فرشتوں کی دعا ایسے اعزہ کے لئے ہے جو ایمان تو رکھتے ہوں مگر اس درجہ کے نہ ہوں سورۂ رعد تیرہویں پارہ اور سورۂ طور ۲۷ ویں پارہ میں یہ تصریحات آئی ہیں کہ اگر ایک مومن متقی جنت میں

بلند درجے کا مستحق ہو اور اس کے والدین اور بال بچے اس درجہ کے مستحق بوجہ قلت اعمال کے نہ ہوں مگر ہوں اہل ایمان یا جنت کے کمتر درجہ میں ہوں تو اللہ تعالیٰ مومن متقی کے اکرام اور اس کے ازدیاد لطف کے لئے ان کی ذریات کو باوجود ان کے درجہ عمل کی پستی کے ان کے ساتھ ملحق اور ہم مرتبہ کر دیا جائے گا تو مومن متقی کو اپنے بلند درجہ سے نیچے نہیں لایا جائے گا بلکہ اس کے اعزہ یعنی والدین، اولاد بیوی کو نیچے کے درجہ سے اس متقی کے بلند درجہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اسی انعام واحسان کی طرف ملائکہ کی اس دعا میں اشارہ ہے آگے ملائکہ کی دعا کا تیسرا جزو بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کو قیامت کے دن ہر طرح کی تکلیف سے بچائیے اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر آپ کی یہ بڑی رحمت ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ آیت میں لفظ سیئات آیا ہے جس کے معنی برائی اور تکالیف کے ہیں۔ ان سے مراد محشر اور یوم قیامت کی تکالیف ہیں۔ قیامت کے روز جہنم کے علاوہ اور بھی دوسری تکالیف اور طرح طرح کی ہولناکیاں ہوں گی۔ میدان حشر میں سورج کی نزدیکی کی وجہ سے انتہائی گرمی حساب فہمی میں سختی تمام خلائق کے سامنے زندگی کی بداعمالیاں اور راز فاش ہونے کی رسوائی پل صراط سے گزر وغیرہ وغیرہ تو ملائکہ مومنین کو انہی شدائد اور محشر کی گھبراہٹ اور پریشانیوں سے بچانے کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ملائکہ کی دعا میں **فوز العظیم** یعنی بڑی کامیابی جس کو کہا گیا ہے وہ نجات اخروی اور دخول جنت ہے جس کے سامنے ساری دنیاوی کامیابیاں پست عارضی اور ہیچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی آخرت کی کامیابی نصیب فرماویں۔ آمین۔

یہاں ملائکہ نے اپنی دعا میں ربنا کے لفظ کو مکرر استعمال کیا ہے اور قرآن کریم میں تمام جلیل القدر انبیاء کی دعائیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دعائیں بھی رب یا ربنا سے شروع ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کے منہ سے لفظ رب سننا بہت پسند ہے۔

یہ تو بیان تھا مومنین کے متعلق آگے پھر ان کے مقابلہ میں کفار کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے اور ان پر جو آخرت میں گزرے گی اس کا بیان فرما کر ان کو پھر توحید کی دعوت دی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے ہمارے رب ہم کو بھی حاملین عرش اور ملائکۃ المقربین کی دعاؤں میں شامل فرمالیا جائے اور ان کی دعاؤں کی مقبولیت اور برکت سے ہماری مغفرت فرمادیجائے اور عذاب جہنم سے بچالیا جائے اور ہمیں ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل فرمالیا جائے۔

اے اللہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں سچی توبہ اور اپنے راستہ پر چلنا نصیب فرما۔

اے اللہ اے ہمارے رب ہمارے ماں باپ اور ہمارے اہل وعیال کو بھی جنت میں داخلہ نصیب فرما اور اپنے فضل وکرم ورحم وعنایت سے قیامت اور محشر کی دکھ اور تکالیف سے بچا کر آخرت کی کامل کامیابی اور کامرانی ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ! مومنین صادقین کو آپ نے کیسی عزت عطا فرمائی ہے کہ بمقتضائے بشریت ان سے جو تقصیرات اور لغزشیں دنیا میں سرزد ہو جائیں تو آپ کے ملائکہ مقربین اور حاملان عرش عظیم آپ کی بارگاہ عالی میں مومنین کی مغفرت ورحمت کی دعا فرماتے رہتے ہیں۔

یا اللہ ہمیں ملائکہ کی دعاؤں کا مورد بنادے اور دنیا وآخرت دونوں جہان میں اپنے فضل وکرم اور رحم سے نوازے جانے کی سعادت عطا فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى

جو لوگ کافر ہوئے ان کو پکارا جاوے گا کہ جیسی تم کو (اس وقت اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر خدا کو (تم سے) نفرت تھی جبکہ تم (دنیا میں)

الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ

ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے۔ پھر تم نہیں مانا کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم کو دو بار مردہ رکھا اور دو بار زندگی دی۔ سو ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا

إِلَىٰ خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ

(یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے

فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۚ

سو (اس پر) یہ فیصلہ اللہ کا ہے جو عالیشان (اور) بڑے رتبہ والا ہے وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لئے رزق بھیجتا ہے۔

وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾

اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (خدا کی طرف) رجوع (کرنے کا ارادہ کرتا ہے سو تم لوگ خدا کو خالص اعتقاد کر کے پکارو گو کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو)

اِنَّ بیشک	اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	یُنَادَوْنَ وہ پکارے جائیں گے	لَمَقْتُ اللّٰهِ البتہ اللہ کا بیزار ہونا	اَكْبَرُ بہت بڑا	مِنْ سے		
مَقْتِكُمْ تمہارا بیزار ہونا	اَنْفُسَكُمْ اپنے تئیں	اِذْ جب	تُدْعَوْنَ تم بلائے جاتے تھے	اِلَى الْاِيْمَانِ ایمان کی طرف	فَتَكْفُرُوْنَ تو تم کفر کرتے تھے		
قَالُوْا وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اَمَتَّنَا تو نے ہمیں مردہ رکھا	اثْنَتَیْنِ دوبارہ	وَاَحْیَیْتَنَا اور زندگی بخشی ہمیں تو نے	اثْنَتَیْنِ دو بار		
فَاعْتَرَفْنَا پس ہم نے اعتراف کرلیا	بِذُنُوْبِنَا اپنے گناہوں کا	فَهَلْ تو کیا	اِلٰى طرف	خُرُوْجٍ نکلنا	مِنْ سے۔ کوئی	سَبِیْلٍ سبیل	ذٰلِكُمْ یہ تم (پر)
بِاَنَّهٗ اس لئے کہ جب	دُعِیَ اللّٰهُ پکارا جاتا اللہ	وَحْدَهٗ واحد	كَفَرْتُمْ تم کفر کرتے	وَاِنْ اور اگر	یُشْرَكْ بِهٖ اس کا شریک کیا جاتا	تُؤْمِنُوْا تم مان لیتے	
فَالْحُكْمُ پس حکم	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْعَلِیِّ بلند	الْكَبِیْرِ بڑا	هُوَ وہ	الَّذِیْ جو کہ	یُرِیْكُمْ تمہیں دکھاتا ہے	اٰیٰتِهٖ اپنی نشانیاں
وَیُنَزِّلُ اور اتارتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ السَّمَآءِ آسمانوں سے	رِزْقًا رزق	وَمَا یَتَذَكَّرُ اور نہیں نصیحت قبول کرتا	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	یُنِیْبُ رجوع کرتا ہے
فَادْعُوا اللّٰهَ پس پکارو اللہ	مُخْلِصِیْنَ خالص کرتے ہوئے	لَهُ اس کیلئے	الدِّیْنَ عبادت	وَلَوْ خواہ	كَرِهَ برا مانیں	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ملائکہ مقربین کی دعا جو وہ مومنین کے لئے کرتے رہتے ہیں اس کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ وہ مومنین کے لئے عذاب جہنم سے بچانے کی دعا کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی وہ یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ مومنین کو اللہ تعالیٰ قیامت کے لئے بڑی کامیابی کا حاصل ہونا کہا گیا تھا۔ اب آگے پھر کفار کا بیان ہے کہ جو اس مغفرت اور حفاظت عذاب کی کامیابی سے قیامت میں محروم رہیں گے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب کفار جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں پہنچ کر وہ اپنے کفر و شرک کے اختیار کرنے پر نہایت حسرت و افسوس کریں گے اور خود ان کو اپنے وجود سے

نفرت ہو گی حتیٰ کہ غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاویں گے اس وقت فرشتے ان سے کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اور جس قدر برا آج تم اپنے آپ کو کہہ رہے ہو اس سے زیادہ برے تم خدا کے نزدیک دنیا میں تھے جبکہ تمہیں ایمان واسلام کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے تم کو دنیا میں بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم بار بار کفر کرتے تھے آج اس کی سزا بھگتنے کے وقت جس قدر تم اپنی جانوں سے بیزار ہو رہے ہو اللہ تعالیٰ تم سے اس سے زیادہ بیزار ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ کفار جو جہنم میں پڑے ہوں گے وہ دعا کریں گے کہ اے پروردگار آپ نے ہم کو دوبار مردہ رکھا اور دوبار زندگی عطا کی۔ گویا کفار سوال کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بیان کر رہے ہیں کہ پہلے یعنی پیدائش سے قبل ہم مردہ تھے پھر آپ نے جان ڈالی پھر زندگی ختم ہونے پر موت دی اور پھر آخرت میں زندہ کر دیا مطلب یہ کہ آپ ہر اس چیز پر جیسے آپ چاہیں قادر ہیں۔ ہم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں۔ نہ حساب کتاب ہے نہ جزا و سزا نہ اور کوئی قصہ اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر جری ہوتے تھے اب دیکھ لیا کہ جس طرح پہلی موت کے بعد آپ نے ہم کو زندہ کیا اور عدم سے نکال کر وجود عطا فرمایا دوسری موت کے بعد بھی پیغمبروں کے ارشاد کے موافق دوبارہ زندگی بخشی اور اس آخرت کی زندگی میں وہ سب مناظر جن کا ہم انکار کیا کرتے تھے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اب ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ یقیناً ہم نے اپنی جانوں پر بڑی ظلم و زیادتی کی۔ افسوس ہے کہ اب بظاہر یہاں سے چھوٹ کر نکل بھاگنے کی تو کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ہاں آپ قادر ہیں کہ جہاں دو مرتبہ موت و حیات دے چکے ہیں تیسری مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس بھیج دیں جو یقیناً آپ کے بس میں ہے۔ اب ہم دنیا میں واپس جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف کریں گے تاکہ خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں اس پر انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اب تو تم کو اپنے اعمال سابقہ کا خمیازہ بھگتنا ہے تمہارے متعلق ہلاکت ابدی کا یہ فیصلہ اس لئے ہوا کہ تم نے واحد سچے خدا کی پکار پر کبھی دنیا میں کان نہ دھرا۔ ہمیشہ اس کا یا اس کی وحدانیت کا انکار ہی کرتے رہے ہاں کسی جھوٹے معبود کی طرف بلالئے گئے تو فوراً آمنا وصدقنا کہہ کر اس کے پیچھے ہو لئے تم نے تو اپنی طبیعت اور دل و دماغ ہی کو الٹا کر رکھا تھا۔ تم اگر دوبارہ دنیا میں چلے بھی جاؤ گے تو پھر وہی کرو گے جس سے منع کئے جاؤ گے اور پھر وہی کفر و شرک کما کر لاؤ گے بس اب تمہارے جرم کی ٹھیک سزا یہی حبس دوام ہے جو اس بڑے زبردست خدا کی عدالت عالیہ سے جاری کی گئی جس کی آگے کوئی اپیل نہیں۔ اب اس سے چھوٹنے کی تمنا عبث ہے۔ آگے پھر توحید کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے کہ اس کی عظمت اور وحدت کی نشانیاں کائنات کی ہر چیز میں ظاہر ہیں۔ ایک انسان اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو سمجھ لے جس کا سامان آسمان سے ہوتا رہتا ہے یہاں اس طرف انسان کی توجہ دلائی گئی کہ صرف اسی ایک اپنی روزی کے انتظام پر تم غور کرو تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے۔ مثلاً ایک گیہوں کا دانہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ کائنات کی لاتعداد اللہ کی مقرر کردہ غیبی طاقتیں مقررہ نظام کے تحت کام کرتی ہیں۔ زمین، پانی، ہوا، چاند، سورج، روشنی، سردی گرمی کا یہ سارا نظام جس کو خدا نے ایک باقاعدگی کے ساتھ جاری کر رکھا ہے۔ یہ اپنے اپنے حصہ کی

خدمات بجالاتے ہیں اور لاکھوں تربیتی مدارج طے ہوتے ہیں تب جا کر ایک گیہوں کا دانہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ سارا نظام صرف اسی صورت میں با قاعدگی کے ساتھ چل سکتا ہے جبکہ وہی ازلی اور ابدی خدا اس کو جاری رکھے تو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اس ایک پروردگار عالم کا انکار کرے۔ یا اس کے ساتھ کچھ دوسری ہستیوں کو اس کی خدائی میں شریک ٹھہرائے۔ مگر ان مشاہدات سے وہی سب کچھ سمجھ سکتا ہے جو ادھر رجوع ہوا اور غور وفکر سے کام لے اور جو غور وفکر سے کام ہی نہ لے تو اسے کیا خاک سمجھ حاصل ہوسکتی ہے۔ اس پر آگے سمجھایا جاتا ہے کہ بندوں کو چاہئے کہ سمجھ سے کام لیں اور ایک خدا کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکاریں اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں۔ بیشک مخلص اور موحد بندوں کے اس طرز عمل سے کافر اور مشرک ناک بھوں چڑھائیں گے کہ سارے دیوتا اڑا کر صرف ایک ہی خدا رہنے دیا مگر پکا اور سچا موحد وہی ہے جو مشرک کے مجمع ہی میں توحید کا نعرہ بلند کرے اور ان کے برا ماننے کی کوئی پروانہ کرے۔

ابھی آگے یہی توحید کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اس زندگی میں دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور ہم کو جو احکام خداوندی پہنچیں ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم وہمت عطا فرمائیں۔

یا اللہ قیامت کی ندامت وحسرت سے ہم سب کو بچایئے اور اس زندگی میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے کہ جو قیامت میں ہم کو پچھتانا نہ پڑے۔

یا اللہ ہر حال میں ہم کو توحید پر قائم رکھئے اور اپنی عبادت کی اخلاص کے ساتھ توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

3

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ

وہ رفیع الدرجات ہے وہ عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تا کہ (وہ صاحب وحی لوگوں کو) اجتماع کے دن

يَوْمَ التَّلَاقِ ۝١٥ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ

(یعنی قیامت کے دن) سے ڈرائے جس دن سب لوگ (خدا کے) سامنے آموجود ہوں گے۔ان کی بات خدا سے مخفی نہ رہے گی۔آج کے روز کس کی حکومت ہوگی

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝١٦ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ ۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝١٧

بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج ظلم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

رَفِيْعُ بلند	الدَّرَجٰتِ درجے	ذُو الْعَرْشِ عرش کا مالک	يُلْقِي الرُّوْحَ وہ ڈالتا ہے روح	مِنْ اَمْرِهٖ اپنے حکم سے	عَلٰى مَنْ جس پر	
يَّشَآءُ وہ چاہتا ہے	مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں (میں) سے	لِيُنْذِرَ تاکہ وہ ڈرائے	يَوْمَ التَّلَاقِ ملاقات (قیامت) کا دن	يَوْمَ جس دن		
هُمْ وہ	بٰرِزُوْنَ ظاہر ہوں گے	لَا يَخْفٰى نہ پوشیدہ ہوگی	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	مِنْهُمْ ان سے۔کی	شَيْءٌ کوئی شے	لِمَنِ کس کیلئے
الْمُلْكُ بادشاہت	الْيَوْمَ آج	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْوَاحِدِ واحد	الْقَهَّارِ زبردست قہر والا ہے	اَلْيَوْمَ آج	تُجْزٰى بدلہ دیا جائے گا
كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا كَسَبَتْ وہ جو اس نے کمایا (اعمال)	لَا ظُلْمَ نہیں ظلم	الْيَوْمَ آج	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَرِيْعُ جلد	الْحِسَابِ حساب لینے والا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شان ربوبیت کے استدلال میں کائنات میں پھیلی ہوئی بے شمار نشانیوں میں سے تنہا صرف ایک نشانی کو پیش کر کے انسانوں کو توحید کی طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ دور کیوں جاؤ اپنے رزق ہی کی فراہمی کے مسئلہ پر غور کرو اور سمجھ بوجھ سے کام لو کہ کس طرح وہ تمہاری روزی کا سامان کرتا ہے تو یہی بات اللہ کو پہچاننے کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد آگے ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی مزید چند صفات بیان فرماتے ہیں جو اس کی شان الوہیت کی دلیل ہیں۔

پہلی صفت رفیع الدرجات فرمائی یعنی تمام موجودات میں اس کا مقام بدرجہا بلند ہے وہ جمیع صفات کمال میں سب سے بلند رتبہ ہے۔ اس کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ سب اس کے ذات و صفات میں محتاج ہیں وہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں۔

دوسری صفت فرمائی ذوالعرش یعنی وہ عرش کا مالک ہے۔ عرش کے معنیٰ ہیں تخت شاہی کے اور کبھی عرش عزت غلبہ اور سلطنت سے بھی کنایہ ہوتا ہے تو ذوالعرش کے لفظی معنیٰ ہوئے عرش والا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ ہر جسمیت اور ہر مکانیت سے پاک و برتر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ عرش کا بھی مالک۔ اس کا خالق اور اس پر ہر طرح قادر ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق عظیم ہے مگر ہم کو بجز نام کے اس کی کچھ حقیقت معلوم نہیں۔ امام بیہقی اپنی کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں۔ ''مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسم مجسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعہ عبادت کو بجا لائیں جس طرح سے کہ زمین میں اس نے ایک گھر پیدا فرمایا (مراد خانہ کعبہ ہے) اور بنی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں اور نماز میں اس کی طرف منہ کریں۔'' بعض مفسرین کہتے ہیں کہ عرش فلک اعلیٰ یعنی آسمان نہم ہے اور کرسی فلک ثوابت یعنی آسمان ہشتم ہے اور یہ استدلال اس حدیث سے کیا جاتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ساتوں آسمان

اور ساتوں زمین کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے جنگل بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو اور یہی حال کرسی کا عرش کے مقابلہ میں ہے۔ قرآن کریم میں عرش کا تین صفات یعنی عظیم کریم اور مجید سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ گیارہویں پارہ سورۃ توبہ میں فرمایا وھو رب العرش العظیم اٹھارویں پارہ سورۂ مومنوں میں فرمایا رب العرش الکریم. اور تیسویں پارہ سورۂ بروج میں فرمایا ذو العرش المجید امام عبدالوہاب شعرانی اس پر لکھتے ہیں کہ ''اگر تم یہ سوال کرو کہ عرش کو عظیم کریم اور مجید تین ناموں سے موسوم کرنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ الفاظ مترادف ہیں یا نہیں؟ تو یہ جواب ہے کہ یہ مترادف نہیں ہیں بلکہ عرش کو اگر اس کے احاطہ کی حیثیت سے دیکھو تو وہ عظیم ہے کیونکہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ عرش کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے وہ کریم ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی اور جسم اس کا احاطہ کر سکے اس سے وہ بالا ہے وہ مجید ہے۔'' علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے جس کے دو کناروں کی وسعت پچاس ہزار سال کی ہے اور جس کی اونچائی ساتویں زمین سے پچاس ہزار سال کی ہے۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ جلال الوہیت کے مظہر دو طرح کے ہیں مادی اور غیر مادی۔ مادی مظاہر میں سب سے بڑی جلوہ گاہ صفات عرش ہے۔ الغرض عرش کی عظمت پر سوائے غائبانہ ایمان رکھنے کے ہم اس کی اصلیت وحقیقت کو نہیں سمجھ سکتے تو عرش کے مالک ہونے کی یہ دوسری صفت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے الوہیت کے دلائل میں یہاں بیان فرمائی۔

تیسری صفت یلقی الروح کی فرمائی یعنی اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح کا القا کرتا ہے۔ روح سے مراد یہاں مفسرین نے وحی لیا ہے جس طرح روح جسد انسانی کو زندہ کرتی ہے وحی ایمان کی زندگی پھونکتی ہے اس لئے وحی کو بھی روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے اس غرض سے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی لوگوں کو قیامت کے دن سے یعنی آخرت کے حساب کتاب اور جزا وسزا سے ڈرائے اور وہ قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ سب آدمی نکل کر سامنے آجائیں گے۔ کوئی بات بھی خدا سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔ یوں تو اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ہر بات کو جانتے ہیں اور کسی کی کوئی بات ان سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن یہاں آدمی کی آنکھوں پر غفلت و جہالت کے پردے پڑے ہوئے ہیں جس بناء پر وہ نہیں سمجھتا کہ میں ہر وقت اور ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں لیکن قیامت کے دن یہ پردے ہٹ جائیں گے اور ہر شخص کو یقین ہو جائے گا کہ میں بارگاہ عدالت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں اور یہ میرے سامنے میرے اچھے برے عمل ہیں ان میں سے کچھ بھی اللہ سے چھپا ہوا نہیں ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا اور کہا جاوے گا کہ بتلاؤ آج کس کی حکومت ہے؟ یعنی دنیا میں تو بہت لوگ حکومت کے مدعی تھے اور بہتیروں کے دماغ میں یہ خناس سمایا ہوا تھا کہ ہمچو من دیگرے نیست لیکن آج وہ مدعی کہاں گئے اور وہ دعوے کیا ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کے وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو قیامت آ گئی اس ندا کو مردہ زندہ سب سنیں گے پھر فناء خلق کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا لمن الملک الیوم آج کس کی حکومت اور بادشاہی ہے۔ اس سوال کا جواب کوئی نہ دے سکے گا سب پر ہیبت چھائی ہوگی جب کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو خود ہی حق تعالیٰ فرمائیں گے للہ الواحد القھار آج حکومت صرف واحد قہار اللہ کی ہے اس موقع پر ایک تاریخی واقعہ قابل ذکر ہے کہ خاندانِ سامان کے فرمانروا نصر بن احمد

جب نیشا پور میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک دربار منعقد کیا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد فرمائش کی کہ دربار کی کارروائی کا افتتاح قرآن کریم کی تلاوت سے ہو۔ چنانچہ ایک بزرگ آگے آئے اور انہوں نے یہی رکوع تلاوت کیا جس وقت وہ اس آیت پر پہنچے لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار تو بادشاہ پر ہیبت طاری ہوگئی لرزتے ہوئے تخت سے اترے تاج سر سے اتار کر سجدے میں گر گئے اور بولے کہ اے رب بادشاہی تیری ہی ہے۔ نہ کہ میری۔ اللہ اکبر الغرض کہ جب یوم قیامت میں تمام حالات سامنے آجائیں گے اور کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی تو جزا و سزا کا وقت آئے گا اور جو کچھ کسی نے نیکی بدی کی ہوگی اس کا بدلہ ملے گا اور جزا و سزا میں کسی کی حق تلفی اور ظلم و زیادتی نہ ہوگی نہ جرم سے زیادہ سزا ملے گی نہ نیکی سے کم جزا رہا یہ کہ جرم سے کم سزا دی جائے یا بالکل معاف کر دیا جائے یا نیکی سے زیادہ ثواب دیا جائے تو یہ اللہ کے فضل و رحمت پر موقوف ہے۔ یہاں آیت میں اس کی نفی نہیں ہے۔ صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث قدسی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے۔ پس تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ آخر میں ہے اے میرے بندو یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں نگاہ رکھتا ہوں اور جن کا پورا بدلہ دوں گا پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔ اخیر میں ان اللہ سریع الحساب فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ حق تعالیٰ کو ساری مخلوق سے حساب لینا ایسا آسان ہے جیسا ایک شخص سے حساب لینا۔ یعنی کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ لاتعداد مخلوق اور پھر ذرہ ذرہ کا حساب فہمی ایک شخص کی ساری عمر کی نقل و حرکت نشست و برخاست خواب و بیداری بلکہ ہر سانس کا حساب کتاب اور پھر حساب فہمی بھی ایسی کہ جسمیں ذرا حق تلفی اور ظلم و زیادتی نہ ہو اس کا تصور کسی انسان کا دماغ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اللہ سریع الحساب اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب فہمی کرلے گا۔ اس کو حساب لینے میں کوئی دیر نہیں لگے گی اس سرعت حساب فہمی کو اسی پر قیاس کر لیا جائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر مخلوق کو بیک وقت رزق دے رہے ہیں اور کسی ایک کو رزق رسانی کے انتظام میں حق تعالیٰ کو ایسی مشغولیت نہیں ہوتی کہ دوسرے کو رزق دینے میں دیر لگے یا جس طرح کائنات کی ہر چیز کو حق تعالیٰ بیک وقت دیکھ رہے ہیں۔ اور ساری آوازوں کو بیک وقت سن رہے ہیں اور تمام چھوٹے بڑے معاملات کی بیک وقت تدبیر فرما رہے ہیں کوئی چیز اُس کی توجہ اس طرح جذب نہیں کر لیتی کہ وہ اسی آن دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ کر سکے اسی طرح وہ ہر ہر فرد کا بیک وقت محاسبہ بھی کر لے گا اور اسے حساب کتاب کرنے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ ہمارے دلوں سے بھی غفلت کو دور فرمادیں اور ہمہ وقت ہم کو آخرت کا فکر اور وہاں کی تیاری نصیب فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا سے اسلام و ایمان کے ساتھ آخرت کی طرف کوچ کرنا نصیب فرمائیں اور قیامت کے دن ہمارا حساب کتاب آسان فرمائیں۔ ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائیں اور آخرت کی کامیابی اور سرخروئی نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۥ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ

اور آپ ان لوگوں کو ایک قریب آنے والے مصیبت کے دن سے ڈرایئے جس وقت کلیجے منہ کو آجاویں گے (اور غم سے) گھٹ گھٹ جاویں گے (اس روز) ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا

وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ

اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جاوے وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ٹھیک فیصلہ کردے گا۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾

اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارا کرتے ہیں وہ کسی طرح کا فیصلہ نہیں کرسکتے اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ	اور آپ انہیں ڈرائیں
يَوْمَ الْاٰزِفَةِ	قریب آنے والا روز (قیامت)
اِذِ الْقُلُوْبُ	جب دل (جمع)
لَدَى الْحَنَاجِرِ	گلوں کے نزدیک
كٰظِمِيْنَ	غم سے بھرے ہوئے
مَا لِلظّٰلِمِيْنَ	نہیں ظالموں کیلئے
مِنْ	سے۔کوئی
حَمِيْمٍ	دوست
وَلَا شَفِيْعٍ	اور نہ کوئی سفارش کرنیوالا
يُطَاعُ	جسکی بات مانی جائے
يَعْلَمُ	وہ جانتا ہے
خَآئِنَةَ	خیانت
الْاَعْيُنِ	آنکھوں
وَمَا	اور جو
تُخْفِي	چھپاتے ہیں
الصُّدُوْرُ	سینے (جمع)
وَاللّٰهُ	اور اللہ
يَقْضِيْ	فیصلہ کرتا ہے
بِالْحَقِّ	حق کے ساتھ
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ
يَدْعُوْنَ	پکارتے ہیں
مِنْ دُوْنِهٖ	اس کے سوا
لَا يَقْضُوْنَ	نہیں فیصلے کرتے
بِشَيْءٍ	کچھ بھی
اِنَّ	بیشک
اللّٰهَ	اللہ
هُوَ	وہی
السَّمِيْعُ	سننے والا
الْبَصِيْرُ	دیکھنے والا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شان الوہیت کے سلسلہ میں کچھ احوال قیامت اور جزاوسزا کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں جزاوسزا بغیر کسی کی حق تلفی اور ظلم وزیادتی کے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لے لیں گے۔ اب ایک کوتاہ بین اور غافل انسان سمجھتا ہے کہ ابھی تو قیامت بہت دور ہے اس طرح اس میں لاپرواہی پیدا ہو جاتی ہے اور باوجود قیامت کا منکر نہ ہوتے اور اس کو یقینی الوقوع جاننے کے دل ودماغ پر غفلت اور ذہول کے پردے چھا جاتے ہیں اور اعمال صالحہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس لئے یہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے حکم دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو قریب آنے والے قیامت کے دن سے ڈرایئے۔ یعنی قیامت کا دن لوگوں کی نظروں میں بعید ہے۔ مگر چونکہ یقیناً آنے والا ہے اور آنے والی چیز قریب ہی سمجھی جاتی ہے عقلمند سوکوس پرے کی بھی بلا کو آنکھوں کے سامنے ہی دیکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں لوگوں کو بار بار یہ احساس دلایا گیا ہے کہ قیامت ان سے کچھ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہی لگی کھڑی ہے۔ سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں فرمایا گیا **اقترب للناس حسابهم وهم فى غفلة معرضون** (قریب آ لگا لوگوں سے ان کے حساب کا وقت یعنی یوم قیامت اور وہ غفلت ہی میں پڑے ہیں اعراض کئے ہوئے) ستائیسویں پارہ سورۂ قمر میں فرمایا گیا **اقتربت الساعة** (قیامت نزدیک آ پہنچی) پھر سورۂ نجم میں فرمایا گیا **ازفت الأزفة** (وہ قریب آ جانے والی چیز قریب آ گئی) تو ان بار بار کی تنبیہات سے مقصود لوگوں کو متنبہ کرنا ہے کہ قیامت کو دور کی چیز سمجھ کر بے خوف نہ رہیں اور ہوش میں آ جائیں۔ جو وقت ابھی توبہ اور رجوع الی اللہ کے لئے ملا ہوا ہے اسے غنیمت سمجھیں۔ تو یہاں بھی فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس قریب آنے والے قیامت کے دن سے ڈرایئے۔

آگے اس دن کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ دن ان منکرین و مکذبین ظالموں کے لئے بڑی سختی اور مصیبت کا ہوگا کہ خوف کی وجہ سے کلیجے منہ کو آئے ہوئے ہوں گے اور دم گھٹ رہے ہوں گے اور حیران و پریشان ہوں گے اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر و شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کا اس دن کوئی دوست اور غمگسار نہ ہوگا جو ان کے کام آئے اور نہ کوئی شفیع اور سفارشی ہوگا کہ جو ان کی شفاعت کے لئے زبان ہلائے ۔ یہاں ظالمین جس سے مراد کفار ہیں ان کے لئے شفاعت کی نفی ہے مومن گنہگار کے لئے شفاعت کی نفی اس سے نہیں نکلتی ۔ آگے ایک اور دہشت ناک بات بیان کی جاتی ہے کہ اس قیامت کے دن جس حاکم کا سامنا ہوگا وہ ایسا ہے کہ جس سے چھوٹی سے چھوٹی چیز یہاں تک کہ دز دیدہ نگاہ چشم اور پوشیدہ سے پوشیدہ بات یہاں تک کہ وہ خیال جو سینوں میں چھپا ہوتا ہے وہ بھی اس سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ تو مقصد اس سے یہ ہے کہ اتنے بڑے علم والے سے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں سب کو ڈرنا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس وقت وہ مجھ سے پوشیدہ ہے اور میرے حال کی اسے اطلاع نہیں بلکہ ہر وقت یہ یقین کرے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اس کا علم میرے ساتھ ہے اس لئے اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے رکا رہے اور اس کے احکام کی بجا آوری کرتا رہے۔ آگے بات یہ فرمائی کہ اس روز فیصلہ و انصاف اللہ ہی کرے گا اور انصاف بھی کیسا کہ جس میں کوئی رو رعایت نہ ہوگی ۔ بڑے چھوٹے امیر غریب شاہ و گدا سب کے ساتھ عادلانہ حق کے ساتھ انصاف ہوگا ۔ تیسری بات یہ فرمائی کہ اللہ کے سوا کفار و مشرکین کے جھوٹے معبود جن کو یہ لوگ اس دن کی امید پر پکارتے ہیں کچھ بھی فیصلہ کرنے کے مجاز نہ ہوں گے ۔ ان کو اختیار ہی نہ ہوگا کہ کسی قسم کا فیصلہ کر سکیں خواہ عادلانہ ہو یا ظالمانہ۔ آخر میں فرمایا ان اللہ هو السمیع البصیر اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے جس سے کسی کا کوئی قول و فعل مخفی نہیں اس لئے فیصلہ کرنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جو سننے اور جاننے والا ہو۔ یہ کفار و مشرکین کے معبود پتھر کی بے جان مورتیں جنہیں وہ معبود کہہ کر پکارتے ہیں جو اندھے بھی ہیں اور بہرے بھی ہیں وہ کیا خاک فیصلہ کریں گے جن سے یہ کفار و مشرکین امید لگائے ہوئے ہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ خدائے واحد ہی معبود ہے اور کوئی نہیں ۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت و آخرت کا حقیقی فکر ہم کو نصیب فرمائیں۔ اور اس زندگی میں آخرت کا سامان جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ قیامت کی ہولناکیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے ۔ اور ہم کو اس گروہ میں شامل نہ فرمایئے کہ جن کا نہ کوئی دوست قیامت میں ہوگا نہ سفارشی ۔

یا اللہ ہمارا حساب کتاب آسان فرمایئے اور آخرت کی کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمایئے ۔ آمین ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا

کَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا کَانَ

وہ لوگ قوت اوران نشانیوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے بہت زیادہ تھے سواُن کے گناہوں کی وجہ سے خدا نے ان پر داروگیر فرمائی اوران کا کوئی

لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ کَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَکَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ

خدا سے بچانے والا نہ ہوا یہ (مواخذہ) اس سبب سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا

اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ

بیشک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون

وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر (اور) جھوٹا ہے۔ پھر جب وہ لوگوں کے پاس دین حق جو ہماری طرف سے تھا لیکر آئے تو ان لوگوں نے کہا

اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا کَیْدُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾

کہ جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی۔

اَوَ کیا	لَمْ یَسِیْرُوْا وہ چلے پھرے نہیں	فِی الْاَرْضِ زمین میں	فَیَنْظُرُوْا تو وہ دیکھتے	کَیْفَ کیسا	کَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	
الَّذِیْنَ ان لوگوں کا جو	کَانُوْا تھے	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	کَانُوْا وہ تھے	هُمْ وہ	اَشَدَّ زیادہ سخت	مِنْهُمْ ان سے	قُوَّةً قوت
وَّاٰثَارًا اور آثار	فِی الْاَرْضِ زمین میں	فَاَخَذَهُمُ تو انہیں پکڑا	اللّٰهُ اللہ	بِذُنُوْبِهِمْ انکے گناہوں کے سبب	وَمَا اور نہیں	کَانَ ہے	
لَهُمْ ان کیلئے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مِنْ سے۔کوئی	وَّاقٍ بچانے والا	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	کَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ ان کے پاس آتے تھے	
رُسُلُهُمْ ان کے رسول	بِالْبَیِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ	فَکَفَرُوْا تو انہوں نے کفر کیا	فَاَخَذَهُمُ پس پکڑا انہیں	اللّٰهُ اللہ	اِنَّهٗ بے شک وہ		
قَوِیٌّ قوی	شَدِیْدُ الْعِقَابِ سخت عذاب والا	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجا	مُوْسٰی موسیٰ	بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیوں کے ساتھ	وَسُلْطٰنٍ اور سند		
مُّبِیْنٍ روشن	اِلٰی فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف	وَهَامٰنَ اور ہامان	وَقَارُوْنَ اور قارون	فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	سٰحِرٌ جادوگر	کَذَّابٌ بڑا جھوٹا	
فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ وہ آئے ان کے پاس	بِالْحَقِّ حق کیساتھ	مِنْ عِنْدِنَا ہمارے پاس (طرف) سے	قَالُوْا انہوں نے کہا			
اقْتُلُوْا تم قتل کردو	اَبْنَآءَ انکے بیٹے	الَّذِیْنَ وہ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ انکے ساتھ	وَاسْتَحْیُوْا اور زندہ رہنے دو		
نِسَآءَهُمْ ان کی عورتیں (بیٹیاں)	وَ اور	مَا کَیْدُ اور نہیں داؤ	الْکٰفِرِیْنَ کافروں	اِلَّا سوائے	فِیْ ضَلٰلٍ گمراہی میں		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شان الوہیت کے ثبوت میں بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں جزا وسزا کا

مالک وحاکم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی جس کی یہ صفات ہیں کہ وہ پوشیدہ سے پوشیدہ قول وفعل حتیٰ کہ دل کے اندر کے وسوسے اور خیالات تک سے واقف ہے اور وہ قیامت کے دن انصاف کے ساتھ ہر ایک کا فیصلہ فرمادیں گے۔ تو جولوگ باوجود ان دلائل توحید کے کفر وشرک پر اصرار کرتے ہیں ان کو مزید ڈرایا جاتا ہے اور یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کو نہ ماننے اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے کے سبب گذشتہ دور میں بہت سی امتیں ہلاک ہوچکی ہیں تو ان کے انجام سے ان مشرکوں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے جس سے کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ جتلایا گیا کہ تم جو کچھ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنا چاہتے ہو یہی کچھ اپنی طاقت اور حکومت کے بل بوتا پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کرنا چاہتا تھا مگر آخر تقدیر الٰہی کے آگے کوئی تدبیر نہ چل سکی اور انجام کار فرعون ہلاک ہوا تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اسی انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو جس سے فرعون موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کر کے دوچار ہوا۔ ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کو سبق دیا گیا کہ یہ ظالم کفار مکہ بظاہر اس وقت کیسے ہی بالادست اور چیرہ دست ہوں اور ان کے مقابلہ میں مسلمان خواہ کتنے ہی کمزور اور بے بس ہوں مگر آخر کار اللہ تعالیٰ کی نصرت اپنے رسول اور ان کے متبعین کے ساتھ آ کر رہے گی اور ان کو کامیابی وغلبہ نصیب ہوگا اور وہ وقت آنے تک ظلم وستم کے جو طوفان بھی سامنے آئیں انہیں صبر وضبط کے ساتھ برداشت کرنا ہوگا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان کفار مکہ ومشرکین عرب نے جو ملک شام اور یمن وغیرہ تجارت کے لئے آیا جایا کرتے ہیں کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا اور سنا کہ ان منکروں کا جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں کیا انجام ہوا حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور بھی تھے اور بڑے بڑے نشان دنیا میں چھوڑ گئے یعنی ان کے مکانات اور مستحکم قلعوں کے کھنڈرات اور ان کے آثار شکستہ جو اس وقت تک موجود تھے ان کی یادگار ہیں۔ پھر ان کو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کو کوئی نہ بچا سکا جیسا کہ قوم عاد وثمود وقوم لوط وغیرہ اور یہ مصیبت ہلاکت کی ان پر صرف اس لئے آئی کہ اللہ کے رسول ان کے پاس نشانیاں ومعجزات و آیات لے کر آئے تھے مگر وہ انکار ہی کرتے رہے اور تکذیب سے باز نہ آئے پھر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کو پکڑ لیا اور سزا دی کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست اور بڑی قوت والا ہے۔ اس کی پکڑ اور سزا سے پھر کوئی بچ نہیں سکتا گویا یہاں یہ صاف صاف بتلا دیا گیا کہ جو احکام خداوندی کے خلاف کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانیں گے ان کا وہی حشر ہوگا جو پہلوں کا ہوا کہ جن میں سے کچھ تو اپنی حکومت سلطنت پر پھولے ہوئے تھے۔ جیسے فرعون اور بعض اپنے انتظام وتدبیر پر مغرور تھے جیسے ہامان اور بعض کو دولت کی کثرت پر گھمنڈ تھا جیسے قارون تو ان سب کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہو کر آئے اور کھلی ہوئی نشانیاں معجزات اور حجت وصداقت کے دلائل لے کر آئے مگر ان سب نے اللہ کے رسول کو معاذ اللہ جھوٹا اور جادو گر ہی بتایا۔ فرعون اور اس کے وزیر اعظم ہامان نے تو کھلم کھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تھی اور آپ کو جادوگر بھی ٹھہرایا تھا مگر قارون جو بنی اسرائیل ہی میں سے تھا اس نے بظاہر یہ الفاظ نہ کہے تھے مگر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا۔ آپ پر الزامات اور تہمت لگائی اور آپ کے اتباع سے انکار کیا تو گویا بزبان حال اس نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہی کی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب قوم فرعون کے پاس موسیٰ علیہ السلام دین حق اور پیغام الٰہی لے کر

آئے تو بجائے اس کے کہ ان کا کہنا مانتے فرعون نے یہ حکم دے دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کروتا کہ بنی اسرائیلیوں کا زور اور قوت نہ بڑھنے پائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دوتا کہ وہ فرعونیوں کی خدمت گزاری کے کام میں آئیں۔ بنی اسرائیل کے متعلق یہ حکم فرعون کا دوبارہ تھا۔ پہلے یہی حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت نجومیوں کے کہنے سے فرعون نے صادر کیا تھا۔ اب جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہو کر آئے اور فرعون زچ ہوا تو پھر اس لعین نے یہی حکم صادر کیا مگر حق تعالیٰ اس پر فرماتے ہیں کہ ان سب تدبیروں سے کیا ہوتا ہے۔ کفار کے سب داؤ پیچ خدا تعالیٰ کی مشیت کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتے۔ سب بیکار اور ضائع جاتے ہیں۔ آخر کار ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ فرعون اور اس کے سردار اور لشکر سب غارت ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مع تمام بنی اسرائیل کے سلامت رہے۔

کفار کا اپنے اپنے انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہ رویہ رہا کہ پہلے تو اللہ کے پیغمبر کو ڈرا دھمکا کر تبلیغ حق سے باز رہنے کی کوشش کی اور جب یہ حربہ کارگر نہ ہوا تو پھر قتل پیغمبر کے منصوبہ باندھتے تا کہ تبلیغ کی جڑ بنیاد ہی ختم کر دی جائے۔ چنانچہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اخیر میں قتل کرنا چاہا۔

دعا کیجئے

یا اللہ نافرمانوں کے انجام دیکھ کر ہم کو بھی عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی ہمت و توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ جو دین حق کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے اس پر ہم کو استقامت اور اس کا اتباع نصیب فرمایئے اور کفار و مشرکین کے سارے وہ ارادے اور تدبیریں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وہ کر رہے ہیں۔

یا اللہ ان کی ساری تدبیریں بے اثر فرما دیجئے اور اہل ایمان کو غلبہ اور شوکت اور کفار کو ذلت و خواری نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ

اور فرعون نے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہئے کہ اپنے رب کو (مدد کیلئے) پکارے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے

يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ

یا ملک میں کوئی خرابی پھیلا دے اور موسیٰ نے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر خردماغ شخص (کے شر) سے

مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ

جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ اور ایک مؤمن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ

کہا کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے۔ اور اگر

يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا۔ اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑیگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ

مقصود تک نہیں پہنچاتا جو حد سے گذر جانے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ اے میرے بھائیو آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو

يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ

سو خدا کے عذاب میں ہماری کون مدد کرے گا اگر وہ ہم پر آپڑا فرعون نے کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں اور میں

اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

تم کو عین طریق مصلحت بتلاتا ہوں۔

وَقَالَ اور کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	ذَرُوْنِيْ مجھے چھوڑ دو	اَقْتُلْ میں قتل کروں	مُوْسٰى موسیٰ	وَلْيَدْعُ اور اسے پکارنے دو	رَبَّهٗ اپنا رب
اِنِّيْ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	اَنْ يُّبَدِّلَ کہ وہ بدل دے	دِيْنَكُمْ تمہارا دین	اَوْ یا	اَنْ يُّظْهِرَ یہ کہ ظاہر کردے (پھیلادے)		
فِي الْاَرْضِ زمین میں	الْفَسَادَ فساد	وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰى موسیٰ	اِنِّيْ بیشک میں	عُذْتُ پناہ لے لی	بِرَبِّيْ اپنے رب سے۔کی
وَرَبِّكُمْ اورتمہارے رب سے۔کی	مِنْ سے	كُلِّ ہر	مُتَكَبِّرٍ مغرور	لَا يُؤْمِنُ جوایمان نہیں رکھتا	بِيَوْمِ الْحِسَابِ روزحساب پر	وَقَالَ اور کہا
رَجُلٌ ایک مرد	مُّؤْمِنٌ مؤمن	مِنْ سے	اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کے لوگ	يَكْتُمُ وہ چھپائے ہوئے تھا	اِيْمَانَهٗ اپنا ایمان	
اَتَقْتُلُوْنَ کیا تم قتل کرتے ہو	رَجُلًا ایک آدمی	اَنْ يَّقُوْلَ کہ وہ کہتا ہے	رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ	وَقَدْ جَآءَكُمْ اور وہ تمہارے پاس آیا ہے		
بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کیساتھ	مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے	وَاِنْ اور اگر	يَّكُ وہ ہے	كَاذِبًا جھوٹا	فَعَلَيْهِ تو اس پر	

كَذِبُهٗ اس کا جھوٹ	وَاِنْ یَّكُ اور اگر ہے وہ	صَادِقًا سچا	یُصِبْكُمْ تمہیں پہنچے گا	بَعْضُ کچھ	الَّذِیْ وہ جو	یَعِدُكُمْ تم سے وعدہ کرتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا یَهْدِیْ ہدایت نہیں دیتا	مَنْ هُوَ جو ہو	مُسْرِفٌ حد سے گزرنے والا	كَذَّابٌ سخت جھوٹا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	
لَكُمُ تمہارے لئے	الْمُلْكُ بادشاہت	الْیَوْمَ آج	ظٰهِرِیْنَ غالب	فِی الْاَرْضِ زمین میں	فَمَنْ تو کون	یَّنْصُرُنَا ہماری مدد کریگا
مِنْۢ سے	بَاْسِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	اِنْ جَآءَنَا اگر وہ آجائے ہم پر	قَالَ کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	مَآ نہیں	اُرِیْكُمْ اِلَّا میں دکھاتا (رائے دیتا) تمہیں مگر
	مَآ اَرٰی جو میں دیکھتا ہوں	وَمَآ اَهْدِیْكُمْ اور راہ نہیں دکھاتا تمہیں	اِلَّا مگر	سَبِیْلَ راہ	الرَّشَادِ بھلائی	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا جس سے کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ تم بھی اللہ کے رسول کی تکذیب کر کے فلاح نہیں پا سکتے آخر ذلیل وخوار ہو گے اور دین و دنیا دونوں جہان کی رسوائی مول لو گے اور خداوند قدوس اپنی تائید وحمایت سے اپنے پیغمبر کو غالب اور منصور فرمائے گا۔ نیز یہ بتلایا گیا تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بغرض تبلیغ دین فرعون کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کی نبوت کی تکذیب اور معجزات کو دیکھ کر جادوگر بتلایا۔

انسان کو عموماً بگاڑنے والی تین ہی چیزیں ہوتی ہیں۔

(اول) یا تو اس کو اپنی قوت وطاقت پر ناز۔

دوسرے یا اپنے علم وقابلیت یا ہنر پر گھمنڈ

تیسرے یا دولت وثروت کی زیادتی اور اس پر بھروسہ۔

اور اگر ان تینوں باتوں کا گٹھ جوڑ ہو جائے اور اس کے ساتھ خوف خدا نہ ہو تو پھر انسان تباہی کی طرف تیزی سے جاتا ہے۔ فرعون بجائے اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتا۔ آپ کی نبوت کو تسلیم کرتا آپ کے حکم کا اتباع کرتا آپ کی مخالفت اور دشمنی پر اتر آیا اور بنی اسرائیل کی تذلیل وتوہین کے لئے اور ان کی تعداد اور قوت گھٹانے کے لئے یہ حکم دیا کہ ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے اور بیٹیوں کو خدمت گزاری کے لئے زندہ رہنے دیا جائے اور ممکن ہے کہ یہ دہشت انگیزی کی پالیسی اس نے اس لئے بھی اختیار کی ہو کہ بنی اسرائیلیوں کے دل میں یہ خیال جم جائے کہ یہ سب مصیبت ان پر موسیٰ علیہ السلام کی بدولت آئی اس لئے ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ لیکن مشیت خداوندی کے آگے کفار کی کوئی تدبیر کارآمد نہیں ہوتی۔ کافروں کا فریب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا تو جیسا کہ منکرین ومکذبین کا ہمیشہ وطیرہ رہا کہ دعوت حق کو روکنے اور ختم کرنے کا آخری حربہ یہی خیال کرتے رہے کہ داعی حق کو قتل کر دیا جائے جس سے سارا قصہ ہی ختم ہو جائے ایسا ہی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے متعلق خیال کیا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک روز فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں موسیٰ کو جان سے مار دوں۔ فرعون تھا بڑا فریبی گویا اس وقت تک موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کرنے کی وجہ اپنے درباریوں کی روک تھام اور ان کی ممانعت کو قرار دے رہا تھا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالنے سے خود دل میں سہما اور ڈرا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر مگر اپنی قوت اور شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے بے حیائی سے ایسا کہہ رہا تھا تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں اور اس کے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ تو اہل دربار سے فرعون نے اپنی شقاوت کی بنا پر کہا کہ مجھ کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا اور وہ اپنے خدا کو اپنی مدد پر پکارے تب بھی مجھے کوئی پروا نہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تو تمہارا مذہبی طور وطریق جو پہلے سے چلا آ رہا ہے بگاڑ ڈالے یا سازش وغیرہ کا جال پھیلا کر ملک میں بدامنی وفساد پھیلا دے جس کا انجام یہ ہو کہ تمہاری حکومت کا خاتمہ ہو کر ملک بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں چلا جائے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے ان مشوروں کی خبر پہنچی تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے ان دھمکیوں کی مطلق

پرواہ نہیں۔فرعون اکیلا تو کیا ساری دنیا کے متکبرین وجبارین جمع ہو جائیں تب بھی میرا اور تمہارا پروردگار ان کے شر سے بچانے کے لئے کافی ہے میں اپنے کو تنہا اسی کی پناہ میں دیتا ہوں وہی میرا حامی و مددگار ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب وحی تھے۔ اللہ کی ہمہ گیر طاقت پر ان کو یقین کامل تھا اس کی ربوبیت پر ایمان تھا اور کھلی آنکھوں اللہ کی مہربانی اور امدادی طاقت کو دیکھ رہے تھے اس لئے بجائے خوفزدہ ہونے اور اپنی طاقت پر بھروسہ کر کے اپنے بچاؤ کا سامان فراہم کرنے کے آپ نے اللہ کے دامن ربوبیت کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اعلان کر دیا کہ ان مغرور ظالموں سے مجھے کچھ اندیشہ نہیں۔ مجھے اپنی رب کی اعانت کا یقین ہے۔ میں اسی کی پناہ چاہتا ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم یا دشمن سے اندیشہ ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھتے۔ **اللھم انا نعوذبک من شرورھم و ندرء بک فی نحورھم** یعنی اے اللہ ان کے شر اور برائی سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں اور ہم تجھے ان کے مقابلہ میں کرتے ہیں الغرض دربار فرعون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورہ ہوئے تو اس وقت وہاں ایک مرد مومن جس نے فرعون اور قوم فرعون سے اب تک اپنا ایمان مخفی رکھا تھا فرعون کی یہ گفتگو سن کر کہا کہ کیا تم ناحق ایک شخص کا خون کرنا چاہتے ہو محض اس بات پر کہ وہ صرف ایک اللہ کو اپنا رب کیوں کہتا ہے حالانکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت میں کھلے کھلے نشان تم کو دکھلا چکا اور اس کے قتل کی تم کو کچھ ضرورت بھی نہیں بلکہ ممکن ہے تمہارے لئے مضر ہو۔ فرض کرو اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت ہوا تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے اور تم نے اسے ستایا یا دکھ پہنچایا تو جیسا وہ کہہ رہا ہے تم پر یقیناً عذاب پڑے گا۔ پس عقلاً لازم ہے کہ تم لوگ اسے چھوڑ دو۔ جو اس کی مان رہے ہیں مانیں تم کیوں درپئے آزار ہوتے ہو۔ مسرف اور جھوٹے آدمی راہ یافتہ نہیں ہوتے دنیا کا کوئی اسراف اور کذب اور جھوٹے دعوائے نبوت سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔تو موسیٰ اگر دعوائے نبوت میں جھوٹے ہیں تو خود انہیں اس کی سزا ملے گی لیکن اگر ان کا دعوئے نبوت سچ نکلا تو تم اپنی خبر لو تمہارا انجام کیا ہوگا۔ اس مومن مرد نے مزید سمجھایا کہ اے میرے بھائیو۔ آج تمہاری حکومت وسلطنت ہے لیکن اپنے سامانوں اور لشکروں پر مغرور مت ہو۔ آج تمہاری یہ شان وشوکت ہے لیکن اگر کل خدا کے عذاب نے آگھیرا تو کوئی بچانے والا نہ ملے گا اور یہ سب ساز و سامان یوں ہی رکھے رہ جاویں گے۔ لکھا ہے کہ یہ مرد مومن فرعون کے خاندان سے تھے اور بعض مفسرین نے ان کو فرعون کا چچازاد بھائی لکھا ہے مگر یہ اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آل فرعون میں سے ایک تو یہ مرد ایماندار تھے اور دوسرے فرعون کی بیوی اور تیسرا وہ شخص کہ جس نے ایک فرعونی نادانستہ قتل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوڑ کر خبر دی تھی کہ تمہارے قتل کے دربار فرعون میں مشورہ ہو رہے ہیں لہذا تمہارا مصر سے کہیں اور چلا جانا اس وقت مناسب ہے تمام قوم فرعون میں صرف یہی تین حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔تو فرعون نے پوشیدہ ایمان رکھنے والے اس مرد مومن سے جو یہ تقریر سنی تو اس نے جواب دیا کہ میرے خیالات تمہاری باتوں سے تبدیل نہیں ہوئے۔ جو کچھ میرے نزدیک مصلحت وراستی ہے وہی تم کو سمجھا رہا ہوں۔ میرے خیال میں بہتری کا راستہ یہی ہے کہ اس شخص کا قصہ ختم ہی کر دیا جائے۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر دل میں اتنا ڈرا ہوا تھا کہ اس کی خدائی کا نشہ بھی کافور ہو چکا تھا اور اب وہ اپنی رعونت کو بھول گیا اور خدائی غرور کو چھوڑ کر لیڈری کے عجز پر اتر آیا کہ میں تو تم کو سیدھا راستہ ہی بتا رہا ہوں اور وہی رائے دے رہا ہوں جس کو ٹھیک سمجھتا ہوں۔ یہاں بھی کمبخت نے جھوٹ ہی بولا حضرت موسیٰ علیہ السلام جو شرک اور دہریت کو چھوڑنے اور خدا کے وجود اور توحید اختیار کرنے کا طریقہ بتلاتے تھے اس کو تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا فرعون نے بدامنی اور فساد

کا طریقہ بتلایا اور جس دہریہ طریقہ پر آپ تھا اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا اور لوگوں کو بت پرستی سکھاتا تھا اس کو اس نے کہا کہ یہی بھلائی کی راہ ہے۔ یہ باتیں فرعون کی کچھ اس سبب سے نہ تھیں کہ فرعون یا اس کی قوم کو خدا کی خدائی یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا یقین نہ آیا تھا بلکہ متواتر معجزے دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم کے دلوں میں یہ بات یقینی طور پر آ چکی تھی کہ جو باتیں موسیٰ علیہ السلام سے ظہور میں آتی ہیں وہ بڑے بڑے جادوگروں سے جب نہیں ہوسکتیں تو بلاشک بغیر تائید غیبی کے نہیں ہیں لیکن نخوت اور تکبر کے سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع منظور نہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو فساد کی باتیں بتلاتا تھا۔ اسی لئے جب سمندر میں غرق ہونے لگا تو جیسا سورۂ یونس گیارہویں پارہ میں ذکر ہوا اس وقت خدا کی خدائی کا اقرار کیا لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھر دی کہ عمر بھر تو جان بوجھ کر خدا کا منکر رہا اب ایسے وقت خدا کی خدائی کا اقرار کرتا ہے۔

الغرض اس مومن کی نصیحت پر فرعون نے کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جس کو خود ٹھیک سمجھ رہا ہوں اور میں تو تم کو عین طریق مصلحت بتلاتا ہوں کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے گویا اب یہاں اس کا حاکمانہ طرز کلام نہیں رہا۔ بلکہ بے جان واعظانہ نصیحت اور رائے دینے پر اتر آیا۔

یہاں ان آیات میں اس خفیہ ایمان رکھنے والے مردمومن نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہا **اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و قدجآء کم بالبینت من ربکم** کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے اس دعوے پر دلیلیں بھی لے کر آیا ہے روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے بھی کفار مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے وقت یہی کہا تھا۔ بخاری وغیرہ میں ایک واقعہ کئی روایتوں سے مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ مشرکوں نے مکہ میں سب سے زیادہ برا سلوک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہو مجھے بتایئے۔ آپ نے فرمایا سنو ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں بل دے کر آپ کی گردن میں ڈال کر مروڑنے لگا جس سے کہ آپ کا گلا مبارک گھٹنے لگا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ دوڑے بھاگے آئے اور اسے دھکا دے کر دور پھینکا اور فرمانے لگے۔ **اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جآء کم بالبینت من ربکم** کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے اس دعوے پر دلیلیں بھی لے کر آیا ہے۔

ابھی آگے اس مردمومن کی نصیحت اور تقریر جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ دشمنان دین سے ہماری اور امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں اور حق کی حمایت کے لئے اور باطل سے مقابلہ کے لئے ہم کو عزم واستقلال نصیب فرمائیں۔ اس وقت جہاں جہاں روئے زمین پر اہل اسلام کفار ومشرکین کے نرغہ میں ہیں یا اللہ اہل اسلام کی حمایت فرما اور ان کو غلبہ عطا فرما اور کفار ومشرکین کو پست ومغلوب فرما۔ یا اللہ! اب قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ باطل نے سر اٹھا رکھا ہے اور حق کو کچلنے کی کوشش ہو رہی ہے یا اللہ حق کی ناصر اور مددگار آپ کی قدرت ہو جائے۔ یا اللہ! اپنی قدرت جباری وقہاری سے باطل کو ملیامیٹ فرما دے اور حق کو غلبہ اور فتح ونصرت عطا فرما دے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝٣٠ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ

اور اس مومن نے کہا صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اور امتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے۔ جیسا قوم نوح

نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝٣١ وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ

اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے

اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ۝٣٢ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ

جس میں کثرت سے ندائیں ہونگی۔ جس روز (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے اس وقت تم کو خدا سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جس کو

یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝٣٣ وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ

خدا ہی گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ اور اس کے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لے کر آ چکے ہیں۔ سو تم ان امور میں بھی

مِّمَّا جَآءَکُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ کَذٰلِكَ یُضِلُّ

برابر شک ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لیکر آئے تھے حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ بس اب اللہ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ سے باہر

اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۝٣٤ ۨالَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ۭ

ہو جانیوالوں (اور) شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتے ہیں۔ جو بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو۔ خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں۔

کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۭ کَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝٣٥

اس (کج بحثی) سے خدا تعالیٰ کو بھی بڑی نفرت ہے اور مومنین کو بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِیْ وہ شخص جو	اٰمَنَ ایمان لے آیا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنِّیْٓ اَخَافُ میں ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ تم پر	مِثْلَ مانند
یَوْمِ الْاَحْزَابِ سابقہ گروہوں کا دن	مِثْلَ جیسے	دَاْبِ حال	قَوْمِ نُوْحٍ قوم نوح	وَعَادٍ اور عاد	وَثَمُوْدَ اور ثمود	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	وَمَا اور نہیں	اللّٰهُ اللہ	یُرِیْدُ چاہتا	ظُلْمًا کوئی ظلم	لِّلْعِبَادِ اپنے بندوں کیلئے	وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم
اِنِّیْٓ اَخَافُ میں ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ تم پر	یَوْمَ التَّنَادِ دن چیخ و پکار	یَوْمَ جس دن	تُوَلُّوْنَ تم پھر جاؤ گے (بھاگو گے)	مُدْبِرِیْنَ پیٹھ پھیر کر	
مَا لَکُمْ نہیں تمہارے لئے	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے	مِنْ کوئی	عَاصِمٍ بچانے والا	وَمَنْ اور جس کو	یُّضْلِلِ گمراہ کردے	اللّٰهُ اللہ
فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ هَادٍ کوئی ہدایت دینے والا	وَلَقَدْ جَآءَکُمْ اور تحقیق آئے تمہارے پاس	یُوْسُفُ یوسف	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل		
بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلائل کیساتھ	فَمَا زِلْتُمْ سو تم ہمیشہ رہے	فِیْ شَكٍّ شک میں	مِّمَّا جَآءَکُمْ اس سے آئے تمہارے پاس	بِهٖ اسکے ساتھ	حَتّٰٓی یہاں تک	
اِذَا جب	هَلَكَ وہ فوت ہوگئے	قُلْتُمْ تم نے کہا	لَنْ یَّبْعَثَ ہرگز نہ بھیجے گا	اللّٰهُ اللہ	مِنْۢ بَعْدِهٖ اسکے بعد	رَسُوْلًا کوئی رسول	کَذٰلِكَ اسی طرح
یُضِلُّ اللّٰهُ گمراہ کرتا ہے اللہ	مَنْ هُوَ جو وہ	مُسْرِفٌ حد سے گزرنے والا	مُّرْتَابُ شک میں رہنے والا	الَّذِیْنَ جو لوگ	یُجَادِلُوْنَ جھگڑا کرتے ہیں	

فِیْ میں	اٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ کی آیتیں	بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ بغیر کسی دلیل	اَتٰىهُمْ آئی اُنکے پاس	كَبُرَ مَقْتًا سخت ناپسند	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	
وَعِنْدَ اور نزدیک	الَّذِيْنَ ان لوگوں کے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	كَذٰلِكَ اسی طرح	يَطْبَعُ اللّٰهُ مُہر لگا دیتا ہے اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ قَلْبِ ہر دل
مُتَكَبِّرٍ مغرور	جَبَّارٍ سرکش					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات کا ذکر ہوا تھا اور یہ بتلایا گیا تھا کہ جب فرعون نے اپنے اہل دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا خیال ظاہر کیا تو فرعون کے خاندان کے ایک مومن شخص نے جواب تک اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے حاضرین دربار سے کہا کہ کیا تم ایک شخص کے محض اس بات پر قتل کے درپے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور حالانکہ وہ اپنے دعوائے نبوت پر دلیلیں بھی لے کر آیا ہے اور اس مومن شخص نے مزید یہ کہا تھا کہ تم کو قتل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ یا تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے یا سچا ہے۔ اگر بالفرض جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو پھر جس عذاب کی وہ پیشین گوئیاں کر رہا ہے وہ تم پر پڑ کر رہے گا اور اس صورت میں قتل کرنے سے اور زیادہ بلا اپنے سر مول لینا ہے حالانکہ آج تمہاری حکومت وسلطنت ہے اور تم اس سرزمین مصر کے حاکم ہو لیکن وہ شخص اگر سچا ہے تو پھر اس کے قتل کرنے سے ہم پر جو عذاب الٰہی آ پڑے گا تو اس وقت کون تمہاری مدد کرے گا۔ یہاں تک مضمون گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا تھا۔

اب آگے ان آیات میں اسی مومن شخص کی بقیہ تقریر بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے جب اس مومن نے دیکھا کہ نصیحت میں نرمی سے کام نہیں چلتا تو اب اس نے ڈراوے اور خوف دلانے سے کام لیا اور کہا کہ اے صاحبو اگر تم اسی طرح تکذیب اور عداوت پر جمے رہے تو مجھے سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہی دن دیکھنا نہ پڑے جو پہلی قومیں اپنے انبیاء کی تکذیب اور مقابلہ کر کے دیکھ چکی ہیں۔ مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے کہ اللہ اپنے پیغمبر ہی کی مدد کرے گا اور اس کے ستانے والوں کو سخت سزا دے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری وہی گت بنے جیسا قوم نوح اور قوم عاد وثمود وغیرہ کی بنی۔ اللہ تو ایسا نہیں کہ بندوں پر ظلم کرے اور بلا وجہ سزا دے مگر انسان آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے اگر تم وہی حرکتیں کرو گے تو پھر ضرور اپنی سزا کو پہنچو گے۔ یہ تو اس مومن نے اپنے ساتھیوں اور قوم کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا۔ آگے عذاب آخرت کا خوف دلایا اور کہا کہ دیکھو ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ تم بڑی مصیبت میں پھنسو گے ہر طرف چیخ و پکار ہائے واویلا کے سوا کچھ نہ سنائی دے گا۔ اور تم پیٹھ پھیر کر مصیبت سے بھاگ کر نکلنا چاہو گے مگر نکل نہ سکو گے۔ یاد رکھو اللہ کے عذاب سے تمہیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ میں تو تمہیں سب نشیب وفراز پوری طرح سمجھا چکا اب اس پر بھی تم نہ مانو تو سمجھ لو کہ تمہاری عناد اور کجروی کی شامت سے تم پر اللہ کی پھٹکار ہے اگر وہ کسی کو غلط راستہ پر چلنے سے نہ بچائے تو اس شخص کی سمجھ الٹی اور مت اوندھی ہو جاتی ہے پھر کوئی نہیں جو ایسے شخص کو سیدھی بات سمجھائے یا سیدھا راستہ بتائے۔ اے میری قوم کے لوگو تم پہلے بھی ایک بڑی غلطی کر چکے ہو دیکھو پہلے تمہارے ملک میں حضرت یوسف علیہ السلام آئے اور انہوں نے ایسی صاف نشانیاں دکھائیں کہ اگر مصری عقل سے کام لیتے تو سمجھ جاتے کہ یہ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔ تم مانتے ہو کہ انہوں نے بادشاہ وقت کے خواب کی صحیح تعبیر دے کر تمہاری قوم کو سات برس کے اس خوفناک قحط کی تباہ کاریوں سے بچا لیا جوان کے دور میں تم پر آیا تھا اور تمہاری ساری قوم اس بات کی بھی معترف ہے کہ ان کے دور حکومت سے بڑھ کر عدل وانصاف اور خیر و برکت کا زمانہ کبھی

مصریوں نے نہیں دیکھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے مصریوں کو بہت کچھ سمجھایا اور بت پرستی سے منع کیا لیکن لوگ ان کی زندگی میں ان کے منکر ہی رہے۔ یعنی مصریوں نے عقیدہ توحید و رسالت میں ان کی اطاعت نہ کی ہاں بوجہ دنیوی جاہ وعزت کے تو انہیں یوسف علیہ السلام کی ماتحتی کرنی پڑتی تھی مگر مصریوں نے ان کی نبوت کو من حیث القوم تسلیم نہیں کیا اور جب آپ کا انتقال ہوگیا تو اس وقت مصریوں نے بطور شرارت کہا کہ بس اب خدا کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔ مطلب مصریوں کا یہ تھا کہ اول تو یوسف بھی خدا کے رسول نہ تھے اور اگر بالفرض تھے بھی تو جب ایک کو نہ مانا تو اب خدا کو دوسرے کے بھیجنے کی کیا ضرورت ہے ہمیشہ کے لئے یہ قصہ پاک ہوگیا۔ یہ سورۂ یوسف بارہویں اور تیرہویں پارہ میں بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح سب سے پہلے بنی اسرائیل میں حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی دونوں وجاہتوں سے آپ کو نوازا۔ اور پھر تقریباً ۲۷ سال کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے خاندان اور گھرانے کے باقی افراد جو ستر سے زیادہ تھے فلسطین سے مصر میں آ گئے جہاں یہ قوم پہلے پھلی پھولی اور یوسف علیہ السلام کی وفات کے تقریباً ۴۰۰ سال بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہو کر مصر میں تشریف لائے اور بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر آپ نکلے ہیں تو بنی اسرائیل کی تعداد قریب چھ لاکھ کے تھی تو مصریوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات اچھی طرح معلوم تھے اس لئے اس مرد مومن نے حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد دلا کر یہ جتلانا چاہا کہ نعمت کی قدر بعد زوال کے ہوا کرتی ہے۔ فی الحال تم کو موسیٰ کی قدر نہیں۔ ان کی بات مانو ورنہ پچھتاؤ گے جو لوگ اللہ کی نشانیاں نہیں پہچانتے اور شک وشبہ میں پھنسے رہتے ہیں انہیں اللہ اپنی ہدایت سے محروم کر دیتا ہے کیونکہ وہ بدوں حجت عقلیہ ونقلیہ کے اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے

ہیں۔ ان کی یہ بے باکی اور سرکشی نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ ان کو جو اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ اس لئے اللہ اور اس کے ایماندار بندے ایسے لوگوں سے سخت بیزار ہیں جو حق کے سامنے غرور سے گردن نہ جھکائیں اور پیغمبروں کے ارشادات سن کر سر نیچا نہ کریں۔ آخر کار ان کے دلوں پر اللہ کی طرف سے مہر لگ جاتی ہے کہ پھر سچی بات ان کے دل میں گھسنے ہی نہیں پاتی اور پھر قبول حق کی ان میں گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

الغرض ان مومن کی اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ اب ان کا ایمان پوشیدہ نہیں تھا۔ یہاں آخری آیت کے جملہ **کذٰلک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار** یعنی اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے ہر متکبر اور جبار کے دل پر یعنی جس طرح فرعون اور اس کے متبعین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومن آل فرعون کی نصیحتوں سے کوئی اثر نہیں لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر ایسے مغرور ومتکبر اور جابر یعنی ظالم کے دل پر مہر کر دیتے ہیں کہ پھر اچھے برے اور حق و باطل کی تمیز نہیں رہتی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام اخلاق واعمال کا منبع اور سرچشمہ انسان کا دل ہی ہے ہر اچھا برا عمل انسان کے دل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا (یعنی دل) ایسا ہے کہ جس کے درست ہونے سے سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور اس کے خراب ہونے سے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کی حفاظت فرمائیں اور اس کو نور ایمان سے منور رکھیں۔ آمین۔ الغرض فرعون نے جو یہ لاجواب تقریر سنی تو اس مومن کو تو کچھ جواب نہ دے سکا لیکن اپنی جہالت قدیمہ پر حجت قائم کرنے کے لئے اپنے وزیر ہامان سے مخاطب ہوا اور کیا کہا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝٣٦ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى

اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ پھر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں

اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ

اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کی (اور) بدکرداریاں بھی اس کو مستحسن معلوم ہوئی تھیں اور (سیدھے) راستہ سے رُک گیا

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝٣٧ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ

اور فرعون کی (ہر) تدبیر غارت ہی گئی۔ اور اس مومن نے کہا کہ اے بھائیو! تم میری راہ پر چلو میں تم کو ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں۔

الرَّشَادِ ۝٣٨ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الْقَرَارِ ۝٣٩ مَنْ عَمِلَ

اے بھائیو! یہ دنیاوی زندگی محض حظ چند روزہ ہے۔ اور اصل ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے۔ (جہاں جزا کا یہ قانون ہے کہ)

سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے۔ اور جو نیک کام کرتا ہے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو

فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝٤٠

ایسے لوگ جنت میں جاویں گے وہاں بے حساب اُن کو رزق ملے گا۔

وَقَالَ اور کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	يٰهَامٰنُ اے ہامان	ابْنِ بنادے تو	لِيْ میرے لئے	صَرْحًا ایک (بلند) محل	لَعَلِّيْ شاید کہ میں	اَبْلُغُ پہنچ جاؤں
الْاَسْبَابَ راستے	اَسْبَابَ راستے	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	فَاَطَّلِعَ پس جھانک لوں	اِلٰى طرف۔کو	اِلٰهِ معبود	مُوْسٰى موسیٰ	وَاِنِّيْ اور بیشک میں
لَاَظُنُّهٗ اسے البتہ گمان کرتا ہوں	كَاذِبًا جھوٹا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	زُيِّنَ آراستہ دکھائے گئے	لِفِرْعَوْنَ فرعون کو	سُوْۗءُ عَمَلِهٖ اس کے برے عمل		
وَصُدَّ اور وہ روک دیا گیا	عَنِ سے	السَّبِيْلِ سیدھا راستہ	وَمَا كَيْدُ اور نہیں تدبیر	فِرْعَوْنَ فرعون	اِلَّا مگر۔صرف	فِيْ تَبَابٍ تباہی میں	
وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْٓ اٰمَنَ وہ جو ایمان لے آیا تھا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اتَّبِعُوْنِ تم میری پیروی کرو	اَهْدِكُمْ میں تمہیں راہ دکھاؤنگا	سَبِيْلَ راستہ		
الرَّشَادِ بھلائی	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	هٰذِهِ یہ	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	مَتَاعٌ (تھوڑا) فائدہ	وَاِنَّ اور بیشک	الْاٰخِرَةَ آخرت
هِىَ یہ	دَارُ الْقَرَارِ (ہمیشہ) رہنے کا گھر	مَنْ جو۔جس	عَمِلَ عمل کیا	سَيِّئَةً برا	فَلَا يُجْزٰٓى اسے بدلہ نہ دیا جائیگا	اِلَّا مگر	مِثْلَهَا اسی جیسا
وَمَنْ اور جو۔جس	عَمِلَ عمل کیا	صَالِحًا اچھا	مِّنْ سے۔خواہ	ذَكَرٍ مرد	اَوْ اُنْثٰى یا عورت	وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور (بشرطیکہ) وہ مومن	
فَاُولٰۗىِٕكَ تو یہی لوگ	يَدْخُلُوْنَ داخل ہوں گے	الْجَنَّةَ جنت	يُرْزَقُوْنَ وہ رزق دیے جائیں گے	فِيْهَا اس میں	بِغَيْرِ حِسَابٍ بے حساب		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں قوم فرعون میں سے ایک مرد مومن کی تقریر نقل فرمائی گئی تھی جس نے بلا رورعایت اور خوف وخطر حق کو فرعون اور اس کے درباریوں اور اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔ تقریر سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ وہ مرد مومن

فرعون کی سلطنت میں کوئی اہم شخصیت کا مالک تھا کہ جو بھرے 3
دربار میں فرعون کے روبرو اس طرح حق گوئی کی جرأت کی اور اس کو فوراً اس علانیہ حق گوئی کے باوجود فوری سزا دینے کی جرات نہ کی جا سکتی تھی۔ اسی وجہ سے جیسا کہ آئندہ آیات سے اندازہ ہوتا ہے فرعون اور اس کے حامیوں نے اس مرد مومن کو ہلاک کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں مگر ان تدبیروں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نہ چلنے دیا۔ الغرض فرعون نے جو اس مرد مومن کی تقریر لاجواب سنی تو کچھ جواب نہ دے سکا اور اپنے وزیر ہامان کو مخاطب کر کے بات کچھ اس انداز میں کرنے لگا گویا کہ وہ اس مرد مومن کے کلام کو کسی التفات کے قابل نہیں سمجھتا۔ اس لئے متکبرانہ شان کے ساتھ اس مرد مومن کی طرف سے منہ پھیر کر ہامان وزیر سے کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بلند اور اونچی عمارت اینٹوں اور چونے کی پختہ تعمیر کراؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر دیکھوں تو سہی کہ یہ موسیٰ جس خدا کی باتیں کر رہا ہے وہ کہاں رہتا ہے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جھوٹے (نعوذ باللہ) اور وہ جو کہتے ہیں کہ خدا نے انہیں بھیجا ہے بالکل غلط ہے۔ دراصل یہ بھی فرعون کا ایک مکر اور وہ اپنی رعایا پر ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو میں ایسا کام کرتا ہوں کہ جس سے کہ موسیٰ کا جھوٹ بالکل کھل جائے اور میری طرح تمہیں بھی یقین آ جائے کہ موسیٰ دعوائے نبوت میں (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں قرآن کریم نے اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ ہامان نے عمارت تیار کرائی یا نہیں اور پھر فرعون نے اس پر چڑھ کر کیا کیا؟ البتہ مفسرین نے یہ قصہ ضرور نقل کیا ہے کہ جب ہامان نے ایک بہت اونچا مینارہ تیار کرا کے فرعون کو اطلاع دی تو فرعون اس پر چڑھا اور تیر کمان لے کر آسمان کی طرف پھینکا قدرت الٰہی کے مطابق وہ تیر خون آلود ہو کر واپس ہوا۔ فرعون نے یہ دیکھ کر غرور اور شیخی کے ساتھ مصریوں سے کہا کہ لو اب میں نے موسیٰ کے خدا کا بھی قصہ تمام کر دیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ برے کام کرتے کرتے آدمی کی یونہی عقل ماری جاتی ہے اور ایسی ہی مضحکہ خیز حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ جس کے بعد پھر راہ پر آنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ یہی حال فرعون کا تھا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فرعون کے جس قدر مکر و فریب اور داؤ پیچ اور منصوبے یا مشورے تھے سب بے حقیقت تھے اور خود اپنی ہی تباہی کے لئے تھے۔ اس کی ہر تدبیر الٹی ہی رہی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آگے اسی مرد مومن کی مزید تقریر بیان فرمائی جاتی ہے کہ اس مرد مومن نے فرعون کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنی قوم کو سمجھانے لگے کہ اے لوگو تم میری بات مانو اور میری راہ پر چلو میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا۔ پھر انہیں دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کہا کہ اس دنیا کی فانی اور زائل ہونے والی زندگی ہے اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہر حال بھلی بری ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ تو عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے وہاں کی درستی کی فکر کرے ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ پھر آگے اس مرد مومن نے اخروی زندگی کی تھوڑی سی تفصیل بتلا دی کہ وہ کس طرح درست ہو سکتی ہے اور جہاں کی رحمت ورحمت ابدی اور غیر فانی ہے جہاں برائی کا بدلہ تو اس کے برابر ہی دیا جاتا ہے ہاں نیکی کا بدلہ بے حساب دیا جاتا ہے نیکی کرنے والا چاہے مرد ہو چاہے عورت شرط یہ ہے کہ ہو صاحب ایمان اسے اس کی نیکیوں کا ثواب اس قدر دیا جائے گا جو بے حد و حساب ہوگا۔

ابھی اس مرد مومن کی تقریر جاری ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

اور اے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں خدا کے ساتھ کفر کروں

وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ

اور ایسی چیز کو اس کا ساجھی بناؤں جس کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اور میں تم کو خدائے زبردست خطا بخش کی طرف بلاتا ہوں۔ یقینی بات ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ

وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ آخرت ہی میں اور ہم سب کو خدا کے پاس جانا ہے اور جو لوگ دائرہ (عبودیت) سے نکل رہے ہیں

هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ

وہ سب دوزخی ہوں گے۔ سو آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں خدا تعالیٰ سب بندوں کا

بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ

نگران ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اُس (مومن) کو ان لوگوں کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا۔ اور فرعون والوں پر موذی عذاب نازل ہوا۔ وہ لوگ (برزخ میں)

عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون والوں کو نہایت سخت آگ میں داخل کرو۔

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	مَا لِيْٓ کیا ہوا مجھے	اَدْعُوْكُمْ میں بلاتا ہوں تمہیں	اِلَى طرف	النَّجٰوةِ نجات	وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اور بلاتے ہو تم مجھے				
اِلَى طرف	النَّارِ آگ (جہنم)	تَدْعُوْنَنِيْ تم بلاتے ہو مجھے	لِاَكْفُرَ کہ میں انکار کروں	بِاللّٰهِ اللہ کا	وَاُشْرِكَ اور میں شریک ٹھہراؤں				
بِهٖ اسکے ساتھ	مَا جو	لَيْسَ نہیں	لِيْ مجھے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ کوئی علم	وَّاَنَا اور میں	اَدْعُوْكُمْ بلاتا ہوں تمہیں	اِلَى طرف	الْعَزِيْزِ غالب
الْغَفَّارِ بخشنے والا	لَا جَرَمَ کوئی شک نہیں	اَنَّمَا یہ کہ	تَدْعُوْنَنِيْٓ تم بلاتے ہو مجھے	اِلَيْهِ اس کی طرف	لَيْسَ لَهٗ نہیں اس کیلئے				
دَعْوَةٌ بلانا	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَلَا اور نہ	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	وَاَنَّ اور یہ کہ	مَرَدَّنَآ پھر جانا ہے ہمیں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف			
وَاَنَّ اور یہ کہ	الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والے	هُمْ وہ۔ وہی	اَصْحٰبُ النَّارِ آگ والے جہنمی	فَسَتَذْكُرُوْنَ سو تم جلد یاد کرو گے					
مَآ اَقُوْلُ جو میں کہتا ہوں	لَكُمْ تمہیں	وَاُفَوِّضُ اور میں سونپتا ہوں	اَمْرِيْٓ اپنا کام	اِلَى اللّٰهِ اللہ کو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	بَصِيْرٌ دیکھنے والا			
بِالْعِبَادِ بندوں کو	فَوَقٰىهُ سو اسے بچالیا	اللّٰهُ اللہ	سَيِّاٰتِ برائیاں	مَا مَكَرُوْا جو وہ کرتے تھے	وَحَاقَ اور گھیر لیا	بِاٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون والوں کو			
سُوْۗءُ الْعَذَابِ برا عذاب	اَلنَّارُ آگ	يُعْرَضُوْنَ وہ حاضر کیے جاتے ہیں	عَلَيْهَا اس پر	غُدُوًّا صبح	وَّعَشِيًّا اور شام	وَيَوْمَ اور جس دن			
	تَقُوْمُ قائم ہوگی	السَّاعَةُ قیامت	اَدْخِلُوْٓا داخل کرو تم	اٰلَ فِرْعَوْنَ فرعون والے	اَشَدَّ شدید ترین	الْعَذَابِ عذاب			

تفسیر و تشریح: فرعون کی قوم کے ایک مرد مومن کا ذکر گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آ رہا ہے جنہوں نے پہلے تو اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا مگر ان کی حق گوئی اور تقریر سے بالآخر ان کا ایمان سب پر ظاہر ہوگیا تھا۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انہوں نے اپنی قوم کے سرکشوں اور متکبروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم میری بات مانو اور میری راہ پر چلو میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا پھر انہوں نے دنیا سے بے

رغبتی کے لئے قوم کو بتلایا کہ یہ دنیوی زندگی فانی ہے اور لازوال اور ہمیشگی والی جگہ تو آخرت ہے جہاں ایمان رکھنے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کے لئے بے حد وحساب اجر وثواب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس مردمومن کی یہ حق گوئی فرعون کے لئے بڑے تعجب اور حیرت کا باعث بنی ہوگی تو جب اس مردمومن نے فرعونیوں کے حال وقال سے محسوس کیا کہ یہ میری باتوں پر سخت متعجب ہیں اور خود مجھ ہی کو اپنے طریقہ کفریہ کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو اس مردمومن نے مزید قوم سے خطاب کیا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور اس مرد مومن نے کہا کہ میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی جہنم کی آگ میں دھکیل دو۔ میں تو تم کو بچانا چاہتا ہوں اور تمہیں توحید کی طرف بلا رہا ہوں۔ میں تمہیں خدا کے رسول کی تصدیق کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے کفر وشرک کی طرف بلا رہے ہو جس کا نتیجہ سوائے اس کے کہ آگ میں داخل ہوں اور کچھ نہیں۔ تم چاہتے ہو کہ میں جاہل بن جاؤں اور بے دلیل خدا کے اور اس کے رسول کے خلاف کروں۔ تمہاری کوشش کا حاصل تو یہ ہے کہ میں معاذ اللہ خدائے واحد کا انکار کردوں۔ اس کے پیغمبروں کو اور ان کی باتوں کو نہ مانوں اور نادان جاہلوں کی طرح ان چیزوں کو خدا جاننے لگوں جن کی خدائی کسی دلیل اور علمی اصول سے ثابت نہیں۔ میں تو تمہیں اسی خدا کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو بڑی عزت اور کبریائی والا ہے۔ اور باوجود اس کے وہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف جھکے اور اس سے معافی کا خواستگار ہو اور تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو یعنی بتوں اور سوائے خدائے واحد کے اوروں کی عبادت کی طرف وہ ایسے ہیں کہ ان میں نفع پہنچانے یا ضرر سے بچانے کی طاقت ہی نہیں۔ جنہیں نفع نقصان پر کوئی قابو نہیں یاد رکھو! میں اسی خدا کی پناہ میں آچکا ہوں جس کی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں۔ انجام کار ہر پھر کر سب کو اسی خدائے واحد کی طرف جانا ہے۔ وہاں ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ بھگتنا ہوگا اور وہاں پہنچ کر سب کو اپنی زیادتیوں کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ تم اس وقت گو میری باتوں کی قدر نہ کرو لیکن آگے چل کر جب اپنی زیادتیوں کا مزہ چکھو گے اس وقت میری نصیحت کو یاد کرو گے کہ ہاں ایک مرد خدا جو ہم کو سمجھایا کرتا تھا وہ ٹھیک کہتا تھا۔ لیکن اس وقت یاد کر کے پشیمان ہونے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس وقت ندامت وحسرت وافسوس کرو گے لیکن وہ محض بے سود ہوگا۔ مردمومن کے اس خطاب اور صاف گوئی سے فرعونیوں نے جو کچھ پیچ وتاب نہ کھایا ہو وہ کم ہے۔ اس حق پرست کو ڈرانے دھمکانے پر اتر آئے جس پر اس مردمومن نے کہا کہ میں خدا کی حجت تم پر تمام کر چکا اور نصیحت کی بات سمجھا چکا۔ تم نہیں مانتے تو میرا تم سے کچھ مطلب نہیں۔ اب میں اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اگر تم مجھے ستانا چاہو گے تو وہی خدا میرا حامی اور ناصر ہے۔ سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں وہ میرا اور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہا ہے۔ کسی کی کوئی حرکت اس پر پوشیدہ نہیں۔ مجھے تمہاری دھمکیوں کی پروا نہیں۔ تم اپنی طاقت سطوت حکومت فوج اور کثرت سے کیا ڈراتے ہو۔ میری نظر میں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ حقیقی کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے وہ جو کچھ چاہے گا کرے گا۔ اس طرز بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس مردمومن کی حق گوئی سے فرعون کو یہ خطرہ بھی لاحق ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس کی حکومت اور سلطنت کی اہم شخصیتیں بھی متاثر ہو چکی ہیں۔ اس لئے وہ اب ان تدبیروں میں لگا ہی ہوا تھا کہ سلطنت کے امراء اور اعلیٰ عہدہ دار جو موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت سے متاثر ہو چکے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے ساتھ ان کی بھی سرکوبی کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہجرت کا حکم دے دیا اور ان کا پیچھا کرتے ہوئے فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے غرق آب ہو کر ہلاک ہوا۔ تو اس مردمومن کی تقریر کے خاتمہ پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حق و باطل کی کشمکش کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں جن میں یہ

مومن آل فرعون بھی شامل تھے فرعونیوں کے منصوبوں سے محفوظ رکھا اور کوئی داؤ ان کا چلنے نہ دیا بلکہ ان کے داؤ پیچ خود انہی پر الٹ پڑے۔ جس نے حق پرستوں کا تعاقب کیا مارا گیا اور قوم کی قوم کا بیڑا بحرقلزم میں غرق ہوا۔ اس طرح اس مرد مومن کو بھی خدا تعالیٰ نے فرعونیوں کے مکر سے بچالیا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ رہتی دنیا تک ہر صبح و شام فرعونیوں کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ بدکارو! تمہاری اصلی جگہ یہی ہے تا کہ ان کے رنج و غم بڑھیں ان کی ذلت و توہین ہو اور نمونہ کے طور پر اس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں یہ عالم برزخ کا حال بیان ہوا۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اسی طرح ہر کافر کے سامنے دوزخ کا اور ہر مومن کے سامنے جنت کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا النار یعرضون علیھا غدواً و عشیاً وہ لوگ یعنی فرعونی صبح و شام آگ یعنی جہنم کے سامنے لائے جاتے ہیں تو یہ ثبوت عالم برزخ اور اثبات عذاب قبر میں ایک نص صریح ہے جس کا ذکر احادیث میں بکثرت آیا ہے۔ یہاں حق تعالیٰ نے عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر صاف فرمایا ہے۔ ایک کمتر درجہ کا عذاب جو قیامت کے آنے سے پہلے فرعون اور آل فرعون کو برابر دیا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ انہیں صبح و شام جہنم کی آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ لرزتے اور ہول کھاتے رہتے ہیں کہ یہ ہے وہ نار جہنم جس میں آخر کار ہمیں جانا ہے۔ اس کے بعد جب قیامت آ جائے گی اور عالم برزخ ختم ہو کر عالم آخرت شروع ہو گا تو انہیں وہ اصلی اور بڑی سزا دی جائے گی جو ان کے لئے مقرر ہے یعنی وہ اسی نار جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے جس کا نظارہ انہیں قیامت کی گھڑی تک کرایا جاتا رہے گا اور یہ معاملہ صرف فرعون اور آل فرعون ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جیسا کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے تمام مجرموں کو موت کی گھڑی سے لے کر قیامت تک یعنی عالم برزخ یا عالم قبر میں برابر وہ انجام بد نظر آتا رہتا ہے جس سے عالم آخرت میں انہیں دو چار ہونا ہے اور اسی طرح تمام نیک لوگ اور صالحین کو وہ انجام خیر نظر آتا رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عالم آخرت میں مہیا کر رکھا ہے۔ بخاری اور مسلم کی صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی مرتا ہے اسے صبح و شام اس کی آخری قیام گاہ دکھائی جاتی رہتی ہے خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں تو اس وقت جائے گا جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تجھے دوبارہ زندہ کر کے اپنے حضور بلائے گا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ سے برزخ میں ارواح پر عذاب ثابت ہوتا ہے باقی ان روحوں کے سبب سے قبور میں جسموں کا بھی معذب ہونا تو اس کا ثبوت احادیث نبوی سے ہوتا ہے اور احادیث اس بات میں بکثرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے عذاب قبر سے بچاویں اور قبر کو ہمارے لئے راحت و آرام کی جگہ بناویں۔ آمین۔

اب چونکہ یہاں فرعون اور آل فرعون کے لئے عذاب جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے جہنم میں کفار کا جو جھگڑا چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان ہو گا اس کا حال ظاہر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہماری ہر طرح سے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حفاظت و نگرانی فرمایئے اور اپنے ہر معاملہ کو آپ کے سپرد کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ یا اللہ! ایمان و اسلام کی برکت سے ہمیں دنیا میں بھی امن و عافیت نصیب فرمایئے۔ اور موت کے بعد عالم برزخ میں بھی راحت نصیب فرمایئے اور پھر آخرت میں اپنی دائمی نعمتوں کی جگہ جانا نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَھَلْ

اور جب کہ کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم

اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُلٌّ فِیْھَآ اِنَّ اللّٰہَ

سے آگ کا کوئی جزو ہٹا سکتے ہو۔ وہ بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سب ہی دوزخ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ

قَدْ حَکَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَھَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّکُمْ یُخَفِّفْ

بندوں کے درمیان فیصلہ کرچکا۔ اور جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے جہنم کے مؤکل فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو

عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِیْکُمْ رُسُلُکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰی ؕ

کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کردے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے (دوزخی کہیں گے کہ ہاں آتے تو رہے تھے۔

قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

فرشتے کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔

وَاِذْ اور جب	یَتَحَآجُّوْنَ وہ باہم جھگڑیں گے	فِی النَّارِ آگ (جہنم) میں	فَیَقُوْلُ تو کہیں گے	الضُّعَفٰٓؤُا کمزور	لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو جو		
اسْتَکْبَرُوْٓا وہ بڑے بنتے تھے	اِنَّا کُنَّا بیشک ہم تھے	لَکُمْ تمہارے	تَبَعًا تابع	فَھَلْ تو کیا	اَنْتُمْ تم	مُّغْنُوْنَ دور کردو گے	
عَنَّا ہم سے	نَصِیْبًا کچھ حصہ	مِّنَ سے۔کا	النَّارِ آگ	قَالَ کہیں گے	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اسْتَکْبَرُوْٓا بڑے بنتے تھے	اِنَّا بیشک ہم
کُلٌّ سب	فِیْھَآ اس میں	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	قَدْ حَکَمَ فیصلہ کرچکا ہے	بَیْنَ الْعِبَادِ بندوں کے درمیان	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	
فِی النَّارِ آگ میں	لِخَزَنَةِ نگہبان۔داروغہ (جمع) کو	جَھَنَّمَ جہنم	ادْعُوْا تم دعا کرو	رَبَّکُمْ اپنے رب سے	یُخَفِّفْ ہلکا کردے		
عَنَّا ہم سے	یَوْمًا ایک دن	مِّنَ الْعَذَابِ سے۔کا عذاب	قَالُوْٓا وہ کہیں گے	اَوَ کیا	لَمْ تَكُ نہیں تھے	تَاْتِیْکُمْ تمہارے پاس آتے	
رُسُلُکُمْ تمہارے رسول	بِالْبَیِّنٰتِ نشانیوں کے ساتھ	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰی ہاں	قَالُوْا وہ کہیں گے	فَادْعُوْا تو تم پکارو	وَمَا اور نہ	
	دُعٰٓؤُا پکار	الْکٰفِرِیْنَ جمع (کافر)	اِلَّا مگر	فِیْ ضَلٰلٍ گمراہی میں (بے سود)			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ جب وقت آیا تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ یہ انجام تو متکبر فرعون اور اس کے ساتھیوں کا دنیا میں ہوا۔ اور مرنے کے بعد اب عالم برزخ میں حشر تک ان سب کو روزانہ صبح وشام وہ نار جہنم دکھائی جاتی رہے گی جس میں بالآخر ان کو جانا ہے اور جب قیامت قائم ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں یہ حکم صادر فرمائیں گے کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں سمیت اس نار جہنم میں جو سخت ترین عذاب ہے داخل کر دو۔ اب چونکہ عذاب جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جہنمی جہنم میں داخل ہو کر جہاں اور عذابوں کو برداشت کریں گے وہاں ایک عذاب ان فرعونیوں کو دوسرے جہنمیوں کو آپس کی تکافضیحتی اور لڑائی جھگڑے کا بھی ہوگا۔ دنیا میں عموماً اور

اکثر و بیشتر دو ہی طبقات کے آدمی ہیں۔امیر اور غریب۔ بادشاہ اور رعایا ۔ زردار و نادار۔ مالک و مملوک۔ کمزور وطاقتور۔استاد و شاگرد۔ گرو اور چیلے۔ لیڈر اور پیشوا اور ان کے پیچھے چلنے والے غرض ایک گروہ اونچا ہے دوسرا نیچا ہے۔ ایک بالا دست ہے تو دوسرا زیردست ہے۔ نچلا طبقہ عموماً بالا طبقہ کی برتری کا قائل ہو کر اس کا ساتھ دیتا ہے اور بے چوں و چرا اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اب اگر بالا گروہ واقعی حق پرست ہادی اور مہدی ہے تو پیچھے چلنے والا سارا گروہ ہدایت یافتہ بن جاتا ہے اور اگر پیشوا اور رہنما حاکم اور لیڈر گمراہ ہے تو وہ اپنے ساتھ اپنے متبعین کو بھی گمراہ کرتا ہے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن حق و باطل کے فیصلہ کے بعد جب ان تمام گمراہ لیڈروں اور جھوٹے پیشواؤں اور ان کے ساتھ ان کے پیروکاروں کا اجتماع جہنم میں ہوگا تو اس وقت اس بہکی ہوئی رعایا اور نادان چیلوں اور بے عقل پیرووں کو اپنی غلط روی کا یقین آئے گا اور اپنے پیشواؤں سے مدد کی درخواست کریں گے۔ چھوٹے بڑوں سے یعنی تابعداری کرنے والے اور حکم و احکام کے ماننے والے جن کی بڑائی اور برتری کے قائل تھے اور جن کی باتیں دنیا میں تسلیم کیا کرتے تھے اور جن کے کہے ہوئے پر عامل تھے۔ان سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تو تمہارے تابع فرمان رہے جو تم نے کہا ہم بجا لائے۔ کفر و گمراہی کے جو احکام بھی تمہاری بارگاہ سے صادر ہوئے تمہاری حکومت اور سرداری کی بناء پر ہم سب کو مانتے رہے جس کی بدولت آج ہم بھی پکڑے گئے اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ۔ دنیا میں تو تم بڑے طنطنے سے اپنی سرداری ہم پر چلاتے تھے اب یہاں اس آفت میں پھنسے ہیں جو تمہاری ہی بدولت ہم پر آئی ہے تو اب یہاں کچھ تو ہمارے کام آؤ۔ان بیچاروں کو یہ کہنے کی جرأت تو نہ ہوگی کہ تم دوزخ سے ہمیں بالکل بچالو ہاں اتنا ضرور کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے تابع اور پیرو تھے۔ آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر لینی چاہئے۔ دیکھتے نہیں آج ہم کس قدر مصیبت میں ہیں کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ اس مصیبت کا کوئی حصہ ہم سے ہلکا کردو۔اب دنیا میں جو بڑے بنتے تھے اور لیڈری اور پیشوائی کا دم بھرتے تھے۔اس وقت خود بے بس ہوں گے۔ دنیوی وجاہت اور اقتدار ان کے پاس نہ ہوگا۔ان کی بڑائی اور تکبر کی قلعی کھل چکی ہوگی وہ جواب دیں گے کہ آج ہم اور تم سب اسی مصیبت میں مبتلا ہیں ہم بھی تو تمہارے ساتھ جل بھن رہے ہیں۔ہمیں جو عذاب ہو رہے ہیں وہ کیا کم ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصل کرچکا جو بالکل قطعی اور اٹل ہے اب موقع نہیں رہا کہ کوئی کسی کے کام آئے جب ہم اپنی تکلیف ہی کم نہیں کرسکتے تو تمہارے دکھ میں کیا تخفیف کرسکتے ہیں۔اب تو ہم سب ایک ناؤ میں سوار ہیں۔ جو فیصلہ ہونا تھا ہو چکا۔اس میں کمی ناممکن ہے پھر جس طرح دنیا کے جیل خانوں کے نگہبان اور داروغہ اور محافظ سپاہ ہوتے ہیں اسی طرح فرشتے جہنم کے انتظامات پر مسلط ہوں گے۔ جب جہنمی چھوٹے اور بڑے' نیچے اور اونچے' کمزور اور قوی' راجہ اور پرجا سب بے کسی کی حالت میں مجبور ہوں گے تو جہنم کے نگران فرشتوں سے سفارش کی درخواست کریں گے کہ تم ہی اپنے رب سے درخواست کرکے کوئی دن تعطیل کا کرا دو جس میں ہم پر سے کچھ تو عذاب ہلکا ہو جایا کرے۔ یہاں آیت میں یوماً کا لفظ آیا ہے یعنی جہنمی درخواست کریں گے کہ کسی طرح ایک دن کا عذاب ہی ہلکا ہو جائے۔تو اس جگہ دن سے مراد نہ قیامت کا دن ہے اور نہ دنیا کا دن مراد ہے۔ دوزخ میں سورج کا طلوع اور غروب کہاں مفسرین نے لکھا ہے کہ یوماً سے قلیل مدت مراد ہے یعنی کبھی ذرا سی دیر کے لئے تو عذاب ہم سے ہلکا ہو جائے۔جہنم کے نگران اور عذابوں پر مسلط فرشتے ان کو کورا جواب دیں گے بلکہ اور مزید شرمندہ کرنے کے لئے کہیں گے کہ کیا اللہ کے پیغمبر اللہ کے احکام واضحہ لے کر تمہارے پاس نہیں پہنچے تھے۔یعنی اب تم کو معذرت کا کیا موقع ہے کیا تم اللہ کے احکام اور احکام کی

خلاف ورزی کی سزا سے ناواقف تھے کیا قانون الٰہیہ کا تم کو علم نہ ہوا تھا اس وقت ان پیغمبروں کی بات نہ مانی اور انجام کی فکر نہ کی کہ کچھ کام آتا۔ اب موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ کوئی سعی یا سفارش یا خوشامد درآمد کام نہیں دے سکتی بس اب پڑے چیختے چلاتے رہو نہ ہم ایسے معاملات میں سفارش کر سکتے ہیں نہ تمہاری چیخ و پکار سے کوئی فائدہ ہے۔ جہنمی اس سے تو انکار نہ کر سکیں گے کہ رسولوں کے زبانی خدائی احکام دنیا میں نہ پہنچے تھے اس لئے جواباً کہیں گے کہ ہاں احکام تو ضرور پہنچے تھے اس پر فرشتے بطور تشنیع کہیں گے کہ اب تم خود دعا کرو ہم تو تمہاری طرف سے کوئی عرض جناب باری تعالیٰ کی درگاہ میں نہیں کر سکتے۔ بلکہ اب ہم تمہاری ہائے واویلا کا بھی خیال نہیں کریں گے۔ ہم خود تم سے بیزار اور تمہارے دشمن ہیں۔ اور ہم تمہیں بتلائے دیتے ہیں کہ خواہ تم دعا کرو خواہ تمہارے لئے کوئی اور دعا کرے ناممکن ہے کہ تمہارے عذابوں میں کمی ہو۔ کافر کی دعا نامقبول اور مردود ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا **وما دعٰؤا الكفرين الافی ضلل**. کافروں کی دعا محض بے اثر ہے تو یہ آخرت کے متعلق ہے کہ جہاں کافروں کی دعاؤں کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ باقی دنیا میں کافر کے مانگنے پر کوئی چیز اللہ تعالیٰ دے دیں وہ دوسری بات ہے اور آیت میں اس کی نفی نہیں جیسے ابلیس کو قیامت تک کی مہلت دے دی۔ یا جیسے دنیا میں مظلوم کافروں کی بھی دعا سنی جاتی ہے تو یہاں اس آیت میں کافر کی دعا کی نامقبولیت کی تصریح قیامت کے دن کی دعاؤں سے ہے۔

اب جس مقصد کے لئے یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا سنایا گیا اس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس دنیا میں ہمیں حق پر قائم رکھیں اور حق کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو بھی ہدایت نصیب فرمایئے اور ہمارے بڑوں اور چھوٹوں کو بھی ہدایت عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اور ہمارے بڑوں اور چھوٹوں کو سب کو عذاب آخرت سے دور رکھئے اور ہم کو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہر اور باطن میں متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! جہنم تو دراصل کافروں ہی کے لئے تیار کی گئی ہے اپنی رحمت سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو عذاب جہنم سے محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! کفار سے جو جہنم میں گرفتار عذاب ہوں گے فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر نہیں آئے تھے اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلا۔ تم تھے ان کا کہنا نہ ماننے ہی سے تم کو جہنم میں آنا پڑا۔

یا اللہ! آج امت مسلمہ کے ان افراد کے لئے جو اپنے نبی علیہ السلام کا کہنا نہیں مان رہے یہ کتنا بڑا عبرت و نصیحت کا موقع ہے۔

یا اللہ! ہم کو اور امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پکا و سچا تابعدار امتی بنا کر زندہ رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمارے مقتدا اور پیشوا خواہ دینی ہوں یا دنیاوی سب کو ہدایت سے نواز دے اور سب کو اپنے متبعین کو نیک راستہ دکھانے اور نیکی پر چلانے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ یَوْمَ

ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے جو کہ اعمال نامے لکھتے تھے) گواہی کیلئے کھڑے ہونگے۔ جس دن

لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی

کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی۔ اور ان کیلئے لعنت ہوگی اور ان کیلئے اس عالم میں خرابی ہوگی۔ اور ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں۔

الْهُدٰی وَاَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًی وَّذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی کہ وہ ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہل عقل (سلیم) کیلئے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے (اس) گناہ کی (جس کو مجازاً گناہ کہہ دیا) معافی مانگیے۔ اور شام وصبح اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ

(اور) جو لوگ بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو خدائی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں ان کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے

مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾

کہ وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں۔ سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہئے۔ بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔

اِنَّا بیشک ہم	لَنَنْصُرُ ضرور مدد کرتے ہیں	رُسُلَنَا اپنے رسول (جمع)	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	فِی میں	الْحَیٰوةِ زندگی	
الدُّنْیَا دنیا	وَیَوْمَ اور جس دن	یَقُوْمُ کھڑے ہونگے	الْاَشْهَادُ گواہی دینے والے	یَوْمَ جس دن	لَا یَنْفَعُ نفع نہ دے گی	الظّٰلِمِیْنَ جمع ظالم	
مَعْذِرَتُهُمْ انکی عذرخواہی	وَلَهُمُ اوران کیلئے	اللَّعْنَةُ لعنت	وَلَهُمْ اوران کیلئے	سُوْٓءُ الدَّارِ برا گھر (ٹھکانا)	وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اور تحقیق ہم نے دی		
مُوْسٰی موسیٰ	الْهُدٰی ہدایت	وَاَوْرَثْنَا اور ہم نے وارث بنایا	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل	الْكِتٰبَ کتاب توریت	هُدًی ہدایت		
وَذِكْرٰی اور نصیحت	لِاُولِی الْاَلْبَابِ عقل مندوں کیلئے	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا		
وَاسْتَغْفِرْ اور مغفرت طلب	لِذَنْۢبِكَ اپنے گناہوں کیلئے	وَسَبِّحْ اور پاکیزگی بیان کریں	بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے پروردگار کی تعریف کیساتھ				
بِالْعَشِیِّ شام	وَالْاِبْكَارِ اور صبح	اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِیْ میں	اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	بِغَیْرِ بغیر
سُلْطٰنٍ کسی سند	اَتٰهُمْ ان کے پاس آئی ہو	اِنْ نہیں	فِیْ میں	صُدُوْرِهِمْ ان کے سینے (دل)	اِلَّا سوائے	كِبْرٌ تکبر	مَا هُمْ نہیں وہ
بِبَالِغِیْهِ اس تک پہنچنے والے	فَاسْتَعِذْ پس آپ پناہ چاہیں	بِاللّٰهِ اللہ کی	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ السَّمِیْعُ وہی سننے والا	الْبَصِیْرُ دیکھنے والا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ تین رکوعات میں مسلسل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا جو قصہ سنایا گیا وہ عین ان کے حالات کے مطابق تھا جن حالات میں کہ اس سورۃ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا۔ اس سورۃ کے ابتدائی درس میں یہ بتلایا جاچکا ہے کہ جن حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی

ہے اس وقت کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسلام کے خلاف نہ صرف یہ کہ طرح طرح کے الزامات لگائے۔ الٹے سیدھے سوالات کرتے اور بیکار کے جھگڑے اور بحثیں نکالتے اور شکوک و شبہات پیدا کرتے بلکہ اس کی بھی سازشیں ہو رہی تھیں کہ معاذ اللہ آپ کو قتل کر کے اس تمام قصہ کی بنیاد ہی کو ختم کر دیں۔ اسی صورت حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مذکور قصہ سنایا گیا جس میں تین مختلف سبق دیئے گئے۔

اول کفار مکہ کو بتایا گیا کہ تم جو کچھ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنا چاہتے ہو یہی اپنی طاقت کے بھروسے پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کرنا چاہتا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا اور تکذیب رسول اور عداوت پیغمبر کے باعث بالآخر ہلاکت سے دوچار ہوا تو کیا تم بھی اللہ کے رسول کے ساتھ وہی حرکتیں کر کے اسی انجام بد سے دوچار ہونا چاہتے ہو۔

دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو سبق دیا گیا کہ یہ مخالفین بظاہر کتنے ہی بالادست ہوں اور ان کے مقابلہ میں اہل اسلام خواہ کتنے ہی کمزور اور بے بس ہوں مگر یہ یقین رکھنا چاہئے کہ جس خدا کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے اہل اسلام کھڑے ہوئے ہیں اس خدا کی نصرت آ کر رہے گی اور آج کے فرعونی بھی وہی کچھ دیکھ لیں گے جو گذشتہ فرعونی دیکھ چکے ہیں مگر وہ وقت آنے تک جو ظلم و ستم بھی معاندین و مخالفین کی طرف سے آئے اس کو صبر و ہمت اور استقلال کے ساتھ برداشت کرنا ہوگا اور بالآخر کامیابی اور کامرانی اللہ کے رسول اور اُن کے متبعین ہی کو نصیب ہوگی۔

تیسرے اس گروہ کو بھی اس میں سبق دیا گیا کہ جو دلوں میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو مان چکے تھے مگر کفار قریش کی زیادتیوں کے خوف سے خاموشی کے ساتھ اس حق و باطل کی کشمکش کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ انہیں آل فرعون کے مرد مومن کے واقعات سنا کر جتلایا گیا کہ کس طرح اس مرد مومن نے فرعون کے بھرے دربار میں حق کا ساتھ دیا اور ساری مصلحتوں کو ٹھکرا کر حق کا اعلان کیا اور اس کے بعد دیکھ لو کہ فرعون اس مرد مومن کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔

الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ میں فرعونیوں کی بربادی اور موسیٰ علیہ السلام کی سلامتی و کامیابی کا ذکر کرنے کے بعد آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد غیبی کچھ موسیٰ علیہ السلام ہی کے ساتھ موقوف نہ تھی بلکہ وہ اپنے سب رسولوں اور ان کے ماننے والوں کی مدد فرماتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ان کے دشمنوں کو دنیا میں بھی ذلیل ہونا پڑتا ہے اور قیامت کے دن بھی ظالموں کو کوئی عذر و معذرت فائدہ نہ دے گی۔ جب میدان حشر میں اولین و آخرین سب جمع ہوں گے تو حق تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے انبیاء و رسل اور ان کے متبعین کی سربلندی عزت و رفعت کو ظاہر فرما دیں گے۔ یہاں پہلی ہی آیت میں جو یہ فرمایا گیا **انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد** ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جس میں کہ گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے مراد یوم قیامت ہے۔ اب یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ آیت میں رسولوں اور ان کے متبعین کی مدد کرنے کا خدا کا وعدہ ہے پھر بھی بعض انبیاء مخالفین کے ہاتھوں شہید ہوئے جیسے حضرت یحیٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام اور بعض انبیاء کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ انہیں خدائے تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہجرت کرائی۔ پھر اہل حق بکثرت میدان

جنگ میں شہید بھی ہوئے۔ جنگ احد میں صحابہ کرام نے نقصان اٹھایا۔ یزیدی فوجوں کے ہاتھوں حضرت حسینؓ اور آپ کے رفقاء کو شہادت ملی۔ تو اس آیت کے موافق ہر ایک کو فتحیاب ہونا چاہئے۔ کسی پیغمبر صحابی یا ولی کی شہادت تو ایک طرف رہی کسی کو عارضی شکست بھی نہ ہونا چاہئے تھی۔ ان مذکورہ حالات میں یہ وعدہ پورا کیوں نہیں ہوا؟ اس شبہ کے ازالہ میں مفسرین نے متعدد جوابات دیئے ہیں اور لکھا ہے کہ آیت میں عمومی ضابطہ بیان فرمایا گیا ہے اور پیغمبروں ہی کو اللہ کی طرف سے نصرت ملتی ہے لیکن نصرت الٰہی دو طرح سے حاصل ہوئی ہے ایک تو یہ کہ پیغمبروں پر کافروں کو غالب نہ کیا جائے بلکہ ان کے دشمنوں اور ایذا پہنچانے والوں کو ہلاک کر دیا جائے تو ایسا بھی بکثرت ہوا ہے دوسرے یہ کہ بعض انبیاء کو کافروں کے ہاتھوں شہادت ملی یا ترک وطن کرنا پڑا یا کسی اور طرح سے جدا کیا گیا تو پھر اس قوم پر تباہی بھیجی گئی یعنی بدلہ لیا گیا۔ تو یہ بدلہ لینا بھی نصرت الٰہی ہی کی شکل ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جیسے ایذا پہنچانے والوں سے قدرت نے زبردست انتقام نہ لیا ہو چنانچہ بنی اسرائیلیوں نے جب بعض پیغمبروں کو شہید کر دیا تو بنی اسرائیل کے دشمن (بخت نصر وغیرہ) ان پر چڑھ آئے اور اتنی خون ریزی بربادی اور بیخ کنی کی کہ جس کا تصور بھی مشکل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کے بعد آپ کے مخالف بادشاہ نمرود کو حقیر ترین مخلوق کے ذریعہ سے برباد کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی دینے کی کوشش کی تھی مگر حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو یہودیوں پر مسلط کر دیا اور یہودیوں کی سخت ذلت اہانت اور تباہی و بربادی ہوئی۔ اور اب جب قیامت کے قریب آپ اتریں گے تو دجال کے ساتھ ان یہودیوں کو جو اس کے لشکری ہوں گے قتل کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مسلمانوں کو پیہم فتوحات حاصل ہوئیں یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور کفر کی جڑ اکھڑ گئی۔ اسی طرح حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد مختار ثقفی نے قاتلان حسین اور طرفداران یزید کا تختہ تاراج کر دیا۔ تو یہ ہے خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مدد اور یہی دستور قدرت ہے جو اب تک جاری ہے کہ اللہ اپنے مومن بندوں کی دنیوی امداد بھی فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں سے خود انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ اس موقع پر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ انجام کار مومنین قائمین کے مقابلہ میں ان کے دشمنوں کو پست اور ذلیل ہونا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کا انتقام لئے بدوں نہیں چھوڑتا۔ لیکن واضح رہے کہ آیت میں جن مومنین کے لئے وعدہ کیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ وہ حقیقی مومن اور رسول کے سچے متبع ہوں جیسا کہ سورۂ آل عمران چوتھے پارہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم سچے مومن ہو اور مومنین کی خصلتیں قرآن میں جا بجا مذکور ہیں۔ تو چاہئے کہ مسلمان اس کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لیں کہ ہم نصرت خداوندی کے کتنے مستحق ہیں۔

الحاصل گذشتہ آیات میں قدرے تفصیلی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالف اور دشمن فرعون اور آل فرعون کی تباہی اور حضرت موسیٰ اور ان کے متبعین کی کامرانی کو بیان فرما کر یہاں ان آیات میں ایک عمومی ضابطہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والوں کی دنیا میں بھی مدد کرتا ہے اور آخرت میں بھی مدد فرمائے گا اور ان کے دشمنوں کو دنیا میں بھی ذلیل ہونا پڑتا ہے اور قیامت کے دن ان پر لعنت اور اللہ کی پھٹکار ہوگی۔ تو اس میں تسلی بھی ہے اور پیشنگوئی بھی ہے کہ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبع بھی منصور

ہوں گے اور آپ کے دشمن مقہور اور مغلوب ہوں گے اور الحمد للہ دنیا نے اس پیشین گوئی کی حقانیت کو کھلی آنکھوں دیکھ لیا۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ سے قبل ہم موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت نامہ یعنی توریت دے چکے ہیں تا کہ دوسرے بنی اسرائیلیوں کو بھی احکام الٰہیہ پہنچ جائیں اور ان کے ہاتھوں میں بھی مکمل حیاۃ دنیوی آجائے تو اگر چہ احکام الٰہیہ اور کتب سماویہ کی رہنمائی عمومی ہوتی ہے مگر ان سے فائدہ صرف سمجھ دار اور اہل عقل ہی اٹھاتے ہیں اسی طرح قرآن بھی اگر چہ سب لوگوں کے لئے پیام ہدایت ہے مگر نفع اندوز صرف اہل تقویٰ ہی ہوتے ہیں۔ اسی لئے شروع قرآن ہی میں ذٰلک الکتٰب لاریب فیه هدیً للمتقین خصوصیت کے ساتھ فرمادیا۔ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی تسلی رکھئے جو وعدہ آپ کے ساتھ ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ خداوند قدوس دارین میں آپ کو اور آپ کے طفیل میں آپ کے متبعین کو سر بلند کرے گا۔ ضرورت اس کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے شدائد و مصائب پر صبر کریں اور جن سے جس درجہ کی تقصیر کا امکان ہو اس کی معافی خدا سے چاہتے رہیں اور ہمیشہ رات دن صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کا قولاً اور فعلاً ورد رکھیں ظاہر و باطن میں اس کی یاد سے غافل نہ ہوں پھر اللہ کی مدد یقینی ہے۔

یہاں آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا واستغفر لذنبک اور اپنے گناہ کی معافی چاہئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پیغمبر معصوم تھے آپ کا کوئی گناہ موجود ہی نہ تھا پھر گناہ کی معافی چاہنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ تو علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہاں اگر چہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر اس سے مقصود امت کو استغفار کی تلقین دینی ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث و مفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سوسو بار استغفار کرتے۔ ہر بندے کی تقصیر اس کے موافق ہے اس لئے ہر کسی کو استغفار ضروری ہے۔

الغرض صبر و استغفار اور تسبیح و تحمید کا حکم دے کر آگے منکرین پر رد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آسمانی کتاب یعنی قرآن کریم اور اس کے پیغمبر کے معجزات و ہدایات میں خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں اور بے سند باتیں نکال کر حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی حجت اور دلیل نہیں نہ فی الواقع ان کھلی ہوئی چیزوں میں شک و شبہ کا موقع ہے۔ صرف شیخی اور غرور مانع ہے کہ حق کے سامنے گردن جھکائیں اور پیغمبر کا اتباع کریں۔ وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پیغمبر سے اوپر ہو کر رہیں اور کسی کے سامنے جھکنا نہ پڑے لیکن یاد رکھیں کہ وہ اس مقصد کو کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ یا پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑے گا ورنہ سخت ذلیل و خوار ہوں گے الحمد للہ کہ اس پیشین گوئی۔ کے موافق کفار مکہ اور مشرکین عرب میں سے جس نے اسلام سے اور پیغمبر اسلام سے انحراف برتا وہ ذلیل و خوار ہی ہوئے تاریخ گواہ ہے کہ مشرکین کا سارا زور بدر کی لڑائی میں ڈھے گیا کفر کے تمام وزنی ستون اس لڑائی میں یا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں میں قیدی بن کر نامرادی کے ساتھ گردن جھکائے نظر آنے لگے۔ قید و بند میں جکڑے ہوئے ذلت و اہانت کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں لائے گئے پھر وہ وقت بھی آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے اور دشمنان رسول گردن پر ہاتھ باندھے ہوئے سامنے لائے گئے اور تمام شرک و کفر اور ہر طرح کی بے ادبیوں سے بیت اللہ کو صاف کر دیا گیا اور بالآخر پورا جزیرۂ عرب قبضۂ رسولؐ میں آ گیا اور پھر آپؐ

کے بعد آپ کے سچے اور پکے متبع صحابہ کرام آپ کے جانشین بنے جنھوں نے خدا کی توحید کی طرف خلق خدا کو بلایا اور جو روڑا راہ میں آیا اسے الگ کیا اور جو خار چمن میں نظر پڑا اسے کاٹ ڈالا۔ گاؤں گاؤں شہر شہر ملک ملک دعوت اسلام پہنچا دی مشرق و مغرب میں اسلامی سلطنت پھیل گئی اور زمین پر اور زمین والوں کے جسموں ہی پر صحابہ کرام نے فتح حاصل نہیں کی بلکہ ان کے دلوں پر بھی فتح حاصل کی اور اسلامی نقوش دلوں میں جما دیئے اور دین محمدی نے زمین کے کونہ کونہ اور چپہ چپہ میں اپنی دعوت پہنچا دی الغرض منکرین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی پیشین گوئی فرما دی گئی کہ یہ جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور اتباع رسول سے انہیں عار آتا ہے اور خود اوروں ہی کو اپنا تابع بنانے کی ہوس رکھتے ہیں لیکن یہ بڑائی ان کو نصیب نہ ہوگی یا تو پیغمبر کے سامنے ان کا سر اطاعت جھکے گا یا پھر ذلیل وخوار ہوں گے۔

اخیر میں فرمایا کہ جب یہ خود بڑائی چاہتے ہیں تو آپ سے یہ حسد وعداوت سب کچھ کریں گے لیکن آپ اندیشہ نہ کیجئے بلکہ ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہیے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے اور حقیقت حال سے پورا واقف ہے۔

اب جن باتوں میں منکرین جھگڑتے تھے مثلاً مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے آنے میں اس کا رد اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پکا اور سچا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے دنیا میں بھی ہماری نصرت اور امداد فرمائیں اور آخرت میں بھی ہماری مغفرت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے وعدوں پر یقین نصیب فرمائیں اور ہم کو دین کے لئے مشقت اٹھانے میں صبر واستقلال نصیب فرمائیں اور اپنے گناہوں اور تقصیرات پر استغفار کرنا اور دائمی حق تعالیٰ کا ذکر وفکر اور تسبیح وتہلیل کرنا نصیب فرمائیں اور کبر اور بڑائی چاہنا جو کافروں کی خصلت ہے اس سے ہمارے قلوب کو پاک فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

بالیقین آسمانوں اور زمین کا (ابتداء) پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا

اور بینا نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی اس (کے آنے) میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں مگر اکثر لوگ نہیں مانتے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ

اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں۔

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

لَخَلْقُ یقیناً پیدا کرنا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَكْبَرُ بہت بڑا	مِنْ سے	خَلْقِ النَّاسِ لوگوں کو پیدا کرنا	وَلٰكِنَّ اور لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے (سمجھتے) نہیں	وَمَا يَسْتَوِي اور برابر نہیں	الْاَعْمٰى نابینا	وَالْبَصِيْرُ اور بینا		
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے	وَلَا الْمُسِيْٓءُ اور نہ بدکار	قَلِيْلًا بہت کم			
مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ جو تم غوروفکر کرتے ہو	اِنَّ بیشک	السَّاعَةَ قیامت	لَاٰتِيَةٌ ضرور آنے والی	لَا رَيْبَ نہیں شک	فِيْهَا اس میں	وَلٰكِنَّ اور لیکن
اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	وَقَالَ اور کہا	رَبُّكُمُ تمہارے رب نے	ادْعُوْنِيْٓ تم دعا کرو مجھ سے	
اَسْتَجِبْ میں قبول کروں گا	لَكُمْ تمہاری	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرتے ہیں	عَنْ سے	عِبَادَتِيْ میری عبادت
سَيَدْخُلُوْنَ عنقریب وہ داخل ہوں گے	جَهَنَّمَ جہنم	دٰخِرِيْنَ خوار ہوکر				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین حق کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں اور ان پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں تو ان کے ایسا کرنے کی کوئی معقول وجہ ان کے پاس نہیں۔ وہ اپنے اس طور طریقہ کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ ان پر فقط یہ خبط سوار ہے کہ ہم بڑے بن کر رہیں اور دوسروں کو اپنا تابع بنا کر رکھیں لیکن ان کو یہ بڑائی کبھی نصیب نہ ہوگی بلکہ جلدی ہی وہ ذلیل وخوار ہوں گے۔ اب آگے ان آیات میں ان امور میں منکرین کا رد فرمایا گیا جن امور میں وہ جھگڑتے تھے اور ان کو ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ مثلاً ان کا جھگڑا ایک تو بعث بعد الموت کے متعلق تھا یعنی مرکر پھر دوبارہ زندہ ہونے کو وہ نہیں مانتے تھے دوسرے قیامت کے متعلق وہ انکار کرتے تھے اور تیسرے توحید کے متعلق ان کا جدال تو مشہور تھا کہ وہ خدا کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے تھے آج بھی ایسے بے بہرہ اور کم فہم موجود ہیں کہ جن کی ساری معلومات حسی دائرہ کے اندر بند ہیں جو چیز ان کے حسی ادراک سے خارج ہو وہ ان کے لئے ناقابل قبول ہے اسی لئے وہ دوسری زندگی کے امکان کو

اچنبھے کی نظر سے دیکھتے ہیں اور قیامت اور اسکی جزا وسزا کو تو حقیقت واقعیہ نہیں جانتے اسی طرح غیر محسوس خدا کی ہستی کا اقرار ان کو بعید از فہم معلوم ہوتا ہے تو قدیم زمانہ کے کفار ومشرکین ہوں یا جدید وقت کے کمیونسٹ دہریئے بے دین ہوں ان کا سرمایہ جدال آخرت وقیامت کا انکار ہے اور بقول ان کے جب قیامت وآخرت کا امکان نہیں تو اخروی جزا وسزا کا کیا امکان اور جب جزا وسزا سے بے نیاز ہو گئے تو خیر وشر اور اچھے برے عمل کی کیا تمیز اور کیا ضرورت اور جب اعمال صالحہ اور فاسدہ کی تمیز ضروری نہیں تو رسالت اور کتب سماویہ اور شریعت الٰہیہ اور خود خدا کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔غرض اس طرح کوتاہ فہم انسان مطلق العنان اور باعث فساد جہاں بن کر آزاد رہنا چاہتا ہے۔

الغرض اس وقت کے منکرین نے جو تخلیق ثانی یعنی آخرت کی زندگی اور قیامت کے منکر تھے اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت سے اعراض کر کے شرک کرتے تھے ان کے اس تمام خرافات کی تردید اور عقائد باطلہ کا بطلان ان آیات سے شروع کیا گیا ہے اور پورے اگلے رکوع میں بھی یہی مضمون بیان ہوتا چلا گیا ہے۔ پہلے امکان آخرت کی دلیل بیان فرمائی گئی کفار کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد پھر انسانوں کا دوبارہ جی اٹھنا غیر ممکن ہے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں وہ درحقیقت نادان ہیں۔اگر عقل سے کام لیں تو یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہ ہو کہ جس خدا نے یہ عظیم الشان کائنات پیدا فرمائی ہے اس کے لئے ایک مرے ہوئے انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل بات ہے۔انسان اگر غور کرے کہ جب یہ کائنات اور زمین وآسمان کچھ بھی نہ تھے تو پھر یہ سنسار کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ کون اس کو لایا؟ اور کس طاقت کے ساتھ لایا؟ ان کا مادہ پہلے کیا تھا اور پھر کیا بنا دیا گیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ مادہ کو عدم سے وجود میں لا کر جب ایسی عظیم الشان کائنات کو اللہ نے پیدا کر دیا تو ایک انسان کے موجودہ مادہ کے پراگندہ ذرات کو اکٹھا کر کے جوڑنا اور جیتا جاگتا انسان دوبارہ بنا دینا کیا دشوار ہے یہ تو مشرکین عرب بھی تسلیم کرتے تھے کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا خداوند قدوس ہے تو پھر جس نے اتنی بڑی مخلوق کو پیدا کیا جس کے سامنے مادی حیثیت سے انسان کی کیا حقیقت ہے تو انسانوں کا پہلی بار یا دوسری بار پیدا کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ تعجب ہے کہ ایسی صاف بات کو بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھتے۔ آگے ارشاد ہے کہ ایک اندھے کو جیسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا اور وہ خوبصورتی اور بدصورتی میں کوئی فرق نہیں کر سکتا اور سیدھا اور ٹیڑھا راستہ اس کی نظر میں ایک جیسا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ ٹیڑھے راستہ پر چل کر کہیں کھائی اور خندق میں گر کر ہلاک ہو جائے یا کوئی موذی جانور اس کو کاٹ لے یا کوئی درندہ اس کو پھاڑ لے اور ایک آنکھوں والا جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراط مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے اور اچھے برے کی تمیز کرتا ہے خوبصورت خوش رنگ اور بدصورت بدرنگ میں امتیاز کر سکتا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح کیا ایک نیکوکار مومن اور بدکار کافر کا انجام یکساں ہوسکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ضرور ایک دن چاہئے جب ان کا باہمی فرق کھلے اور دونوں کے علم وعمل کے ثمرات اپنی صورت میں ظاہر ہوں اور اسی کو یوم قیامت کہا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ منکرین صرف عناد وشرارت سے وجود قیامت کا انکار کرتے ہیں آگے حق تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی۔اس کے آنے میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں۔مگر اکثر لوگ اس کو نہیں مانتے اب قیامت وآخرت کے بعد توحید پر کلام شروع ہو رہا ہے کہ جس میں منکرین جدال اور نزاع کرتے تھے اور خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے اس کے متعلق ارشاد ہے کہ تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ غیروں کو حوائج کے لئے مت پکارو بلکہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست کو قبول کروں گا اور جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں جس میں مجھ سے دعا مانگنا بھی داخل ہے اور غیروں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں یعنی جو لوگ توحید سے اعراض کر کے شرک کرتے ہیں وہ عنقریب مرنے کے بعد ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (نفع کے) لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اُسی نے دن کو (دیکھنے کیلئے) روشن بنایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ

بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے یہ اللہ ہے تمہارا رب وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

اسکے سوا کوئی لائق نہیں سو (بعد اثبات توحید کے) تم لوگ شرک کر کے کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔ اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی الٹے چلا کرتے تھے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

اللہ ہی ہے جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرار گاہ بنایا اور آسمان کو (مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا۔

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ

اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں (پس) یہ اللہ ہے تمہارا رب سو بڑا عالی شان ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ وہی زندہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں

اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

سو تم (سب) خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو۔ تمام خوبیاں اسی اللہ کیلئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا

اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	جَعَلَ بنائی	لَكُمُ تمہارے لئے	الَّيْلَ رات	لِتَسْكُنُوْا تا کہ تم سکون حاصل کرو	فِيْهِ اس میں	وَالنَّهَارَ اور دن
مُبْصِرًا دکھانے کو	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَذُوْ فَضْلٍ فضل والا	عَلَى النَّاسِ لوگوں پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	
لَا يَشْكُرُوْنَ شکر نہیں کرتے	ذٰلِكُمُ یہ ہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار	خَالِقُ پیدا کرنیوالا	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ اس کے سوا	فَاَنّٰى تو کہاں	تُؤْفَكُوْنَ تم اُلٹے پھرے جاتے ہو	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُؤْفَكُ اُلٹے پھر جاتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو		
كَانُوْا تھے	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات سے۔کا	يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	جَعَلَ اس کو بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	
الْاَرْضَ زمین	قَرَارًا قرار گاہ	وَّالسَّمَآءَ اور آسمان	بِنَآءً چھت	وَّصَوَّرَكُمْ اور تمہیں صورت دی	فَاَحْسَنَ تو بہت ہی حسین		
صُوَرَكُمْ تمہیں صورت دی	وَرَزَقَكُمْ اور تمہیں رزق دیا	مِّنَ سے	الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	ذٰلِكُمُ یہ ہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار	
فَتَبٰرَكَ سو برکت والا	اللّٰهُ اللہ	رَبُّ پروردگار	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان	هُوَ وہی	الْحَيُّ زندہ رہنے والا	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ سوائے اس کے	فَادْعُوْهُ پس تم پکارو اسے	مُخْلِصِيْنَ خالص کر کے	لَهُ الدِّيْنَ اس کیلئے عبادت	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ کیلئے			
رَبِّ پروردگار	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان						

تفسیر وتشریح: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے لئے استحقاق الوہیت ثابت کرنے کے لئے جا بجا اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا تذکرہ کرتا ہے اور اس کی شان الوہیت کو بیان فرما کر اس کی وحدت اور معبودیت پر استدلال کرتا ہے۔ یہاں ان آیات میں رات اور

دن کو دلیل توحید کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور دن و رات کے فوائد بیان فرما کر اپنی شان ربوبیت کا اظہار فرمایا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے رات و دن بنائے اور ان کا باقاعدگی کے ساتھ آنا اور جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ زمین اور سورج پر ایک ہی خدا حکومت کر رہا ہے پھر یہ شب و روز اور لیل و نہار کا چکر اس نے کیوں بنایا؟ کیا اس سے کوئی اس کا ذاتی مفاد وابستہ ہے نہیں بلکہ اس سارے چکر کی غرض صرف یہ ہے کہ اس کی مخلوق انسان کو فائدہ پہنچے۔ رات کی ٹھنڈ اور تاریکی میں عموماً لوگ سوتے اور آرام کرتے ہیں اور جسمانی راحت حاصل کرتے ہیں۔ دل کو چین و سکون میسر ہوتا ہے بدن اور اعضاء کی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور جب دن ہوتا ہے تو تازہ دم ہو کر اس کے اجالے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس وقت دیکھنے بھالنے اور چلنے پھرنے کے لئے مصنوعی روشنی کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ تو یہ رات اور دن کا الٹ پھیر انسان اور دوسری زمینی مخلوقات کے لئے نفع بخش اور فائدہ مند ہونا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اس خالق اور مالک اور منعم نے یہ سارا نظام کمال درجہ حکمت کے ساتھ اس طرح بنایا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات کے لئے نافع ہو۔ تو منعم حقیقی کی حق شناسی یہ تھی کہ قول و فعل اور جان و دل سے اس کا شکر ادا کرتے اس کا احسان مانتے۔ اس کی توحید قبول کرتے۔ نہ کہ الٹا اس سے بغاوت و سرکشی اور شرک و کفر کئے چلے جائیں۔ گویا خدا کے منکر اور اس کے ساتھ شرک کرنے والے انسان کو احساس دلایا گیا کہ خدا نے رات اور دن کی شکل میں یہ کتنی بڑی نعمت ان کو عطا کی ہے اور وہ کتنے بڑے ناشکرے ہیں کہ اس کی اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی کی عبدیت سے باہر قدم نکالتے ہیں اور اس کے سامنے سر نیاز نہیں جھکاتے اور تکبر اور غرور کے بلند دعوے کرتے

ہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہی اللہ جس نے تمہارے لئے سب کچھ پیدا کیا ہے تمہارا رب ہے اور وہی ہر چیز کا خالق ہے اور مالک و منعم ہے۔ رات اور دن کی سب نعمتیں اس کی طرف سے مانتے ہو تو بندگی بھی صرف اسی کی ہونی چاہئے۔ تم اس مقام پر پہنچ کر کہاں بھٹک جاتے ہو کہ مالک حقیقی تو کوئی ہو اور بندگی کسی کی کی جائے۔ تم کو یہ الٹی پٹی کون پڑھا رہا ہے کہ جو نہ خالق ہیں نہ پروردگار وہ تمہاری عبادت کے مستحق ہیں؟ اس ایک واحد ذات اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ مالک ہے تو اے اللہ کی توحید میں جدال کرنے والے بیوقوفو تمہارے یہ گمراہ کن پیشوا اور یہ نافہم لیڈر اور یہ کوتاہ بین سردار تمہاری زندگی کے رخ کو کس کی طرف گھما رہے ہیں اور تم کو کہاں لئے جا رہے ہیں۔ پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بہکے اور بے دلیل و حجت غیر خدا کی عبادت کرنے لگے۔ خواہش نفسانی کو سامنے رکھ کر دلائل الٰہیہ کی تکذیب کی اور جہالت کو آگے رکھ کر بہکتے اور بھٹکتے رہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تو ذات ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار گاہ بنایا یعنی ٹھہری ہوئی اور فرش کی طرح بچھی ہوئی کہ اس پر تم اپنی زندگی گزارو آ ؤ جاؤ چلو پھرو پہاڑوں کو اس زمین پر میخوں کی طرح گاڑ کر اسے ہلنے جلنے سے محفوظ کر دیا پھر اسی زمین کے لئے آسمان کو مثل چھت کے بنا دیا جو ہر طرح محفوظ ہے۔ یعنی تمہارے پیدا کرنے سے پہلے تمہارے لئے کس قدر محفوظ اور پر امن جائے قیام مہیا کی پھر تمہیں پیدا کیا۔ تو اس طرح کہ بہترین صورت عطا فرمائی اور نہایت موزوں جسم اور اعضا عطا کئے۔ یہ سڈول بدن یہ خوبصورت چہرہ یہ موزوں قامت اور یہ مناسب اعضا یہ دیکھنے والی آنکھ یہ سننے والے کان یہ بولتی ہوئی زبان اور یہ بہترین صلاحیتوں کا دماغ تم خود بنا کر نہیں لے آئے تھے نہ تمہارے ماں باپ نے

3 انہیں بنایا تھا نہ کسی دیوی دیوتا اور تمہارے فرضی معبود میں یہ طاقت تھی کہ انہیں بنا تا ان کا بنانے والا وہی ایک حکیم و رحیم اور قادر مطلق ہے پھر تمہیں پیدا کر کے نفیس اور بہترین چیزیں کھانے پینے کو دیں یہ پانی یہ غلے یہ ترکاریاں یہ پھل یہ میوے یہ دودھ یہ گوشت یہ شہد یہ نمک اور مرچ مسالے اور یہ بے شمار اشیاء آخر یہ کس نے زمین پر مہیا کیں اور کس نے یہ انتظام کیا کہ غذا کے یہ بے حساب خزانے زمین سے پے در پے نکلتے چلے آئیں اور ان کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے نہ پائے کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ تمہارا پیدا کرنے والا صرف خالق ہی نہیں رازق اور رب رحیم بھی ہے۔ تو پیدا اس نے کیا۔ بسایا اس نے کھلایا پلایا اس نے پہنایا اڑھایا اس نے ۔ پس صحیح معنیٰ میں خالق و رازق وہی رب العالمین ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور سارے جہان کا رب بھی وہی ہے جو بابرکت ہے۔ بلندی پاکیزگی برتری اور بزرگی والا ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت و فنا نہیں وہی اول اور آخر ظاہر و باطن ہے۔ اس کا کوئی وصف کسی دوسرے میں نہیں۔ اس کا نظیر اور عدیل کوئی نہیں تو تمہیں چاہیئے کہ اس کی توحید کو مانتے ہوئے اس سے دعائیں کرتے رہو اس کی عبادت میں مشغول رہو۔ اپنی حاجات میں اسی کو پکارو۔ تمام تر تعریفوں اور حمدوں کا مالک و مستحق اللہ رب العالمین ہی ہے۔

غور کیجئے کہ مسئلہ توحید باری تعالیٰ کیسے موثر اور لاجواب عقلی دلائل سے ثابت فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ توحید کی حقیقت ہم سب کو نصیب فرمائیں اور اپنی نعمتوں کی سچی قدردانی اور صحیح شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ کفران نعمت کی خصلت سے ہم سب کو بچایئے اور جو یہ جسم و جان و زندگی ہم کو جو آپ نے عطا فرمائی ہے اس کو اپنی مرضیات و طاعت و عبادت میں لگائے رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ بیشک ہمارے خالق و رازق اور مربی آپ ہی ہیں یا اللہ اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر ہم کو زندہ رکھئے اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ

آپ (ان مشرکوں کوسنانے کیلئے) کہہ دیجئے کہ مجھ کواس سے ممانعت کردی گئی ہے کہ میں اُن (شرکاء) کی عبادت کروں جن کوخدا کے سواتم پکارتے ہو۔ جبکہ میرے پاس

رَّبِّیْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

میرے رب کی نشانیاں آچکیں۔ اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں (صرف) رب العالمین کے سامنے گردن جھکالوں۔ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا

نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کرکے (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر تاکہ تم

شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

بوڑھے ہوجاؤ اور کوئی کوئی تم میں سے پہلے ہی مرجاتا ہے۔ اور تاکہ تم سب (اپنے اپنے) وقت مقرر تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم لوگ سمجھو۔

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ پھر جب وہ کسی کام کو پورا کرنا چاہتا ہے سو بس اس کی نسبت فرمادیتا ہے کہ ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے۔

قُلْ آپ فرمادیں	اِنِّیْ بیشک میں	نُهِیْتُ مجھے منع کردیا گیا ہے	اَنْ اَعْبُدَ کہ پرستش کروں میں	الَّذِیْنَ وہ جن کی	تَدْعُوْنَ تم پوجا کرتے ہو		
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	لَمَّا جب	جَآءَنِیَ وہ میرے پاس آگئیں	الْبَیِّنٰتُ کھلی نشانیاں	مِنْ رَّبِّیْ میرے رب سے	وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا		
اَنْ اُسْلِمَ کہ میں اپنی گردن جھکا دوں	لِرَبِّ پروردگار کیلئے	الْعٰلَمِیْنَ تمام جہان	هُوَ الَّذِیْ وہ جس نے	خَلَقَكُمْ پیدا کیا تمہیں			
مِنْ تُرَابٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	ثُمَّ پھر	مِنْ عَلَقَةٍ لوتھڑے سے	ثُمَّ پھر	یُخْرِجُكُمْ تمہیں نکالتا ہے وہ	
طِفْلًا بچہ سا	ثُمَّ پھر	لِتَبْلُغُوْٓا تاکہ تم پہنچو	اَشُدَّكُمْ اپنی جوانی	ثُمَّ پھر	لِتَكُوْنُوْا تاکہ تم ہوجاؤ	شُیُوْخًا بوڑھے	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے
مَّنْ یُّتَوَفّٰی جو فوت ہوجاتا ہے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَلِتَبْلُغُوْٓا اور تاکہ پہنچو تم	اَجَلًا مُّسَمًّی وقت مقررہ	وَّلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم			
تَعْقِلُوْنَ سمجھو	هُوَ الَّذِیْ وہی ہے جو	یُحْیٖ زندگی عطا کرتا ہے	وَیُمِیْتُ اور مارتا ہے	فَاِذَا پھر جب	قَضٰٓی وہ فیصلہ کرتا ہے	اَمْرًا کسی امر	
فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں	یَقُوْلُ لَهٗ وہ کہتا ہے اس کیلئے	كُنْ تو ہوجا	فَیَكُوْنُ سو وہ ہوجاتا ہے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات سے اثبات توحید اور رد شرک کا مضمون بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی سلسلہ میں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ مشرکین خود اپنے ہی شرک پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ آپ کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ ان مشرکین سے صاف کہہ دیجئے کہ مجھے اس کی ممانعت کردی گئی ہے کہ میں ان چیزوں کی پرستش کروں جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو۔ میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے اس معاملہ میں صاف احکام اور دلائل عقلیہ ونقلیہ آچکے ہیں اور مجھے شرک سے قطعاً ممانعت کردی گئی ہے اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں صرف پروردگار عالم رب العالمین کی عبادت کروں اور اسی کے سامنے اپنے سر کو جھکاؤں لہذا میں تمہاری درخواست کسی طرح منظور نہیں کرسکتا۔ اے شرک کی دعوت دینے

والو! دیکھو میرا خدا تو وہ ہے جس نے اول تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر آگے ان کی نسل کو نطفہ سے چلایا جو رحم مادر میں جا کر خون کے لوتھڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پھر تم کو ماں کے پیٹ سے بچہ ہونے کی حالت میں نکالتا ہے پھر وہ تم کو بڑھاتا ہے تا کہ تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ گویا بچپن سے جوان بناتا ہے پھر تم کو اور زندہ رکھ کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ تم بوڑھے ہو جاتے ہو اور کچھ تم میں سے وہ بھی ہوتے ہیں جو اس سے پہلے ہی لے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ کسی کو جوانی میں موت آجاتی ہے اور کسی کو بچپن میں۔ بہرحال سب کو ایک مدت معین اور لکھے ہوئے وعدہ تک پہنچنا ہے تا کہ اس میعاد معین پر پہنچ کر تم کو موت دے دی جائے اس میعاد معین سے پہلے ساری دنیا بھی مل کر کسی کو مارنا چاہے تو نہیں مار سکتی اور مقررہ وقت آجانے کے بعد دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی کسی کو زندہ رکھنا چاہیں تو نہیں کر سکتیں اور یہ سب کچھ اس لئے کیا اور زندگی کے مختلف مراحل سے تم کو گزارا کہ تم ان امور میں غور کر کے خدا تعالیٰ کی توحید کو سمجھو کہ وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہاری حیات و ممات کا سر رشتہ اسی قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے۔ تو جب تمہاری موت و حیات پر کوئی اور حکمران نہیں تو بندگی و عبادت کا مستحق کوئی دوسرا کیسے ہو گیا۔ پھر مارنے اور جلانے ہی پر کچھ منحصر نہیں وہ ہر کام کو جب وہ کوئی بات طے کر چکتا ہے تو بس اس کی نسبت اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے یعنی کسی کام کے ہونے میں صرف اس کے ارادہ کی دیر ہے جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتا ہے اس کے لئے اس کو کوئی انتظام اور اہتمام نہیں کرنا پڑتا۔ پس جبکہ خدا کی یہ صفت ہے اور یہ صفات کسی اور میں نہیں تو تمہیں کب زیبا ہے کہ تم اس کے لئے شریک ٹھہراؤ اور خود بھی شرک کرو اور دوسروں کو بھی شرک کی دعوت دو۔ یہ ہرگز زیبا نہیں تو گویا یہاں انسان کو خود اس کی اپنی پیدائش اور موت و حیات کو جتلا کر توحید باری تعالیٰ کی طرف دعوت دی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی پیدائش اور موت و حیات کا مسئلہ اللہ کی قدرت کی کھلی ہوئی نشانیوں میں سے ہے۔ انسان اگر عقل سے کام لے تو اس نشانی کے ذریعہ اللہ کو پہچان سکتا ہے اور اس کی توحید کا مقر اور معترف ہو سکتا ہے۔ صحیح احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ صرف انسان کی پیدائش ہی میں خدا کی قدرت کے اس قدر نمونے ہیں کہ اور مخلوقات کے سوا انسان اپنی ہی پیدائش کو نظر غور سے دیکھے تو خدا کی ذات اور قدرت کا پورا یقین ہو سکتا ہے اگر غور کیا جائے تو فقط نطفہ کے رحم میں ٹھہرنے سے بچہ کے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تک ایسے قدرت کے نمونے ہیں جن کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ نطفہ سے خون بننا اور پھر خون کا گوشت پھر اس گوشت سے ہڈیاں پھر ان ہڈیوں کے اوپر گوشت کا غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ چار مہینہ میں یہ سب کچھ ہو کر اس پتلے میں اللہ کے حکم سے روح پھونکی جاتی ہے۔ اللہ کے حکم سے عورت کے رحم پر جو فرشتہ تعینات ہے وہ نطفہ سے خون اور خون سے گوشت بننے کے وقت تک اللہ کا حکم حاصل کرتا رہتا ہے اگر حکم ہوتا ہے تو پورا پتلا تیار ہوتا ہے ورنہ حمل ساقط ہو جاتا ہے گوشت سے جب پتلا بننے لگتا ہے تو فرشتہ یہ بھی پوچھتا ہے کہ یا اللہ لڑکے کا پتلا تیار ہو گا یا لڑکی کا۔ خدا کے حکم کے موافق وہ فرشتہ عمل کرتا ہے اسی وقت یہ چار باتیں بھی لکھی جاتی ہیں کہ اس بچہ کی عمر کتنی ہو گی تمام عمر کتنا رزق ملے گا اور وہ رزق کس طرح حاصل کرے گا اور تمام عمر کیسے عمل کرے گا اور پھر خاتمہ کس طرح کے عمل پر ہو گا۔ اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ اسی کے موافق مرنے کے وقت آدمی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اب باوجود اس طرح سمجھانے کے پھر بھی مشرک اگر اپنی ہٹ دھرمی سے شرک پر قائم رہے تو پھر اس کو اس جرم کی کیا سزا ملے گی یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ

کیا آپ نے ان لوگوں (کی حالت) کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ (حق سے) کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۏ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ

اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دیکر بھیجا تھا سو ان کو ابھی (یعنی قیامت میں جو قریب ہے) معلوم ہوا جاتا ہے۔ جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے

يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

اور زنجیریں ان کو گھسیٹتے ہوئے۔ کھولتے پانی میں لے جاویں گے پھر یہ آگ میں جھونک دیے جاویں گے پھر ان سے پوچھا جاوے گا کہ (وہ معبود) غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم

تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَـيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ

شریک (خدائی) ٹھہراتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہم سے غائب ہوگئے بلکہ ہم اس کے قبل کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح

يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے۔ یہ (سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلہ میں تم اتراتے تھے۔

تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ

جہنم کے دروازوں میں گھسو (اور) ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو سو متکبرین کا وہ برا ٹھکانہ ہے۔ تو آپ (چندے) صبر کیجئے

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا

بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دیدیں سو ہمارے ہی

يُرْجَعُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ

پاس انکو آنا ہوگا۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں سے بعضے تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعضے وہ ہیں

مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

جن کا ہم نے آپ سے قصہ بیان نہیں کیا۔ اور کسی رسول سے یہ نہ ہو سکا کہ کوئی معجزہ بدون اذن الٰہی کے ظاہر کر سکے۔

فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٧٨﴾ ع

پھر جس وقت اللہ کا حکم آویگا ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جاوے گا۔ اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جاویں گے۔

اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا تم نے	اِلٰى طرف	اَلَّذِيْنَ جو لوگ	يُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِيْ میں	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	اَنّٰى کہاں	

يُصْرَفُوْنَ پھرے جاتے ہیں	اَلَّذِيْنَ جو لوگوں نے	كَذَّبُوْا جھٹلایا	بِالْكِتٰبِ کتاب کو	وَبِمَآ اور اس کو جو	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	بِهٖ اس کے ساتھ	
رُسُلَنَا اپنے رسول	فَسَوْفَ پس جلد	يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے	اِذِ جب	الْاَغْلٰلُ طوق (جمع)	فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ان کی گردنوں میں		
وَ اور	السَّلٰسِلُ زنجیریں	يُسْحَبُوْنَ وہ گھسیٹے جائیں گے	فِي الْحَمِيْمِ کھولتے ہوئے پانی میں	ثُمَّ پھر	فِي النَّارِ آگ میں		
يُسْجَرُوْنَ وہ جھونک دیئے جائیں گے	ثُمَّ پھر	قِيْلَ کہا جائے گا	لَهُمْ ان کو	اَيْنَ کہاں	مَا كُنْتُمْ جن کو تم تھے	تُشْرِكُوْنَ شریک کرتے	
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	قَالُوْا وہ کہیں گے	ضَلُّوْا وہ گم ہوگئے	عَنَّا ہم سے	بَلْ بلکہ	لَّمْ نہیں	نَكُنْ نَّدْعُوْا پکارتے تھے ہم	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	شَيْـًٔا کوئی چیز	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُضِلُّ گمراہ کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	ذٰلِكُمْ یہ	بِمَا اس کا بدلہ جو
كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ تم خوش ہوتے تھے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق	وَبِمَا اور بدلہ اس کا جو	كُنْتُمْ تم تھے	تَمْرَحُوْنَ اتراتے		
اُدْخُلُوْٓا تم داخل ہوجاؤ	اَبْوَابَ دروازے	جَهَنَّمَ جہنم	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے کو	فِيْهَا اس میں	فَبِئْسَ سو برا	مَثْوَى ٹھکانا	
الْمُتَكَبِّرِيْنَ تکبر کرنے (بڑا بننے) والوں کا	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	فَاِمَّا پس اگر		
نُرِيَنَّكَ ہم آپکو دکھادیں	بَعْضَ بعض (کچھ حصہ)	الَّذِيْ وہ جو	نَعِدُهُمْ ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں	اَوْ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم آپکو وفات دیدیں		
فَاِلَيْنَا پس ہماری طرف	يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجے	رُسُلًا بہت سے رسول	مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے			
مِنْهُمْ ان میں سے	مَّنْ جو۔جن	قَصَصْنَا ہم نے حال بیان کیا	عَلَيْكَ آپ پر۔سے	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّنْ جو۔جن		
لَّمْ نَقْصُصْ ہم نے حال نہیں بیان کیا	عَلَيْكَ آپ پر۔سے	وَمَا كَانَ اور نہ تھا	لِرَسُوْلٍ کسی رسول کیلئے	اَنْ کہ	يَّاْتِيَ وہ لائے		
بِاٰيَةٍ کوئی نشانی	اِلَّا مگر۔بغیر	بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے	فَاِذَا سو جب	جَآءَ آگیا	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	قُضِيَ فیصلہ کردیا گیا	
بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَ اور	خَسِرَ گھاٹے میں رہ گئے	هُنَالِكَ اس وقت	الْمُبْطِلُوْنَ اہل باطل			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں انسان کی پیدائش اور اس کی موت وحیات کو سمجھا کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات اور شرک کا رد فرمایا گیا تھا۔ اب باوجود ایسی صاف اور صریح دعوت کے اور دلائل توحید باری تعالیٰ کے جولوگ راہ حق سے فرار اختیار کرتے ہیں اور توحید کو قبول نہ کر کے کفر وشرک پر جمے رہتے ہیں اور اللہ کے کلام میں ناحق حجتیں نکالتے ہیں اور اللہ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں تو ان کی اس تکذیب کا نتیجہ اوران کا انجام ان آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ مدعی شرک اور منکرین توحید جو خود بھی شرک کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ لوگ کہاں اور کیسے برے راستہ کی طرف پھرے جارہے ہیں کہ جو کتب الٰہیہ کو جھٹلاتے ہیں اور جو پیغام وتعلیم اللہ کے رسول لائے اس کا بھی انکار کرتے ہیں تو اس سرکشی اور انکار کا نتیجہ ان کو آگے چل کر معلوم ہو جائے گا جبکہ طوق ان کی گردنوں میں پڑے ہوں گے اوران میں زنجیریں بندھی ہوں گی جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جوان مجرمین ومکذبین کو گھسیٹے گھسیٹے پھر رہے ہوں گے اور کبھی حمیم میں اور کبھی جحیم میں گرم کھولتے ہوئے پانی میں سے گھسیٹے جائیں گے اور آگ جہنم میں جھلسائے جائیں گے اور طرح طرح کے عذاب دیئے جائیں گے پھران سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ آج تمہارے وہ معبود اور دیوتا کہاں گئے جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے اب وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے وہ مشرکین جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے سب غائب ہوگئے بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ ہم اس سے قبل جو دنیا میں بتوں کو پوجتے تھے تو اب معلوم ہوا کہ وہ درحقیقت لاشئ محض تھے اور ہم دراصل کسی کو بھی نہ پوجتے تھے یہ کہنا ان کا ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی شخص تجارت میں نقصان اٹھاوے اوراس سے پوچھا جائے کہ تم فلاں مال کی تجارت کیا کرتے

ہوا اور وہ کہے کہ میں تو کہیں کی تجارت نہیں کرتا یعنی اس کا ثمرہ حاصل نہ ہو تو یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا وہ عمل ہی نہ ہوا۔ اس پر آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کافروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے کہ جس چیز کے لاشئ اور غیر نافع ہونے کا وہاں یعنی قیامت میں خود مشرکین اقرار کریں گے آج یہاں دنیا میں ان کی عبادت میں مشغول ہیں الغرض ان مشرکین ومنکرین ومکذبین سے کہا جائے گا کہ تم جو زمین پر ناجائز طور پر خوشیاں مناتے تھے اور اترایا کرتے تھے اور بلا وجہ اینڈتے اور اکڑتے پھرتے تھے تو دیکھ لو یہ ہے اس ناحق کی شیخی غرور اور تکبر کا انجام۔ لو اب جہنم میں پڑے رہو اور تم جیسے اینٹھنے والوں کی یہی بدمنزل اور بری جائے قرار ہے۔ جس قدر دنیا میں تکبر کیا تھا اتنا ہی ذلیل وخوار آج بنو گے اور اس جگہ سے تم کو کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

اب جب اللہ اور رسول اور قرآن کے نہ ماننے والوں کا حشر اور ان کا انجام بد سنا دیا گیا تو اب کلام کا رخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی ڈھٹائی کا یہ حال ہے کہ لاکھ سناؤ ایک نہیں سنتے تو آپ صبر کیجئے خدا کا وعدہ ضرور سچا ہے اور جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے کہ وہ ضرور ہو کر رہے گا اور ان منکرین کو ضرور سزا دے گا اور ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اب خواہ یہ وعدہ آپ کی حیاۃ اور موجودگی میں پورا ہو یا آپ کی وفات کے بعد بہر حال یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے سب کا انجام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ سب کو ہمیں سے واسطہ پڑنا ہے۔ مر کر بھی ہمارے ہی پاس آئیں گے۔ چھٹکارا کسی صورت سے نہیں۔ پھر مشرکین ومکذبین یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ اگر آپ سچے ہیں اور جس عذاب کی دھمکیاں آپ دیتے ہیں تو آپ اس عذاب کو لے کیوں نہیں آتے؟ اس کے جواب میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول دنیا میں بھیجے ہیں جن میں سے بعض کا تفصیلی یا اجمالی حال آپ سے بیان کر دیا اور بعض کا نہیں تو ان تمام رسولوں میں کسی رسول کو یہ بات حاصل نہ تھی کہ وہ کوئی نشانی عذاب ہو یا غیر عذاب از خود لے آئے اور امت کی ہر فرمائش پوری کر سکے ہاں جو نشانیاں رسول لائے تھے خدا کے حکم اور اجازت سے لائے تھے تو آپ تسلی رکھئے جس وقت خدا کا حکم یعنی عذاب آئے گا اس وقت صحیح فیصلہ ہو جائے گا اور اس موقع پر اہل باطل سراسر گھاٹے میں رہیں گے۔ کیونکہ اس وقت انہیں اپنے زعم باطل کی غلطی معلوم ہو گی مگر اس کی تلافی پر ان کو قدرت نہ ہوگی تو مقصد یہ کہ لوگوں کو چاہئے کہ اس وقت سے پہلے ہی اپنے خیالات اور اوہام باطلہ کی اصلاح کر لیں اور خسارہ سے بچ جائیں۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں پھر توحید کی دلیل اور پھر اس کے انکار پر توبیخ اور پھر مشرکین امم سابقہ کا حال یاد دلا کر تہدید فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہم کو جو کچھ احکام الٰہیہ اور پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر ایمان ویقین کے ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں اپنی اور اپنے رسول پاک کی نافرمانی سے ہم کو بچا لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں توحید کی حقیقت کے ساتھ زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت کی ناکامی اور خسارہ سے ہم سب کو اور امت مسلمہ کو بچائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے مواشی بنائے تاکہ ان میں بعض سے سواری لو اور ان میں بعض (ایسے ہیں کہ اُن) کو کھاتے بھی ہو۔ اور تمہارے لئے اُن میں اور بھی بہت فائدے ہیں

وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيْكُمْ

اور (اس لئے بنائے) تاکہ تم ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اور ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو اور تم کو اپنی اور

اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے سو تم اللہ تعالیٰ کی کون کونسی نشانیوں کا انکار کرو گے۔ کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ

ان سے پہلے ہو گذرے ہیں اُن کا کیسا انجام ہوا (حالانکہ) وہ لوگ ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور نشانیوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا

بڑھے ہوئے تھے سو ان کی کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی۔ غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے (اس) علم (معاش) پر

عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا

بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا۔ اور ان پر وہ عذاب آ پڑا جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ

تو کہنے لگے (اب) ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سو اُن کو ان کا یہ ایمان لانا نافع نہ ہوا

لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ ع

جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے۔

اَللّٰهُ اللہ	اَلَّذِيْ وہ جس نے	جَعَلَ بنائے	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَنْعَامَ چوپائے	لِتَرْكَبُوْا تاکہ تم سوار ہو	مِنْهَا ان سے	وَمِنْهَا اور ان سے
تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	مَنَافِعُ بہت سے فائدے	وَلِتَبْلُغُوْا اور تاکہ تم پہنچو	عَلَيْهَا ان پر	حَاجَةً حاجت	
فِيْ صُدُوْرِكُمْ تمہارے سینوں (دلوں) میں	وَعَلَيْهَا اور ان پر	وَ اور	عَلَى الْفُلْكِ کشتیوں پر	تُحْمَلُوْنَ لدے پھرتے ہو			
وَيُرِيْكُمْ اور وہ دکھاتا ہے تمہیں	اٰيٰتِهٖ اپنی نشانیاں	فَاَيَّ تو کن کن	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی نشانیوں کا	تُنْكِرُوْنَ تم انکار کرو گے			
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا پس کیا وہ چلے پھرے نہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَيَنْظُرُوْا تو وہ دیکھتے	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام		
الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	كَانُوْا وہ تھے	اَكْثَرَ بہت زیادہ	مِنْهُمْ اُن سے	وَاَشَدَّ اور بہت زیادہ	قُوَّةً قوت	
وَّاٰثَارًا اور آثار	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَمَا سو نہ	اَغْنٰى وہ کام آیا	عَنْهُمْ اُن کے پاس	مَا جو	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے (کرتے) تھے	

فَلَمَّا پھر جب | جَآءَتْهُمْ انکے پاس آئے | رُسُلُهُمْ انکے رسول | بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کیساتھ | فَرِحُوْا بِمَا خوش ہوئے (اترانے لگے اس پر جو)
عِنْدَهُمْ ان کے پاس | مِّنَ الْعِلْمِ علم سے | وَحَاقَ اور گھیر لیا | بِهِمْ انہیں | مَّا جو وہ | كَانُوْا تھے | بِهٖ اس کا | يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے
فَلَمَّا پھر جب | رَاَوْا انہوں نے دیکھا | بَاْسَنَا ہمارا عذاب | قَالُوْا وہ کہنے لگے | اٰمَنَّا ہم ایمان لائے | بِاللّٰهِ اللہ پر | وَحْدَهٗ وہ واحد
وَكَفَرْنَا اور ہم منکر ہوئے | بِمَا وہ جس | كُنَّا ہم تھے | بِهٖ اس کے ساتھ | مُشْرِكِيْنَ شریک کرتے | فَلَمْ يَكُ تو نہ ہوا | يَنْفَعُهُمْ ان کو نفع دیتا
اِيْمَانُهُمْ ان کا ایمان | لَمَّا رَاَوْا جب انہوں نے دیکھ لیا | بَاْسَنَا ہمارا عذاب | سُنَّتَ اللّٰهِ اللہ کا دستور | الَّتِيْ وہ جو | قَدْ خَلَتْ گزر چکا ہے
فِيْ عِبَادِهٖ اس کے بندوں میں | وَخَسِرَ اور گھاٹے میں رہ گئے | هُنَالِكَ اس وقت | الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)

تفسیر وتشریح: یہ سورۂ مومن کی آخری آیات ہیں گذشتہ سے اثبات توحید اور رد شرک کا مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ان آیات میں بھی پہلے توحید کی دلیل دی گئی۔ پھر اس کے انکار پر ڈرایا گیا اور گذشتہ امتوں کے منکرین ومکذبین کا حال بیان فرما کر موجودہ منکرین کو اس انجام بد سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو خدا وہ ہے کہ جس نے انسانوں کے لئے مویشی بنائے جن سے انسان طرح طرح کے کام اور نفع حاصل کرتے ہیں۔ سواریوں کے کام میں بھی آتے ہیں۔ ان کے گوشت بھی کھائے جاتے ہیں۔ مثلاً اونٹ سواری کا کام بھی دیتا ہے بار برداری بھی کرتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور دودھ بھی پیا جاتا ہے گائے بیل گوشت کھانے کے کام میں بھی آتے ہیں دودھ بھی دیتے ہیں۔ ہل میں بھی جوتے جاتے ہیں۔ بھیڑ بکری کا دودھ بھی پیا جاتا ہے۔ گوشت بھی کھایا جاتا ہے پھر اور بھی بیسیوں کام اور فائدے ان سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً دودھ سے دہی گھی مکھن کھویا پنیر وغیرہ بناتے کھاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ علاوہ گوشت کے چربی اون بال کھال وغیرہ سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ ہڈی اور سینگوں وغیرہ سے مختلف چیزیں بناتے ہیں۔ تو انسانوں کی بے شمار ضروریات ان جانوروں سے پوری ہوتی ہیں۔ پھر جس طرح خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر لدے پھندے سفر کرتے ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہو اسی طرح پانی میں کشتیوں پر لدے پھرتے ہو تو یہ خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بے شمار نشانیاں ہیں جنہیں وہ انسانوں کو دکھلاتا ہے۔ تو اس قدر کھلے ہوئے نشانات دیکھنے پر بھی آدمی کہاں تک انکار ہی کرتا چلا جائے گا۔ مطلب یہ تم خدا کی نشانیوں کا انکار نہیں کر سکتے تو پھر اس کی ذات اور توحید کا انکار سراسر ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنیٰ میں انکاری نہیں ہو سکتا یہ اور بات ہے کہ کوئی اپنے دیدہ ہی پھوڑ لے اور آنکھوں پر پٹی باندھ لے۔ انسان کو اللہ نے عقل دی ہے اور اس کا پہلا کام یہ ہے کہ دنیا کے حالات واقعات اور اس کے عجیب وغریب انتظام پر نظر کر کے اس کے بنانے والے کو پہچانے اور اللہ کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرے اس کا احسان مانے اور اس کی توحید قبول کر کے اس کی فرمانبرداری اختیار کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے نعمتوں اور احسانات کی ناقدری اور ناسپاسی اور ناشکری اور اس کی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی ملا کرتی ہے انسان اس روئے زمین پر چل پھر کر دیکھے کہ پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جو ان منکرین اور مشرکین مکہ سے زیادہ زور اور قوت والی تھیں اور جتھے اور تعداد میں بھی زیادہ تھیں اور انہوں نے ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر اپنی یادگاریں اور نشانیاں قائم کر رکھی تھیں۔ بڑی بڑی عمارات رکھنے والے تھے اور بڑے مال دار تھے۔ لیکن ان پر جب خدا کا عذاب آیا تو وہ زور وطاقت اور ساز وسامان کچھ بھی کام نہ آ سکا۔ یونہی تباہ وبرباد ہو کر رہ گئے۔ کسی سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو نہ دفع کرتے بنا۔ نہ ٹال سکے۔ نہ کم کر سکے۔ آگے بتلایا

جاتا ہے کہ وہ تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل کیونکہ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صاف صاف دلیلیں روشن حجتیں اور کھلے معجزات اور پاکیزہ تعلیمات لے کر آئے تو انہوں نے آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھا اور جن مادی ترقیات کا علم ان کے پاس تھا اور جن غلط عقیدوں پر دل جمائے ہوئے تھے۔ اسی پر اتراتے رہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے علوم وہدایات کو حقیر سمجھ کر مذاق اڑاتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہم ہی زیادہ عالم ہیں۔ یہ حساب کتاب عذاب ثواب جنت دوزخ کوئی چیز نہیں۔ سب من گھڑت خیالات ہیں۔ آخر ایک وقت آیا جب ان کو اپنی ہنسی مذاق کی حقیقت کھلی جب خدا کا وہ عذاب کہ جسے جھٹلاتے تھے آیا تو ان کے بنائے کچھ نہ بنی۔ جس عذاب پر ناک بھوں چڑھاتے تھے اور جسے مذاق میں اڑاتے تھے اسی نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ بھر کس نکال ڈالا۔ تہہ وبالا کر دیا۔ روئی کی طرح دھن دیا اور بھوسی کی طرح اڑا دیا جس وقت آفت آنکھوں کے سامنے آ گئی اور عذاب الٰہی کا معائنہ ہونے لگا تب ہوش آیا اور اس وقت ایمان اور توبہ کی سوجھی اب پتہ چلا کہ اکیلے خدائے بزرگ ہی سے کام چلتا ہے جن ہستیوں کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا سب عاجز اور بیکار ہیں لیکن معائنہ عذاب کے وقت پچھتانے اور تقصیر کا اعتراف کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ایمان اور توبہ کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ عذاب دیکھ لینے پر تو ہر کسی کو بے اختیار یقین آ جاتا ہے مگر اس وقت کا یقین اور ایمان کا اقرار اور توحید کی تسلیم موجب نجات نہیں۔ فرعون جیسے متکبر نے بھی غرق ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میرا اس خدا پر ایمان ہے جس پر بنی اسرائیل کا ایمان ہے اور میں اس کے سوا کسی کو لائق عبادت نہیں سمجھتا مگر خدا کی طرف سے اسے جواب ملا تھا کہ اب ایمان لانا بے سود ہے ساری زندگی تو نافرمانی اور شرانگیزی میں لگا رہا اب عذاب الیم دیکھ کر ایمان لاتا ہے تو یہاں بھی یہی ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ عذابوں کا معائنہ کرنے پر ایمان کی قبولیت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہمیشہ سے یونہی ہوتا رہا ہے کہ لوگ اول انکار اور استہزاء سے پیش آتے ہیں۔ پھر جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں اس وقت واویلا مچاتے ہیں اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں لیکن اللہ کی عادت یہ ہے کہ اس بے وقت کی توبہ کو قبول نہیں فرماتا۔ آخر منکرین اپنے جرائم کی پاداش میں خراب و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس موقع پر کافر سراسر نقصان اور گھاٹے ہی میں رہے کہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوئے اللہ تعالیٰ اس خسران اور اپنے عذاب و ناراضگی سے دین و دنیا دونوں جہان میں ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

یہاں سے فقہا نے یہ مسئلہ نکالا کہ جب کافر کو عذاب آخرت و ملائکہ عذاب نظر آ جاویں تو پھر اس وقت کا ایمان مقبول نہیں اور مسلمان کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ غرغرہ سے پہلے تک کی توبہ قبول ہے۔ جب دم سینہ میں اٹکا روح حلقوم تک پہنچ گئی فرشتوں کو دیکھ لیا تو اس کے بعد کوئی توبہ نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہم کو جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کی شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں۔ کائنات اور دنیا کے واقعات و حالات میں جو عبرتیں اور اللہ پاک کی نشانیاں موجود ہیں ان کو سمجھنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو علم و نصیحت ہم کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے پہنچی ہے اس کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ

حٰمٓ یہ کلام رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی ہے ایسے لوگوں کیلئے ہے

يَّعْلَمُوْنَ ۞ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۞ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ

جو دانشمند ہیں۔ بشارت دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے سو اکثر لوگوں نے روگردانی کی پھر وہ سنتے ہی نہیں۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل

مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۞

اس سے پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جایئے۔ ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

حٰمٓ حم	تَنْزِيْلٌ نازل کیا ہوا	مِنَ سے	الرَّحْمٰنِ نہایت رحم کرنیوالا	الرَّحِيْمِ مہربان	كِتٰبٌ ایک کتاب	فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ جدا جدا (واضح) کردی گئیں اسکی آیتیں
قُرْاٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی (زبان) میں	لِّقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يَّعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں	بَشِيْرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرسنانے والا	
فَاَعْرَضَ سو منہ پھیرلیا	اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر	فَهُمْ پس وہ	لَا يَسْمَعُوْنَ وہ سنتے نہیں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	قُلُوْبُنَا ہمارے دل	
فِيْٓ اَكِنَّةٍ پردوں میں	مِّمَّا اس سے جو	تَدْعُوْنَآ تم بلاتے ہو ہمیں	اِلَيْهِ اس کی طرف	وَ اور	فِيْٓ اٰذَانِنَا ہمارے کانوں میں	وَقْرٌ بوجھ۔ گرانی
وَّمِنْۢ بَيْنِنَا اور ہمارے درمیان	وَبَيْنِكَ اور تمہارے درمیان	حِجَابٌ ایک پردہ	فَاعْمَلْ سو تم کام کرو	اِنَّنَا بیشک ہم	عٰمِلُوْنَ کام کرتے ہیں	

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب چوبیسویں پارہ کی سورۃ حٰمٓ سجدۃ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس سورۃ کو سورۃ سجدہ اور سورۃ فصلت بھی کہتے ہی۔ یہ اس سورۃ کی ابتدائی آیات ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام وزمانہ نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

گذشتہ سورۂ مومن کی طرح یہ سورۃ بھی حروف مقطعات حٰمٓ سے شروع ہوئی ہے۔ اور چونکہ اس سورۃ میں ایک جگہ سجدۂ تلاوت آیا ہے۔ اس لئے بطور علامت اس کا نام حٰمٓ سجدہ مقرر ہوا۔ قرآن پاک کی حٰمٓ سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے یہ دوسری سورۃ ہے۔ گذشتہ سورۂ مومن میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حٰمٓ سات ہیں یعنی حٰمٓ سے شروع ہونے والی سات سورتیں ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حٰمٓ جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے نہ داخل کریو۔ یہ ساتوں سورتیں مکی ہیں۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۱ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۷۱ ہے۔ یعنی ۷۰ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۴۳ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۵۴ آیات ۶ رکوعات ۸۰۹ کلمات اور ۳۴۰۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں چونکہ یہ بھی مکی سورۃ ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین ہیں یعنی توحید ورسالت قرآن وآخرت قیامت حشر ونشر جزا وسزا جنت وجہنم وغیرہ کا بیان ہے۔

اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے انسانوں کو ہدایت کی ضرورت ہمیشہ سے رہی ہے اگر اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے پڑ جاتا اور شیطان اس کو بہکا کر ادھر ادھر لئے پھرتا اسی لئے یہ ہدایت نامہ نازل کیا گیا۔ اس میں انسانوں کو نیک و بد' بھلے اور برے' صحیح و غلط' حق و باطل کاموں میں فرق کرنا خوب کھول کر واضح طریقہ پر سمجھایا گیا ہے اس میں خوشخبری بھی دی گئی ہے ڈراوا بھی دیا گیا ہے تاکہ علم اور عقل رکھنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس کی باتوں سے کتراتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے یہ قرآن انسانوں کے پاس بھیجا گیا اور آپ کے ذریعہ سے بتلایا گیا کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اسی کی طرف منہ سیدھا کر کے چلو۔ اسی سے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی مغفرت طلب کرتے رہو۔ جو لوگ ایک اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں ان کا انجام بہت برا ہوگا۔ ان کی خیر نہیں۔ ان پر شیطان کا قابو چل گیا ہے کہ جو احکام الٰہیہ سے منہ موڑتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ بھلائی صرف انہی کی ہے جو اللہ پر ایمان لا کر اچھے اعمال کریں گے اور وہ اس کی بدولت ہمیشہ آرام سے زندگی بسر کرنے کی نعمت و راحت حاصل کریں گے۔ پھر توحید کے مضمون کو سمجھایا گیا کہ آخر تم اللہ کو کیوں نہیں مانتے؟ آسمان اور زمین میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی پڑی ہیں زمین اسی نے بنائی۔ آسمان اس نے بنائے پھر آسمانوں کو ستاروں سے اسی نے مزین کیا۔ ان سب کا خالق وہی ایک زبردست یکتا ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔ اگر اس کو نہ مانا تو یاد رکھو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلے لوگوں کا ہوا۔ جنہوں نے اس کے رسول کی باتیں نہ سنی اور ضد و عناد سے اپنے کفر و شرک پر جمے رہے۔ ان پر طرح طرح کی آفتیں مثلاً طوفان' زلزلہ' کڑک' وغیرہ آئیں اور وہ تباہ و برباد ہوئے اور صرف وہی بچے کہ جو ایماندار اور پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ منکرین و مکذبین کو اپنی قوت و طاقت اور ساز و سامان پر غرور تھا یہ نہ سمجھا کہ اللہ ان سے زیادہ طاقتور ہے یاد رکھو کہ اللہ کے دشمن قیامت کے دن آگ میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں وہ طرح طرح کے عذاب بھگتیں گے اور ان کے برے کاموں کی گواہی خود ان کے ہاتھ پیر دیں گے اس لئے اپنے دنیا میں کئے ہوئے اعمال سے مکرنا کسی سے ممکن نہ ہوگا اس لئے اس نار جہنم سے جسے بچنا ہے دنیا ہی میں بچ لے اور بچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اللہ کے حکموں کے موافق گزارے اور وہ احکام اس قرآن کریم میں موجود ہیں اور ان پر عمل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دیا ہے۔ اب تم میں اچھا اور بہتر وہی ہے جو دوسروں کو بھی اللہ کی طرف بلائے۔ اپنی عادتیں اور اخلاق بھی درست کرے نیک کام اختیار کرے تاکہ دوسرے بھی اسے دیکھ کر ویسا ہی کریں۔ جو لوگ اللہ کے حکموں کو ٹھکرا رہے ہیں ان کا رتی اور رائی حال اللہ کو معلوم ہے۔ اچھے لوگوں کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ انجام میں بروں کو سزا اور اچھوں کو جزا دے گا اخیر میں عام انسانوں کی خصلت بیان کی گئی کہ انسان کا بھی عجب حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں عطا کرتے ہیں اور وہ خوش حال اور مالدار

ہو جاتا ہے تو ہماری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور دوسری طرف کی کروٹ بدل لیتا ہے ہمارے حکموں کی پروانہیں کرتا اور جب کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو پھر اللہ کے سامنے لمبی چوڑی دعائیں مانگنے بیٹھ جاتا ہے پھر تمام انسانوں کو دعوت دی گئی کہ تم نے کبھی یہ سوچا بھی کہ اگر یہ قرآن سچ مچ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے آیا ہے جیسا کہ وہ حقیقت میں آیا ہے تو اس کے انکار کرنے والوں اور اس کی ہدایات کو نہ ماننے والوں کی کیا گت بنے گی۔ کیا کوئی اس سے زیادہ گمراہ ہوسکتا ہے جو اس کی باتوں سے دور ہو اور نافرمانی میں دن بدن بڑھتا ہی چلا جائے۔ خاتمہ پر بتلایا گیا کہ سمجھ لو قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ جنہوں نے اس کی سچائی سنتے ہی مان لی وہ بڑے سمجھ دار ہیں ورنہ رفتہ رفتہ اس کی سچائی بعد میں آنے والے واقعات سے ظاہر ہوتی چلی جائے گی۔ عجب حال ہے کہ اس قرآن کی سچائی پر لوگ اللہ کی گواہی کو کافی نہیں سمجھتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی حقیقت معلوم ہے اور وہ سب کا حال جانتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کو یہ دھوکہ لگ گیا ہے کہ انہیں اللہ کے سامنے حاضر نہیں ہونا۔ یاد رکھو کہ اللہ کی قدرت کے اندر ہر چیز گھری ہوئی ہے اور اس کائنات کا ایک ایک ذرہ اللہ کے بس میں ہے اور سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ یہ ہے مختصر خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آویں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حمٓ حروف مقطعات سے فرمائی گئی جس کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے حقیقی معنیٰ سے واقف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوگا اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اظہار نہیں فرمایا اس کے بعد بطور تمہید کے فرمایا گیا کہ یہ قرآن رحمٰن اور رحیم کی طرف سے اتارا گیا یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بڑی مہربانی اور رحمت بندوں پر ہے جو ان کی ہدایت کے لئے ایسی عظیم الشان اور بے مثال کتاب نازل فرمائی۔ آگے قرآن کریم کی ایک صفت بیان فرمائی گئی فصلت اٰیٰتہ' یعنی جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ یعنی اس میں کوئی ایسی پیچیدہ بات نہیں کہ کوئی شخص اس بنا پر اسے قبول کرنے سے اپنی معذوری ظاہر کردے کہ اس کی سمجھ میں اس کتاب کی باتیں اور مضامین آتے ہی نہیں۔ اس میں تو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ صحیح عقائد کیا ہیں اور غلط کیا ہیں۔ اچھے اخلاق کیا ہیں اور برے اخلاق کیا ہیں۔ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے۔ کن باتوں میں نجات ہے اور کن میں ہلاکت ہے۔ کس طریقہ میں انسان کا نفع ہے اور کس میں نقصان ہے۔ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ کیا حلال ہے اور کیا حرام۔ کیا کھرا ہے اور کیا کھوٹا غرضیکہ اس کی ہدایات صاف اور کھلی ہوئی ہیں۔ پھر بتلایا گیا ہے کہ یہ قرآن کریم اعلیٰ درجہ کی صاف شستہ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی تاکہ ان لوگوں کو اس کے سمجھنے میں دقت نہ ہو خود سمجھ کر دوسروں کو پوری طرح سمجھا سکیں مگر اس کے باوجود بھی ظاہر ہے کہ وہی لوگ اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں جو سمجھ رکھتے ہوں۔ ناسمجھ جاہل کو اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر ہوسکتی ہے۔ پھر یہ کتاب بشارت دینے والی بھی ہے اور ڈرانے والی بھی ہے۔ مومنوں اور فرمانبرداروں کو بشارت دینے والی ہے منکروں اور نافرمانوں کو ڈرانے والی ہے۔

قرآن اپنے ماننے والوں کو نجات وفلاح کی خوشخبری سناتا ہے اور منکروں کو ان کے برے انجام سے ڈراتا ہے پھر بھی بہت سے لوگ اس کتاب کی بیش قیمت ہدایات وتعلیمات پر دھیان نہیں کرتے اور جب ادھر دھیان ہی نہیں تو سننا کیوں چاہیں گے اور اگر ان ظاہری کانوں سے سن بھی لیں مگر دل کے کانوں سے نہ سنا اور قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی اور سن کر اثر نہ لیا تو سنا ان سنا برابر ہے اور پھر اسی قدر نہیں کہ ان قرآنی نصیحتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے یا کان نہیں دھرتے بلکہ ایسی الٹی باتیں کرتے ہیں کہ جن کو سن کر ناصح بالکلیہ مایوس ہو جائے اور آئندہ نصیحت سنانے کا ارادہ بھی ترک کر دے مثلاً یہ منکرین کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر تو تمہاری باتوں کی طرف سے غلاف چڑھا ہوا ہے۔ یعنی ہمارے دل تمہاری دعوت کی طرف توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے ہم تمہاری بات سنتے ہی نہیں۔ تمہاری آواز ہمارے کانوں میں پہنچ ہی نہیں سکتی۔ اور ہمارے تمہارے درمیان ایک حجاب حائل ہے اور پردہ پڑا ہوا ہے۔ یعنی دشمنی بغض اور عداوت کی ایک دیوار ہمارے اور تمہارے درمیان کھڑی ہے۔

غرض علم کے تین ہی ذریعہ ہیں۔ دل سے سوچنا' کانوں سے سننا اور آنکھوں سے دیکھنا تو ان منکرین نے تینوں علمی ذرائع کی نفی کر دی نہ حقائیت کو آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا اور نہ دل سے سوچا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنا کام کئے جائیں یعنی تم اپنے دین پر عمل کرو ہم اپنے مذہب پر عمل کر رہے ہیں مراد یہ کہ ہمارے مذہب سے ہمارے معبودوں سے کچھ تعرض مت کرو۔

منکرین کے ان اقوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دینے کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے تلقین فرمایا گیا یہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس کلام پاک جیسی نعمت عظمیٰ کی قدردانی ہم کو نصیب فرماویں اور اس کی ہدایات وتعلیمات سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں اور اس کے احکام وقوانین پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ کفار نے تو اس سے روگردانی کی ہی تھی لیکن آج اس پر ایمان رکھنے والوں نے بھی اس کے احکام کو بالائے طاق رکھ دیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا چھوڑ دیا ہے یا اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما دے اور قرآن پاک کی ناقدری اور نافرمانی سے بچا لے۔

یا اللہ اپنے اس کلام پاک کی سچی محبت وعظمت عطا فرما دے اور اس کی محبت کے ساتھ اس کا اتباع بھی نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ

آپ فرمادیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سواس کی طرف سیدھ باندھ لو اور اس سے معافی مانگو،

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ﴿٦﴾ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٧﴾ إِنَّ

اور ایسے مشرکوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔ جو زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لے آئے

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٨﴾ قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي

اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو موقوف ہونے والا نہیں۔ آپ فرمائیے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کا انکار کرتے ہو جس نے

خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيهَا

زمین کو دو روز میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو، یہی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے

رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿١٠﴾

اور اس (زمین) میں فائدہ کی چیزیں رکھ دیں اور اس میں اس (کے رہنے والوں) کی غذائیں تجویز کر دیں چار دن میں پوچھنے والوں کیلئے جواب پورا ہوا۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا

پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھوآں سا تھا سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا

أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿١١﴾ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا

کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ سو دو روز میں اس کے سات آسمان بنا دیئے اور آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم (فرشتوں کو) بھیج دیا اور ہم نے

السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿١٢﴾

اس قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور اس کی حفاظت کی، یہ تجویز ہے (خدائے) زبردست واقف الکل کی۔

قُلْ فرمادیں	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	أَنَا بَشَرٌ کہ میں ایک بشر	مِّثْلُكُمْ تم جیسا	يُوحَىٰ وحی کی جاتی ہے	إِلَيَّ میری طرف	أَنَّمَا یہ کہ	إِلَٰهُكُمْ تمہارا معبود
إِلَٰهٌ معبود	وَاحِدٌ یکتا	فَاسْتَقِيمُوا پس سیدھے رہو	إِلَيْهِ اسکی طرف (اس کے حضور)	وَاسْتَغْفِرُوهُ اور اس سے مغفرت مانگو	وَوَيْلٌ اور خرابی		
لِّلْمُشْرِكِينَ مشرکوں کیلئے	الَّذِينَ وہ جو	لَا يُؤْتُونَ نہیں دیتے	الزَّكَاةَ زکوۃ	وَهُم اور وہ	بِالْآخِرَةِ آخرت کا	هُمْ وہ	كَافِرُونَ منکر ہیں
إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جو لوگ	آمَنُوا ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور انہوں نے عمل کئے اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	أَجْرٌ اجر	غَيْرُ مَمْنُونٍ ختم نہ ہونے والا	
قُلْ فرمادیں	أَئِنَّكُمْ کیا تم	لَتَكْفُرُونَ انکار کرتے ہو	بِالَّذِي اس کا جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	الْأَرْضَ زمین	فِي يَوْمَيْنِ دو دنوں میں	
وَتَجْعَلُونَ اور تم ٹھہراتے ہو	لَهُ اس کے	أَندَادًا شریک (جمع)	ذَٰلِكَ یہ	رَبُّ الْعَالَمِينَ سارے جہانوں کا رب	وَجَعَلَ اور اس نے بنائے	فِيهَا اس میں	
رَوَاسِيَ پہاڑ	مِن فَوْقِهَا اسکے اوپر	وَبَارَكَ اور برکت رکھی	فِيهَا اس میں	وَقَدَّرَ اور مقرر کیں	فِيهَا اس میں	أَقْوَاتَهَا اسکی خوراکیں	فِي میں

اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ چار دن (جمع)	سَوَآءً یکساں	لِّلسَّآئِلِيْنَ تمام سوال کرنیوالوں کیلئے	ثُمَّ اسْتَوٰى پھر اس نے توجہ فرمائی	اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف				
وَهِىَ اور وہ	دُخَانٌ ایک دھواں	فَقَالَ تو اس نے کہا	لَهَا اس سے	وَلِلْاَرْضِ اور زمین سے	ائْتِيَا تم دونوں آؤ	طَوْعًا خوشی سے	اَوْ یا	كَرْهًا ناخوشی سے
قَالَتَا ان دونوں نے کہا	اَتَيْنَا ہم دونوں آئے (حاضر ہیں)	طَآئِعِيْنَ خوشی سے	فَقَضٰهُنَّ پھر اس نے بنائے	سَبْعَ سَمٰوَاتٍ سات آسمان				
فِىْ يَوْمَيْنِ دو دنوں میں	وَاَوْحٰى اور وحی کردی	فِىْ میں	كُلِّ سَمَآءٍ ہر آسمان	اَمْرَهَا اس کا کام	وَزَيَّنَّا اور ہم نے زینت دی	السَّمَآءَ آسمان		
الدُّنْيَا دنیا	بِمَصَابِيْحَ چراغوں (ستاروں) سے	وَحِفْظًا اور حفاظت کیلئے	ذٰلِكَ یہ	تَقْدِيْرُ اندازہ (فیصلہ)	الْعَزِيْزِ غالب	الْعَلِيْمِ علم والا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن کریم رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس کے الفاظ اور مضامین خوب کھلے ہوئے اور واضح ہیں۔ مومنوں کو بشارت دینے والا اور کافروں کو ڈرانے والا ہے لیکن اکثر لوگوں کی یہ کم نصیبی ہے کہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کے سننے تک سے انکار کرتے ہیں اور یہ منکرین کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں یعنی رسول کی دعوت پر ان کے دل توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے یعنی دعوت رسول کی طرف سے ہمارے کان بہرے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک حجاب حائل ہے اور پردہ پڑا ہوا ہے۔ کافروں کے ان اقوال کے جواب میں جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان منکرین سے جواب میں کہہ دیں کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں تمہاری نوع اور جنس ہی کا ایک انسان ہوں اس لئے ہم جنس کی بنا پر میری بات تو آسانی سے تمہاری سمجھ میں آ جانا چاہئے اور بات بھی بالکل صاف ہے اس کے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے بذریعہ وحی یہ حکم ملا ہے کہ سوائے ایک اللہ کے اور کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی بندگی کی جائے۔ بس تم سب کا معبود اور حاکم ایک ہی ہے۔ جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ لہٰذا سب کو لازم ہے کہ اسی خدائے واحد کی طرف رخ کر کے چلیں۔ اس کے راستہ سے ذرا ادھر ادھر قدم نہ ہٹائیں اور اگر پہلے غلط راستہ پر چل چکے ہیں تو اپنے پروردگار سے اس کی معافی چاہیں اور پچھلے گناہوں کو بخشوائیں اور یہ بھی سن رکھو کہ ان لوگوں کی بڑی شامت آئے گی جن لوگوں کا معاملہ اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ عاجز مخلوق کو اس کی بندگی میں شریک کرتے ہیں اور بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ صدقہ اور خیرات کا پیسہ کسی محتاج مسکین پر خرچ کرنے کے روادار نہیں ساتھ ہی انجام کی طرف سے بالکل غافل اور بےفکر ہیں کیونکہ انہیں یہ تسلیم ہی نہیں کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے اور اچھے برے کا حساب بھی ہوگا۔ ایسوں کا مستقبل بجز ہلاکت اور خرابی اور بربادی کے کیا ہونا ہے۔

یہاں آیت میں زکوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی بڑی کمبختی ہے مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے تو یہاں زکوٰۃ فقہی اصطلاح میں نہیں۔ بلکہ لفظی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی نیک راہ میں خرچ کرنا کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کے احکام مدینہ منورہ میں نازل ہوئے بعض مفسرین نے یہاں زکوٰۃ کے معنیٰ پاکی کے لئے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ مشرکین اپنے آپ کو نجاست شرک اور اپنے نفس کو عقائد فاسدہ سے پاک اور صاف نہیں کرتے۔ برخلاف ان کے جو لوگ ایمان لائیں اور اچھے کام کریں ان کو ہمیشہ رہنے والا اجر ملے گا جو کبھی منقطع نہ ہوگا اور ابدالآباد تک جاری رہے گا۔ چنانچہ جنت میں مومنین کو پہنچ کر نہ ان کو فنا نہ ان کے اجر وثواب کو آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے توحید کا مضمون بیان کرنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے کہئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کی توحید کا انکار کرتے ہو جس

نے زمین کو باوجود اتنی وسعت کے دوروز کی مقدار کے وقت میں پیدا کر دیا۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ رب العالمین کی وحدانیت اور صفات عالیہ کا انکار کرتے ہو اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر سمجھتے ہو جو ایک ذرہ بھی پیدا کرنے کا اختیار نہیں رکھتیں اور پھر اس خدا نے اس زمین کو پیدا کرنے کے بعد اس کے اوپر پہاڑ قائم کئے جس سے کہ زمین کو قرار اور ٹھہراؤ دیا گیا کہ اب وہ ہل جل نہیں سکتی پھر اس زمین کو پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے اندر ایسی برکت رکھی کہ زمین پر بسنے والوں کی ضروریات کا سلسلہ برابر پورا ہوتا چلا جا رہا ہے چنانچہ ہر اقلیم اور ہر ملک میں وہاں کے باشندوں کی طبائع اور خصوصیات کے موافق قدرت نے ان کا رزق اور خوراک مہیا کر رکھا ہے اور یہ سب کام چار دن میں قدرت نے کر دیا دوروز میں زمین پیدا کی اور دوروز میں اس کے متعلقات کا بندوبست ہوا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ زمین اور آسمان کی پیدائش کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال پیش کیا گیا تھا اور اس کا جواب قرآن پاک نے یہاں دیا اس کے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ زمین اور اس کے متعلقات کو چار دن کے وقفہ میں پیدا کر چکا تو اللہ عزوجل نے آسمان کی طرف توجہ کی جو اس وقت سارا ایک دھویں کی طرح تھا۔ اس سے سات آسمان دو دن میں بنا دیئے جیسا کہ آگے بتلایا جاتا ہے پس زمین بناتے وقت زمین سے اور آسمان بناتے وقت آسمان سے فرمایا گیا کہ تم دونوں کو ہمارے حکم کی طرف آنا تو ضرور پڑے گا اب تم کو اختیار ہے خواہ خوشی سے آؤ یا زبردستی سے مطلب یہ ہے کہ ہمارے احکام تکوینیہ تم دونوں میں جاری ہوا کریں گے اور قیامت تک زمین میں بے انتہا تغیرات ہوتے چلے جاویں گے۔ سو تم دیکھ لو کہ تم ہمارے ان احکام پر راضی رہو گے یا کراہت رکھو گے۔ دونوں زمین و آسمان نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے ان احکام کے لئے حاضر ہیں سو دو روز میں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنا دیئے اور ہر ایک آسمان کا انتظام جو اس کے مناسب تھا مقرر کر دیا۔ اور زمین سے قریب کے آسمان کو چمکدار اور روشن ستاروں سے مزین کر دیا اور ان میں حفاظت کے بھی سامان کر دیئے کہ کسی کی وہاں تک دست رس نہیں۔ فرشتوں کے وہاں پہرے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی طاقت اس نظام محکم میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سب سے زبردست اور باخبر ہستی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

سورۂ یونس گیارھویں پارہ میں فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا۔ ایسے ہی سورۂ ہود بارھویں پارہ میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ ایسا ہے کہ سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا تو اس چھ دن کی تفصیل ان آیات سے معلوم ہوئی کہ دو دن میں زمین پیدا کی گئی اور دو دن میں زمین سے متعلقات اور دو دن میں آسمان اس طرح زمین و آسمان کی خلقت چھ دن میں ہوئی۔

ان آیات سے متعلق حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ یہاں ''دنوں'' سے مراد ظاہر ہے معروف ومتبادر دن (یعنی ۲۴ گھنٹے دن رات) نہیں ہو سکتے کیونکہ زمین اور سورج وغیرہ کی پیدائش سے قبل ان کا وجود متصور ہی نہیں۔ لامحالہ ان دنوں کی مقدار کچھ اور مراد ہو گی یا وہ دن مراد ہو جس کی نسبت سترھویں پارہ سورۂ حج میں فرمایا و ان یوماً عند ربک کالف سنة مما تعدون اور ایک دن تمہارے رب کے یہاں ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو۔ واللہ اعلم بالصواب.

آگے کفار مکہ کو وعید سنائی جاتی ہے کہ اگر ایسی عظیم الشان آیات سننے کے بعد بھی نصیحت قبول کرنے اور توحید و اسلام کی راہ اختیار کرنے سے اعراض ہی کرتے رہے تو پھر ان کا انجام بد ہو گا۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ

پھر اگر یہ لوگ (توحید سے) اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد وثمود پر آفت آئی تھی۔ جب کہ ان کے پاس

الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا

اُن کے آگے سے بھی اور اُن کے پیچھے سے بھی پیغمبر آئے کہ بجز اللہ کے اور کسی کی عبادت مت کرو، انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا

لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

تو فرشتوں کو بھیجتا سو ہم اس (توحید) سے منکر ہیں جس کو دیکر (بزعم خودتم) بھیجے گئے ہو۔ پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے

وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ

اور کہنے لگے وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے کیا ان کو یہ نظر نہ آیا کہ جس خدا نے اُن کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے،

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ

اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دنیوی حیات میں

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور اُن کو مدد نہ پہنچے گی۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَي الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کو راستہ بتلایا سو انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا پس ان کو عذاب سراپا ذلت کی آفت نے پکڑ لیا

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

اُن کی بدکرداریوں کی وجہ سے۔ اور ہم نے اُن کو نجات دی جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

فَاِنْ پھر اگر	اَعْرَضُوْا وہ منہ موڑ لیں	فَقُلْ تو فرما دیں	اَنْذَرْتُكُمْ میں ڈراتا ہوں تمہیں	صٰعِقَةً ایک چنگھاڑ	مِّثْلَ جیسی	صٰعِقَةِ چنگھاڑ		
عَادٍ وَّثَمُوْدَ عاد اور ثمود	اِذْ جَآءَتْهُمُ جب آئے انکے پاس	الرُّسُلُ رسول	مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ انکے آگے سے	وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور انکے پیچھے سے				
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا کہ تم نہ عبادت کرو	اِلَّا اللّٰهَ سوائے اللہ	قَالُوْا انہوں نے جواب دیا	لَوْ شَآءَ اگر چاہتا	رَبُّنَا ہمارا رب	لَاَنْزَلَ تو ضرور اتارتا			
مَلٰۗىِٕكَةً فرشتے	فَاِنَّا پس بیشک	بِمَآ اس کا جو	اُرْسِلْتُمْ تم بھیجے گئے ہو	بِهٖ اس کے ساتھ	كٰفِرُوْنَ منکر ہیں	فَاَمَّا پھر جو	عَادٌ عاد	
فَاسْتَكْبَرُوْا تو وہ تکبر (غرور) کرنے لگے	فِي الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق	وَقَالُوْا اور وہ کہنے لگے	مَنْ کون	اَشَدُّ بہت زیادہ			
مِنَّا ہم سے	قُوَّةً قوت	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا وہ نہیں دیکھتے	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	خَلَقَهُمْ پیدا کیا انہیں	هُوَ وہ	اَشَدُّ بہت زیادہ
مِنْهُمْ ان سے	قُوَّةً قوت	وَكَانُوْا اور وہ تھے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا	يَجْحَدُوْنَ انکار کرتے	فَاَرْسَلْنَا پس ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر		

رِیۡحًا ہوا	صَرۡصَرًا تندوتیز	فِیۡۤ اَیَّامٍ دنوں میں	نَّحِسَاتٍ نحوست	لِّنُذِیۡقَهُمۡ تاکہ ہم چکھائیں انہیں	عَذَابَ عذاب	الۡخِزۡیِ رسوائی
فِی میں	الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا دنیا کی زندگی	وَلَعَذَابُ اور البتہ عذاب	الۡاٰخِرَةِ آخرت	اَخۡزٰی زیادہ رسوا کرنیوالا	وَهُمۡ اور وہ	
لَا یُنۡصَرُوۡنَ مدد نہ کئے جائیں گے	وَاَمَّا اور رہے	ثَمُوۡدُ ثمود	فَهَدَیۡنٰهُمۡ سو ہم نے راستہ دکھایا انہیں	فَاسۡتَحَبُّوۡا تو انہوں نے پسند کیا		
الۡعَمٰی اندھا رہنا	عَلَی الۡهُدٰی ہدایت پر	فَاَخَذَتۡهُمۡ تو انہیں آ پکڑا	صٰعِقَةُ چنگھاڑ	الۡعَذَابِ عذاب	الۡهُوۡنِ ذلت	بِمَا اسکی سزا میں جو
كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ وہ کماتے (کرتے تھے)	وَنَجَّیۡنَا اور ہم نے بچالیا	الَّذِیۡنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوۡا ایمان لائے	وَ اور	كَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ وہ پرہیزگاری کرتے تھے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں زمین وآسمان کی پیدائش کا ذکر فرما کر حق تعالیٰ کی وحدانیت والوہیت پر استدلال فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ خدائی کے لائق وہ ہے کہ جس نے دودن کے وقفہ میں زمین اور دودن کے وقفہ میں زمین سے متعلق تمام چیزوں کو پیدا کیا اور پھر دودن کے وقفہ میں آسمانوں کو پیدا کیا گویا چھ دن میں آسمانوں زمین اور زمین سے متعلق چیزوں کو پیدا کر دیا اور مشرکین جن کو خدائی میں شریک اور حصہ دار بناتے ہیں۔ وہ نہ ایک ذرہ پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس عالم کی پیدائش اور نظام میں ان کا کچھ دخل واختیار ہے تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ جو زمین وآسمان کا خالق ہے وہی معبود اور الٰہ بھی ہے۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ یہ کفار ومشرکین اگر ایسے واضح دلائل سننے کے بعد بھی نصیحت قبول کرنے سے انکار ہی کرتے ہیں اور توحید و اسلام کی راہ سے اعراض ہی برتتے ہیں اور اس بات کو نہیں مانتے کہ خدا اور معبود بس وہی ایک ہے جس نے یہ زمین اور ساری کائنات بنائی ہے اور اپنی جہالت پر اصرار ہی کئے چلے جاتے ہیں تو فرمادیجئے کہ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تمہارا انجام بھی عاد وثمود وغیرہ اقوام معذبین کی طرح ہوسکتا ہے جن کے پاس اللہ کے پیغمبر آئے اور ان کو ماضی ومستقبل کی باتیں سمجھائیں اور کوئی جہت اور پہلو نصیحت وفہمائش کا نہیں چھوڑا اور انہوں نے یہی سمجھایا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت وبندگی مت کرو جس کا جواب ان منکرین نے پیغمبروں کو یہی

دیا کہ خدا کا رسول بشر کیسے ہوسکتا ہے اگر خدا کو واقعی اپنا رسول بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتا تم چونکہ فرشتے نہیں بلکہ ہم ہی جیسے انسان ہو اس لئے ہم یہ نہیں مانتے کہ تم کو خدا نے بھیجا ہے۔ اس لئے تم اپنے زعم کے موافق جو باتیں خدا کی طرف سے لائے ہو ہم ان کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ پھر اللہ کے رسولوں نے جو عذاب کی دھمکی دی تو اس کے جواب میں کہا کہ ہم سے زیادہ کون زور آور اور قوت والا ہے کہ جس سے ہم خوف کھائیں قوم عاد کے لوگ چونکہ بڑے جسیم اور تندومند تھے تو انہوں نے اپنے بدن کی قوت پر غرور کیا اور شیخی بگھارنے لگے کہ ہم سے زیادہ زور والا کون ہے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نادان اتنا نہ سمجھے کہ اللہ ان سے زیادہ قوت والا ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور لگے جان بوجھ کر اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے تو ان کے غرور توڑنے کو اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ہوا کو ان پر مسلط کر دیا اور سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا طوفان چلتا رہا اور سب کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ یہ تو ان کو اس دنیا میں رسوائی کا عذاب چکھنا پڑا اور آخرت کا عذاب اور رسوائی تو بہت بڑی چیز ہے جو نہ کسی کے ٹالے ٹلے گا اور نہ وہاں کوئی مدد کر سکے گا یہ تو انجام ہوا عاد کا اور جو قوم ثمود والے تھے ان کی یہ کیفیت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی زبانی جو انہیں سیدھی راہ بتائی اور نجات کا راستہ دکھایا اس سے تو آنکھیں بند کرلیں اور راہ حق سے اندھا ہی رہنے کو پسند کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی پسند کی ہوئی حالت میں چھوڑ دیا اور ان کا

انجام یہ ہوا کہ سخت زلزلہ آیا اور اس کے ساتھ سخت ہیبت ناک کڑک سنائی دی جس سے ان کے جگر پھٹ گئے اور سب اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے اور ساری اکڑفوں دم بھر میں جاتی رہی پھر خدا کی قدرت اور اس کی امداد و حمایت کا حال دیکھو کہ انہی بستیوں میں جو لوگ ایمان لائے۔ جنہوں نے اللہ کی وحدانیت کو قبول کیا۔ اور اللہ کے رسول کو مان کر ان کا اتباع اختیار کیا اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی اختیار کی۔ ان کو اللہ نے صاف بچا لیا اور نزول عذاب کے وقت ان پر ذرا آنچ بھی نہ آئی۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا **فارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فیٓ ایام نحسات** تو ہم نے ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے۔ تو شریعت اسلامیہ کے اصول کی بنا پر جیسا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔ تو یہاں قوم عاد پر ہوا کے طوفان کے ایام کو نحسات یعنی منحوس فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایام قوم عاد کے حق میں ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کے سبب منحوس ہو گئے تھے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایام سب کے لئے منحوس ہوں۔ کیونکہ یہی ایام قوم عاد کے ایمانداروں کے لئے باعث نجات تھے اور ان پر اس طوفانی ہوا کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ اس لئے کسی دن یا رات کو اپنی ذات میں منحوس نہیں کہا جا سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہی دن یا رات کسی کی بداعمالی کی بنا پر اس کے حق میں منحوس ہو اور کسی کے نیک عمل کی وجہ سے وہی دن رات اس کے لئے باعث سعادت و خیر ہو۔ یہ بات چونکہ عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے اس لئے ضروری تشریح کی گئی۔

الغرض یہاں تک تو عذاب دنیوی کا ذکر تھا اب آگے عذاب آخرت کا ذکر ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو ہدایت کے راستہ پر مستقیم رکھیں اور اعراض عن الحق سے بچائیں اور جو تعلیمات و ہدایات ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی ہیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں اور دین میں حجت بازی سے ہم کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور ایمان کی بدولت ہم کو دین و دنیا دونوں جہاں میں نجات و عافیت عطا فرمائیں اور دنیا کی رسوائی اور عذاب آخرت سے بالکلیہ بچائیں۔ یا اللہ آپ نافرمانوں کی تنبیہ کے لئے گاہے بگاہے عذاب اور پکڑ کے نمونے دنیا میں دکھاتے رہتے ہیں تا کہ لوگ آپ کی نافرمانی سے باز آ جائیں اور صراط مستقیم کو اختیار کر لیں اور اپنی بداعمالیوں کو ترک کر دیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ یا اللہ اب امت مسلمہ میں بھی منکرات اور ممنوعات پھیلتے جا رہے ہیں اور طرح طرح کے دینی و دنیوی فتنے پیدا ہو رہے ہیں اور عافیت سلب ہوتی جا رہی ہے۔

یا اللہ ہم کو دین اسلام مضبوطی سے تھام لینے کی توفیق عطا فرما اور ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ سچی توبہ و استغفار سے آپ کو راضی کر لینے کی سعادت عطا فرما تا کہ ہم کو دنیا و آخرت کی عافیت نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ

اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کرکے لائے جاویں گے، پھر وہ روکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آجاویں گے تو ان کے

سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ

کان اور آنکھیں اور اُن کی کھالیں اُن پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اور (اس وقت) وہ لوگ اپنے اعضا سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی،

عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾

وہ (اعضا) جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر (گویا) چیز کو گویائی دی، اور اُسی نے تم کو اوّل بار پیدا کیا تھا

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ

اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو۔ اور تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے آپ کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف میں گواہی دیں

وَلَٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي

ولیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں۔ اور تمہارے اسی گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ

تم کو برباد کیا پھر تم (ابدی) خسارہ میں پڑگئے۔ سو یہ لوگ صبر کریں تب بھی دوزخ ہی اُن کا ٹھکانہ ہے،

وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ

اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا۔ اور ہم نے (دنیا میں) ان کیلئے کچھ ساتھ رہنے والے شیاطین مقرر کر رکھے تھے

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ

سو انہوں نے اُن کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے

الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿٢٥﴾ ع

جن و انسان (کفار) ہو گذرے ہیں، بے شک وہ (سب) بھی خسارہ میں رہے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يُحْشَرُ جمع کئے جائینگے	أَعْدَاءُ اللَّهِ اللہ کے دشمن	إِلَى النَّارِ جہنم کی طرف	فَهُمْ تو وہ	يُوزَعُونَ گروہ گروہ کئے جائیں گے
حَتَّىٰ یہانتک کہ	إِذَا جب	مَا جَاءُوهَا وہ آئینگے اسکے پاس	شَهِدَ گواہی دیں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	سَمْعُهُمْ ان کے کان
وَأَبْصَارُهُمْ اور ان کی آنکھیں	وَجُلُودُهُمْ اور انکی جلدیں (گوشت پوست)	بِمَا اس پر	كَانُوا يَعْمَلُونَ جو وہ کرتے تھے	وَقَالُوا اور وہ کہیں گے	
لِجُلُودِهِمْ اپنی جلدوں (گوشت پوست) سے	لِمَ کیوں	شَهِدْتُمْ تم نے گواہی دی	عَلَيْنَا ہم پر (ہمارے خلاف)	قَالُوا وہ جواب دیں گے	

اَنْطَقَنَا ہمیں گویائی دی | اللّٰهُ اللہ | الَّذِیْٓ وہ جس نے | اَنْطَقَ گویا فرمایا | كُلَّ شَیْءٍ ہر شے | وَهُوَ اور وہ۔اس | خَلَقَكُمْ تمہیں پیدا کیا

اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار | وَّ اور | اِلَيْهِ اسی کی طرف | تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے | وَمَا اور جو | كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ تم چھپاتے تھے

اَنْ يَّشْهَدَ کہ گواہی دیں گے | عَلَيْكُمْ تم پر تمہارے خلاف | سَمْعُكُمْ تمہارے کان | وَلَآ اَبْصَارُكُمْ اور نہ تمہاری آنکھیں

وَلَا جُلُوْدُكُمْ اور نہ تمہاری جلدیں (گوشت پوست) | وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ) | ظَنَنْتُمْ تم نے گمان کر لیا تھا | اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | لَا يَعْلَمُ نہیں جانتا

كَثِيْرًا بہت کچھ | مِّمَّا اس کے | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو | وَذٰلِكُمْ اور اس | ظَنُّكُمُ تمہارا گمان | الَّذِیْ وہ جو | ظَنَنْتُمْ تم نے گمان کیا تھا

بِرَبِّكُمْ اپنے پروردگار کے متعلق | اَرْدٰىكُمْ ہلاک کیا تمہیں | فَاَصْبَحْتُمْ سو تم ہوگئے | مِّنَ سے | الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانیوالے | فَاِنْ پھر اگر | يَّصْبِرُوْا وہ صبر کریں

فَالنَّارُ تو جہنم | مَثْوًى ٹھکانہ | لَّهُمْ ان کیلئے | وَاِنْ اور اگر | يَّسْتَعْتِبُوْا وہ معافی چاہیں | فَمَا هُمْ تو نہ وہ | مِّنَ سے | الْمُعْتَبِيْنَ معافی قبول کئے جانیوالے

وَقَيَّضْنَا اور ہم نے مقرر کئے | لَهُمْ ان کیلئے | قُرَنَآءَ کچھ ہمنشین | فَزَيَّنُوْا لَهُمْ تو انہوں نے آراستہ کر دکھایا ان کیلئے | مَّا جو | بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے

وَ اور | مَا خَلْفَهُمْ جو اُن کے پیچھے | وَحَقَّ اور پورا ہوگیا | عَلَيْهِمُ ان پر | الْقَوْلُ قول | فِیْٓ اُمَمٍ ان اُمتوں میں | قَدْ خَلَتْ جو گزر چکیں

مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل | مِّنَ الْجِنِّ جنات میں سے۔کی | وَالْاِنْسِ اور انسان | اِنَّهُمْ بیشک وہ | كَانُوْا خٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے تھے

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں عاد وثمود نافرمان قوموں کا ذکر ہوا تھا کہ وہ اپنی نافرمانی وسرکشی اور تکذیب انبیاء اور کفر و شرک کی بدولت اسی دنیا میں گرفتار عذاب ہوئیں اور اپنے اعمال کی سزا میں تباہ و برباد ہوئیں۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو سزا ان کفار ومشرکین کو ملی وہ تو ملی ہی لیکن آخرت کی سزا جو کہیں زیادہ سخت اور سارے اہل محشر کی نظر میں ہونے کے باعث زیادہ رسوا کن ہوگی اس کا حال بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کو قیامت کے دن فرشتے جہنم کی طرف ہنکا کر لے جائیں گے اور ان مجرموں کی ان کے جرموں کے مطابق الگ الگ جماعتیں بنا دی جائیں گی اور یہ سب جماعتیں ایک دوسرے کے انتظار میں جہنم کے قریب روکی جائیں گی۔ اور جب سب اگلے پچھلے جمع ہو جائیں گے تو فیصلہ اور عدالت کا کام شروع ہوگا پرسش جرائم ہوگی تو وہ انکار کریں گے اعمال ناموں کی شہادت تسلیم نہ کریں گے پڑوسیوں اور گھر والوں کی گواہی کی بھی تکذیب کریں گے۔ فرشتوں کی شہادت بھی ان کے لئے قابل قبول نہ ہوگی۔ صحاح کی حدیث ہے حضرت انسؓ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے یا ہنس دیئے اور کسی کو جرات نہ ہوئی کہ ہنسی کا سبب دریافت کرتا خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے میرے ہنسنے کی وجہ دریافت نہیں کی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کی ہنسی کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس بات پر تعجب کر کے مسکرایا کہ قیامت کے دن کافر بندہ اپنے رب سے جھگڑے گا اور کہے گا پروردگار تو نے وعدہ کر لیا ہے کہ ظلم نہ ہوگا ارشاد ہوگا بیشک ظلم نہ ہو گا تو بندہ کہے گا کہ آج میں اپنے خلاف سوائے اپنی شہادت کے کسی کی شہادت قبول نہیں کر سکتا ارشاد ہوگا کہ کیا میری اور میرے ملائکہ کی شہادت کافی نہیں۔ بندہ بار بار اپنی وہی بات کہے جائے گا آخر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء اور جوارح اس کی بداعمالیاں بیان کرنے لگیں گے۔ جو کچھ اس نے کیا ہوگا ایک ایک کر کے بیان کر دیں گے پھر جب اس کا منہ کھلے گا تو وہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ کم بختو تم پر خدا کی لعنت تمہاری ہی طرف سے تو میں جھگڑ رہا تھا (مسلم ونسائی وغیرہ) حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ایک وقت تو وہ ہوگا کہ نہ کسی کو بولنے کی اجازت ہوگی نہ عذر معذرت کی۔ پھر جب اجازت ہوگی تو بولنے لگیں گے اور

جھگڑے کریں گے یہاں تک کہ مشرک اپنے شرک ہی سے انکار کر جائیں گے اور جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے آخر ان کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور خود اعضائے بدن ان کے ہاتھ پاؤں آنکھ کان ان کے افعال پر شہادت دیں گے پھر جب ان کا منہ کھول دیا جائے گا تو وہ اپنے اعضاء سے لڑنے لگیں گے آخر کار انکار کے بعد اقرار ہوگا۔ اسی کے متعلق یہاں آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان مجرمین کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور اس وقت وہ لوگ متعجب ہو کر اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی۔ ہم تو دنیا میں تمہارے ہی لئے سب کچھ کرتے تھے جب میں زبان سے انکار کر رہا تھا تو تم پر کیا مصیبت پڑی تھی کہ خوانخواہ سب کچھ بتلانا شروع کر دیا۔ آخر یہ بولنا تم کو کس نے سکھلایا؟ وہ اعضاء جواب دیں گے کہ جس کی قدرت نے ہر بولنے والی چیز کو بولنے کی قدرت دی آج اسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا اور بولنے کی قوت دی۔ اور نہ بولتے اور بتلاتے تو کیا کرتے جب وہ قادر مطلق بلوانا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ نہ بولے۔ اسی قادر مطلق نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر دوبارہ زندہ کر کے لائے گئے ہو۔ گو تم اس کے منکر تھے پس جو خدا ایسا قادر اور عظیم الشان ہو اس کے سامنے اس کے حکم پر ہم حق کو کیسے چھپا سکتے تھے۔ اس لئے ہم نے صاف صاف اور سچی گواہی دے دی۔ آگے حق تعالیٰ ان منکروں کو خطاب فرمائیں گے کہ تم غیروں سے چھپ کر گناہ کرتے تھے یہ خبر نہ تھی کہ خود اپنے ہاتھ پاؤں بتلا دیں گے ان سے بھی پردہ کریں اور کرنا بھی چاہتے تو اس کی قدرت کہاں تھی۔ اصل میں تمہارے طرز عمل سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو خدا تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا۔ سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو کون دیکھ بھال کرتا ہوگا۔ اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے اور اس کے ہاں ہمارا پورا ریکارڈ موجود ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔ تم کو تو یہی یقین تھا کہ اللہ تمہاری بداعمالیوں کو نہیں جانتا اور تمہارے اسی خیال نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کر رکھا تھا تم کو تباہ کیا اور تم ابدی خسارہ اور نقصان میں پڑ گئے اب صبر کرو یا نہ کرو ٹھکانا تمہارا یہی جہنم ہے۔ اب اگر گناہوں کی تم معافی چاہو اور کیسے ہی عذر معذرت کرو یا خوشامد درآمد کرو سب بیکار ہے اس کا وقت گیا آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں ان پر شیاطین تعینات تھے کہ ان کو برے کام بھلے کر کے دکھائیں اور تباہ کن ماضی اور مستقبل کو خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کریں اور یہ شیطانوں کا تعینات کیا جانا بھی ان کے اعراض عن الحق کا نتیجہ تھا تو ان کے رفیقوں نے ان کے دلوں میں بری باتیں رچا دیں اور ان کے حق میں بھی اللہ کا قول یعنی وعدہ عذاب پورا ہو کر رہا۔ اور یقیناً یہ خسارہ میں رہے۔

اللہ تعالیٰ آخرت کے خسارہ سے ہم سب کو بچائیں۔ ایک حدیث میں جو حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے آخرت کے خسارہ سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر آنے والا دن انسان کو یہ ندا دیتا ہے کہ میں نیا دن ہوں اور جو کچھ تو میرے اندر عمل کرے گا قیامت میں میں اس پر گواہی دوں گا اس لئے اے انسان تجھے چاہئے کہ میرے ختم ہونے سے پہلے پہلے نیک عمل کر لے کہ میں اس کی قیامت میں گواہی دوں۔ اور اگر میں ختم ہو گیا اور چلا گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہ پائے گا اسی دن کی طرح ہر رات بھی انسان کو یہی ندا دیتی ہے۔

اب آگے کفار مکہ اور منکرین قرآن و رسالت کی مذمت اور ان کے اعراض عن الحق کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (اگر پیغمبر سنانے لگیں تو) اس کے بیچ میں غل مچا دیا کرو، شاید تم ہی غالب رہو۔

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

سو ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے، اور ان کو ان کے برے برے کاموں کی سزا دیں گے۔

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗءُ اَعْدَاۗءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَاۗءً

یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ، ان کیلئے وہاں ہمیشگی کا مقام ہوگا، اس بات کے بدلہ میں کہ وہ

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ

ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ اور وہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ دونوں شیطان اور انسان

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ

دکھا دیجئے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا ہم اُن کو اپنے پیروں کے تلے مل ڈالیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں۔ جن لوگوں نے

الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا

اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے، اُن پر فرشتے اُتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم

تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰۗؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ

جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ اور ہم تمہارے رفیق تھے دُنیوی زندگی میں بھی

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ ط

اور آخرت میں بھی رہیں گے، اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع

یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	لَا تَسْمَعُوْا تم مت سنو	لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن کو	وَالْغَوْا اور غل مچاؤ		
فِيْهِ اس میں	لَعَلَّكُمْ شاید کہ تم	تَغْلِبُوْنَ تم غالب آجاؤ	فَلَنُذِيْقَنَّ پس ہم ضرور چکھائینگے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا (کافر)			
عَذَابًا شَدِيْدًا سخت عذاب	وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اور ہم انہیں ضرور بدلہ دینگے	اَسْوَاَ بدترین	الَّذِيْ وہ جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے (اعمال)			
ذٰلِكَ یہ	جَزَاۗءُ بدلہ	اَعْدَاۗءِ اللّٰهِ اللہ کے دشمن (جمع)	النَّارُ جہنم	لَهُمْ ان کیلئے	فِيْهَا اس میں	دَارُ الْخُلْدِ ہمیشگی کا گھر	جَزَاۗءً بدلہ

بِمَا اسکا جو	كَانُوْا وہ تھے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا	يَجْحَدُوْنَ انکار کرتے	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	
رَبَّنَآ اے ہمارے رب	اَرِنَا ہمیں دکھا دے	الَّذَيْنِ وہ دونوں	اَضَلّٰنَا جنہوں نے گمراہ کیا ہمیں	مِنَ الْجِنِّ جنات میں سے	وَ اور	
الْاِنْسِ انسانوں	نَجْعَلْهُمَا ہم ان دونوں کو ڈالیں	تَحْتَ تلے	اَقْدَامِنَا اپنے پاؤں	لِيَكُوْنَا تاکہ وہ ہوں	مِنَ سے	الْاَسْفَلِيْنَ انتہائی ذلیل (جمع)
اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	قَالُوْا انہوں نے کہا	رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا رب اللہ	ثُمَّ پھر	اسْتَقَامُوْا وہ ثابت قدم رہے	تَتَنَزَّلُ اترتے ہیں
عَلَيْهِمُ ان پر	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	اَلَّا تَخَافُوْا کہ نہ تم خوف کھاؤ	وَلَا تَحْزَنُوْا اور نہ غمگین ہو	وَاَبْشِرُوْا اور تم خوش رہو	بِالْجَنَّةِ جنت پر	الَّتِيْ وہ جو
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا	نَحْنُ ہم	اَوْلِيٰٓؤُكُمْ تمہارے رفیق	فِي الْحَيٰوةِ زندگی میں	الدُّنْيَا دنیا	وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں	
وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	مَا تَشْتَهِيْٓ جو چاہیں	اَنْفُسُكُمْ تمہارے دل	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا اسمیں	مَا جو
تَدَّعُوْنَ تم مانگو گے	نُزُلًا ضیافت	مِّنْ سے	غَفُوْرٍ بخشنے والا	رَّحِيْمٍ مہربان		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کا حال قیامت کے روز بوقت حساب کتاب بیان فرمایا گیا تھا کہ جب محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے اس وقت حکم ہوگا کہ ان کے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے جن کے ذریعہ سے گناہ کئے تھے۔ چنانچہ ہر ایک عضو مجرم کے خلاف سچی اور صحیح شہادت دے گا اور بالآخر کفار ومشرکین کو اپنے جرائم کا اقرار کرنا پڑے گا اور جہنم ان کا ٹھکانہ بنایا جائے گا۔ اب آگے ان آیات میں کفار مکہ کا ایک طرز عمل بیان فرما کر ان کی مذمت کی جاتی ہے۔ کفار مکہ نے جب دیکھا کہ قرآن سن کر لوگوں کے دل ادھر کھنچتے ہیں اور دل متاثر ہوتے ہیں تو اس کی تدبیر کفار نے یہ نکالی اور آپس میں طے کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھا کریں تو اس وقت قرآن نہ خود سنو اور نہ کسی اور کو سننے دو اس قدر شور وغل مچاؤ اور تالیاں اور سیٹیاں بجاؤ کہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں پہنچنے ہی نہ پائے۔ جب قرآن لوگ نہ سن سکیں گے تو ان کا میلان بھی اس طرف نہ ہوگا اور اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے گی۔ اہل باطل کے پاس حق کے مقابلہ میں جب کوئی دلیل باقی نہیں رہتی اور ان کو اپنی مغلوبیت نظر آتی ہے تو وہ لوگوں کو حق سے روکنے کے لئے جاہلانہ تدبیریں کرتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ کوئی حق کی آواز ہی نہ سن سکے لیکن حق وصداقت کی کڑک مچھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہوسکتی ہے تو کفار مکہ نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کیا کہ نہ خود وہ قرآن کو سنیں گے نہ دوسروں کو سننے دیں گے اور جب قرآن پڑھا جائے تو خوب شور وغل کرو سیٹیاں اور تالیاں بجاؤ چنانچہ کفار دین کی دشمنی میں یہی کرتے تھے اور اس تدبیر کو اپنے غلبہ کا باعث جانتے تھے اور یہ حال کفار مکہ ہی کا نہیں بلکہ ہر جاہل کافر کا رہا ہے کہ اسے قرآن کا سننا اچھا نہیں لگتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس حالت کے برخلاف مومنوں کو حکم فرمایا ہے **واذاقرئ القراٰن فاستمعوا له' وانصتوا لعلكم ترحمون** جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ تلاوت قرآن کے وقت غور وفکر کرے دل نرم رکھے اگر کوئی دوسرا پڑھتا ہو تو خاموشی اور ادب کے ساتھ سنے۔ کان لگائے رکھے۔ ایسی کوئی بات یا حرکت نہ کرے کہ پڑھنے والے کے پڑھنے میں کوئی خرابی آئے اور اس کی توجہ بٹے۔ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس موقع پر اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"کہ تلاوت قرآن میں خلل ڈالنے کی نیت سے شور وغل کرنا تو کفر کی علامت ہے اور خاموش ہو کر سننا واجب اور ایمان کی علامت ہے۔ آج کل ریڈیو پر تلاوت قرآن نے ایسی صورت

اختیار کر لی ہے کہ ہر ہوٹل اور مجمع کے مواقع میں ریڈیو کو کھولا جاتا ہے جس میں قرآن کی تلاوت ہو رہی ہو اور ہوٹل والے خود اپنے دھندوں میں لگے رہتے ہیں اور کھانے پینے والے اپنے شغل میں اس کی صورت وہ بن جاتی ہے جو کفار کی علامت تھی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت فرماویں کہ یا تو ایسے مواقع میں تلاوت قرآن کے لئے ریڈیو نہ کھولیں اور اگر کھولنا ہے اور برکت حاصل کرنا ہے تو چند منٹ سب کام بند کر کے خود بھی اس طرف متوجہ ہو کر سنیں۔ دوسروں کو بھی اس کا موقع دیں''۔

تو ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ برا کام کونسا ہوگا خود نصیحت کی بات نہ سنے اور دوسروں کو بھی سننے نہ دے اس لئے کفار کو ان کی اس حرکت پر وعید سنائی جا رہی ہے کہ قرآن کریم سے مخالفت کرنے کی بنا پر انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اور ان کی اس بدعملی کا مزہ انہیں ضرور چکھایا جائے گا۔ ایسے دشمنانِ خدا کا بدلہ جہنم کی آگ ہے جس میں ان کے لئے ہمیشگی کا گھر ہے اور وہ سدا اسی میں رہیں گے اور یہ سزا اس کا بدلہ ہوگا کہ وہ جان بوجھ کر اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے تمام نشانیاں ان سے یہ کہہ رہی تھیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ بشر ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتا اور دل میں یہ کفار بھی یہی سمجھتے تھے لیکن ضد تعصب اور عناد سے انکار ہی کرتے رہتے تھے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ کفار جہنم میں مبتلائے عذاب ہوں گے تو انتہائی جھنجلاہٹ اور جوشِ غضب میں یہی چاہیں گے کہ اپنے گمراہ کرنے والے لیڈروں اور پیشواؤں اور فریب دینے والے شیاطین کو اپنے قریب موجود پائیں تو اپنے پیروں سے روند اور کچل کر رکھ دیں چنانچہ جہنمی دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم تو آفت اور مصیبت میں پھنسے ہی ہیں لیکن انسانوں اور شیاطین جنات میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں گرفتار کرایا ہے ذرا انہیں ہمارے سامنے کر دیجئے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں اور نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں تاکہ انتقام لے کر ہمارا دل تو کچھ ٹھنڈا ہو۔

غور کیجئے کہ وہی گمراہ عوام جو آج دنیا میں اپنے گمراہ لیڈروں اور پیشواؤں اور فریب دینے والے شیاطین کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں کل جب قیامت میں اس گمراہی کی سزا میں گرفتار ہوں گے اور انہیں پتہ چلے گا کہ ان کے رہنماؤں نے انہیں اس آفت میں گرفتار کرایا ہے تو یہی عوام انہیں کوسیں گے اور چاہیں گے کہ وہ ان کے ہاتھ آ جائیں تو پیروں تلے روند ڈالیں۔ اب یہاں تک تو کفار کی بدحالی اور بدانجامی مذکور تھی اور ان کو وعید سنائی گئی تھی آگے اہل ایمان کو ان کی خوش انجامی کی بشارت دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اور اس کی ربوبیت اور الوہیت کا دل سے اقرار کیا اور اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک نہ ہٹے اس کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ اختیار نہ کیا۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضا پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گزاری کے لئے کیا۔ اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اسکے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے ہیں اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے اور جنت کے جو وعدے اللہ کے پیغمبر کی زبانی کئے گئے تھے وہ اب تم سے پورے کئے جانے والے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی روح سے فرشتے کہتے ہیں کہ اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی

چل خدا کی بخشش انعام اوراس کی نعمت کی طرف چل اس خدا کے پاس جو تجھ پر ناراض نہیں۔الحاصل موت کے وقت قبر میں قبر سے اٹھتے ہوئے ہر جگہ ملائکہ رحمت مومن کے ساتھ رہیں گے اور ہر جگہ بشارتیں سناتے رہیں گے۔اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ متقین اور ابرار پر اس دنیوی زندگی میں بھی ایک قسم کا نزول فرشتوں کا ہوتا ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے دینی اور دنیوی امور میں بہتری کی باتیں الہام کرتے ہوں جو ان کے شرح صدر اور تسکین واطمینان کا موجب ہوجاتا ہے جیسا کہ انہی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتے مومنین سے یہ کہیں گے کہ ہم دنیا کی زندگانی میں بھی تمہارے رفیق اور ساتھی تھے۔تمہیں نیکی کی راہ سمجھاتے تھے خیر کی رہنمائی کرتے تھے ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔ تمہاری وحشت اور دہشت دور کرتے رہیں گے اور تمہاری شفاعت اعزاز واکرام کا انتظام کریں گے یہاں تک کہ نعمتوں والی جنت میں پہنچادینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے اور جنت میں پہنچ کر جو کچھ تم چاہوگے تمہیں ملے گا۔جو خواہش ورغبت دل یا زبان سے کروگے سب کچھ ملے گا۔اور یہ مہمانی یہ عطا اور یہ انعام یہ ضیافت اس خدا کی طرف سے ہوگی جو غفور الرحیم ہے جو بڑا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے جس کا لطف وکرم اور بخشش ورحم بہت وسیع ہے۔یہ تو اہل ایمان کی تسلی وتسکین کا بیان ہوا اس کے بعد ان کو اصل کام یعنی حسن اعمال کی طرف ترغیب دلائی جارہی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی ہے اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بھی نصیب فرمائیں اور اس کے خلاف چلنے اور قدم اٹھانے سے ہم کو بچائیں۔

یا اللہ دنیا میں انسانوں اور شیطانوں کی گمراہی سے ہماری کامل طور پر حفاظت فرمایئے اور ہم کو اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہمیں بھی اپنے ان مومن بندوں میں شامل فرمالیجئے جن پر ملائکہ کا نزول ہوگا اور جنت کی خوشخبری اور بشارت سنیں گے۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہمیں بھی مومنین کاملین کے طفیل میں ان کے ساتھ جنت کی مہمانی نصیب فرمایئے اور اپنی مغفرت ورحمت سے نواز دیجئے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۳۳

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں سے ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے، پھر یکایک آپ میں

وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝۳۴ وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰهَآ

اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے، اور یہ بات انہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل مزاج ہیں، اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے

اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝۳۵ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ

جو بڑا صاحب نصیب ہے۔ اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے،

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۳۶

بلاشبہ وہ خوب سننے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔

وَمَنْ اور کس	اَحْسَنُ بہترین	قَوْلًا قول	مِّمَّنْ اس سے جو	دَعَآ بلائے	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	وَعَمِلَ اور عمل کرے	صَالِحًا اچھے	
وَّقَالَ اور وہ کہے	اِنَّنِیْ بیشک میں	مِنَ سے	الْمُسْلِمِیْنَ مسلمانوں	وَلَا تَسْتَوِی اور برابر نہیں ہوتی	الْحَسَنَةُ نیکی	وَلَا السَّیِّئَةُ اور نہ برائی		
اِدْفَعْ دور کردیں آپ	بِالَّتِیْ اس سے جو	هِیَ وہ	اَحْسَنُ بہترین	فَاِذَا تو یکایک	الَّذِیْ وہ جو شخص	بَیْنَكَ آپکے درمیان	وَ اور	بَیْنَهٗ اس کے درمیان
عَدَاوَةٌ عداوت	كَاَنَّهٗ گویا کہ وہ	وَلِیٌّ دوست	حَمِیْمٌ قرابتی (جگری)	وَمَا یُلَقّٰهَآ اور نہیں ملتی یہ	اِلَّا مگر	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	صَبَرُوْا صبر کیا	
وَمَا اور نہیں	یُلَقّٰهَآ ملتی یہ	اِلَّا مگر	ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ بڑے نصیب والے	وَاِمَّا اور اگر	یَنْزَغَنَّكَ تمہیں وسوسہ آئے	مِنَ سے		
الشَّیْطٰنِ شیطان	نَزْغٌ کوئی وسوسہ	فَاسْتَعِذْ تو پناہ چاہیں	بِاللّٰهِ اللہ کی	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	السَّمِیْعُ سننے والا	الْعَلِیْمُ جاننے والا	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے مقابلہ میں ان مخصوص بندوں یعنی اہل ایمان کا ذکر ہوا تھا جنہوں نے صرف ایک اللہ کی ربوبیت پر اعتقاد جما کر اپنی استقامت کا ثبوت دیا۔ ایسے بندوں کے لئے اللہ کے فرشتوں کی رفاقت و حمایت کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری سنائی گئی تھی اور جنت جو دائمی آرام و راحت اور چین و سکون کی جگہ ہے اس کی بشارت دی گئی تھی اب آگے ان آیات میں انہی اہل ایمان کے ایک اعلیٰ مقام اور بہترین عمل کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور اس کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ

بہترین شخص وہ ہے جو خود اللہ کا ہو رہے اور خدا کے بندوں کو خدا کی طرف بلائے۔ اسی کی حکم برداری کا اعلان کرے۔ اسی کی پسندیدہ روش پر چلے اور دنیا کو اسی کی طرف آنے کی دعوت دے۔ اس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف کھینچنے میں موثر ہو۔ جس نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے بذات خود بھی اس پر عامل ہو۔ خدا کی نسبت اپنی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی وقت نہ جھجکے اس کا طغرائے قومیت صرف مذہب اسلام ہو اور ہر قسم کی ملکی اور قومی اور فرقہ وارانہ نسبتوں سے یکسو ہو کر اپنے مسلم خالص ہونے کی منادی کرے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو

بلائے جس کی دعوت دینے کے لئے خاتم الانبیاء نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے تو اگر چہ یہ آیت **و من احسن قولاً ممن دعآ الی اللہ و عمل صالحاً و قال اننی من المسلمین** عام ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے لوگوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی اس لئے سب سے اولیٰ طور پر اس آیت کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ پھر حضرات صحابہ کرامؓ اس شرف سے ممتاز ہوئے۔ پھر درجہ بدرجہ آنے والے لوگوں کو یہ نیابت حاصل ہوئی۔ اس آیت کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اس ماحول کو بھی نظر میں رکھنا چاہئے جس ماحول میں کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت مکہ کے حالات یہ تھے کہ جو شخص بھی اپنا دین اسلام اور اپنے کو مسلمان ہونا ظاہر کرتا تو گویا وہ اپنے کو دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا پاتا ان حالات میں فرمایا گیا کہ کمال درجہ کی نیکی یہ ہے کہ اللہ کی توحید اور بندگی کی طرف خلق خدا کو دعوت دے اور بے دھڑک اٹھ کر کہے کہ میں مسلمان ہوں اور اس دعوت الی اللہ کے کام کو کرتے ہوئے اپنا عمل اور اخلاق اتنا صاف اور پاکیزہ رکھے کہ کسی کو اسلام اور اس کے علمبرداروں پر حرف رکھنے کی گنجائش نہ ملے۔ یہاں آیت میں **دعآ الی اللہ** فرمایا ہے یعنی جو اللہ کی طرف بلائے۔ ان ظاہر الفاظ سے بعض علماء نے اشارہ اذان کی طرف سمجھا ہے اور اس سے عمل اذان کی فضیلت پر استدلال کیا ہے تو اس میں شک نہیں کہ اذان جو اللہ کی طرف بلانے کی دعوت ہے اس کی فضیلت اپنی جگہ بالکل مسلم ہے۔ احادیث میں موذن کے لئے یہ بشارت آچکی ہے کہ اللہ نے اس کا گوشت پوست آگ پر حرام کر دیا ہے۔ مگر یہ فضیلت اسی کے لئے ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے اذان دے۔ اجرت و معاوضہ پیش نظر نہ ہو۔ صحیح مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن موذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں موذن ہوتا تو پھر مجھے حج وعمرے اور جہاد کی اتنی زیادہ پرواہ نہ رہتی۔ (ابن کثیر) اور حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ اگر میں موذن ہوتا تو میری آرزو پوری ہوجاتی۔ اور میں رات کے نفلی قیام کی اور دن کے نفلی روزوں کی اس قدر تنگ و دو نہ کرتا میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے تین بار موذنوں کی بخشش کی دعا مانگی (ابن کثیر) حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں موذنوں کی بھی تعریف ہے کیونکہ اس کا **حی علی الصلوٰۃ** کہنا خدا کی طرف بلاتا ہے لیکن عام علمائے مفسرین کا کہنا یہی ہے کہ اس آیت کا مفہوم دعا الی اللہ عام ہے اور ہر داعی الی اللہ اس کے تحت میں آجاتا ہے خواہ وہ حاکم عادل ہو یا فوجی مجاہد ہو یا مدرسہ کا معلم و مدرس ہو۔ یا واعظ ہو یا شیخ طریقت ہو یا دینی کتابوں کا مصنف و مولف ہو۔ اسی آیت سے فقہا نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بہترین قولی عبادت دعوت الی اللہ ہی ہے اور اسی سے بعض علماء نے یہ بھی مرتب کیا ہے کہ دعوت الی اللہ فرض ہے ورنہ اگر یہ فرض نہ ہو بلکہ صرف نفل ہو تو نفل کا فرض سے بہتر ہونا لازم آتا ہے الغرض یہ آیت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ دعوت ایمانی اور تبلیغ اعمال صالحہ اللہ کی نظر میں بہت پسندیدہ ہے۔ لیکن داعی الی اللہ کے لئے بھی ایک شرط وعمل صالحاً کی فرمائی گئی ہے یعنی جہاں دوسروں کو دعوت دی جائے وہاں اپنے اعمال کو بھی صالحہ بنایا جائے اس آیت کا آخری فقرہ **وقال اننی من المسلمین** اور کہے کہ میں مسلمان ہوں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ داعی الی اللہ کا طغرائے قومیت صرف اسلام اور مسلمان ہونا ہو اور وہ اپنے مسلم ہونے کی منادی کرے۔ اس قرآنی ہدایت اور وصف کے خلاف آج امت مسلمہ میں کہیں عربی اور غیر عربی کا دعویٰ بلند کیا جا رہا ہے تو کہیں پاکستانی اور غیر پاکستانی کا یا بنگالی سندھی پنجابی بلوچی اور دوسرے فرقہ وارانہ نسبتوں کی طرف اپنے کو منسوب کرنا فخر سمجھا جا رہا ہے جو سراسر قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ ایک کلمہ گو کا طغرائے امتیاز ''مسلمان'' ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام عالم کے اہل اسلام کو اس طغرائے امتیاز کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

شاعر مشرق مرحوم علامہ اقبال نے اسی کے متعلق کیا خوب کہا ہے:۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں
منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں "مسلم" موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں ! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلماں بھی ہو
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

آگے ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن و اخلاق کی ضرورت ہے اس کی تعلیم دی جاتی اور سمجھایا جاتا ہے کہ خوب سمجھ لو نیکی بدی کے اور بدی کے برابر نہیں ہو سکتی۔ دونوں کی تاثیر جداگانہ ہے لہذا ایک مسلم و مومن اور خصوصاً ایک داعی الی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے اس طرز عمل کے نتیجہ میں سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا۔ گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرم جوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے بعد سچے دل سے دوست بن جائے دشمنی اور عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں ہاں کسی شخص کی طبیعت سانپ اور بچھوؤں کی طرح ہے کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں بہرحال دعوت الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حسن خلق کی ضرورت ہے۔ یعنی بہت بڑا حوصلہ چاہئے کہ بری بات سہار کر بھلائی سے جواب دے۔ یہ اخلاق اور اعلیٰ خصلت اللہ کے یہاں سے بڑے قسمت والے خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتی ہے یہاں تک اس مقابل اور دشمن کے ساتھ معاملہ کرنا سکھلایا گیا جو حسن معاملہ اور خوش اخلاقی سے متاثر ہو سکتا ہو۔ لیکن ایک دشمن وہ ہے جو کسی حال میں اور کسی نہج سے دشمنی نہیں چھوڑ سکتا۔ تم کتنی ہی خوشامد نرمی برتو اس کا نصب العین یہی ہو کہ تم کو ہر طرح نقصان پہنچائے تو ایسے پکے دشمن سے محفوظ رہنے کے لئے تدبیر آگے تلقین فرمائی جاتی ہے۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ ایسے شیطان کے مقابلہ میں نرمی اور عفوو درگزر سے کام نہیں چلتا اور اس سے بچنے کے لئے ایک ہی تدبیر ہے کہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ جاؤ یہ وہ مضبوط قلعہ ہے جہاں پر شیطان کی رسائی نہیں اگر تم واقعی اخلاص اور تضرع سے اللہ کو پکارو گے تو وہ تم کو ضرور پناہ دے گا کیونکہ وہ ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور خوب سنتا ہے کہ کس نے اس کو کتنے اخلاص اور تضرع سے پکارا ہے۔

یہاں ان آیات میں جس حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی اس کی بہترین تفسیر ایک وہ واقعہ ہے جو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر

صدیقؓ کو بے تحاشا برا بھلا کہنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ خاموشی کے ساتھ اس کا سب وشتم سنتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ آخرکار جناب صدیقؓ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو آپ نے بھی اسے جواب میں ایک سخت بات کہہ دی۔ ان کی زبان سے وہ بات نکلتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید انقباض طاری ہوا جو چہرۂ مبارک پر نمایاں ہونے لگا اور آپ فوراً اٹھ کر تشریف لے چلے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی اٹھ کر آپ کے پیچھے ہو لئے اور راستہ میں عرض کیا کہ حضور وہ مجھے برا بھلا کہتا رہا اور آپؐ خاموش مسکراتے رہے جب میں نے اسے ایک جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم خاموش تھے تو ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہا اور تمہاری طرف سے اس کو جواب دیتا رہا اور جب تم بول پڑے تو فرشتہ کی جگہ شیطان آ گیا۔ میں شیطان کے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کریم کا تو کیا ہی کہنا اس لئے گو خطاب یہاں آپ کی طرف ہے مگر مقصود عام تعلیم ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس قرآنی اخلاق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اعلیٰ مظہر ہو کر چمکے اور جدھر گئے غیر مسلموں کو اپنے اخلاق سے متاثر کیا اور ان کے اعلیٰ اخلاق تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنتے تھے۔ افسوس ہے کہ آج بھی وہی قرآن موجود ہے مگر اس وقت کا مسلمان قرآنی اخلاق سے اتنا دور ہو گیا ہے الا ماشاء اللہ کہ آج ہم اپنی بدخلقی اور بداطواری سے اسلام کو بدنام کرنے والے ثابت ہو رہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

الغرض دعوت الی اللہ کی فضیلت کے ساتھ داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے اس کو بیان فرما کر آگے جس اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلایا جاتا ہے اس کی شان عظمت و قدرت اور وحدانیت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اور تمام امت مسلمہ کو قرآنی ہدایات وتعلیمات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حق تعالیٰ ہم کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں داعی الی اللہ کے زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت عطا فرمائیں ہم کو بھی یا اللہ اپنے راستہ پر چلنا نصیب فرما اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی چلانا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں قرآنی اخلاق سے مزین فرما اور شیطانی وساوس سے ہماری حفاظت فرما اور اپنی پناہ میں داخل فرما۔

یا اللہ! سلف صالحین کے قرآنی اخلاق تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنتے تھے۔ لیکن آج ہم اپنی بدخلقی اور بداعمالی سے بدنام کنندۂ اسلام ثابت ہو رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یا اللہ ہماری اور تمام امت مسلمہ کی حالت اس وقت قابل رحم ہے۔ آپ ہی کے فضل وکرم سے آپ ہی کی تائید وتوفیق سے آپ ہی کی نصرت وحمایت سے ہماری حالت بدل سکتی ہے۔

یا اللہ ہم آپ کے کرم ورحم کے طالب ہیں۔ آپ ہی کی طرف رجوع ہو کر آپ سے ہدایت کے بھکاری ہیں۔ آپ ہی سے توفیق حسن کے خواستگار ہیں۔ آپ کے بندے ہیں۔ آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں۔ آپ ہی ہماری مدد فرمائیں اور ہمارے منجدھار میں ڈوبتے ہوئے بیڑے کو پار لگا دیں اور ہمیں پھر سے اسلام کا وفادار اور جانثار بنا دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ

اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں کے رات اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے، (پس) تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو

وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۳۷ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا

اور (صرف) اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) نشانیوں کو پیدا کیا اگر تم کو خدا کی عبادت کرنا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں

فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْــَٔـمُوْنَ ۝۳۸ وَمِنْ

تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب وروز اُس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ (اس سے ذرا) نہیں اکتاتے۔ اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی)

اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ

نشانیوں کے ایک یہ ہے (کہ اے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ اُبھرتی ہے اور پھولتی ہے، (اس سے ثابت ہوا کہ)

اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا

جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو زندہ کر دے گا، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں

لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا

وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں ہیں، سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن وامان کے ساتھ (جنت میں) آئے، جو جی چاہے کرلو،

شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴۰

وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے۔

وَمِنْ اور سے	اٰيٰتِهِ اسکی نشانیاں	الَّيْلُ رات	وَالنَّهَارُ اور دن	وَالشَّمْسُ اور سورج	وَالْقَمَرُ اور چاند	لَا تَسْجُدُوْا تم نہ سجدہ کرو	لِلشَّمْسِ سورج کو	
وَلَا اور نہ	لِلْقَمَرِ چاند کو	وَاسْجُدُوْا اور تم سجدہ کرو	لِلّٰهِ اللہ کو	الَّذِيْ وہ جس نے	خَلَقَهُنَّ پیدا کیا انہیں	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	
اِيَّاهُ صرف اسکی	تَعْبُدُوْنَ عبادت کرتے	فَاِنِ پس اگر وہ	اسْتَكْبَرُوْا تکبر کریں	فَالَّذِيْنَ سو وہ جو	عِنْدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے نزدیک			
يُسَبِّحُوْنَ وہ تسبیح کرتے ہیں	لَهٗ اسکی	بِالَّيْلِ رات	وَالنَّهَارِ اور دن	وَهُمْ اور وہ	لَا يَسْــَٔـمُوْنَ نہیں اکتاتے	وَ اور	مِنْ اٰيٰتِهٖ اسکی نشانیوں میں سے	
اَنَّكَ کہ تو	تَرَى تو دیکھتا ہے	الْاَرْضَ زمین	خَاشِعَةً دبی ہوئی سنسان	فَاِذَآ پھر جب	اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	عَلَيْهَا اس پر	الْمَاۗءَ پانی	
اهْتَزَّتْ وہ لہلہانے لگتی ہے	وَرَبَتْ اور پھولتی ہے	اِنَّ بیشک	الَّذِيْ وہ جس نے	اَحْيَاهَا اس کو زندہ کیا	لَمُحْيِ الْمَوْتٰى البتہ زندہ کرنیوالا مردوں کو			
اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُلْحِدُوْنَ کج روی کرتے ہیں	فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیات میں		
لَا يَخْفَوْنَ وہ پوشیدہ نہیں	عَلَيْنَا ہم پر	اَفَمَنْ تو کیا جو	يُّلْقٰى ڈالا جائے	فِي النَّارِ آگ میں	خَيْرٌ بہتر	اَمْ مَّنْ یا جو	يَّاْتِيْٓ آئے	اٰمِنًا امن کیساتھ
يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	اِعْمَلُوْا تم کرو	مَا شِئْتُمْ جو تم چاہو	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں دعوت الی اللہ کی فضیلت کے ساتھ داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے اس کا بیان فرمایا گیا تھا۔ اب یہاں سے آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت اور بعث بعد الموت وغیرہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ گویا اس میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ ایک طرف خدا کے مخصوص بندے اپنے قول وفعل سے خدا کی طرف بلا رہے ہیں اور دوسری جانب چاند سورج اور آسمان وزمین کا عظیم الشان نظم سوچنے اور سمجھنے والوں کو اسی خدائے واحد کی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ان تکوینی نشانیوں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔ جیسے بہت سی قومیں انہی میں الجھ کر رہ گئی ہیں۔ بلکہ لازم ہے کہ اس لامحدود قدرت والے مالک کے سامنے سر جھکائے جس کی یہ سب نشانیاں ہیں اور جس کے حکم سے یہ نشانیاں یعنی دن رات اور چاند اور سورج ایک مقررہ نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سورج اور چاند اور دن اور رات اس کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں رات کو اس کے اندھیروں سمیت اور دن کو اس کے اجالے سمیت اسی نے بنایا ہے جو یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں چونکہ آسمان اور زمین میں زیادہ خوبصورت اور منور سورج اور چاند تھا اس لئے اسی خصوصیت سے اپنا مخلوق ہونا فرمایا اور فرمایا کہ اگر خدا کے بندے ہو تو سورج اور چاند کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا اس لئے کہ وہ مخلوق ہیں اور مخلوق سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ سجدہ کئے جانے کے لائق وہی ایک خدا ہے۔ جو سب کا خالق ہے پس تم صرف خدا کی عبادت کئے جاؤ سورج اور چاند وغیرہ کے پوجنے والے بھی زبان سے یہی کہتے تھے کہ ہماری غرض ان چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے۔ اس لئے یہاں بتلا دیا گیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے جو لوگ صرف اس کی عبادت نہیں کرتے اور غرور اور تکبر حق کے قبول کرنے سے مانع ہے۔ اور باوجود واضح دلائل کے توحید الٰہی کی طرف آنا نہیں چاہتے تو نہ آئیں اپنا ہی نقصان کریں گے اللہ کو ان کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے جس کی بڑائی اور بزرگی اور عظمت اور جبروت کا یہ حال ہو کہ بے شمار ملائکہ مقربین شب و روز اس کی عبادات اور تسبیح وتقدیس میں مشغول رہتے ہیں نہ کبھی تھکتے ہیں اور نہ کبھی اکتاتے ہیں۔ تو ایسے بزرگ اور مقدس فرشتوں کے سامنے یہ مشرکین بے چارے کیا چیز ہیں اور ان کا غرور کیا چیز ہے۔ خوامخواہ کی جھوٹی شیخی کر کے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ زمین کو دیکھو بے چاری کیسی چپ چاپ ذلیل وخوار بوجھ میں دبی ہوئی پڑی رہتی ہے۔ خشکی کے وقت ہر طرف خاک اڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں آسمانی بارش کا ایک چھینٹا پڑا پھر اس کی تروتازگی رونق اور ابھار قابل دید ہو جاتی ہے۔ کھیتیاں سبزے گھاس پات، پھل پھول وغیرہ اُگ آتے ہیں اور وہ ایک عجیب انداز سے اپنے سبزے کے ساتھ لہلہانے لگتی ہے۔ آخر یہ انقلاب کس کے دست قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے؟ جس خدا نے اس مردہ زمین کو زندہ کر دیا کیا وہ مرے ہوئے انسانوں کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا۔ بے شک وہ سب کچھ کر سکتا ہے اس کی قدرت کے سامنے کوئی مانع ومزاحم نہیں۔ تو قدرت کی ان نشانیوں کو دیکھ کر اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے اللہ کی آیات سن کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں میں واہی تباہی شبہات کو پیدا کر کے ٹیڑھی بناتے ہیں یا خوامخواہ توڑ مروڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں یا یونہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر آیات اور احکام الٰہیہ کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں ایسی ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے اور خدا سے ان کی کوئی چال پوشیدہ نہیں جس وقت سامنے جائیں گے نتیجہ دیکھ لیں گے فی الحال اس نے ڈھیل دے رکھی

3 ہے کہ مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا۔ یہ سب کچھ سمجھانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اب جو تمہاری سمجھ میں آئے کئے جاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں۔ ایک دن ان کا اکٹھا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اب خود سوچ لو اور سمجھ لو کہ ایک شخص جو اپنی شرارتوں کی بدولت جلتی آگ میں گرے اور ایک جو اپنی شرافت اور سلامت روی کی بدولت ہمیشہ امن وچین سے رہے دونوں میں کون بہتر ہے؟

ان آیات سے ایک بات یہ ثابت ہوئی جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”سجدہ صرف حق تعالیٰ خالق کائنات کا حق ہے اس کے سوا کسی ستارے یا انسان وغیرہ کو سجدہ کرنا حرام ہے خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا محض تعظیم وتکریم کی نیت سے دونوں صورتیں اب باجماع امت حرام ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرے گا وہ کافر ہو جاوے گا اور جس نے محض تعظیم وتکریم کے لئے سجدہ کیا اس کو کافر نہ کہیں گے مگر ارتکاب حرام کا مجرم اور فاسق کہا جائے گا۔ سجدۂ عبادت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی امت وشریعت میں حلال نہیں رہا کیونکہ وہ شرک میں داخل ہے اور شرک تمام شرائع انبیاء میں حرام رہا ہے البتہ کسی کو تعظیماً سجدہ کرنا یہ پچھلی شریعتوں میں جائز تھا دنیا میں آنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سب فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم ہوا۔ یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور بھائیوں نے سجدہ کیا جس کا ذکر قرآن کریم میں سورۂ یوسف میں موجود ہے مگر باتفاق فقہائے امت یہ حکم ان شریعتوں میں تھا۔ اسلام میں منسوخ قرار دیا گیا اور غیر اللہ کو سجدہ مطلقاً حرام قرار دیا گیا“۔ (معارف القرآن)

افسوس ہے کہ بعض جاہل پیروں اور مریدوں میں یہ سجدہ بازی کی رسم اب بھی پائی جاتی ہے اور بزرگان دین کی قبروں کو سجدہ کرنا تو اس ملک پاکستان اور ہندوستان میں تو اکثر صاحبان نے دیکھا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور ہر طرح کے منکرات سے بچا کر دین خالص پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے قرآن کریم جو حق تعالیٰ حکیم وحمید کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی حقانیت اور شان عظمت کو بیان کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

ان تلاوت کردہ آیات میں چونکہ آیت سجدہ بھی تلاوت کی گئی ہے اس لئے پڑھنے اور سننے والوں پر ایک سجدہ تلاوت واجب ہوگیا ہے جس کو ادا کرلیا جائے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ ہمیں شب وروز اپنی عبادت اور اپنی پاکی وبڑائی بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اور قیامت وآخرت پر ہم کو ایسا یقین کامل نصیب فرما کہ ہم آخرت سے کسی لحظہ غافل نہ ہوں۔ یا اللہ اپنے کرم سے قیامت کے دن نار سے ہم کو بچایئے اور اپنی امن وامان والی جنت میں ہمیں داخل ہونا نصیب فرمایئے یا اللہ! ہم کفار ومشرکین کی کیا حکایت وشکایت کریں جو قیامت وآخرت کے منکر ہیں۔ اب تو ہمیں رونا بعض اہل اسلام ہی کے لئے ہے کہ جو دنیا میں من مانی اور دل چاہی زندگی بسر کررہے ہیں اور قیامت وآخرت سے بالکل بے پرواہ ہوکر ممنوعات ومنکرات شرعیہ میں گرفتار ہیں آپ کے احکام سے انحراف واعراض برت رہے ہیں۔

یا اللہ! اس غفلت وجہالت کو اہل اسلام سے دور فرمادے اور ہم کو اپنا وفادار فرمانبردار بندہ بن کر زندہ رہنا اور اسی حالت پر مرنا نصیب فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتٰبٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ

جو لوگ اس قرآن کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں، اور یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے۔ جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے

بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ

اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ آپ کو وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں

قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے۔ اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے

قُرْاٰنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهُ ۖ ءَاَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا

تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں، یہ کیا بات کہ عجمی کتاب اور عربی رسول، آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کیلئے

هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولٰئِكَ

تو راہ نما اور شفا ہے، اور جو ایمان نہیں لاتے اُن کے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور وہ قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے، یہ لوگ (ایسے ہیں کہ گویا)

يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْ

کسی بڑی دور جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔ اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف ہوا، اور اگر ایک بات نہ ہوتی

لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾

جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب آخرت میں ملے گا) تو ان کا فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا، اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے، جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں،

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ وہ جنہوں نے	كَفَرُوا انکار کیا	بِالذِّكْرِ ذکر (قرآن) کا	لَمَّا جب	جَاءَهُمْ وہ آیا ان کے پاس	وَإِنَّهُ اور بیشک یہ
لَكِتٰبٌ البتہ کتاب ہے	عَزِيزٌ گرامی قدر	لَا يَأْتِيهِ اسکے پاس نہیں آتا	الْبَاطِلُ باطل	مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس کے سامنے سے	وَلَا اور نہ	
مِنْ خَلْفِهِ اس کے پیچھے سے	تَنْزِيلٌ نازل کیا گیا	مِنْ سے	حَكِيمٍ حکمت والے	حَمِيدٍ سزاوار	مَا يُقَالُ نہیں کہا جاتا	لَكَ آپ کو
إِلَّا سوائے	مَا قَدْ قِيلَ جو کہا جا چکا ہے	لِلرُّسُلِ رسولوں کو	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے قبل	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ آپ کا رب	لَذُو مَغْفِرَةٍ بڑی مغفرت والا
وَذُو عِقَابٍ اور سزا دینے والا	أَلِيمٍ دردناک	وَلَوْ جَعَلْنٰهُ اور اگر ہم بناتے اُسے	قُرْاٰنًا قرآن کو	أَعْجَمِيًّا عجمی زبان کا	لَقَالُوا تو وہ کہتے	
لَوْ کیوں	لَا فُصِّلَتْ نہ صاف بیان کی گئیں	اٰيٰتُهُ اسکی آیتیں	ءَاَعْجَمِيٌّ کیا عجمی (کتاب)	وَعَرَبِيٌّ اور عربی (رسول)	قُلْ فرمادیں	
هُوَ وہ۔ یہ	لِلَّذِينَ ان لوگوں کیلئے جو	اٰمَنُوا ایمان لائے	هُدًى ہدایت	وَشِفَاءٌ اور شفاء	وَالَّذِينَ اور جو لوگ	لَا يُؤْمِنُونَ ایمان نہیں لائے

فِیْٓ اٰذَانِهِمْ ان کے کانوں میں	وَقْرٌ گرانی	وَهُوَ اور وہ۔ یہ	عَلَيْهِمْ ان پر	عَمًى اندھاپن	اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	يُنَادَوْنَ پکارے جاتے ہیں
مِنْ سے	مَّكَانٍ کسی جگہ	بَعِيْدٍ دُور	وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے دی	مُوْسَى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	فَاخْتُلِفَ تو اختلاف کیا گیا
فِيْهِ اس میں	وَلَوْ اور اگر	لَا كَلِمَةٌ نہ ہوتی ایک بات	سَبَقَتْ پہلے ٹھہر چکی	مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے	لَقُضِيَ تو فیصلہ ہو چکا ہوتا	
بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَفِيْ شَكٍّ ضرور شک میں	مِنْهُ اس سے	مُرِيْبٍ تردّد میں ڈالنے والے شک میں		
مَنْ جو۔ جس	عَمِلَ عمل کئے	صَالِحًا اچھے	فَلِنَفْسِهٖ تو اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جس	اَسَآءَ بُرائی کی	فَعَلَيْهَا تو اس پر اس کا وبال
	وَمَا اور نہیں	رَبُّكَ آپ کا رب	بِظَلَّامٍ مطلق ظلم کرنے والا	لِّلْعَبِيْدِ اپنے بندوں پر		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ان لوگوں کو جو اللہ کی نشانیاں دیکھ کر اس کو نہیں پہچانتے۔ اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات الٰہیہ سن کر ان کو نہیں مانتے اور سیدھی سادھی دین کی باتوں میں شک وشبہات کرتے ہیں اور عذر و بہانہ تراش کر احکام خداوندی ماننے سے انکار کرتے ہیں ان کو جتلایا گیا تھا کہ تم جو چاہے کئے جاؤ اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے ایک دن ان کا خمیازہ اکٹھا بھگتنا ہوگا اور پوچھا گیا تھا کہ بتلاؤ قیامت کے دن نار جہنم میں پڑنے والا اچھا ہے یا وہ جو خوش اور بے غم ہو کر امن وامان حاصل کرنے والا ہے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ خواہ مخواہ اپنی کجروی سے نصیحت کی بات میں شبہات پیدا کر دیتے ہیں اور بھولی ہوئی نیک باتوں کے یاد دلانے والے تذکرہ سے منہ موڑتے ہیں وہ بڑا غضب کر رہے ہیں یہ تذکرہ تو ایک بڑی عزت اور شان والی کتاب ہے جس کے پیچھے جھوٹ کہیں پھٹک بھی نہیں سکتا اور جس میں جھوٹ کی کسی طرف سے کوئی گنجائش ہی نہیں تو ایسی صاف واضح اور محکم کتاب کا انکار ایک احمق یا شریر آدمی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ کتاب تو اس کی اتاری ہوئی ہے جو ساری حقیقتوں سے واقف اور تمام کا مالک ہے تو باطل کی کیا مجال ہے کہ جو اس کتاب کے پاس بھی پھٹک سکے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ منکرین کا جو معاملہ آپ کے ساتھ ہے یہی رویہ ہر زمانے کے منکرین کا اپنے پیغمبروں کے ساتھ رہا ہے۔ پیغمبروں نے ہمیشہ خیر خواہی کی ہے لیکن منکرین نے اس کے جواب میں ہر طرح کی اذیت اور تکلیفیں پہنچائیں۔ پھر جس طرح گذشتہ پیغمبروں نے سختیوں پر صبر کیا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی صبر کرتے رہئے۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ کچھ لوگ توبہ کر کے راہ راست پر آ جائیں گے اور کچھ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے جو آپ کی بات مان لیں گے اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اور جو نہ مانے گا وہ سزا پائے گا کیونکہ اللہ سزا بھی سخت دینے والا ہے۔

آگے کفار مکہ کے ایک خاص حیلے بہانے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جو یہ کہتے تھے کہ عربی پیغمبر کا معجزہ تو ہم اس وقت سمجھتے جب قرآن عربی کے سوا کسی اور زبان میں آتا۔ عربی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مادری زبان ہے۔ یہ جو عربی میں قرآن پیش کرتے ہیں تو کیسے یقین کیا جائے کہ یہ انہوں نے خود اپنی طرف سے نہیں گھڑ لیا (العیاذ باللہ تعالیٰ) ہاں اگر کسی دوسری زبان میں جس کو یہ نہیں جانتے خدا کا کلام پیش کیا ہوتا تو اس وقت مانا جا سکتا تھا کہ یہ ان کا اپنا بنایا ہوا نہیں ہے۔ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ جسے ایک بات نہ ماننا ہو تو ہزار حیلے بہانے نکال سکتا ہے اب تو کفار مکہ یوں کہتے ہیں کہ عربی کے سوا اور کسی زبان میں قرآن آتا تو ہم مان لیتے کہ یہ معجزہ ہے لیکن فرض کر و اگر ایسا ہوتا تو اس وقت ان کو یہ اعتراض ہوتا کہ عربوں کے لئے عربی زبان میں یہ کلام کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ بھلا یہ کیسی بے جوڑ بات کہ رسول عربی اور اس کی قوم جو اولین مخاطب ہے عرب اور کتاب بھیجی جائے ایسی

زبان میں جس کا ایک حرف بھی عرب لوگ نہ سمجھ سکیں۔ تو منکرین ومعاندین کے یہ لغواور بیہودہ شبہات تو کبھی ختم نہ ہوں گے۔ ہاں اس قدر تجربہ ہر ایک آدمی کر سکتا ہے کہ یہ کتاب مقدس اپنے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنے والوں کو کیسی عجیب اور نافع ہدایات اور بصیرت اور سوجھ بوجھ عطا کرتی ہے کہ ان کے قرنوں اور صدیوں کے روگ مٹا کر کس طرح بھلا چنگا کر دیتی ہے اور کیسی بداخلاقیوں اور بدکرداریوں سے نکال کر حسن اخلاق اور نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف لے آتی ہے۔ اس پر بھی ان منکرین کو اگر قرآن کی روشنی میں کچھ نظر نہیں آتا تو اس میں قرآن کا کیا قصور ہے۔ ان منکروں کو چاہئے کہ اپنی نگاہ کا ضعف وقصور محسوس کر کے اپنی آنکھوں کا علاج کریں جیسے کسی کو دور سے آواز دی جائے تو وہ نہیں سنتا اور اگر سنے بھی تو اچھی طرح سمجھتا نہیں اسی طرح منکرین قرآن بھی صداقت اور منبع صداقت سے اس قدر دور پڑے ہوئے ہیں کہ حق کی آواز ان کے دل کے کانوں تک نہیں پہنچتی اور کبھی کچھ پہنچتی ہے تو اس کا ٹھیک مطلب نہیں سمجھتے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تسلی کے لئے فرمایا جاتا ہے کہ جیسے آج قرآن کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں اختلاف پڑ رہا ہے پہلے توریت کے متعلق جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ایسا ہی اختلاف پڑ چکا ہے بعض نے مانا بعض نے نہ مانا۔ پھر دیکھ لو کہ وہاں نہ ماننے والوں کا انجام کیا ہوا تھا۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ان کے اختلافات سے متاثر نہ ہو جایئے اور یہ سب اختلافات محض اس وجہ سے ہیں کہ انہیں مہلت دی جا رہی ہے اور مہلت اس وجہ سے دی جا رہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی طے کر چکے ہیں کہ وہ کسی کو پورے طور پر اتمام حجت سے پہلے سزا نہ دیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ کا یہ حکم جاری نہ ہو چکا ہوتا تو اب تک ان منکرین کے درمیان کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور یقیناً یہ لوگ اس فیصلہ کی جانب سے بھی ایسے شک میں مبتلا ہیں جو ان کو خلجان اور تردد میں مبتلا کئے ہوئے ہے کہ ان کو عذاب کا یقین ہی نہیں آتا حالانکہ وہ فیصلہ ضرور واقع ہوگا اور اس فیصلہ کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی اچھا اور نیک کام کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے یعنی وہ اسی کا نفع اور ثواب پاوے گا اور جو شخص برا کرتا ہے اس کا وبال اس پر پڑے گا اور اس کو سزا دی جائے گی اللہ کے ہاں بندوں پر کوئی ظلم وستم نہیں کہ وہ کسی کو ناحق سزا دے گا بلکہ جس کو سزا دے گا وہ خود اس کے کرتوتوں پر دے گا پس اگر کسی کو سزا سے بچنا ہے تو وہ اپنی حالت درست کر کے بچ سکتا ہے۔

اب یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا **لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولامن خلفہ** یعنی اس قرآن کریم میں باطل یعنی غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے نہ اس کے پیچھے کی طرف سے اس میں صاف تصریح ہے کہ شیطان یا باطل کا کوئی تصرف اور تدبیر اس کتاب میں نہیں چل سکتی کہ وہ اس کتاب میں کمی بیشی یا کوئی تحریف کر سکے کسی اہل باطل کی مجال نہیں کہ سامنے آکر اس کتاب میں کوئی تغیر یا تبدل کر سکے اور نہ اس کی یہ مجال ہے کہ پیچھے سے چھپ کر اس کے الفاظ یا معانی میں تحریف اور الحاد کر سکے۔ یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی باعزت اور باوقعت ہے کہ نہ اس کے الفاظ میں کمی بیشی کی کسی کو قدرت ہے نہ معانی میں تحریف کر کے اس کے احکام بدل دینے کی مجال ہے جب کبھی کسی بدبخت ملعون نے اس کا ارادہ کیا وہ ہمیشہ رسوا اور ذلیل ہوا۔ اور قرآن اس کی ناپاک تدبیر وتحریف وغیرہ سے پاک رہا۔ دنیا اس کا کھلا ہوا مشاہدہ کر چکی ہے۔

الحمد للہ اس درس پر ۲۴ واں پارہ ختم ہوا۔ اب آئندہ سے انشاء اللہ ۲۵ واں پارہ شروع ہوگا اب چونکہ نیکی وبدی کا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا تو کفار اکثر سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آوے گی اس لئے آگے اسی کا جواب ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

اِلَیۡهِ یُرَدُّ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا

قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے، اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے

تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهٖ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ أَيْنَ شُرَكَآءِيْ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ

مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا میرے شریک کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں (اس عقیدہ کا) کوئی مدعی نہیں

مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسْئَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ

اور جن جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جاویں گے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کیلئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں۔ آدمی کا ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا،

وَإِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہراساں ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ

هٰذَا لِيْ وَمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَلَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى رَبِّيْٓ إِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ

یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیئے تھا اور میں قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے اُس کے پاس بھی بہتری ہی ہے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾

سو ہم ان منکروں کو ان کے سب کردار ضرور بتلا دیں گے، اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے۔

إِلَيْهِ اس کی طرف	يُرَدُّ لوٹایا (حوالے کیا) جاتا ہے	عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم	وَمَا تَخْرُجُ اور نہیں نکلتا	مِنْ کوئی	ثَمَرٰتٍ پھل	مِنْ سے
أَكْمَامِهَا اسکے غلافوں گابھوں	وَمَا تَحْمِلُ اور نہیں حاملہ ہوتی ہے	مِنْ أُنْثٰى کوئی عورت	وَلَا تَضَعُ اور نہ وہ بچہ جنتی ہے	إِلَّا مگر	بِعِلْمِهٖ اس کے علم میں	
وَيَوْمَ اور جس دن	يُنَادِيْهِمْ وہ پکارے گا انہیں	أَيْنَ کہاں	شُرَكَآءِيْ میرے شریک	قَالُوْا وہ کہیں گے	اٰذَنّٰكَ اطلاع دیدی ہم نے تجھے	
مَا مِنَّا نہیں ہم سے	مِنْ شَهِيْدٍ کوئی شاہد	وَضَلَّ اور کھویا گیا	عَنْهُمْ ان سے	مَا كَانُوْا يَدْعُوْنَ جو وہ پکارتے تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	
وَظَنُّوْا اور انہوں نے سمجھ لیا	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے	مِنْ مَّحِيْصٍ کوئی بچاؤ (خلاصی)	لَا يَسْئَمُ نہیں تھکتا	الْإِنْسَانُ انسان	مِنْ سے	
دُعَآءِ الْخَيْرِ بھلائی مانگنے	وَإِنْ اور اگر	مَّسَّهُ اسے لگ جائے	الشَّرُّ برائی	فَيَئُوْسٌ تو مایوس ہو جاتا ہے	قَنُوْطٌ ناامید	وَلَئِنْ اور البتہ اگر
أَذَقْنٰهُ ہم چکھائیں اسے	رَحْمَةً رحمت	مِّنَّا اپنی طرف سے	مِنْ بَعْدِ کے بعد	ضَرَّآءَ کسی تکلیف	مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی	لَيَقُوْلَنَّ تو وہ ضرور کہیگا
هٰذَا لِيْ یہ میرے لئے	وَمَآ أَظُنُّ اور میں خیال نہیں رکھتا	السَّاعَةَ قیامت	قَآئِمَةً قائم ہونے والی	وَلَئِنْ اور البتہ اگر	رُّجِعْتُ مجھے لوٹایا گیا	
إِلٰى رَبِّيْٓ اپنے رب کی طرف	إِنَّ بیشک	لِيْ میرے لئے	عِنْدَهٗ اس کے پاس	لَلْحُسْنٰى البتہ بھلائی	فَلَنُنَبِّئَنَّ پس ہم ضرور آگاہ کردیں گے	
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا کافر	بِمَا عَمِلُوْا اس سے جو انہوں نے کیا (اعمال)	وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے انہیں	مِنْ سے			
	عَذَابٍ ایک عذاب	غَلِيْظٍ سخت				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ خدا کے ہاں ظلم نہیں ہر آدمی اپنے عمل کو آخرت میں دیکھ لے گا اور جیسا دنیا میں کرے گا ویسا ہی آخرت میں سامنے آئے گا۔ نہ کسی کی نیکی وہاں ضائع ہوگی۔ نہ ایک کی بدی دوسرے پر ڈالی جائے گی۔ تو جب کفار مکہ سے کہا جاتا کہ نیکی اور بدی کا پورا بدلہ قیامت میں ملے گا۔ تو کفار اکثر سوال کرتے کہ قیامت آئے گی کب؟ اس کا جواب ان آیات میں دیا جا رہا ہے کہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ کسی مخلوق کو اس کا علم نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت ہی کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ کا علم تو ہر شے کو محیط ہے حتیٰ کہ کوئی پھل اپنے خول میں سے۔ اور کوئی دانہ اپنے خوشہ میں سے اور کوئی میوہ اپنے غلاف سے باہر نہیں آتا جس کی خبر خدا کو نہ ہو۔ نیز کسی عورت کو جو حمل رہتا ہے یا کسی مادہ جانور کے پیٹ میں جو بچہ موجود ہے۔ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے اسی طرح سمجھ لو کہ موجودہ دنیا کے نتیجہ کے طور پر جو آخرت کا ظہور اور قیامت کا وقوع ہونے والا ہے اس کا وقت بھی خدا ہی کو معلوم ہے۔ کوئی انسان یا فرشتہ اس کی خبر نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کو اس کی خبر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ آدمی قیامت کی خبر اللہ کے فرمانے کے موافق یقین رکھے اور اس دن کی فکر کرے۔ آگے اس قیامت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا کہ دنیا میں تم نے جن کو میرا شریک قرار دے رکھا تھا اب ان کو بلاؤ کہ تم کو اس مصیبت سے بچاویں۔ مشرکین جواب میں کہیں گے کہ اب تو ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی اس عقیدہ کا مدعی نہیں۔ یعنی اپنی غلطی کے ہم مقر ہیں۔ چونکہ وہاں سب حقائق منکشف ہو جائیں گے پس یہ اقرار یا تو اضطراری ہوگا یا ممکن ہے اس سے کچھ توقع مشرکین کو نجات کی بھی ہو۔ تو مشرکین دنیا میں جنہیں خدا کا شریک بنا کر پکارتے تھے قیامت میں ان کا پتہ نہ ہوگا کہ وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو آئیں۔ اور پرستاروں کے دلوں سے بھی وہ پکارنے کے خیالات اس وقت غائب ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ خدائی سزا سے بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں اور گلوخلاصی کا اب کوئی ذریعہ نہیں۔ آخر آس توڑ کر بیٹھے رہیں گے اور جن کی حمایت میں دنیا میں پیغمبروں سے لڑتے تھے قیامت میں ان سے قطعاً بے تعلقی اور بیزاری کا اظہار کرنے لگیں گے۔ آگے کفر وشرک کا ایک بڑا اثر طبیعت انسانی پر بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص توحید وایمان سے بے بہرہ ہے اُس آدمی کے اخلاق واعمال وعقائد ایسے برے ہوتے ہیں کہ ایک تو کسی حالت میں یعنی خواہ آرام ہو یا تنگی دونوں میں ترقی کی خواہش سے اُس کا جی نہیں بھرتا اور یہ کمال حرص ہے۔ کہ کسی حد پر بھی پہنچ کر اس کی حرص کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے۔ یہ تو ایک کافر و مشرک بددین' بداخلاق' بداعمال کی حالت بتلائی گئی جبکہ اسے کچھ عیش وآرام وتندرستی نصیب ہو تو مارے حرص کے یہی چاہتا ہے کہ اور زیادہ مزے اڑائے۔ لیکن اگر اس پر کوئی خاص حالت تنگی کی یا افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے خلاف دیکھا تو اس وقت اس کا دل فوراً آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور ناامید وہراساں ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی نظر صرف اسباب پر محدود ہوتی ہے۔ اس قادر مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا کہ جو چاہے تو ایک آن میں سلسلہ اسباب کو الٹ پلٹ کر رکھ دے۔ یہ دوسری حالت بھی کافر ومشرک کی بیان ہوئی۔ آگے اس کی ایک تیسری حالت کا بیان ہے کہ مایوسی کے بعد اگر تکلیف یا مصیبت دور کر کے خدا اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دے تو یہ کہنے لگتا ہے کہ میں نے فلاں تدبیر کی تھی۔

میری تدبیر لیاقت اور فضیلت سے یونہی ہونا چاہئے تھا اور اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا اور یہاں تک پھولتا اور بھولتا ہے کہ اس حالت میں اگر کبھی قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو خیال نہیں کرتا کہ قیامت بھی کوئی ہونے والی چیز ہے۔ اور فرض کرو ایسی نوبت آ ہی گئی تب بھی مجھے یہی یقین ہے کہ وہاں بھی میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر میں خدا کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو دنیا میں مجھے یہ عیش و بہار کے مزے کیوں ملتے۔ جب میرے ساتھ یہاں یہ معاملہ ہے تو وہاں بھی یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا اس پر آگے ارشاد ہوتا ہے کہ خوب خوش ہو لے کہ اس کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے۔ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا کہ منکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے اور کس طرح عمر بھر کے کرتوت سب سامنے آتے ہیں۔

اب یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ کافر و مشرک اور بے دین بد خلق انسان کی خصلت بیان فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں اس کا دنیوی ترقی کی خواہش سے جی نہیں بھرتا اور دن رات ترقی ترقی کی رٹ اور اس کا خبط ہی اس کا عین مقصود زندگی ہوتا ہے۔ آج کافر اور مشرک اور بے دین قوموں کا سامان عشرت دیکھ کر اکثر مسلمانوں کی بھی رال ٹپکتی ہے اور انہیں بے دینوں کے نقش قدم پر چلنے کو ترقی کا معیار سمجھ رکھا ہے۔ جس کا حاصل فقط کمال حرص۔ حب مال اور حب جاہ ہے جب کہ شریعت نے ان چیزوں کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اب یہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا اسلام اور علماء اسلام دنیوی ترقی سے مانع ہیں۔ اور اگر مانع نہیں تو پھر وہ کونسی ترقی ہے جو اسلام کو مطلوب ہے اور جو شریعت میں محمود ہے۔ اس کے جواب میں ایک مضمون "اسلام اور ترقی" حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا تھانویؒ کا فرمودہ ہے جو موقع کی مناسبت سے اگلے درس میں نقل کیا جائے گا انشاء اللہ جس سے اسلام میں ترقی کا صحیح مفہوم اور اس کے حصول کا صحیح طریقہ بھی معلوم ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم کے ساتھ دین کا علم نصیب فرمائیں اور ہم کو قرآن پاک کی بتلائی ہوئی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور کفار و مشرکین کی خصلت دنیوی حرص سے ہم کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی نعمتوں کا شکرگذار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اب ہم کفار و مشرکین کی حالت پر کہ دنیا کی ترقی اور حرص سے ان کا دل کبھی نہیں بھرتا کیا حکایت اور شکایت کریں۔ ہم کو رونا اب ان اہل اسلام ہی کے لئے ہے کہ جنہوں نے مقصد حیاۃ دنیا ہی کی ترقی کو بنالیا ہے۔ جس کے سامنے نہ حلال کی پرواہ ہے نہ حرام کا خیال۔ نہ فرائض کی ادائیگی ہے نہ ممنوعات سے اجتناب۔ بس یہود و نصاریٰ کی معاشرت کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ مغربی ذہنیت سے دل و دماغ کو رچاتے جا رہے ہیں۔ نہ انجام کی فکر۔ نہ آخرت کا خیال۔ نہ خدا کا خوف۔ گویا اللہ اور اس کے رسول سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

یا اللہ! ہم سوائے آپ کی ذات عالی کے اور کس سے فریاد کریں؟ کون ہماری حالت کو بدل سکتا ہے؟ کون ہمارے دلوں کو پھیر سکتا ہے؟ یا اللہ ہدایت آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے آپ ہی سے فریاد اور التجا ہے کہ امت مسلمہ کو بھولا ہوا سبق پھر یاد کر لینے کی توفیق عطا فرمادے اور صراط مستقیم پر آجانے اور اس پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ

اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو ہم سے منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے، اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے، آپ کہیئے کہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن خدا کے یہاں سے آیا ہو پھر تم اس کا کرو انکار سو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ

ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں ان کے گردونواح میں بھی دکھا دیں گے، اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجاوے گا کہ وہ قرآن حق ہے، (تو) کیا آپ کے رب کی

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں، یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے

وَاِذَآ اور جب	اَنْعَمْنَا ہم انعام کرتے ہیں	عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر	اَعْرَضَ وہ منہ موڑ لیتا ہے	وَنَا اور بدل لیتا ہے	بِجَانِبِهٖ اپنا پہلو	وَاِذَا اور جب		
مَسَّهُ آ لگے اسے	الشَّرُّ برائی	فَذُوْ دُعَآءٍ تو دعاؤں والا	عَرِيْضٍ لمبی	چوڑی	قُلْ آپ فرمادیں	اَرَءَيْتُمْ کیا تم نے دیکھا	اِنْ كَانَ اگر ہو	
مِنْ سے	عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس	ثُمَّ پھر	كَفَرْتُمْ بِهٖ تم نے کفر کیا اس سے	مَنْ کون	اَضَلُّ بڑا گمراہ	مِمَّنْ اس سے جو	هُوَ وہ	فِيْ میں
شِقَاقٍ ضد	بَعِيْدٍ دور دراز	سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا ہم جلد دکھادیں گے انہیں اپنی آیات	فِي الْاٰفَاقِ اطراف عالم میں	وَ اور	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ان کی ذات میں			
حَتّٰى یہاں تک	يَتَبَيَّنَ ظاہر ہوجائے	لَهُمْ ان کیلئے	اَنَّهُ کہ وہ	الْحَقُّ حق	اَوَلَمْ يَكْفِ کیا کافی نہیں	بِرَبِّكَ آپ کے رب کیلئے	اَنَّهٗ کہ وہ	
عَلٰى پر۔کا	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدٌ شاہد	اَلَآ خوب یاد رکھو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	فِيْ مِرْيَةٍ شک میں	مِنْ لِّقَآءِ ملاقات سے	رَبِّهِمْ اپنا رب	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر۔کا	مُّحِيْطٌ احاطہ کئے ہوئے					

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورہ حٰمٓ سجدۃ کی آخری آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں کفر وشرک کی مذمت کے سلسلے میں شرک وکفر کا ایک بڑا اثر طبیعت انسانی پر بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جو شخص توحید اور ایمان سے بے بہرہ ہے اس کے اخلاق۔ اعمال اور عقائد ایسے برے ہوتے ہیں کہ جب اسے عیش وآرام وصحت وتندرستی نصیب ہو تو بھی دنیوی حرص سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور دنیا کی ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا۔ بس چلے تو ساری دنیا کی دولت اپنے پاس جمع کرلے۔ اور اس پر جہاں کوئی افتاد پڑی اور ظاہری اسباب اپنے مخالف دیکھے تو پھر مایوس اور نا امید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی کیونکہ اس کا تعلق قادر مطلق خدائے ذوالجلال والاکرام سے تو ہے نہیں کہ اس کے دل کو اعانت خداوندی کی سہارا اور قوت ہو۔ اور اگر تکلیف ومصیبت کے بعد پھر اس کو عیش وراحت مل جاتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا۔ میری تدبیر میرا ہنر اور میری لیاقت اسی کو مقتضی تھی۔ ایسے ہی انسان کے متعلق آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسا شخص اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے وقت تو منعم حقیقی کی حق شناسی اور شکرگذاری سے اعراض کرتا ہے اور بالکل بے پرواہ ہوکر ادھر سے کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو

تکلیف پہنچتی ہے یا مصیبت پیش آتی ہے اور نعمت چھن جاتی ہے تو ظاہرا اسباب پر نظر کر کے اگرچہ دل کے اندر مایوسی ہوتی ہے مگر اس حالت میں بھی بدحواس اور پریشان ہو کر دعا کے لئے ہاتھ بے اختیار خدا کی طرف اٹھ جاتے ہیں اور یہ جزع وفزع کی راہ سے ہے نہ کہ منعم کی طرف توجہ اور التجا کے طور پر تو یہ غایت درجہ کی بے صبری اور حبِ دنیا میں انہماک ہے۔ غرض یہ مفاسد جو اوپر مذکور ہوئے سب مفاسد کفر و شرک سے ہیں بخلاف ایمان کے کہ اس کے آثار ہیں حریص نہ ہونا۔ حالت امن اور عیش میں کفر اور کفران نعمت نہ کرنا اور حالت ضرر اور تنگی میں مایوسی اور جزع فزع نہ کرنا۔ غرض کہ انسانی کمزوری کا نقشہ کھینچ کر مفاسد کفر و شرک کی طرف اوپر توجہ دلائی گئی تھی اب آگے تنبیہ کی جاتی ہے کہ یہ کتاب جو تمہاری کمزوریوں اور روحانی بیماریوں پر آگاہ کرنے والی اور انجام کی طرف توجہ دلانے والی ہے اگر خدا کے پاس سے آئی ہو جیسا کہ یہ واقع میں ہے اور پھر تم نے اس کو نہ مانا۔ اس کے دلائل حق کو تسلیم نہ کیا۔ اس کی خبروں پر یقین نہ کیا اس کی اعلی اور بیش قیمت نصائح و ہدایات سے منکر رہ کر اپنی عاقبت کی فکر نہ کی بلکہ حق کی مخالفت میں دور ہوتے چلے گئے تو کیا اس سے بڑھ کر گمراہی نقصان اور خسارہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔ آگے بطور پیشین گوئی کے فرمایا جاتا ہے کہ قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل و براہین تو اپنی جگہ رہے۔ اب اللہ تعالی ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونہ اور نشانیاں دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے یہاں لکھا ہے کہ وہ نمونے اور نشانیاں وہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات ہیں جو سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف۔ اور قرآنی پیشگوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں چنانچہ معرکہ "بدر" میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور "فتح مکہ" میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں "آیات" سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں جو غور کرنے والوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں جن سے حق تعالی کی وحدانیت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ حکمت خدا کی ہزارہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب و جبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ و روپ آواز لہجہ وغیرہ اس کے خالق وصانع کی بہترین نشانیاں ہیں جو ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کی حقانیت کو فرض کرو کوئی نہ مانے تو اکیلے خدا کی گواہی کیا تھوڑی ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے اور ہر چیز میں غور کرنے سے اس کی گواہی کا ثبوت ملتا ہے۔ سورۃ کے اخیر میں بتلایا گیا کہ یہ کفار و منکرین اس دھوکہ میں ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا اور اس سے ملنا نہیں ہے حالانکہ خدائے تعالی ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ کسی وقت بھی اس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جا سکتے اگر مرنے کے بعد ان کے بدن کے ذرات مٹی میں مل جائیں۔ یا پانی میں بہ جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دیا جائیگا۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا واذآ انعمنا علی الا نسان اعرض و نا بجانبہ واذا مسہ الشر فذوا دعآء عریض یعنی ایک بے دین۔ ناشکر گذار کافر مشرک کی خصلت

بیان فرمائی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اللہ سے اور اللہ کے احکام سے منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے جو انتہا درجہ کی ناشکری اور کفران نعمت ہے اور حالت تنگی وضرر میں ایسے آدمی کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے۔ یعنی مقصود ایک کافر انسان کی خصلت کو بیان کرنا ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو کوئی نعمت و دولت مثل عزت وصحت و عافیت۔ فراوانی مال ودولت ملتی ہے تو ان میں ایسا مگن اور مست ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس کی غفلت اور بڑھ جاتی ہے اور منعم حقیقی سے اور دور ہو جاتا ہے اور جب کوئی دکھ درد۔ مصیبت یا رنج وغم پیش آتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے تو حق تعالیٰ سے طویل دعائیں مانگنا اگرچہ فی نفسہ امر محمود و مستحسن ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں دعا کے آداب میں ذکر کیا گیا ہے کہ دعاء میں الحاح وزاری اور بار بار تکرار کرنا بہتر ہے۔ لیکن یہاں آیت میں کافر انسان کی جو مذمت کی گئی ہے وہ درحقیقت طول دعا پر نہیں بلکہ اس کی اس مذموم خصلت پر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمت کی ارزانی اور کثرت فرماویں تو تکبر اور غرور میں مدہوش ہو جاوے اور جب مصیبت آ جائے تو اپنے دکھ اور پریشانی کو پکارتا اور بار بار کہتا پھرے اور اپنا دکھڑا لوگوں کے سامنے روتا رہے۔ تو غور کرنے کی بات یہاں یہ ہے کہ جس خصلت کی مذمت فرمائی گئی۔ وہ خصلت اب اس وقت عام مسلمانوں میں الا ما شآء اللہ تو کسی درجہ میں نہیں پائی جاتی؟ اگر پائی جاتی ہے تو کس درجہ عبرت کی بات ہے کہ کافروں اور مشرکوں کی اس مذکورہ بد خصلت سے بھی آج کا مسلمان نہ بچ سکا الا ما شآء اللہ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور ہمیں کفار ومشرکین کی خصلتوں سے نجات عطا فرما کر اپنے محبوبین ومقبولین کی صفات محمودہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ حم سجدہ کا بیان ختم ہوا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور قرآن پاک پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور اپنی قدرت سے ہمارے دین ودنیا کے معاملات کو درست وراست فرمائیں۔

اور اپنی شان رزاقی سے ہمارے رزق میں وسعت عطا فرمائیں۔ بے دینوں کے اقتدا سے ہم کو بچائیں اور اپنی مرضیات والے طریقہ پر چلنا نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ

حم۔ عسق۔ اسی طرح آپ پر اور جو آپ سے پہلے ہوچکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے، وحی بھیجتا رہا ہے۔

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔

حٰمٓ حا۔میم	عٓسٓقٓ عین۔سین۔قاف	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُوْحِيْٓ وحی فرماتا ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	وَاِلَى اور طرف	الَّذِيْنَ وہ جو
مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	اللّٰهُ اللہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	لَهٗ اسی کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيُّ بلند	الْعَظِيْمُ عظمت والا		

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب ۲۵ ویں پارہ کی سورہ شوریٰ کا بیان شروع ہورہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ' مقام نزول' خلاصہ مضامین' تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں لفظ شوریٰ جس کے معنی مشورہ کے ہیں اس سورۃ کی ۳۸ ویں آیت میں آیا ہے جہاں اہل ایمان کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں۔ انہی میں سے ایک صفت وامرھم شوریٰ بینھم فرمائی گئی یعنی مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام شوریٰ قرار پایا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس دور میں نازل ہوئی جبکہ مادی حیثیت سے مسلمان بہت کمزور تھے۔ کفار کی ظلم وزیادتی کے شکار بنے ہوئے تھے۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حم سے شروع ہوتی ہیں تیسری سورۃ ہے۔ حم سے شروع ہونے والی سات سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہوچکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی کہ یااللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۲ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۳ لکھا ہے یعنی ۸۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۳۱ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۵۳ آیات ۵ رکوعات' ۸۶۹ کلمات اور ۳۵۸۸ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ بھی مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جیسے توحید ورسالت کا اثبات' دین اسلام کی حقانیت' آخرت کی زندگی کی کامیابی کے طریقے' دنیا پرستی کے بدنتائج' کفر وشرک اور انکار حق کا انجام آخرت کی جزا وسزا' ایک مسلمان کی صفات اور ذمہ داری اور زندگی بسر کرنے کا طریقہ جس سے دونوں جہاں میں کامیابی ہو وغیرہ کا بیان ہے۔ خلاصہ اس تمام سورۃ کا یہ ہے کہ اس میں اللہ عزوجل کی اعلیٰ صفات کی طرف توجہ دلا کر خبردار کیا گیا ہے کہ اس کی طرف سے غافل نہ رہو اور اس کی نافرمانی اختیار نہ کرو۔ اللہ کے نہ ماننے والے اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ ان کی ساری باتیں سنتا ہے اور جانتا ہے اس لئے جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف جھکے ہوئے ہیں ان کو پوری پوری سزا دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ذمہ ان منکرین ومکذبین کو زبردستی راہ راست پر لانا نہیں۔ آپ کا کام فقط تبلیغ کر دینا اور سمجھا دینا ہے۔ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے یہاں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے رہیں گے اور ان سب کا فیصلہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے یہاں ہوگا جہاں سب جمع ہوں گے اور سب کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی کچھ لوگ جنت میں اور کچھ لوگ اپنے عملوں کی بدولت دوزخ میں جائیں گے اللہ کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ انسانوں کا دنیا میں امتحان لیا جائے۔ اور ان میں سے جو کامیاب ہوں انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے اور جو امتحان میں ناکام رہ جائیں انہیں سزا دی جائے۔ اگر انسان غور کرے تو اللہ کا پہچاننا کوئی مشکل نہیں خود آسمان اور زمین اس کے ایک ہونے پر گواہ ہیں اور ان کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں وہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔ انسانوں کے لئے دنیا میں اللہ نے ایک ہی دین بنایا ہے۔ اور اسی کو تمام انبیاء اور پیغمبر سکھاتے اور سمجھاتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے اس دین کو مضبوطی سے پکڑنا اور اس پر قائم رہنا چاہئے اور اس میں پھوٹ اور اختلاف نہ ڈالنا چاہئے۔ دین اتفاق کے لئے آیا ہے۔ لیکن انسان اپنی غلط خواہشوں اور جذبات کا غلط شکار ہو کر اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ جنہیں پہلے اللہ کی کتاب مل چکی ہے۔ وہ دنیا کے بکھیڑوں میں پھنس کر اس کو بھلا بیٹھے۔ اب یہ قرآن آخری کتاب ہے اور اس میں محمد رسول اللہ کو ارشاد ہے کہ آپ تمام انسانوں کو اصلی دین کی طرف دعوت دیں اور خود بھی اس پر چل کر اور عمل کر کے لوگوں کے لئے مثال قائم کریں۔ اس کے بعد جو نہ مانے اس کے لئے اللہ کا عذاب تیار ہے۔ دنیا آخر فنا ہو جائے گی اور قیامت ضرور آئے گی جو اس کو بھلا بیٹھا وہ انتہائی گمراہی میں پھنس گیا۔ قرآن کریم ایک کسوٹی ہے۔ اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے ترازو کی مانند ہے جو اسے مانیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور منہ مانگی مرادیں پائیں گے اور جو دنیا میں اس کا انکار کریں گے ان کا انجام برا ہو گا۔ افسوس کہ انسان دنیا میں مال و دولت پر مغرور ہو جاتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ظلم وستم پر اتر آتا ہے۔ یاد رکھو انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے برے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے اور بہت سی خطاؤں کو تو اللہ تعالیٰ معاف کرتا رہتا ہے۔ ورنہ بالکل تباہی پھیل جائے اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ توبہ کریں اور ایمان لا کر خدا کی حمایت میں آ جائیں۔ اور اس طرح سزا سے بچ جائیں۔ دنیا میں کیا دھرا ہے۔ دنیا کی چیزیں عارضی وفانی دنیا ہی تک ہیں اور خدا کے یہاں آخرت کی دولت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور وہ انہی کو نصیب ہوگی۔ جو دنیا میں ایمان لائیں گے اور اعمال صالحہ اختیار کریں گے، جو گناہوں اور بے حیائیوں کی باتوں سے علیحدہ رہنے والے ہوں۔ جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والے ہوں۔ جب کسی پر غصہ ہوں تو معذرت پر معافی دینے والے ہوں۔ اپنی نمازوں کو باقاعدہ ادا کرتے ہوں۔ اور ان کے کام آپس میں مشورہ سے ہوتے ہوں اور جو کچھ انہیں اللہ نے دیا ہے اس میں سے خدا کے لئے خرچ کرتے ہوں۔ اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ صرف انتقام لے لیتے ہیں اور زیادتی نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا کے یہاں دائمی نعمتیں ہیں۔ ان کے برخلاف وہ لوگ جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ایسے گمراہ لوگ کوئی اپنا حامی اور سرپرست نہ پائیں گے اور جب یہ جہنم میں عذاب کا معائنہ کریں گے تو غایت بے بسی اور بے کسی سے تباہ حال ہوں گے۔ اخیر میں سمجھایا گیا کہ اے انسانو! دیکھو اللہ تعالیٰ تمہاری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ تم

کفر وعناد اور ظلم وفساد کو چھوڑ دو اور اپنے پروردگار کی بات مانو قبل اس کے کہ خدا کی جانب سے وہ دن آئے کہ جس سے نہ ہٹنا ممکن ہوگا اور نہ کوئی پناہ مل سکے گی اور نہ کوئی تمہارے بارے میں خدا سے روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ سارا زور اس پر ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ رسول اللہؐ کے کہنے پر چلو۔ قرآن حکیم کی بتلائی ہوئی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی گزارو۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔ اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰمٓ عٓسٓقٓ سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کے متعلق گذشتہ سورتوں میں بیان ہو چکا ہے کہ ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ اسرار الٰہی میں سے ہیں اور ان کے صحیح وحقیقی مطلب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔ کفار مکہ کو اس بات سے بڑا تعجب تھا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات نئی اور عجیب سی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو میں تمہیں سنا رہا ہوں تو کفار تعجب کرتے کہ یہ بات کیسے مان لی جائے۔ کیا خدا ان کے پاس آتا ہے؟ یا یہ خدا کے پاس جاتے ہیں؟ یا ان کی اور خدا کی بات چیت ہوتی ہے؟ بہر حال ان کا خیال تھا کہ یہ نرالی بات ہے۔ سورۃ کی ابتدا اسی ارشاد سے ہوتی ہے کہ یہ کوئی نرالی بات نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء ورسول آئے ہیں ان سب کو بھی خدا کی طرف سے ایسی ہی ہدایات دی جاتی رہی ہیں۔ تو اگرچہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح آپ پر قرآن کی وحی نازل ہوتی ہے اسی طرح سے آپ سے پہلے پیغمبروں پر بذریعہ وحی کتابیں اور صحیفے اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے نازل ہو چکے ہیں مگر دراصل کفار کو سنایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے کسی خاص بندہ کو چن لیتا ہے تو اس میں کسی کے اللہ کے پاس آنے یا اس کے پاس کسی کے جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ اپنی حکمت سے اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے ''وحی'' کا طریقہ اختیار فرماتے ہیں۔ حضرت حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی سی مسلسل آواز کی طرح جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے۔ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سخت جاڑوں کے ایام میں بھی جب آپ پر وحی اترتی تھی تو شدت وحی سے آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ پیشانی مبارک سے پسینہ کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں۔ الغرض یہاں بتلایا گیا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان پیغمبروں پر کہ جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں وحی بھیجتا رہا ہے اور اس اللہ زبردست حکمت والے کی شان یہ ہے کہ اسی کی ہیں وہ تمام چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔

اب آگے حق تعالیٰ کی عظمت شان کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اس سورۃ میں جو مومنین صالحین کی صفات بتلائی گئی ہیں وہ اپنی رحمت سے ہم سب کو نصیب فرمائیے اور کسی صفت سے اپنے کرم سے محروم نہ فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ

کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کیلئے معافی مانگتے ہیں

فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ

خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں

حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ

اللہ ان کو دیکھ بھال رہا ہے اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اور ہم نے اسی طرح آپ پر قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے تاکہ آپ (سب سے پہلے)

اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي

مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس ہیں ان کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں ذرا شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک دوزخ میں ہوگا۔

السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا، لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے،

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ

اور ظالموں کا (قیامت کے روز) کوئی حامی مددگار نہیں۔ کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے

وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا، اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تَكَادُ قریب ہے	السَّمٰوٰتُ آسمانوں (جمع)	يَتَفَطَّرْنَ پھٹ پڑیں	مِنْ فَوْقِهِنَّ ان کے اوپر سے	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے	يُسَبِّحُوْنَ تسبیح کرتے ہیں			
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اور وہ مغفرت طلب کرتے ہیں	لِمَنْ اس کیلئے جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اَلَآ یاد رکھو				
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ۔وہی	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ مہربان	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اتَّخَذُوْا ٹھہراتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	اَوْلِيَآءَ رفیق	
اَللّٰهُ اللہ	حَفِيْظٌ ۔ عَلَيْهِمْ دیکھنے والا۔ان پر انہیں دیکھ رہا ہے	وَمَآ اَنْتَ اور آپ نہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	بِوَكِيْلٍ ذمہ دار	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح			
اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا	اِلَيْكَ آپ کی طرف	قُرْاٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی زبان	لِّتُنْذِرَ تاکہ آپ ڈرائیں	اُمَّ الْقُرٰى ام القریٰ (اہل مکہ)	وَمَنْ اور جو		
حَوْلَهَا اس کے اردگرد	وَتُنْذِرَ اور آپ ڈرائیں	يَوْمَ الْجَمْعِ جمع ہونے کا دن	لَا رَيْبَ نہیں شک	فِيْهِ اس میں	فَرِيْقٌ ایک فریق			
فِي الْجَنَّةِ جنت میں	وَفَرِيْقٌ اور ایک فریق	فِي السَّعِيْرِ دوزخ میں	وَلَوْ اور اگر	شَآءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ	لَجَعَلَهُمْ ضرور بنا دیتا انہیں	اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت		
وَلٰكِنْ اور لیکن	يُدْخِلُ وہ داخل کرتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں	وَالظّٰلِمُوْنَ اور ظالم (جمع)	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے			
مِّنْ کوئی	وَّلِيٍّ کارساز	وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ مددگار	اَمِ کیا	اتَّخَذُوْا انہوں نے ٹھہرالئے	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	اَوْلِيَآءَ کارساز (جمع)	فَاللّٰهُ پس اللہ	
هُوَ الْوَلِيُّ وہی کارساز	وَهُوَ اور وہی	يُحْيِ زندہ کرتا ہے	الْمَوْتٰى مردوں	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر	شَيْءٍ چیز	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کا بیان تھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ وہی سب سے اعلیٰ اور بڑائی والا ہے۔ تمام زمین و آسمان کی مخلوق اس کی غلام ہے۔ اس کی ملکیت ہے اس کے ماتحت اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس کی عظمت وجلال کا یہ حال ہے کہ کہیں آسمان نہ پھٹ پڑیں۔ فرشتے اس کی عظمت سے کپکپائے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف اور تسبیح وتحمید بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے خدا کی بخشش طلب کرتے رہتے ہیں۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا کہ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں تو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آسمان کا پھٹ جانا یا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے زور سے ہو۔ یا بیشمار فرشتوں کے بوجھ سے یا ان کے ذکر کی کثرت سے۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سربسجود نہ ہو۔ اور بعض مفسرین نے آسمان کے پھٹ پڑنے کا یہ مطلب لیا ہے کہ جب مشرکین خدا تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے ہیں۔ اس کے لئے شریک اور بیٹے و بیٹیاں ٹھہراتے ہیں تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے جیسا کہ سولھویں پارہ سورہ مریم میں بھی ارشاد ہوا تکاد السمٰوت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا. ان دعوا للرحمٰن ولدا یعنی یہ ایسی بھاری بات کہی گئی اور ایسا گستاخانہ کلمہ منہ سے نکالا گیا کہ خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی کہ جس کی وجہ سے اگر آسمان، زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اٹھے تو عالم تہ وبالا ہو جائے اور آسمان زمین تک کے پرخچے اڑ جائیں۔ یہ محض اس کا حلم مانع ہے کہ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کرتا۔ تو یہاں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ اللہ کی شان مغفرت ورحمت اور ملائکہ کی تسبیح و استغفار کی برکت سے یہ نظام عالم تھما ہوا ہے اور اللہ کے فرشتے اللہ کی تسبیح وتحمید کے ساتھ زمین والوں کے لئے خدا سے بخشش مانگتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ان پر دنیا میں کوئی سخت عذاب نہ آ جائے جس سے سب ہی ہلاک ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور شان غفور رحیمی سے فرشتوں کی دعا قبول کر کے مومنین کی خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے اور کافروں کو ایک عرصہ کے لئے مہلت دیتا ہے ورنہ دنیا کا سارا کارخانہ چشم زدن میں درہم برہم ہو جائے۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ دنیا میں کفار و مشرکین کو وہ مہلت تو دیتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے۔ ان کے سب اعمال واحوال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیئے جائیں گے۔ اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ منکرین مانتے کیوں نہیں اور نہ ماننے کی صورت میں فوراً تباہ کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ آپ ان باتوں کے ذمہ دار نہیں۔ آپ تو صرف پیغام حق پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔ آگے ہمارا کام ہے وقت آنے پر ہم ان سب کا حساب چکا دیں گے۔ آگے مسئلہ نبوت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح انبیائے سابقین پر وحی نازل کی گئی تھی اسی طرح اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر عربی زبان میں قرآن وحی کیا تا کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والوں کو خدائی احکام اور خدا کے عذابوں سے آگاہ کر دیں اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو ڈرائیں۔ یہاں آیت میں ام القریٰ کا لفظ آیا ہے یعنی ساری بستیوں اور شہروں کی اصل اور بنیاد جس سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عرب کا مجمع ہوتا ہے۔ اور ساری دنیا میں اللہ کا گھر وہیں ہے اور وہی گھر روئے زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ قرار پائی بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو

3 اسی جگہ سے پھیلانا شروع کیا جہاں خانہ کعبہ واقع ہے تو مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگ یعنی ملک عرب اور پھر ساری دنیا کو یہ آگاہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب تمام اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کتاب کے لئے جمع ہوں گے یہ ایک بالکل یقینی اور طے شدہ بات ہے جس میں کوئی دھوکہ فریب اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں لہٰذا چاہئے کہ اس دن کے لئے انسان تیار ہو جائے اور اس وقت تمام انسان دو فریقوں میں تقسیم ہوں گے۔ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ اب ہر ایک خود سوچ لے کہ اس کو کس فرقہ میں شامل ہونا چاہئے اور اس میں شامل ہونے کے لئے کیا سامان کرنا چاہئے۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام محض ایسے دن سے ڈرا دینا ہے آگے ان کا ایمان لانا یا نہ لانا یہ آپ کے ذمہ نہیں۔ وہ مشیت الٰہی پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی طرح کا بنا دیتا اور ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا لیکن اس کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ اپنی رحمت وغضب دونوں قسم کی صفات کا اظہار فرمائے اس لئے بندوں کے احوال میں اختلاف وتفاوت رکھا کسی کو اس کی فرمانبرداری کی وجہ سے اپنی رحمت کا مورد بنایا۔ کسی کو اس کے ظلم وعصیان کی بنا پر اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور جو لوگ رحمت سے دور ہو کر غضب کے مستحق ہوئے اور حکمت الٰہیہ ان پر سزا جاری کرنے کو مقتضی ہوئی ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ نہ کوئی رفیق و مددگار ان کو مل سکتا ہے جو اللہ کی گرفت اور سزا سے انہیں بچاوے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر رفیق و مددگار بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو سارے کام بنا سکتا ہے حتیٰ کہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ بیچارے عاجز ومجبور رفیق جن کو تم نے بنا رکھا ہے وہ تمہارا کیا ہاتھ بٹائیں گے۔

ابھی اگلی آیات میں بھی توحید کا مضمون جاری ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات کے راستہ پر چلنا نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیں۔ اور اپنے کرم سے ہم کو جنتی گروہ میں شامل فرمائیں اور دین ودنیا میں ہمارے حامی ومددگار رہیں۔

یا اللہ! حقیقی کارساز آپ ہی کی ذات پاک ہے ہمیں وہ ایمان اور تعلق نصیب فرمایئے کہ ہم آپ کی کارسازی پر بھروسہ رکھیں اور ہر معاملہ میں آپ ہی کی ذات عالی کی طرف رجوع کریں۔

یا اللہ! ہر مشکل اور دشواری میں ہماری نظریں آپ ہی کی طرف اٹھیں اور آپ ہی اپنی شان کارسازی سے ہماری مشکلات ودشواریوں کو اپنی رحمت سے حل فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو ایسا قوی ایمان عطا فرما کہ جو ہر حال میں آپ ہی کی حمایت ونصرت کو طلب کریں اور آپ اپنے کرم سے ہمارے ولی اور ناصر ہو جائیں۔ یا اللہ! ہم کو وہ ایمان واسلام عطا فرما کہ جو ہم آپ کی رحمت میں داخل ہو کر جنت کے فریق بن جائیں اور دوزخ کے فریق ہونے سے بچ جائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

اور جس جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، یہ اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں،

وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ

اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے

الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ

اور مواشی کے جوڑے بنائے۔ اس کے ذریعے سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے، کوئی چیز اس کے مثل نہیں، اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اس کے اختیار میں ہیں

مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾

کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی، جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے، بیشک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔

وَمَا اور جو۔جس	اخْتَلَفْتُمْ اختلاف کرتے ہو تم	فِيهِ اس میں	مِن شَيْءٍ کسی چیز	فَحُكْمُهُ تو اس کا فیصلہ	إِلَى اللَّهِ طرف۔ پاس اللہ	
ذَٰلِكُمُ اللَّهُ وہی ہے اللہ	رَبِّي میرا رب	عَلَيْهِ اس پر	تَوَكَّلْتُ بھروسہ کیا میں نے	وَإِلَيْهِ اور اس کی طرف	أُنِيبُ میں رجوع کرتا ہوں	
فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ پیدا کرنے والا آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین	جَعَلَ اس نے بنائے	لَكُم تمہارے لئے	مِّنْ أَنفُسِكُمْ تمہاری ذات (جنس) سے		
أَزْوَاجًا جوڑے	وَمِنَ اور سے۔کے	الْأَنْعَامِ چوپایوں	أَزْوَاجًا جوڑے	يَذْرَؤُكُمْ وہ پھیلاتا ہے تمہیں	فِيهِ اس (دنیا) میں	لَيْسَ نہیں
كَمِثْلِهِ اس کی۔مثل	شَيْءٌ کوئی شے	وَهُوَ اور وہ	السَّمِيعُ سننے والا	الْبَصِيرُ دیکھنے والا	لَهُ اس کیلئے۔پاس	مَقَالِيدُ کنجیاں
السَّمَاوَاتِ آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین	يَبْسُطُ وہ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَن جس کیلئے	يَشَاءُ وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے
إِنَّهُ بیشک وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيمٌ جاننے والا				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں مشرکین کے اس مشرکانہ فعل کی مذمت بیان کی گئی تھی کہ جو وہ خدا کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے اور دوسروں کی پرستش کیا کرتے تھے اور بتلایا گیا تھا کہ حقیقی کارساز تو حق تعالیٰ ہی ہیں جو ہر چیز پر قدرت اور قابو رکھتے ہیں حتیٰ کہ مردوں کو بھی وہ زندہ کر سکتے ہیں تو رفیق و مددگار اللہ تعالیٰ ہی کو بنانا چاہئے جو سارے کام بنا سکتا ہے۔

اب مشرکین جو توحید خداوندی میں اہل حق سے جھگڑتے تھے اس کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سب جھگڑوں کے فیصلے اسی ایک اللہ کے سپرد ہونا چاہئیں۔ عقائد ہوں یا احکام عبادات ہوں یا معاملات۔ جس چیز میں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا بہترین فیصلہ اللہ کے حوالہ ہے وہ اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبان پر صراحۃً یا اشارۃً جس معاملہ میں جو فیصلہ فرما دے بندہ کو حق نہیں کہ اس میں چون و چرا کرے۔ توحید جو اصل اصول ہے اللہ تعالیٰ اس کے متعلق برابر حکم دیتے رہے ہیں پھر یہ کیونکر درست ہوگا کہ بندہ ایسے قطعی اور محکم فیصلہ میں جھگڑا ڈالے۔ یا بیہودہ شک و شبہات نکال کر اس کے فیصلہ اور حکم سے سرتابی کرے۔ اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ وہ اللہ جس کی شان اوپر بیان ہوئی میرا رب وہی ہے۔ میں اسی پر ہمیشہ سے بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہوں پس نہ تمہاری مخالفت اور معاندت سے ڈرتا ہوں اور نہ توحید میں جس کو اس نے حق کہہ دیا کوئی شک و شبہ کرتا ہوں۔ میرا رب تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارا بھی پیدا کرنے والا وہی

ہے کہ تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنائے یعنی مرد و عورت اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے اور نر و مادہ بنائے پھر آدمیوں اور جانوروں کی کتنی نسلیں روئے زمین پر پھیلا دیں۔ تو حق یہ ہے کہ اس خالق جیسا کوئی اور نہیں۔ نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں کوئی شریک ہے۔ نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے۔ نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے۔ نہ اس کا کوئی جوڑا ہے۔ نہ ہمسر۔ نہ ہم جنس۔ وہ احد و صمد ہے۔ بے نظیر ہے۔ بے مثیل ہے اور سمیع و بصیر ہے۔ ہر چیز کو دیکھتا سنتا ہے مگر اس کا دیکھنا سننا بھی مخلوق کی طرح نہیں۔ کمالات اس کی ذات میں سب ہیں پر کوئی کمال ایسا نہیں کہ جس کی پوری حقیقت و کیفیت بیان کی جا سکے کیونکہ اس کی نظیر کہیں موجود نہیں۔ وہ مخلوق کی مشابہت و مماثلت سے بالکلیہ پاک ہے اور مقدس و منزہ ہے۔ تمام خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور یہ اسی کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائیے۔ سارے عالم کا متصرف مالک و حاکم وہی یکتا لاشریک ہے وہی تمام جانداروں کو روزی دیتا ہے اور رزق کی کمی زیادتی کا تعین اپنی حکمت سے کرتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کون کتنی عطا کا مستحق ہے اور اس کے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہوگا اور جو حال روزی کا ہے وہی دوسری عطایا میں سمجھو اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے کہ کس کے لئے کیا مصلحت ہے۔

اب یہ قرآن کریم کی بالکل کھلی ہوئی آیت ہے له مقالید السمٰوٰت والارض یبسط الرزق لمن یشآء ویقدر انه بکل شیء علیم (اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے کم دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے) اور اسی ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ صاف صاف قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ رزق کا معاملہ بالکل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے رزق کے کفیل ہیں جتنی مخلوق پیدا فرمائیں گے اس کا رزق بھی پیدا کریں گے۔ اب رہا کسی کو کمی اور کسی کو زیادتی۔ کسی کو فراخی اور کسی کو تنگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت پر موقوف ہے مگر آج قرآن کے منکرین نہیں قرآن پر ایمان رکھنے والوں کا اس معاملہ رزق میں کیا عقیدہ ہے؟ مغرب کے بے دین ماہر معاشیات نے ایک اصول بتایا کہ انسان کی پیدائش کی شرح۔ اشیاء خوراک کے پیداوار کی شرح سے زیادہ تیزی اور سرعت کے ساتھ دنیا میں بڑھ رہی ہے۔ اگر کسی سبب سے آبادی میں اضافہ کی یہ رفتار سست نہ ہوئی تو ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں کثیر تعداد فاقہ کشی پر مجبور ہوگی کیونکہ اشیاء خوراک ان کی آبادی کے لئے کفایت نہ کرے گی۔ اس موہوم نظریہ کی روشنی میں شرح پیدائش اور شرح اموات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان بزعم خود ماہرین معاشیات نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ زمانہ قریب آ گیا ہے اس لئے اگر آبادی کے اضافہ پر کنٹرول نہ کیا گیا تو اشیاء خوردنی اور دیگر ضروریات زندگی کی کمی روز بروز بڑھتی ہی جائے گی اور بہت جلد نوبت فاقہ کشی تک پہنچ جائے گی۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مختلف طریقوں سے شرح پیدائش کم کرنے کا پرزور مشورہ دنیا والوں کو دیا ہے اور اسی کے ماتحت "خاندانی منصوبہ بندی" کی تحریک ملکوں میں رائج کرائی گئی ہے کہ ایسی تدابیر کی جائیں کہ زائد اولاد پیدا ہی نہ ہو۔ چنانچہ ان تدابیر میں سے ایک تدبیر نسل بندی کی ہے جو شرعی اعتبار سے اور انجام اور نتیجہ کے لحاظ سے اختصاء یعنی خصی ہو جانے کے مترادف ہے اور خصی ہونے کی صریح ممانعت حدیث میں وارد ہے۔ الغرض ہمارے ملک میں بھی قوم کی بہبودی اور رزق کی فی کس ترقی اور افلاس اور تنگی رزق سے بچنے کی تدابیر اب خاندانی منصوبہ بندی جیسی تحریکات سے وابستہ سمجھی جاتی ہیں جس پر ہزاروں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ اس تحریک پر خرچ ہو رہے ہیں۔ بس یورپ و امریکہ نے جو سبق دے دیا اس پر آمنا و صدقنا کہنا گویا ہمارے لئے لازم ہو گا۔ لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔ قرآن و حدیث کچھ ہی کہے لیکن اس کو کون مانتا ہے؟ انا للہ و انا الیه راجعون۔

الغرض قانون الٰہیہ اور ضابطہ خداوندی اور دین حق کی مخالفت پر آگے کفار کی مذمت فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اُس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ

اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا اور ان کی امم کو یہ کہا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا، مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے، جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں،

اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِیْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِیْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ

آپس کی ضدا ضدی سے باہم متفرق ہوگئے، اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک ایک بات پہلے قرار نہ پا چکتی تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا،

بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ اس کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہیں جس نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے۔

شَرَعَ اس نے مقرر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ الدِّيْنِ وہی دین	مَا وَصّٰى اس نے جس کا حکم دیا	بِهٖ اس کا	نُوْحًا نوح	وَالَّذِیْٓ اور وہ جس
اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کی	اِلَيْكَ آپ کی طرف۔ کو	وَمَا وَصَّيْنَا اور جس کا حکم دیا ہم نے	بِهٖٓ اس کا	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَمُوْسٰى اور موسیٰ	
وَعِيْسٰٓى اور عیسیٰ	اَنْ اَقِيْمُوا کہ تم قائم کرو	الدِّيْنَ دین	وَلَا تَتَفَرَّقُوْا اور تفرقہ نہ ڈالو تم	فِيْهِ اس میں	كَبُرَ گراں	عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں پر
مَا تَدْعُوْهُمْ جسکی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں	اِلَيْهِ اسکی طرف	اَللّٰهُ اللہ	يَجْتَبِیْٓ چن لیتا ہے	اِلَيْهِ اپنی طرف	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	
وَيَهْدِیْٓ اور ہدایت دیتا ہے	اِلَيْهِ اس کی طرف	مَنْ يُّنِيْبُ جو رجوع کرتا ہے	وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اور انہوں نے تفرقہ نہ ڈالا	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اسکے بعد	
مَا جَآءَهُمُ کہ آگیا اُنکے پاس	الْعِلْمُ علم	بَغْيًا ضد	بَيْنَهُمْ آپس کی	وَلَوْلَا اور اگر نہ	كَلِمَةٌ فیصلہ	سَبَقَتْ گزر چکا ہوتا
مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقررہ	لَّقُضِيَ تو فیصلہ کردیا جاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّ اور بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ
اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ کتاب کے وارث بنائے گئے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	لَفِیْ شَكٍّ البتہ وہ شک میں	مِّنْهُ اس سے	مُرِيْبٍ تردد میں ڈالنے والے		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بعض صفات بیان ہوئی تھیں کہ جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ ہی کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہی انسانوں کا حقیقی کارساز اور ولی ہے۔ انسانوں کے عقائد و اعمال میں جو اختلافات ہیں اس کا فیصلہ کرنا اسی کا کام ہے وہی سب سے اعلیٰ، بزرگ اور برتر ذات ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے۔ نہ اس کی صفات میں کوئی اس جیسا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ رزق اور روزی کا معاملہ اسی کے اختیار میں ہے اور سمیع و بصیر ہے۔ ہر ایک کا حال جانتا ہے پس اپنی مشیت سے جس کو چاہتا ہے زیادہ اور فراخ روزی عنایت فرماتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے کمی اور تنگی سے رزق عطا فرماتا ہے۔ تو جب اصولاً اللہ ہی انسانوں کا حقیقی مالک، ولی اور حاکم، رازق، فاطر،

قادر اور متصرف ہے تو یہ اسی کا حق ہے کہ وہ انسانوں کے لئے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ مقرر کرے اور قانون وضابطہ بنائے چنانچہ اس نے وہ طریقہ، قانون اور ضابطہ مقرر کر کے اپنے رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجا۔ اسی کو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمد یہ کے لئے جو دین، شریعت اور آئین الٰہی مقرر کیا وہ وہی ہے جو حضرت آدمؑ کے بعد دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر اور دنیا کے سب سے آخری پیغمبر اور ان کے درمیان دوسرے اولوالعزم پیغمبر کا دین آئین تھا۔ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں اس لئے فی الحقیقت تشریح احکام کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام ہی سے شروع ہوا اور آخری نبی سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر سلسلہ نبوت ورسالت ختم ہو گیا۔ درمیان میں جو انبیاء ورسل آئے ان میں حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام یہ تین زیادہ مشہور ومعروف ہوئے ہیں جن کے نام لیوا ہر زمانہ میں بکثرت موجود رہے ہیں اس لئے آیت میں یہاں پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے لوگو تمہارے لئے کوئی نیا دین نہیں نازل کیا گیا بلکہ وہی دین قدیم کہ جس پر حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام مامور تھے اسی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامور کئے گئے ہیں۔ تو اصل دین حق ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ کیونکہ عقائد، اخلاق، اور اصول دین میں تمام انبیاء ورسل متفق رہے ہیں۔ البتہ بعض فروع میں حسب مصلحت زمانہ کچھ تفاوت ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ایک ہی دین ہے اور اس کے اصول ہمیشہ سے ایک ہی رہے ہیں۔ انہی اصولوں کے مطابق چلنا ہر زمانے میں انسان کے لئے دین ودنیا دونوں جہان کی کامیابی کے لئے ضروری ٹھہرا اور ان کی مخالفت ہمیشہ شر وفساد کا باعث رہی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء ورسل اور ان کی امتوں کو حق تعالیٰ کا یہی حکم ہوا کہ دین الٰہی کو اپنے قول وعمل سے قائم رکھیں اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق اور اختلاف کو روا نہ رکھیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس دین توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ مشرکین پر وہ بہت بھاری ہے اور یہ توحید کی صدائیں ان مشرکین کو بڑی ناگوار گزرتی ہیں۔ گویا ان کے خیال میں آپ کوئی نئی اور انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں جو کسی نے پہلے پیش نہ کی تھی۔ بھلا توحید وآخرت اور کتاب ونبوت جیسی صاف معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب لوگوں کو بھاری معلوم ہونے لگے اور اس میں بھی لوگ بدوں اختلاف ڈالے اور جھگڑا کئے نہ رہیں تو جہالت اور بدبختی کی حد ہو گئی۔ آگے حقیقت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت وغیرہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے وہ چاہے بندوں میں سے چن کر اپنی طرف کھینچ لے یعنی دین حق قبول کرنے کی توفیق دے دے اور جو لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اپنے حسن استعداد سے محنتیں کریں تو ان کو حق تعالیٰ اپنے تک رسائی دے دیتے ہیں۔ اور ان کی محنت کو ٹھکانے لگا کر دستگیری فرماتے ہیں اور کامیابی بخشتے ہیں اور جو از خود برے راستہ کو اختیار کر لیتا ہے اور صاف راہ کو چھوڑ دیتا ہے تو خدا بھی ان کو ضلالت میں چھوڑ دیتا ہے۔ بہرحال حکمت الٰہی جس کی ہدایت کو مقتضی ہو وہی ہدایت پاتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ توحید اور اصول دین میں جنہوں نے اختلاف ڈالا اور کتب الٰہیہ میں تحریف کی مثلاً یہود نے کہا کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب انجیل کو کیوں مانیں۔ نصاریٰ نے کہا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی کتاب قرآن کو کیوں مانیں۔ تو ان کا یہ اختلاف کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہ تھا۔ ایسی صاف وصریح تعلیمات میں کیا شک وتردد ہو سکتا تھا یہ تو محض نفسانیت، ضد وعناد، عداوت اور طلب مال وجاہ وغیرہ اسباب ہیں جو فی الحقیقت اس تفریق اور اختلاف مذموم کا باعث بنے۔ جب اختلافات قائم

ہوئے اور مختلف مذاہب نے الگ الگ مورچہ بنالئے تو پیچھے آنے والی نسلیں خبط اور دھوکہ میں پڑ گئیں اور ایسے شکوک وشبہات پیدا کر لئے جو کسی حال ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندوں کو ڈھیل اور مہلت دی اگر وہ چاہتا تو سارے اختلافات کو ایک دم میں ختم کر دیتا لیکن اس کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی تھی کہ ان اختلافات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ ایک وقت معین پر زندگی کے دوسرے دور میں کیا جائے تو اگر یہ بات پہلے سے حق تعالیٰ نے طے نہ فرمادی ہوتی تو دین میں سب جھگڑے قصے اور اختلافات کا فیصلہ دنیا میں لگے ہاتھ ہو جاتا۔

تو یہاں ان آیات میں کفار و مشرکین کی مذمت اس بات پر کی گئی ہے کہ انہوں نے دین حق سے اختلاف محض نفسانیت' ضد و عناد اور عداوت کی بنا پر کیا ورنہ علم صحیح ان تک بھی پہنچ چکا تھا لیکن آج دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذموم حرکت خود اس امت میں اس بری طرح آ چکی ہے کہ اس پر آشوب دور میں بھی جبکہ ہمارے دشمنان دین نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ہم آپس میں فروعی مسائل پر جھگڑنے' اس پر کیچڑ اچھالنے اور ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے میں اس طرح محو ہیں کہ ملت اسلامیہ کے اصل مسائل اور دین کے بنیادی مقاصد بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ کہیں اشتراکیت یعنی کمونزم کے فتنہ آ رہے ہیں۔ کہیں عیسائیت اور دہریت کا بازار گرم ہے کہیں قادیانیت اور پرویزیت کا زور ہے تو کہیں انکار حدیث اور تجدد و تحریف دین کی شکل میں براہ راست دین کی بنیادوں پر حملہ ہے تو بجائے اصل دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے امت فروعی مسائل پر جھگڑنے اور ایک دوسرے کا گریبان تھامنے میں مصروف ہے جبکہ اس امت کی رہنمائی کے لئے قرآن وحدیث اور سنت رسول اللہ اور عمل صحابہ سب ہی کچھ موجود ہے۔ جب کافروں اور مشرکوں کے حق میں دین الٰہی میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کی مذمت بیان فرمائی گئی تو یہ چیز خود اہل اسلام کے لئے کس درجہ قابل مذمت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔

اب کفار و مشرکین اور مخالفین واعدائے دین کی مخالفت اور انکار اور دین حق میں جھگڑنے کے باوجود جو تعلیم وطریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے امت مسلمہ کو تلقین فرمایا گیا وہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی حقیقی فہم اور سمجھ نصیب فرمائیں اور جو دین شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو پہنچا ہے اس پر ہم کو پوری طرح عامل بنائیں۔ اور دین میں جھگڑنے اور ناحق اختلافات پیدا کرنے کی بدخصلت سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو حق تعالیٰ اپنے کرم سے بچائیں۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہمارے لئے ہدایت کے فیصلہ فرما دیجئے اور اپنے راستہ پر ہم کو چلنے اور چلانے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ اور باطل سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کا عزم نصیب فرما دیجئے۔

یا اللہ آپ نے جس طرح ابتدا میں دین اسلام کی حفاظت فرمائی اور دشمنان دین کو مغلوب فرمایا۔ اسی طرح اب بھی دین حق کی مدد فرمائیں اور دشمنان دین اور بدخواہان اسلام کو تباہ و برباد فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ

سو آپ اسی طرف بلاتے رہیے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر) مستقیم رہیے، اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیے، اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں

كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۗ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۗ لَا حُجَّةَ

میں سب پر ایمان لاتا ہوں، اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان میں عدل رکھوں، اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے، ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے،

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ ﴿۱۵﴾

ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں، اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے۔

فَلِذٰلِكَ پس اسی کیلئے	فَادْعُ آپ بُلائیں	وَاسْتَقِمْ اور قائم رہیں	كَمَآ اُمِرْتَ جیسا کہ میں نے حکم دیا ہے آپ کو	وَلَا تَتَّبِعْ اور آپ نہ چلیں	
اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات	وَقُلْ اور کہیں	اٰمَنْتُ میں ایمان لے آیا	بِمَآ اس پر جو	اَنْزَلَ اللّٰهُ نازل کی اللہ نے	مِنْ كِتٰبٍ سے۔ ہر کتاب
وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	لِاَعْدِلَ کہ میں انصاف کروں	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	اَللّٰهُ اللہ	رَبُّنَا ہمارا رب	وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب
لَنَآ ہمارے لئے	اَعْمَالُنَا ہمارے اعمال	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	اَعْمَالُكُمْ تمہارے اعمال	لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا کوئی حجت (جھگڑا) نہیں ہمارے درمیان	
وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	اَللّٰهُ اللہ	يَجْمَعُ جمع کریگا	بَيْنَنَا ہمارے درمیان (ہمیں)	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	الْمَصِيْرُ بازگشت (لوٹنا)

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ تمام نوع انسانی کا اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے اور ہر زمانہ میں اللہ کے رسول اور پیغمبر اسی کو سمجھاتے اور بتلاتے چلے آئے ہیں اور وہی دین الٰہی اب اخیر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں مگر ہمیشہ سے یہ بھی ہوتا رہا کہ خودغرض اور مفاد پرست خودغرضی اور ضد و عناد میں پڑ کر حق کو جانتے اور پہچانتے ہوئے توحید اور اصول دین میں جھگڑتے۔ اختلاف کرتے اور تفرقے ڈالتے رہے ہیں اور اس طرح دنیا میں مختلف اور جدا جدا مذاہب بنالئے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں آنے والوں کو دین حق میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے اس لئے آگے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دین حق کے متعلق تفریق اور اختلاف کے طوفان چاروں طرف سے اٹھ رہے ہیں تو آپ کا بھی یہ فرض ہے کہ غیر متزلزل عزم کے ساتھ اسی دین و آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیے جس کی دعوت پہلے تمام انبیاء علیہم السلام دیتے رہے ہیں۔

آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوں۔ قولاً اور فعلاً علماً اور حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر اب تک رہے ہیں۔ مکذبین اور معاندین کی خواہشات کی ذرا پروا نہ کریں اور صاف اعلان کر دیں کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر خواہ وہ کسی پیغمبر پر اتری ہو۔ توراۃ ہو یا انجیل ہو یا قرآن ہو یا کوئی صحیفہ ہو جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوا ہو سچے دل سے اس کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر یقین رکھتا ہوں۔ میرا کام پہلی صداقتوں کو جھلانا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں جو اختلافات تم نے ڈالے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ دوں اور تبلیغ احکام و شرائع یا فصل خصومات میں عدل و مساوات کا اصول قائم رکھوں۔ اور جس طرح تم کو خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں۔ تم سے پہلے میں خود احکام الٰہی کی پوری پوری تعمیل کر کے اس کا کامل فرمانبردار بندہ ہونا ثابت کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے اس لئے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کے لئے کام کرنا چاہئے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے

کچھ تعلق نہیں۔ہم دعوت وتبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے۔ ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے اور وہی اس کے آگے آئے گا۔ تو چاہئے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث وتکرار کی ضرورت نہیں۔ سب کو بالآخر خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پتہ لگ جائے گا کہ وہ دنیا سے کیا کچھ کما کر لایا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ آیات اور سورۃ مکی ہے قتال اور جہاد کی آیتیں اور احکام بعد میں مدینہ میں نازل ہوئے ہیں مکی دور میں تو صبر وضبط و تحمل ہی کی تلقین ہوتی رہی۔

علامہ ابن کثیرؒ نے یہاں لکھا ہے کہ اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس آیت میں دس کلمہ ہیں جو سب مستقل ہیں الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے اور یہی بات دوسری آیت یعنی آیۃ الکرسی میں بھی ہے تو اس آیت میں دس احکام یہ ہیں۔

پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ جو وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی وہی وحی آپ سے پہلے تمام انبیاء پر آتی رہی اس لئے تمام لوگوں کو آپ اس کی دعوت دیں اور ہر ایک کو اسی کی طرف بلاویں۔

دوسرا حکم یہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت۔ وحدانیت اور اس کے احکام پر مستقیم رہیے۔

تیسرا حکم یہ ہوا کہ آپ ہرگز ہرگز ان مشرکین کی خواہشات پر نہ چلیں اور ایک بات بھی ان کی نہ مانیں۔

چوتھا حکم یہ ہوا کہ آپ علی الاعلان اپنے اس عقیدہ کی تبلیغ کریں کہ خدا کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے یہ نہیں کہ میں ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں۔

پانچواں حکم یہ ہوا کہ آپ اعلان کر دیں کہ میں تم میں وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو خدا کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔

چھٹا حکم یہ ہوا کہ آپ اعلان کر دیں کہ معبود برحق صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی ہمارا اور تمہارا سب کا معبود برحق ہے۔

ساتواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ ہمارے عمل ہمارے ساتھ تمہاری کرنی تمہارے ساتھ۔

آٹھواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ ہم سے کوئی جھگڑا اور کسی بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں (یہ حکم مکہ کا تھا پھر مدینہ میں جہاد کی آیتیں واحکام نازل ہوئے)

نواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ قیامت کے دن اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور پھر حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

دسواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ لوٹنا سب کو خدا ہی کی طرف ہے۔ کوئی بچ کر نکل نہیں سکتا۔ تو اگرچہ آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر یہ تعلیمات واحکام امت مسلمہ کے لئے عام ہیں یعنی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ:۔

پہلے خود قرآن کریم کے حکموں پر پوری طرح عمل کرو اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی ان حکموں پر عمل کرنے کے لئے کہتے رہو۔ دشمنان دین کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ تمہیں زبانی اور عملی دونوں طرح پر لوگوں کو بتا دینا چاہئے کہ ہم ہر آسمانی کتاب پر جو منجانب اللہ نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اس کو منزل من اللہ ہونے میں سچا جانتے ہیں۔ تمہارا کام دنیا میں عدل وانصاف قائم کرنا ہو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب سب اللہ عزوجل کو اپنا معبود اور پروردگار مانیں۔ پھر تم میں سے ہر ایک اپنے عملوں کا خود ذمہ دار ہے آخر سب کو قیامت کے دن اللہ کے دربار میں جمع ہونا ہے اور سب کا ٹھکانہ وہی ہے۔ وہاں سب کے عملوں کا فیصلہ ہو جائے گا یہ ہیں عام تعلیمات اس آیت مبارکہ کی۔

اب دین حق کی تبلیغ ودعوت کے بعد بھی جو اس کے منکر رہیں گے تو ان کی سزا کا حال اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جولوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کے بارہ میں جھگڑے نکالتے ہیں، بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا

اوران پرغضب ہے اوران کیلئے (قیامت کو) سخت عذاب (ہونیوالا) ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب یعنی قرآن کو اور انصاف کو نازل فرمایا، اور آپ کو

يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ

کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو۔ جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے اس کا تقاضہ کرتے ہیں، اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں

اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ

وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے، یادرکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ بڑی گمراہی میں ہیں۔

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے، اور وہ قوت والا اور زبردست ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جولوگ	يُحَآجُّوْنَ جھگڑا کرتے ہیں	فِي اللّٰهِ اللہ کے بارے میں	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ کہ قبول کرلیا گیا اس کیلئے۔ اس کو				
حُجَّتُهُمْ اُن کی حجت	دَاحِضَةٌ لغو	عِنْدَ ہاں	رَبِّهِمْ ان کا رب	وَعَلَيْهِمْ اور اُن پر	غَضَبٌ غضب	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	
شَدِيْدٌ سخت	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْٓ وہ جس نے	اَنْزَلَ نازل کی	الْكِتٰبَ کتاب	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَالْمِيْزَانَ اور میزان	وَمَا اور کیا	يُدْرِيْكَ تجھے خبر
لَعَلَّ شاید	السَّاعَةَ قیامت	قَرِيْبٌ قریب	يَسْتَعْجِلُ وہ جلدی مچاتے ہیں	بِهَا اسکی	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے		
بِهَا اس پر	وَالَّذِيْنَ اور جولوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مُشْفِقُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	مِنْهَا اس سے	وَيَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے ہیں	اَنَّهَا کہ یہ	الْحَقُّ حق	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک جولوگ	يُمَارُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِي السَّاعَةِ قیامت کے بارے میں	لَفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں	بَعِيْدٍ دور	اَللّٰهُ اللہ		
لَطِيْفٌ مہربان	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں پر	يَرْزُقُ وہ رزق دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے	وَهُوَ اور وہ	الْقَوِيُّ قوی	الْعَزِيْزُ غالب		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسی دین کی طرف لوگوں کو بلایئے جس دین حق کی تمام انبیاء اب تک تعلیم دیتے چلے آئے ہیں اور خود آپ اس دین پر پکے ارادہ کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق جمے رہیئے اور ان منکرین ومعاندین کی دین کے بارے میں کوئی بات نہ مانیئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ نے وقتاً فوقتاً جتنی کتابیں نازل کیں جو اصول کے لحاظ سے ایک ہیں میں سب کو مانتا ہوں کسی کا انکار نہیں کرتا اور مجھے حکم ہے کہ میں کسی کی بیجا طرف داری نہ کروں بلکہ عدل وانصاف کے ساتھ معاملہ اور فیصلہ کروں کیونکہ رب ہمارا اور تمہارا سب کا ایک ہے اور ہر ایک کا کیا ہوا عمل اس کے آگے آئے گا جبکہ قیامت میں سب اللہ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ نیز بتلایا گیا تھا کہ انسان کے لئے سچا دین فقط ایک ہی ہے اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے۔ اس نے اس دنیا اور اس

کی ساری چیزوں کو بنایا اور وہی دنیا والوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس کے ایک اور سب کا رب ہونے پر گواہ ہے اور تمام اللہ کے رسول اور پیغمبر اسی عقیدہ اور تعلیم کو دنیا میں لے کر آئے۔ تو اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسے واضح اور روشن دلائل کے بعد بھی جو اس عقیدہ توحید میں شک وشبہ کرے۔ اللہ کے دین میں جھگڑا کرے۔ اللہ کی ذات و صفات میں اختلاف کرے۔ اور دین حق کے خلاف زہر اگلے اور خواہ مخواہ دین کی باتوں میں جھگڑا ڈالے خصوصاً جبکہ اللہ کا دین، اس کی کتاب اور اس کی باتوں کی سچائی علانیہ ظاہر ہو چکی۔ حتیٰ کہ بہت سے سمجھدار لوگ اسے قبول کر چکے تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستوجب ہیں اور ان کے سب جھگڑے جھوٹے اور باطل ہیں۔ اور قیامت کے روز انہیں سخت ناقابل برداشت مار ماری جائے گی۔ تو اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کو اور اس کے دین کو مانو اور اس کے دین کا ماننا یہی ہے کہ کتاب اللہ کو سچ اور واجب العمل جانو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو انصاف کے ساتھ نازل فرمایا ہے جو خالق ومخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے۔ پھر منکرین جو واقعات قیامت کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو قیامت کی گھڑی کی کیا خبر۔ عجب نہیں کہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب ہی آ لگی ہو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت آخر کب آئے گی؟ اس کے آنے میں دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آجاتی؟ لیکن جس کو اللہ نے ایمان اور یقین عطا کیا ہے وہ تو اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے۔ کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی۔ اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے مشرکین کا کیا حشر ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں تو وہ اس کی تیاری کیا خاک کرے گا۔ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ قیامت کب ہو گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں وہ یقیناً آنے والی ہے لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس پر ان صحابی نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ یعنی میرا قیامت کا سامان بس یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم ان ہی کے ساتھ ہو گے جن سے محبت رکھتے ہو۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں قیامت کے وقت کی تعین نہیں کی بلکہ سائل کو اس دن کی تیاری کرنے کو فرمایا۔ یہاں آیت میں یہ جملہ جو فرمایا گیا **وما یدریک لعل الساعۃ قریب**۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی ہو۔ ایسا ہی سُوْرَۃُ احزاب ۲۲ ویں پارہ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ لوگ آپ سے قیامت کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے **قل انما علمها عند الله وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبا** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور آپ کیا جانیں شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو"۔ مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ حق

تعالیٰ نے قرآن عزیز سے پہلے بھی تمام آسمانی کتابوں میں علم قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے۔ الغرض قیامت کے آنے کے وقت کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں۔ آگے فرمایا گیا کہ قیامت کے آنے میں جو لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اس کے منکر ہیں۔ اسے محال جانتے وہ نرے جاہل ہیں سیدھے راستہ سے بھٹک کر دور گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ باوجود تکذیب و انکار کے روزی کسی کی بند نہیں کرتا بلکہ ایک کو دوسرے کے ہاتھ روزی پہنچا رہا ہے اور بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا اور تدبیر لطیف سے ان کی تربیت فرماتا ہے گو حسب مصلحت اس روزی دینے میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے کہ جس کو جس قدر چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔

یہاں آخری آیت ہے **اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشآء وھو القوی العزیز** اس آیت کو پڑھنا بزرگان دین نے زیادتی رزق کے لئے مجرب لکھا ہے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اعمال قرآنی میں لکھا ہے کہ اس آیت کو بعد نماز کے زیادتی رزق کے لئے کثرت سے پڑھا کرے۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مہاجر مکی سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کو پابندی سے ۷۰ مرتبہ یہ آیت پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ یہ نہایت مجرب عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت کی برکت سے ہم سب کو تنگی رزق سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے دنیا کے ناز و نعمت پر پھولنے اور اس میں منہمک ہو کر آخرت کو بھولنے پر تنبیہ فرمائی جاتی ہے۔ اور طالب دنیا اور طالب آخرت کا انجام بتلایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جہاں اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے وہیں اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس زندگی میں اپنی مرضیات والے عمل ہمارے لئے آسان فرما دیجئے اور ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرما لیجئے جو آخرت میں انعامات اور فضل کبیر سے نوازے جائیں گے۔

یا اللہ ہمیں اپنے دین اسلام کی سچی قدر نصیب فرما دے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہمیں بھی اس دین کی خدمت کی توفیق کسی درجہ میں نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو، ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے، اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دے دیں گے

مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ

اور آخرت میں اس کا کچھ نہیں۔ کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کیلئے ایسا دین مقرر کردیا ہے جس کی

يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

خدا نے اجازت نہیں دی، اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل نہ ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا۔

مَنْ جو شخص	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	حَرْثَ کھیتی	الْاٰخِرَةِ آخرت	نَزِدْ لَهٗ ہم اضافہ کردیتے ہیں اس کیلئے	فِيْ حَرْثِهٖ کھیتی میں اس کی	وَمَنْ اور جو	
كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	حَرْثَ الدُّنْيَا دنیا کی کھیتی	نُؤْتِهٖ ہم اسے دیتے ہیں	مِنْهَا اس میں سے	وَمَا لَهٗ اور نہیں اس کیلئے	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں		
مِنْ نَّصِيْبٍ کوئی حصہ	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے	شُرَكٰٓؤُا کچھ شریک (جمع)	شَرَعُوْا انہوں نے مقرر کیا	لَهُمْ ان کیلئے	مِنَ سے۔ایسا		
الدِّيْنِ دین	مَا لَمْ جو۔جس نہیں	يَاْذَنْ اجازت دی	بِهِ اس کی	اللّٰهُ اللہ	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ	كَلِمَةُ الْفَصْلِ ایک قول فیصل
لَقُضِيَ تو فیصلہ ہوجاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّ اور بیشک	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسانوں میں ایک تو وہ ہیں کہ جنہیں قیامت کا یقین ہی نہیں وہ تو بے پرواہی اور تمسخر و ہنسی کی راہ سے کہہ دیتے ہیں کہ قیامت کو آنا ہے تو ابھی آجائے مگر جو اللہ اور رسول کے کہنے پر اس کا یقین کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ایک واقعی چیز ہے اور وہ آکر رہے گی۔ اس کا برپا ہونا حق ہے وہ تو اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہی رہتے ہیں اور اس لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اور جس کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ظاہر ہے کہ وہ اس کی تیاری ہی کیا کرے گا بلکہ الٹا مذاق اڑا کر اور گمراہی میں بڑھتا جائے گا۔ مگر اس تکذیب و انکار کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ وہ دنیا میں ہر ایک نیک و بد کافر و مومن کو روزی دیتا ہے اور ان کی تربیت فرماتا ہے۔ منکرین قیامت تو اس دنیا کے عیش و نشاط میں مست رہتے ہیں اور اسی عالم دنیا کو رنج و راحت کا اصلی مقام جانتے ہیں۔ اور اپنی دنیاوی کامیابیوں کو خدا کی خوشنودی کا باعث سمجھتے ہیں حالانکہ دنیا میں تو اللہ اپنی رحمت عامہ کے سبب ہر جاندار کو روزی پہنچا رہے ہیں نہ یہ اس کے رضامندی کی دلیل ہے اور نہ یہ کہ یہی عالم دنیا اصلی مقام ہے۔ اس دنیا میں بھی دشمن کو باوجود ناراضگی کے کھانا پینا قید میں دے دیا کرتے ہیں تو کیا یہ قیدی سے رضامندی کی دلیل ہوسکتی ہے؟ الحاصل سمجھایا یہ گیا تھا کہ دنیا انسان کا مقام اصلی نہیں بلکہ یہ آئندہ کے لئے یعنی آخرت کے واسطے نیکی یا بدی حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ اب اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ زندگیاں دو ہیں ایک اس دنیا کی زندگی جو بالآخر ختم ہوجائے گی اور ایک آخرت کی زندگی جو کبھی ختم نہ ہوگی اور آدمی کو یہ اختیار ہے کہ وہ جس زندگی کے لئے چاہے دنیا میں دوڑ دھوپ کرتا رہے۔ جو آخرت کی زندگی سنوارنی چاہتا ہے اور آخرت کے اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں اسے اعمال خیر کی توفیق دیتے ہیں۔ اس کی نیکیوں کو بڑھاتے رہتے ہیں۔ کسی نیکی کو دس گنا کردیتے ہیں کسی کو سات سو۷۰۰ گنا اور کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ الغرض آخرت کی چاہت جس دل میں ہوتی ہے اس شخص کو نیک اعمال کی توفیق خدا کی طرف سے عطا فرمائی جاتی ہے اور جس کی تمام کوشش دنیا ہی حاصل کرنے کی ہوتی ہے آخرت کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی تو اسے

تھوڑا بہت یہاں مل رہے گا وہ بھی جس کے لئے اور جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں گے دیدیں گے لیکن آخرت میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔ دنیا کا ملنا خدا کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے ممکن ہے کہ ایک دنیادار ہزاروں جتن کرے اور دنیا سے بھی محروم رہ جائے اور بدنیتی کے باعث عقبیٰ تو برباد کر ہی چکا تھا۔ تو اگر دنیا بھی نہ ملی تو دونوں جہان سے گیا گذرا ہوا اور اگر تھوڑی بہت دنیا مل بھی گئی تو یہ نہیں کہ جس قدر کوئی دنیا کی حرص کرے سب ہی اس کو مل جائے اور وہ بھی عارضی چندروزہ زندگی کے لئے لیکن اس کی محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہ ہوگا۔ یہاں یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ جس حصول دنیا کی مذمت کی جارہی ہے وہ وہ ہے کہ جو خدا سے غافل کرے اور جس دنیا سے دین برباد ہو اور آخرت کا منکر ہو کر دنیا حاصل کرے جو آخرت سے بے نصیب کردیتا ہے ورنہ کسب معاش حلال طور پر اور جائز طریقوں سے اپنے نفس کے لئے۔ اہل وعیال کی پرورش کے لئے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے۔ یہ بقدر ضرورت ضروری ہے اور یہ عین دین ہے اور باعث اجر وثواب ہے۔

یہاں آیت میں حرث الاخرۃ اور حرث الدنیا فرمایا گیا ہے حرث کے لغوی معنیٰ کسب اور کمانے کے ہیں لیکن محاورہ میں حرث کھیتی کو کہتے ہیں اور حارث کسان اور کھیتی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ تو یہاں آیت میں آخرت ودنیا دونوں کے لئے سعی اور عمل کرنے والوں کو کھیتی کرنے یعنی کسان سے تشبیہ دی گئی ہے جو زمین کے جوتنے بونے سے لے کر کھیتی کے تیار ہونے تک مسلسل محنت وجانفشانی کرتا ہے اور اس غرض کے لئے کرتا ہے کہ وہ اخیر میں اپنی کھیتی کاٹے اور غلہ حاصل کرے۔ تو آخرت کی کھیتی بونے والے کسان اور دنیا کی کھیتی بونے والے کسان ان دونوں میں نیت اور مقصد کے لحاظ سے فرق عظیم واقع ہو جاتا ہے اس لئے دونوں کی محنتوں کے نتائج اور ثمرات بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف رکھے ہیں حالانکہ دونوں کے کام کرنے کی جگہ یہی دنیا اور زمین ہے۔ پھر آیت میں غور کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی کھیتی بونے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ دنیا اسے نہیں ملے گی۔ دنیا تو کم یا زیادہ اس کو بہرحال ملنی ہی ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ کے لطف عام میں اس کا بھی حصہ ہے اور رزق نیک و بد بھی کو یہاں دنیا میں مل رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو خوشخبری اس بات کی سنائی ہے کہ اس کی آخرت کی کھیتی بڑھائی جائے گی اس کی کھیتی میں اللہ تعالیٰ ترقی دیں گے کیونکہ وہ اسی کا طالب ہے اور اسی کے انجام کی اسے فکر لاحق ہے۔ رہا دنیا کی کھیتی بونے والا یعنی جو سب کچھ دنیا ہی کے لئے کرتا ہے اور آخرت نہیں چاہتا اسے اللہ تعالیٰ نے اس کی محنت کے دو نتیجہ صاف صاف سنا دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خواہ کتنا ہی سر مارے دنیا کا اسے وہی حصہ ملے گا جتنا اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ دوسرے یہ اسے جو کچھ ملنا ہے بس دنیا ہی میں مل جائے گا۔ آخرت کی بھلائیوں میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی معرفت آخرت اور دین حق کا راستہ بتلا دیا۔ اب یہ مشرکین اور منکرین دین خدا کے احکام کی تو پیروی کرتے نہیں بلکہ جنات و شیاطین اور بعض انسانوں کو انہوں نے اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے۔ یہ جو احکام انہیں بتاتے ہیں یہ انہی احکام کے مجموعے کو دین سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جسے کوئی دوسرا راستہ مقرر کرنے کا حق اور اختیار حاصل ہو کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا دے پھر آخر ان مشرکین نے اللہ کی وہ راہ چھوڑ کر جو انبیاء علیہم السلام نے بتائی تھی دوسری راہیں کہاں سے نکال لیں۔ ان کی اس گستاخی کی سزا انہیں مل چکی ہوتی اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی کہ مجرمین کو اصل عذاب بعد مرگ ہوگا اور ان کا آخری فیصلہ قیامت میں ہوگا اب جو ٹیڑھے چلیں گے انہیں قیامت کے دن جہنم کے المناک اور بڑے سخت عذاب ہوں گے۔

تو ان آیات سے اہل ایمان کو سبق لینا چاہئے اور اپنا مرکز توجہ صرف آخرت کو قرار دینا چاہئے اور زندگی کی ہر حرکت وسکون کو درستی اور ذخیرہ آخرت کی نیت سے کرنا چاہئے۔

نیت جس کے معنٰی ہیں دل میں کسی کام کا ارادہ کرنا تو اس طرح ہر عمل کی تعمیر نیت پر ہوتی ہے۔ نیت کی خرابی سے عبادت تک فاسد اور بے کار ہو جاتی ہے اور نیت کی خوبی سے دنیاوی کام بھی عبادت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عمل کا اعتبار نیتوں کے ساتھ ہے۔ اور آدمیوں کو دراصل اپنی نیت ہی کا صلہ ملتا ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا ہے تو اس کی نیت کے مطابق اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لئے ہے اور جو شخص دنیا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کرتا ہو یا کسی عورت کو نکاح میں لانے کے لئے ہجرت اختیار کرے تو اس کی ہجرت اسی مقصد کی خاطر سمجھی جائے گی جس کے لئے اس نے گھر بار چھوڑا۔ بعض محدثین نے اس حدیث شریف کو نصف علم کہا ہے تو معلوم ہوا کہ اسلام جس نیت کا طلب گار ہے وہ نیت وہ ہے جو خالص اور بے میل ہو۔ جس میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہو اور جس میں کسی دنیاوی غرض کا شائبہ تک نہ ہو۔ ایسی ہی نیت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔ تو ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے اس لئے ہر کام سے پہلے نیت کی درستگی اور ارادہ کی صحت ضروری ہے۔ اور ایک عمل میں کئی کئی نیتیں کی جا سکتی ہیں اور ہر نیت پر اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا اجر وثواب ہے۔ مثلاً مسجد میں جانے کا ایک عمل ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس ایک عمل میں پندرہ نیتیں ہو سکتی ہیں اور ہر نیت پر جدا اجر وثواب ملتا ہے۔ چونکہ ہر نمازی بفضلہٖ مسجد میں پانچ مرتبہ آتا ہے اس لئے مسجد میں جانے کی یہ پندرہ نیتیں قابل ذکر ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسجد کو اللہ تعالیٰ کا گھر ہونے کی نسبت حاصل ہے اس طرح مسجد میں ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے آتا ہے اور اس کی ذات عالی کریم ہے اور ہر کریم اپنے مہمان کی خاطر کرتا ہے۔ تو مسجد جاتے وقت یہ نیت کرے کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا مہمان ہونے اور اس کے گھر سے مہمانی کا حق یعنی اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل، اجر وثواب حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ (۲) دوسرے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جماعت کے انتظار کی نیت کرے کہ حدیث میں نماز کی جماعت کا انتظار کرنے والا بھی گویا نماز ہی میں ہوتا ہے۔ (۳) تیسرے اس کی نیت کرے کہ اعضائے جسمانی مسجد میں جا کر دنیا کی آلودگیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ (۴) چوتھے مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرے۔ (۵) پانچویں یہ کہ مسجد سے متعلق منقولہ دعائیں پڑھنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا موقع مل جائے۔ (۶) چھٹے یہ کہ ذکر اللہ۔ تلاوت قرآن اور وعظ ونصیحت سے مستفید ہونے کا موقع ملے حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں صبح کو ذکر ونصیحت کے لئے جانا مجاہدہ فی سبیل اللہ کے برابر ہے اور جو جماعت اللہ تعالیٰ کے گھر میں تلاوت قرآن اور پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہو اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ (۷) ساتویں یہ کہ وضو کر کے مسجد میں نماز کے لئے جانے سے حج اور عمرہ کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ (۸) آٹھویں یہ مسجد میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور علمی مذاکرہ کا موقع ملتا ہے۔ (۹) نویں یہ کہ اپنے مومن بھائیوں سے ملاقات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۱۰) دسویں یہ مومن بھائیوں کو سلام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۱۱) گیارہویں یہ کہ آخرت کی یاد تازہ کرنے اور توبہ واستغفار کے لئے مسجد میں بڑی یکسوئی ہوتی ہے۔ اس کی نیت بھی باعث اجر وثواب ہے۔ (۱۲) بارہویں یہ کہ قلبی توجہ اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۳) تیرہویں یہ کہ اپنے مسلمان بھائی کے دکھ تکلیف اور ضرورتوں کا علم ہو گا۔ (۱۴) چودھویں یہ کہ مسجد میں جمع ہونے سے اسلام کا ایک شعار زندہ ہو گا۔ (۱۵) پندرھویں یہ کہ بموجب آیت قرآنی **ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشآء والمنکر** اپنی اصلاح ہو گی۔ گویا ایک عمل میں ۱۵ نیتوں کا اجر وثواب مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کا علم اور دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور ہر عمل میں حسن نیت کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آگے طالب دنیا اور طالب آخرت دونوں کا اخروی انجام ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

(اس روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر پڑ کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝۲۲

وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے، وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان کو ملے گی، یہی بڑا انعام ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے، آپ یوں کہئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا

اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۲۳

بجز رشتہ داری کی محبت کے، اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کردیں گے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

تَرٰی تم دیکھوگے	الظّٰلِمِیْنَ ظالموں	مُشْفِقِیْنَ ڈرتے ہوں گے	مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ اس سے جو انہوں نے کمایا (اعمال) اور وہ	وَاقِعٌ واقع ہونیوالا			
بِهِمْ ان پر	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	فِيْ میں	رَوْضٰتِ باغات	
الْجَنّٰتِ جنّتوں	لَهُمْ ان کیلئے	مَّا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ۔یہی	الْفَضْلُ فضل	الْكَبِيْرُ بڑا
ذٰلِكَ یہی	الَّذِيْ وہ جس	يُبَشِّرُ اللّٰهُ اللہ بشارت دیتا ہے	عِبَادَهُ اپنے بندے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے		
قُلْ فرمادیں	لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ میں تم سے نہیں مانگتا	عَلَيْهِ اس پر	اَجْرًا کوئی اجر	اِلَّا سوائے	الْمَوَدَّةَ محبت	فِي الْقُرْبٰى قرابتداری میں۔کی	وَمَنْ اور جو
يَّقْتَرِفْ کمائے گا	حَسَنَةً کوئی نیکی	نَّزِدْ لَهٗ ہم بڑھادینگے اس کیلئے	فِيْهَا اس میں	حُسْنًا خوبی	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	شَكُوْرٌ قدردان

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی سعی اور کوشش کرے گا یعنی اللہ اور رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کے موافق چلے گا تو اسے آخرت میں اس کے کاموں کا اجر اتنا ملے گا جو اس کی محنت سے کہیں زیادہ ہوگا اور جس کی زندگی میں تمام کوشش دنیا ہی حاصل کرنے کی رہے گی اور آخرت کی طرف اس کی توجہ نہ ہوگی تو اسے تھوڑا یا بہت جتنا بھی اس کے لئے مقدر ہے دنیا مل جائے گی لیکن آخرت میں اس کی اس دوڑ دھوپ کا کوئی صلہ نہ ہوگا۔ تو پہلی حالت یعنی آخرت طلبی اہل ایمان کی بیان ہوئی تھی اور دوسری حالت یعنی دنیا طلبی کفار ومشرکین کی بیان ہوئی تھی اور یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ آج جو یہ کفار ومشرکین قیامت و آخرت کا انکار کررہے ہیں تو انہیں اس گستاخی اور تکذیب کی سزا یہیں دنیا میں مل چکی ہوتی اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی کہ اصل عذاب مجرمین کو قیامت ہی میں ہوگا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ ظالم کفار ومشرکین اپنے کرتوتوں کے نتائج سے خواہ نہ ڈریں مگر اس فیصلہ کے دن یعنی قیامت میں یہ اپنے عملوں کے ڈر سے تھرتھر کانپتے ہوں گے اور یہ ڈر وخوف ان پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ اس دن کوئی سبیل رہائی اور فرار کی نہ ہوگی اور ان کا خوف کرنا بھی سودمند نہ ہوگا۔ عذاب تو ان پر آ کر رہے گا کوئی بچا نہ سکے گا۔ اور یہ اپنے اعمال کا مزہ چکھ کر ہی رہیں گے اور ان کے برخلاف ایماندار اور نیکوکاروں یعنی مومنین صالحین جو دنیا میں اللہ پر یقین کرکے اس کی کتاب اور اس کے

رسول کے بتائے ہوئے حکموں کو مانتے تھے اور اسی بتلائے ہوئے طریقہ پر چلتے تھے ان کا یہ حال ہوگا کہ وہ امن وچین سے بہشت کے باغات میں مزے کر رہے ہوں گے۔ یہ کفار و مشرکین طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں ہوں گے اور یہ مومنین وصالحین طرح طرح کی لذتوں اور راحتوں میں ہوں گے۔ بہترین غذائیں بہترین مکانات۔ بہترین لباس' بہترین ساز وسامان جن کا یہاں دیکھنا اور سننا تو کہاں کسی انسان کے ذہن اور تصور میں بھی وہ چیزیں نہیں آسکتیں۔ پھر ان کے لئے ہر چیز جو وہ چاہیں گے اور جس کی خواہش کریں گے جنت میں موجود ہوگی۔ دنیا کے عیش جس پر کافر پھولا ہوا ہے اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ دنیا میں تو یہ بات کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی میسر نہیں کہ جونہی جو خواہش دل میں پیدا ہوئی فوراً وہ حاصل ہوگئی لیکن اہل جنت کی یہ حالت ہو گی کہ ان کو ہر نعمت میسر ہوگی۔ ادھر خواہش پیدا ہوئی ادھر وہ چیز موجود ہوگی۔ سبحان اللہ! حقیقت میں بڑا انعام اور فضل کبیر یہی ہے نہ کہ وہ جو دنیا میں عیش وعشرت موجود ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ فضل کبیر اور جنت کے انعامات جس کی بشارت اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں جو لامحالہ واقع ہو کر رہیں گے۔ یہ بشارت ان اہل ایمان کے لئے ہے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرنے والے ہیں۔ یہاں آیت مقدسہ میں فضل کبیر یعنی جنت کی جسمانی اور روحانی نعمتوں' لذتوں اور راحتوں کی بشارت اور خوشخبری ان بندوں کو دی جارہی ہے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرنے والے ہیں۔ یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ بشارت نہ صرف ایمان پر ہے اور نہ بغیر ایمان کے ظاہری نیکی کرنے والے کے لئے ہے۔ بلکہ ایمان اور عمل صالح دونوں چیزوں کو اکٹھا کرنے پر ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ قرآن پاک میں بکثرت مقامات پر آخرت کی لازوال نعمتوں کے لئے یہ دونوں شرائط یعنی ایمان اور عمل صالح بیان فرمائے گئے ہیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ جملہ بشارتیں مومنین صالحین کے لئے ہیں رہا معاملہ ان لوگوں کا جو

ایمان تو کسی درجہ میں رکھتے ہیں مگر اعمال صالحہ سے تہی دست ہیں ان کا معاملہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا اس کی مشیت ہوگی تو مغفرت ہو جائے گی ورنہ سزا برداشت کرنی ہوگی مگر ایمان کی بدولت کبھی نہ کبھی نجات مل ہی جائے گی۔ مگر جتنا زبان سے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ ایمان کی بدولت آخر جہنم سے نجات مل ہی جائے گی اتنی آسان نجات نہ ہوگی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ نے ایک حدیث ''فضائل نماز'' میں نقل فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کردے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مدار اسی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس ۳۶۰ دن کا ہوتا ہے اور قیامت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ ۸۸ لاکھ برس ہوئی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ مضمون حضرت عبداللہ بن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرما کر کہتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی ۲ کروڑ ۸۸ لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ اور کوئی وجہ زیادہ جہنم میں پڑے رہنے کی نہ ہو۔ العیاذ باللہ اور حضرت ابو اللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے۔ اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اب غور کیجئے کہ ایک فرض نماز کو قصداً اور عمداً قضا کر دینے کی قانونی سزا جو حقب جہنم میں پڑے رہنے کی فرمائی گئی جس کی مقدار ۲ کروڑ ۸۸ لاکھ برس کا زمانہ ہماری دنیا کے حساب سے ہوتا ہے۔ تو اگر کسی نے ساری زندگی نمازیں قضا کیں یا دس بیس برس یا دو چار سال یا ایک ہی دن کی ۵ فرائض قضا کیے تو اس کا کتنا طویل عرصہ جہنم میں پڑے رہنے کا بنتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہ بہر حال قانونی سزا ہے۔ جس کی معافی اللہ تعالیٰ سے اگر مانگی گئی اور اللہ تعالیٰ نے معافی

قبول فرمالی تو یہ قانونی سزا بھی معاف ہوسکتی ہے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار مکہ اور مشرکین عرب جو دور یا نزدیک آپ سے رشتہ داری اور برادری کا تعلق بھی رکھتے ہیں اور اس کے باوجود نہ صرف آپ کے ساتھ تکذیب بلکہ ظلم اذیت کا معاملہ بھی کرتے ہیں اور آپ کی بات اور آپ کا پیغام بھی سننے کے لئے تیار نہیں تو ان منکرین سے آپ یوں کہئے کہ میں اس تبلیغ دین پر اور تمہاری خیر خواہی پر کچھ تم سے طلب تو نہیں کر رہا۔ میں قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں۔ اور ابدی نجات اور فلاح کا راستہ دکھا رہا ہوں۔ یہ سب محض بوجہ اللہ ہے۔ اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی اور خاندانی تعلقات ہیں کم از کم ان کو تو نظر انداز نہ کرو۔ آخر تمہارا معاملہ اپنے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے بسا اوقات ان کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو تو کیا مجھ سے برادری اور رشتہ داری کے تعلق کا یہ حق نہیں کہ مجھ سے عداوت میں جلدی نہ کرو۔ بلکہ سادہ دل سے سہولت اور اطمینان کے ساتھ میری پوری بات تو سن لو اور اس کو میزان عقل اور دلیل صحیح سے جانچو اور اگر معقول ہو تو قبول کر لو۔ اگر کچھ شبہ ہو تو صاف کر لو۔ اور بفرض محال اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھ کو سمجھا دو اور راہ پر لے آؤ۔ غرض جو بات ہو خیر خواہی سے ہو۔ یہ نہیں کہ میری پوری بات بھی نہ سنو اور فوراً بھڑک اٹھو بلکہ سمجھ جانے پر بھی مخالفت سے باز نہ آؤ۔ اور الٹا ظلم و اذیت پر کمربستہ ہو جاؤ۔ مجھ کو اتنی آزادی تو دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ اللہ اکبر! غور کیجئے کہ یہ ایمان اور اسلام جو آج ہم ناقدروں کو مفت میں مل گیا ہے اس کی تبلیغ و دعوت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال کیسی مشقتیں۔ کتنی صعوبتیں اور کس قدر مخالفتیں برداشت فرمائی ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہی دل و جگر تھا جو ہر طرح کی قربانیاں دے کر اس اسلام کے چمن کو سرسبز و شاداب بنایا جس کو کہ آج ہم کلمہ گو ہونے کے باوجود اجاڑنے اور ویران کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی سچی قدر نصیب فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لگائے ہوئے چمن کی حفاظت اور خبرگیری کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہ بات بیچ میں اضطراراً آ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے اوپر جو تلقین فرمائی گئی اس کے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ انسان بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی کو بڑھاتا ہے آخرت میں تو اجر و ثواب کے اعتبار سے اور دنیا میں نیک خوئی اور نیک نامی عطا فرما کر اور ایسے آدمی کی لغزشوں کو بھی معاف فرماتا ہے اور اس کی نیکی کا بڑا قدردان ہوتا ہے۔ یہاں یہ مضمون شاید اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ اوپر جو تلقین فرمائی گئی تھی جس سے قرابت کی محبت و تعلق مطلوب تھا اور جس کا حاصل ظلم اور ایذا سے روکنا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا کہ جو زائد نیکی اور بھلائی دکھلائے تو وہ خوب سمجھ لے کہ خدا بڑا قدردان ہے وہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا بلکہ بڑھاتا ہی رہتا ہے۔

اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کا مضمون بیان فرما کر منکرین کو کفر و شرک سے توبہ کرنے اور ایمان لے آنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے، سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے، اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے

الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ

اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کیا کرتا ہے، وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے

التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ

اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے۔ اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾

جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے۔ اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے۔

اَمْ کیا	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰی اس نے باندھا	عَلَی اللّٰہِ اللہ پر	کَذِبًا جھوٹ	فَاِنْ سو اگر	یَّشَاِ اللّٰہُ چاہتا اللہ	یَخْتِمْ وہ مہر لگا دیتا
عَلٰی قَلْبِکَ تمہارے دل پر	وَیَمْحُ اور مٹاتا ہے	اللّٰہُ اللہ	الْبَاطِلَ باطل	وَیُحِقُّ اور ثابت کرتا ہے	الْحَقَّ حق	بِکَلِمٰتِہٖ اپنے کلمات سے	
اِنَّہٗ بیشک وہ	عَلِیْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کی باتوں کو	وَھُوَ اور وہی	الَّذِیْ یَقْبَلُ جو قبول فرماتا ہے	التَّوْبَۃَ توبہ		
عَنْ عِبَادِہٖ اپنے بندوں سے	وَیَعْفُوْا اور معاف کردیتا ہے	عَنِ سے۔کو	السَّیِّاٰتِ برائیاں	وَیَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو		
وَیَسْتَجِیْبُ اور قبول کرتا ہے	الَّذِیْنَ وہ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَ اور	عَمِلُوا انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	وَیَزِیْدُھُمْ اور ان کو زیادہ دیتا ہے	
مِنْ فَضْلِہٖ اپنے فضل سے	وَالْکٰفِرُوْنَ اور کافروں	لَھُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	شَدِیْدٌ سخت			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات سے کفار و مشرکین کی مذمت اور کفر و شرک کے رد میں مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ کفار مکہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر طرح طرح کے الزامات اور تہمتیں لگاتے وہیں۔ ایک تہمت یہ بھی لگاتے کہ (معاذ اللہ) یہ کلام جس کو قرآن کہہ کر پیش کرتے ہیں اس کو خود بنا کر جھوٹ موٹ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ کفار کے اس الزام کی تردید میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر بفرض محال ان کفار کا خیال ٹھیک ہوتا اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلام آپ نے ان کے کہنے کے مطابق خود گھڑا ہوتا اور اللہ کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کیا ہوتا تو کیا اللہ کی غیرت اس کو برداشت کرتی؟ اللہ کو تو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے یعنی خدانخواستہ اگر آپ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے یا خدا کی طرف غلط بات منسوب کرتے تو وہ خدا تو اس پر قادر تھا کہ سلسلہ وحی کا بند ہو جاتا بلکہ پہلے دیا ہوا کلام بھی سلب کر لیا جاتا مگر واقع میں چونکہ ان کا الزام قطعاً کذب و افترا ہے اس لئے محض ان بدبختوں کی قدر ناشناسی اور طعن و تشنیع کی بنا پر یہ فیض وحی منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک اللہ اس کو جاری رکھے گا اور اپنی باتوں سے عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر کے رہے گا۔ اس وقت سب کو صاف کھل جائے گا کہ فریقین میں جھوٹا اور مفتری

کون ہے۔ اللہ کی عادت یونہی ہے کہ وہ باطل کو مٹایا اور حق کو غلبہ دیا کرتا ہے۔ سچ تو سچ ہی ہے گو کوئی اسے لاکھ جھوٹ سمجھے چنانچہ ایک وقت آئے گا کہ یہ منکرین و مکذبین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ جھوٹ غارت ہوا اور سچ کا بول بالا ہوا۔ انہیں جلدی واقعات سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کلام جسے ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سنا رہے تھے بالکل سچ اور درست تھا اور واقعی اللہ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا تھا کیونکہ جو کچھ اس میں کہا گیا تھا وہ رفتہ رفتہ بالکل سچ ثابت ہوتا چلا جائے گا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے جھوٹے الزامات کی ذرہ برابر پروہ نہ کیجئے اور اپنا کام کئے جایئے۔ اللہ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ الزامات آپ پر کیوں لگائے جا رہے ہیں اور اس کے پیچھے ان منکرین کی کیا غرض اور نیت کام کر رہی ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اللہ اس سے خوب واقف ہے کیونکہ وہ ہر ایک کی دل کی چھپی ہوئی بات بھی خوب جانتا ہے۔ اب چونکہ کفار و مشرکین کی اس مذمت سے مقصود یہی ہے کہ وہ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور ایمان لے آویں اس لئے آگے توبہ کی برکت اور ایمان کی فضیلت بیان فرمائی جاتی ہے اور جو اس پر بھی کفر و شرک پر مصر رہیں تو انہیں وعید بھی سنائی جاتی ہے۔ یعنی منکرین کو جتلایا جاتا ہے کہ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ اور کفر و شرک سے سچی توبہ کر کے اسلام لے آؤ۔ وہ خدا ایسا رحیم و کریم ہے کہ توبہ کرنے والے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس توبہ کی برکت سے تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سب کو جانتا ہے پس اس کو یہ بھی خبر ہے کہ توبہ خالص اور سچی کی ہے یا نہیں۔ مطلب یہ کہ تم کو خالص توبہ کرنا چاہئے اور جب کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے تو تمہارے اعمال جو پہلے مقبول نہ ہوتے تھے اب مقبول ہونے لگیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عبادت قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ ان کی طاعات کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور جس قدر اجر و ثواب کے وہ عام ضابطہ سے مستحق ہوں اپنے فضل سے اس سے کہیں زائد مرحمت فرماتا ہے۔ اور اس پر بھی جو کفر سے تائب نہ ہوئے اور مرتے دم تک رجوع اور توبہ کی توفیق میسر نہ ہوئی تو پھر ان کے لئے سخت عذاب مقرر ہے۔

ان آیات میں جب کہ ایک کافر و مشرک کو بھی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری دی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ ایک کلمہ گو اور مومن گو وہ کیسا ہی عاصی اور گناہ گار اور نافرمان کیوں نہ رہا ہو اس کی توبہ تو بدرجہ اولیٰ لائق قبولیت ہوگی۔ بشرطیکہ سچی توبہ ہو۔ قرآن پاک میں بہت سے مواقع پر اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بکثرت سچی توبہ کی قبولیت کی بشارت دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی وہ گویا بے گناہ ہو گیا۔ حق تعالیٰ کو بندہ کی سچی توبہ سے جتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ ایک حدیث شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ''اگر کوئی شخص کسی بے آب و گیاہ اور دہشت ناک جنگل میں پہنچ جائے اور اس کو سواری مع کھانے پینے کے سامان کے جو اس پر رکھا ہوا تھا گم ہو جائے اور اس کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا تھک جائے اور آخر میں اس وجہ سے کہ سواری کے بغیر نہ جنگل سے باہر نکل سکتا ہے اور نہ توشہ کے بغیر فاقہ کی موت سے جان بچا سکتا ہے زندگی سے مایوس ہو جائے کہ نہ پیدل چلنے کی طاقت ہے اور نہ وہاں آب و دانہ میسر آنے کی امید اس لئے مایوس ہو کر کسی درخت کے نیچے آ لیٹے اور اپنے ہاتھ پر سر رکھ کر اس فکر میں ڈوبا ہوا سو جائے کہ اب موت آیا

چاہتی ہے اور پھر دفعتہً اس کی آنکھ کھل جائے اور وہ دیکھے کہ اس کی کھوئی ہوئی سواری اس کے پاس کھڑی ہے اور کھانے پینے کا سامان جو اس پر لدا ہوا تھا وہ بجنسہٖ موجود ہے تو اس کی ایسی حالت میں اپنی زندگی سے ناامید ہونے کے بعد سرمایہ حیات ہاتھ لگنے کی وجہ سے جتنی خوشی دفعتہً حاصل ہوگی اس سے زیادہ حق تعالیٰ کو اس وقت خوشی ہوتی ہے جب بندہ اس کی جانب رجوع کرتا اور اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے''۔ مگر یہاں توبہ کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا جائے کہ گذشتہ گناہ پر خوف وندامت ہو اور جس گناہ میں مبتلا تھا اس کو فوراً چھوڑ دینے کا عزم اور اس سے آئندہ پرہیز کرنے کا قصد مصمم ہو اور اس کے ساتھ ہی جہاں تک ہو سکے گذشتہ تقصیر وکوتاہی کا تدارک کرے۔ جب ماضی۔ حال اور مستقبل تینوں زمانہ کے متعلق توبہ کا یہ ثمرہ پیدا ہو تو وہ توبہ کامل ہے۔ نہ کہ محض زبان سے استغفار یا توبہ توبہ کہنا۔ روایات میں ہے کہ مدینہ کی مسجد مبارک میں ایک بار کوئی اعرابی آیا اور نماز پڑھ کر اس نے معمول کے موافق بار بار کہا الٰہی میں تجھ سے توبہ استغفار کرتا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے زبان سے جلدی جلدی استغفار کرنا جھوٹے آدمیوں کی توبہ ہوتی ہے۔ اس نے عرض کیا یا امیر المومنین پھر توبہ کیسی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ چھ باتیں ہوں تو توبہ ہوتی ہے۔

۱- گذشتہ گناہوں پر ندامت وشرمندگی۔

۲- ترک شدہ فرائض کی دوبارہ ادائیگی۔

۳- اگر کسی بندہ کا حق تائب کے ذمہ ہو تو اس کی واپسی

۴- دل نے گناہ کا جو مزہ اٹھایا اسکے عوض نیکی کی تلخی اسکو چکھائی جائے۔

۵- جس طرح بدکاری نے اسے موٹا کیا تھا اسی طرح نیکی کر کے اسکو پگھلایا جائے۔

۶- گناہ میں غافل ہو کر جتنا ہنسا تھا اب اتنا ہی روئے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسی ہی سچی توبہ نصیب فرمائیں۔

الغرض شروع سورۃ میں توحید کا مضمون تھا۔ پھر اس کی تاکید اور اس کی دلیل اور تائید تھی اور اسی سلسلہ میں کفر وشرک کی مذمت اور ان کے رد کا بیان ہوا اب آگے اسی توحید کے اثبات میں حق تعالیٰ اپنے بعض صفات وافعال کا اظہار فرماتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں آخرت کا طالب بنا کر زندہ رکھیں اور اس دنیا میں جو کچھ مال دولت ساز وسامان حق تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اس کو آخرت کی کمائی کا ذریعہ بنائیں۔ یا اللہ! اس غفلت اور بے دینی سے ان کو چھٹکارا نصیب فرمادے۔ دنیا کی محبت ان کے دلوں سے دور فرمادے اور آخرت کا فکر نصیب فرمادے۔

یا اللہ! جو اجر وثواب آپ نے آخرت میں اپنے صالح بندوں کے لئے رکھا ہے اس کا حریص بنادے۔

آخرت کے خسران اور ناکامی سے بچالے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ

اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی فراخ کردیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے، لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب) سے (ہر ایک کیلئے) اتارتا ہے، وہ اپنے

بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ

بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ اور وہ

الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ

کارساز قابل حمد ہے۔ اور منجملہ اس (کی قدرت) کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے آسمان وزمین میں پھیلا رکھے ہیں،

وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

اور وہ اُن (خلائق) کے جمع کر لینے پر بھی جب وہ چاہے قادر ہے۔

وَلَوْ اور اگر	بَسَطَ اللّٰهُ کشادہ کردیتا اللہ	الرِّزْقَ رزق	لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کیلئے	لَبَغَوْا تو وہ سرکشی کرتے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلٰكِنْ اور لیکن
يُّنَزِّلُ وہ اتارتا ہے	بِقَدَرٍ انداز ے سے	مَّا يَشَآءُ جس قدر وہ چاہتا ہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	خَبِيْرٌۢ باخبر	بَصِيْرٌ دیکھنے والا
وَهُوَ اور وہی	الَّذِيْ وہ جو	يُنَزِّلُ نازل فرماتا ہے	الْغَيْثَ بارش	مِنْۢ بَعْدِ بعد	مَا قَنَطُوْا جب وہ مایوس ہوگئے	وَيَنْشُرُ اور پھیلاتا ہے
رَحْمَتَهٗ اپنی رحمت						
وَهُوَ اور وہی	الْوَلِيُّ کارساز	الْحَمِيْدُ ستودہ صفات	وَمِنْ اور سے	اٰيٰتِهٖ اسکی نشانیاں	خَلْقُ پیدا کرنا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں
وَالْاَرْضِ اور زمین						
وَمَا اور جو	بَثَّ اس نے پھیلائے	فِيْهِمَا ان کے درمیان	مِنْ دَآبَّةٍ چوپائے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰي جَمْعِهِمْ ان کے جمع کرنے پر	
اِذَا يَشَآءُ جب وہ چاہے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا					

تفسیر وتشریح:۔ اس سورۃ کی ابتداہی سے توحیدی مضمون شروع ہوا تھا اور پھر توحید کے دلائل دے کر اس کی تاکید اور شرک وکفر کا رد فرمایا گیا تھا اور اسی توحید کے سلسلہ میں شروع سورت سے یہاں تک اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اور افعال بیان فرمائے گئے۔ ابتدائی آیت میں فرمایا گیا اللہ العزیز الحکیم اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ پھر چوتھی آیت میں فرمایا گیا وھو العلی العظیم وہی سب سے برتر عظیم الشان ہے پھر پانچویں آیت میں فرمایا گیا ھو الغفور الرحیم وہ معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے پھر نویں ۹ آیت میں فرمایا گیا ھو الولی وھو یحی الموتیٰ وھو علیٰ کل شیء قدیر۔ اللہ ہی کارساز ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ گیارھویں آیت میں فرمایا گیا فاطر السموٰت والارض وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا لیس کمثلہ شیء کوئی چیز اس کے مثل نہیں۔ پھر فرمایا وھو السمیع البصیر وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔ پھر بارھویں ۱۲ آیت میں فرمایا انہ بکل شیء علیم۔ بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔ پھر انیسویں آیت میں فرمایا وھو القوی العزیز وہ قوت والا اور زبردست ہے۔ پھر ۲۳ ویں آیت میں فرمایا ان اللہ غفور شکور بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے۔ پھر ۲۴ ویں آیت میں فرمایا انہ علیم بذات الصدور وہ دلوں کی باتیں جاننے والا ہے پھر ۲۵ ویں آیت میں فرمایا وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات ویعلم ما تفعلون وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے اور تمام

گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے۔
غرض کہ شروع سورۃ سے یہاں تک توحید کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اور افعال بیان کئے گئے۔ اسی سلسلہ میں ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت حکمت اور اس کے آثار کو بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تونگر بنا دے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جائے۔ ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان و سرکشی اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچاتے اور فتنہ فساد برپا کرتے۔ نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ اس کی مخلوق کو خاطر میں لاتے۔ جتنا دیا جاتا اتنا ہی حرص اور بڑھتی۔ اب بھی عموماً خوش حال لوگوں میں یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ جتنا بھی ان کے پاس آجائے اس سے زیادہ ہی کے طالب رہتے ہیں اور کوشش اور تمنا یہی ہوتی ہے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ اگر اپنے سب بندوں کو غنی بنا دیتا تو لوگ ملک میں فساد برپا کر دیتے اور معاشرہ انسانی کا نظم قائم نہ رہتا کیونکہ جب سب مالدار ہوتے تو کوئی کسی کا کام نہ کرتا اور کسی کو کسی سے دبنے کی ضرورت نہ رہتی۔ یہ صنعت و حرفت۔ زراعت۔ ملازمت۔ تجارت وغیرہ سب کچھ انسانی طبقات کے مختلف المعاش ہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر مال و دولت کی کثرت عموماً فسق و فجور۔ اللہ کی نافرمانی عیش پرستی۔ راحت پسندی اور طرح طرح سے معصیت کے سامان لاتی ہے۔ بہر حال دنیا کو بحالت موجودہ جس نظام پر چلانا ہے اس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ غنا اور مالداری عام نہ کی جائے بلکہ ہر ایک کو اس کی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو جانچ تول کر دیا جائے اور یہ خدا ہی کو خبر ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت اصلح ہے کیونکہ اللہ سے بڑھ کر اپنے بندوں کی مصلحتوں۔ صلاحیتوں اور استعدادوں کا جاننے والا اور ان کے احوال و اعمال پر نظر رکھنے والا اور کون ہوگا۔ وہ ہر بندہ کو اس کے ظرف۔ ضرورت اور مصلحت کے لائق ہی روزی دیتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت اور بہتری مالداری میں ہے۔ اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دین داری سے بھی جاتے رہیں گے اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے اگر وہ مال حاصل کر لیں اور تونگر ہو جائیں تو اپنا دین کھو بیٹھیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح رزق اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اسی طرح اسباب رزق بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ بعض مرتبہ ظاہری اسباب و حالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ باران رحمت نازل فرماتا ہے اور اپنی مہربانی کے آثار و برکات چاروں طرف عالم میں پھیلا دیتا ہے غرض کہ سب کام اسی کے اختیار میں ہیں اور جو کچھ وہ کرے عین حکمت و صواب ہے کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اسی کی ذات میں جمع ہیں اور ہر قسم کی کارسازی۔ امداد و اعانت وہیں سے ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطابؓ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ امیر المومنین قحط سالی ہوگئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا جاؤ اب بارش انشاءاللہ ضرور ہو گی اور پھر یہی آیت تلاوت فرمائی **وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا** اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ منجملہ قدرت کی نشانیوں کے آسمانوں کا زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے زمین و آسمان میں پھیلا رکھے ہیں پیدا کرنا ہے اور باوجود ان سب کو پھیلا دینے کے ان کو جمع کرنا چاہے تو اس وقت وہ ان کو اکٹھا کرنے پر بھی پوری قدرت رکھتا ہے چنانچہ وہ قیامت میں سب کو اکٹھا کرے گا۔

یہاں ان آیات میں ایک تو صراحت اس بات کی ہے کہ رزق تمام بندوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنا مقدر اور مقرر جس کے لئے فرمایا ہے وہی اترتا ہے۔ رزق کی کمی زیادتی یہ بالکل قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ ''منصوبہ بندی'' جیسی تحریکات سے ملک والوں کا رزق بڑھ جائے گا اور اس پر عمل درآمد نہ کرنے سے ملک والوں کا رزق گھٹ جائے گا اور فاقہ کشی کی نوبت آ جائے گی اس کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ ایں خیال است محال است وجنوں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیا کے تمام انسانوں کا مال ودولت میں مساوی اور برابر ہونا نہ ممکن ہے۔ نہ مطلوب ہے اور نہ نظام عالم کو چلانے اور عدل وانصاف کو قائم رکھنے کی مصلحتیں اس کا تقاضا کرتی ہیں۔ دنیا کا نظام معیشت قدرت خداوندی نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اپنی حکمت سے دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ یہاں ہر شخص کی ضروریات وحاجات دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہر شخص اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے نظام معیشت میں تفاوت رکھا تا کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کام لے سکے۔ اگر سب کی آمدنی برابر ہوتی تو کوئی کسی کا کام کیوں کرتا۔ لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آمدنی اور مال ودولت میں مساوات' نہ عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔ نہ عملاً یہ صورت کہیں قائم ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اور نہ یہ اسلام کو مطلوب ہے۔

تیسری بات یہاں یہ سمجھائی گئی کہ کوئی جاندار آسمان یا زمین میں خدا کے قابو سے باہر نہیں اور سب کو زندہ ہو کر قیامت میں اس کے سامنے حاضر ہونا ہے تو کتنا کم عقل ہے وہ انسان جو اللہ کے احکام سے دنیا میں سرتابی کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ خدا کی دسترس سے باہر ہو جائے گا یا کوئی مدد کرنے والا اس کی مدد کر سکے گا اور اس کو خدا کی گرفت اور سزا سے بچا لے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار۔ اب جس طرح نعمت رزق اور روزی کے معاملہ میں حق تعالیٰ نے اپنی صفت حکمت کا بیان ان آیات میں فرمایا اسی طرح انسانوں کو جو سختی ومصیبت پیش آتی ہے اس کا نزول بھی خاص اندازہ اور اسباب وضوابط کے ماتحت ہوتا ہے۔ جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنا صابر وشاکر بندہ بنا کر رکھیں۔ دنیا میں اپنے فضل سے جو رزق ہم کو عطا فرمائیں اس سے اپنی طاعت وفرمانبرداری کے حصول کی سعادت نصیب فرمائیں۔ اور مال ودولت کے فتنوں سے ہم کو محفوظ رکھیں۔

یا اللہ اپنی کارسازی پر ہم کو ایمان کامل اور یقین محکم نصیب فرما اور اپنی شان کارسازی سے ہمارے دین ودنیا کے تمام معاملات کو درست وراست فرما دے اور ہر حال میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما دے

یا اللہ! آپ اپنے بندوں کے خالق ورازق ہیں۔ آپ ہی اپنے بندوں کے مصالح کو خوب جانتے ہیں اس لئے امیری یا غریبی جس حال میں جس کو رکھا ہے آپ کی مشیت ومصلحت پر مبنی ہے۔ یا اللہ! مال ودولت کے فتنہ سے جو طرح طرح سے آپ کی نافرمانی کے سامان لاتے ہیں' ہمیں اپنی رحمت سے بچا لیجئے اور جو مال ودولت آپ ہم کو عطا فرمائیں اس سے اپنی مرضیات کے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری آخرت کا سامان اور مغفرت کا ذریعہ بنا دیجئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ

اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگذر ہی کردیتا ہے۔ تم زمین میں

بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ

(پناہ لے کر اس کو) ہرا نہیں سکتے، اور خدا کے سوا تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں۔ اور منجملہ اس کی نشانیوں کے

الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ

جہاز ہیں سمندر میں جیسے پہاڑ۔ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (بحری جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جاویں،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر شاکر کیلئے۔ یا ان جہازوں کو ان کے اعمال کے سبب تباہ کردے اور بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاوے۔

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

اور ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ ان کیلئے کہیں بچاؤ نہیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ اور جو پہنچی تمہیں	مِنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت	فَبِمَا تو اس کے سبب جو	كَسَبَتْ کمایا	اَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھوں		
وَيَعْفُوْا اور وہ معاف فرمادیتا ہے	عَنْ كَثِيْرٍ بہت سے	وَمَآ اور نہیں	اَنْتُمْ تم	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	
وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مِنْ وَّلِيٍّ کوئی کارساز	وَ اور	لَا نَصِيْرٍ نہ کوئی مددگار	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اس کی نشانیوں سے	
الْجَوَارِ جہاز	فِي الْبَحْرِ سمندر میں	كَالْاَعْلَامِ پہاڑوں جیسے	اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے	يُسْكِنِ وہ ٹھہرادے	الرِّيْحَ ہوا	فَيَظْلَلْنَ تو وہ رہ جائیں
رَوَاكِدَ کھڑے ہوئے	عَلٰى ظَهْرِهٖ اس کی پیٹھ (سطح) پر	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بیشک اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنیوالے کیلئے		
شَكُوْرٍ شکر کرنیوالے	اَوْ یا	يُوْبِقْهُنَّ وہ انہیں ہلاک کردے	بِمَا كَسَبُوْا ان کے اعمال کے سبب	وَيَعْفُ اور (یا) معاف کردے	عَنْ كَثِيْرٍ بہتوں کو	
وَيَعْلَمَ اور جان لیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیات میں	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے	مِنْ کوئی	مَّحِيْصٍ خلاصی

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں رزق کی تقسیم تمام تر قبضہ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خبیر و بصیر ہے۔ وہ اپنے بندوں کے احوال و مصالح کو جاننے والا اور دیکھنے والا ہے اس لئے جتنا رزق جس کے لئے اس کی مشیت میں مناسب ہوتا ہے اتنا ہی اتارا جاتا ہے۔ انسانی تدابیر جو ظاہری اسباب کے درجہ میں رزق کے کمی وزیادتی کا سبب ہو سکتی ہیں سب اسی مشیت الٰہیہ کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ رزق کی طرح اسباب رزق بھی مثل بارش وغیرہ یہ بھی سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ جیسے روزی حق تعالیٰ بندوں کو ایک خاص اندازہ سے عطا کرتا ہے اسی طرح بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں مرحمت فرماتا ہے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جیسے نعمتیں یعنی رزق و روزی ایک خاص اندازہ سے دی جاتی ہیں اسی طرح مصائب کا نزول بھی خاص اسباب وضوابط کے ماتحت ہوتا ہے

مثلاً انسانوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا جیسے بعض اوقات ماں کی بد پرہیزی شیر خوار بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے یا کبھی کبھی ایک محلہ والے یا شہر والوں کی بد تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ یا شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لیجئے۔ گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت سے گناہوں سے درگذر کرتی ہے۔ اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس باقی نہ رہتا جیسا کہ قرآن پاک میں ۲۲ ویں پارہ سورہ فاطر میں ارشاد ہے ولو یؤاخذ الله الناس بما کسبوا ما ترک علیٰ ظهر ها من دآبة اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب فوراً دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا۔ اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے۔ کہ آیت کے عموم سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ہر مصیبت ذنوب یعنی گناہ ہی سے آتی ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر بڑی بڑی بلائیں اور مصیبتیں آئی ہیں اور ان کا گناہوں سے پاک ہونا معلوم ہے۔ تو حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہاں خطاب عام نہیں بلکہ صرف اہل ذنوب مخاطب ہیں۔ دوسرے یہ کہ انبیاء پر جو بلائیں آئیں۔ وہ گو صورۃً مصیبت ہیں مگر معناً و حقیقتاً مصیبت نہیں۔ بلکہ وہ نعمتیں ہیں۔ کہ وہ ان سے پریشان نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے علوم واحوال و مدارج قرب میں اس سے ترقی کا مشاہدہ کر کے اس پر راضی رہتے ہیں۔ تو یہاں

آیت میں گناہ گاروں کے گناہ کی پاداش میں جو مصیبت آتی ہے اس کا بیان ہے اور نیکوں پر آئی ہوئی تکلیف اور مصیبت ان کے لئے سزا نہیں بلکہ کفارہ ہوتی ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مومن بندہ کو جو سختی اور تکلیف پہنچتی ہے۔ یا فکر و اندوہ آتا ہے اللہ اس کو مومن کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی لگتا ہے تو اللہ اس کی کسی نہ کسی خطا کا کفارہ بنا دیتا ہے''۔ رہے وہ مصائب جو اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کے لئے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کوئی مومن برداشت کرتا ہے۔ تو وہ اللہ کے یہاں ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے۔ کہ صابر بندوں کو صبر کے عوض آخرت میں جو نعمتیں و مرتبے عنایت ہوں گے ان کو دیکھ کر عافیت میں زندگی گذارنے والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں اللہ کے لئے قینچی سے ہماری بوٹیاں کاٹی جاتیں۔ تو یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے گناہ گارو تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے۔ اور بہت سی باتیں تو اللہ تعالیٰ درگذر ہی کر دیتا ہے۔ اور محض اپنی مہربانی سے معاف کر دیتا ہے ورنہ جس جرم پر سزا دینا چاہے مجرم بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا اور نہ اللہ کی پکڑ سے بچ سکتا ہے اور نہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا حمایت اور امداد کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔ آگے اللہ کی قدرت کے دلائل اور نشانیوں میں سے سمندر میں جہازوں کا چلنا اور تیرنا بیان فرمایا گیا ہے کہ جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوتے ہیں۔ سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں اللہ نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے اور بادبانی جہاز جو اس زمانہ میں رائج تھے۔ ہوا کے

ذریعہ سے چلتے اور ادھر ادھر جاتے۔ تو ان بادبانی جہازوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے اور بادبان بے کار ہو جائیں اور کشتیاں و جہاز رک کر کھڑے ہو جائیں۔ غرض پانی اور ہوا سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔ تو ایک وہ انسان جو سختیوں میں صبر اور راحت و آسانیوں میں خدا کے شکر کا عادی ہو وہ ربّ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانیوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں اور بادبان جہازوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسے جہاز کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے یا اگر وہ چاہے تو اسی موافق ہوا کو ناموافق اور تند و تیز طوفان بنا دے جس سے کشتی اور جہاز سنبھالے نہ سنبھل سکے اور یونہی سرگشتہ و حیران ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں تو یہ اسی کا لطف و کرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں سمندر میں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں و جہازوں کے ذریعہ انسان طے کرتا ہے ورنہ ان جہازوں کی تباہی کے وقت ان لوگوں کو بھی جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ اب ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں اور خدائی گرفت سے نکل بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اب گذشتہ آیات سے جو دنیا طلبی کی مذمت اور طلب آخرت کی ترغیب اور رزق کے کمی زیادتی کی حکمت بیان ہوئی اور ان آیات میں گناہوں کی شامت و مضرت کا جو بیان ہوا ان سب سے کیا نتیجہ نکلا اور کیا ثابت ہوتا ہے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہماری دن رات کی تقصیرات وسیئات سے درگذر فرمائیں۔ ہمارے ظاہری و باطنی گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرماویں۔ اے کریم رب ہماری بداعمالیوں پر دارو گیر نہ فرمائیے۔ اور ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

اے اللہ! آپ ہر حال میں ہمارے حامی اور مددگار رہئے۔ اور آپ کی نصرت و حمایت سے ہمارے دین و دنیا کے سارے کام درست و راست ہو جائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنا صابر و شاکر بندہ بن کر رہنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

سو جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کیلئے ہے اور جو (اجر وثواب آخرت میں) اللہ کے یہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائدار وہ ان لوگوں

وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾

کیلئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ پس جو کچھ دی گئی تمہیں	مِنْ شَیْءٍ کوئی شے	فَمَتَاعُ تو فائدہ	الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیاوی زندگی	وَمَا اور جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس
خَیْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰی اور ہمیشہ باقی رہنے والا	لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے	وَعَلٰی رَبِّهِمْ اور اپنے رب پر وہ	یَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا کہ طالب دنیا کی دنیا میں تو حرص تمنا پوری نہیں ہوتی اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور طالب آخرت کو اجر وثواب بڑھا کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں زیادہ مال دولت کا انجام بالعموم اچھا نہیں اکثر اس سے خدا کی نافرمانی اور دنیا میں فتنہ فساد ہی ہوتا ہے۔ یہ سب سنا کر انسانوں کو متنبہ کیا گیا تھا کہ مطلوب و مقصود بنانے کے لائق دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔

اب دنیا کی زندگی اور اس کے مال ودولت کی حقیقت اور فلسفہ کو بتلایا جاتا ہے کہ جس کے غرور میں انسان خدا سے سرکشی کرتا ہے اور جس کے تلف ہو جانے یا نہ ملنے پر کیسا بے چین ہوتا ہے۔ ساتھ ہی دنیا کی زندگی کا آخرت کی زندگی سے مقابلہ وموازنہ فرمایا جاتا ہے تاکہ آدمی دنیا یا آخرت کے مطلوب ہونے پر فیصلہ کرے اور زندگی کے مقصود کو سمجھے۔ انسانوں کا ایک طبقہ ایسا ہے کہ جس کے نزدیک جو کچھ ہے بس یہی دنیوی زندگی ہے۔ تکلیف ہو یا راحت ۔ ذلت ہو یا عزت ۔ ناداری ہو یا زرداری۔ اس کے نزدیک جو کچھ اس دنیا کی زندگی میں حاصل ہو بس یہی ہے آگے کچھ نہیں۔ ایسے دنیا کے پجاری اور آخرت کے منکر کے نزدیک انسان نام ہے صرف پیٹ کا۔ پیٹ میں روٹی ۔ بدن پر بوٹی ۔ برق رفتار موٹر۔ اونچی کوٹھی ۔ رقص وسرود کی محفلیں ۔ عیش ونشاط کے جلسے۔ نوکر چاکر حشم خدم اس کا مقصود حیات ہے اور اس کے خیال میں جس کے پاس یہ نہیں وہ بدنصیب ہے۔ ذلیل وخوار ہے۔ زمین کی پشت پر بار ہے۔ قابل شمشیر ودار ہے۔ اس کی نظر میں جائز وناجائز اور حلال وحرام کی بحث بے سود ہے بلکہ تباہ کن قید ہے۔ اس کے مقابل ایک دوسرا طبقہ انسانوں کا وہ بھی ہے جو اس دنیا کی زندگی کو فانی اور اس کے مال ومتاع کو حقیر جانتا ہے اس کے لئے اس میں کوئی کشش نہیں اور وہ اس دنیا کی زندگی کو آئندہ زندگی کے رنج وراحت کا سبب جانتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ جیسا یہاں بویا جائے گا۔ آگے ویسا ہی کاٹا جائے گا۔ اس لئے وہ دنیوی زندگی میں ایسے اعمال وضوابط کو اختیار کرتا ہے جو اگلی زندگی میں اس کے لئے سودمند اور ایسے اطوار وافکار سے بچتا ہے جو آگے اس کو تباہ کرنے والے ہوں۔ تو ہر طبقہ ایک نظریہ کا قائل ہے اور اپنے عقیدہ ونظریہ کے موافق زندگی دنیا میں گذار رہا ہے۔ تو ایک نظریہ کی تردید اور دوسرے نظریہ کی تصدیق میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو! دنیا کی چیزوں میں سے جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض چند روزہ دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے۔ یعنی یہ مال دولت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر آدمی پھول جائے اور چند روزہ زندگانی اور عیش فانی پر مغرور ہو جائے۔ بڑی سے بڑی دولت بھی جو کسی شخص کو دنیا میں ملی ہے وہ ایک عارضی اور تھوڑی سی ہی مدت کے لئے ملی ہے۔ کچھ عرصہ میں اس کو برت لیتا ہے اور پھر سب کو چھوڑ کر دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہو جاتا ہے۔ اور خاتمہ عمر کے ساتھ اس مال ودولت کا بھی گویا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تو اس فنا پذیر نا قابل اعتماد اور قریب الزوال ساز

وسامان پر ریجھنا اور اس پر غرور وتکبر کرنا اور اس پر بھروسہ کرنا اور اس سے دل لگانا انسان کی حماقت ہے۔ ہاں جو ساز وسامان۔ جو دولت۔ جو عیش وآرام۔ جو اجر وثواب۔ جو جزا۔ جو نعمت اللہ کے ہاں ہے وہ اپنی نوعیت اور کیفیت کے لحاظ سے بھی دنیا کے عیش وآرام اور مال دولت سے بہتر ہے اور اعلیٰ درجہ کی ہے اور پھر وقتی اور عارضی بھی نہیں بلکہ ابدی اور لازوال ہے۔ نہ اس میں کسی طرح کی کدورت ہوگی نہ فنا اور زوال کا کھٹکا ہوگا اور بے مشقت حاصل ہوگی۔ تو کجا عالم قدس کی چیزیں اور کجا اس عالم خسیس کی چیزیں۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ وہ باقی یہ فانی۔ وہاں کی جوانی اور حسن دائمی۔ وہاں کے اسباب معیشت ابدی۔ مگر یہ اخروی نعمتیں کس کے لئے ہوں گی؟ کیا وہ آخرت کی نعمتیں دنیا کے دولت مند کافروں کو ملیں گی۔ یا مومن اور غیر مومن دونوں ان میں شریک ہوں گے یا صرف اہل ایمان کیلئے وہ مخصوص ہوں گی اور اہل ایمان میں سے بھی کن صفات اور کن خصائل کے لوگوں کو دینے کا قطعی وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے بیان فرمائی جاتی ہے جو اس رکوع کے اخیر تک بیان ہوتی چلی گئی ہے۔

پہلی اور دوسری صفت جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے وہ للذین امنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون فرمائی۔ یعنی اللہ کے پاس کی آخرت کی نعمتیں ان کے لئے ہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ وتوکل رکھے۔ پہلی صفت للذین امنوا یعنی جو ایمان لے آئے فرمائی۔ اس میں اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لانا۔ اللہ کے فرشتوں پر یمان لانا۔ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔ اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا۔ اللہ کی تقدیر پر ایمان لانا۔ اللہ کے احکام پر ایمان لانا۔ اللہ کے اوامر ونواہی پر ایمان لانا سب شامل ہیں۔ تو پہلی صفت آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے ایمان کی بتلائی گئی۔ دوسری صفت ایمان کے بعد توکل کی فرمائی جو جمیع حسنات کا اصل اصول ہے۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ جہاد۔ صدقہ۔ خیرات وغیرہ سب حسنات توکل ہی پر مبنی ہیں کہ ان سب پر اللہ ہی پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی جزائے خیر دے گا۔ آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے ایمان کے بعد ضروری وصف توکل بیان فرمایا گیا اس لئے توکل کی صحیح تشریح بھی سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ جاہلوں کا تو خیال ہے کہ توکل محنت۔ مزدوری اور کسب کے چھوڑ دینے کا نام ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بے کار بن کر بیٹھ جائے۔ اگر بیمار ہو تو دوا علاج نہ کرے۔ اور بے سوچے سمجھے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا کرے۔ کہیں آگ میں گھس جائے اور کہیں شیر کے منہ میں ہاتھ دے دے تب متوکل کہلائے تو یہ خیال بالکل غلط ہے اس لئے توکل کے صحیح معنیٰ اور مطلب سمجھ لینا چاہئے۔ توکل کے ایک معنیٰ تو یہ ہیں کہ آدمی کا بھروسہ اپنی طاقت۔ قابلیت۔ اپنے ذرائع و وسائل۔ اپنی تدابیر اور اللہ کے سوا دوسروں کی امداد واعانت پر نہ ہو بلکہ وہ دل سے اس بات کا یقین رکھے کہ دین ودنیا کے ہر معاملہ میں اس کی کامیابی کا اصل انحصار اللہ کی توفیق اور تائید پر ہے۔

دوسرے معنیٰ توکل کے یہ ہیں کہ آدمی کو ان وعدوں پر پورا بھروسہ اور اطمینان ہو جو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے اور دوسری طاعات وحسنات پر بندوں سے کئے ہیں۔ اور انہی وعدوں پر وہ اعتماد کرتے ہوئے حق پر استقامت کے ساتھ قائم رہے۔

تیسرے معنیٰ توکل کے یہ ہیں کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی پر کامل اعتماد وبھروسہ ہو اور وہ یہ یقین جانے کہ جو احکام۔ جو اصول۔ جو حلال وحرام کے حدود۔ جو اوامر ونواہی۔ اور جو زندگی بسر کرنے کے ضوابط وقواعد اللہ نے دیئے ہیں وہی برحق ہیں اور انہی کا اتباع اور پیروی میں انسان کی خیر ہے اور اس کے خلاف میں ہلاکت وخسران اور ناکامی اور بدانجامی ہی ہے۔ تو یہ ہے توکل کا صحیح مفہوم اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے ایمان کے بعد توکل کی صفت ہونا بتلائی گئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور جولوگ	يَجْتَنِبُوْنَ وہ بچتے ہیں	كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ کبیرہ (بڑے) گناہ	وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائیاں	
وَاِذَا اور جب	مَا غَضِبُوْا هُمْ وہ غصے میں ہوتے ہیں	يَغْفِرُوْنَ وہ معاف کردیتے ہیں		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا کا مال دولت اور ساز سامان تو آنی جانی چیز ہے۔ یہ بہار عارضی اور چند روزہ ہے۔ اصل چیز تو اللہ تعالیٰ کے آخرت کے انعامات ہیں کہ جو دائمی اور ابدی ہیں اور دنیا کی چیزوں اور عیش وآرام کے مقابلہ میں وہ بدرجہا بہتر اور ساتھ ہی لازوال ہیں اور وہ نعمائے آخرت انہی لوگوں کو ملیں گی جن میں یہ صفات ہوں۔ پہلی اصفت یہ بتلائی گئی تھی کہ وہ ایمان لانے والے ہوں۔ دوسری صفت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کرنے والے ہوں۔

اب آگے اس آیت میں تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی آخرت کی نعمتیں ان کو ملیں گی جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور چوتھی صفت یہ بتلائی گئی کہ نہ صرف کبیرہ بلکہ دوسرے بھی فحش اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ اور پانچویں صفت یہ بتائی گئی کہ جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کردیتے ہیں۔ ان میں سے ہر صفت تفصیل طلب ہے اس لئے اس درس میں صرف آیت کے اس حصہ کی تشریح کی جائے گی جو والذین یجتنبون کبٰئر الا ثم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور آیت کے دوسرے اجزا کا بیان انشاء اللہ اگلے درسوں میں علیٰحدہ ہوگا۔ تو آیت کے اس جزو میں والذین یجتنبون کبٰئر الاثم میں فرمایا گیا کہ اللہ کی آخرت کی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہی ہے کوئی صغیرہ نہیں کیونکہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے اور مخالفت اللہ اور رسول کی کتنی ہی کم ہو وہ بھی سخت اور بڑا گناہ ہے اس لئے ہر گناہ بڑا ہی ہے چھوٹا کوئی نہیں۔ انہی علماء کا کہنا ہے کہ کبیرہ اور صغیرہ کی تقسیم درحقیقت محض نام کا اختلاف ہے۔ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ وہ علماء جو بعض گناہوں کو صغیرہ کہتے ہیں اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ان کے کرنے میں کوئی برائی نہیں یا معمولی خرابی ہے بلکہ اللہ اور رسول کی مخالفت کی حیثیت سے ہر گناہ بڑا اور سخت وبال ہے۔ آگ کا بڑا انگارا جیسا تباہ کن ہے ویسے ہی چھوٹی چنگاری بھی ہے۔ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا انسان کے لئے دونوں مصیبت ہیں۔ بہرحال پھر بھی اصطلاح میں گناہوں کی کبیرہ و صغیرہ کی تقسیم مشہور ومعروف ہے پھر اصطلاحی کبیرہ وصغیرہ گناہوں کی تعریف میں علما کے اقوال مختلف ہیں۔ سب سے زیادہ جامع اور صحابہ وتابعین سے منقول تعریف یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن یا حدیث میں آگ اور جہنم کی وعید بصراحت آئی ہو وہ کبیرہ ہے اور جس پر اس کی تصریح منقول نہیں۔ محض ممانعت وارد ہوئی ہے وہ صغیرہ ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ جس گناہ پر انسان بے پروائی کے ساتھ ڈھیٹ ہوکر اقدام کرے وہ کبیرہ ہے خواہ کتنا ہی چھوٹا گناہ ہو اور جو گناہ اتفاقی سرزد ہوگیا اور اس کے ساتھ وہ دل میں خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ ندامت اور افسوس ساتھ ساتھ ہیں۔ وہ صغیرہ ہے خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔

امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس گناہ کو صغیرہ کہا جاتا ہے وہ اسی وقت تک صغیرہ ہے جب تک اس پر اصرار اور دوام نہ کرے۔ احیاناً صادر ہوجائے۔ اور جو شخص کسی صغیرہ گناہ پر اصرار اور دوام

کرے وہ مثل مرتکب کبیرہ کے ہے۔ معاصی کبائر وصغائر کے بیان میں علماء کی مستقل تصانیف بھی موجود ہیں۔ یہاں اس درس میں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ انذار العشائر من الصغائر والکبائر سے کبیرہ گناہوں کی فہرست نقل کی جاتی ہے:۔

کبیرہ گناہوں کی فہرست

۱۔زنا۔

۲۔لواطت۔

۳۔شراب پینا اگرچہ ایک قطرہ ہو۔ اسی طرح تاڑی۔ گانجھ۔ بھنگ وغیرہ نشہ کی چیزیں پینا۔

۴۔چوری کرنا۔

۵۔پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔

۶۔ناحق کسی کو قتل کرنا۔

۷۔شہادت کو چھپانا جبکہ اس کے سوا اور کوئی شاہد نہ ہو۔

۸۔جھوٹی گواہی دینا۔

۹۔جھوٹی قسم کھانا۔

۱۰۔کسی کا مال غصب کرنا۔

۱۱۔میدان جہاد سے بھاگنا (جبکہ مقابلہ کی قدرت موجود ہو)۔

۱۲۔سود کھانا۔

۱۳۔یتیم کا مال ناحق کھانا۔

۱۴۔رشوت لینا۔

۱۵۔ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

۱۶۔قطع رحمی کرنا۔ (قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا۔)

۱۷۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول یا فعل کو بالقصد جھوٹ منسوب کرنا۔

۱۸۔رمضان میں بلا عذر کے قصداً روزہ توڑنا۔

۱۹۔ناپ تول میں کمی کرنا۔

۲۰۔کسی فرض نماز کو اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر کرنا۔

۲۱۔زکوٰۃ یا روزہ کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا۔ (عذر اور مرض کی صورتیں مستثنیٰ ہیں)

۲۲۔حج فرض ادا کئے بغیر مر جانا۔ اگر موت کے وقت وصیت کر دی اور حج بدل کا انتظام چھوڑا تو اس گناہ سے نکل گیا۔

۲۳۔کسی مسلمان کو ظلماً نقصان پہنچانا۔

۲۴۔کسی صحابی کو برا کہنا۔

۲۵۔علمائے حقانی اور حفاظ قرآن کو برا کہنا اور ان کو بدنام کرنے کے درپے ہونا۔

۲۶۔کسی ظالم کے پاس کسی کی چغل خوری کرنا۔

۲۷۔دیاثت یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کو باختیار خود حرام میں مبتلا کرنا یا اس پر راضی ہونا۔

۲۸۔قیادت یعنی کسی اجنبی عورت کو حرام پر آمادہ کرنا اور اس کے لئے دلالی کرنا۔

۲۹۔باوجود قدرت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنا۔

۳۰۔جادو سیکھنا اور سکھانا یا اس کا عمل کرنا۔

۳۱۔قرآن کو یاد کر کے بھلا دینا۔ یعنی باختیار خود لاپرواہی سے بھلا دینا۔ کسی مرض وضعف وغیرہ سے ایسا ہو جائے وہ اس میں داخل نہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ نسیان قرآن جو گناہ کبیرہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بھول جائے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔

۳۲۔کسی جاندار کو آگ میں جلانا۔ (سانپ بچھو تتیے کی ایذا سے بچنے کی اگر کوئی اور صورت جلانے کے سوا نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔)

۳۳۔کسی عورت کو اس کے شوہر کے پاس جانے اور حقوق

شوہری ادا کرنے سے روکنا۔

۳۴۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔

۳۵۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔

۳۶۔مردار جانور کا گوشت کھانا (حالت اضطرار مستثنیٰ ہے)

۳۷۔خنزیر کا گوشت کھانا (حالت اضطرار مستثنیٰ ہے)

۳۸۔چغل خوری کرنا۔

۳۹۔کسی مسلمان یا غیر مسلم کی غیبت کرنا۔

۴۰۔جوا کھیلنا۔

۴۱۔مال میں اسراف کرنا یعنی مصلحت وضرورت سے زائد خرچ کرنا۔

۴۲۔زمین میں فساد پھیلانا۔

۴۳۔کسی حاکم کا حق سے عدول کرنا۔

۴۴۔اپنی بیوی کو ماں بیٹی کے مثل کہنا جس کو عربی میں ظہار کہا جاتا ہے۔

۴۵۔ڈاکہ زنی کرنا۔

۴۶۔کسی صغیرہ گناہ پر مداومت کرنا۔

۴۷۔عورت کو گانا اور لوگوں کو گانا سنانا۔

۴۸۔معاصی پر کسی کی اعانت کرنا یا گناہ پر آمادہ کرنا۔

۴۹۔لوگوں کے سامنے ستر کھولنا (حالت ضرورت مستثنیٰ ہے)مرد کے لئے ناف سے نیچے گھٹنے تک کا حصہ ستر ہے۔عورت کا سارا بدن غیر محرم کے لئے ستر ہے۔

۵۰۔کسی کے حق واجب کے ادا کرنے میں بخل کرنا۔

۵۱۔حضرت علیؓ کو صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ سے افضل کہنا۔

۵۲۔خودکشی کرنا یا اپنے کسی عضو کو باختیار خود تلف کرنا۔اور یہ دوسرے کو قتل کرنے سے زیادہ گناہ ہے۔

۵۳۔پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا۔

۵۴۔صدقہ دے کر احسان جتلانا اور تکلیف پہنچانا۔

۵۵۔قضا وقدر یعنی تقدیر کا انکار کرنا۔

۵۶۔اپنے امیر سے غداری کرنا۔

۵۷۔نجومی یا کاہن کی تصدیق کرنا۔

۵۸۔لوگوں کے نسب پر طعنے دینا۔

۵۹۔کسی مخلوق کے لئے بطور نذر تقرب جانور کی قربانی کرنا۔

۶۰۔تہبند یا پاجامہ وغیرہ کو از راہ تکبر ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔

۶۱۔کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو بلانا یا کوئی بری رسم نکالنا۔

۶۲۔اپنے بھائی مسلمان کی طرف تلوار یا چاقو وغیرہ سے مارنے کا اشارہ کرنا۔

۶۳۔جھگڑے لڑائی کا خوگر ہونا۔

۶۴۔احسان کرنے والے کی ناشکری کرنا۔

۶۵۔ضرورت سے زائد پانی میں بخل کرنا۔

۶۶۔غلام کو خصی بنوانا یا اس کے کسی عضو کو کٹوانا یا اس کو سخت تکلیف دینا، خصی بنانے کی ممانعت غلاموں تک کے لئے ہے اور اب تو آزادوں کی بھی نسل بندی کی جا رہی ہے جو مترادف ہے خصی بنانے کے۔

۶۷۔حرم محترم میں الحاد وگمراہی پھیلانا (یہ ہر جگہ گناہ ہے مگر حرم میں اشد ہے)

۶۸۔لوگوں کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرنا اور ان کے در پے ہونا۔

۶۹۔چوسر کھیلنا یا طبلہ سارنگی وغیرہ بجانا۔

۷۰۔مسلمان کا کسی مسلمان کو کافر کہنا۔

۷۱۔ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے حقوق میں برابری نہ کرنا۔

۷۲۔ استمنا بالید یعنی اپنے ہاتھ سے مشت زنی کر کے شہوت پوری کرنا۔

۷۳۔ حائضہ عورت سے جماع کرنا۔

۷۴۔ مسلمانوں پر اشیاء کی گرانی سے خوش ہونا۔

۷۵۔ عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔

۷۶۔ کسی کھانے کو برا کہنا (بنانے یا پکانے کی خرابی کو بیان کرنا اس میں داخل نہیں)

۷۷۔ گانے بجانے کے ساتھ رقص کرنا۔

۷۸۔ دنیا کی محبت یعنی دین کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینا۔

۷۹۔ کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا۔

۸۰۔ دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا۔

۸۱۔ بے ریش لڑکے کی طرف شہوت سے نظر کرنا۔

۸۲۔ لڑکیوں کو حصہ میراث سے نہ دینا۔

۸۳۔ امانت میں خیانت کرنا۔

۸۴۔ خدا کا کوئی فرض مثل نماز روزہ حج زکوٰۃ چھوڑ دینا۔

۸۵۔ خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانا۔

۸۶۔ کافروں کی رسمیں پسند کرنا۔

بعض علماء نے اس سے بھی زائد کبائر کی تعداد لکھی ہے اور یہ بظاہر صغیرہ و کبیرہ کی تعریف کے اختلاف پر مبنی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق و ہمت نصیب فرمائیں۔ الغرض جن کو آخرت کی نعمتیں ملنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے ان کی پہلی صفت یہ بتلائی گئی تھی کہ وہ ایمان لانے والے ہوں اور دوسری صفت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ اعتماد اور توکل کرنے والے ہوں۔ جس کا بیان گذشتہ درس میں ہوا تھا۔ تیسری صفت جس کا اس درس میں بیان ہوا یہ بتلائی گئی کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہوں۔

چوتھی صفت یہ بتلائی گئی کہ نہ صرف کبیرہ بلکہ فواحش یعنی بے حیائی کی باتوں یا صغیرہ گناہوں سے بھی بچتے ہیں۔ اب وہ کون سے گناہ ہیں جو علماء نے صغیرہ کی فہرست میں شمار کئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور گذشتہ زندگی میں جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمائیں۔

یا اللہ ہم میں وہ صفات پیدا فرما دے جن پر آخرت کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔

یا اللہ ہمارے لئے وہ اعمال آسان فرما دیجئے جو جنت آپ کی رضا کے مقام میں لے جانے والے ہیں اور وہ اعمال جو آپ کی ناراضی کا باعث ہیں ہمارے لئے محال بنا دیجئے اور ہمیں ان سے بچا لیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں، اور ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے، اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں

يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے	اسْتَجَابُوْا قبول کیا	لِرَبِّهِمْ اپنے رب کا (فرمان)	وَاَقَامُوْا اور انہوں نے قائم کی	الصَّلٰوةَ نماز	وَاَمْرُهُمْ اور ان کا کام
شُوْرٰى مشورہ	بَيْنَهُمْ باہم	وَمِمَّا اور اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے عطا کیا انہیں	يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ
اِذَا جب	اَصَابَهُمْ انہیں پہنچے	الْبَغْيُ کوئی ظلم وتعدی	هُمْ وہ	يَنْتَصِرُوْنَ بدلہ لیتے ہیں	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے یہ مضمون بیان ہو رہا ہے کہ آخرت کا اجر وثواب اور وہاں کی دائمی اور ابدی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں کہ جو (۱) دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے (۲) اور جو اپنے رب پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں اور (۳) جو کہ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔ اور (۴) جو کہ فواحش اور بے حیائی کی باتوں سے بھی بچتے ہیں۔ اور (۵) جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں مزید چند صفات انہی لوگوں کی بیان فرمائی گئی ہیں یعنی چھٹی صفت یہ بتلائی گئی والذین استجابوا لربھم اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا یعنی کسی لیڈر پیشوا۔ سردار۔ باپ دادا کا رسم ورواج شاہی حکم۔ یا خود اپنی رائے اور خواہش غرض کسی کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں نہ ماننا۔ اور ہر ایک کے حکم پر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دینا۔ جن کاموں کا اللہ نے اپنے رسول اور اپنی کتاب کے ذریعہ کرنے کا حکم دیا ہے ان کو بجالاتے ہیں اور جن کاموں کی ممانعت فرمائی ان سے رکتے اور باز رہتے ہیں۔ تو گویا آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے والوں کی چھٹی ۶ صفت یہ ہوئی کہ وہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا کوئی حکم ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے خواہ وہ کوئی ہو۔ اپنا باپ ہو۔ حاکم وقت ہو۔ یا برادری کا چودھری ہو یا کوئی پیارا دوست ہو یا خود اپنے دل کی خواہش اور چاہت ہو۔

آگے ساتویں ۷ صفت بیان فرمائی گئی واقاموا الصلوٰۃ۔ اور جنہوں نے قائم کیا نماز کو۔ قرآن پاک میں نماز کے متعلق جہاں بھی حکم دیا گیا ہے وہ اقامت صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز کے قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز اور نماز سے متعلق تمام ضروریات کی پوری رعایت اور نگہداشت ہو اس طرح اقامت صلوٰۃ میں وضو۔ غسل۔ طہارت۔ بدن کی پاکی کپڑوں کی پاکی۔ جگہ کی پاکی۔ اذان۔ اقامت۔ جماعت سب کی نگہداشت شامل ہوئی۔ پھر نماز کے جملہ شرائط وارکان کی نگہداشت اور ہر ایک شرط ورکن کو قاعدہ اور اطمینان سے فرائض۔ واجبات۔ سنن۔ مستحبات کے ساتھ ادا کرنا۔ پھر نماز کی روح یعنی اخلاص۔ خشوع۔ خضوع اور اللہ کی طرف دل کا متوجہ ہونا یہ سب اقامت صلوٰۃ میں شامل ہوئے۔

آگے آٹھویں صفت بیان فرمائی گئی وامرھم شوریٰ بینھم اور ان کے کام آپس کے مشورہ سے ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مشورہ سے کام کرنا خواہ دین کا ہو یا دنیا کا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جب ہی تو اہل ایمان کی بہترین صفات میں اس کو شامل کیا گیا ہے۔ آپس میں مشورہ کرنا یہ دلیل ہے سلامتی طبع کی۔ تو جو لوگ سلیم الطبع ہوتے ہیں وہ جو بھی مہتم بالشان کام ہوتا ہے خواہ وہ ذاتی معاملات میں سے ہو یا ملی قومی اور ملکی اور امور سلطنت سے ہو اس میں ایسے لوگوں سے رائے لیتے ہیں جن کی عقل وفہم پر انہیں اعتماد ہوتا کہ ان کو اپنی رائے کی صحت یا غلطی معلوم ہو جائے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص امور میں برابر

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے جیسا کہ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے **وشاورهم فی الامر** اور صحابہ کرام آپس میں مشورہ کرتے تھے اور خلافت راشدہ کی تو بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ یہ صفت مشورہ کی جو اہل ایمان کی بیان کی گئی ہے یہ انہی کاموں کے متعلق ہے جو کہ مہتم بالشان ہوں اور قرآن وحدیث میں منصوص نہ ہوں ورنہ اگر کسی بات کے متعلق قرآن اور سنت میں صاف اور صریح حکم موجود ہے تو اس میں رائے اور مشورہ کے کوئی معنی نہیں۔ وہ تو اسی طرح ہونا چاہئے جیسے قرآن وسنت میں منصوص ہے۔ اسی طرح ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ہر چھوٹے بڑے کام میں مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام ہی نہ ہو سکے اس لئے یہ حکم مشورہ کا انہیں امور میں ہے جو معتد بہ اور مہتم بالشان ہوں اور جن کا صاف وصریح حکم قرآن وحدیث میں نہ موجود ہو ورنہ جس معاملہ کا فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف سے کر دیا گیا ہو اس میں آزادی اور رائے کا کوئی سوال ہی نہیں پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل اور دین دار ہو ورنہ بیوقوف اور بے دین اور بددیانت شخص سے مشورہ ورائے لینے میں کام کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور باہم مشورہ کرنے کے بعد اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو صحیح اور مفید صورت کی ہدایت مل جاتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تمہارے حکام تم میں سے بہترین آدمی ہوں اور تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے معاملات آپس میں مشورہ سے طے ہوا کریں تو زمین کے اوپر رہنا تمہارے لئے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدترین افراد ہوں اور تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے اندر دفن ہو جانا تمہارے زندہ رہنے سے بہتر ہوگا۔

ایک حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ عقل مند آدمی سے مشورہ لو اور اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانا ہوگی۔

آگے نویں صفت بیان فرمائی گئی **ومما رزقنهم ينفقون** اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی اللہ کے دیئے ہوئے مال دولت اور رزق کو سینت سینت کر سب اپنی ہی ذات کے لئے نہیں رکھتے بلکہ اس میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

جو حقوق مال کے اللہ نے رکھے ہیں اس کی ادائیگی کرتے ہیں اور محتاج ومساکین۔ ضرورت مندوں وغیرہ کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنی استطاعت کے موافق احسان وسلوک کرتے رہتے ہیں۔

آگے دسویں صفت بیان فرمائی گئی **والذين اذآ اصابهم البغي هم ينتصرون** اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ برابر کا بدلہ لے لیتے ہیں زیادتی نہیں کرتے یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو وہاں تو معاف کر دیتے ہیں مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز وقصور کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے معاف کر دیا مگر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے اور ظلم و زیادتی سے دبانے کی کوشش کرے۔ یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ زیادتی میں بڑھتا جائے یا شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت یا جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہو تو ایسی حالت میں بدلہ لے لیتے ہیں لیکن بقدر اس کی زیادتی کے۔ جرم سے زائد نہ بدلہ لیتے ہیں نہ سزا دیتے ہیں یعنی یہ بھی اہل ایمان کی ایک بہترین صفت ہے کہ ظالموں اور جباروں کے سامنے پست وذلیل اور بے ہمتے نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی کوئی روک تھام نہ کر سکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ لیکن اس انتقام میں وہ کوئی زیادتی نہیں کرتے۔

اب یہ آخری صفت یعنی بدلہ میں زیادتی نہیں کرتے اس کی مزید تشریح اور تفصیل اگلی آیات میں فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی، پھر جو شخص معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، واقعی اللہ تعالیٰ

الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۱ اِنَّمَا

ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم ہوچکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام صرف

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ

اُن لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دُنیا میں سرکشی کرتے ہیں، ایسوں کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳

دردناک عذاب ہے۔اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

وَجَزٰٓؤُا اور بدلہ	سَيِّئَةٍ برائی	سَيِّئَةٌ برائی	مِّثْلُهَا اس جیسی	فَمَنْ سو۔جس	عَفَا معاف کردیا	وَاَصْلَحَ اور اصلاح کردی	فَاَجْرُهٗ تو اس کا اجر
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر۔ذمے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُحِبُّ دوست نہیں رکھتا	الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	وَلَمَنِ اور البتہ۔جس	انْتَصَرَ اس نے بدلہ لیا		
بَعْدَ ظُلْمِهٖ اپنے اوپر ظلم کے بعد	فَاُولٰۗىِٕكَ سو یہ لوگ	مَا عَلَيْهِمْ نہیں ان پر	مِّنْ سَبِيْلٍ کوئی راہ	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	السَّبِيْلُ راہ الزام		
عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَظْلِمُوْنَ وہ ظلم کرتے ہیں	النَّاسَ لوگ	وَيَبْغُوْنَ اور وہ فساد کرتے ہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق	
اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	وَلَمَنْ اور البتہ۔جس	صَبَرَ صبر کیا	وَغَفَرَ اور معاف کردیا	اِنَّ بیشک	
ذٰلِكَ یہ	لَمِنْ البتہ۔سے	عَزْمِ الْاُمُوْرِ بڑی ہمت کے کام					

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات سے یہ مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ دنیا کا ساز وسامان اور مال دولت تو فانی اور آنی جانی چیز ہے۔اصل چیز تو اللہ کا انعام اور آخرت کی دولت ہے اور یہ آخرت کی لازوال دولت ان ہی کو ملے گی جو دنیا میں ایمان لائے اور اللہ کو راضی کرنے کی فکر میں لگے رہے۔ جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اپنے مال دولت۔حکومت سلطنت اور علم وہنر پر نازاں اور مغرور نہیں ہوتے۔جو بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور جو بے حیائی اور گندی باتوں سے بھی علیحدہ رہتے ہیں اور جو غصہ اور غضب کی حالت میں قابو سے باہر نہیں ہوتے اور لوگوں کا قصور معاف کردیا کرتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کی حکم برداری میں لگے رہتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کو پابندی کے ساتھ تمام شرائط کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور جن کاموں کا حکم صاف وصریح قرآن وحدیث میں نہیں ان میں باہم مشورہ کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں مال ودولت دنیا میں دیا ہے اس میں سے اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں اور ظلم وزیادتی کے جواب اور انتقام میں خود بھی ظلم وزیادتی نہیں کرتے۔

اب آگے ان آیات میں برابر کا بدلہ لینے کی مزید تشریح فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدلہ لینے کی اجازت تو ضرور دے رکھی ہے مگر قانون عدل کے ساتھ یعنی جتنی برائی کسی کے ساتھ کی گئی ہو اتنی ہی برائی وہ اس کے ساتھ کرلے اس سے زیادہ برائی کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا مثلاً دانت کا بدلہ دانت اور آنکھ کا بدلہ آنکھ۔کان کے بدلہ میں کان۔ہاتھ کے

بدلہ میں ہاتھ اور قتل کے بدلہ میں قتل اور نقصان کے بدلہ میں اس کا معاوضہ جیسا کہ اسلامی فقہ میں اس بدلہ لینے کی تشریح اور تفسیر موجود ہے۔ لیکن ایک بڑی شرط انتقام اور بدلہ لینے میں یہ ہے کہ کسی برائی کا بدلہ کسی گناہ اور ناجائز صورت سے لینا درست نہیں اور نہ اس کی اجازت ہے۔ مثلاً کسی شخص کے لڑکے کو اگر کسی ظالم نے قتل کیا ہے تو بدلہ لینے والے کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ یہ جا کر اس کے بیٹے کو قتل کردے۔ یا اگر کسی بدذات انسان نے کسی کی بہن یا بیٹی کو خراب کیا ہے تو بدلہ میں یہ حلال اور جائز نہ ہوگا کہ اس کی بیٹی اور بہن کو خراب کیا جائے۔ پھر یہاں انتقام کا صرف جواز نکلتا ہے یعنی اجازت دی گئی ہے لازمی حکم بدلہ لینے کا نہیں دیا گیا ہے اس لئے آگے فرمایا جاتا ہے کہ اگرچہ عدل و انصاف کے ساتھ بدلہ لینے کی اجازت ہے لیکن بہترین خصلت یہ ہے کہ آدمی جتنا بدلہ لے سکتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔ بشرطیکہ درگذر کرنے میں بات سنورتی ہو اور باہمی معاملہ کی اصلاح ہوتی ہو تو ایسا کرنے پر اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے یعنی اس کا ثواب حسب وعدہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے اور اگر کوئی بدلہ لینے میں زیادتی کرنے لگے تو صاف بتلا دیا گیا کہ ظلم و زیادتی اللہ کے ہاں کسی صورت میں بھی پسند نہیں۔ مظلوم اگر ظالم سے بدلہ لینا چاہے تو اس میں الزام اور گناہ کچھ نہیں۔ ہاں معاف کردینا افضل و احسن ہے۔ الزام اور گناہ تو ان پر ہے جو ابتداءً ظلم کرتے ہیں یا انتقام و بدلہ میں حد استحقاق سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور جو صبر و تحمل سے غصہ کو پی جائیں اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کردیں تو یہ بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس بندہ کی عزت بڑھائے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔

اب اس خدائی قانون کے عدل و انصاف کو دیکھئے کہ کس طرح مختلف انسانوں کی طبائع کی رعایت رکھی گئی ہے اور یہ کلام منجانب اللہ ہونے کی بڑی دلیل ہے ظاہر ہے کہ دنیا میں مختلف الطبائع لوگ پائے جاتے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ایک دوبار کوئی ان پر زیادتی کر لیتا ہے تو برداشت کر لیتے ہیں مگر پھر کوئی ایسا کرتا ہے تو ان کا حلم غیظ و غضب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ نہ کسی پر زیادتی کرتے ہیں نہ اوروں کی زیادتی ان کو مطلقاً برداشت ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ کبھی ان سے بمقتضائے بشریت زیادتی ہو جاتی ہے تو اس پر خود ہی نادم ہو جاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں کوئی نرمی برتتا ہے تو وہ ندامت سے ڈوب جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زیادتی پر معافی دینا اور نیکی و نرمی سے پیش آنا بہت ہی مناسب ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی بدخصلت ہوتے ہیں کہ زیادتی کر کے فخر کرتے ہیں اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے تو ان کو ہر کسی پر زیادتی کرنے کا حوصلہ ہو جاتا ہے تو جو علام الغیوب تمام طبائع بشریہ سے واقف ہے اس نے جہاں درگزر اور عفو کا حکم دیا وہیں بدلہ لینے کی بھی اجازت دی مگر بدلہ بھی عدل و انصاف کے ساتھ کہ زیادتی نہ ہونے پائے۔ تو اہل ایمان کی ان دسوں قرآنی صفات پر غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی کیسے گزارنی چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم سے بہتر اس وقت اور تا قیامت انسان کی ہدایت کے لئے دنیا میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں نہ ہو سکتی ہے جس میں زندگی گزارنے کی پوری پوری ہدایتیں ہر اس معاملہ کے متعلق بتائی گئی ہوں جو انسان کو پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے اگر قرآن پر ہمارا ایمان ہے تو اس کے بتلائے ہوئے طریقہ ہی پر چل کر ہم اس آخرت کی زندگی میں ابدی راحتیں اور لازوال نعمتیں حاصل کر سکتے ہیں ورنہ انسان کو دنیا میں گمراہی اور آخرت میں خسارہ و عذاب ہی سے واسطہ پڑنا ہے اس وقت پھر یہ پچھتائے گا اور حسرت و ندامت سے دنیا میں پھر آنے کی تمنا کرے گا جیسا کہ اگلی آیات میں بتلایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ

اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی چارہ ساز نہیں، اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا

يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ

کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ ۔ اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ دوزخ کے رُوبرو لائے جاویں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے

يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

ہوں گے سُست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے، اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے

وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ

اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ ظالم لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے۔ اور اُن کے کوئی

اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ اُن کی مدد کریں، اور جس کو خدا گمراہ کردے اس کیلئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

وَمَنْ اور جس کو	يُضْلِلِ گمراہ کردے	اللّٰهُ اللہ	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ وَّلِيٍّ کوئی کارساز	مِنْ بَعْدِهٖ اسکے بعد	وَتَرَى اور تم دیکھو گے		
الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	لَمَّا جب	رَاَوُا وہ دیکھیں گے	الْعَذَابَ عذاب	يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے	هَلْ کیا	اِلٰى طرف۔کا	مَرَدٍّ لوٹنا	مِنْ سَبِيْلٍ کوئی راہ
وَتَرٰىهُمْ اور تو دیکھے گا انہیں	يُعْرَضُوْنَ پیش کئے جائینگے وہ	عَلَيْهَا اس دوزخ پر	خٰشِعِيْنَ عاجزی کرتے ہوئے	مِنَ الذُّلِّ ذلت سے	يَنْظُرُوْنَ وہ دیکھتے ہونگے			
مِنْ سے	طَرْفٍ گوشۂ چشم	خَفِيٍّ پوشیدہ (نیم کشادہ)	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے مومن	اِنَّ بیشک	الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے		
الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	خَسِرُوْا خسارہ میں ڈالا	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو	وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے متعلقین	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	اَلَآ خوب یاد رکھو			
اِنَّ بیشک	الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	فِيْ میں	عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ہمیشہ رہنے والا عذاب	وَمَا كَانَ اور نہیں ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ اَوْلِيَآءَ کوئی کارساز		
يَنْصُرُوْنَهُمْ وہ مدد دیں انہیں	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَمَنْ اور جس	يُضْلِلِ اللّٰهُ گمراہ کردے اللہ	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ سَبِيْلٍ کوئی راستہ			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں جو صفات اہل ایمان کی بیان فرمائی گئی تھیں وہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں موجود تھیں اور جن کو کہ کفار مکہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار کو بھی یہ جتلا دیا کہ یہ دنیا کی چند روزہ بہار اور ساز وسامان پر جو تم پھولے ہوئے ہو اور جس بنا پر تم انکار حق پر تلے ہوئے ہو تو اصل دولت یہ ساز سامان نہیں بلکہ اصل دولت یہ اخلاق اور اوصاف ہیں جن کی رہنمائی قرآن نے کی ہے اور جن کی بدولت اہل ایمان کو آخرت کی ایسی لازوال اور ابدی نعمتیں حاصل ہوں گی جو تمہارے اس فانی مال ودولت اور عیش وبہار سے بدرجہا بہتر اور برتر ہیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن جیسی بہترین کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجی جو نہایت موثر طریقہ سے زندگی کا صحیح راستہ بتا رہی ہے اور محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی ان کی رہنمائی کے لئے بھیجے کہ جن کی تعلیم وتربیت کے نتائج بھی ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں یہ سب دیکھ کر بھی اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کا منکر رہتا ہے اور ہدایت سے منہ موڑتا ہے تو پھر اللہ بھی اسے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے جس سے کہ وہ نکلنے کا خواہشمند نہیں ہے اور جب اللہ ہی کی توفیق اور دستگیری کسی کو نہ ملے تو پھر وہ کون ہے جو ایسوں کو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور گمراہی کے گڑھے سے نکال کر راہ راست پر لے آئے۔ ایسے منکرین کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ میدان حشر میں جب یہ ظالم عذاب کا معائنہ کریں گے تو یہ کہیں گے کہ کیا کوئی ایسی سبیل بھی ہے کہ ہم دنیا کی طرف پھر واپس کر دیئے جائیں اور پھر وہاں سے خوب نیک بن کر حاضر ہوں۔

قرآن پاک کی مختلف آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین اور ظالم نافرمان و مجرمین تین مواقع میں دنیا میں دوبارہ آنے کی اور نیک عمل کرنے کی تمنا کریں گے۔

ایک تو موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کی خوفناک حالت دیکھ کر جیسا کہ ۱۸ ویں پارہ سورہ مؤمنون میں فرمایا گیا حتیٰ اذا جآء احدهم الموت قال رب ارجعون. لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا۔ یعنی جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے پھر واپس بھیج دے تا کہ جس دنیا کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں جس کا جواب ہوگا کہ اجل آ جانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے میدان حشر میں جب جہنم کو اس طرح لایا جاوے گا کہ اس کی ہزار نکیلیں اونٹ کی طرح سے ہوں گی اور ہر ہر نکیل کو ستر ستر ہزار فرشتے پکڑے کھینچ رہے ہوں گے تو جہنم کو اس حالت میں دیکھ کر قیامت کے منکرین بہت گھبرائیں گے اور تمنا کریں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں جانے کی پروانگی مل جائے تا کہ دوبارہ دنیا میں جا کر نیک کام کریں۔ اسی دوسری تمنا کا ذکر اس آیت لما را وا العذاب یقولون هل الی مرد من سبیل میں فرمایا گیا۔ یعنی جس وقت ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا تو کہتے ہوں گے کہ دنیا میں واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ یا جیسا سورہ انعام ساتویں پارہ میں فرمایا گیا ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار فقالوا یلیتنا نرد ولانکذب بایٰت ربنا ونکون من المؤمنین۔ اور اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں جبکہ یہ منکرین دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاویں گے تو اس کی ہول وہیبت کو دیکھ کر کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم دنیا میں پھر واپس بھیج دیئے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم پھر اپنے رب کی آیات مثل قرآن وغیرہ کو کبھی جھوٹا نہ بتاویں اور ہم ضرور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ یہ تو نافرمانوں اور مجرموں کی دو دفعہ کی تمنا دنیا میں دوبارہ آنے کی اور نیک عمل کرنے کی ہوئی۔ پھر جب یہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور عذاب جہنم کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکیں گے۔

پھر تیسری دفعہ یہی خواہش اور تمنا کریں گے جیسا کہ سورۃ فاطر ۲۲ ویں پارہ میں فرمایا گیا وهم یصطرخون فیها. ربنآ اخرجنا نعمل صالحاً غیر الذی کنا نعمل یعنی وہ لوگ اس دوزخ میں چلاویں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو یہاں سے نکال لیجئے۔ ہم اب خوب اچھے اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ یہ ظالم منکرین قیامت کے عذابوں کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے مگر پھر اس کا موقع

کہاں۔ پھر بتلایا گیا کہ جب یہ ظالم جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور خدا کی نافرمانیوں کے باعث ان پر ذلت برس رہی ہوگی تو عاجزی سے مجرم کی طرح خوف وذلت وندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو تک رہے ہوں گے لیکن جس سے خوف کررہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے اس وقت اہل ایمان اپنے بچنے پر شکر کرنے کے لئے اور ان ظالموں پر ملامت کرنے کے لئے کہیں گے کہ پورے خسارہ والے اور حقیقی نقصان والے وہ لوگ ہیں کہ جو اپنی جانوں سے اور بدبخت اپنے ساتھ اپنے متعلقین اور گھر والوں سے آج قیامت کے روز خسارہ میں پڑے اور آخرت کی ابدی نعمتوں سے خود بھی محروم رہے اور اپنے متعلقین کو بھی محروم رکھا اور سب دائمی عذاب میں گرفتار رہیں گے اور کوئی ان کا حامی اور مددگار نہ ہوگا۔ آخر میں نتیجہ کے طور پر فرمایا جاتا ہے کہ جس کو خدا گمراہ کردے اس کی نجات کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

تو یہاں ایمان نہ لانے پر کفار ومشرکین کو عذاب قیامت کی وعید سنائی گئی تھی آگے ان کو ایمان لے آنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ان کے ایمان نہ لانے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے حد شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارا حشر نشر اپنے نیک اور مومن بندوں کے ساتھ فرمائیں اور وہاں کی ذلت ورسوائی سے اپنی پناہ میں رکھیں اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حق تعالیٰ ہماری چارہ سازی اور مدد فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ

تم اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کیلئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا، نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی

وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا

اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی (خدا سے) روک ٹوک کرنے والا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا، آپ کے ذمہ تو صرف (حکم کا) پہنچا دینا ہے،

الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ

اور ہم جب آدمی کو اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے، اور اگر (ایسے) لوگوں پر ان کے ان اعمال کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں،

اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے

اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ

اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی، اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے،

عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

بیشک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔

اِسْتَجِيْبُوْا تم قبول کرلو	لِرَبِّكُمْ اپنے رب کا فرمان	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّاْتِيَ کہ آئے	يَوْمٌ وہ دن	لَا مَرَدَّ پھیرنے والا نہیں	لَهٗ اس کیلئے		
مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مَا لَكُمْ نہیں تمہارے لئے	مِنْ کوئی مَلْجَاٍ کوئی پناہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے	مِنْ کوئی			
نَكِيْرٍ انکار (روک ٹوک کرنیوالا)	فَاِنْ پھر اگر	اَعْرَضُوْا وہ منہ پھیرلیں	فَمَا تو نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے بھیجا تمہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	حَفِيْظًا نگہبان		
اِنْ نہیں	عَلَيْكَ آپ پر۔ذمے	اِلَّا سوا	الْبَلٰغُ پہنچانا	وَاِنَّا اور بیشک	اِذَا جب	اَذَقْنَا چکھاتے ہیں ہم	الْاِنْسَانَ انسان	مِنَّا اپنی طرف سے
رَحْمَةً رحمت	فَرِحَ بِهَا خوش ہوجاتا ہے اس سے	وَاِنْ اور اگر	تُصِبْهُمْ پہنچے انہیں	سَيِّئَةٌ کوئی برائی	بِمَا اس کے بدلے	قَدَّمَتْ آگے بھیجا		
اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں	فَاِنَّ الْاِنْسَانَ تو بیشک انسان	كَفُوْرٌ بڑا ناشکرا	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین		
يَخْلُقُ وہ پیدا کرتا ہے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے	يَهَبُ وہ عطا کرتا ہے	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	اِنَاثًا بیٹیاں	وَيَهَبُ اور عطا کرتا ہے			
لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	الذُّكُوْرَ بیٹے	اَوْ یا	يُزَوِّجُهُمْ جمع کردیتا ہے انہیں	ذُكْرَانًا بیٹے	وَاِنَاثًا اور بیٹیاں	وَيَجْعَلُ اور کردیتا ہے		
مَنْ يَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	عَقِيْمًا بانجھ	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا ہے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کو دنیا میں ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب قیامت کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں جب یہ ظالم عذاب کا معائنہ کریں گے تو پھر پچھتائیں گے اور دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوگی اور جس وقت جہنم کے سامنے لا کر کھڑے کئے جائیں گے تو شرم کے مارے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور

ذلت اور ندامت سے ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔ کسی سے پوری طرح آنکھ نہ ملا سکیں گے اور اس آخرت کے عذاب سے ان کو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا وہاں دوست ملاقاتی۔ یار مددگار کوئی بھی کام نہ آسکے گا۔ یہ وعید سنانے کے بعد آگے ان آیات میں تمام لوگوں کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور سمجھایا جاتا ہے کہ اے لوگو تم نے یہ وعید سن لی۔ دیکھو ہم تمہاری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ تم کفر وعناد اور ظلم وفساد کو چھوڑو اور اپنے پروردگار کا حکم ایمان وغیرہ لانے کے بارے میں مان لو اور اللہ کے تابع اور فرمانبردار بن جاؤ اور مرنے سے پہلے اس کے بندے بن جاؤ ورنہ قیامت کے دن تباہ ہوگے اور اس دن نافرمانوں کے سر سے اللہ کا عذاب ٹل نہیں سکتا۔ اللہ کی جانب سے وہاں کوئی مہلت نہ ملے گی اور نہ عذاب میں تاخیر ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے وہاں اس کا کوئی موقع نہیں۔ مجرموں کو وہاں پناہ کی کوئی جگہ نہ مل سکے گی اور نہ وہ گناہوں سے مکر سکیں گے اور نہ یہ ممکن ہوگا کہ وہاں انجان بن کر چھپ جائیں اور نظر نہ پڑیں اور نہ اس روز کوئی خدا سے روک ٹوک کرنے والا ہے کہ اتنا ہی پوچھ لے کہ ان کا یہ حال کیوں بنایا گیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ باتیں ان لوگوں کو سنا دیجئے اور بتلا دیجئے۔ اگر یہ لوگ یہ سب سن کر بھی اعراض کریں اور ایمان نہ لائیں اور روگردانی ہی کرتے رہیں تو آپ کا کچھ حرج نہیں آپ فکر رنج میں نہ پڑیں آپ ان پر کوئی نگران اور داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں کہ ان کو زبردستی سیدھے راستہ پر لے ہی آویں اور آپ سے ان کے اعمال کی باز پرس ہو۔ آپ کا فرض پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے جسے آپ ادا کر رہے ہیں۔ پس آپ بریٔ الذمہ ہیں۔ اب یہ نہ مانیں تو جائیں جہنم میں۔ اس قسم کے انسانوں کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ اللہ انعام واحسان فرمائے اور خوشحالی اور خوش عیشی دے تو اکڑنے اور اترانے لگتے ہیں پھر جہاں اپنے کرتوتوں کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی اور مصیبت آ پڑی تو منہ سے کفر کے کلمے نکلنے لگتے ہیں اور سب نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکرا بن جاتا ہے گویا اس پر کبھی اچھا وقت ہی نہ آیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی یا عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی حق تعالیٰ سے بے تعلقی ایسے لوگوں کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ پس ان سے آپ ایمان کی توقع کیوں رکھیں جو موجب غم ہو۔ یہ تو مومنین اور قانتین ہی کا شیوہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال میں اس کے انعامات اور احسانات کو فراموش نہیں کرتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفر وشرک کی حماقت میں جو لوگ مبتلا ہیں وہ اگر سمجھانے سے نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہے۔ زمین اور آسمان کی بادشاہی اور تمام کائنات کی سلطنت کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کا حکم چلتا ہے اور اللہ کی مطلق بادشاہی ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ وہ جو چیز چاہے پیدا کرے اور جو چیز جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے چنانچہ دنیا کے حالات میں دیکھ لو کسی کو سرے سے اولاد نہیں ملتی۔ کسی کو ملتی ہے تو صرف بیٹیاں، کسی کو صرف بیٹے کسی کو دونوں، جڑواں یا الگ الگ۔ اس میں کسی کا کچھ دعویٰ نہیں۔ وہ اپنے علم وحکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ارادہ کو روک دے یا اس کی تخلیق وتقسیم پر حرف گیری کر سکے۔ **انه علیم قدیر**۔ بے شک وہی سب کچھ جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔

یہاں یہ آیات **لله ملک السموٰت والارض ط یخلق مایشآء ط یهب لمن یشآء اناثاً ویهب لمن یشآء الذکور ع اویزوجهم ذکراناو اناثاً ع ویجعل من یشاء عقیماً ط انه علیم قدیر**۔ (اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا

ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بیشک وہی بڑا جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے) قابل غور ہیں اس لحاظ سے کہ کوئی انسان خواہ وہ بڑے سے بڑا دنیوی اقتدار کا مالک بنا ہوا ہو کبھی اس پر قادر نہیں ہوسکا کہ دوسروں کو دلوانا تو درکنار خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی تدبیر سے اولاد والا نہ بن سکا جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیئے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا اس معاملہ میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے بلکہ بچہ کی پیدائش سے پہلے کوئی یہ تک معلوم نہ کر سکا کہ رحم مادر میں لڑکا پرورش پا رہا ہے یا لڑکی یہ سب دیکھ کر بھی اگر کوئی خدا کی خدائی اور اس کے اختیارات میں کسی تدبیر کو دخیل سمجھے کہ جس کے باعث اولاد پیدا کرنے نہ کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ اور قدرت میں سمجھے تو کیا یہ قرآنی تعلیم اور عقیدہ سے ٹکراؤ اور اس کے مقابل نہیں۔ آپ کے ملک میں جس خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک چلائی جا رہی ہے اس میں کیا نظریہ کام کر رہا ہے؟ یہی نا کہ اپنے اختیار سے اولاد پیدا نہ کرو۔ **استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**

ان آیات میں اولاد کی قسمیں بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ لڑکوں کا ذکر بعد میں فرمایا۔ اسی بنا پر بعض اکابر سلف نے فرمایا کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہوتی ہے وہ مبارک ہوتی ہے۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں کفار کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایک اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے عقیدہ اور عمل قرآن پاک کی تعلیمات کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے علیم وقدیر ہونے کا یقین کامل نصیب فرما۔ اور اپنی نعمتوں کا شکرگزار بندہ بنا اور کفران نعمت سے بچایئے۔

یا اللہ اس زندگی میں اپنے احکام کی فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرما اور آخرت کی ذلت ورسوائی سے اپنی پناہ بخشئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ

اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمادے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتہ کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے

بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا

جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے، وہ بڑا عالیشان ہے بڑی حکمت والا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس بھی وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے،

كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کیا ہے ولیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے

عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ کی ہدایت کررہے ہیں۔ یعنی اس خدا کے راستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اور جو کچھ زمین ہے، یاد رکھو سب اُمور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لِبَشَرٍ کسی بشر کو	اَنْ يُّكَلِّمَهُ کہ اس سے کلام کرے	اللّٰهُ اللہ	اِلَّا وَحْيًا مگر وحی سے	اَوْ یا	مِنْ وَّرَآئِ پیچھے سے	
حِجَابٍ ایک پردہ	اَوْ يُرْسِلَ یا وہ بھیجے	رَسُوْلًا کوئی فرشتہ	فَيُوْحِيَ پس وہ وحی کرے	بِاِذْنِهٖ اس کے حکم سے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	
عَلِيٌّ بلندتر	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَ اور	كَذٰلِكَ اسی طرح	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	رُوْحًا قرآن	مِّنْ اَمْرِنَا اپنے حکم سے
مَا كُنْتَ تَدْرِيْ تم نہ جانتے تھے	مَا الْكِتٰبُ کیا ہے کتاب	وَلَا الْاِيْمَانُ اور نہ ایمان	وَلٰكِنْ اور لیکن	جَعَلْنٰهُ ہم نے بنادیا اسے	نُوْرًا نور		
نَّهْدِيْ بِهٖ ہم ہدایت دیتے ہیں اس سے	مَنْ نَّشَآءُ جس کو ہم چاہتے ہیں	مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے	وَاِنَّكَ اور بیشک تم				
لَتَهْدِيْٓ ضرور رہنمائی کرتے ہو	اِلٰى طرف	صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	صِرَاطِ اللّٰهِ راستہ اللہ کا	الَّذِيْ لَهٗ وہ جس کیلئے	مَا جو کچھ	
فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَ اور	مَا جو کچھ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اَلَآ یاد رکھیں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	تَصِيْرُ بازگشت	الْاُمُوْرُ تمام کام

تفسیر وتشریح: یہ سورہ شوریٰ کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ سورۃ کے خاتمہ پر پھر بھی اسی مضمون کو لیا گیا ہے جو سورۃ کی ابتدا میں ارشاد ہوا تھا۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر جہاں اور طرح طرح کے اعتراضات وشبہات کرتے تھے منجملہ ان کے کفار کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ یا فرشتہ بالمشافہ رودررو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن کی دعوت یہ کہہ کر پیش فرماتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میں تمہیں سنا رہا ہوں تو کفار اعتراضاً کہتے ہیں کہ آخر یہ بات کیسے مان لی جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ کیا خدا ان کے پاس آتا ہے؟ یا یہ خدا کے پاس جاتے ہیں؟۔ یا ان کی اور خدا کی بات چیت ہوتی ہے؟ اگر یہ واقعی رسول ہیں اللہ کے تو خدا یا اس کے فرشتے ہم سے رودررو یعنی آمنے سامنے ہو کر کیوں نہیں ایسا کہہ دیتے۔ کفار کے اس شبہ کا جواب دیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کوئی بشر

یا انسان اپنی دنیوی اور فطری ساخت اور موجودہ قویٰ کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ خداوند قدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے اس لئے کسی بشر سے خدا کے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک الہام سے یعنی قلب میں کوئی بات ڈال دی جائے بلا واسطہ خواہ سوتے میں یا جاگتے میں۔ دوسرے ۲ حجاب یا پردہ کے باہر سے کہ بندہ آواز تو سنے مگر بولنے والا اسے نظر نہ آئے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر ہوا تھا کہ ایک درخت سے انہیں یکا یک آواز آنی شروع ہوئی مگر بولنے والا ان کی نگاہ سے اوجھل تھا۔ یہ دوسرا طریقہ ہوا۔ تیسری ۳ صورت یہ کہ خدا کسی فرشتے کو بھیج دے اور وہ خدا کے حکم سے اس کا کلام اور پیام بندہ کو پہنچا دے۔ اس طریق کے وحی کے مخاطب حضرات انبیاء تو قطعی ہوتے ہیں اور غیر انبیاء کے لئے بھی اس کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت مریم کے بارہ میں قرآن مجید ہی سے ثابت ہے۔ الغرض خدا کے کلام کی بشر سے یہ تین صورتیں ہیں اور خدا کی ذات اس سے بہت بالا اور برتر ہے کہ وہ کسی بشر سے رودررو کلام کرے اس لئے یہ عادت اللہ کے خلاف ہے کہ خود انسان موجودہ حالت میں اس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ کلام کے تین ممکن طریقہ بیان فرما کر ارشاد ہوا انه علی حکیم۔ وہ بڑا عالیشان ہے کہ اس سے جب تک وہ خود تحمل نہ دے کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ اس کا علو مانع ہے کہ بے حجاب کلام کرے مگر اس کے ساتھ ہی وہ بڑی حکمت والا بھی ہے اس لئے بندوں کی رعایت سے تین طریقے کلام کے مقرر فرما دیئے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح بشر کے ساتھ ہم کلام ہونے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اسی طرح یعنی اسی قاعدہ کے موافق ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی اور آپ کو نبی بنایا اور آپ کی نبوت کا ثبوت اس پر موقوف نہیں کہ ہم لوگوں سے رودررو آکر کہیں۔ اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ جب آپ سے باوجود صلاحیت رسالت کے بالمشافہ رودررو کلام نہیں ہوتا بلکہ بطریق مذکورہ کلام ہوتا ہے تو یہ معترضین کس شمار میں ہیں۔ الغرض یہ کتاب ہم نے آپ پر وحی کی ہے۔ اس میں شبہ اور اعتراض کی کیا بات ہے اور اس سے قبل یعنی نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب کیا چیز ہے۔ گو نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی حاصل ہوتا ہے مگر کمال ایمان نبوت سے ہوتا ہے تو اس طرح خدا کی طرف سے آپ کو یہ قرآن اور نبوت دی گئی اور اس قرآن کو آپ کے لئے اولا اور بعد کو دوسروں کے لئے ایک نور اور روشنی بنا دیا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ حق دکھاتے ہیں۔ پس اس کتاب کے نور عظیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اب جو اندھا ہی ہو وہ اس نور کے نفع سے محروم بلکہ اس کا منکر ہے جیسے یہ معترضین اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ اس قرآن اور وحی کے ذریعہ سے عام لوگوں کو ایک سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں آگے اس راستہ کا بیان ہے جس کی طرف آپ ہدایت فرماتے ہیں یعنی آپ اس خدا کے راستہ کی ہدایت کرتے ہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی کسی کی شرکت نہیں ہے۔ لہٰذا لوگوں کو لا یعنی شبہات سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس راستہ پر چلنا چاہئے۔ اس کے بعد آخری تنبیہ کفار ومشرکین کو دی جاتی ہے کہ خوب سن لو تمام معاملات بالآخر خدا تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ سب کو اسی کے حضور میں پیش ہونا ہے پس وہ سب پر جزا و سزا جاری فرمائے گا۔

حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ کسی انسان کے لئے اس دنیا میں بالمشافہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنا ممکن نہیں۔ اور شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ سے کلام فرمانا

۔۔اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ وہ کلام اس عالم دنیا میں نہیں تھا بلکہ عالم ساوات میں تھا۔ اسی طرح جنت میں پہنچ کر ہر جنتی حق تعالیٰ کی زیارت و دیدار سے مشرف ہوگا جو اس عالم دنیا میں ممکن نہیں کیونکہ انسان کی قوت بینائی کا ضعف اس کیلئے زیارت حق سے حجاب بن جاتا ہے۔ اور جنت میں جنتی کی قوت بینائی قوی کردی جائے گی اس لئے ہر جنتی حق تعالیٰ کے دیدار و زیارت سے مشرف ہو سکے گا۔ نیز ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ قبل وحی یعنی نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ ایمان کیا چیز ہے تو مفسرین نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایمان سے واقفیت نہ ہونے کے مطلب یہ ہیں کہ ایمان کی تفصیلات اور شرائع ایمان یا ایمان کا اعلیٰ مقام جو بعد وحی و نبوت حاصل ہوتا ہے۔ وحی سے پہلے اس سے واقفیت نہیں ہوتی۔ ورنہ باجماع امت یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو رسالت و نبوت کے شرف سے نوازتے ہیں اس کو ابتدا ہی سے ایمان پر پیدا فرماتے ہیں۔ ان کی فطرت ایمان پر مبنی ہوتی ہے۔ عطاء نبوت اور نزول وحی سے پہلے بھی وہ پکے مومن و موحد ہوتے ہیں۔ اصول ایمان ان کی فطرت وخلقت میں داخل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے جب ان کی قوموں نے مخالفت کی تو ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے مگر کسی پیغمبر پر کسی امت نے یہ الزام نہیں لگایا کہ تم بھی تو نبوت کے دعوے سے پہلے ہماری طرح بتوں کی پوجا و پرستش کرتے تھے۔ (معارف القرآن) عصمت انبیاء یہ امت کا اصولی مسئلہ ہے جس کے مطابق تمام انبیاء جب سے پیدا ہوئے وہ توحید اور ایمان ہی پر قائم رہے نبوت سے قبل بھی اور نبوت کے بعد بھی ہاں یہ ضرور ہے کہ ایمان کی تفصیلات کا وہ علم اور ایمان کا اعلیٰ اور اکمل مقام جو بعد نبوت حاصل ہوتا ہے وہ نبوت اور نزول وحی سے قبل نہیں ہوتا۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا۔ ما کنت تدری ما الکتٰب و لا الا یمان یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل نزول وحی آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب اللہ کیا ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا کمال اقصیٰ جو کہ اب حاصل ہے کیا چیز ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت وقرآن عطا کیا۔

دعا کیجئے

اس قرآنی نور عظیم سے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی منور فرمائیں اور اس قرآن پاک کے ذریعہ سے حق تعالیٰ ہم کو ہدایت کے راستہ پر چلنا نصیب فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صراط مستقیم دکھائی ہے حق تعالیٰ اس پر چلنا ہمارے لئے آسان فرمائیں اور ہم کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ہدایت کے خزانہ آپ ہی کے دست قدرت میں ہیں۔ آپ ہی جس کو چاہتے ہیں ہدایت عطا فرماتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرماتے ہیں۔

یا اللہ! ہم آپ ہی سے ہدایت کے طالب ہیں۔ اپنے فضل و کرم سے ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرما اور پھر اس پر استقامت نصیب فرما۔ یا اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراط مستقیم کی تلقین فرمائی ہے۔ اسی صراط مستقیم پر ہم کو چلنا اور قائم رہنا نصیب فرما اور اسی صراط مستقیم پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۳ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ

حٰمٓ۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ (اے عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو۔ اور وہ ہمارے پاس

الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۴

لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔

حٰمٓ حٰمٓ	وَالْكِتٰبِ قسم ہے کتاب	الْمُبِيْنِ واضح	اِنَّا بیشک ہم	جَعَلْنٰهُ ہم نے اسے بنایا	قُرْءٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی زبان	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم
تَعْقِلُوْنَ سمجھو	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	فِيْٓ میں	اُمِّ الْكِتٰبِ اصل کتاب لوح محفوظ	لَدَيْنَا ہمارے پاس	لَعَلِيٌّ بلند مرتبہ	حَكِيْمٌ باحکمت	

تفسیر وتشریح

الحمدللہ اب پچیسویں ۲۵ پارہ کی سورہ زخرف کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ' مقام نزول' خلاصہ مضامین' تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ۳۵ ویں آیت میں لفظ زخرف آیا ہے۔ زخرف کے معنیٰ ہیں سنہرا' آراستہ' زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو زخرف کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے سونے کو زخرف کہا جاتا ہے۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں دنیوی مال ودولت۔ سونا چاندی کی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دنیا کی جاہ ودولت اللہ کے نزدیک کس قدر حقیر ہے۔ اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام زخرف قرار پایا۔

قرآن پاک کی حم سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے یہ چوتھی سورۃ ہے۔ اور حم سے شروع ہونے والی سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازے سے داخل نہ کیجیو۔

موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۳ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶۱ بیان کیا گیا یعنی ۶۰ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھی اور ۵۳ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۸۹ آیات ۷ رکوعات ۸۴۸ کلمات اور ۳۶۵۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں مثلاً اثبات توحید۔ ابطال شرک۔ اثبات وحی و رسالت۔ بعض اعتراضات مشرکین اور ان کے جوابات۔ تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تحقیر دنیا۔ تہدید منکرین۔ توحید و رسالت کی تائید میں حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے۔ مومنین صادقین کے لئے قیامت کے وعدے اور منکرین ومکذبین کے لئے قیامت کی وعیدیں۔ مکی دور میں جس قدر قرآن کی سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں عملیات واحکامات کا بہت کم حصہ ہے۔ زیادہ تر اعتقادیات کی تعلیم ہے۔ اور مدنی دور کی سورتوں میں

زیادہ تر احکام وعملیات کی تعلیم ہے۔اس سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ ایک نہایت واضح اور روشن کتاب ہے۔اس کا مرتبہ نہایت بلند ہے اور اس میں سراسر دانائی کی باتیں بھری ہوئی ہیں پھر اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی کہ تم جتنی چاہے زیادتیاں اور شرارتیں کرو مگر یہ خدا کی کتاب پوری کی پوری نازل ہو کر رہے گی اور ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیل کر رہے گا۔ تم نہ مانو گے تو جو تم سے زیادہ سمجھدار ہیں وہ مانیں گے خدا نے پہلی قوموں میں بھی اپنے رسول بھیجے تھے۔احمقوں نے ان انبیاء کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا لیکن پھر کیا ہوا خدا نے ان کو ان کی گستاخی کی سزا دی اور اب صرف ان کی کہانیاں ہی باقی رہ گئیں اور ان کے حالات منکرین کو اس کتاب میں سنا دیئے گئے تا کہ وہ عبرت پکڑیں۔منکرین سے پھر پوچھا جاتا ہے کہ تم آخر اللہ تعالیٰ کو مانتے کیوں نہیں؟ اتنا تو تم بھی اقرار کرتے ہو کہ یہ ساری کائنات اللہ نے پیدا کی۔ پھر اللہ کی ہدایات پر کیوں نہیں چلتے؟ آسمان سے مینہ وہ برساتا ہے۔ خشکی وتری میں چلنے پھرنے کے ذرائع کشتیاں۔بوجھ اٹھانے والے جانور سب تمہارے لئے اس نے بنائے۔تو کیا تمہیں اس کا شکر ادا کرنا نہیں چاہئے اور الٹا اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔ یہ کتنی بے عقلی ہے کہ یہ کفار ومشرکین اللہ کی اولاد مانتے ہیں اور وہ بھی بیٹیاں حالانکہ خود اپنے لئے بیٹیاں بری سمجھتے ہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ کے کوئی اولاد نہیں۔ جو ہے اس کا بندہ ہے۔اور وہ سب کا خالق و مالک ہے۔ کفار ومشرکین کو سمجھایا گیا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کی پچ مت کرو بلکہ سچائی کے طلب گار بنو اور قرآن کی پیروی کرو۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کو اور قوم کو گمراہ پا کر ان کا طریقہ چھوڑا اور اللہ کو اپنا اکیلا معبود مانا اور توحید کا ڈنکا بجایا اور اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کر گئے مگر بعد کے لوگ دنیا کی بیہودہ باتوں میں پڑ کر توحید کو چھوڑ بیٹھے اور جب اللہ کے رسول انہیں سمجھانے آئے تو ان کا کہنا ماننے سے انکار کیا۔اب یہ کفار مکہ بھی رسول اللہ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں اور بہانہ انکار کا یہ بناتے ہیں کہ رسول تو کوئی مشہور اور مال ودار دولت مند کو ہونا چاہئے تھا۔اس کا جواب دیا گیا کہ کوئی ان منکرین سے پوچھے کہ کیا تم اللہ کی رسالت کے ٹھیکے دار ہو کہ اپنی مرضی کے مطابق اسے بانٹو۔ دنیا کے مال و دولت پر کیا فخر کرتے ہیں ۔ خدا کے ہاں دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔ رسالت دنیا کی ساری دولتوں سے بڑھ کر حیثیت رکھتی ہے اور وہ اس کو ملتی ہے جو خدا کے نزدیک اس لائق ہو۔ دنیا کی دولت جو خدا کے نزدیک نہایت حقیر اور صغیر چیز ہے وہ کافروں کو بہت کچھ دے ڈالتے یہاں تک کہ وہ سونے چاندی کے گھر بنا لیتے لیکن اتنی دولت اس لئے نہیں دی کہ کہیں وہ لوگ کفر کو اچھا نہ سمجھ بیٹھیں کہ اس سے دولت ملتی ہے اور اس لئے سب کفر ہی کو اختیار کر لیں۔ نادانو دنیا کے مال و دولت میں کچھ نہیں دھرا اصل چیز عاقبت و آخرت ہے اور وہ مومن متقی پرہیزگاروں کے لئے ہے جو جنت میں دائمی عیش کریں گے۔ جو دنیا ہی کو سب کچھ جان بیٹھا اور اللہ کی طرف سے منہ پھیرا وہ شیطان کا ساتھی بن جائے گا اور آخرت میں دکھ درد اٹھائے گا۔ دیکھو مصر کے فرعون نے سرکشی کی اور ملک و مال پر مغرور ہو کر خدائی تک کا دعویٰ کر بیٹھا اور خدا کے رسول موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا۔ آخر اس کا انجام کیا ہوا۔ ذلت کی موت مارا گیا اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی بابت بتلایا گیا کہ وہ اللہ کی قدرت کا ایک نمونہ ہیں جن کو لوگ عجائبات قدرت سمجھ کر انہی کی پوجا کرنے لگے حالانکہ خود عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور ان کی تعلیم یہی تھی کہ میرا اور سب کا پالنے والا صرف ایک اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ جو لوگ دنیا میں اللہ کے بندے بن کر رہے اور اس کا حکم بجالاتے رہے ان کو قیامت میں جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرح کا چین سکھ اور آرام نصیب ہوگا اور جو ان کی آرزو ہوگی سب پوری کی جائے گی۔ ان کے برخلاف مجرمین جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور ہمیشہ طرح طرح کے عذاب بھگتتے رہیں گے۔ اخیر

میں بتلایا گیا کہ ان کفار نے اس قدر ڈھٹائی اور بے پروائی اختیار کی کہ ہمارے رسول کو ہماری جناب میں کہنا پڑا کہ اے میرے رب میں نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ غرض ہر طرح انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر یہ ایسے ضد وعناد میں ڈوبے ہیں کہ میری بات ہی نہیں سنتے اور ایمان سے دور بھاگتے ہیں تو ہم نے اپنے رسول کی یہ بات سن لی اور ہم اپنے رسول کی ان سرکش لوگوں کے مقابلہ میں ضرور مدد کریں گے۔ اور وقت عنقریب ہے کہ جب ان کی جلدی ہی بری گت بننے والی ہے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور حقیقت معلوم ہوگی۔ یہ ہے خلاصہ مضامین اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے حروف مقطعات اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کے صحیح مطلب اور معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد فرمایا گیا قسم ہے اس واضح کتاب یعنی قرآن کریم کی۔ کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات ۷ مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اسی لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔ بعض علما نے فرمایا کہ قرآن شریف عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح وبلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن میں بھی قسمیں کھائی گئیں تا کہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔ مگر یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لیا جائے کہ شریعت اسلامیہ میں انسان کے لئے کسی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں۔ صرف اللہ پاک کے ذات اور نام کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ پھر عرب میں گو ایام جاہلیت میں صدہا قبائح موجود تھے مگر جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر قسم کھانا بہت ہی سخت بات سمجھی جاتی تھی اور ان کا یقین تھا کہ جو کوئی قسم کھا کر جھوٹ بولے گا کبھی سرسبز نہ ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ کتاب مبین کی قسم کھا کر یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو عربی زبان کا قرآن بنایا تا کہ اے اہل عرب تم باسانی سمجھ سکو۔ تو یہاں قسم جس بات پر کھائی گئی وہ یہ کہ یہ خداوند عالم کا کلام ہے اور یہ جو فرمایا کہ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ تم اسے سمجھ سکو تو اگرچہ قرآن کا نزول تمام اقوام عالم کے لئے ہوا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عرب تھے اس لئے عربی میں اس کا ہونا ضروری تھا کیونکہ اگر یہ کسی عجمی زبان میں ہوتا تو عرب جو مخاطبین اوّل تھے وہ یہ عذر کر سکتے تھے کہ ہم اس کے کلام الٰہی ہونے نہ ہونے کی جانچ کیسے کریں جبکہ یہ ہماری سمجھ ہی میں غیر عربی ہونے کی وجہ سے نہیں آرہا۔ تو چونکہ عرب قوم میں اس کا نزول ہوا اس لئے عربی ہی میں نازل کیا گیا تا کہ مخاطبین اولین کو اس کے سمجھنے میں عذر باقی نہ رہے۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔ تو مقصود یہاں قرآن کی فضیلت کا اظہار ہے کہ جب یہ کتاب اہل عرب کے لئے سمجھنے میں بھی آسان ہے اور خاص اللہ تعالیٰ کے زیر حفاظت ہے اور پھر نہایت عظیم المرتبہ بھی ہے جس کے مضامین بھی نہایت نافع اور حکیمانہ ہیں تو پھر ایسی کتاب کو ضرور ماننا چاہئے۔ اب اگر کوئی اپنی نادانی سے یا حماقت سے اس کتاب کی قدر ومنزلت نہ پہچانے اور اس کی حکیمانہ تعلیمات سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ اس کی اپنی بدبختی اور بدقسمتی ہے۔

ابھی آگے بھی قرآن کریم ہی کے متعلق مضمون جاری ہے نیز مضمون رسالت وتوحید کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ ۝۵ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی 3
الْاَوَّلِیْنَ ۝۶ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷ فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ
بَطْشًا وَّمَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ ۝۸ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ
الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۝۹ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰ وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱

کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو۔ اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں۔ اوران لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو۔ پھر ہم نے اُن لوگوں کو جو کہ ان سے زیادہ زورآور تھے غارت کرڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہوچکی ہے۔ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے (خدا) نے پیدا کیا ہے، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اوراس میں اس نے تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز سے برسایا، پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو زندہ کیا، اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔

اَفَنَضْرِبُ کیا ہم ہٹالیں	عَنْكُمْ تم سے	الذِّكْرَ نصیحت	صَفْحًا اعراض کرکے	اَنْ کہ	كُنْتُمْ تم ہو	قَوْمًا لوگ	مُّسْرِفِیْنَ حد سے گزرنے والے	
وَكَمْ اَرْسَلْنَا اور بہت بھیجے ہم نے	مِنْ نَّبِیٍّ نبی	فِی الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں میں	وَمَا یَاْتِیْهِمْ اور نہیں آیا ان کے پاس	مِّنْ نَّبِیٍّ کوئی نبی	اِلَّا مگر			
كَانُوْا وہ تھے	بِهٖ اس سے	یَسْتَهْزِءُوْنَ ٹھٹھا کرتے	فَاَهْلَكْنَا پس ہم نے ہلاک کیا	اَشَدَّ سخت	مِنْهُمْ ان سے	بَطْشًا پکڑ	وَمَضٰی اور گزرچکی	مَثَلُ مثال،حالت
الْاَوَّلِیْنَ پہلے	وَلَئِنْ اور اگر	سَاَلْتَهُمْ تم ان سے پوچھو	مَّنْ کس	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ اور زمین	لَیَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے		
خَلَقَهُنَّ انہیں پیدا کیا	الْعَزِیْزُ غالب	الْعَلِیْمُ علم والا	الَّذِیْ وہ جس	جَعَلَ بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَرْضَ زمین	مَهْدًا فرش	وَجَعَلَ اور بنائے
لَكُمْ تمہارے لئے	فِیْهَا اس میں	سُبُلًا راستے۔ جمع سبیل	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَهْتَدُوْنَ تم راہ پاؤ	وَالَّذِیْ اور وہ جس	نَزَّلَ اُتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	
مَآءً پانی	بِقَدَرٍ ایک اندازہ سے	فَاَنْشَرْنَا پھر زندہ کیا ہم نے	بِهٖ اس سے	بَلْدَةً مَّیْتًا شہر مردہ	كَذٰلِكَ اسی طرح	تُخْرَجُوْنَ تم نکالے جاؤ گے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتدا قسمیہ کلام سے فرمائی گئی تھی اور عام اہل عرب کو مخاطب کرکے بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے تاکہ تم اسے باسانی سمجھ لو۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن پاک بڑی بلند مرتبہ اور پرازحکمت کتاب ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے وقت سے لے کر تمام ۱۳ سالہ قیام مکہ کے دور میں کفار مکہ ہاتھ دھوکر آپ کے پیچھے پڑے رہے۔ ہر طرح کی مخالفت اور عداوت برتی۔ آپ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے حتیٰ کہ آپ کو قتل تک کردینے کی ٹھان لی اس حالت میں منکرین کو خطاب فرمایا جاتا ہے اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمہاری زیادتیوں اور شرارتوں کی وجہ سے اس بیش قیمت اور عظیم المرتبت اور نصیحانہ وحکیمانہ کتاب کو روکا نہیں جاسکتا کہ تم قرآن کو جھٹلاؤ اور نہ مانو تو اس درس نصیحت کا سلسلہ بند کردیا جائے اور تم کو مخاطب بنانا چھوڑ دیا جائے۔ خواہ تم مانو یا نہ مانو

نصیحت تو برابر کی جاوے گی اور یہ سلسلہ فیض کامل ہو کر رہے گا۔ تمہارے ایمان نہ لانے اور اس قرآن کا انکار کرنے سے نزول قرآن اور تبلیغ قرآن موقوف نہیں کی جائے گی۔ اللہ کی رحمت و حکمت دونوں کا تقاضہ ہے کہ یہ فیض کامل جاری رہے چنانچہ ۲۳ سال کے عرصہ تک یہ قرآن نازل ہوتا رہا اور نہ ماننے والوں کے انکار اور بد باطن لوگوں کی شرارت کی وجہ سے انہیں نصیحت اور موعظت کرنی نہیں چھوڑی گئی۔ جو ان میں نیکی والے اور سمجھ دار تھے وہ درست ہوئے اور جنہوں نے باطل پر اصرار کیا ان پر حجت تمام ہوئی۔ اگر منکرین کی شرارت اور بیہودگی نبی اور کتاب بھیجنے میں مانع ہوتی تو کسی قوم میں بھی کوئی نبی نہ آتا اور نہ کتاب بھیجی جاتی مگر گذشتہ امتوں اور پہلے لوگوں میں بھی باوجود ان کی تکذیب کے اللہ تعالیٰ نبی بھیجتے رہے۔ یہ نہیں ہوا کہ کسی کی تکذیب سے سلسلہ نبوت بند ہو جاتا آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا اور ان کی تعلیمات کو بھی جھٹلایا گیا لیکن انبیاء کا مقابلہ اور ان سے عداوت کرنے میں بڑے بڑے مغرور اور ظاہری طاقت رکھنے والے بھی آخر برباد ہوئے۔ عبرت کے لئے گذشتہ مکذبین کی تباہی کی مثالیں مذکور ہو چکیں جو زور اور قوت میں ان کفار مکہ سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو اے کفار مکہ تم کاہے پر مغرور ہوتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ کی توحید عظمت و قدرت اور کمال تصرف کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو ایک حد تک منکرین و مشرکین کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ مشرکین عرب اکثر اور عموماً اللہ کی ذات کا اقرار کرتے تھے اور ان کا بھی خیال تھا کہ دنیا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنا تو اللہ ہی کا کام ہے لیکن وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے کہ انسانی ضروریات اور چھوٹے موٹے روز مرہ کے کام دیوی دیوتاؤں اور ستارہ۔ شمس۔ وقمر۔ وغیرہ کے حوالہ ہیں۔ اس لئے ان کو خوش رکھنا اور ان کی پوجا پاٹ کرنا بھی ضروری ہے۔ تو ان کے اس خیال کی تردید میں اور ابطال شرک اور اثبات توحید کے لئے فرمایا جاتا ہے کہ اگر ان مشرکین سے کوئی پوچھے کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے تو فوراً ان کے منہ سے یہی نکلے گا کہ ان کو زبردست جاننے والے خدا نے پیدا کیا ہے تو وہ یہ مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں کیونکہ اللہ کو خالق ماننے میں یہ اقرار پوشیدہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اختیار اور قوت والا ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور اس کے سوا اس جیسی قوت اور علم کسی میں نہیں۔ آگے مشرکین کو قائل کرنے کے لئے ذات خالق واحد کی بعض دوسری صفات اور قدرت کا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ زمین و آسمان اسی نے پیدا کیا ہے جس نے تمہارے آرام کے لئے اس زمین کو مثل فرش کے بنایا کہ اس پر آرام کرتے ہو۔ یعنی اس زمین کو نہ اتنا زیادہ نرم بنایا کہ انسان زمین میں دھنس جائیں۔ نہ اتنا سخت بنایا کہ اس کا کھودنا مشکل ہو نہ اتنا چکنا بنایا کہ لیٹنا اور کھڑا ہونا ناممکن ہو۔ نہ اتنا گرم بنایا کہ تپش سے جلا دے۔ نہ اتنا سرد کہ ٹھٹرا دے۔ اور اس زمین میں اس نے راستے بنا دیئے کہ ان راستوں میں چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ پہاڑوں کے بیچ میں درے۔ اور پھر دریا۔ ندی۔ نالے وغیرہ وہ قدرتی راستے ہیں جو اللہ نے زمین کی پشت پر بہا دیئے ہیں تا کہ ان قدرتی راستوں کی مدد سے اپنا راستہ معلوم کر سکو اور جہاں جانا چاہتے ہو وہاں پہنچ سکو۔ پھر آسمان سے مینہ برسانے کا جس نے انتظام فرما دیا کہ ایک خاص انداز کے موافق حسب مشیت و حکمت پانی برستا ہے یعنی ہر علاقے کے لئے بارش کی ایک اوسط مقدار مقرر کی کہ جو سال

بسال اسی طریقہ سے چلتی رہتی ہے پھر اس پانی کے ذریعہ سے مردہ اور خشک زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ کھیتیاں اور باغات سرسبز ہو جاتے ہیں۔ جنگل لہلہا اٹھتے ہیں۔ اسی سے یہ بھی سمجھ لو کہ اسی طرح انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا جس طرح کہ مردہ زمین کو بذریعہ بارش کے زندہ اور آباد کر دیتا ہے ایسے ہی تمہارے مردہ جسموں میں خدا جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کرے گا۔ پس اس نظیر کے مشاہدہ کے بعد بعث بعد الموت کا انکار نہ کرنا چاہئے۔

یہاں پہلی آیت **افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین** جس میں حق تعالیٰ کفار مکہ سے خطاب فرما رہے ہیں کہ کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد سے گذرنے والے ہو؟ یعنی تم اپنی سرکشی اور نافرمانی میں خواہ کتنے ہی حد سے گذر جاؤ لیکن ہم تمہیں قرآن کے ذریعہ نصیحت کرنا نہیں چھوڑیں گے تو اس آیت کے ماتحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مبلغ دین کو مایوس ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ جو بھی دعوت اور تبلیغ کا کام کرتا ہو اسے ہر شخص کے پاس پیغام حق لے کر جانا چاہئے اور کسی گروہ یا جماعت کو تبلیغ کرنا محض اس بنا پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ تو انتہا درجہ کے ملحد۔ بے دین یا فاسق و فاجر ہیں انہیں کیا تبلیغ کی جائے۔ مگر ایک بات یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے جس کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے اپنے رسالہ فضائل تبلیغ میں لکھا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جب کہ بخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشات نفسانیہ کا اتباع کیا جائے۔ دنیا کو دین پر ترجیح دی جائے ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے۔ دوسرے کی نہ مانے اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے اس لئے جو کچھ کرنا ہے کرلو خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہنچے کہ اس وقت کسی قسم کا اصلاح ممکن نہ ہوگی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو یہ کتاب مبین ہم کو عطا فرمائی ہے اور اس پر ہم کو ایمان رکھنے کی دولت نصیب فرمائی ہے تو اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس قرآن کریم کی ہم کو حقیقی قدر و منزلت نصیب فرما۔ اور تمام امت مسلمہ کو اس کے احکام کے موافق دنیا میں زندگی گذارنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمارے ملک میں بھی قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما تا کہ اس کی پوری برکات و سعادتیں نصیب ہوں۔ اور اللہ کی کتاب سے اعراض کر کے جو پہلے ہلاکت میں پڑ چکے ہیں ان سے ہم کو عبرت و نصیحت عطا فرما۔

یا اللہ ہم کو سچی توحید اور اپنی معرفت نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا

اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تا کہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو پھر

عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ

جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو دل سے یاد کرو اور یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے

سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ

ان چیزوں کو ہمارے بس میں کردیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو اُن کو قابو میں کر لیتے۔ اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور لوگوں نے

عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

خدا کے بندوں میں سے خدا کا جز ٹھہرادیا، واقعی انسان صریح ناشکرا ہے۔

وَالَّذِیْ اور وہ جس	خَلَقَ پیدا کئے	الْاَزْوَاجَ جوڑے	كُلَّهَا ان سب کے	وَجَعَلَ اور بنائی	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ الْفُلْكِ کشتیاں		
وَالْاَنْعَامِ اور چوپائے	مَا جس	تَرْكَبُوْنَ تم سوار ہوتے ہو	لِتَسْتَوٗا تا کہ تم ٹھیک بیٹھو	عَلٰى ظُهُوْرِهٖ انکی پیٹھوں پر	ثُمَّ پھر	تَذْكُرُوْا تم یاد کرو		
نِعْمَةَ نعمت	رَبِّكُمْ اپنا رب	اِذَا جب	اسْتَوَيْتُمْ تم ٹھیک بیٹھ جاؤ	عَلَيْهِ اس پر	وَتَقُوْلُوْا اور تم کہو	سُبْحٰنَ پاک ہے	الَّذِیْ وہ ذات جس	
سَخَّرَ لَنَا مسخر کیا ہمارے لئے	هٰذَا اس	وَ اور	مَا كُنَّا نہ تھے	لَهٗ ہم اسکو	مُقْرِنِيْنَ قابو میں لانیوالے	وَاِنَّا اور بیشک ہم	اِلٰى طرف	رَبِّنَا اپنا رب
لَمُنْقَلِبُوْنَ ضرور لوٹ کر جانیوالے	وَجَعَلُوْا اور انہوں نے بنالیا	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ عِبَادِهٖ اس کے بندوں میں سے	جُزْءًا جز و لخت جگر	اِنَّ بیشک			
الْاِنْسَانَ انسان	لَكَفُوْرٌ ناشکرا	مُبِيْنٌ صریح						

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں فرمایا گیا تھا کہ اگر ان مشرکین سے دریافت کیا جائے تو اس بات کا یہ بھی اقرار کریں گے کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو جب مشرکین اس کی خالقیت کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر اس کی الوہیت اور عبادت میں دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہیں۔ نیز تقویت توحید کے لئے بتلایا گیا تھا کہ اسی خدا نے جس نے یہ زمین آسمان پیدا کئے ہیں تمہارے لئے اس زمین کو آرام گاہ بنادیا اور اُسی خدا نے اس زمین میں راستہ بنا دیئے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکو۔ اور اسی خدا نے آسمان سے اس انداز سے بارش برسائی کہ زمین سرسبز ہو جائے غلہ۔ پھل پھول سبزی۔ ترکاریاں جڑی بوٹیاں جو انسانوں کے لئے اسباب زندگی ہیں پیدا فرمائیں۔ اس سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے۔ یعنی نہ صرف انسانوں میں زن ومرد کے جوڑے بنائے اور حیوانات میں نر و مادہ پیدا کئے اور نباتات یعنی درختوں اور پودوں میں نر و مادہ رکھے بلکہ دنیا کی دوسری بے شمار چیزوں کو بھی خالق نے ایک دوسرے کا جوڑ بنایا ہے۔ مثال کے طور پر بجلی میں منفی اور مثبت بجلیاں یعنی Negative اور Positive ایک دوسرے کا جوڑ بنائیں۔ اور ان کی باہمی کشش ہی سے دنیا میں بجلی کے عجیب عجیب کرشمے نمودار ہیں۔ تو اس طرح ان گنت جوڑے قسم قسم کے مخلوقات کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے اور اسی خدا نے انسانوں کو پانی اور خشکی میں سفر کرنے کے لئے سواریاں پیدا کر کے ان کو

انسان کی خدمت میں لگا دیا۔ کشتیاں اور جہاز پانی کے سفر کے لئے بنائے اور چوپائے جانور خشکی کے سفر کو مہیا کئے کہ انسان جہاں پیادہ نہ جا سکتا ہو وہاں سوار ہو کر چلا جائے۔ کیا یہ اللہ کی نعمت اور احسان نہیں کہ سرکش اور نافہم جانور انسان کے اشاروں پر کام کرتا ہے اور باوجود زیادہ طاقتور ہونے کے انسان کا تابع فرمان بن جاتا ہے کہ اس پر سوار ہو کر یا سامان لاد کر جہاں چاہتا ہے اور جدھر چاہتا ہے لئے پھرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان سواریوں کی تسخیر نہ کرتا۔ جانوروں کو فرمان پذیری کی صلاحیت اور انسان کو دانش و تدبیر کی عقل نہ دیتا تو کس طرح ایک حقیر انسان اپنے سے بدر جہا زیادہ طاقتور جانوروں سے کام لے سکتا۔ یہ اللہ ہی کی عنایت ہے۔ اس لئے آگے تعلیم دی جاتی ہے کہ تم جب ان سواریوں پر بیٹھو تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے۔ دل سے اللہ کا شکر ادا کرو اور زبان سے کہو کہ اس نے ہم پر بڑا احسان کیا جو ان چیزوں کو ہمارے اختیار میں دے دیا اور یوں شکر کرو کہ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں دے دیا ورنہ ہم میں کیا طاقت تھی کہ جو ہم انہیں قابو میں لاتے۔

تو یہاں جانوروں اور کشتیوں و جہازوں کا اللہ کی نعمت ہونا یاد دلا کر تعلیم دی گئی کہ انسان اپنی عبدیت اور خدا کی الوہیت کی طرف سے کسی حال میں غافل نہ رہے۔ سواری گھوڑے کی ہو۔ اونٹ یا ہاتھی کی ہو۔ یا جہاز۔ کشتی۔ ریل۔ موٹر وغیرہ کی ہو۔ انسان جب بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے تو پہلے دل میں خدائی نعمتوں کا استحضار کرے اور یہ خیال تازہ کرے کہ جو کچھ بھی مل رہا ہے سب عنایت اور فضل الٰہی سے مل رہا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جانے کے لئے سواری پر بیٹھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں اور پھر یہ آیت یعنی سبحٰن الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنین وانا الیٰ ربنا لمنقلبون پڑھتے اس کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ "اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے اس سفر میں مجھے نیکی اور تقویٰ اور ایسے عمل کی توفیق دے جو تجھے پسند ہو۔ اے اللہ ہمارے لئے سفر کو آسان کر دے اور لمبی مسافت کو لپیٹ دے اے اللہ تو ہی سفر کا ساتھی اور ہمارے پیچھے ہمارے اہل وعیال کا نگہبان ہے۔ اے اللہ ہمارے سفر میں ہمارے ساتھ اور پیچھے ہمارے گھروں کی خبر گیری فرما"۔ سفر کے وقت خواہ وہ پانی میں کشتی اور جہازوں کے ذریعہ ہو یا خشکی میں جانوروں اور سواریوں وغیرہ کے ذریعہ سے ہو ایک تعلیم تو یہاں یہ دی گئی کہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے والا منعم حقیقی کو فراموش نہ کرے بلکہ اس کی پاکی اور بڑائی بیان کرے۔

آگے ایک دوسری تعلیم وانا الیٰ ربنا لمنقلبون میں دی گئی کہ انسان اس مختصر سے دنیا کے سفر سے آخرت کو یاد کرے اور کہے کہ ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور ہم سب کو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ ایک دن اس دنیا سے کوچ کر کے ہم اسی طرح اپنے رب کی طرف جائیں گے۔ مطلب یہ کہ ہر سفر پر انسان جاتے ہوئے یہ یاد کرلے کہ آگے ایک بڑا اور آخری سفر بھی درپیش ہے۔ پھر ہر سواری کو استعمال کرنے میں یہ امکان بھی ہوتا ہے کہ شاید کوئی حادثہ یا واقعہ اسی سفر کو آدمی کا آخری سفر بنا دے اس لئے بھی تعلیم دی گئی کہ ہر مرتبہ وہ اپنے رب کی طرف واپسی کو یاد کر کے چلے کہ اگر مرنا ہی ہے تو غفلت کی موت تو نہ مرے۔ اب آپ اس قرآنی تعلیم کے نتیجہ کا اندازہ لگائیں کہ ایک شخص کے اخلاق پر اس کا کیا اثر پڑے گا جب وہ کسی سواری پر بیٹھتے وقت سمجھ بوجھ کر پورے شعور کے ساتھ اس طرح اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اور اس کے حضور میں حاضر ہونے اور اپنے اعمال کی باز پرس اور جواب دہی کو یاد کر کے چلے گا۔ تو وہ اس دھیان کے ساتھ چل کر کیا کسی فسق و فجور اور ظلم و ستم اور ناجائز اور حرام کا مرتکب ہوگا؟

کوئی حاکم ہو۔ یا افسر ہو۔ یا تاجر ہو۔ یا فوجی ہو۔ کوئی بھی ہو جو یہ سوچ کر اور اپنے منہ سے یہ کلمات نکال کر گھر سے نکلے گا کیا وہ کسی معصیت اور گناہ کی طرف چلے گا؟ کیا کسی فاحشہ اور بازاری عورت سے ملاقات کے لئے۔ یا کسی کلب میں شراب خواری اور قمار بازی کے لئے۔ یا کسی بے گناہ کا خون بہانے کے لئے۔ یا کسی کا مال لوٹنے اور ڈاکہ ڈالنے کے لئے۔ یا کسی کمزور کو ستانے اور اس پر ظلم کرنے کے لئے سواری پر سوار ہوتے وقت یہ الفاظ زبان پر اور یہ دھیان دماغ میں لاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو یہی ایک تعلیم ہر اس نقل و حرکت پر بندش لگانے کے لئے کافی ہے جو کسی معصیت۔ گناہ اور اللہ و رسول کی نافرمانی کے لئے ہو۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ اب قرآن تدبیر و تفکر اور عمل کے لئے تو ہے نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ بس زبانی دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے اور یہ اللہ کی کتاب ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اوپر اپنی متعدد نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اللہ نے انسانوں کو کیا کیا نعمتیں عطا کیں۔ زمین کو پیدا کر کے قابل سکونت بنایا۔ آمد و رفت کی سہولت کے لئے زمین میں راستے بنائے۔ آسمان سے مینہ برسا کر زمین سے طرح طرح کی چیزوں کو برآمد کیا۔ پانی اور خشکی میں سفر کرنے کے لئے سواریاں پیدا کیں تو چاہئے تو یہ تھا کہ انسان ان نعمتوں پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے مگر انسان کی حماقت اور کفران نعمت کہ الٹا اس کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگے۔ اسی کے بندوں میں سے بعض کو اس کی اولاد بنانے لگے۔ بعض نے پیغمبروں کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ بعض نے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دیا۔ یہ تو کھلا ہوا انکار اور ناشکری ہے اس خالق اور منعم حقیقی کی کہ کسی کو اس کا مددگار مانا جائے اور اس کو اولاد کا محتاج قرار دیا جائے۔ بے شک یہ انسان کھلا ہوا ناسپاس اور صریح ناشکرا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اتنا بڑا کفر کرتا ہے کہ اس کو صاحب اولاد قرار دیتا ہے۔

یہاں ان آیات سے ایک خاص تعلیم تو یہ ملتی ہے کہ ایک صاحب عقل و فہم انسان کا کام یہ ہے کہ وہ منعم حقیقی کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے۔ جہل و غفلت۔ بے پروائی اور استغنا کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اس بات پر دھیان دے اور غور و فکر کرے کہ یہ مجھ پر حق تعالیٰ کا انعام و احسان ہے لہٰذا مجھ پر اس کے شکر کی ادائیگی دل و زبان سے واجب ہے۔ ایک کافر اور ایک مومن میں درحقیقت یہی بڑا فرق ہے کہ کائنات کی نعمتوں کو دونوں استعمال کرتے ہیں۔

لیکن کافر انہیں غفلت اور بے پروائی سے استعمال کرتا ہے اور مومن اللہ کے انعام اور احسان کو یاد کر کے اس کا شکر گذار اور احسان مند بندہ بنتا ہے۔

دوسری تعلیم یہ دی گئی کہ انسان کو اپنے ہر دنیوی سفر کے وقت آخرت کے سفر کو یاد کرنا چاہئے۔ جو ہر حال میں ضرور پیش آ کر رہے گا۔ دنیا کے سفر میں سواری کی نعمت و سہولت کو حاصل کر کے آخرت کی نعمت و سہولت کو مستحضر کرے اور یاد کرے کہ آخرت کے سفر کو سہولت کے ساتھ طے کرنے کے لئے ایمان و اعمال صالحہ کے سوا کوئی اور سواری نہ ہوگی۔ لہٰذا ایمان اور اعمال صالحہ کے لئے ہر آن کوشاں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شب و روز کے ہر لحہ اور ہر آن کی نعمتوں پر ہم کو شکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اپنے شکر گذار بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔

ابھی مشرکین کے اس شرک کی مذمت اور اس کی تردید اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ہم کو شکر گزار بندہ بنائیں اور کفران نعمت سے بچائیں۔ قرآن پاک کی تعلیمات کا ہم کو قدردان اور عامل بنائیں اور کوئی سواری ہو اس پر بیٹھ کر منعم حقیقی کی یاد اور ذکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور دنیا میں سفر کر کے ہم آخرت کا سفر یاد کرنے والے ہو جائیں۔ یا اللہ ہم کو توحید حقیقی نصیب فرما اور ہر طرح کے شرک و کفر اور گمراہی سے بچنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ

کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو خدا رحمٰن

مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ کیا جو کہ آرائش میں نشو ونما پائے اور وہ مباحثہ میں

غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ

قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے،

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

اَمِ اتَّخَذَ کیا اس نے بنالیں	مِمَّا يَخْلُقُ اس سے جو اس نے پیدا کیا (مخلوق)	بَنٰتٍ بیٹیاں	وَّ اَصْفٰكُمْ اور تمہیں مخصوص کیا	بِالْبَنِيْنَ بیٹوں کے ساتھ			
وَاِذَا اور جب	بُشِّرَ خوشخبری دی جائے	اَحَدُهُمْ ان میں سے ایک	بِمَا اس کی جو	ضَرَبَ اس نے بیان کیں	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کیلئے		
مَثَلًا مثال	ظَلَّ وَجْهُهٗ ہوجاتا ہے اس کا چہرہ	مُسْوَدًّا سیاہ	وَّهُوَ اور وہ	كَظِيْمٌ پُر ازغم	اَوَ کیا	مَنْ جو	يُنَشَّؤُا پرورش پائے
فِي الْحِلْيَةِ زیور میں	وَهُوَ اور وہ	فِي الْخِصَامِ جھگڑے (بحث مباحثہ) میں	غَيْرُ مُبِيْنٍ غیر واضح	وَجَعَلُوا اور انہوں نے ٹھہرایا	الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے		
الَّذِيْنَ وہ جو	هُمْ وہ	عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کے بندے	اِنَاثًا عورتیں	اَشَهِدُوْا کیا تم موجود تھے	خَلْقَهُمْ ان کی پیدائش		
	سَتُكْتَبُ ابھی لکھ لیا جائے گا	شَهَادَتُهُمْ انکی گواہی (دعویٰ)	وَيُسْئَلُوْنَ اور ان سے پوچھا جائے گا				

تفسیر وتشریح: اوپر اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر فرما کر بتلایا گیا تھا کہ انسان کو چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرے لیکن یہ انسان کفر وشرک کر کے صریح ناشکری پر اتر آیا اور اللہ کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگا اور اس سے بڑھ کر گستاخی اور ناشکری کیا ہوگی کہ اللہ کے لئے اولاد تجویز کی جائے جیسا کہ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ فرشتوں کو عورتیں اور (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اسی لئے ان کے بت انہوں نے عورتوں کی شکل کے بنا رکھے تھے اور ان کو اپنی دیویاں سمجھ کر پرستش کرتے تھے۔ ان کے اس عقیدہ کی نا معقولیت کو ظاہر کر کے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک تو خالق مطلق کو باپ اور مخلوق کو اولاد قرار دینا ہی خالقیت اور تقاضائے خالقیت کے خلاف ہے۔ کفر بھی ہے اور ناسپاسی بھی اور اس سے بڑھ کر یہ حماقت کہ مشرک اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے وہ اولاد تجویز کی کہ جسے خود اپنے لئے ننگ وعار سمجھتے ہیں۔ اگر اپنے گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے تو اس کی اطلاع ملتے ہی منہ فق پڑ جاتا ہے۔ رنج سے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل میں گھٹ کر رہ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو زندہ بچی کو دفن کر دیتا ہے۔ جیسا کہ چودھویں پارہ سورہ نحل میں ارشاد فرمایا گیا **واذا بشر احد هم بالانثیٰ ظل وجهه مسودا وهو كظيم يتوارى من القوم من سوٓء ما بشر به ايمسكه على هون ام يدسه فى التراب الا سآء ما يحكمون** (اور جب ان میں کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی

جائے تو اس قدر ناراض ہو کہ سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے یعنی تولد دختر اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے اور دل میں اتار چڑھاؤ کرے کہ آیا اس مولود جدید کو ذلت کی حالت پر لئے رہے یا اس کو زندہ یا مار کر مٹی میں گاڑ دے)۔ اسلام کی برکت سے یہ بدرسم جہلائے عرب سے مٹی۔ تو جو اولاد یعنی بیٹی مشرکین کے زعم میں ایسی عیب دار حقیر اور ذلیل ہے۔ وہ اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ گویا معاذ اللہ خدا نے اپنے لئے اولاد بھی رکھی تو گھٹیا اور ناقص۔ اے مشرکین کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ اپنے حصہ میں تو عمدہ اور بڑھیا چیز لگاتے ہو اور خدا کے حصہ میں ناقص اور گھٹیا چیز۔ پھر جو کوئی اولاد چاہتا ہے وہ اس لئے چاہتا ہے کہ ہماری اولاد ہمارے کام آئے پس اگر بفرض محال خدا کو اولاد کی ضرورت ہوئی تو اس کا بھی یہی مقصد ہوتا اور سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اولاد دشمن کے مقابلہ میں باپ کی مدد کرے تو عورتیں نہ باپ کی تلوار سے مدد کرنے کے قابل ہیں۔ نہ زبان سے تو پھر خدا اپنے لئے ایسی ناکارہ اولاد کیسے تجویز کرسکتا ہے کہ جو عادۃً آرائش وزیبائش میں نشوونما پائے اور گہنے زیور کے شوق میں مستغرق رہے۔ تو ان مشرکین کا یہ کہنا کہ خدا نے (معاذ اللہ) فرشتوں کو بیٹیاں بنایا ہے نہ صرف غلط بلکہ سخت حماقت بھی ہے۔ آگے مشرکین کا ایک اور جھوٹ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو فرشتوں کو عورتوں کی جنس میں سے خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ نہ مرد ہیں۔ نہ عورت۔ ان کی جنس ہی علیحدہ ہے۔ پھر مشرکین جو یہ دعویٰ کرتے ہیں تو کیا جب اللہ نے فرشتوں کو بنایا تھا تو یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ مرد نہیں عورت بنایا ہے۔ کیا انہوں نے خود دیکھا ہے کہ وہ زنانہ ہیں۔ اگر نہیں تو ان کو زنانہ کیسے کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مشرکوں کی یہ دوسری حماقت ہے کہ وہ ملائکہ کو جو اللہ تعالیٰ کی خالص نورانی مخلوق ہیں ان کو عورت قرار دیتے ہیں۔ ان کی یہ جھوٹی شہادت دفتر اعمال میں لکھی جائے گی اور خدائی عدالت میں جس وقت پیش ہوں گے تب اس کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟ اور کہاں سے کہا تھا۔

یہاں ان آیات میں مشرکین عرب کی دو خصلتوں پر مذمت کی گئی۔

اوّل تو یہ کہ وہ اپنے گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو اتنا برا جانتے کہ شرمندگی کے سبب چہرہ کا رنگ بدل جاتا اور دل میں اس کی پیدائش سے گھٹتا اور سوچ میں پڑ جاتا کہ لڑکی پیدا ہونے کی ذلت کو برداشت کروں یا اس کو زندہ درگور کر کے پیچھا چھڑاؤں۔

دوسرے یہ جہالت کہ مشرکین جس اولاد کو اپنے لئے پسند نہ کریں اللہ جل شانہٗ کی طرف اسی کو منسوب کریں اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیں۔

یہاں سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو مصیبت وذلت سمجھنا جائز نہیں۔ یہ کفار کا فعل ہے اور جاہلیت کی بری رسم تھی۔ علما نے لکھا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ لڑکی پیدا ہونے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرے تا کہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جائے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پیٹ سے پہلے لڑکی پیدا ہو۔ (معارف القرآن جلد ۵۔ سورہ نحل)

اب آگے مشرکین اپنی مشرکانہ گستاخیوں کے جواز میں ایک دلیل عقلی بھی پیش کرتے جو اگلی آیات میں نقل فرما کر پھر اس کا رد بھی فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۗ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں، محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ

کیا ہم نے اُن کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے

وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا

اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے راستہ چل رہے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا

قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ

کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جارہے ہیں۔ ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا (رسم آبائی ہی کا اتباع کیے جاؤ گے)

جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۗ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا

اگرچہ میں اس سے اچھا منزل مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس دین کو مانتے ہی نہیں جس کو دے کر تم کو بھیجا گیا ہے۔

مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔

وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں	لَوْ شَآءَ اگر چاہتا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	مَا عَبَدْنٰهُمْ ہم نہ عبادت کرتے ان کی	مَا لَهُمْ انہیں نہیں	بِذٰلِكَ اس کا	مِنْ عِلْمٍ کچھ علم	
اِنْ نہیں	هُمْ وہ	اِلَّا مگر صرف	يَخْرُصُوْنَ انکل دوڑاتے ہیں	اَمْ کیا	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے دی انہیں	كِتٰبًا کوئی کتاب	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل
فَهُمْ بِهٖ سو وہ اس کو	مُسْتَمْسِكُوْنَ تھامے ہوئے ہیں	بَلْ بلکہ	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	اِنَّا وَجَدْنَا بیشک ہم نے پایا	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا		
عَلٰٓى اُمَّةٍ ایک طریقہ پر	وَاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ ان کے نقش قدم پر	مُّهْتَدُوْنَ راہ پانے والے چل رہے ہیں	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح			
مَآ اَرْسَلْنَا نہیں بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ اس سے پہلے	فِيْ قَرْيَةٍ کسی بستی میں	مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈر سنانے والا	اِلَّا مگر	قَالَ کہا		
مُتْرَفُوْهَآ اس کے خوشحال	اِنَّا وَجَدْنَا بیشک ہم نے پایا	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا	عَلٰٓى اُمَّةٍ ایک طریقہ پر	وَّاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ انکے نقش قدم پر		
مُّقْتَدُوْنَ پیروی کرتے ہیں	قٰلَ نبی نے کہا	اَوَ کیا	لَوْ جِئْتُكُمْ اگرچہ میں تمہارے پاس لایا ہوں	بِاَهْدٰى بہتر راہ بتانے والا	مِمَّا اس سے جو		
وَجَدْتُّمْ تم نے پایا	عَلَيْهِ اس پر	اٰبَآءَكُمْ اپنے باپ دادا	قَالُوْٓا وہ بولے	اِنَّا بیشک ہم	بِمَآ اس پر	اُرْسِلْتُمْ بِهٖ جس کے ساتھ تم بھیجے گئے	
كٰفِرُوْنَ انکار کرنیوالے	فَانْتَقَمْنَا تو ہم نے بدلہ لیا	مِنْهُمْ ان سے	فَانْظُرْ سو دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مشرکین کے اس عقیدہ کا ردّ فرمایا گیا تھا کہ جو معاذ اللہ فرشتوں کو عورتیں اور اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے اور ان کے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے۔ اب آگے ان آیات میں مشرکین کا قولؔ جو وہ شرک اور بت پرستی کے جواز میں پیش

کرتے نقل فرما کر اس کا ردّ فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مشرکین اپنی مشرکانہ گستاخیوں اور بت پرستی کے جواز میں ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شرک و بت پرستی اگر ایسی ہی بری چیز تھی تو خدا نے ہمیں اس پر قدرت کیوں دی؟ اسے منظور ہوتا تو وہ ہمیں شرک و بت پرستی کرنے ہی نہ دیتا۔ خدا اگر چاہتا تو ہم کو اپنے سوا دوسری چیزوں کی پرستش سے جبرًا روک دیتا۔ جب ہم برابر کرتے رہے اور نہ روکا تو ثابت ہوا کہ یہ کام اس کو پسند ہے۔ گویا مشرکین کا استدلال یہ تھا کہ چونکہ اس نے ہمیں بت پرستی پر قادر کر دیا اس لئے وہ اس سے راضی بھی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان کو دنیا میں اختیار جو ملا ہے وہ اسے مکلف بنانے ہی کے لئے ملا ہے۔ اسی اختیار کے باعث یہ مستوجب عذاب وثواب ہوتا ہے۔ ورنہ اگر اسے اختیار ہی نہ ہوتا تو انسان کی بالکل ایک مشین کی سی حالت ہوتی اور عذاب وثواب کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہتا۔ تو مشرکین نے اپنی جہالت سے یہ سمجھا کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ چونکہ خدا کی مشیت کے تحت ہو رہا ہے اس لئے ضرور اس کی رضا سے بھی ہو رہا ہے۔ حالانکہ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو دنیا میں کوئی کام اور کوئی چیز بری ہی نہ رہے۔ ہر ایک چور۔ ڈاکو۔ قاتل۔ زانی۔ راشی۔ ظالم یہ ہی کہہ دے کہ خدا چاہتا تو مجھے ظلم وستم۔ چوری۔ ڈاکہ۔ قتل۔ زنا نہ کرنے دیتا جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس کام سے خوش اور راضی ہے۔ جن برائیوں اور جرموں کو کوئی بھی دنیا میں نیکی اور بھلائی نہیں سمجھتا اس طرز استدلال کی بنا پر تو سب افعال حلال۔ طیب اور خیر ہی ہو جاتے اور سارا عالم خیر محض ہو جاتا۔ اور شر اور برائی کا بیج نہ رہتا۔ الغرض محض دنیا میں اللہ کا کسی کام کو ہونے دینا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اس کام سے راضی اور خوش بھی ہے۔ چنانچہ مشرکین کی اس دلیل کو اس طرح ردّ فرمایا جاتا ہے کہ یہ جو دلیل بک رہے ہیں یہ کوئی علمی اصول اور تحقیقی بات نہیں یہ محض ان کی اٹکل پچو بات اور بے بنیاد قیاس ہے۔ یہ تو ان مشرکین کے عقلی دلیل کا ردّ ہوا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان کے پاس شرک و بت پرستی کی کوئی نقلی یعنی کتابی دلیل بھی ہے جو یہ اپنے دعوٰی پر رکھتے ہوں؟ کیا خدا کی اتاری ہوئی کوئی کتاب ان کے ہاتھ میں ہے جس میں شرک کا پسندیدہ ہونا لکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں بجز باپ دادا کی رسم کی اندھی تقلید کے۔ ان کے پاس دلیل کے نام سے کوئی چیز نہیں نہ عقلی۔ نہ نقلی۔ بس ان کی سب سے بڑی دلیل جس کو ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں یہی باپ دادا کی اندھی تقلید ہے۔ امام رازیؒ نے یہاں لکھا ہے کہ باپ دادا کی کورانہ تقلید کی مذمت میں قرآن کریم میں اگر کسی اور جگہ بھی کچھ نہ فرمایا گیا ہوتا جب بھی یہی آیات بالکل کافی تھیں۔ آج مسلمانوں میں غیر شرعی رسموں کی پابندی محض اس بنا پر کی جاتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا سے اس رسم کو ہوتے ہوئے دیکھتے آئے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کسی کام کے اچھے برے ہونے کی یہ دلیل کافی نہیں کہ محض باپ دادا کے وقت سے یہ کام ہوتا آ رہا ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث اور شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اس کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح یہ مشرکین بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل اپنی رسم قدیم کو سند لاتے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے بھی جس بستی میں جس پیغمبر کو بھیجا گیا تو اس بستی کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو جس طریق پر پایا اسی راستہ پر ان کے پیچھے ہم چل رہے ہیں۔ جس پر

اس بستی میں آنے والے پیغمبر نے کہا کہ تم رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے اگر چہ تمہارے باپ دادا کا طریق زندگی غلط رہا ہو۔ میں تو تمہارے پاس ایسی صحیح تعلیم لے کر آیا ہوں اور وہ ضابطۂ حیات بتا رہا ہوں اور وہ طریقۂ زندگی سکھا رہا ہوں جو تمہارے باپ دادا کے طریقہ سے کہیں زیادہ بہتر اور منزل مقصود پر پہنچانے والا ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی تم باپ دادا ہی کے طریقہ پر چلتے رہو گے اور میری ہدایت اور تعلیم کو نہیں مانو گے۔ جس پر مشرکوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ کچھ بھی ہو ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے اور پرانا آبائی طریقہ ترک نہیں کر سکتے۔ تم جس پیام ہدایت کے لانے والے ہو ہم کو اس سے انکار ہے یعنی نہ ہم کو اس کا یقین ہے کہ خدا نے تم کو یہ پیام پہنچانے اور اس طرح ہدایت کرنے پر مقرر کیا ہے نہ اس تعلیم کو ہم باپ دادا کے طریقہ کے مقابلہ میں صحیح اور مفید سمجھتے ہیں۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ اس سرکشی اور غلط روی کا نتیجہ آخر یہی نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور انبیاء کا مقابلہ کرنے والے اور ان کی تکذیب کرنے والے آخر ہلاک۔ تباہ و برباد کئے گئے۔ ان کی حکومت۔ ان کی طاقت۔ ان کی کثرت۔ ان کی صنعت۔ ہر چیز تباہ ہو کر رہ گئی۔

اب یہاں چونکہ باپ دادا کی تقلید اور ان کے طریقہ پر چلنے کا ذکر آ گیا اس لئے آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مشرکین کو سنایا جاتا ہے کہ اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرنی ہے تو اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کرو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو جو تعلیم و ہدایت کتاب و سنت سے ملی ہے اسی کے موافق ہم کو اپنا عقیدہ اور عمل رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور دین میں بے تحقیق باتوں پر عمل کرنے سے بچایئے۔ دین میں جو غلط باتیں محض باپ دادا کی رسم کی بنیاد پر چل گئی ہیں۔ یا اللہ ان کی تقلید سے ہم کو بچایئے اور کتاب و سنت کی تعلیم کے موافق چلنا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! دین میں جو طرح طرح کی بدعات اور رسوم غیر شرعی اب ایجاد کر لئے گئے ہیں ان کے اتباع سے ہم کو بچایئے اور وہ صراط مستقیم جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور جس پر خود چل کر دکھلا دیا اور جس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتباع کیا۔ اور ائمہ دین۔ سلف صالحین نے جس کا اتباع کیا۔

یا اللہ ہم کو بھی اسی صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرما تا کہ ہم آپ کی اور آپ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَاۗءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ

اور جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں (کی عبادت سے) بیزار ہوں جنکی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا

سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَاۗءِ

پھر وہی مجھ کو راہنمائی کرتا ہے۔اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تا کہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں۔بلکہ میں نے ان کو

وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا

اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سا سامان دیا یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتلانے والا رسول آیا۔اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے

بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾

اور ہم اس کو نہیں مانتے۔اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	اِبْرٰهِيْمُ ابراہیم	لِاَبِيْهِ اپنے باپ کو	وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم	اِنَّنِيْ بیشک میں	بَرَآءٌ بیزار	
مِمَّا تَعْبُدُوْنَ اس سے جس کی تم پرستش کرتے ہو	اِلَّا الَّذِيْ مگر وہ جس نے	فَطَرَنِيْ مجھے پیدا کیا	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	سَيَهْدِيْنِ جلد مجھے ہدایت دیگا			
وَجَعَلَهَا اور اس نے کیا اس کو	كَلِمَةً بات	بَاقِيَةً باقی رہنے والی	فِيْ عَقِبِهٖ اپنی نسل میں	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَرْجِعُوْنَ رجوع کرتے ہیں		
بَلْ مَتَّعْتُ بلکہ میں نے سامانِ زیست دیا	هٰٓؤُلَاۗءِ انکو	وَاٰبَاۗءَهُمْ اور انکے باپ دادا	حَتّٰى یہاں تک کہ	جَاۗءَهُمْ آگیا انکے پاس	الْحَقُّ حق (قرآن)		
وَرَسُوْلٌ اور رسول	مُبِيْنٌ صاف صاف بیان کرنیوالا	وَلَمَّا اور جب	جَاۗءَهُمْ آگیا انکے پاس	الْحَقُّ حق	قَالُوْا وہ کہنے لگے	هٰذَا یہ	سِحْرٌ جادو
وَاِنَّا اور بیشک ہم	بِهٖ اس کے	كٰفِرُوْنَ انکار کرنیوالے	وَقَالُوْا اور وہ بولے	لَوْلَا نُزِّلَ کیوں نہ اتارا گیا	هٰذَا الْقُرْاٰنُ یہ قرآن	عَلٰي رَجُلٍ کسی آدمی پر	
مِنَ سے	الْقَرْيَتَيْنِ دو بستیاں	عَظِيْمٍ بڑے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ شرک اور بت پرستی کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ان کفار مکہ ومشرکین عرب کے پاس نہیں بجز اس کے کہ وہ اپنے باپ دادا کے پرانے طریقہ پر چلتے ہیں اور پہلی قوموں کے مشرکین نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں سے یہی کہا کہ ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہمیشہ سے ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔تو اس کورانہ باپ دادا کے رسم کی تقلید کی مذمت فرمائی گئی تھی۔اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ عقل مند آدمی باپ دادا کے غلط راستہ پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔اور اس کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور مشرکین عرب کو جتلایا جاتا ہے کہ دیکھو حضرت ابراہیمؑ جو تمہارے مسلم پیشوا ہیں انہوں نے اپنے باپ کی غلط راہ دیکھ کر چھوڑ دی تھی۔تم اگر اپنے باپ دادا کی تقلید ہی پر مرتے ہو تو اپنے اس جدامجد کی راہ پر چلو جس نے دنیا میں حق وصداقت کا جھنڈا گاڑ دیا تھا اور نہ صرف اپنی ذات سے توحید پر عامل تھے بلکہ اپنی اولاد کو بھی وصیت کر گئے تھے کہ میرے بعد ایک خدا کی بندگی کے سوا کسی کو نہ پوجنا۔تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ جتلایا جا رہا ہے کہ تم نے اپنے بڑوں کی تقلید اختیار بھی کی تو اس کے لئے اپنے بہترین اسلاف کو چھوڑ کر بدترین اسلاف کا انتخاب کیا کہ حضرت ابراہیم واسماعیلؑ کی اولاد ہوتے ہوئے ان کے طریقہ کو چھوڑ کر بت پرست قوموں

سے شرک و بت پرستی سیکھ لی۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ اور قول بیان فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے صاف کہہ دیا تھا کہ تم جن بتوں کی پرستش کرتے ہو میرا ان سے کوئی تعلق اور سروکار نہیں۔ میرا تعلق صرف اس ایک وحدہ لا شریک سے ہے کہ جو میرا پیدا کرنے والا ہے اور وہی انسان کی صحیح رہنمائی کرنے والا ہے۔ ان بتوں نے نہ مجھے پیدا کیا اور نہ کسی معاملہ میں رہنمائی کر سکتے ہیں اس لئے ان سے میرا کوئی تعلق نہیں اس لئے میں تمہارے جاہلانہ مذہب کی پیروی نہیں کر سکتا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے یہ جتلایا گیا کہ دیکھو اگر آنکھ بند کر کے حق و باطل کی تمیز کئے بغیر باپ دادا کی تقلید کرنا درست ہوتا تو حضرت ابراہیم بھی اس آبائی تقلید کی پیروی کرتے جس کا انہوں نے صاف انکار کر دیا جس سے ظاہر ہوا کہ باپ دادا کی پیروی کرنے سے پہلے آدمی کو آنکھیں کھول کر دیکھ لینا اور عقل سے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ باپ دادا صحیح راستہ پر بھی ہیں یا نہیں۔ اگر معقول دلیل سے یہ ظاہر ہو کہ باپ دادا غلط راستہ پر تھے تو ان کی پیروی چھوڑ کر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ جو دلیل کی رو سے حق ہو غرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو خود بھی توحید کے معتقد تھے اور اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ کو قائم رکھنے کی وصیت کر گئے تھے مگر افسوس کہ ان کی نسلوں نے ان کی میراث توحید تو حاصل نہ کی اور ان کی وصیت پر نہ چلے بلکہ اللہ نے جو دنیا کا سامان اور مال و دولت دیا تھا اس کے مزوں میں پڑ کر خداوند قدوس کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے یہاں تک کہ ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنا وہ پیغمبر بھیجا جس کی پیغمبری بالکل روشن اور واضح ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے سچا دین پہنچایا۔ قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ کے احکام سے مطلع کیا۔ کھلے ہوئے معجزات دکھلا کر راہ حق پیش کی مگر بدبختوں نے اللہ کے رسول کو جادوگر قرار دیا۔ قرآن کو جادو بتلایا اور پیغمبر خدا کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو ان منکرین نے قرآن کی نسبت تو یہ کہا کہ یہ جادو ہے ہم اس کو نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہنے لگے کہ یہ قرآن اگر کلام الٰہی ہے اور واقعی خدا کو کوئی رسول بھیجنا تھا تو ہمارے مرکزی شہر مکہ و طائف میں سے کسی بڑے رئیس دولت مند آدمی کو اس غرض کے لئے منتخب ہونا تھا۔ سارے عرب میں رسول بنانے کے لئے کیا خدا کو ایسا ہی ایک شخص ملا جو یتیم پیدا ہوا۔ جس نے بکریاں چرائیں۔ جس کے کوئی مال و دولت کا انبار یا سرداری بھی نہیں۔ گویا کافروں کو اوّل تو نبوت تسلیم ہی نہ تھی قومی رسم و رواج۔ اجتماعی دستور۔ اور باپ دادا کی تقلید اور طریقہ زندگی ان کی نظر میں معیار صداقت تھی لیکن بادل ناخواستہ اگر وہ ضرورت نبوت کو تسلیم کر بھی لیتے تو استحقاق نبوت اور محل نبوت ہونے کا معیار ان کے نزدیک صرف مال و دولت کی کثرت۔ قوم کی سیادت اور دنیوی وجاہت تھی اس لئے مکہ کے کافر کہتے تھے کہ طائف یا مکہ کے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ نازل ہوا اور دونوں بستیوں کے مشہور و معروف سرداروں میں سے کسی کو پیغمبر کیوں نہیں بنایا گیا۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی گمراہ۔ بدعمل یا بدعقیدہ جماعت یا گروہ کے درمیان رہتا ہے اور خاموش رہنے کی صورت میں یہ اندیشہ ہے کہ اس کو بھی اس گروہ یا جماعت کا ہم خیال اور ہم عقیدہ سمجھا جائے گا تو محض اپنے عقیدے اور عمل کا درست کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس گروہ اور جماعت کے بدعقائد اور بداعمال سے اپنی براءت کا اظہار بھی ضروری ہے جیسا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول و فعل سے ظاہر ہے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ اپنے عقائد و اعمال کو مشرکین سے عملاً ممتاز کر لیا بلکہ زبان سے بھی براءت کا برملا اظہار فرمایا (معارف القرآن) اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس اتباع کی توفیق نصیب فرمائیں۔

پھر جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق جو یہ فرمایا

وجعلها کلمة باقیةفی عقبه یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اس عقیدہ توحید کو جس کے وہ معتقد تھے وصیت کے ذریعہ اس عقیدہ کو اپنی اولاد میں بھی ایک قائم رہنے والی بات کر گئے ۔ مطلب یہ کہ اپنے عقیدہ توحید کو انہوں نے اپنی ذات ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔تو اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ذات کے علاوہ اپنی اولاد کو دین صحیح پر کاربند کرنے اور قائم رکھنے کی فکر بھی انسان کے فرائض میں داخل ہے۔انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن کریم نے بتایا ہے کہ انہوں نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو دین صحیح پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی لہٰذا جس صورت سے ممکن ہو اولاد کے اعمال واخلاق کی اصلاح میں اپنی پوری کوشش صرف کر دینا ضروری بھی ہے اور انبیاء کی سنت بھی اور یوں تو اولاد کی اصلاح کے بہت سے طریقہ ہیں جنہیں حسب موقع اختیار کیا جاسکتا ہے لیکن حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اولاد کی اصلاح کے لئے سب سے زیادہ کارگر عمل یہ ہے کہ والدین ان کی دینی اصلاح کے لئے دعاء کا اہتمام کریں افسوس ہے کہ اس آسان تدبیر سے آج کل غفلت عام ہوتی جارہی ہے اور اس کے انجام بد کا مشاہدہ خود والدین کرتے رہتے ہیں۔(معارف القرآن جلد ۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس غفلت سے بچائیں اور اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے دل سے دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

خلاصہ یہ کہ اوّل تو مشرکین عرب یہی باور کرنے پر تیار نہ تھے کہ اللہ کا کوئی رسول انسان ہوسکتا ہے چنانچہ ان کا یہ اعتراض قرآن کریم نے متعدد جگہ ذکر فرمایا کہ کفار کہتے ہیں کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول کیسے تسلیم کرلیں جب کہ وہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں اپنی ضروریات کے لئے چلتے پھرتے ہیں لیکن جب حق تعالیٰ نے اس اعتراض کے جواب میں متعدد آیات قرآنی کے ذریعہ یہ واضح کردیا کہ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ دنیا میں جتنے بھی اللہ کے انبیاء اور رسول آئے وہ سب انسان ہی تھے۔تو اب مشرکین یہ اعتراض کرنے لگے کہ اگر کسی انسان ہی کو نبوت خدا کو سونپنی تھی اور اپنی کتاب اس پر نازل کرنی تھی تو یہ منصب مکہ یا طائف کے کسی بڑے دولت مند۔اور صاحب جاہ وریاست کو کیوں نہیں دیا گیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مالی اعتبار سے کوئی بڑے صاحب حیثیت نہیں؟ یہ چونکہ مال وریاست نہیں رکھتے اس لئے پیغمبر نہیں ہوسکتے۔کفار کے اس شبہ کی تردید اور ان کے اس اعتراض کا جواب حق تعالیٰ نے اگلی آیات میں ظاہر فرمایا ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو توحید کی نعمت عطا فرمائی ہے تو زندگی کے آخری لمحہ تک ہم کو سچی توحید پر قائم رکھیں۔
یا اللہ اپنے کرم سے ہماری نسلوں کو بھی توحید خالص پر قائم رکھئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک جو یہ قرآن عظیم پہنچا ہے تو اس پر ایمان کے ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیے۔یا اللہ ہم کو اور ہماری نسلوں کو قرآنی تعلیمات اور ہدایات نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پورا پورا متبع اور تابعدار بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمائیے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا

کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، دنیوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر

بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾

رفعت دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔

وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کیلئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے

وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِنْ كُلُّ

اور زینے بھی جن پر وہ چڑھا کرتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی، اور یہ سب کچھ بھی نہیں

ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٥﴾

صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے، اور آخرت آپ کے رب کے ہاں خداترسوں کیلئے ہے۔

أَهُمْ کیا وہ	يَقْسِمُونَ تقسیم کرتے ہیں	رَحْمَتَ رحمت	رَبِّكَ تمہارا رب	نَحْنُ ہم	قَسَمْنَا ہم نے تقسیم کی	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	مَعِيشَتَهُمْ انکی روزی
فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کئے	بَعْضَهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	فَوْقَ بَعْضٍ بعض (دوسرے) پر	دَرَجٰتٍ درجے		
لِيَتَّخِذَ تاکہ بنائے	بَعْضُهُمْ بَعْضًا ان میں سے بعض (ایک) دوسرے کو	سُخْرِيًّا خدمتگار	وَرَحْمَتُ رَبِّكَ اور تمہارے رب کی رحمت	خَيْرٌ بہتر			
مِمَّا اس سے جو	يَجْمَعُونَ وہ جمع کرتے ہیں	وَلَوْلَا اور اگر (یہ) نہ ہوتا	أَنْ يَكُونَ کہ ہو جائیں گے	النَّاسُ تمام لوگ	أُمَّةً وَاحِدَةً ایک امت (طریقہ)		
لَجَعَلْنَا توہم بناتے	لِمَنْ يَكْفُرُ ان کیلئے جو کفر کرتے ہیں	بِالرَّحْمٰنِ رحمن (اللہ) کا	لِبُيُوتِهِمْ ان کے گھروں کیلئے	سُقُفًا چھت	مِنْ فِضَّةٍ چاندی سے۔کی		
وَمَعَارِجَ اور سیڑھیاں	عَلَيْهَا جن پر	يَظْهَرُونَ وہ چڑھتے	وَلِبُيُوتِهِمْ اور ان کے گھروں کیلئے	أَبْوَابًا دروازے	وَسُرُرًا اور تخت	عَلَيْهَا جن پر	
يَتَّكِئُونَ وہ تکیہ لگاتے	وَزُخْرُفًا اور آرائش کرتے	وَإِنْ اور نہیں	كُلُّ ذٰلِكَ یہ سب	لَمَّا مگر	مَتَاعُ پونجی	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	
وَالْآخِرَةُ اور آخرت	عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے نزدیک	لِلْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں کیلئے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا اور اس کا اعجاز ظاہر ہوا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہ تو انہوں نے قرآن کی نسبت کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے کہ یہ قرآن اگر کلام الٰہی ہے تو عرب کی مشہور دو بستیاں یعنی مکہ و طائف کے رہنے والے کسی مشہور بڑے آدمی اور سردار پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ یعنی ان کے نزدیک رسول کے لئے دنیوی وجاہت اور مال و دولت کی کثرت اور قوم کی سرداری و سیادت کا مالک ہونا ضروری تھا اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہراً مال و دولت اور ریاست نہیں رکھتے تھے اس وجہ سے کفار شبہ کرتے کہ آپ پیغمبر نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ کفار کے اس شبہ کا رد فرماتے ہیں اور ان آیات میں اس کے جواب میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیم ان کے قبضہ میں ہے کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں؟ کیا منصب نبوت و

رسالت کی تقسیم ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے کہ جو انتخاب پر بحث کررہے ہیں؟ یعنی ان کو وہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ یہ جس کو تجویز کریں اس کو نبوت دی جائے اور جس کو یہ تجویز نہ کریں اس کو نہ دی جانی چاہئے؟ مطلب یہ کہ ان منکرین کو یہ کہنے کا کوئی حق ہی نہیں کہ فلاں پر قرآن کیوں اتارا گیا اور فلاں پر کیوں نہ اتارا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہے اور اسے وہی خوب جانتا ہے کہ اس کی رسالت کا صحیح معنیٰ میں کون حق دار ہے۔ یہ نعمت و رحمت اسی کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پاک دل اور سب سے بڑھ کر پاک نفس ہو۔ نبوت جو اللہ کا سب سے بڑا عطیہ ہے اور خاص الخاص رحمت وعنایت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ہی اپنے ہمہ گیر علم کی مناسبت سے موزوں ترین شخصیت کو اس منصب پر مامور فرماتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت تو خیر بہت ہی بڑی چیز ہے۔ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے جو عام ذرائع۔ سامان زندگی اور مال و دولت کی تقسیم ہے وہ بھی کسی اور کے حوالہ یا اور کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا گیا۔ اس کا انتظام اور تقسیم بھی قدرت نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ کسی کو مال دار بنایا تو کسی کو غریب رکھا۔ کسی کو خوبصورت بنایا تو کسی کو بدصورت بنایا۔ کسی کو قوت وطاقت دے کر قوی ہیکل بنایا تو کسی کو ناداری اور کمزوری دے کر کمزور وضعیف بنایا۔ کسی کو صحیح و سالم اعضاء دیئے تو کسی کو اپاہج۔ لولا۔ لنگڑا گونگا بہرا بنایا کوئی امیر زادہ ہے تو کوئی فقیر زادہ۔ کوئی حاکم ہے تو کوئی محکوم۔ کوئی آقا ہے تو کوئی خدمت گار۔ غرض کہ فرق و تفاوت کے ساتھ انسانوں کو معاشی حیثیت سے مختلف درجات کا رکھا اور جس کو جتنا اور جو چاہا عطا کیا اور جس سے جو اور جب چاہا چھین لیا اس طرح ایک کو دوسرے پر رفعت دی اور حکمت اس میں یہ ہے کہ عالم کا انتظام قائم رہے اور ایک دوسرے کا کام کرتا رہے۔ الغرض کہ دنیوی معیشت اور سامان زندگی کی تقسیم بھی حق تعالیٰ نے اپنی ہی قدرت میں رکھی ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کہہ سکے کہ فلاں کو اتنا کیوں دیا اور فلاں کو اتنا کیوں نہ دیا پس اسی طرح رسالت کے باب میں یہ حق نہیں ہوسکتا کہ کوئی یوں کہے کہ فلاں کو پیغمبری کیوں دی اور فلاں کو کیوں نہ دی۔ جب اللہ نے دنیا کی روزی۔ اور دنیا کا مال و جاہ اور ساز و سامان کسی کی تجویز پر نہیں بانٹا۔ تو نبوت و رسالت کا شرف تو کہیں اعلیٰ ہے اس میں کسی کے اختیار کو کیا دخل ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی حکمت و دانائی سے جانتے ہیں کہ ان بستیوں میں کون ایسے مرتبہ والا شخص ہے کہ جسے رسالت کا عہدہ دیا جاسکے۔ آگے دنیا کے مال و دولت اور مادّی ساز و سامان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بے وقعت اور حقیر ہونا بیان فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی وقعت وقدر نہیں نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب الٰہی کی دلیل ہے یہ تو عند اللہ ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں یہ مال و دولت کافروں کو اتنا دے دیتا کہ ان کے پاس سونے اور چاندی کا انبار لگا دیتا۔ ان کے مکان کی چھتیں۔ دروازہ اور چوکھٹ اور تخت اور چوکیاں سب سونے اور چاندی کی بنا دیتا مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے۔ عموماً لوگ کفر کا راستہ اختیار کر لیتے اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ سرد پانی کا نہ دیتا۔ آگے اس دنیا کے مال و دولت کے حقیر ہونے کی ایک وجہ جو نہایت ظاہر ہے وہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ سب دنیا کا ساز سامان جس کا ذکر ہوا یہ صرف دنیا کی چندروزہ زندگی کی بہار کے لئے ہے۔ پھر فنا اور آخر فنا ہے۔ قابل قدر اور قابل طلب تو صرف آخرت ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور جو تقویٰ یعنی ایمان اور عمل صالحہ سے حاصل ہوتی ہے۔ آخرت کی بھلائیاں انہی کے لئے ہیں جو دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں اور ڈر ڈر کر زندگی گذارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے متقی بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔آمین۔اب ان آیات سے بعض امور خاص طور پر ظاہر ہوتے ہیں:۔

ایک تو یہ کہ دنیا میں معاشی تقسیم یونہی الللپ اور انکل پچو نہیں۔ بلکہ ایک خاص نظام تکوینی اور مشیت الٰہی کے ماتحت چل رہی ہے۔

دوسرے معاشی حیثیت سے بھی مراتب و درجات کا فرق بالکل طبعی وفطری ہے کوئی دولت مند ہوگا کوئی نادار۔کوئی حاکم ہوگا کوئی محکوم۔کوئی افسر وآقا ہوگا تو کوئی ماتحت اور خادم۔

تیسرے یہ کہ دنیا اور اس کا سارا ساز وسامان اللہ کے ہاں نہایت حقیر اور بے وقعت ہے اور مال وزر کی افراط وکثرت اکثر وبیشتر نقصان اور حرمان آخرت ہی کا باعث ہوتی ہے۔

چوتھے چاندی اور سونے کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے کہ جو چیز دنیا میں کافروں کے لئے سزاوار ہے وہ مومن کی پسند نہ ہونا چاہئے۔چنانچہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پیو۔اور نہ ان کی رکابیوں میں کھاؤ۔اس لئے کہ یہ دنیا میں کفار کا سامان ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہے ان آیات سے قوم کے ان نام نہاد "مصلحین" اور بہی خواہان ترقی کے دل دادوں کی روش پر بھی روشنی پڑ گئی جو دن رات اپنی تحریر و تقریر میں اٹھتے اور بیٹھتے یورپ اور امریکہ کے مال و دولت اور ساز سامان زندگی کا ذکر للچائی ہوئی زبان میں کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس طرح ترغیب دیتے رہتے ہیں کہ جیسے زرداری ہی ترقی کی معراج ہے۔ان کے عیش وآرام اور ان کی دولت مندی کو دیکھ کر للچانا اور اس کی حرص کرنا یہ ایک مسلمان کے لئے حقیقت شناسی سے بہت بعید بات ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ کھجور کے پٹھوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر آپ لیٹے ہوئے ہیں۔اور اس کے اور آپ کے جسم مبارک کے درمیان کوئی بستر نہیں ہے۔اور چٹائی کی بناوٹ نے آپ کے پہلوئے مبارک پر گہرے نشانات ڈال دیئے ہیں۔اور سرہانے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔یہ حالت دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ حضور! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ آپ کی امت کو فراخی اور خوش حالی عطا فرمائے۔روم اور فارس والوں کو بھی اللہ نے فراخی دی ہے۔حالانکہ وہ تو خدا پرست بھی نہیں ہیں۔آپ نے فرمایا اے ابن خطاب! تم ابھی اس حال میں اور اس خیال میں ہو! یہ سب تو وہ لوگ ہیں (جو اپنی خدا فراموشی اور کافرانہ زندگی کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم و بے نصیب کئے گئے ہیں۔اور اس لئے ان کی وہ لذتیں جو اللہ ان کو دینا چاہتا تھا اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہیں۔اور ایک روایت میں حضورؐ کا جواب اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے عمرؓ تم اس پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا کا عیش ہو۔اور ہمارے لئے آخرت کا عیش۔(بخاری ومسلم)

معلوم ہوا مسلمان کو تو فکر وطلب بس آخرت کی ہونی چاہئے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔یہ دنیا تو بس چند روزہ قیام کی سرائے ہے کیا یہاں کی تکلیف اور کیا یہاں کا عیش وآرام۔مگر یہ تو اسی کی سمجھ میں بات آسکتی ہے جو دین وآخرت کو اپنا مقصد زندگی سمجھتا ہو۔اور جس نے مقصد زندگی روٹی کپڑا مکان بنالیا وہ تو ان آخرت کے متوالوں کو احمق اور دیوانہ ہی کہے گا۔لیکن ان دنیا کے پرستاروں کا انجام اگلی آیات میں کھول کر بیان فرمایا گیا ہے جو ہوش کے کانوں سے سننے کے قابل ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ

اور جو شخص اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جاوے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ ان کو راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں،

عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ

اور یہ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ راہ (راست) پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا تو (اس شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں

بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ

مشرق و مغرب کے برابر فاصلہ ہوتا کہ تو بُرا ساتھی تھا۔ اور جب کہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آوے گی کہ تم سب عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾

شریک ہو۔ سو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ

پس اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھا لیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (بھی) دکھلا دیں تب بھی ہم کو ان پر

مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْۤ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ

ہر طرح کی قدرت ہے۔ تو آپ اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے، آپ بیشک سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور یہ قرآن آپ کیلئے اور آپ کی

وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ ۚ اَجَعَلْنَا

قوم کیلئے بیشک بڑے شرف کی چیز ہے، اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے۔ اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کیا ہم نے

مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جاوے۔

وَمَنْ اور جو	يَّعْشُ شب کوری کرے	عَنْ سے	ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کی یاد	نُقَيِّضْ ہم مقرر (مسلط) کر دیتے ہیں	لَهٗ اس کیلئے		
شَيْطٰنًا ایک شیطان	فَهُوَ تو وہ	لَهٗ اس کا	قَرِيْنٌ ساتھی	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَيَصُدُّوْنَهُمْ البتہ وہ روکتے ہیں انہیں	عَنِ السَّبِيْلِ راستہ سے	
وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ گمان کرتے ہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	مُّهْتَدُوْنَ ہدایت یافتہ	حَتّٰى یہاں تک	اِذَا جب	جَآءَنَا وہ آئیں گے ہمارے پاس	قَالَ وہ کہے گا	
يٰلَيْتَ اے کاش	بَيْنِيْ میرے درمیان	وَبَيْنَكَ اور تیرے درمیان	بُعْدَ دوری	الْمَشْرِقَيْنِ مشرق و مغرب	فَبِئْسَ تو بُرا	الْقَرِيْنُ ساتھی	
وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ اور ہرگز نفع نہ دیگا تمہیں	الْيَوْمَ آج	اِذْ ظَّلَمْتُمْ جب ظلم کیا تم نے	اَنَّكُمْ یہ کہ	تم فِى الْعَذَابِ عذاب میں	مُشْتَرِكُوْنَ مشترک ہو		
اَفَاَنْتَ تو کیا آپ	تُسْمِعُ سنائیں گے	الصُّمَّ بہروں	اَوْ تَهْدِى یا راہ دکھائیں گے	الْعُمْىَ اندھوں	وَمَنْ كَانَ اور جو ہو	فِىْ میں	
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ صریح گمراہی	فَاِمَّا پھر اگر	نَذْهَبَنَّ لے جائیں	بِكَ آپ کو	فَاِنَّا تو بیشک ہم	مِنْهُمْ ان سے	مُّنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے	

اَوْ نُرِيَنَّكَ یا ہم دکھادیں تمہیں	الَّذِيْ وہ جو	وَعَدْنٰهُمْ ہم نے وعدہ کیا ان سے	فَاِنَّا تو بیشک ہم	عَلَيْهِمْ ان پر	مُّقْتَدِرُوْنَ قدرت رکھنے	
والے (قادر) ہیں	فَاسْتَمْسِكْ پس آپ مضبوطی سے تھام لیں	بِالَّذِيْ وہ جو	اُوْحِيَ وحی کیا گیا	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اِنَّكَ بیشک آپ	عَلٰى پر
صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَذِكْرٌ نصیحت (نامہ)	لَّكَ آپ کیلئے	وَلِقَوْمِكَ اور آپ کی قوم کیلئے	وَسَوْفَ اور عنقریب
تُسْـَٔلُوْنَ تم سے پوچھا جائیگا	وَسْـَٔلْ اور پوچھ لیں	مَنْ جو	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	مِنْ رُّسُلِنَا ہمارے رسولوں میں سے	
	اَجَعَلْنَا کیا ہم نے مقرر کئے	مِنْ سے	دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کے سوا	اٰلِهَةً کوئی معبود	يُّعْبَدُوْنَ اُن کی عبادت کی جائے	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کا تذکرہ ہوا تھا جن کے نزدیک دنیوی مال ودولت ہی عزت وافتخار کی چیز ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ مال ودولت ایک بے حقیقت اور حقیر چیز ہے جو دنیا میں اللہ کے نہ ماننے والوں کو افراط کے ساتھ مل جاتی ہے اور جتنا اب اللہ نے کافروں کو دنیا میں دے رکھا ہے اس سے بھی زیادہ زرو دولت کی بارش کافروں پر کردی جاتی حتیٰ کہ ان کے گھر چھتیں اور دروازہ اور دوسرا ساز وسامان سونے چاندی کا بنادیا جاتا مگر اس لئے ایسا نہیں کیا گیا کہ پھر اکثر لوگ مال ودولت کے لالچ میں کفر ہی کو اختیار کرنے لگتے۔ نیز بتلایا گیا تھا کہ نادانو یہ دنیوی ساز وسامان فقط دنیا ہی میں گزارے کے لئے ہے اور آخرت کی زندگی اصل ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور وہاں کا آرام وراحت انہی کو نصیب ہوگا جو دنیا میں تقویٰ یعنی پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جانا اور آخرت اور اللہ کی طرف سے اندھے بن جانا یہ گمراہی کی جڑ اور انتہا ہے۔ چنانچہ خدا کی یاد اور اس کی نصیحتوں سے غفلت کا قانونی انجام یہ بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص بھی سچی نصیحت اور یاد الٰہی سے اعراض کرتا رہتا ہے تو اس پر ایک شیطان خصوصی طور سے مسلط کردیا جاتا ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے اس کے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور راہ حق سے روکتا رہتا ہے اور یہ شیطان پھر جہنم تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شیاطین ان نادانوں کو نیکی اور حق کی راہ سے روکتے رہتے ہیں مگر ان کی عقلیں ایسی مسخ ہوجاتی ہیں کہ اسی کو ٹھیک راستہ سمجھتے ہیں اور نیکی و بدی کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ ایسے غافل لوگوں پر شیطان ایسا قابو کرلیتا ہے اور ان کے دل میں ایسا خیال جما دیتا ہے کہ وہ باوجود راہ حق سے دور ہونے کے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری روش بہت اچھی ہے اور ہم صحیح راہ پر قائم ہیں اور راہ راست پر چل رہے ہیں ایسے غافل اور نادانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ خدا کے ہاں پہنچ کر قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے حاضری ہوگی تو وہاں معاملہ کھل جائے گا اور اس وقت اپنی غلطی معلوم ہوجائے گی کہ دنیا میں وہ شیطان جو اس کا ہر وقت کا ساتھی تھا اس وقت حسرت اور ندامت سے یہ نادان غافل کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا۔ یعنی بے انتہا دوری ہوتی میں دنیا میں تیری کوئی بات نہ سنتا اور ایک لمحہ تیری صحبت میں نہ گزرتا۔ یعنی دنیا میں تو غافل انسان شیطان کے مشورہ پر چلتا ہے اور قیامت میں اس کی صحبت اور رفاقت سے پچھتائے گا آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں تو یہ حال ہے کہ جس مصیبت میں سب چھوٹے بڑے شریک ہوں تو وہ مصیبت کچھ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے جیسا کہ ایک ضرب المثل "مرگ انبوہ جشن دارد" مشہور ہے مگر جہنم میں تمام شیاطین الانس والجن اور تابع ومتبوع اور چھوٹے بڑے سب کا جمع ہونا اور عذاب میں شریک ہونا کسی کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ہر ایک کے لئے عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ کسی کو اپنے لئے کوئی تسلی اور تخفیف کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ کسی کو کسی کی طرف التفات بھی نہ ہوگا۔ ہر شخص اپنے حال میں مبتلا ہوگا اور اپنے ہی کو سب سے زیادہ مبتلائے عذاب سمجھے گا تو منکرین کے اس کفر وضلالت سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو جو حزن وملال ہوتا تھا اس کے ازالہ اور آپ کی تسلی کے لئے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو مثل بہرے اور اندھوں کے ہیں تو ایسے اندھوں کو راہ حق دکھلا دینا اور ایسے بہروں کو حق کی آواز سنا دینا جو صریح غلطی اور گمراہی میں پڑے بھٹک رہے ہوں اور ان کو تاریکی سے نکال کر سچائی کی صاف سڑک پر چلا دینا یہ آپ کے اختیار سے خارج ہے۔ جب ان کی ہدایت آپ کے اختیار سے خارج ہے تو آپ اس غم میں نہ رہئے کہ یہ سب لوگ حق اور ہدایت کو قبول کیوں نہیں کرتے اور کیونکر اپنا انجام خراب کر رہے ہیں؟ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے اور ان کے غم میں اپنی جان کو نہ گھلایئے کہ یہ کیوں راہ راست پر نہیں آتے؟ اللہ ان کے اعمال کی سزا ان کو دے گا۔ ان کا یہ عصیان اور طغیان خالی جانے والا نہیں ان کو اس پر ضرور سزا ہونے والی ہے خواہ آپ کی حیات میں ہو خواہ آپ کی وفات کے بعد۔ بہرصورت نہ یہ خدا کے قابو سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ نہ خدا انہیں بدوں سزا دیئے چھوڑیں گے۔ تو جب یہ صورت ہے تو آپ تسلی رکھیئے اور اطمینان سے اس قرآن پر قائم رہئے جو آپ پر نازل کیا جا رہا ہے اور جو حکم ربانی آئے اس پر مضبوطی سے جمے رہئے اور اپنا فرض برابر ادا کئے جایئے۔ کیونکہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے۔ آپ اللہ کے فضل سے سیدھی راہ پر ہیں جس سے ایک قدم ادھر ادھر ہٹنے کی ضرورت نہیں۔ نہ کسی ہوا پرست کی خواہش وآرزو کی طرف التفات کرنے کی حاجت ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن کریم آپ کے اور آپ کی قوم کے لئے خاص فضل وشرف کا سبب ہے اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اور ساری دنیا کی نجات وفلاح کا ابدی دستور العمل آپ پر نازل ہوا۔ آپ کی زبان میں اترا۔ اور آپ کی قوم کے لوگ اس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں اور قرآن جو ان سب کے لئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے اس کی ہدایت پر چل کر سب سے پہلے دنیوی و اخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔ اور عنقریب قیامت کے روز پوچھ ہوگی کہ اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر کی تھی اور اس فضل وشرف کا کیا شکر ادا کیا تھا؟ آگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا راستہ وہی ہے جو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ یعنی توحید کا۔ شرک کی تعلیم کبھی کسی نبی نے نہیں دی نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین حق میں اس بات کو کبھی جائز رکھا کہ اس کے سوا دوسروں کی پرستش کی جائے۔ یہ خطاب گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر سنانا اوروں کو مقصود ہے کہ جس کا جی چاہے تحقیق کر لے کسی پیغمبر نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی بندگی کے لائق ہے۔

ان آیات سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ کی یاد اور اس کے ذکر وفکر سے اعراض کی اتنی سزا تو دنیا ہی میں مل جاتی ہے کہ انسان خراب صحبت میں گرفتار ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں شیاطین خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے اس کو بھلائیوں اور نیکیوں سے دور اور برائیوں سے قریب کرتے رہتے ہیں اور اس شیطانی تسلط کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کام تو ایسا انسان سارے گمراہی اور بدی کے کرتا رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بہت اچھا کر رہا ہے یہ تو ہوئی اللہ کے ذکر سے اعراض کی سزا دنیا میں اور مرنے کے بعد عالم برزخ میں اور آخرت کی سزا وہ الگ رہی جس کا اعلان ۲۹ ویں پارہ سورہ جن میں اس طرح فرمایا ہے۔ **ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذاباً صعداً** ط اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔ یا جیسا سولھویں پارہ سورہ کہف میں فرمایا **وعرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضا ن الذین کانت اعینھم فی غطآء عن ذکری**۔ اور ہم دوزخ کو اس روز یعنی قیامت کے دن کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہمارے ذکر یعنی ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

الغرض یہ تو بیان ہوا ذکر اللہ سے اعراض کا جس کا نتیجہ دنیا

میں شیاطین کا تسلط ہونا بتلایا گیا اور آخرت میں نار جہنم کی سزا۔ اسی سے اس کی ضد بھی سمجھی جاسکتی ہے یعنی ذکر اللہ کی پابندی شیاطین سے دوری کا باعث ہے اب یہاں ذکر اللہ کے معنی اور مطلب بھی سمجھ لئے جائیں۔ ذکر کے لفظی معنی یاد کے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا نام ذکر اللہ ہے اور یاد کا اصل تعلق انسان کے دل سے ہے پھر زبان سے ہے اور افضل یہ ہے کہ اللہ کا ذکر دل اور زبان دونوں سے کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی ذکر کی فضیلت کو زیادہ بیان فرمایا ہے جس میں دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو۔ علمائے محققین و محدثین ومفسرین کا کہنا ہے کہ ذکر اللہ صرف تسبیح وتہلیل اور زبانی ذکر پر منحصر نہیں بلکہ ہر عمل جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کیا جائے۔ وہ بھی ذکر اللہ میں داخل ہے بشرطیکہ نیت اطاعت کی ہو اس طرح دنیا کے تمام کاروبار بھی ذکر اللہ میں داخل ہیں اگر ان میں شرعی حدود کی پابندی کا دھیان رہے کہ جہاں تک جائز ہے کیا جائے اور جس حد پر پہنچ کر ممنوع ہے اس کو چھوڑ دیا جائے تو یہ سارے اعمال بظاہر دنیوی کام ہیں وہ بھی ذکر اللہ میں شمار ہوں گے اس طرح جس مجلس میں احکام شرعیہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تحقیق وتعلیم و بحث ہو وہ بھی مجالس ذکر ہیں (ذکر اللہ از حضرت مفتی صاحبؒ)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ذکر فکر کی توفیق دائمی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض کفار مکہ کا شبہ اور اعتراض کہ جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر آپ کے مال دار اور صاحب جاہ وریاست نہ ہونے کی بنا پر کرتے تھے اس کا پوری طرح رد فرمایا گیا۔ اسی سلسلہ میں آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ان کی نبوت پر بھی فرعون نے یہی اعتراض کیا تھا کہ میں ملک مصر کا مالک ہوں میرے محلات کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہیں نبوت کیونکر مل سکتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نفس وشیطان کی گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔
اور اپنے ذکر وفکر کی دائمی توفیق نصیب فرمادیں۔
یا اللہ قیامت کی حسرت وندامت سے ہم سب کو محفوظ فرمایئے اور اپنے عذابوں سے دونوں جہاں میں محفوظ اور مامون فرمایئے۔
یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرما۔ اور تازندگی اسی پر قائم رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔
یا اللہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے جو یہ قرآن پاک کی نعمت ہم کو بخشی ہے تو اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس نعمت کی حقیقی شکرگزاری کی بھی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا سو انہوں نے فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے ہوں۔ پھر جب

جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا

موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ یکا یک (ان) پر لگے ہنسنے۔ اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی،

وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ

اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا، تاکہ وہ باز آجاویں۔ اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے،

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

ہم ضرور راہ پر آجاویں گے۔ پھر جب ہم نے وہ عذاب اُن سے ہٹا دیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	بِاٰيٰتِنَآ اپنی نشانیوں کے ساتھ	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَا۟ئِهٖ اور اس کے سردار	فَقَالَ تو اس نے کہا	
اِنِّىْ رَسُوْلُ بیشک میں رسول	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا پروردگار	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ وہ آیا	بِاٰيٰتِنَآ ہماری نشانیوں کیساتھ	اِذَا ناگہاں	هُمْ وہ	
مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ اس سے (اُن نشانیوں پر) ہنسنے لگے	وَمَا نُرِيْهِمْ اور ہم انہیں دکھاتے تھے	مِّنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی	اِلَّا هِىَ مگر وہ	اَكْبَرُ بڑی	مِنْ سے		
اُخْتِهَا اُسکی بہن دوسری نشانی اور	اَخَذْنٰهُمْ ہم نے گرفتار کیا انہیں	بِالْعَذَابِ عذاب میں	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَرْجِعُوْنَ وہ رجوع کریں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا		
يٰٓاَيُّهَ اے	السّٰحِرُ جادوگر	ادْعُ دعا کر	لَنَا ہمارے لئے	رَبَّكَ اپنا رب	بِمَا عَهِدَ اس عہد کے سبب جو	عِنْدَكَ تیرے پاس	اِنَّنَا بیشک ہم
لَمُهْتَدُوْنَ البتہ ہدایت پانیوالے	فَلَمَّا پھر جب	كَشَفْنَا ہم نے کھولا (ہٹادیا)	عَنْهُمُ اُن سے	الْعَذَابَ عذاب	اِذَا هُمْ ناگہاں وہ	يَنْكُثُوْنَ عہد توڑ گئے	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ وہی ہے جو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ سارے ہی پیغمبروں نے دین حق کی تبلیغ کی اور توحید کی دعوت دی۔ شرک کی تعلیم کبھی کسی نبی نے نہیں دی اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین حق میں کبھی اس بات کو جائز رکھا کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی پرستش کی جائے۔ تو تحقیق و تفتیش کے جو ذرائع ہو سکتے ہیں ان کو استعمال میں لانے سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ کسی آسمانی دین میں کبھی شرک کی اجازت نہیں ہوئی۔ اسی کی تائید میں اب یہاں سے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے جو کئی وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات و حالات سے مناسبت رکھتا تھا جس طرح کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دنیوی مال و دولت و وجاہت نہ ہونے سے اعتراض اور طعن کیا تھا اسی طرح فرعون نے باوجود معجزات دیکھنے کے ایسا ہی طعن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیا تھا کہ یہ ذلیل و حقیر ہیں (معاذ اللہ) اور ان کے پاس سونے کے کنگن پہننے کو نہیں جو تاجداری اور سرداری کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ یہاں بیان فرما کر اہل عرب کو یہ بھی جتلا دیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم میں اپنا نبی بھیج کر انہیں موقع عطا فرماتا ہے کہ سعادت اخروی حاصل کریں اور قوم نبی کی قدر کرنے اور اس کی ذات سے فائدہ اٹھانے کی بجائے نبی کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے جیسا کہ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا تو پھر اس کا نہایت عبرتناک انجام ہوتا ہے جیسا کہ فرعونیوں کا حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں ہوا۔ اس قصہ سے کفار مکہ

کو یہ بھی جتلایا گیا کہ جس طرح تم اپنے سرداروں اور دولت مندوں کے مقابلہ میں اللہ کے رسول کو حقیر سمجھ رہے ہو ایسا ہی فرعون نے بھی اپنی بادشاہی شان وشوکت اور مال و دولت پر فخر کر کے موسیٰ علیہ السلام کو حقیر سمجھا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ اصل میں حقیر وذلیل کون تھا اور کس کا کیا انجام ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ میں کفار مکہ کے لئے یہ بھی تنبیہ موجود تھی کہ تم جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تکبر اور ہیکڑی برت رہے ہو تو یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اس کا وہی خمیازہ تم بھگت کر رہو گے جس کی مثال حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصہ میں موجود ہے۔

الغرض ان متعدد مقاصد کے ماتحت ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری تعالیٰ نے اپنا رسول و نبی بنا کر فرعون اور اس کے امرا اور اس کی رعایا کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں توحید الٰہی کا سبق دیں اور شرک وکفر سے منع کریں۔ منصب نبوت کے ثبوت میں آپ کو بڑے بڑے معجزات بھی عطا فرمائے گئے جیسے ہاتھ کا روشن ہوجانا۔ اور لاٹھی کا اژدھا بن جانا وغیرہ لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی بلکہ الٹا تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عرصہ تک دین کی دعوت دیتے رہے مگر فرعونیوں نے مان کر نہ دیا تو پھر متعدد بار ان پر اللہ کے عذاب آئے تا کہ انہیں عبرت بھی ہو اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی حقانیت پر دلیل بھی ہو۔ وہ متعدد قسم کے عذاب جو فرعونیوں پر آئے تھے ان کا ذکر سورہ اعراف نویں پارہ میں آ چکا ہے۔ کبھی ان پر ہولناک بارش اور سیلاب کا طوفان آیا۔ کبھی ٹڈی دلوں کا خوف اور تباہ کن حملہ ہوا۔ کبھی چیچڑیاں۔ جوئیں یا سرسلیوں کے پھیلنے کی وبا آئی۔ کبھی مینڈکوں کا سیلاب امنڈ آیا جس سے فرعونیوں کا کھانا پینا حتیٰ کہ بولنا چالنا اور رہنا سہنا دوبھر ہو گیا۔ کبھی خون کا عذاب رونما ہوا کہ فرعونیوں کے تمام نہر۔ کنویں، چشمے۔ تالاب۔ حوض۔ دریا سب خون میں تبدیل ہو گئے کہ جس سے صاف پانی کو ترس گئے۔ جب کوئی عذاب آتا تو فرعونی تلملا اٹھتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کرتے۔ انہیں رضامند کرتے ان سے قول وقرار کرتے اور عذاب کے دفع ہونے کی دعا کراتے جب آپ کی دعا پر عذاب ہٹ جاتا تو پھر سرکشی پر اتر آتے اور وعدہ سے مکر جاتے۔ پھر عذاب آتا۔ پھر یہی ہوتا۔ یہاں ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ فرعونی جب دفع عذاب کی درخواست موسیٰ علیہ السلام سے کرتے تو آپ کو یا یھا السحر اے جادوگر کہہ کر خطاب کرتے۔ اس پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ "ساحر" ان کے محاورات میں "عالم" کو کہتے تھے کیونکہ بڑا علم ان کے نزدیک یہی سحر تھا۔ تو شاید اس خوشامد ولجاجت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہو اور خبث باطن سے اشارہ اس طرف بھی ہو کہ ہم تم کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے صرف ایک ماہر جادوگر سمجھتے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے۔ ان کے زمانہ کے علما کا یہی لقب تھا اور انہی لوگوں میں علم تھا اور یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو "اے ساحر" کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا۔ اعتراض کے طور پر نہ تھا کیونکہ اس وقت تو انہیں اپنا کام نکالنا تھا۔ تو جب کوئی عذاب فرعونیوں پر آتا اور وہ زچ ہوتے اور موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے اور کہتے کہ تمہارے رب نے جو طریقہ دعا کا بتلایا ہے اور جو کچھ آپ سے عہد کر رکھا ہے اس کے موافق ہمارے حق میں دعا کرو کہ یہ عذاب ہم سے دفع ہو۔ اگر تمہاری دعا سے ایسا ہو گیا تو ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے یعنی تمہارا بتلایا ہوا دین قبول کرلیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر اس قول وقرار کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جب عذاب ہٹ جاتا اور مصیبت ختم ہوتی تو ایک دم اپنے قول وقرار سے پھر جاتے جیسے کوئی وعدہ کیا ہی نہ تھا۔

ابھی آگے فرعون کے کبر وغرور۔ اپنے کو بڑا سمجھنا اور موسیٰ علیہ السلام کی تحقیر کرنا۔ بالآخر فرعونیوں کی شرارت سے حق تعالیٰ کا غصہ بھڑکنا اور ان سے انتقام لیا جانا اور فرعونیوں کو غرق کر کے ہلاک کر دینا اور اس واقعہ کو آگے آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمونہ بنا دینا اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے (محل کے) پائیں میں بہ رہی ہیں،

تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ

کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے۔ اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا۔ تو اس کے

اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ

سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پرا باندھ کر آئے ہوتے غرض اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آگئے

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

وہ لوگ شرارت کے بھرے تھے۔ پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کیلئے خاص طور پر حقد مین اور نمونہ (عبرت) بنا دیا۔

وَنَادٰى اور پکارا	فِرْعَوْنُ فرعون	فِىْ میں	قَوْمِهٖ اپنی قوم	قَالَ يٰقَوْمِ اس نے کہا اے میری قوم	اَلَيْسَ لِىْ کیا نہیں میرے لئے	مُلْكُ مِصْرَ مصر کی بادشاہت	
وَهٰذِهٖ اور یہ	الْاَنْهٰرُ نہریں	تَجْرِىْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِىْ میرے نیچے سے	اَفَلَا تو کیا نہیں	تُبْصِرُوْنَ دیکھتے تم	اَمْ اَنَا کیا۔ بلکہ میں	خَيْرٌ بہتر
مِنْ هٰذَا اس سے	الَّذِىْ وہ جو	هُوَ وہ	مَهِيْنٌ کم قدر	وَلَا يَكَادُ اور وہ معلوم نہیں ہوتا	يُبِيْنُ صاف گفتگو کرتا	فَلَوْ تو کیوں	لَآ اُلْقِىَ نہ ڈالے گئے
عَلَيْهِ اس پر	اَسْوِرَةٌ کنگن	مِنْ ذَهَبٍ سونے کے	اَوْ جَآءَ یا آئے	مَعَهٗ اسکے ساتھ	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	مُقْتَرِنِيْنَ پرا باندھ کر	
فَاسْتَخَفَّ پس اس نے بے عقل کردیا	قَوْمَهٗ اپنی قوم	فَاَطَاعُوْهُ تو انہوں نے اسکی اطاعت کی	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَوْمًا لوگ	فٰسِقِيْنَ نافرمان	
فَلَمَّآ پھر جب	اٰسَفُوْنَا انہوں نے غصہ دلایا ہمیں	انْتَقَمْنَا ہم نے انتقام لیا	مِنْهُمْ اس سے	فَاَغْرَقْنٰهُمْ پس ہم نے غرق کردیا انہیں			
اَجْمَعِيْنَ سب	فَجَعَلْنٰهُمْ تو ہم نے کردیا انہیں	سَلَفًا وَّمَثَلًا پیش رو (گئے گزرے) اور مثال (داستان)	لِلْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنے والے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے تذکرہ میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا اور موسیٰ علیہ السلام نے ثبوت نبوت میں فرعونیوں کو معجزہ دکھلائے مگر وہ موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہی کرتے رہے۔ بالآخر ان کی تنبیہ کے لئے متعدد قسم کے عذاب فرعونیوں پر نازل ہوئے۔ جب وہ مصیبت میں گرفتار ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور درخواست عذاب کے دفعیہ کی کرتے اور وعدہ کرتے کہ اگر آپ کی دعا سے یہ عذاب دور ہو گیا تو ہم پھر آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ جب موسیٰؑ کی دعا سے عذاب ہٹ جاتا تو فرعونی پھر اپنے قول وقرار سے ہٹ جاتے۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ فرعون نے یہ سوچ کر کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر عام فرعونی ان پر ایمان نہ لے آویں اور موسیٰ علیہ السلام کے پیرو نہ بن جائیں تو روک تھام کے لئے اس نے اپنے ملک میں ساری قوم میں منادی کرائی اور ایک اعلان کرایا اور اس اعلان میں یہ قوم سے کہا کہ کیا میں تنہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات ومحلات میں نہریں جاری نہیں؟

کیا تم میری عظمت و سلطنت اور دبدبہ کو دیکھ نہیں رہے ہو؟ پھر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو کہ نہ ان کے پاس ملک نہ مال نہ دولت نہ ثروت نہ حکومت تو ہم ایک معمولی حیثیت والے شخص کے سامنے کیسے گردن جھکا دیں جس کے پاس نہ کوئی ظاہری کمال ہے۔ نہ حکومت وسلطنت ہے نہ ملک و مال ہے حتیٰ کہ بات کرتے ہوئے بھی پوری طرح زبان صاف نہیں چلتی۔ اور یہ فرعون نے اس وجہ سے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں کچھ لکنت تھی اور یہ لکنت ممکن ہے کہ پیدائشی ہو یا ممکن ہے کہ بچپن میں فرعون کے ہاں آگ کا انگارا منہ میں رکھ لینے سے پیدا ہوئی ہو جیسا کہ اکثر مفسرین میں مشہور ہے۔ تو فرعون نے قوم سے کہا کہ میں ان سے ہر طرح بہتر واعلیٰ ہوں اور یہ بالکل بے وقعت شخص ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں تمام دنیا کے مالک و حاکم کا ایلچی اور پیغامبر ہوں اگر ایسا تھا تو اس پر سونے کے کنگن آسمان سے کیوں نہ اتارے گئے۔ لکھا ہے کہ فرعون خود جواہرات کے کنگن پہنتا تھا اور جس امیر وزیر پر مہربان ہوتا اسے سونے کے کنگن پہناتا اور فرعون کے سامنے فوج صف باندھ کر کھڑی ہوتی تھی تو اس نے قوم کو یہ سمجھایا کہ جب ہم کسی کو عزت دیتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں تو اگر اس کا خدا ایسا ہی رعب داب اور شان وشوکت والا ہے جیسا کہ یہ کہتا ہے تو پھر اس کا ایلچی ہونے کے باعث اس کے ہاتھ میں کنگن پڑے ہوتے اور اس کے ساتھ فرشتوں کے پرے کے پرے ہوتے اور یہ ان کے بیچ میں بڑی شان وشوکت سے آتے اور اس کا پیغام پہنچاتے۔ تو فرعون نے ان ابلہ فریب باتوں سے قوم کو الو بنالیا اور سب احمق اسی کی بات ماننے لگے اور اسی کا کلمہ پڑھنے لگے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ فرعونی اصل میں تھے ہی بدکار اور ان کی طبیعتوں میں خدا کی نافرمانی وسرکشی پہلے سے رچی ہوئی تھی۔ اس لئے فرعون کی باتوں نے اور ان پر رنگ چڑھا دیا اور ان کو بیوقوف بنالیا۔ پھر جب فرعون اور اس کی قوم نے ان کاموں پر اصرار کیا جن پر عادۃً خدا کا غضب نازل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور سب کو سمندر میں ڈبو کر ہلاک کر دیا اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرت کا نمونہ بن گئے اور ان کا قصہ ایک عبرتناک نظیر کے طور پر بیان ہوتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے کو کوئی نعمت دے اور بندہ گناہ اور نافرمانی کرتا جاوے تو یہ خدا تعالیٰ کا اس کے لئے داؤ ہے کہ خدا نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت فرمائی۔ **فلما اسفونا انتقمنا منھم فاغرقنھم اجمعین۔** (پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ ختم فرما کر آگے اصل مقصود توحید کی تائید اور ابطال شرک کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مال و دولت کے اور جاہ وسطوت کے فتنہ سے ہماری حفاظت فرمائیں اور مال و دولت کی وجہ سے جو تکبر پیدا ہوتا ہے اس سے ہمیں بچائیں۔ یا اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمایئے اور ہر طرح کی گمراہی اور بے دینی سے ہم کو بچایئے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جن سے آپ راضی ہو جائیں اور ان بداعمالیوں سے بچا لیجئے کہ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ یا اللہ! ہم کو ایسے مخلص۔ دین دار صاحب حکومت عطا فرما جو خود بھی دین پر چلنے والے ہوں اور اپنے محکوموں اور رعایا کو بھی دین پر چلانے والے ہوں، جن کا اعزاز و اکرام ہم کریں۔ یا اللہ! ہماری تقصیرات پر گرفت نہ فرما۔ ہمیں اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں اپنا تابعدار بندہ بن کر زندہ رہنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ

اور جب عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو یکایک آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے۔اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ،

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ

ان لوگوں نے جو یہ آپ سے بیان کیا ہے تو محض جھگڑنے کی غرض سے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔عیسیٰ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو

مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ

بنی اسرائیل کیلئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا۔اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کردیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے۔اور وہ

لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ

(یعنی عیسیٰ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں تو تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پائے

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾

وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے۔

وَلَمَّا اور جب	ضُرِبَ بیان کی گئی	ابْنُ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم	مَثَلًا مثال	اِذَا یکایک	قَوْمُكَ تمہاری قوم مِنْهُ يَصِدُّوْنَ اس سے (خوشی سے) چلانے لگتے ہیں		
وَقَالُوْٓا اور وہ بولے	ءَاٰلِهَتُنَا کیا ہمارے معبود	خَيْرٌ بہتر	اَمْ یا	هُوَ وہ	مَا ضَرَبُوْهُ نہیں وہ بیان کرتے اسکو	لَكَ تمہارے لئے	
اِلَّا جَدَلًا مگر (صرف) جھگڑنے کو	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	خَصِمُوْنَ جھگڑالو	اِنْ نہیں	هُوَ وہ (عیسیٰ)	اِلَّا صرف	عَبْدٌ ایک بندہ
اَنْعَمْنَا ہم نے انعام کیا	عَلَيْهِ اس پر	وَجَعَلْنٰهُ اور ہم نے بنایا اس کو	مَثَلًا ایک مثال	لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل کیلئے	وَلَوْ نَشَاۗءُ اور اگر ہم چاہتے		
لَجَعَلْنَا البتہ ہم کرتے	مِنْكُمْ تم میں سے	مَّلٰۗىِٕكَةً فرشتے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	يَخْلُفُوْنَ (وہ تمہارے) جانشین ہوتے	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ		
لَعِلْمٌ ایک نشانی	لِّلسَّاعَةِ قیامت کی	فَلَا تَمْتَرُنَّ تو ہرگز شک نہ کرو تم	بِهَا اس میں	وَاتَّبِعُوْنِ اور میری پیروی کرو	هٰذَا یہ		
صِرَاطٌ راستہ	مُّسْتَقِيْمٌ سیدھا	وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ اور روک نہ دے تمہیں	الشَّيْطٰنُ شیطان	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَكُمْ تمہارے لئے	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ دشمن کھلا	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات سے مضمون جابجا اثبات توحید اور ابطال شرک کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔اسی کی تائید میں گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا گیا تھا اسی سلسلہ میں اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔ان آیات کی ابتداء اس طرح فرمائی گئی کہ ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک مضمون بیان کیا گیا تو یکایک آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے۔تو یہاں مضمون بیان کرنے والے کا نام ظاہر نہیں فرمایا گیا مگر اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ مشرکین میں سے عبداللہ بن زبعریٰ تھا جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے پاس تشریف فرما تھے کہ مشرکین میں سے نضر بن حارث بھی آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ باتیں کرنے لگا جس میں وہ لاجواب ہو گیا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ انبیاء سترھویں پارہ کی آیت انکم وماتعبدون من دون اللہ حصب جھنم پڑھ کر سنائی۔یعنی تم اور تمہارے معبود جن کو تم پوجتے ہو سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں سے تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر میں عبداللہ بن زبعریٰ آیا تو اس سے کہا گیا کہ نضر بن حارث تو ابن عبدالمطلب سے ہار گیا اور بالآخر وہ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن کہتے ہوئے چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو انہیں لاجواب کر دیتا۔ جاؤ ذرا ان سے پوچھو تو کہ جب ہم اور ہمارے معبود جہنمی ہیں تو لازم آیا کہ سارے فرشتے اور حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیح بھی جہنم میں جائیں (معاذ اللہ معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد) کیونکہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں۔ یہود عزیرؑ کی پرستش کرتے ہیں۔ اور نصاریٰ عیسیٰؑ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر مجلس کے کفار بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہاں یہ جواب بہت ٹھیک ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور ہر وہ شخص جو اپنی عبادت اپنی خوشی کرائے یہ دونوں عابد و معبود جہنمی ہیں۔ فرشتوں یا نبیوں نے نہ اپنی عبادت کا حکم دیا نہ وہ اس سے خوش۔ ان کے نام سے دراصل یہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں وہی انہیں شرک کا حکم دیتا ہے اور یہ بجالاتے ہیں۔ اس پر قرآن پاک کی کئی آیات نازل ہوئیں (جو دوسری سورتوں میں ہیں) اور ان کے یعنی مشرکین کے عقائد کی تردید کی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں مشرکین میں سے عبداللہ بن زبعریٰ نے جو جواب دیا تھا جس کا ذکر اوپر ہوا اور جس پر مشرکین بڑے خوش ہوئے تھے یہ اس سے متعلق آیات زیر تفسیر نازل ہوئیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ آپ کے اس قول کو سنتے ہی کہ معبودان باطل بھی اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے ان مشرکین نے جھٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش کر دیا اور مارے خوشی کے آپ کی قوم کے مشرک اچھل پڑے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگے۔ اس سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک بار ابطال شرک کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لیس احد یعبد من دون اللہ فیہ خیر** کسی معبود غیر اللہ میں کچھ خیر نہیں تو کفار قریش کہنے لگے کیا مسیح میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں حالانکہ آپ ان کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے اور عبد صالح تھے اور ظاہر ہے کہ نصاریٰ نے ان کی عبادت کی ہے پس اگر آپ کا یہ کہنا کہ کسی معبود غیر اللہ میں کچھ خیر نہیں قول صادق ہے تو اس عموم میں عیسیٰ (علیہ السلام) بھی داخل ہیں۔ تو وہ بھی مثل الٰہ مشرکین کے ہوئے۔ غرض حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا ذکر آتا تو عرب کے مشرکین خوب شور مچاتے اور قسم قسم کی آوازیں اٹھاتے تھے۔ تو معترضین کو پہلے تو اجمالاً جواب دیا جاتا ہے اور پھر تفصیلاً۔ اجمالاً جواب یہ کہ ان لوگوں نے جو یہ مضمون عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ سے بیان کیا تو ان کا منشا محض جھگڑنا ہے اور کٹ حجتی کر کے حق کو دبانا ہے اور ان لوگوں کا جھگڑنا کچھ مخصوص اسی مضمون کے ساتھ نہیں بلکہ یہ لوگ اپنی عادت ہی سے جھگڑالو ہیں۔ سیدھی اور صاف بات کبھی ان کے دماغوں میں نہیں اترتی۔ یونہی مہمل بحثیں اور دوراز کار جھگڑے نکالتے رہتے ہیں اور تفصیلاً جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے مقبول بندے ہیں جن پر اللہ نے خاص فضل فرمایا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے واسطے کھڑا کیا جن کو اپنے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور جو اپنی امت کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے تو کیا اس مقبول بندہ کو العیاذ باللہ **حصب جھنم** کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ تو پتھر کی وہ مورتیاں جن کو مشرکین دیوتا اور معبود بنا کر پوجتے ہیں اپنے پوجنے والوں کے ساتھ جہنم میں ڈالی جائیں گی۔ قرآن کریم کسی بندہ کو بھی خدائی کا درجہ نہیں دیتا اس کا تو سارا جہاد ہی اس مضمون کے خلاف ہے ہاں یہ بھی نہیں کر سکتا کہ محض احمقوں کے خدا بنا لینے سے ایک مقرب اور مقبول بندہ کو پتھروں اور شریروں کے برابر کر دے آگے بتلایا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام محض اس بنا پر کہ وہ بغیر باپ کے عام عادت کے خلاف پیدا ہوئے لائق عبادت نہیں ہو سکتے۔ ان کی ولادت اس طرح بغیر باپ کے یہ تو

اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی کہ جس سے حق تعالیٰ کی قدرت پر استدلال ہو کہ خدا سب کچھ کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب امور پر قادر ہیں۔ چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو انسانوں سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے اور وہ زمین پر مثل انسانوں کے رہا کرتے یا انسانوں کی جگہ آسمان سے فرشتے ہی لا کر زمین پر آباد کر دیتے۔ یہ سب قدرت ان کو حاصل ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اول مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بدوں باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ دنیا میں آنا قرب قیامت کا نشان ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگ معلوم کر لیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ لگی ہے اب چونکہ مشرکین خود توحید کی طرح قیامت میں بھی کلام رکھتے تھے اس لئے مناسبت مضمون سے قیامت کی صحت پر بھی بطور جملہ معترضہ کے ذکر فرمایا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کا خطاب تمام انسانوں سے ہوتا ہے کہ اے لوگو تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور جو سیدھی راہ ایمان و توحید کی بتلائی جا رہی ہے اس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستہ سے روک دے۔

اب دیکھ لیجئے کہ باوجود حق تعالیٰ کی اس کھلی ہوئی تنبیہ و دعوت کے تم قیامت میں شک مت کرو آج ہمارے یقین آخرت کے متعلق کس درجہ میں ہیں اور شب و روز ہم اس کا کتنا اہتمام اور فکر کر رہے ہیں اور اس دعوت الٰہی کے جواب میں کہ تم لوگ میرا اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے آج کتنے نفوس صدق دل سے یہ اعلان کرنے کو تیار ہیں کہ ہم دل و جان سے۔ عقائد میں۔ افعال میں اعمال میں۔ اخلاق میں خصائل میں۔ معاملات میں غرض ہر چیز میں اتباع حکم الٰہیہ کے لئے تیار ہیں۔ پھر اس تنبیہ الٰہیہ کے باوجود کہ دیکھو شیطان تمہارا صریح دشمن ہے وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے سے روکنے نہ پاوے آج کتنے ہیں جو شیطان کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس کے دھوکہ میں نہیں آتے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے ہمارے دین ایمان کی حفاظت فرمائیں اور اس پرفتن زمانہ میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ آمین۔

اب چونکہ یہاں اثبات توحید اور ابطال شرک کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آ گیا تھا۔ آگے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی کہا تھا اور اللہ ہی کی عبادت کا حکم لوگوں کو دیا تھا اور اللہ کی توحید ہی کی طرف سب کو بلایا تھا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے فضل و کرم سے توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور قیامت و آخرت پر یقین کامل عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کا فکر اور وہاں کا اہتمام نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر کام میں ہر عمل میں اور ہر آن میں اپنے احکام پر عمل پیرا ہونے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور شیطان کے مکر و فریب اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ

اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں اور تا کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کردوں،

فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾

تو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ

سو مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈال لیا۔ سو ان ظالموں کیلئے ایک پردرد دن کے عذاب سے بڑی خرابی ہے۔ یہ لوگ بس

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ

قیامت کا انتظار کررہے ہیں کہ وہ ان پر دفعتہً آپڑے اور اُن کو خبر بھی نہ ہو۔ تمام دوست اس روز

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾

ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے۔

وَلَمَّا اور جب	جَآءَ آئے	عِيسٰى عیسیٰ	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کیساتھ	قَالَ اُنے کہا	قَدْ جِئْتُكُمْ تحقیق میں آیا ہوں تمہارے پاس	بِالْحِكْمَةِ حکمت کیساتھ
وَلِاُبَيِّنَ اور اسلئے کہ بیان کردوں	لَكُمْ تمہارے لئے	بَعْضَ بعض	الَّذِىْ وہ جو کہ	تَخْتَلِفُوْنَ تم اختلاف کرتے ہو	فِيْهِ اس میں	فَاتَّقُوا اللّٰهَ سو ڈرو اللہ سے
وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ	رَبِّىْ میرا رب	وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب	فَاعْبُدُوْهُ سو تم اس کی عبادت کرو	هٰذَا یہ
صِرَاطٌ راستہ	مُّسْتَقِيْمٌ سیدھا	فَاخْتَلَفَ پھر اختلاف ڈال لیا	الْاَحْزَابُ گروہ (جمع)	مِنْۢ بَيْنِهِمْ آپس میں	فَوَيْلٌ سو خرابی	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے
ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا	مِنْ عَذَابِ عذاب	يَوْمٍ اَلِيْمٍ دن دکھ دینے والا	هَلْ کیا	يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں	اِلَّا صرف	السَّاعَةَ قیامت
اَنْ کہ	تَاْتِيَهُمْ وہ ان پر آجائے	بَغْتَةً اچانک	وَّهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہ رکھتے ہوں	اَلْاَخِلَّآءُ تمام دوست	يَوْمَئِذٍ اس دن
	بَعْضُهُمْ ان کے بعض	لِبَعْضٍ بعض سے ایک (دوسرے)	عَدُوٌّ دشمن	اِلَّا سوا	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید باری تعالیٰ کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محض ایک بندے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت اور کمالات نبوت سے سرفراز فرمایا تھا یعنی (معاذ اللہ) نہ وہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے جیسا کہ جاہلوں نے ان کو بے باپ کی پیدائش کی بنا پر سمجھ لیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت دکھلانا تھی کہ وہ اس پر بھی قادر ہے اس کے بعد ان آیات میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی بتلایا تھا اور خدا پرستی ہی کا حکم دیا تھا اور اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا تھا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھلے کھلے معجزات لے کر بنی اسرائیل کی طرف آئے اور لوگوں کو اپنی نبوت کی نشانیاں دکھائیں اور آپ نے لوگوں سے کہا کہ میں تمہیں علم وحکمت اور دانائی وسمجھ کی باتیں بتانے آیا ہوں تا کہ تم اپنے عقیدہ کو ان کی روشنی میں صحیح ودرست کرو۔ نیز اس لئے آیا ہوں کہ میں تمہیں احکام الٰہیہ بتاؤں کہ جن کی بابت تمہارے اندر اختلاف پڑ چکا ہے اور

اس لئے حلال وحرام کی تمیز مشکل ہو گئی ہے۔ میں تمہیں صاف صاف بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ کیا حلال ہے اور کیا حرام۔ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ پس تمہیں چاہئے کہ اللہ کا خوف دل میں پیدا کرو جس نے مجھے اپنا رسول بنا کر تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے اور جس طرح میں چلاؤں اسی طرح چلو۔ میرا ہی کہنا مانو اور میرے حکم کے خلاف یا اس سے انحراف نہ کرو۔ سب سے پہلے میں تمہیں دین کی بنیادی بات بتلاتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو اور توحید کا یہی سیدھا راستہ ہے۔ تو یہ تھی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ دیکھو کیسی صفائی سے خدائے واحد کی ربوبیت اور معبودیت کو بیان فرمایا اور اسی توحید کو صراط مستقیم قرار دیا۔ تو اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بالکل صاف تھی اور انہوں نے برملا کہہ دیا تھا کہ میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ایک اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر اتنی صاف اور کھلی بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت آپس میں مختلف فرقے بن گئے۔ یہود نے تو صاف انکار کر دیا کہ ہم انہیں رسول ہی نہیں مانتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں اس قدر بڑھ گئے کہ آپ پر ناجائز ولادت کی تہمت لگائی اور اپنے گمان کے موافق آپ کو سولی پر چڑھا کر چھوڑا۔ نصاریٰ نے آپ کو مانا لیکن آگے چل کر عقیدت میں بے انتہا غلو کیا اور کسی نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلایا تو کسی نے ان کو تین خداؤں میں کا ایک کہا اور کسی نے کہا کہ وہ ایک راز ہیں جن کا سمجھنا آسان نہیں مگر خدائی میں حصہ دار ضرور ہیں۔ الغرض کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ تو ایسے ایسے کھلے بیانات اور واضح ہدایات کے باوجود بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانتے تو ایسے ظالموں کے لئے قیامت کے دن جو بڑا ہولناک دن ہے بری گت بنے گی اور عذاب الیم سے واسطہ پڑے گا یہ سب بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اب بھی اگر یہ لوگ نہ

مانیں تو ان کے احوال کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ بس قیامت ہی ایک دم ان کے سر پر آ کھڑی ہو تب مانیں گے حالانکہ اس وقت کا ماننا کچھ کام نہ دے گا اس دن کا تو یہ حال ہوگا کہ دوست دوست سے بھاگے گا کہ اس کے سبب سے کہیں میں نہ پکڑا جاؤں۔ دنیا کی سب دوستیاں اور محبتیں منقطع ہو جائیں گی اور آدمی پچھتائے گا کہ فلاں شریر سے دوستی کیوں کی تھی اس کی رفاقت سے میں بھی گرفتار مصیبت ہوا۔ ہاں البتہ جن کی محبت و دوستی دنیا میں اللہ کے واسطے تھی اور اللہ کے تعلق پر مبنی تھی وہ کام آئے گی علامہ ابن کثیرؒ نے اس موقع پر ایک روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا۔ بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز خدا سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ تو اسے راہ حق پر ثابت رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی تو اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو تو بہت خوش ہوتا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا ان کے خلاف دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے بھی اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور

تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا برائیوں کی رغبت دلاتا تھا پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرتا کہ وہ بھی وہی دیکھے جو میں نے دیکھا اور اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضبناک ہوا۔ پھر جب دوسرا مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔ تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو۔ تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔ الغرض قیامت کے دن تمام دنیوی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز اہل ایمان متقین کے۔

یہاں آخری آیت الاخلآء یومئذٍ بعضھم لبعض عدو الاالمتقین تمام دنیا کے دوست اس روز یعنی قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے یعنی اہل ایمان متقین کے تو اس میں اس امر کی صاف تصریح ہے اور یہ بات کھول کر بتا دی گئی کہ یہ دنیا کے دوستانہ تعلقات جن پر آج انسان ناز کرتا ہے اور جن کی خاطر حلال و حرام ایک کر ڈالتا ہے قیامت کے روز نہ صرف یہ کہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ ان کی دوستی الٹی دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس لئے دنیا و آخرت دونوں کے لحاظ سے بہترین دوستی وہ ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ اور اللہ کے لئے محبت و دوستی کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سے اس بنا پر تعلق ہو کہ وہ اللہ کے دین کا سچا پیرو ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہے اس طرح علمائے حقانی و ربانی۔ مشائخ طریقت۔ بزرگان دین اور اہل اللہ نیز عالم اسلام کے تمام مسلمانوں سے بے لوث محبت جو صرف دین کے تعلق سے ہے وہ سب اللہ کے لئے محبت میں داخل ہے اور اللہ کے لئے محبت کے بڑے فضائل اور درجات احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ آواز دیں گے کہ کہاں ہیں وہ جو خاص میرے واسطے محبت باہم رکھتے تھے۔ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہیں ہے میں ان کو اپنے سایہ میں لوں گا (تبلیغ دین بحوالہ مسلم) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ عرش کے گرد نور کے ممبر ہیں جن پر ایک جماعت بیٹھے گی جن کے لباس اور چہرے سرتا پا نور ہوں گے اور وہ لوگ نہ نبی ہیں نہ شہید۔ مگر انبیاء و شہداء ان کی حالت پر رشک کریں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے وہ مخلص بندے جو باہم اللہ کے واسطے محبت کرتے اور اللہ کے واسطے ایک دوسرے کے پاس اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے ہیں"۔ (تبلیغ دین بحوالہ سنن اکبری نسائی) بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات گروہوں کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے جس دن اس سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ وہ سات گروہ یہ ہوں گے۔

ایک عادل بادشاہ

دوسرے وہ نوجوان جو اپنی جوانی خدا کی عبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں گزارے۔

تیسرے وہ دو شخص جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھیں اسی پر جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں۔

چوتھے وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے نکلنے کے وقت سے مسجد میں پھر جانے کے وقت تک۔

پانچویں وہ شخص جو خلوت اور تنہائی میں اللہ کا ذکر کر کے رو دے۔

چھٹے وہ شخص جسے کوئی منصب اور جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

ساتویں وہ شخص جو اپنا صدقہ اس قدر چھپا کر دے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر تک نہ ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد اللہ کے واسطے کی محبت کا مرتبہ ہے اور اس میں بھی دو درجہ ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ تم کو کسی شخص سے اس بنا پر محبت ہو کہ دنیا میں تم کو اس کے ذریعہ سے ایسی چیز حاصل ہوئی ہے جو آخرت میں مفید ہے مثلاً شاگرد کو اپنے استاد کے ساتھ علم دین حاصل کرنے کے سبب محبت ہے اور مرید کو اپنے مرشد سے راہ طریقت معلوم کرنے کی وجہ سے محبت ہے پس یہ سب اللہ ہی کے واسطے کی محبت ہے کیونکہ کوئی دنیاوی غرض اس محبت سے مقصود نہیں مگر پھر بھی چونکہ خاص اللہ تعالیٰ کی ذات مطلوب نہیں اس لئے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی اللہ کے پیارے اور نیک بندے سے بغیر کسی دینی غرض کے صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ یہ شخص حق تعالیٰ کا محبوب ہے...... بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں حق تعالیٰ سے محبت ہو اور اس کے محبوب بندوں سے محبت نہ ہو؟...... جس مسلمان کو اپنے مولا سے اتنی بھی محبت نہیں جس کا یہ اثر ہو کہ اللہ کے محبوب بندے اس کے محبوب بن جائیں اور یہ خدا کے دشمنوں کو وہ اپنا دشمن سمجھے تو سمجھنا چاہئے کہ اس شخص کے ایمان میں ضعف ہے اور اس کو اپنے خدا کی محبت نہیں ہے۔ (تبلیغ دین)

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ومقبول بندوں کی سچی محبت اور اپنے دشمنوں کی دشمنی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

اب آگے متقین اہل ایمان کو جو جزا قیامت کے روز ملے گی اس کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہمارے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حکمت کی باتیں ہمارے طرف لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کا پورا اتباع نصیب فرمائیں اور دین میں بیجا اور ناحق اختلافات سے ہم کو بچائیں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے صالح ومتقی اہل ایمان کی رفاقت ودوستی دنیا میں نصیب فرمائیں تا کہ وہ آخرت میں کام آئے۔ اور بے دینوں کی رفاقت ودوستی سے ہم کو بچائیں تا کہ ہمارا دین ایمان محفوظ رہے۔

یا اللہ! اختلاف اور افتراق کی وبا اور بیماری اب اہل اسلام میں بھی گھس آئی ہے جس کے بدنتائج ہم دیکھ رہے ہیں۔

یا اللہ اس لعنت کو امت مسلمہ میں سے دور فرمادے اور ان کو آپس میں اتحاد اتفاق کے ساتھ رہنا نصیب فرمادے۔

یا اللہ ہمارے اختلافات سے دشمنان دین فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں یا اللہ ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات اپنا لینے کی توفیق عطا فرما تا کہ اختلاف کی لعنت ہم میں سے دور ہو اور آپس کے اتفاق واتحاد کی برکت و سعادت نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو اپنی محبت۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اپنے اولیاء کی محبت نصیب فرما اور اسی محبت کو ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ 4

(اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے۔ یعنی وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور فرمانبردار تھے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ

تم اور تمہاری بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہوجاؤ۔ ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جاویں گے اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ

جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی۔ اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾

بنادئے گئے ہو اپنے اعمال کے عوض میں۔ تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو۔

يٰعِبَادِ اے میرے بندو	لَا خَوْفٌ کوئی خوف نہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	الْيَوْمَ آج	وَلَآ اَنْتُمْ اور نہ تم	تَحْزَنُوْنَ غمگین ہوگے	اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے
بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات پر	وَكَانُوْا اور وہ تھے	مُسْلِمِيْنَ (جمع) مُسلم	اُدْخُلُوا تم داخل ہوجاؤ	الْجَنَّةَ جنت	اَنْتُمْ تم	وَاَزْوَاجُكُمْ اور تمہاری بیویاں
تُحْبَرُوْنَ تم خوش بخت کئے جاؤ گے	يُطَافُ لئے پھریں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	بِصِحَافٍ رکابیاں	مِّنْ ذَهَبٍ سونے کی	وَّاَكْوَابٍ اور آبخورے	
وَفِيْهَا اور اس میں	مَا تَشْتَهِيْهِ وہ جو چاہیں گے	الْاَنْفُسُ جی (جمع)	وَتَلَذُّ اور لذت ہوگی	الْاَعْيُنُ آنکھوں	وَاَنْتُمْ اور تم	فِيْهَا اس میں
خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہو گے	وَتِلْكَ اور یہ	الْجَنَّةُ جنت	الَّتِيْٓ وہ جس	اُوْرِثْتُمُوْهَا تم وارث بنائے گئے اس کے	بِمَا اس کے بدلے	
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	فَاكِهَةٌ میوے	كَثِيْرَةٌ بہت	مِّنْهَا اس سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں قیامت کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ دوست دوست سے بھاگے گا اور افراتفری پڑی ہوگی اور ایک دوسرے کا دشمن ہوجائے گا۔ بجز خدا سے ڈرنے والے اہل ایمان کے کہ جن کا تعلق اور دوستی دنیا میں اللہ کے واسطے تھی۔ ان کو دوستی کا نفع وثواب محسوس ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان اہل ایمان متقین کو قیامت کے دن حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی اور اس طرح خطاب فرمایا جائے گا کہ اے میرے بندو آج تمہارے لئے نہ آئندہ کا ڈر ہے نہ پچھلی باتوں کا غم۔ تم غم وہراس سے دور رہو۔ اور تمہارے لئے ہر طرح امن وچین ہوگا۔ یہ خطاب کن سے ہوگا؟ یہ ان لوگوں سے کہا جائے گا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے اور اس کے احکام بجالانے پر کمربستہ رہتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جبکہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے کھڑے کئے جائیں گے تو سب کے سب گھبراہٹ اور بے چینی میں ہوں گے۔ اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے بندو! آج کے دن تم پر نہ خوف ہے نہ ہراس سارے کے سارے اسے عام اعلان سمجھ کر خوش ہوجائیں گے تو منادی اسی وقت کہے گا وہ بندے جو دل سے ایمان لائے تھے اور جسم سے نیک کام کئے تھے۔ اس وقت سوائے سچے اور پکے مسلمانوں کے باقی سب مایوس ہوجائیں گے۔ تو مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے میدان حشر میں ندا دی جائے گی

اور یعباد اے میرے بندو کے لقب سے خطاب فرمایا جائے گا اور بشارت سنائی جائے گی کہ نہ تم آئندہ کی کسی تکلیف کا اندیشہ کرو اور نہ اب ماضی کے متعلق کوئی غم وفکر رکھو۔

اب یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ بشارت جن کو سنائی جائے گی ان کی دو صفات بیان کی گئی ہیں ایک الذین ا منوا بآیٰتنا جو دنیا میں ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے۔ جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے تھے۔ دوسری صفت فرمائی و کانو ا مسلمین اور وہ علماً وعملاً ہمارے فرمانبردار تھے۔ حکم بردار تھے یہیں سے ایمان اور اسلام کا فرق بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور یہ مژدہ اور بشارت انہی کو سنایا جائے گا جو ایمان بھی رکھتے ہوں گے اور اسلام بھی رکھتے ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ فلاح ونجات آخرت کے لئے جیسا ایمان ضروری ہے ایسا ہی اسلام بھی ضروری ہے اور دونوں کے مجموعہ ہی پر یہ بشارت سنائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں ایمان صادق کے ساتھ اسلام کامل بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔ تو میدان حشر میں پہلے تو اے میرے بندو کے پیارے لقب سے بشارت سنائی جائے گی پھر اس کے بعد حکم فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہاری ایماندار بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی مومن و مسلم نہیں ہو سکتا ان ہی میں سے جنت وجہنم بھی ہیں اور یہی دونوں مقام انسانوں کا آخری اور پھر ابدی ٹھکانہ ہیں۔ جنت کیا ہے؟ اللہ کے انعام اور رضا کی جگہ جہنم کیا ہے؟ اللہ کے غصہ اور ناراضگی کی جگہ۔ قرآن وحدیث میں جو جنت وجہنم کا ذکر بکثرت فرمایا گیا ہے اس سے مقصد یہی ہے کہ انسانوں میں جہنم اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو جہنم میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی بہاروں اور لذتوں کا شوق ابھرے تا کہ وہ اچھے اعمال اختیار کریں جو جنت میں پہنچانے والے ہیں اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق بنانے والے ہیں۔ تو ایسی آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کا اصلی حق یہی ہے کہ ان کو پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی کیفیتیں پیدا ہوں جن سے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں مدد ملے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا عزم و ہمت پیدا ہو۔ اہل ایمان کو میدان حشر میں حکم ہو گا کہ تم اور تمہاری بیبیاں جنت میں جاؤ۔ اب آگے ان اہل ایمان کے جنت میں جانے کے بعد کیا ہو گا کچھ تھوڑا سا اس کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے پر ان اہل ایمان کے پاس سونے کی رکابیاں کھانوں سے بھری ہوئی اور سونے کے گلاس مشروبات سے بھرے ہوئے لائے جاویں گے۔ گویا ہر چہار طرف سے ان کے سامنے طرح طرح کے ملذز خوش ذائقہ مرغوب کھانوں کی کشتیاں۔ رکابیاں اور قابیں پیش ہوں گی اور غلمان خوش رو اور نوعمر خادم کی حیثیت سے سونے کی پلیٹیں اور گلاس لئے ادھر ادھر ارد گرد گھوم رہے ہوں گے۔ غلمان جنت میں حوروں کی طرح ایک جدا مخلوق ہیں۔ وہ ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف اہل جنت کی خدمت کرتے پھریں گے اور صرف کھانے پینے ہی کی نہیں بلکہ ان اہل جنت کو وہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کو راحت اور سرور حاصل ہو گا پھر مزید براں ان سے یہ کہا جاوے گا کہ اب تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے یعنی یہ راحت وآرام اور نعمتیں عارضی نہیں ہیں بلکہ دائمی اور ابدی ہیں اور بطور اعزاز و اکرام کے یہ بھی کہا جاوے گا کہ یہ جنت تمہارے باپ آدم کی میراث تم کو واپس مل گئی۔ تمہارے اعمال کے سبب سے اور اللہ کے فضل سے۔ اللہ

تعالیٰ یہ جنت کی نعمتیں اپنے فضل سے مجھ کو اور آپ کو بھی اپنی رحمت سے عطا فرمائیں۔آمین۔

جس جنت کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے اس کی بابت کچھ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جان لیجئے۔ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سب سے نیچے درجہ کا جنتی جو سب سے آخر جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جاتی ہوگی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے خیمے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پر ہوں گے۔صبح و شام ستر ستر ہزار رکابیا لے الگ الگ وضع کے کھانے سے پر اس کے سامنے ر ا میں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق اور اوّل سے آخر تک اس کی اشتہا برابر اور یکساں رہے گی۔اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کردے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا تو اچھا ہوتا چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں۔پس کافر۔مومن کی جہنم کی جگہ کا وارث ہوگا اور مومن۔کافر کی جنت کی جگہ کا وارث ہوگا۔جہنمی اپنی جنت کی جگہ جہنم میں سے دیکھیں گے اور حسرت و افسوس سے کہیں گے۔اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت کرتا تو میں بھی متقیوں میں ہوتا اور ہر ایک جنتی بھی اپنی جہنم کی جگہ جنت میں سے دیکھے گا اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہے گا کہ ہم خود اپنے طور پر راہ راست کے حاصل کرنے پر قادر نہ تھے اگر اللہ تعالیٰ خود ہماری رہنمائی نہ فرماتا۔غرض کہ یہاں آیت میں جنت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہاں قیمتی سے قیمتی اور اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے پینے کے برتن ہوں گے۔اور خادم کھانے پینے کی چیزیں لئے حسب منشا ان کے سامنے حاضر رہیں گے اور جو دل میں آرزو اور چاہت پیدا ہوگی وہ پوری ہوگی اور جو چاہیں گے وہ فوراً ملے گا اور پھر یہ حالت کبھی ختم نہ ہونے والی ہوگی۔

یہ تو حال اہل ایمان کا بیان ہوا ان کے مقابلہ میں آگے مجرموں اور نافرمانوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالیں جن کو میدان حشر میں کسی خوف اور غم نہ ہونے کی بشارت دی جائے گی۔یا اللہ آپ نے جہاں اس دنیا میں اپنے فضل سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے وہیں ہم کو کامل طور پر اسلام اور فرمانبرداری کی دولت بھی نصیب فرمایئے۔یا اللہ اپنی دائمی جنتوں میں ہم کو بھی بے حساب داخل ہونا نصیب فرمایئے۔اور وہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرمایئے۔یا اللہ ساتھ ہی ہمارے اہل وعیال کو بھی جنت نصیب فرمایئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَلِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا

بیشک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ (عذاب) ان سے ہلکا نہ کیا جاوے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے۔ اور ہم نے

ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا هُمُ الظّٰلِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ

ان پر ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم تھے۔ اور پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار (ہم کو موت دیکر) ہمارا کام ہی تمام کردے وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں

مّٰكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾

رہو گے۔ ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں اکثر آدمی سچے دین سے نفرت رکھتے ہیں۔ ہاں کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے۔

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾

ہاں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی چپکی چپکی باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے، ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں۔

إِنَّ بیشک	الْمُجْرِمِينَ مجرم (جمع)	فِي میں	عَذَابِ جَهَنَّمَ عذاب جہنم	خَلِدُونَ ہمیشہ رہیں گے	لَا يُفَتَّرُ ہلکا نہ کیا جائے گا	عَنْهُمْ ان سے
وَهُمْ فِيهِ اور وہ اس میں	مُبْلِسُونَ ناامید پڑے رہیں گے	وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ظلم نہیں کیا اُن پر	وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ)	كَانُوا وہ تھے		
هُمُ وہ	الظّٰلِمِينَ ظالم (جمع)	وَنَادَوْا اور وہ پکاریں گے	يٰمٰلِكُ اے مالک	لِيَقْضِ عَلَيْنَا اچھا ہو کہ موت کا فیصلہ کردے ہم پر (ہماری)		
رَبُّكَ تیرا رب	قَالَ وہ کہے گا	إِنَّكُمْ بیشک تم	مّٰكِثُونَ ہمیشہ رہنے والے	لَقَدْ جِئْنٰكُمْ تحقیق ہم آئے تمہارے پاس	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	
وَلٰكِنَّ لیکن	أَكْثَرَكُمْ تم میں سے اکثر	لِلْحَقِّ حق سے۔کو	كٰرِهُونَ ناپسند کرنے والے	أَمْ کیا	أَبْرَمُوا انہوں نے ٹھہرالی	أَمْرًا کوئی بات
فَإِنَّا تو بیشک ہم	مُبْرِمُونَ ٹھہرانے والے	أَمْ يَحْسَبُونَ کیا وہ گمان کرتے ہیں	أَنَّا کہ ہم	لَا نَسْمَعُ ہم نہیں سنتے	سِرَّهُمْ ان کی پوشیدہ باتیں	
	وَنَجْوٰهُمْ اور انکی سرگوشیاں	بَلٰى ہاں	وَرُسُلُنَا اور ہمارے فرشتے	لَدَيْهِمْ ان کے پاس	يَكْتُبُونَ لکھتے ہیں	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کی جزاء کا بیان ہوا تھا کہ قیامت میں اہل ایمان متقین کو خطاب ہوگا کہ اے میرے بندو آج تم کو نہ خوف ہے نہ غم۔ تم خوش خوش اپنی جنتی بیبیوں کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔ چنانچہ جب وہ جنت میں چلے جائیں گے تو ان کے سامنے کھانے پینے کا دور ہوگا۔ اور ان کو ہر وہ چیز جس کا دل چاہے وہ ان کو ملے گی اور پھر یہ بھی بتلا دیا جاوے گا کہ یہ جنت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ابدالآباد تک کے لئے ہیں۔ نیکوکار اہل ایمان کی جزا بیان کردینے کے بعد آگے ان آیات میں بدکار کافروں اور مجرموں کی سزا کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کفار مجرمین جہنم میں جائیں گے اور اسی میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ اور ان پر سے عذاب جہنم ذرا بھی نہ ہٹایا جائے گا۔ نہ کم کیا جائے گا۔ اور وہ اسی عذاب میں مایوس پڑے رہیں گے اور ناامید ہوجائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں۔ یہاں آیت میں لفظ مجرمین کا آیا ہے جس سے مراد مشرک و کافر ہیں کیونکہ دوسری آیات اور بکثرت احادیث اس کی دلالت کررہی ہیں کہ عاصی اور گناہ گار مومن اگر بغیر توبہ کے بھی مرجائیں اور ان کے گناہوں کی مغفرت بھی نہ ہو تب بھی وہ گناہوں کی سزا پانے کے بعد کبھی نہ کبھی جنت میں چلے ہی جائیں گے اور یہاں آیت میں دوامی عذاب میں مبتلا ہونے اور رہائی بلکہ تخفیف عذاب سے بھی ناامید ہوجانے کی صراحت

موجود ہے اس لئے یہاں مجرمین سے مقصود صرف کفار ہی ہیں ۔آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کفار کو جہنم رسید کر کے ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوا کہ ناحق عذاب دیا گیا ہو بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے کہ کفر و شرک کر کے اپنا نقصان کر لیا۔ان کو دنیا میں بھلائی برائی کے سب پہلو سمجھا دیئے گئے تھے اور پیغمبروں کو بھیج کر حجت تمام کر دی تھی ۔کوئی معقول عذر ان کے لئے باقی نہ چھوڑا تھا۔اس پر بھی نہ مانے اور اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے ۔ پھر ایسوں کو سزا دی جائے تو اسے ظلم کون کہہ سکتا ہے؟ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے فائدہ اندوز ہونے کے باوجود اس کو معبود یکتا نہ مانا اور اس کے احکام کی تعمیل نہ کی پھر خداداد قوتوں کا غلط استعمال کیا۔علمی اور عملی طاقت کا بے محل استعمال کیا۔فکر و اعتقاد کو غلط رو بنایا۔یہی زندگی کا غلط استعمال اور بے راہ روی دوامی جہنم کی شکل میں ان کے سامنے آئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ مجرمین نجات سے بالکل مایوس ہو جاویں گے تو اس وقت موت کی تمنا کریں گے اور جہنم کے داروغہ مالک نامی فرشتے کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم نہ یہاں سے چھوٹتے ہیں۔اور نہ مرتے ہی ہیں۔اپنے رب سے تم ہی دعاء کرو کہ تمہارا پروردگار ہم کو موت دے کر ہمارا کام تمام کر دے ۔لکھا ہے کہ جہنمی ہزار برس چلائیں گے تب مالک فرشتہ جواب دے گا کہ چلانے سے کچھ فائدہ نہیں تم کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہے یعنی کبھی نہ مرو گے کہ عذاب سے نجات مل جائے نہ یہاں سے نکلو گے ۔اہل جہنم کی یہ حالت بیان کر کے آگے کفار مشرکین سے خطاب ہوتا ہے کہ ہم نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہے اور سچی باتیں بتا دی ہیں لیکن تم میں سے بہت سوں کو سچ سے تو نفرت ہے۔اس کو قبول کرنا تو درکنار اسے سننا بھی پسند نہیں کرتے پھر انہیں کفار مشرکین کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار نے اللہ کے رسول کے مقابلہ میں طرح طرح کے خفیہ منصوبے گانٹھتے اور پوشیدہ تدبیریں کرتے ہیں مگر اللہ کی خفیہ تدبیریں ان کے سب منصوبوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔انہوں نے اسلام سے لوگوں کو روکنے کا پکا ارادہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ارادہ کر لیا ہے کہ اسلام دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا اور ان کی سب تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی۔ پھر کفار مکہ نے آپس میں مشورہ سے یہ بھی طے کیا تھا کہ ہم میں جو اسلام قبول کر چکا ہے اگر وہ آزاد ہے تو اس کے ساتھی اور رشتہ دار اور اگر وہ غلام ہے تو اس کا آقا اور مالک اس پر سختی کرے۔اسے ڈانٹے ڈپٹے۔مارے پیٹے ۔سزائیں دے تاکہ وہ دق ہو کر اور تنگ ہو کر اسلام چھوڑ دے اور باہر سے آنے والوں کو مکہ میں داخل ہونے سے پہلے اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ ایک شخص جو نئے دین کی دعوت اور تعلیم پیش کرتا ہے اس کے پاس بھی نہ پھٹکنا ورنہ تم (نعوذ باللہ) گمراہ ہو جاؤ گے اور ان کی باتوں میں جادو کا اثر ہے چنانچہ ان کفار مکہ نے قول و قرار کیا کہ ہم ایسا ہی کریں گے اور اس پر عمل بھی شروع کر دیا۔اسی کے متعلق یہاں اشارہ ہے کہ اللہ نے بھی پکا فیصلہ کر لیا ہے کہ کفار مکہ کی یہ ساری تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی اور اسلام کا بول بالا اس سرزمین پر ہو کر رہے گا چنانچہ الحمدللہ یہ قرآنی پیشین گوئی اسی طرح ثابت ہوئی آگے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ کفار جو ہمارے رسول اور ہمارے دین اسلام کو مٹانے اور نقصان پہنچانے کی خفیہ تدبیریں کر رہے ہیں تو کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی چپکی چپکی کہی ہوئی باتوں اور ان کے خفیہ مشوروں کو نہیں سنتے۔ہم ضرور سنتے ہیں اور ان کے دلوں کے بھید تک ہم جانتے ہیں اور انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے فرشتے کراماً کاتبین ان کے سب اعمال و افعال لکھتے جاتے ہیں۔ان کا سارا کچا چٹھا قیامت میں پیش ہوگا۔

اب آگے مشرکین کے اس عقیدہ شرکیہ کے متعلق کہ (نعوذ باللہ) اللہ اولاد رکھتا ہے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی پاکی بڑائی وعظمت وشان بیان فرما کر خاتمہ سورۃ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ ان منکرین سے جو توحید و رسالت کا محض عناد و ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار کر رہے ہیں ان سے اعراض فرما لیا جائے جس کا بیان انشاء اللہ خاتمہ کی اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝۸۱ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ

آپ کہیے اگر خدائے رحمٰن کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔ آسمانوں اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۸۲ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۸۳

ان باتوں سے منزہ ہے جو یہ (مشرک) لوگ بیان کر رہے ہیں۔ تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝۸۴ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ

اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے، اور وہی بڑی حکمت والا اور بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس کیلئے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۵ وَلَا يَمْلِكُ

آسمانوں اور زمین کی اور جو مخلوق اس کے درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے، اور اس کو قیامت کی (بھی) خبر ہے، اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور خدا کے سوا

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۸۶ وَلَئِنْ

جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش (تک) کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جن لوگوں نے حق بات کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۸۷ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸

کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے سو یہ لوگ کدھر الٹے جاتے ہیں۔ اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۸۹

تو آپ ان سے بے رخ رہیے اور یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں، سو ان کو ابھی معلوم ہو جاوے گا۔

قُلْ فرمادیں	اِنْ كَانَ اگر ہوتا	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کا	وَلَدٌ کوئی بیٹا	فَاَنَا تو میں	اَوَّلُ پہلا	الْعٰبِدِيْنَ عبادت کرنیوالا	سُبْحٰنَ پاک ہے
رَبِّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب	وَالْاَرْضِ اور زمین	رَبِّ الْعَرْشِ عرش کا رب	عَمَّا اس سے جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دیں انکو		
يَخُوْضُوْا وہ بیہودہ باتیں کریں	وَيَلْعَبُوْا اور کھیلیں	حَتّٰى یہاں تک	يُلٰقُوْا وہ پالیں	يَوْمَهُمُ اس دن کو	الَّذِيْ وہ جس	يُوْعَدُوْنَ ان کو وعدہ کیا جاتا ہے	
وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ وہ جو	فِي السَّمَآءِ آسمانوں میں	وَفِي الْاَرْضِ اور زمین میں	اِلٰهٌ معبود	وَهُوَ اور وہی	الْحَكِيْمُ حکمت والا	الْعَلِيْمُ علم والا
وَ اور	تَبٰرَكَ بڑی برکت والا	الَّذِيْ وہ جو	لَهٗ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان
وَعِنْدَهٗ اور اسکے پاس	عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم	وَاِلَيْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے	وَلَا يَمْلِكُ اور اختیار نہیں رکھتے	الَّذِيْنَ وہ جن کو		
يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهِ اسکے سوا	الشَّفَاعَةَ شفاعت	اِلَّا سوائے	مَنْ شَهِدَ جس نے گواہی دی	بِالْحَقِّ حق کی	وَهُمْ اور وہ	يَعْلَمُوْنَ جانتے ہیں
وَلَئِنْ اور اگر	سَاَلْتَهُمْ آپ ان سے پوچھیں	مَنْ کس	خَلَقَهُمْ پیدا کیا انہیں	لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	فَاَنّٰى تو کدھر	
يُؤْفَكُوْنَ وہ الٹے پھرے جاتے ہیں	وَقِيْلِهٖ قسم اس کے کہنے کی	يٰرَبِّ اے میرے رب	اِنَّ بیشک	هٰٓؤُلَآءِ یہ	قَوْمٌ لوگ	لَّا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لائیں گے	
فَاصْفَحْ تو آپ منہ پھیرلیں	عَنْهُمْ ان سے	وَقُلْ اور کہیں	سَلٰمٌ سلام	فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس جلد انہیں معلوم ہوجائے گا			

تفسیر وتشریح

یہ سورہ زخرف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ کفار ومشرکین کے انجام کے سلسلہ میں گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا گیا تھا کہ ''ہم نے ان پر ذرا ظلم نہیں کیا کہ ناحق عذاب دیا ہو لیکن یہ خود ہی ظالم تھے''۔ اس ارشاد کے بعد کفار ومشرکین کے ظلم کی چند مثالیں بیان فرمائی گئی تھیں۔ پہلی بات تو ان کفار و مشرکین کے ظلم کی یہ تھی کہ اللہ نے سچا دین ان کے پاس پہنچایا لیکن اکثر کفار نے اس سچے دین سے نفرت ہی کی۔ کفار کے دوسرے مظالم یہ تھے کہ وہ اللہ کے سچے رسول اور اللہ کے سچے دین کے نقصان کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورہ کرتے تھے جس پر انہیں تنبیہ کی گئی تھی کہ اللہ کو ان کی خفیہ تدبیروں اور مشوروں کا سب علم ہے اور اس کے فرشتے ان کے یہ سب اعمال وافعال لکھتے جارہے ہیں جس کا حال ان پر قیامت میں سب کھل جائے گا۔ اسی سلسلہ میں کفار ومشرکین کا ایک اور ظلم ان آیات میں بیان کرکے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ ان کفار ومشرکین نے اللہ کے لئے (نعوذ باللہ) بیٹے اور بیٹیاں تجویز کی ہیں۔ اس عقیدہ کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ مشرکین کے اس عقیدہ کے رد میں یوں کہیں کہ تم جو حق تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہو تو اگر بالفرض محال ایسا ہوتا یعنی نعوذ باللہ خدائے رحمٰن کے اولاد ہوتی تو سب سے اول اس بات کو تسلیم کرنے والا میں ہوتا یعنی مجھ کو تمہاری طرح حق بات کے ماننے سے انکار اور ضد نہیں۔ میں جس بنا پر اس سے انکار کرتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ حقیقت میں خدا کا کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے اور تمہارا یہ عقیدہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے ورنہ میں تو اللہ تعالیٰ کا ایسا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہوں کہ اگر بالفرض یہ حقیقت ہوتی تو میں تم سے پہلے اس معاملہ میں بندگی میں سر جھکا دیتا اور اس کے اولاد کی ویسی ہی عزت اور عبادت کرتا جیسے کہ ان کے شایان شان ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بابت جو غلط بیانیاں تم کرتے ہو وہ ان سے بالکل پاک ہے۔ وہ تو آسمانوں اور زمین اور عرش عظیم کا مالک ومختار ہے۔ اس اکیلے کا حکم سب پر چلتا ہے۔ اسے نہ اولاد کی ضرورت نہ مددگار کی حاجت۔ وہ تنہا سب پر حاوی اور قابض ہے اور جو ہے اس کا بندہ اور مملوک ہے تو اس کی ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ وہ کسی کا باپ بنے یا اس کا کوئی بیٹا بنے۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ یہ منکرین جہل وغفلت کے نشہ میں جو کچھ بکتے ہیں بکنے دیجئے۔ یہ لوگ اور چندروز دنیا کے کھیل تماشہ میں گزار لیں آخر وہ یوم موعود یعنی روز قیامت آنا ہے جس میں ایک ایک کرکے ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔ خدا تو وہی ایک اکیلا خدا ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ ساری خلقت زمین سے آسمان تک اس کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے اور اس کے سامنے پست وعاجز ہے۔ زمین وآسمان میں ہر جگہ وہی اکیلا معبود ہونے کا حق دار ہے اور کوئی نہیں کیونکہ فقط وہی کامل حکمت والا اور علم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ ذات بابرکات ہے جو ساری خوبیوں کا سرچشمہ اور جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے سب کی بادشاہت ہے۔ فرش سے عرش تک اسی کا راج ہے اور یہ بھی اسی کو خبر ہے کہ قیامت آئے گی جس دن سارے مردے زندہ کرکے کھڑے کئے جاویں گے اور سب اسی کی طرف لوٹ کر جاویں گے اور ہر ایک کے عملوں کے مطابق فیصلہ فرمایا جائے گا۔ اور یہ جو کفار ومشرکین نے غلط خیال قائم کر رکھا ہے کہ ان کے معبودان باطل جن کی یہ پرستش کرتے ہیں یہ اللہ

سے ان کی سفارش کر کے دنیا میں جو چاہیں دلوا دیں گے اور قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے عذاب سے بچالیں گے تو یہ سب بالکل بے بنیاد خیال ہیں وہ بالکل بے اختیار ہیں وہ سفارش کا کوئی اختیار نہ رکھیں گے ہاں البتہ جن لوگوں نے دنیا میں کلمہ حق یعنی ایمان کا اقرار کیا تھا اور وہ دل سے تصدیق بھی کیا کرتے تھے جیسے انبیاء۔ اولیاء۔ صلحاء مومنین وہ باذن الٰہی اہل ایمان کی سفارش کر سکیں گے مگر اس سے کفار کو کیا فائدہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ان مشرکین سے پوچھا جائے کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ نے مشرکین عرب کو نزول قرآن کے زمانہ میں یہ اقرار تھا کہ تمام انسانوں کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ تو جب یہ مشرکین کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ خالق اور ان کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے تو پھر عبادت اور بندگی کا مستحق کوئی دوسرا کیونکر ہو گیا۔ ان کی جہالت اور حماقت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور بلکہ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے۔ عجیب بات ہے کہ مقدمات کو تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ سے انکار۔ ان کی مت کیسی اوندھی ہو رہی ہے۔ تو اس سے ان کا جرم صاف ظاہر ہے کہ ان کا یہ انکار محض عناد سے ہے اور ظاہر ہے کہ معاند زیادہ مجرم ہوتا ہے۔ پھر ان کا جرم اللہ کے رسول کی فریاد اور نالش سے اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اس قدر روڈھٹائی اور بے پروائی اختیار کی کہ ہمارے رسول کو ہماری جناب میں کہنا پڑا کہ اے میرے رب میں نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا غرض ہر طرح سے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن باوجود میری اس درجہ فہمائش کے یہ ایمان نہیں لاتے اور میری بات نہیں مانتے تو ہم نے اپنے رسول کی یہ فریاد سن لی ہے پس ایسی حالت میں ان سرکشوں کو سمجھ لینا چاہئے

کہ کیسا سخت عذاب ہوگا۔ سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان معاندین سے درگذر کریئے اور اگر وہ آپ سے مخالفت اور جہالت اور شر کی باتیں کریں تو آپ رفع شر کے لئے یوں کہہ دیجئے کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں اور کچھ نہیں کہتا۔ آپ چندے صبر کیجئے۔ عنقریب ان کو پتہ لگ جائے گا اور مرتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔

اب یہاں یہ امر قابل غور وفکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار ومشرکین کے ایمان نہ لانے اور کفر وشرک پر اصرار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد و نالش کرنا پڑی تو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اور آپ کا کلمہ پڑھتے ہوئے اسلام سے درپردہ بغاوت پر کمربستہ ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے کے درپے ہیں جو احکام الٰہیہ کے مقابلہ میں یورپ اور امریکہ کے بے دینوں کے قانون کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو قرآنی قوانین کو ۱۴۰۰ سال پرانے اور اس ترقی کے زمانہ میں نہ چل سکنے کا الزام لگاتے ہیں جو قرآن میں اپنے اقتصادی مسائل کا حل نہیں پاتے۔ جو رسول اللہ کی سنتوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو مغرب کے بے دینوں اور یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جو دین پر چلنے کو دقیانوسیت خیال کرتے ہیں۔ جو اس سائنس اور ٹیکنالوجی کے زمانہ میں قرآن وحدیث کی بات کرنا جرم سمجھتے ہیں۔ جو دین اور مذہب اور اللہ ورسول سے آزاد ہو کر ترقی کی رٹ لگاتے ہیں۔ اور جو اس کے خلاف زبان کھولے اس کو ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے والا اور زمانہ سے ناواقف گردانتے ہیں تو کیا ایسوں کے خلاف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی جناب میں شکایت کی نوبت نہ آئے گی؟ پھر جب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ہی شکایت فرمائیں تو

پھر ٹھکانہ کہاں اور کیا انجام ہونا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقل سلام کی جو تلقین فرمائی گئی اور یہ جو فرمایا کہ کہہ دیجئے کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں تو اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ ان معاند کفار ومشرکین کو "السلام علیکم" کے الفاظ کہیں جائیں کیونکہ کسی غیر مسلم کو ان الفاظ سے سلام کرنا جائز نہیں۔ بلکہ یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کسی شخص سے قطع تعلق کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ میری طرف سے سلام ہے۔ یا تمہیں سلام کرتا ہوں۔ اس سے حقیقی طور پر سلام کرنا مقصود نہیں ہوتا جو ایک دعائیہ کلمہ ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں خوبصورتی کے ساتھ تم سے قطع تعلق کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم سے کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتا۔ (معارف القرآن جلد ۷)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقی اسلام اور کامل ایمان نصیب فرمائیں اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور آپ کے ارشاد کی تعمیل نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی اور اسلامی حکومت نصیب فرمائیں۔ اور اس کی برکات سے دین و دنیا دونوں جہان میں مالا مال فرمائیں۔

یا اللہ! اس پرفتن دور میں ہم ان کفار و مشرکین کی کیا شکایت کریں کہ جنہوں نے اس آسمانی کتاب رحمت کی قدر نہ کی اور اس پر ایمان لانے کی سعادت حاصل نہ کی۔ ہمیں تو رونا ان اہل اسلام ہی کے لئے ہے کہ جو اس قرآن کریم پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر نہ صرف اس کی تعلیمات سے انحراف اور تغافل برت رہے ہیں بلکہ اب تو اس سے بغاوت تک کی نوبت دیکھنے اور سننے میں آرہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور اس ملک پر جو اسلام کے نام سے دنیا کے نقشہ میں نمودار ہوا تھا ہم کو اسلام کی سچی وقعت وعظمت عطا فرمائیں یا اللہ! ہماری آنکھیں قرآن کریم کے حقوق کی طرف سے کھول دے اور اس کی سچی عظمت کے ساتھ اس کا اتباع بھی نصیب فرمادے۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو اس سلسلہ میں تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان کے تدارک کی اور اس جرم عظیم سے توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ (۱) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (۲) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ (۳) فِيْهَا يُفْرَقُ

حم۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے۔ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (۴) اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (۵) رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶)

حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے، ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے، بیشک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

حٰمٓ حم	وَالْكِتٰبِ قسم۔ کتاب	الْمُبِيْنِ واضح	اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بیشک ہم نے نازل کیا اسے	فِيْ میں	لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ایک مبارک رات	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم میں		
مُنْذِرِيْنَ ڈرانے والے	فِيْهَا اس میں	يُفْرَقُ فیصل کیا جاتا ہے	كُلُّ اَمْرٍ ہر امر	حَكِيْمٍ حکمت والا	اَمْرًا حکم ہو کر	مِّنْ عِنْدِنَا ہمارے پاس سے		
اِنَّا كُنَّا بیشک ہم ہیں	مُرْسِلِيْنَ بھیجنے والے	رَحْمَةً رحمت	مِّنْ سے	رَّبِّكَ تمہارا رب	اِنَّهٗ هُوَ بیشک وہی	السَّمِيْعُ سننے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا	

تفسیر و تشریح: بفضلہ تعالیٰ اب ۲۵ ویں پارہ کی سورہ دخان کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ اس کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی دسویں آیت میں لفظ دخان آیا ہے۔ دخان کے لفظی معنیٰ ہیں دھواں۔ جس دخان یعنی دھوئیں کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اس کی تفصیل و تشریح انشاء اللہ آئندہ درس میں آئے گی۔ بہرحال جس دخان کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اس سے مراد ایک خاص دھواں ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام ہی دخان مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول بھی وہی دور ہے جبکہ کفار مکہ کی مخالفت نہایت شدید ہو گئی تھی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے دعا کی تھی کہ اللہ یوسفؑ کے قحط جیسے ایک قحط سے میری مدد فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اس خیال سے کی تھی کہ جب ان کفار پر مصیبت پڑے گی تو ان کی اکڑی ہوئی گردنیں ڈھیلی پڑ جائیں گی اور ان کے دل نصیحت قبول کرنے کے لئے نرم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور مکہ کے علاقہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ اہل مکہ بلبلا اٹھے اور بڑے بڑے ہیکڑ دشمنان حق اور سرداران قریش جن میں اس وقت ابو سفیان بھی شامل تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے درخواست کی کہ اپنی قوم کو اس بلا سے نجات دلانے کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ نیز انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ یہ عذاب قحط پروردگار ہم پر سے ٹال دے تو ہم ایمان لے آویں گے۔ یہی موقع ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ مکہ میں نازل فرمائی۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حم سے شروع ہوتی ہیں۔ پانچویں سورۃ ہے اور حم سے شروع ہونے والی سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں اور جہنم کے بھی ۷ دروازے ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ نیز اس سورۃ کی فضیلت میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھ لے تو صبح کو اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۴ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۵۳ ہے یعنی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۵۲ سورتیں اس سورہ دخان سے

قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۶۱ سورتیں اس سورت کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورت میں ۵۹ آیات۔تین ۳ رکوعات ۳۴۹ کلمات اور ۱۴۹۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔چونکہ یہ سورۃ بھی مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔مثلاً اثبات توحید ورسالت۔منکرین پر وعید۔اور تاکید۔وعید کے لئے بعض اقوام سابقہ کے واقعات۔قیامت اور حشر نشر کا ہونا۔ اور اپنے اعمال کی جزاوسزا میں بالآخر جنت یا جہنم میں جانا اور وہاں کے عیش وآرام یا دکھ وآزار کا بیان۔سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے تذکرہ سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ تو ایک بہت ہی صاف اور واضح کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی برکت والی رات میں نازل کیا جس رات میں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہے کیونکہ اس کی رحمت انسان کو دنیا میں بے یارومددگار کیسے چھوڑ سکتی تھی۔اللہ تعالیٰ ہی آسمان زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کا خالق ہے اور وہی سب کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے اور زندگی وموت دینا بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔پھر ان منکرین کو جو دین حق کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور کھیل کود میں پھنسے ہوئے ہیں انہیں تنبیہ کی گئی اور بتلایا گیا کہ اس وقت کا انتظار کرو جب دھواں ہی دھواں آسمان پر ہوگا اور لوگ سخت دکھ اور تکلیف میں ہوں گے اور گھبرا کر کہیں گے کہ اے رب اس عذاب کو ہم سے دور کر دے ہم ایمان لے آئیں گے۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بھلا وہ کب ایمان لانے والے ہیں۔ان کے پاس اللہ کے سچے رسول کھلی اور واضح باتیں لے کر آئے لیکن انہوں نے انہیں جھٹلا دیا۔اچھا کچھ مدت کے لئے عذاب روک دیتے ہیں لیکن یہ پھر وہی کریں گے جو پہلے کیا تھا۔اس لئے تنبیہ کی گئی کہ یاد رکھو قیامت کے دن بڑی سخت پکڑ ہوگی اور تمہاری ڈھٹائی کا بدلہ دیا جائے گا۔پھر مثال کے لئے فرعون کا قصہ سنایا گیا کہ فرعون نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بڑے مکرم رسول تھے جھٹلایا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھلائے اور اللہ کی نشانیاں پیش کیں مگر فرعون نے ان کی کوئی بات نہ مانی۔آخر فرعونیوں پر طرح طرح کے عذاب آئے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ عذاب آتا تو کہتے کہ اے موسیٰ! اس عذاب کو اپنے رب سے دعا مانگ کر دور کرادو تو ہم تمہاری بات ماننے کو تیار ہیں لیکن جب عذاب ہٹ جاتا تو پھر ویسے ہی ڈھیٹ بن جاتے۔آخر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے جانے کا حکم ملا تو فرعون نے لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا جس کے نتیجہ میں فرعونی سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے اور بنی اسرائیل کو ان کے ظلم وستم سے نجات ملی اور قیامت میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔تو عرب کے یہ مشرک بھی ان ہی مغروروں کی چال چل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا۔بس مر گئے سو مر گئے اور کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کو مانتے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ہم زبانی دعوے کو تو ہرگز نہیں مانتے۔اس پر منکرین سے کہا گیا کہ نادانو! تم کیا ہو۔تم سے پہلے تم سے زبردست لوگوں کو ہلاک کیا جا چکا ہے اس لئے سمجھ سے کام لو۔یہ دنیا۔یہ آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے یہ یونہی کوئی کھیل تو نہیں بنایا۔اس کا بڑا زبردست نتیجہ نکلنا ہے جو قیامت کو معلوم ہوگا پھر سمجھایا گیا کہ لوگو قیامت میں شک مت کرو۔یہ دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ یہ ایک دن فنا ہو کر رہے گی اور سارے انسان اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے ان کے عملوں کا حساب ہوگا۔اچھے عمل والے جنت میں جائیں گے جہاں راحت ہی راحت ہے اور برے عمل والے جہنم میں جائیں گے جہاں دکھ ہی دکھ ہے۔اب اگر تمہیں یہ نصیحت ماننی ہے تو مانو ورنہ وقت آنے پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں آئیں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حم سے فرمائی گئی۔جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے حروف مقطعات اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کے صحیح مطلب ومعانی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔حروف مقطعات کے متعلق یہی عقیدہ

رکھنا چاہئے۔اس کے بعد مضمون قرآن مجید کی تعظیم سے شروع ہوتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ قسم ہے اس کتاب مبین کی کہ ہم نے اس کو ایک خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں برکت والی رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ تیسویں پارہ سورہ قدر میں فرمایا گیا انا انزلنه فی لیلة القدر ہم نے اس کو یعنی قرآن کریم کو اتارا لیلۃ القدر میں ۔ دوسری جگہ سورہ بقرہ میں فرمایا گیا شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن۔ رمضان کے مہینہ میں قرآن نازل کیا گیا۔اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں ابتدائے دنیا سے آخر تک اپنے انبیا علیہم السلام پر نازل فرمائیں وہ سب کی سب ماہ رمضان المبارک ہی کی مختلف تاریخوں میں نازل ہوئی ہیں۔

اب یہاں ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ باتفاق مورخین قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یک بارگی نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا مکہ اور مدینہ میں ۲۳ برس کے عرصہ میں نازل ہوا پھر یہ کیسے فرمایا جاتا ہے کہ قرآن کریم ایک برکت والی رات میں نازل ہوا تو علما نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ پورا قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل ہوا جو رمضان کے مہینہ میں واقع ہوئی تھی یا ہمیشہ رمضان ہی میں واقع ہوتی ہے ۔ پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا حسب حاجت دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا شروع ہوا۔اس لئے آیت انا انزلنه فی لیلة مبارکة کا ترجمہ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہم نے اس کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں اتارا ہے۔

اب یہ کتاب کیوں اتاری گئی اس کے متعلق فرمایا انا کنا منذرین یعنی ہم کو منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو مضرت اور نقصان سے بچانے کے لئے خیر و شر اور نیک و بد کی اطلاع کر دیں تو مقصد نزول بندوں کو خبردار اور ہوشیار کر دینا اور ان کے اعمال بد کی سزا سے آگاہ کر دینا مقصود تھا۔اس کے بعد لیلۃ المبارکۃ یعنی برکت والی رات کی عظمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ اس رات میں سال بھر کے معاملات جس طور پر حق تعالیٰ کو کرنا منظور ہے اس طور کو متعین کر کے ان کی اطلاع کارکن ملائکہ کو کر دی جاتی ہے۔ یعنی سال بھر کے متعلق قضا و قدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کئے جاتے ہیں۔آگے بتلایا گیا کہ یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ بوجہ اپنی رحمت کے جو اس کو اپنے بندوں پر ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنانے والے تھے تا کہ آپ کی معرفت بندوں کو آگاہ و خبردار کر دیں۔

اب آگے توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن کریم عطا فرمایا۔

یا اللہ اپنی اس کتاب کے انوار سے ہمارے قلوب کو منور فرما اس کے اتباع کی سعادت نصیب فرما۔اور اس کے اتباع کی برکت سے دین و دنیا کی بھلائی نصیب فرما۔یا اللہ شب قدر کی برکت و فضیلت ہم کو بھی زندگی میں بار بار نصیب فرما۔نیز اس سورۃ کو شب جمعہ میں تلاوت کی سعادت اور توفیق عطا فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ

جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان ہے اس کا بھی، اگر تم یقین لانا چاہو۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے وہ تمہارا پروردگار ہے

اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾

اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے۔ بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں۔ سو آپ اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو۔

يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى

جو ان سب لوگوں پر عام ہو جائے، یہ (بھی) ایک دردناک سزا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے۔ ان کو کب نصیحت ہوتی ہے

وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ

حالانکہ ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا۔ پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی کا) سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے۔ ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے،

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

تم پھر اپنی اُسی حالت پر آ جاؤ گے، جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے، (اس روز) ہم بدلہ لے لیں گے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ رب ہے آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	مُّوْقِنِيْنَ یقین کرنے والے		
لَا نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وہ جان ڈالتا ہے اور جان نکالتا ہے	رَبُّكُمْ تمہارا رب	وَرَبُّ اور رب	اٰبَآئِكُمُ تمہارے باپ دادا	
الْاَوَّلِيْنَ پہلے	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	فِيْ شَكٍّ شک میں	يَّلْعَبُوْنَ کھیلتے ہیں	فَارْتَقِبْ تو تم انتظار کرو	يَوْمَ اس دن	تَاْتِي السَّمَآءُ آسمان لائے	
بِدُخَانٍ دھواں	مُّبِيْنٍ ظاہر	يَّغْشَى وہ ڈھانپ لے گا	النَّاسَ لوگوں	هٰذَا یہ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دردناک	رَبَّنَا اے ہمارے رب	
اكْشِفْ کھول (دور) کردے	عَنَّا ہم سے	الْعَذَابَ عذاب	اِنَّا بیشک ہم	مُؤْمِنُوْنَ ایمان لے آئیں گے	اَنّٰى کہاں	لَهُمُ ان کو	الذِّكْرٰى نصیحت
وَقَدْ جَآءَهُمْ اور تحقیق آچکا انکے پاس	رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ رسول کھول کھول کر بیان کرنیوالا	ثُمَّ پھر	تَوَلَّوْا وہ پھر گئے	عَنْهُ اس سے	وَقَالُوْا اور کہنے لگے		
مُعَلَّمٌ سکھایا ہوا	مَّجْنُوْنٌ دیوانہ	اِنَّا بیشک ہم	كَاشِفُوا کھولنے والے	الْعَذَابِ عذاب	قَلِيْلًا تھوڑا	اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ تم بیشک واصل حالت پر لوٹ آنیوالے ہو	
	يَوْمَ جس دن	نَبْطِشُ ہم پکڑیں گے	الْبَطْشَةَ پکڑ	الْكُبْرٰى بڑی سخت	اِنَّا بیشک ہم	مُنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اس کتاب واضح یعنی قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرمایا اور پھر وہاں سے بتدریج ۲۳ سال میں حسب ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا اور یہ لیلۃ المبارکہ یعنی برکت والی رات ایسی عظمت والی ہے کہ اسی عظیم الشان رات میں ایک سال کے متعلق قضا وقدر کے فیصلہ لوح محفوظ سے نقل کر کے ملائکہ کے حوالہ کئے جاتے ہیں نیز یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا تا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے بندوں کو خیر وشر کی اطلاع کر دیں تا کہ وہ شر سے بچ سکیں اور خیر حاصل کر سکیں۔ اب آگے اس کے بعد چند اوصاف الٰہی کا بیان ہوتا ہے تا کہ اس کا معبود حقیقی ہونا ذہن نشین ہو کر اس

کی طرف بندے رجوع کریں اور اس کی وحدانیت والوہیت اور معبودیت کو تسلیم کریں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس قرآن کریم کو اتارنے والا اور رسولوں کو بھیجنے والا وہ خدا ہے جو آسمان زمین اور اس کے درمیان کی کل چیزوں کا خالق و مالک ہے انسان میں اگر کسی چیز پر یقین کرنے کی صلاحیت ہے تو سب سے پہلی چیز یقین رکھنے کے قابل اللہ کی ربوبیت عامہ ہے جس کے آثار کائنات میں روشن ہیں پھر معبود برحق بھی وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر ہر ایک کی موت و زیست اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور سب اولین و آخرین کا پالنے پوسنے والا وہی ہے تو جس کے قبضہ میں پیدا کرنا، مارنا جلانا اور سب کو روزی دینا اور ان کی پرورش کرنا ہو۔ کیا اس کے سوا کسی دوسرے کی بندگی و عبادت جائز ہو سکتی ہے؟ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ تو ان واضح نشانات اور قطعی دلائل کا اقتضا تو یہ تھا کہ یہ منکرین توحید الٰہی کو تسلیم کر لیتے مگر وہ پھر بھی نہیں مانتے اور توحید وغیرہ دین حق کی طرف سے شک میں پڑے ہیں اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اور اس میں غور و فکر سے کام لیں۔ یہ اسی دھوکہ میں ہیں کہ ہمیشہ یونہی رہنا ہے خدا کے سامنے کبھی پیشی نہ ہوگی۔ اس لئے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اڑا دیتے ہیں۔ اس کے بعد مشرکین و منکرین کو ایک دنیاوی مصیبت کے پیش آنے کی خبر دے کر متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو لوگ غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں یہ تو جب ہی چونکیں گے جب وہ آفت بھرا دن آئے گا جبکہ ہر طرف آسمان پر دھواں چھا جائے گا اور وہ دھواں لوگوں کو گھیر لے گا اور وہ بڑا دکھ بھرا عذاب ہوگا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں ''دھویں'' سے کیا مراد ہے؟ اس میں سلف کے دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ کے نزول اور ان کے ۴۰ سالہ قیام پھر انتقال فرما جانے کے بعد اور آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے اس زمانہ میں ایک زبردست دھواں نمودار ہوگا جو تمام زمین پر چھا جائے گا اور تمام لوگوں کو گھیر لے گا جس سے آدمی تنگ آ جائیں گے نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا جس سے مسلمان کو ایک زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اور کافر و منافق کے دماغ میں دھواں گھس کر بیہوش کر دے گا۔ بعض ایک دن میں بعض دو دن میں اور بعض تین دن میں ہوشیار ہوں گے اور یہ دھواں ۴۰ روز تک مسلسل رہے گا پھر مطلع صاف ہو جائے گا تو حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کے مطابق یہ قیامت کے قریب والا دھواں یہاں آیت میں مذکور ہے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد وہ دھواں نہیں جو علامات قیامت میں سے ہے بلکہ قریش مکہ کی مخالفت اور ایذا دہی سے تنگ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ ان پر بھی ایسا شدید قحط مسلط کر دے جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط ہوا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار اور چمڑے ہڈیاں تک کھانے کی نوبت آ گئی۔ غرض اہل مکہ بھوکوں مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ شدت کی بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں فضا یعنی زمین و آسمان کے درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش بند رہنے سے گرد و غبار وغیرہ آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے اس کو یہاں آیت میں دخان سے تعبیر فرمایا ہے۔ سلف اور متقدمین کے اختلاف کی بنا پر علمائے متاخرین میں بھی دخان کی تفسیر میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر قریش مکہ کے قحط سے متعلق اختیار کی ہے اور ان کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر صاحب محدث و مفسرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول اختیار کیا ہے اور قیامت کے قریب جو دھواں ظاہر ہوگا وہ مراد لیا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**۔

حضرت تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں دخان کو اہل مکہ کے قحط سے متعلق ہونا بیان فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ جب اہل مکہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور لگے عاجزی کرنے اسی کو آیت میں آگے بطور پیشین گوئی کے فرمایا گیا کہ یہ اس وقت جناب باری میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ابوسفیان اور دیگر قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا بھی اور آئے بھی کہ آپ دعا کریں اور بعض مفسرین نے ابوسفیان کا وعدہ ایمان بھی نقل کیا ہے تو اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان باتوں سے ماننے والے کہاں ہیں۔ جو چیز بالکل کھلی ہوئی آفتاب سے زیادہ روشن تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اسی کو نہ مانا اور سرتابی کرتے رہے۔ کوئی آپ کو مجنون بتلانے لگا۔ کوئی کہنے لگا کہ یہ کسی دوسرے کے سکھائے ہوئے ہیں۔ پس جب اتنے عظیم الشان رسول کے آنے پر کہ جس کے دلائل رسالت میں کوئی تاویل ہی نہیں ہوسکتی۔ یہ معاندین لوگ ایمان نہ لائے تو قحط کے ہونے نہ ہونے پر کب امید ایمان لانے کی ہے یہ ان کا کہنا محض دفع الوقتی ہے کہ کسی طرح کام نکل جائے اور مصیبت ٹل جائے۔ مگر خیر حجت تمام کرنے کے لئے چندے اس عذاب کو ہٹا دیا جائے گا مگر یہ پھر اپنی اسی پہلی حالت پر آ جاویں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی اسی طرح پوری ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش وغیرہ ہوئی اور غلہ بھی آنے لگا اور اہل مکہ کو فارغ البالی میسر ہوئی مگر ایمان تو کیا لاتے وہ نرمی اور شکستگی بھی جاتی رہی پھر وہی زور اور وہی شور اور وہی عناد و مخالفت۔ آگے فرمایا گیا کہ آخرت میں ان کی بڑی سخت پکڑ ہوگی اور اس روز ان سے پورا بدلہ لے لیا جائے گا یعنی پوری سزا ملے گی۔

اب یہ وعید جو منکرین کو سنائی گئی اس وعید کی تائید میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا قصہ سنایا جاتا ہے کہ تکذیب نبی کی وجہ سے اس قوم کا کیا انجام ہوا جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں اور توحید کی حقیقت ہم پر منکشف فرمائیں کہ حق تعالیٰ ہی کو ہم اپنا معبود حقیقی اور کارساز سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں لہو ولعب کی مشغولیت سے ہم سب کو بچائیں اور دین و دنیا کے عذابوں سے ہمیں محفوظ رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کے ساتھ ہم کو آپ کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی ظاہر و باطن میں اخلاص کے ساتھ پابندی نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ

اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا کہ ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے۔ کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالہ کردو، میں تمہاری طرف

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَاِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّيْ

(خدا کا) فرستادہ (ہو کر آیا) ہوں، دیانتدار ہوں، اور یہ (بھی فرمایا) کہ تم خدا سے سرکشی مت کرو۔ میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور میں اپنے پروردگار

وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ

اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر سے قتل کرو۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو۔ تب موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ

مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾

بڑے سخت مجرم لوگ ہیں۔ تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب ہوگا۔ اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا، ان کا سارا لشکر ڈبو دیا جاوے گا۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ ۣ

وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں خوش رہا کرتے تھے، چھوڑ گئے۔ (یہ قصہ) اسی طرح ہوا

وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾

اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنا دیا۔ سو نہ تو ان پر آسمان اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا اور ہم آزما چکے ہیں	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمَ فِرْعَوْنَ قوم فرعون	وَجَآءَهُمْ اور آیا انکے پاس	رَسُوْلٌ ایک رسول	كَرِيْمٌ کریم (عالی قدر)	
اَنْ اَدُّوْٓا کہ سپرد کردو	اِلَيَّ میرے	عِبَادَ اللّٰهِ بندے اللہ کے	اِنِّيْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ایک رسول امین	وَّاَنْ اور یہ کہ
لَا تَعْلُوْا تم سرکشی نہ کرو	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر۔ مقابل	اِنِّىْٓ بیشک میں	اٰتِيْكُمْ آیا ہوں تمہارے پاس	بِسُلْطٰنٍ دلیل کیساتھ	مُّبِيْنٍ واضح	
وَاِنِّىْ اور بیشک میں	عُذْتُ پناہ چاہتا ہوں	بِرَبِّيْ اپنے رب کی	وَرَبِّكُمْ اور تمہارا رب	اَنْ کہ	تَرْجُمُوْنِ تم مجھے سنگسار کردو	وَاِنْ اور اگر
لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لاتے	لِيْ مجھ پر	فَاعْتَزِلُوْنِ تو ایک کنارے ہو جاؤ مجھ سے	فَدَعَا رَبَّهٗٓ تو اس نے دعا کی اپنے رب سے	اَنَّ کہ	هٰٓؤُلَاۗءِ یہ	
قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ مجرم لوگ	فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ تو تُو لے جا میرے بندوں کو	لَيْلًا رات میں	اِنَّكُمْ بیشک تم	مُّتَّبَعُوْنَ پیچھا کئے جاؤ گے (تعاقب ہوگا)		
وَاتْرُكِ اور چھوڑ جاؤ	الْبَحْرَ دریا	رَهْوًا ٹھہرا ہوا	اِنَّهُمْ بیشک وہ	جُنْدٌ ایک لشکر	مُّغْرَقُوْنَ ڈوبنے والے	كَمْ تَرَكُوْا وہ کتنے (ہی) چھوڑ گئے / مِنْ سے
جَنّٰتٍ باغات	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے	وَّزُرُوْعٍ اور کھیتیاں	وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور مکان نفیس	وَّنَعْمَةٍ اور نعمتیں	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهَا اس میں
فٰكِهِيْنَ مزے اُڑاتے	كَذٰلِكَ اسی طرح	وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا انکا	قَوْمًا قوم	اٰخَرِيْنَ دوسرے	فَمَا بَكَتْ سو نہ روئے	عَلَيْهِمُ ان پر
السَّمَاۗءُ آسمان	وَالْاَرْضُ اور زمین	وَمَا كَانُوْا اور نہ ہوئے وہ	مُنْظَرِيْنَ ڈھیل دیئے گئے			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا تھا کہ یہ معاندین کفار مکہ قحط جیسی مصیبت سے کہاں سبق لینے والے ہیں۔ انہوں نے جب اللہ کے رسول کی طرف سے منہ موڑ لیا جبکہ ان کی زندگی سے ان کے کردار و اخلاق سے ان کے

41 کام اور کلام سے یہ صاف صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ یقیناً اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں تو اب محض ایک قحط ان کی غفلت کیسے دور کر دے گا دوسری طرف کفار سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا تھا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ عذاب قحط تم سے ٹال دیا جائے تو تم ایمان لے آ ؤ گے تو تم ماننے والے تو ہو نہیں لیکن حجت پوری کرنے لئے ہم اس عذاب قحط کو ہٹائے دیتے ہیں اور ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ تم اپنے قول وقرار میں کتنے سچے ہو۔ مصیبت ہٹنے پر تم پھر وہی کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو بھی ٹھیک یہی آزمائش پیش آئی تھی جس آزمائش میں کہ اب کفار قریش پڑے ہیں۔ فرعونیوں کے پاس بھی ایک معزز رسول آئے تھے اور باوجود کھلے ہوئے نشانیاں اور معجزات کے وہ فرعونی اپنی ضد وعناد سے باز نہ آئے حتیٰ کہ اپنے رسول کی جان کے دشمن بن گئے پھر اس کا جو نتیجہ دیکھا وہ ہمیشہ کے لئے سامان عبرت بن گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ پہلے قوم فرعون کی بھی آزمائش ہو چکی ہے اور وہ آزمائش یہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام آئے تھے اور پیغمبر کے آنے سے امتحان وآزمائش یہ ہوتی ہے کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون نہیں لاتا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور قوم فرعون کے پاس پہنچے تو ان سے فرمایا کہ تم نے ان اللہ کے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو جو غلامی میں پھانس رکھا ہے اور طرح طرح کی تکالیف میں گرفتار کر رکھا ہے تو ان کو آزاد کرو اور میرے حوالہ کرو میں جہاں اور جس طرح مناسب ہو گا ان کو آزاد کر کے رکھوں گا پھر یہ بھی فرمایا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور بحیثیت ایک امین اور دیانت دار رسول کے میں تم سے کوئی بات وحی الٰہی سے کم وبیش نہیں کرتا ہوں۔ جو حکم الٰہی ہوتا ہے وہی پہنچاتا ہوں۔ پس تم کو میری اطاعت کرنا چاہئے اور کہنا ماننا چاہئے اور خدا کے احکام سے سرکشی مت کرو اور میں اپنی نبوت پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔ مراد اس سے معجزات "عصا" و "ید بیضا" وغیرہ تھے کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات قرآن پاک میں متعدد سورتوں میں بیان فرمائے گئے ہیں کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً۔ ہر جگہ موقع کی مناسبت سے واقعہ کی جزئیات بیان فرمائی گئی ہیں۔ یہاں ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب ایک عرصہ تک موسیٰ علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کا فرعونیوں پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ الٹا آپ کے قتل کا مشورہ طے پایا اور آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرعونیوں سے فرمایا کہ میں تمہارے ظلم اور ایذا سے خدا کی پناہ لیتا ہوں۔ یعنی اس کی حفاظت وحمایت پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ تم اگر میری بات نہیں مانتے تو کم از کم مجھے ایذا دے کر اپنے جرم کو سنگین تو مت کرو۔ مگر ان مجرمین کی سمجھ میں موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی کی بات کہاں آنے والی تھی اور وہ کب باز آنے والے تھے۔ آخر میں مجبور ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ یہ لوگ اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں۔ اب آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ وہاں کیا دیر تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فرعونیوں کو اطلاع کئے بدوں بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے چلے جایئے اور دن ہونے پر جب انہیں اطلاع ہو گی اس وقت تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن آپ کے راستہ میں سمندر پڑے گا۔ اس پر عصا مارنے سے پانی ادھر ادھر ہٹ جائے گا اور درمیان میں خشک راستہ نکل آئے گا۔ اسی راستہ سے بنی اسرائیل کو لے کر گذر جائیں اور پار ہو جانے کے بعد اس کی فکر مت کرنا کہ سمندر میں جو راستہ بن گیا تھا وہ باقی نہ رہے۔ اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیں۔ اس راستہ ہی کو دیکھ کر فرعونی اس میں گھسنے کی ہمت کریں گے اور جب وہ اس میں داخل ہو جائیں گے تو پھر

خدا کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے مل جائے گا اور فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سب غرق ہو کر ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ بالکل اسی طرح ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پار ہو گئے اور فرعونی غرق ہوئے اور وہ باغات، چشمے، نہریں، کھیتیاں، مکانات اور عیش و آرام کے ساز و سامان سب چھوڑ گئے اور پھر دوسری قوم کو اس کا مالک بنا دیا گیا اور فرعونیوں کی اس ہلاکت پر نہ تو آسمان و زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو عذاب سے مہلت دی گئی۔

یہاں یہ جو فرمایا گیا کہ ان فرعونیوں کی ہلاکت پر نہ تو آسمان کو رونا آیا نہ زمین کو تو حدیث میں مومن کے اوپر آسمان اور زمین کا رونا بتلایا گیا ہے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب مر جاتا ہے تو آسمان کا ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کا عمل اوپر چڑھتا تھا اور ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کے رزق کا نزول ہوتا تھا اس پر روتے ہیں اور اس کے بعد آپ نے یہی آیت پڑھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین مومن کے مرنے پر چالیس دن تک روتی ہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب مومن مرتا ہے تو زمین اس کے نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان میں اس کے عمل اوپر چڑھنے کی جگہ اس پر روتی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر شے احساس و شعور کسی نہ کسی درجہ میں ضرور رکھتی ہے۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں بھی ان کے مرتبہ کے لائق شعور موجود ہے جس کی وجہ سے وہ مومن کے مرتبہ کا ادراک کر کے غمگین ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ آسمان و زمین کا رونا ویسا ہی ہو جیسے انسانوں کا رونا ہوتا ہے۔ ان کے رونے کی کیفیت یقیناً مختلف ہو گی جس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں اور چونکہ کافر کے پاس عمل صالح کا سوال ہی نہیں اس لئے آسمان یا زمین اس پر کیوں روئیں بلکہ شاید خوش ہوتے ہوں گے کہ چلو پاپ کٹا ''خس کم جہاں پاک'' تو یہ اثر تھا ان فرعونیوں کی کمال مبغوضیت کا کہ زمین و آسمان کسی کو ان پر رونا نہ آیا اور ساتھ ہی کمال مغضوبیت کا اثر یہ تھا کہ ان کی جب پکڑ ہوئی تو پھر ذرا بھی مہلت نہ پائی۔

ابھی آگے فرعون اور بنی اسرائیل کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں اپنی آزمائشوں میں نہ ڈالیں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور استقامت بخشیں۔

یا اللہ ہم کو جب اشرف الانبیاء اور سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہونا نصیب فرمایا تو ہم کو آپ کا مطیع اور فرمانبردار امتی بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ نے جس طرح اپنے مقبولین کی حمایت و نصرت فرمائی اسی طرح آج بھی امت مسلمہ کی حمایت و نصرت فرما دیں اور کفار و مشرکین پر غلبہ و نصرت عطا فرمائیں۔

یا اللہ کفار و مشرکین میں جن کے لئے ہدایت مقدر ہے ان کو نور ایمان سے منور فرما دے اور جن کفار و مشرکین کو ان کی شرارت اور دین حق سے عداوت کی بنا پر گمراہی میں گرفتار رہنا مقدر ہے ان پر اپنا غیبی عذاب مسلط فرما دے کہ جن کی ہلاکت پر نہ آسمان کو رونا آئے نہ زمین کو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا مِّنَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلّت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم وستم) سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا۔

الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم مِّنَ الْءَايَٰتِ مَا فِيهِ بَلَٰٓؤٌا۟

اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا۔

مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِىَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا۟

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے۔ سو اے مسلمانو! اگر تم سچے ہو تو

بِـَٔابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَٰهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا۟

ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرکے) لاموجود کرو۔ یہ لوگ (قوت وشوکت میں) زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (شاہ یمن) کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے ہو گذری ہیں، ہم نے ان کو بھی ہلاک کر ڈالا

مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَٰعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَٰهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ

وہ نافرمان تھے۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَٰتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِى مَوْلًى عَن مَّوْلًى

اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ بیشک فیصلہ کا دن ان کا سب کا وقت مقرر ہے۔ جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقہ والے کے ذرا کام نہ آوے گا

شَيْـًٔا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾

اور نہ اُن کی کچھ حمایت کی جاوے گی۔ ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے، وہ (اللہ) زبردست ہے مہربان ہے۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا اور تحقیق ہم نے نجات دی	بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ بنی اسرائیل	مِنَ سے	الْعَذَابِ الْمُهِينِ عذاب ذلت والا	مِنْ سے	فِرْعَوْنَ فرعون		
إِنَّهُۥ بیشک وہ	كَانَ تھا	عَالِيًا سرکش	مِّنَ الْمُسْرِفِينَ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے	وَلَقَدِ اخْتَرْنَٰهُمْ اور البتہ ہم نے انہیں پسند کیا	عَلَىٰ عِلْمٍ دانستہ		
عَلَى الْعَٰلَمِينَ تمام جہان والوں پر	وَ اور	ءَاتَيْنَٰهُم ہم نے انہیں دیں	مِّنَ الْءَايَٰتِ نشانیاں	مَا فِيهِ وہ جن میں	بَلَٰٓؤٌا آزمائش	مُّبِينٌ کھلی	إِنَّ بیشک
هَٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	لَيَقُولُونَ البتہ کہتے ہیں	إِنْ هِىَ نہیں یہ	إِلَّا مگر۔ صرف	مَوْتَتُنَا ہمارا مرنا	الْأُولَىٰ پہلی (ایک ہی بار)	وَمَا نَحْنُ اور ہم نہیں	
بِمُنشَرِينَ دوبارہ اٹھائے جانیوالے	فَأْتُوا تو لے آؤ	بِـَٔابَآئِنَآ ہمارے باپ دادا	إِن كُنتُمْ اگر تم ہو	صَٰدِقِينَ سچے	أَهُمْ کیا وہ	خَيْرٌ بہتر	أَمْ یا
قَوْمُ تُبَّعٍ قوم تبع	وَالَّذِينَ اور جو لوگ	مِن قَبْلِهِمْ ان سے قبل	أَهْلَكْنَٰهُمْ ہم نے ہلاک کیا انہیں	إِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوا تھے	مُجْرِمِينَ مجرم (جمع)	
وَمَا اور نہیں	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	السَّمَٰوَٰتِ آسمانوں	وَالْأَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	لَٰعِبِينَ کھیلتے ہوئے		
مَا خَلَقْنَٰهُمَآ ہم نے نہیں پیدا کیا انہیں	إِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کیساتھ ٹھیک طور پر	وَلَٰكِنَّ اور لیکن	أَكْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر	لَا يَعْلَمُونَ نہیں جانتے		
إِنَّ بیشک	يَوْمَ الْفَصْلِ فیصلہ کا دن	مِيقَٰتُهُمْ ان سب کا وقت مقرر	أَجْمَعِينَ سب	يَوْمَ جس دن	لَا يُغْنِى نہ کام آئے گا	مَوْلًى کوئی ساتھی	

عَنْ مَّوْلًى کسی ساتھی کے	شَيْئًا کچھ	وَلَاهُمْ اور نہ وہ	يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں گے	اِلَّا مگر	مَنْ جس	رَّحِمَ اللّٰهُ رحم کیا اللہ نے
اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ الْعَزِيْزُ وہ غالب	الرَّحِيْمُ رحم کرنیوالا				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جب فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کیا اور نہ آپ کی بات کو مانا تو بالآخران کی سزا کا وقت آیا۔ اوراس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی بنی اسرائیل کو راتوں رات مصر سے لے کر نکل گئے۔ صبح کو جب فرعونیوں کو معلوم ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے اللہ کے حکم سے سمندر میں ۱۲ راستہ پیدا ہوگئے تھے اور وہ ان پر چل کر پار ہوگئے۔ فرعون اوراس کے لشکر نے بھی چاہا کہ انہی راستوں پر چل کر بنی اسرائیل کو گرفتار کریں مگر جب وہ بیچ سمندر میں تھے تو سمندر کا پانی چاروں طرف سے مل گیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہوگیا نتیجہ تھا فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی کا۔ آگے اسی سلسلہ میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے متکبر۔ ظالم اور سرکش کے عذابوں سے بنی اسرائیل کو نجات دی۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو پست وخوار کر رکھا تھا۔ ذلیل خدمتیں ان سے لیتا تھا اور سخت بیگاری کے کام بغیر معاوضہ کے ان سے کراتا تھا۔ خدا کی زمین میں سرکشی کئے ہوئے تھا اور ان بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی۔ ایک نعمت اور احسان بنی اسرائیل پر یہ جتلایا گیا کہ ان کو اللہ نے فرعون جیسے موذی سے نجات بخشی۔ دوسرا احسان بنی اسرائیل پر یہ تھا کہ اس زمانہ کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ تیسرا احسان یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں یعنی معجزات وکرامات وغیرہ عطا فرمائے تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ''من وسلویٰ'' کا اتارنا۔ بادل کا سایہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر تھا۔ اب یہاں سے آگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کا تذکرہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ قیامت کی وعیدیں سن کر قیامت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم دنیا میں مرگئے تو بس فنا ہو جائیں گے اس کے بعد پھر کوئی زندگی نہیں۔ بس آخری حالت یہی دنیا کی موت ہے اس کے بعد سب قصہ ختم' آگے نہ حشر نشر' نہ حساب کتاب۔ یہ منکرین قیامت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو کر مرنے کے بعد سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو اچھا ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ تب ہمیں زندگی بعد موت کا یقین آجائے گا۔ کفار کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے۔ پہلا جواب یہ دیا گیا کہ انکار آخرت وہ جرم ہے کہ جس قوم نے بھی اسے اختیار کیا وہ آخر کار تباہ ہو کر رہی۔ مثال کے طور پر دیکھو تبع کی قوم۔ تبع لقب تھا یمن کے بادشاہ کا اوراس سے پہلے قوم سبا اور قوم فرعون کیسی خوشحالی اور شان وشوکت کو پہنچی ہوئی تھیں۔ ان سب کو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے چھوڑا۔ تو یہ کفار مکہ تو اس خوش حالی اور شان وشوکت کو پہنچ بھی نہ سکے یہ کیسے ہلاکت سے بچ جائیں گے؟ دوسرا جواب منکرین کو یہ دیا گیا کہ یہ کارخانہ عالم یعنی زمین آسمان اوران کے درمیان کی چیزیں یہ اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشہ نہیں کہ یونہی فعل عبث کے طور پر کھڑا کر دیا گیا ہو کہ انسان دنیا میں جیسا جی چاہے زندگی گذار کر مٹی میں رل مل جائے اوراس کے کسی اچھے یا برے کام کا کوئی نتیجہ نہ نکلے تو ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ نے یہ کارخانہ عالم بڑی حکمت سے دارالامتحان بنایا ہے۔ جس کا نتیجہ ایک دن ضرور نکل کر رہے گا اور وہی نتیجہ آخرت ہے۔ تیسرا جواب کفار کے اس مطالبہ

کا '' کہ مسلمان اگر دعوئے آخرت میں سچے ہیں تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لاکھڑا کریں'' یہ دیا گیا کہ اس کے لئے تو رب العالمین نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جبکہ تمام اوّلین و آخرین کو وہ دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت میں جمع کرے گا اور سب کے مقدّ مات کا فیصلہ بصورت جزا یا سزا صادر فرمائے گا۔ منکرین خواہ اسے مانیں یا نہ مانیں یہ کام بہر حال اپنے وقت مقرر ہی پر ہو کر رہے گا۔ اگر یہ مانیں گے تو اپنا ہی بھلا کریں گے کیونکہ اس طرح قبل از وقت اس عدالت سے کامیاب نکلنے کی تیاری کر سکیں گے ۔ نہ مانیں گے تو اپنا ہی نقصان کریں گے کیونکہ اس صورت میں یہ اپنی ساری زندگی بس اسی دنیا کی بھلائی برائی دوڑ دھوپ میں کھپا دیں گے کہ آگے تو کوئی عدالت ہی نہیں کہ دنیا کے اچھے برے کا کوئی نتیجہ نکلے اس لئے وہاں کی کامیابی کی کوئی فکر ہی نہ کریں گے ۔ بہر حال ان سب کے لئے ایک فیصلہ کا دن مقرر ہے۔ آگے اس فیصلہ کے دن کی کچھ کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ اس فیصلہ کے دن کیا رنگ ہوگا۔ تو بتلایا جاتا ہے کہ اس دن ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتہ دار رشتہ دار کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ کوئی دوست اپنے دوست کی پریشان حالی میں اس کا کچھ حال نہ پوچھ سکے گا۔ اس دن کسی کی مدد یا حمایت کسی مجرم کو نہ چھڑا سکے گی نہ کسی کے لئے کوئی بیرونی مدد آئے گی۔ اس روز کلی اختیارات بس اس حاکم اور مالک حقیقی کے ہاتھ میں ہوں گے جس کے فیصلے کے نافذ ہونے کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ الغرض کسی کو کسی سے کوئی مدد نہ مل سکے گی ہاں جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس کا بیڑا پار ہے۔ جس پر اللہ کی رحمت وہاں ہو جائے گی وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اخیر میں فرمایا گیا **انہ ھو العزیز الرحیم** وہ اللہ زبردست ہے کافروں سے انتقام لے گا اور وہ مہربان ہے اہل ایمان پر رحمت فرمائے گا۔

اب آگے اس فیصلہ کے دن اس عدالت میں جو لوگ مجرم ثابت ہوں گے ان کا کیا انجام ہوگا اور جن لوگوں کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ دنیا میں خدا سے ڈر کر نافرمانیوں سے پرہیز کرتے تھے ان کو کن انعامات سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ اس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں اس فیصلہ کے دن کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دن میں اپنے کرم ورحم سے ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں اور ہمارا حساب آسان فرمائیں

یا اللہ گذشتہ نافرمان قوموں کی تباہی و ہلاکت سے ہم کو سبق عبرت و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمادے اور ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کفار و مشرکین اور بے دینوں کے ہاتھوں ظلم وستم اٹھا رہے ہیں۔

یا اللہ مظلوم اہل اسلام کی حمایت و نصرت فرمادے اور ان کو کفار کے مظالم سے نجات عطا فرمادے اور اسلام کو غلبہ و شوکت نصیب فرمادے اور اعدائے دین کو ہلاک و برباد فرمادے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْىِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾

بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ

(اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ۔ پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو۔ لے چکھ تو

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

بڑا معزز و مکرم ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اِنَّ بیشک	شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ درخت تھوہر	طَعَامُ الْاَثِيْمِ کھانا گنہگاروں کا	كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح	يَغْلِىْ کھولتا ہے	فِى الْبُطُوْنِ پیٹوں میں		
كَغَلْىِ جیسے کھولتا ہوا	الْحَمِيْمِ گرم پانی	خُذُوْهُ تم پکڑلواسے	فَاعْتِلُوْهُ پھر کھینچواسے	اِلٰى تک	سَوَآءِ الْجَحِيْمِ بیچوں بیچ جہنم	ثُمَّ صُبُّوْا پھر ڈالو	
فَوْقَ پر۔اوپر	رَاْسِهٖ اس کا سر	مِنْ سے	عَذَابِ الْحَمِيْمِ عذاب کھولتا ہواپانی	ذُقْ چکھ	اِنَّكَ بیشک تو	اَنْتَ تو	الْعَزِيْزُ زورآور
	الْكَرِيْمُ عزت والا	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	مَا كُنْتُمْ جوتم تھے	بِهٖ اس میں	تَمْتَرُوْنَ شک کرتے		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین کے شبہات آخرت کے جواب میں بتلایا گیا تھا کہ رب العالمین نے قیامت حشر و نشر کا ایک وقت معین و مقرر فرمایا ہے جبکہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک تمام انسانوں کو وہ دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت میں جمع فرمائے گا اور سب اولین و آخرین کے مقدمات کا فیصلہ بصورت جزا یا سزا صادر فرمائے گا اور وہ فیصلہ کا دن ایسا ہوگا کہ کوئی کسی کی مدد یا حمایت نہ کر سکے گا ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس کی ہر طرح کی نصرت و حمایت ہوگی اور اعزاز و اکرام ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں اس فیصلہ کے دن کی عدالت میں جو مجرم ثابت ہوں گے ان کا کیا انجام و حشر ہوگا یہ بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ بڑے مجرموں یعنی کفار و مشرکین کا کھانا زقوم کا درخت ہوگا جو کہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند یا تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا جو کھانے کے بعد وہ ان کے پیٹ میں یوں جوش کھائے گا اور ایسا کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتوں کو جو تعذیب مجرمین پر مامور ہیں حکم ہوگا کہ ان مجرمین کو پکڑو اور پھر گھسیٹتے ہوئے آتش سوزاں کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ اور پھر اس کے سر کے اوپر تیز گرم پانی چھوڑو جس کا یہ اثر لکھا ہے کہ وہ گرم پانی دماغ سے اتر کر نیچے آنتوں تک پہنچے گا اور آنتوں کو کاٹتا ہوا باہر نکل آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے بڑے عذاب سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔ پھر انہیں شرمسار اور زیادہ پشیمان کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ تو وہی تو ہے جو دنیا میں بڑا معزز و مکرم سمجھا جاتا تھا اور اپنے کو سردار ثابت کیا کرتا تھا۔ جیسا تو دنیا میں اپنے کو مکرم و معظم سمجھ کر ہمارے احکام سے عار کیا کرتا تھا آج ویسی ہی تیری تعظیم ہو رہی ہے تم کو کہاں یقین تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا نصیب ہوگا۔ اسی دھوکہ میں تھے کہ بس یونہی کھیلتے کودتے گذر جائے گی۔ آخر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے۔ آگے کچھ بھی نہیں۔ اب دیکھ لیا کہ وہ باتیں سب سچی تھیں جو پیغمبروں نے بیان کی تھیں۔ جس چیز میں تم شک اور انکار کرتے تھے وہی سب سامنے آیا یا نہیں۔

علاوہ اس مقام کے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں جہنم کے دردناک عذاب کی اس سے بہت زیادہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر بیان ہو چکیں۔ یا ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔ پھر علاوہ قرآن کریم کے احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جہنم کے

عذابوں کے متعلق بھی بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ یہاں موقع کی مناسبت سے چند ارشادات احادیث نبوی سے نقل کئے جاتے ہیں:۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ زقوم (جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا) اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو یہاں کی تمام چیزیں اس کی بدبو اور گندگی اور زہریلے پن سے متاثر ہو جائیں اور ہمارے کھانے پینے کی ساری چیزیں خراب ہو جائیں۔ پس سوچنے کی بات ہے کہ یہ زقوم جس کو کھانا پڑے اس پر کیا گذرے گی۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمہ آگ کے ہوں گے۔ ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولھے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے اور وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا سمجھے گا حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں میں سے جو اپنے کفر و شرک یا فسق و فجور کی وجہ سے جہنم میں جانے والے ہوں گے۔ ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے اپنی دنیا کی زندگی نہایت عیش و آرام کے ساتھ گذاری ہوگی اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں ایک غوطہ دلایا جائے گا (یعنی جس طرح کپڑے کو رنگتے وقت رنگ میں ڈال کر ایک ڈوب دے کر نکال لیتے ہیں) اسی طرح اس شخص کو جہنم کی آگ میں ڈال کر فوراً نکال لیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے فرزند کیا تو نے کبھی خیریت اور اچھی حالت بھی دیکھی ہے۔ اور کیا کبھی عیش و آرام کا کوئی دور تجھ پر گذرا ہے؟ وہ کہے گا خدا کی قسم اے پروردگار کبھی نہیں۔ مطلب یہ کہ جہنم کا عذاب اتنا سخت ہے کہ اس کا ایک لمحہ عمر بھر کے عیش و راحت کو یکسر بھلا دے گا۔ اے اللہ آپ ہم کو اور سب ایمان والوں کو جہنم کے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

عزیزو! قرآن و حدیث میں قیامت۔ حشر نشر۔ جزا و سزا۔ جنت و جہنم کا ذکر اتنی کثرت سے بار بار اسی لئے کیا گیا ہے کہ ہم جہنم کے عذاب اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے بچنے کی فکر آج اس دنیا میں کرلیں۔ یہ دنیا بہرحال چند روزہ ہے ایک نہ ایک دن ہم سب کو یقیناً اس جہان سے گذرنا ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اور ہم سب کو اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے میدان حشر میں کھڑا ہونا ہے اور پھر اس کے بعد ہر کسی کا دائمی ٹھکانہ جنت یا جہنم بننا ہے۔ ابھی وقت ہے اور موقع ہے کہ ہم آخرت کی فکر کرلیں اور جہنم سے بچنے کی کوشش کرلیں اور مولائے کریم کو راضی کرنے کی سعی کرلیں۔ اگر خدانخواستہ زندگی یونہی غفلت اور معاصی میں گذرگئی تو مرنے کے بعد حسرت و ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

یہاں ان آیات میں مجرموں یعنی کفار و مشرکین کا ذکر ہوا اور ان کا انجام بد بتلایا گیا۔ آگے اہل ایمان کا ذکر ہے کہ ان کا ٹھکانہ آخرت میں کیسا ہوگا۔ ان کا لباس اور ان کے ساز و سامان راحت کے کیسے ہوں گے اور کن نعمتوں سے ان کو سرفراز فرمایا جائے گا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو آخرت کا فکر نصیب فرمائیں اور اس دنیا میں اس طرح زندگی گذارنا نصیب فرمائیں کہ ہمیں آخرت میں دائمی راحتیں اور نعمتیں نصیب ہوں۔ اور قیامت کی ذلت و رسوائیوں سے ہم کو واسطہ نہ پڑے۔

یا اللہ میدان حشر کی ہولناکیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب جہنم سے اپنی پناہ میں رکھئے۔

یا اللہ! آخرت کی طرف سے ہم جو غافل ہیں ہماری غفلت کو دور فرما دیجئے اور ہمہ وقت آخرت کی درستگی کا فکر نصیب فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

بے شک خدا سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے یعنی باغوں میں اور نہروں میں۔ وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے

مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا

بیٹھے ہوں گے۔ یہ بات اسی طرح ہے، اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے۔ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے۔

يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ

وہاں وہ بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا،

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

بڑی کامیابی یہی ہے۔ سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔ تو (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) آپ منتظر رہیے یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

اِنَّ بیشک	الْمُتَّقِيْنَ متقی (جمع)	فِيْ میں	مَقَامٍ اَمِيْنٍ امن کا مقام	فِيْ میں	جَنّٰتٍ باغات	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے	يَلْبَسُوْنَ پہنے ہوئے	مِنْ سے۔کے
سُنْدُسٍ باریک ریشم	وَّاِسْتَبْرَقٍ اور دبیز ریشم	مُتَقٰبِلِيْنَ ایکدوسرے کے آمنے سامنے	كَذٰلِكَ اسی طرح	وَزَوَّجْنٰهُمْ اور ہم جوڑے بنادینگے انکے				
بِحُوْرٍ عِيْنٍ خوبرو بڑی بڑی آنکھوں والیاں	يَدْعُوْنَ وہ مانگیں گے	فِيْهَا اس میں	بِكُلِّ فَاكِهَةٍ ہر قسم کا میوہ	اٰمِنِيْنَ اطمینان سے	لَا يَذُوْقُوْنَ وہ نہ چکھیں گے			
فِيْهَا وہاں	الْمَوْتَ موت	اِلَّا سوائے	الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى پہلی موت	وَ اور	وَقٰهُمْ اس اللہ نے بچالیا انہیں	عَذَابَ الْجَحِيْمِ جہنم کا عذاب		
فَضْلًا فضل سے	مِنْ سے۔کے	رَبِّكَ تمہارا رب	ذٰلِكَ یہ	هُوَ یہی	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کامیابی بڑی	فَاِنَّمَا اس کے سوانہیں	يَسَّرْنٰهُ ہم نے اسے آسان کردیا	
بِلِسَانِكَ آپ کی زبان پر	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَتَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑیں	فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُرْتَقِبُوْنَ انتظار میں ہیں			

تفسیر و تشریح:۔ یہ سورہ دخان کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اس فیصلہ کے دن کی عدالت میں جو مجرم ثابت ہوں گے ان کا انجام یہ ہوگا کہ زقوم کا درخت ان کو کھانے کو ملے گا اور وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتے گھسیٹتے ہوئے لے جا کر انہیں جہنم میں پھینکیں گے جہاں انہیں طرح طرح کے عذاب ہوں گے اور ان کو مزید پشیمان کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز تو ہے جس میں تم دنیا میں شک و انکار کیا کرتے تھے۔ یہ تو کفار مشرکین جہنمیوں کا حال بتلایا گیا اب آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان اور متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو اللہ سے ڈرتے رہے یعنی اس کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گذاری۔ اس کی نافرمانی سے بچے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلے وہ وہاں یعنی آخرت میں نہایت امن چین سے ہوں گے۔ کسی طرح کا رنج وغم پاس نہ آئے گا یعنی نہ مشکلات تکالیف اور مشقت سے واسطہ پڑے گا۔ نہ درد و دکھ رنج وغم پہنچے گا۔ نہ کسی آفت و مصیبت کا خوف ہوگا۔ نہ شیطان اور اس کے مکر سے بچنے کی فکر ہوگی۔ نہ رب کی ناراضگی کا اندیشہ ہوگا۔ غرضیکہ تمام باتوں سے نڈر۔ بے فکر۔ مطمئن اور بے اندیشہ ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو

گے۔ ہمیشہ خوشحال رہو گے کبھی خستہ حال نہ ہو گے۔ ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے (مسلم شریف) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس امن وچین کی جگہ جانا نصیب فرمائیں۔آمین۔

غرض کہ متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے پہلی بشارت مقام امین کی دی گئی یعنی ایسی جگہ جو ہر طرح کی مصیبت۔دکھ درد اور ناخوشگواری سے محفوظ ہو۔اب آگے اسی مقام امین کی کچھ تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔اول فرمایا فی جنت و عیون یعنی عالیشان باغات جن میں نہریں وچشمے بہتے ہوں گے۔پھر لباس کے متعلق فرمایا کہ ان کی پوشاک باریک اور دبیز ریشم کی ہوگی۔پھر یہ تختوں اور مسہریوں پر بڑے طمطراق سے تکئے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور ان کی بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادیاں ہو جائیں گی جن کے پاک جسموں کو پہلے کسی نے چھوا بھی نہ ہوگا۔حوران بہشت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مخلوق ہے۔جن کے متعلق قرآن کریم اور احادیث نبوی میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔قرآن کریم میں مختلف سورتوں میں حوروں کی صفات حسب ذیل بتلائی گئی ہیں:۔

۱۔شرم وحیاء سے نگاہ نیچی رکھنے والی۔(سورۃ الصٰفّٰت)

۲۔بڑی آنکھوں والی۔(سورۃ الصٰفّٰت)

۳۔صاف وشفاف رنگ والی۔(سورۃ الصٰفّٰت)

۴۔اہل جنت سے پہلے ان کو کسی نے چھوا تک نہیں۔(سورہ رحمٰن)

۵۔وہ ایسی خوش رنگ اور بیش بہا ہیں جیسے یاقوت ومرجان (سورہ رحمٰن)

۶۔وہ اچھے اخلاق کی خوب صورت اور خوب سیرۃ ہیں۔ (سورہ رحمٰن)

۷۔وہ گورے رنگ والیاں خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ (سورہ رحمٰن)

احادیث میں آیا ہے کہ اگر ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے۔ایک حدیث میں ہے کہ اگر ان میں سے کوئی زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان روشنی ہی روشنی ہو جائے اور مہک وخوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔الغرض اہل جنت کا بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے نکاح کر دیا جائے گا پھر وہاں کھانے پینے کی چیزوں کا یہ حال ہوگا کہ جس میوے یا پھل کی طلب ہوگی وہ موجود ہوگا۔جو مانگیں گے وہ ملے گا اور اس شان سے ملے گا کہ ادھر ارادہ کیا ادھر وہ چیز موجود۔ادھر خواہش ہوئی ادھر وہ چیز حاضر۔پھر نہایت بے فکری سے سب کچھ ملے گا کہ نہ کمی کا خوف نہ ختم ہو جانے کا کھٹکا۔پھر وہاں انہیں کبھی موت نہ آئے گی۔بس ایک موت جو دنیا میں پہلے آ چکی وہ آ چکی۔آگے کبھی موت وفنا نہیں۔دائماً اسی عیش ونشاط میں رہنا ہے۔نہ ان کو فنا نہ ان کے سامانوں کو فنا۔تو یہاں جنت کی سرمدی اور ابدی نعمتوں کی تقریباً تمام قسموں کو جمع کر دیا گیا ہے کیونکہ انسانی ضروریات کی چیزیں عموماً یہی ہوتی ہیں:۔

۱۔عمدہ مکان۔ ۲۔اچھا لباس۔۳۔بہترین شریک زندگی۔

۴۔بہترین کھانے پینے کی چیزیں۔

۵۔پھر ان نعمتوں کے دائمی اور ابدی ہونے کی ضمانت۔

۶۔اور ہر طرح کے رنج وغم۔دکھ آزار وتکالیف و پریشانی سے بچے رہنے کا یقین۔

تو یہاں ان آیات میں ان تمام باتوں کو اہل جنت کے لئے ثابت کر دیا گیا۔سبحان اللہ! پھر جنت کی نعمتوں کے متعلق احادیث میں بھی بہت کچھ وارد ہوا ہے۔ایک حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے۔نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خطرہ یا خیال ہی گذرا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ

جنتیوں کو جو نفیس و لذیذ کھانے ملیں گے اسی طرح پینے کی جو نہایت خوشگوار چیزیں ملیں گی اور پہننے کو جو اعلیٰ درجہ کے خوشنما لباس دیئے جائیں گے اور جو عالیشان خوبصورت محلات اور خوش منظر باغات عطا ہوں گے اور جنت کی جو حسین و جمیل حوریں دی جائیں گی اور ان کے سوا بھی لذت و راحت اور لطف و مسرت کے جو اور سامان عطا فرمائے جائیں گے تو واقعہ یہ ہے بس اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتے ہیں۔ البتہ ان سب پر ہمارا غائبانہ ایمان ہے۔ اور سب سے بڑی نعمت جو جنت میں پہنچنے کے بعد جنتیوں کو ملے گی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کیا تم چاہتے ہو کہ جو نعمتیں تم کو دی گئی ہیں ان سے زائد کوئی اور چیز میں تمہیں عطا کروں۔ وہ عرض کریں گے خداوندا آپ نے ہمارے چہرے روشن کئے۔ ہم کو جہنم سے بچایا اور جنت عطا کی جس میں سب کچھ ہے اب ہم اور کیا مانگیں؟۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر حجاب اٹھا دیا جائے گا اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار بے پردہ کریں گے اور پھر جنت اور اس کی ساری نعمتیں جو اب تک ان کو مل چکی تھیں ان سب سے زیادہ پیاری نعمت ان کے لئے یہ دیدار الٰہی کی نعمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے فضل و کرم سے اپنے دیدار کی نعمت عظمٰی عطا فرمائیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان متقین اہل جنت کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جہنم کے عذاب سے بچاوے گا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اب دیکھئے قرآن پاک **فوز العظیم** یعنی بہت بڑی کامیابی انسانوں کے لئے کس چیز کو بتلاتا ہے؟ آخرت میں نجات پا کر اللہ کی رضا و خوشنودی کے مقام یعنی جنت میں داخل ہو جانا اور اس کے غصہ اور غضب کے مقام یعنی جہنم سے بچ جانا یہی انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ مگر آج منکرین اسلام و قرآن نہیں بلکہ اسلام اور ایمان کے دعوے دار مگر دنیا کے دلدادہ اور پرستار اپنی کامیابی کا ہے میں سمجھتے ہیں' بس یہی نا کہ مغرب کے بے دینوں کی طرح بے لگام ہو کر' مذہب سے آزاد' حلال و حرام سے آزاد' دنیوی مال و دولت کی بہتات ہو' عیش و عشرت کی محفلیں ہوں' رقص و سرود اور گانے بجانے کی مجلسیں ہوں' عیاشی کے اڈے ہوں' یہود و نصاریٰ کا تمدن و معاشرت ہو' اونچی کوٹھی ہو' اعلیٰ سواری ہو' مال و زر کی آمد ہو' ہوا و ہوس کے پورے کرنے کے سامان ہوں' بے حیائی' بے شرمی' فسق و فجور میں بے لگام ہوں' بس یہی ہے ان کا معیار کامیابی۔ **استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ لیکن قرآن پاک اسی ایک جگہ نہیں بلکہ مزید ۱۵ جگہ کہیں **فوز العظیم** ۔ کہیں **فوز الکبیر** ۔ کہیں **فوز المبین** صرف آخرت کی کامیابی کو بڑی کامیابی بتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ متقین اہل ایمان کے لئے جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اخیر میں انہیں جہنم سے بچا لینے کا ذکر بھی خاص طور پر الگ فرمایا۔ ورنہ کسی کا جنت میں پہنچ جانا اس سے خود لازم آتا ہے کہ وہ جہنم میں جانے سے بچ گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو انعامات کی پوری قدر اس وقت محسوس ہو سکتی ہے جب اس کے سامنے یہ بات بھی ہو کہ وہ کس برے انجام سے بچ گیا۔ پھر یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے جنت میں پہنچنے اور جہنم سے بچ جانے کو محض اپنے فضل کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آخرت کی کامیابی کسی شخص کو نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اگرچہ اہل ایمان کو انعام اپنے حسن عمل ہی پر ملے گا لیکن اول تو حسن عمل ہی کی توفیق انسان کو اللہ کے فضل سے نصیب ہوتی ہے پھر جو بہتر سے بہتر عمل انسان کر

بھی سکتا ہے وہ بھی اتنا کامل اور اکمل نہیں ہوتا کہ جس کے متعلق دعوے سے یہ کہا جا سکے کہ اس میں نقص کا کوئی ادنی سے ادنی پہلو بھی موجود نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے کہ وہ بندے کی کمزوری اور اس کے عمل کی خامی کو نظر انداز کر کے اس کی خدمات کو قبول فرمالے اور اسے انعامات سے سرفراز فرمائے۔ ورنہ اگر گہرائی اور باریک بینی کے ساتھ کسی کا حساب اللہ تعالیٰ لینے پر آجائیں تو کس کی ہمت ہے کہ وہ اپنے اعمال کے زور پر جنت حاصل کر لینے کا دعویٰ کر سکے۔ یہی بات ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عمل کرو اور اپنی حد استطاعت تک زیادہ سے زیادہ ٹھیک کام کرنے کی کوشش کرو مگر یہ جان لو کہ کسی شخص کو محض اس کا عمل ہی جنت میں نہ داخل کردے گا اس پر صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کا عمل بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی محض اپنے عمل کے زور سے جنت میں نہ پہنچ جاؤں گا الا یہ کہ مجھے میرا رب اپنی رحمت سے ڈھانک لے۔

آخیر میں بطور تمام سورۃ کے خلاصہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ کا کام اتنا ہے کہ آپ ان منکرین کو کہتے رہیئے اور اسی غرض سے یہ قرآن کریم بہت سہل بالکل آسان۔ بہت واضح اور مدلل کر کے آپ کی عربی زبان ہی میں نازل کیا گیا ہے تا کہ یہ لوگ اس کو باسانی سمجھ کر اس سے نصیحت قبول کریں اور اگر اس پر بھی یہ لوگ نہ مانیں تو آپ چندے انتظار کیجئے ان کا بدانجام سامنے آجائے گا۔ یہ کفار تو منتظر ہیں کہ آپ پر کوئی افتاد پڑے لیکن آپ دیکھتے جایئے کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں تا کہ ہماری زندگی احکام الٰہیہ کے مطابق گزرے۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہم کو قیامت کے دن اپنے متقین بندوں میں شامل فرمالیجئے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر ونشر اور جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے۔

یا مولائے کریم اپنے فضل وکرم سے اپنے رضا کی جگہ ہم کو پہنچنا نصیب فرمایئے اور جنت کی دائمی نعمتوں سے ہم کو سرفراز فرمایئے اور جنت کی سب سے اعلیٰ نعمت یعنی اپنے دیدار کی دولت ہم سب کو نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾

حم۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے۔ آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کیلئے بہت سے دلائل ہیں۔

وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ

اور خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو زمین میں پھیلا رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں۔ اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں

اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾

اور اس رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس (بارش) سے زمین کو تر و تازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہواؤں کے بدلنے میں دلائل ہیں اُن لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

حٰمٓ حم	تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ نازل کی ہوئی کتاب	مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَكِيْمِ حکمت والا	اِنَّ بیشک	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ اور زمین	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِلْمُؤْمِنِيْنَ اہل ایمان کیلئے	وَ اور	فِيْ خَلْقِكُمْ تمہاری پیدائش میں	وَمَا اور جو	يَبُثُّ وہ پھیلاتا ہے
مِنْ دَآبَّةٍ جو جانور	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ یقین کرنیوالے لوگوں کیلئے	وَاخْتِلَافِ اور تبدیلی	الَّيْلِ رات	وَالنَّهَارِ اور دن	وَمَا اور جو
اَنْزَلَ اللّٰهُ اللہ نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مِنْ رِّزْقٍ رزق	فَاَحْيَا پھر زندہ کیا	بِهٖ اس سے	الْاَرْضَ زمین	
بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے (خشک ہونے) کے بعد	وَتَصْرِيْفِ اور گردش	الرِّيٰحِ ہوائیں	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ عقل (سلیم والوں کیلئے)		

تفسیر و تشریح: بفضلہ تعالیٰ اب ۲۵ ویں پارہ کی آخری سورۃ الجاثیۃ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ ابتدائی آیات کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے آخری رکوع میں اہل باطل اور غیر مقبولین فرقوں کے تذکرہ کے سلسلہ میں لفظ جاثیہ استعمال ہوا ہے۔ جاثیہ کے معنیٰ ہیں خوف سے زانو کے بل گر پڑنا۔ یعنی آخری رکوع میں تمام اہل باطل فرقوں اور امتوں کے بارہ میں بتلایا گیا کہ قیامت میں یہ اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور مارے خوف کے زانو کے بل گر پڑیں گے۔ اسی تذکرہ کی بنا پر سورۃ کا نام ہی جاثیہ قرار پایا۔ حٰم سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے یہ چھٹی سورۃ ہے اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۵ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۷۲ ہے یعنی ۷۱ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۴۲ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۷ آیات۔ ۴ رکوعات۔ ۴۹۲ کلمات۔ اور ۲۱۳۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں اثبات توحید و نبوت و آخرت سورۃ کے مرکزی مضامین ہیں اور دوسرے بعض مضامین ان ہی کی مناسبت سے آ گئے ہیں۔

سورۃ کی ابتدا توحید کے دلائل سے فرمائی گئی ہے اس سلسلے میں انسانوں کو بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں' آسمان'

زمین اور خود انسانوں اور جانوروں کی پیدائش میں موجود ہیں۔ جن میں عقل وفہم ہے وہ کائنات کے حالات سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کائنات بے خدا نہیں ہے نہ بہت سے خداؤں کی خدائی میں چل رہی ہے۔ بلکہ ایک ہی خدا نے اسے بنایا ہے اور وہی اکیلا اس کا فرمانروا ہے۔ اسی کے مقرر کردہ نظام عالم کے مطابق یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ رات و دن کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا۔ پھر وقت پر بارش ہونا اور مینہ برسنا اور پھر بارش کے ذریعہ مردہ زمین میں تروتازگی پیدا ہو جانا اور اس سے انسانوں اور جانوروں کے کھانے پینے کی چیزوں کا پیدا ہونا۔ یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی توحید کی نشانیاں ہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ قرآن مجید کی آیتوں میں جو سچی باتیں بتائی گئی ہیں وہ حقیقت کو بالکل کھول دیتی ہیں اور ان میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ ان کو نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے۔ پھر تنبیہ فرمائی گئی کہ جنھوں نے یہ آیتیں سن کر ان سے منہ موڑا اور اپنی ہی رائے پر اڑے رہے۔ ان کی شامت آنی یقینی ہے اور نتیجہ میں وہ جہنم میں داخل ہوں گے اس قرآن سے منہ موڑ کر جو کچھ یہ منکرین اس دنیا میں کر رہے ہیں مرنے کے بعد یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ مال و دولت سب یہیں پڑا رہ جائے گا اور یہ خود سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ قرآن مجید سیدھا راستہ بتا رہا ہے جو اس پر نہ چلیں گے وہ دردبھری آفتوں کا شکار ہوں گے۔ پھر انسانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں۔ اپنے اوپر اس کے احسانات دیکھو۔ گہرے سمندر اور دریاؤں میں تمہیں جہاز و کشتیاں چلانے کا سلیقہ عطا کر کے تمہارے لئے راستے کھول دیئے کہ ان کے ذریعہ تجارت وغیرہ کر کے بڑے بڑے فائدہ اٹھاتے ہو اور ایک سمندر ہی کیا آسمان۔ زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے کہ وہ تمہاری خدمت گزاری میں لگی رہیں۔ پس انسانوں کو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ بہرحال ایمان والوں کو ان منکرین کے جال میں نہ پھنسنا چاہئے۔ یہ عمل صالحہ کی کوشش میں لگے رہیں انہیں اس کا بہت بہتر بدلہ ملے گا اور ان نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دے گا۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ تمہارے لئے یہ قرآن کافی ہے اسے چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی جو ہوا وہوس میں گرفتار ہیں ہرگز پیروی مت کرو۔ اچھے اور برے ایک جیسے نہیں ہو سکتے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے نادان اور گمراہ ہیں۔ ان کی نظر آگے نہیں جاتی یہ مرکر جینے کو نہیں مانتے۔ یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ حقیقت یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں ظاہر کر دی ہے اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ سب ہو کر رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا۔

اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح کی جاتی ہے۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی جس کے حقیقی مطلب ومعانی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ گذشتہ حٰم سے شروع ہونے والی سورتوں کی طرح اس سورۃ کی ابتدا بھی قرآن کریم کے ذکر سے فرمائی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ اس کتاب کا نزول اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ یعنی یہاں دو باتوں سے خبردار کیا گیا ایک تو یہ کہ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں گھڑی ہے جیسا کہ معاذ اللہ کفار الزام لگاتے تھے بلکہ اس کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہا ہے دوسرے یہ کہ اسے وہ خدا

نازل کر رہا ہے جو زبردست بھی ہے اور حکیم بھی ہے اس کے زبردست ہونے سے یہ بات جتلائی جاتی ہے کہ انسان اس کے فرمان سے سرتابی کی جرأت نہ کرے کیونکہ نافرمانی کر کے وہ اس کی سزا سے کسی طرح بچ نہیں سکتا اور اس کے حکیم ہونے سے یہ جتلایا ہے کہ انسان پورے اطمینان کے ساتھ رضا اور رغبت سے اس کی ہدایت اور احکامات کی پیروی کرے کیونکہ اس کی تعلیم و ہدایت میں کسی غلطی یا نامناسب یا نقصان وغیرہ کا کوئی امکان قطعاً نہیں اس تمہیدی مضمون کے بعد اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں۔ پھر اس کا شکر بجالائیں اور انسان اس کی ذات کو پہچاننا چاہے تو اسی آسمان وزمین کی پیدائش اور ان کے محکم نظام میں غور کر کے جان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ہے جس نے کمال حکمت و خوبی سے انہیں بنایا اور لامحدود قدرت سے ان کی حفاظت کی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسان خود اپنی پیدائش اور بناوٹ اور دوسرے حیوانات کی ساخت میں غور کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا یقین دلانے کے لئے ہزار ہا نشانیاں ملیں گی۔ اسی طرح دن رات کے ادلنے بدلنے اور آسمان سے بارش کے برسنے اور پھر خشک زمین کے سرسبز شاداب ہو جانے میں نشانیاں اس کی قدرت اور معرفت کی موجود ہیں۔ تو انسان اگر ذرا بھی سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہو جائے کہ یہ امور بجز اس زبردست قادر و حکیم کے اور کسی کے بس میں نہیں۔

یہ تو مضمون توحید ہوا آگے مضمون نبوت ورسالت بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ تا کہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو توحید کا سبق ملے۔

یا اللہ ہم کو صحیح ایمان یقین کی دولت نصیب فرما اور اسی پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَیْلٌ لِّكُلِّ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں تو پھر اللہ اور اُس کی آیتوں کے بعد اور کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔ بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کیلئے

اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ﴿۷﴾ یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰی عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

جو جھوٹا ہو نافرمان ہو۔ جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ اُس کے رُوبرو پڑھی جاتی ہیں پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اُس نے ان کو سنا ہی نہیں، سو ایسے شخص

اَلِیْمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئَاۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے، ایسے لوگوں کیلئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب ہے۔

جَهَنَّمُ ۚ وَلَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰﴾

ان کے آگے جہنم ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا کام آویں گی جو (دنیا میں) کما گئے تھے اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا، اور ان کیلئے بڑا عذاب ہوگا۔

هٰذَا هُدًی ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾

یہ قرآن سرتا سر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں کو نہیں مانتے ان کیلئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا۔

تِلْكَ یہ	اٰیٰتُ اللّٰهِ اللہ کے احکام	نَتْلُوْهَا ہم وہ پڑھتے ہیں	عَلَیْكَ آپ پر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	فَبِاَیِّ پس کس	حَدِیْثٍ بات	بَعْدَ اللّٰهِ اللہ کے بعد
وَاٰیٰتِهٖ اور اس کی آیات	یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائیں گے	وَیْلٌ خرابی	لِّكُلِّ اَفَّاكٍ ہر جھوٹ باندھنے والے کیلئے	اَثِیْمٍ گنہگار	یَّسْمَعُ وہ سنتا ہے		
اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	تُتْلٰی عَلَیْهِ پڑھی جاتی ہیں اس پر	ثُمَّ یُصِرُّ پھر اڑا رہتا ہے	مُسْتَكْبِرًا تکبر کرتا ہوا	كَاَنْ گویا کہ	لَّمْ یَسْمَعْهَا اس نے نہیں سنا اسے		
فَبَشِّرْهُ پس اسے خوشخبری دو	بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ دردناک عذاب کی	وَاِذَا اور جب وہ	عَلِمَ واقف ہو	مِنْ اٰیٰتِنَا ہماری آیات میں سے	شَیْئًا کسی شے		
اتَّخَذَهَا وہ اس کو پکڑتا ہے	هُزُوًا ہنسی مذاق	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ مُّهِیْنٌ عذاب رسوا کرنیوالا	مِنْ وَّرَآئِهِمْ ان کے دوسری طرف (آگے)		
جَهَنَّمُ جہنم	وَلَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ اور نہ کام آئیگا ان کے	مَّا كَسَبُوْا جو انہوں نے کمایا	شَیْئًا کچھ	وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا اور نہ جو انہوں نے ٹھہرایا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا		
اَوْلِیَآءَ کارساز	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عَظِیْمٌ بڑا عذاب	هٰذَا هُدًی یہ (قرآن) ہدایت	وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے کفر کیا (نہ مانا)			
	بِاٰیٰتِ آیات کو	رَبِّهِمْ اپنا رب	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ ایک عذاب	مِّنْ سے	رِّجْزٍ اَلِیْمٌ دردناک عذاب	

تفسیر و تشریح: اس سورۃ کی گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے پھر عام انسانوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کریں۔ خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں اور اس کو اپنا منعم حقیقی جان کر اس کا شکر بجا لائیں۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ انسان اگر ماننا چاہے تو اسی آسمان و زمین کی پیدائش اور جس محکم نظام میں یہ جکڑے ہوئے ہیں ان پر غور کر کے جان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر انسان اپنی پیدائش اور بناوٹ اور دوسرے چوپائے چرند پرند درند کیڑے مکوڑوں کی خلقت میں غور کرے تو اس میں بھی اللہ کی معرفت کی ہزارہا نشانیاں ملیں گی اور ہر چیز اسی کی توحید کی شہادت دیتی ہوئی نظر آئے گی۔ پھر فرمایا گیا کہ انسان اس دنیا میں جتنی چیزوں سے کام لیتا ہے اور جو لاتعداد اور ان گنت اشیاء اور قوتیں اس کائنات میں انسان کے مفاد کی خدمت کر رہی

ہیں اور جنہیں قدرت نے انسان کے لئے مسخر کر رکھا ہے یہ سب ایک عقل وفہم رکھنے والے انسان کو بتلا رہی ہیں کہ وہی ایک خدا انسانوں کا محسن اور مربی ہے گذشتہ ابتدائی آیات میں توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا تھا۔ اب آگے مضمون نبوت کا بیان ہے چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو صحیح صحیح طور پر آپ کو پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں جن میں غلطی کا کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ تو یہ منکرین اگر اللہ تعالیٰ کی بات نہیں سنتے اور اس کی آیات کو نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے۔

آگے آیات قرآنی سے انحراف وانکار کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو ضد اور غرور کی وجہ سے اللہ کی بات نہیں سنتا ہے اس کی شیخی اور ہیکڑی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی جہالت سے ہٹے۔ حق کو سن کر اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا سنا ہی نہیں تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ ایسوں کے لئے آخرت میں خدا کے ہاں دکھ کی مار ہے اور عذاب الیم تیار ہے اور ایسوں کا طرز عمل یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جائیں تو اس کو مذاق بنا لے اور ان کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت سزا ہے اور آج جس طرح وہ آیات اللہ کے ساتھ اہانت کا معاملہ کر رہا ہے ایسے ہی اہانت وذلت کی سخت سزا بھی اسے آخرت میں ملے گی۔ جس سے اس کی ساری شیخی کر کری ہو جائے گی۔ وہ دنیا میں کیا بڑا بنا پھرتا ہے۔ آخرت میں انہیں سخت ذلت سے واسطہ پڑے گا۔ چنانچہ ان کے سامنے جہنم ہے اور وہ اس میں عنقریب ذلیل ہو کر داخل ہوں گے ایسے سرکش لوگ آخرت میں بالکل خالی ہاتھ ہوں گے۔ دنیا میں اکٹھا کیا ہوا مال و دولت وہاں کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ معبودان باطلہ جن کو انہوں نے خدا کے سوا اپنا سرپرست اور حامی بنا رکھا ہے کچھ کام آئیں گے انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے اور وجہ اس عذاب کی یہ ہے کہ یہ قرآن سرتاسر ہدایت اور واجب التسلیم ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ اب بھی مان لیں ورنہ جو لوگ اب بھی خدا کی آیات کا انکار کریں ان کے لئے ایک سخت مصیبت کا نہایت تکلیف دہ عذاب ہوگا۔

یہاں ان آیات میں قرآن کے منکرین کی دو قسمیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک قسم تو منکر کی وہ بتلائی گئی کہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر پھر بھی اپنے کفر وانکار پر اڑا رہتا ہے جیسا کہ اس نے آیات اللہ کو سنا ہی نہیں اور تکبر کی وجہ سے ان کی کچھ پروا نہ کی۔ دوسری قسم منکرین کی وہ بتلائی کہ جو آیات اللہ کو سن کر صرف انکار ہی نہیں کرتا بلکہ اس پر تمسخر اور مذاق بھی کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جرم پہلے سے زیادہ سخت ہے اس لئے ایسوں کی سزا بھی زیادہ بتلائی گئی۔ پہلی قسم کے منکرین کے لئے صرف **بعذاب الیم** فرمایا گیا جبکہ دوسری قسم کے منکرین کے لئے **عذاب مهین** اور **من و رآئهم جهنم** اور **عذاب عظیم** فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن یا دین کی بات سن کر پھر نہ سننے کے برابر کر دینا یہ منکرین کی خصلت ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور دین کی باتوں کا مذاق اور تمسخر اڑانا یہ اور بھی زیادہ منکرین کی بدترین خصلت وجرم ہے مگر اب اس وقت کفار ومنکرین کا تو کیا ذکر اب تو اسلام کا لیبل لگا کر اور ایمان کے دعوے رکھ کر نہ صرف قرآنی تعلیمات اور احکام الٰہیہ سے انحراف ہے بلکہ غضب در غضب یہ کہ قرآن کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا جا رہا ہے اور دین کی باتوں کا اور دین داروں کا مذاق اور تمسخر اڑانا اور ان پر طعن تشنیع کرنا یہ تو ہمارے وقت کے ”ترقی یافتہ روشن خیالوں“ کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں ان کی نام نہاد ترقی کے راستہ میں سب سے زیادہ رکاوٹ ڈالنے والی چیز ”دین“ ہی ہے جس کا نام ان متکبرین نے ملا پن رکھا ہے **انا لله وانا الیه راجعون**۔ بہرحال ایسے متکبرین کو بدترین انجام سے سابقہ پڑنا ہے جس کے لئے وہ تیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پرفتن وقت میں ہمارے ”دین“ کی حفاظت کا سامان غیب سے فرمائیں۔

اب آگے پھر مسئلہ توحید پر دلائل بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ 4

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

اور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو تمہارے لئے اپنی طرف سے مسخر بنایا، بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کیلئے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا

آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگذر کریں جو خدا کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے تا کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مومنوں کو) اُن کے عمل کا صلہ دے۔

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع کیلئے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اس کا وبال اُسی پر پڑتا ہے، پھر تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس	سَخَّرَ مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْبَحْرَ دریا	لِتَجْرِيَ تا کہ چلیں	الْفُلْكُ کشتیاں	فِيْهِ اس میں	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے
وَلِتَبْتَغُوْا اور تا کہ تم تلاش کرو	مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے	وَلَعَلَّكُمْ اور تا کہ تم	تَشْكُرُوْنَ شکر کرو	وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے			
مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	جَمِيْعًا سب	مِنْهُ اپنے حکم سے	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ نشانیاں
لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يَتَفَكَّرُوْنَ غور وفکر کرتے ہیں	قُلْ فرما دیں	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	يَغْفِرُوْا وہ درگزر کریں			
لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو	لَا يَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے	اَيَّامَ اللّٰهِ اللہ کے ایام	لِيَجْزِيَ تا کہ وہ بدلہ دے	قَوْمًا ان لوگوں کو	بِمَا اس کا جو			
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے (اعمال)	مَنْ جس	عَمِلَ صَالِحًا عمل کیا نیک	فَلِنَفْسِهٖ تو اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جس	اَسَاۗءَ برا کیا			
فَعَلَيْهَا تو اس پر	ثُمَّ پھر	اِلٰى رَبِّكُمْ تم اپنے رب کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے					

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں انسانوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کریں اور خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں اور اس منعم حقیقی کا شکر بجا لائیں۔ پھر منکرین اور مخالفین حق کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو آیات اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور تکبر سے اپنے انکار پر اڑے رہتے ہیں اور دین حق کا تمسخر اور مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کا انجام آخرت میں نہایت دردناک ہو گا اور ان کو جہنم کے عذاب بھگتنے ہوں گے۔

اب آگے پھر مسئلہ توحید پر دلائل بیان ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی بعض نعمتیں جتلاتے ہیں تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات دیکھ کر اس پر ایمان لائیں چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے سمندر جیسی مخلوق کو ایسا مسخر کر دیا کہ انسان بے تکلف کشتیاں اور جہاز اس میں لئے پھرتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق میلوں گہرے پانی میں سفر طے کرتے ہیں۔ بڑی بڑی کشتیاں و جہاز مال اور سواریوں سے لدے ہوئے ادھر سے ادھر لے جاتے ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ بحری تجارت کرتے ہیں بلکہ سمندر اور دریا میں مچھلیاں شکار کرتے ہیں اور اس کی تہ سے موتی نکالتے ہیں اور بھی سمندر میں بہت سی نفع بخش چیزیں قدرت نے انسانوں کے لئے پیدا فرمائی ہیں اور اب تو جدید

سائنسی تحقیقات کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ سمندر میں جس قدر معدنی ذخائر اور زمین کی پوشیدہ دولتیں موجود ہیں اتنی خشکی میں نہیں ہیں۔ تو سمندروں سے یہ سب منافع وفوائد حاصل کرتے وقت انسانوں کو چاہے کہ منعم حقیقی کو نہ بھولیں۔ اس کا حق پہچانیں۔ زبان و دل و قلب و قالب سے اس کا شکر ادا کریں اور صرف ایک سمندر ہی پر کیا موقوف ہے جتنی چیزیں آسمان و زمین میں ہیں جیسے چاند۔ سورج۔ ستارے۔ پہاڑ۔ نہریں۔ حجر۔ شجر۔ حیوانات۔ سب اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم و قدرت سے انسانوں کے کام میں لگا دیں کہ وہ تمام چیزوں سے فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ تو انسان اگر غور وفکر کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ زمین سے لے کر آسمان تک کی تمام اشیاء اور قوتیں جو اللہ کی عطیہ ہیں اس کے بس کی نہ تھیں۔ محض اللہ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ جملہ اشیاء انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں تو انسان کو بھی لامحالہ کسی کے کام میں لگنا چاہئے اور وہ کام یہی ہے کہ اپنے منعم حقیقی۔ محسن اور مربی کو پہچانے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگا رہے۔ یہاں تک روئے سخن مشرکین کی طرف تھا جن کی نافرمانی تکبر۔ استہزاوغیرہ کا ذکر ہوا تھا اب آگے مومنوں کو نصیحت فرمائی جاتی ہے۔ کفار مکہ جو اسلام کو جھٹلاتے۔ مسلمانوں سے سختی سے پیش آتے۔ سخت کلام۔ بدگوئی۔ بدمزاجی۔ بدمعاملگی۔ دست درازی کرتے تو آخر اہل ایمان بھی انہیں کے ملک اور انہیں کے قوم کے لوگ تھے۔ کفار کی شرارتوں پر غصہ آتا تھا کہ ان سے لڑ مریں۔ انہیں ماریں یا خود مر جائیں۔ اس لئے اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تلقین عفو و درگذر کر دی گئی کہ وہ صبر وتحمل سے کام لیں۔ منکرین کی سخت باتیں سن کر ٹال دیا کریں اور کفار کی ایذاؤں کو سہار لیں اور مسلمان ان سے بدلہ اور انتقام لینے کی فکر نہ کریں۔ اللہ پر معاملہ چھوڑ دیں۔ وہ ان کی شرارتوں پر کافی سزا اور مومنین کے صبر وتحمل اور عفو ودرگذر کا مناسب صلہ دے گا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں کفار سے جہاد اور ان کی جلاوطنی کے احکام نازل ہوئے۔ لیکن اکثر محقق مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں ایمان والوں کو جو درگذر کرنے کا حکم ہے اس کا جہاد کے حکم سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو عام معاشرت میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا انتقام وبدلہ نہ لینے کی تعلیم ہے جو ہر زمانے کے لئے اہل اسلام کے لئے عام ہے اور اس طرح آج بھی اس کا حکم باقی ہے۔ اور حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس درگذر کے حکم سے جہاد کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ یہاں اس انتقام اور بدلہ سے روکا ہے جس سے اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ نہ ہو بلکہ محض اپنے غیظ وغضب کی تسکین ہو اور اسلامی جہاد میں اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہے گو تبعاً تسکین غیظ بھی حاصل ہو جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بھلے اور نیک کام کا فائدہ اسی نیک کام کرنے والے کو پہنچتا ہے۔ اور بدی کرنے والا خود اپنے حق میں برا بیج بوتا ہے۔ ایک کی برائی دوسرے پر نہیں پڑتی۔ غرض ہر شخص اپنے نفع ونقصان کی فکر کرے جو جیسا عمل کرے گا اس کا نفع ونقصان اسی کی ذات کو پہنچے گا۔ آخر ایک دن قیامت کا آنا ہے جبکہ سب اللہ کے ہاں حاضر ہوں گے وہاں پہنچ کر سب برائی بھلائی سامنے آجائے گی اور ہر ایک اپنے اعمال کی جزاوسزا پالے گا۔

اب آگے بنی اسرائیل کے کچھ حالات سنائے جاتے ہیں تاکہ ان کے حالات و واقعات سے لوگ نصیحت حاصل کریں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکمت اور نبوت دی تھی، اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی تھیں، اور ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی۔

عَلَي الْعٰلَمِيْنَ (۱۶) وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًا

اور ہم نے اُن کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں، سو انہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضدا ضدی کے،

بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۱۷) ثُمَّ جَعَلْنٰكَ

آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز ان امور میں (عملی) فیصلہ کرے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص

عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۸) اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ

طریقہ پر کردیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلیئے۔ یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں

مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (۱۹) هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ

آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے، اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا، یہ قرآن عام لوگوں کیلئے دانشمندیوں کا سبب

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (۲۰)

اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین لانے والوں کیلئے بڑی رحمت ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے دی	بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل	الْكِتٰبَ کتاب	وَالْحُكْمَ اور حکومت	وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت	وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے عطا کیں انہیں	
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے فضیلت دی انہیں	عَلَي الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں پر	وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں دیں	بَيِّنٰتٍ واضح نشانیاں		
مِّنَ الْاَمْرِ امر سے (دین کے بارے میں)	فَمَا اخْتَلَفُوْٓا تو انہوں نے اختلاف کیا	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا جَاۗءَهُمُ جب آگیا ان کے پاس		
الْعِلْمُ علم	بَغْيًا ضد سے	بَيْنَهُمْ آپس کی	اِنَّ رَبَّكَ بیشک تمہارا رب	يَقْضِيْ فیصلہ کرے گا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن
فِيْمَا اس میں	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے	ثُمَّ پھر	جَعَلْنٰكَ ہم نے کردیا آپ کو	عَلٰي شَرِيْعَةٍ شریعت (خاص طریقہ) پر
مِّنَ الْاَمْرِ دین سے۔کے	فَاتَّبِعْهَا تو آپ اس کی پیروی کریں	وَلَا تَتَّبِعْ اور نہ پیروی کریں	اَهْوَاۗءَ خواہشات	الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو		
لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَنْ يُّغْنُوْا ہرگز کام نہ آئیں گے	عَنْكَ آپ کے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے۔سامنے	شَـيْـــًٔا کچھ	وَاِنَّ اور بیشک
الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	اَوْلِيَاۗءُ رفیق (جمع)	بَعْضٍ بعض (دوسرے)	وَاللّٰهُ اور اللہ	وَلِيُّ رفیق	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں
هٰذَا یہ	بَصَاۗىِٕرُ دانائی کی باتیں	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَهُدًى اور ہدایت	وَّرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں اور اس کے انعامات واحسانات ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں جن میں غور وفکر کرنے سے ایک عقل وفہم والا انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچان سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کی وحدانیت کو نہیں مانتے۔ اسی سلسلہ میں کفار مکہ کو ان کی ہٹ دھرمی۔ تکبر۔ دین حق سے استہزا اور اصرار علی الکفر پر تنبیہ و

ملامت کی گئی اور انہیں آخرت کے عذاب کی وعید سنائی گئی تھی۔اور اہل اسلام کو صبر و تحمل تلقین اور اس پر اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی تھی۔

اب آگے انہی کفار مکہ اور مشرکین عرب کو جو کہ قرآن اور اسلام کی دعوت کا مقابلہ کر رہے تھے خبردار کیا جاتا ہے کہ یہ قرآن وہی نعمت لے کر آیا ہے جو کبھی پہلے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی جس کی بدولت بنی اسرائیل کو طرح طرح کی دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرمائی گئی تھیں اور ان کے زمانہ میں انہیں سارے جہان والوں پر فضیلت اور فوقیت بخشی گئی تھی لیکن جب بنی اسرائیل نے اس نعمت کی ناقدری کی اور دین میں اختلاف کر کے اسے کھو دیا اور احکام الٰہیہ سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عطاء ان سے چھین لی اور نبوت و حکمت بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسماعیل میں دے دی گئی۔اب جو لوگ اپنی جہالت و حماقت سے اس نعمت عظمیٰ یعنی قرآنی ہدایت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے رو گردانی کر کے اس کو رد کریں گے وہ اپنی ہی تباہی کا سامان کریں گے اور خدا کی تائید و رحمت نصرت و حمایت کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جو اس قرآن کریم کی پیروی قبول کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی روش پر قائم رہیں گے۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آسمانی کتاب یعنی توراۃ عطا فرمائی تھی اور حکومت و سلطنت اور حکمت بھی عنایت کی تھیں اور ان میں بکثرت پیغمبر بھی مبعوث فرمائے تھے اور پاکیزہ چیزیں یعنی دنیوی بھی مرحمت کی تھیں حتیٰ کہ من و سلویٰ ان پر اتارا گیا تھا اور اس زمانہ کے سارے انسانوں پر ان کو برتری اور فوقیت سے بھی سر فراز فرمایا تھا۔انہیں نہایت واضح اور مفصل احکام اور کھلے کھلے معجزات عطا کئے تھے۔بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب۔نبوت۔حکمت۔حکومت مال و دولت ملنے کے بعد ہوا پرستی ان پر مسلط ہوگئی اور محض عناد و فساد کے زیر اثر ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔آپس کی ضد اور نفسانیت سے اصل کتاب کو چھوڑ کر گروہ در گروہ فرقے بن گئے۔احکام الٰہیہ کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے لگے اور دین میں پھوٹ ڈال کر مختلف گروہ بن گئے جن کا عملی فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا اس وقت حقیقت کھلے گی اور پتہ چلے گا کہ ان کا منشا نفس پروری اور ہوا پرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔جب بنی اسرائیل نے دنیا میں باہمی فرقہ بندی اور خواہشات کی پیروی کا دروازہ کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنی نعمت چھین لی۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اب انسانوں کو دین کا صحیح راستہ دکھلانے اور سمجھانے کے لئے آپ کو نبی بنایا گیا اور دین حق کا راستہ دکھایا گیا تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور آپ کی امت کو چاہئے کہ اس راستہ پر برابر مستقیم رہیں اور کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کا یعنی کفار و مشرکین کی جن میں اہل کتاب بھی شامل ہیں خواہشات اور میلان طبع پر نہ چلیں مثلاً ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ ان کے طعن و تشنیع اور ظلم و تعدی سے تنگ آ کر دعوت و تبلیغ ترک کریں یا مسلمانوں میں ویسا ہی اختلاف و تفریق پڑ جائے جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ ان کی خواہشات کو بالکل پامال کر دیا جائے۔اور گو آپ سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ احتمال نہیں کہ آپ ان جہلا کی خواہشات پر چلنے لگیں گے مگر اہتمام اور مزید تقویت کے لئے آپ کو پھر اس کا حکم دیا جاتا ہے۔آگے اس حکم کی علت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے پس ان کا اتباع ہرگز نہ ہونے پائے۔

اب غور کیجئے کہ جب یہاں تاکید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع شریعت اسلامیہ کا حکم ہے تو دوسرا کس شمار میں ہے کہ شرع کی مخالفت کرے۔معلوم ہوا کہ غیروں کے طریقوں پر چل کر دعویٰ کمال ایمان اور اسلام کا کرنا کس قدر لغو اور باطل ہے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ سارا ناحق شناس گروہ متحد ہے۔ایک دوسرے کا حامی ہے مگر اللہ تعالیٰ ان کا ساتھی۔مددگار اور حمایتی ہے جو اس سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے متقین کا حامی و ناصر

ہے اور اس کی حمایت و مدد کے مقابلہ میں کفار ومشرکین کی اجتماعی طاقت کچھ کام نہ دے گی اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ کی رفاقت اور مدد کو حاصل کریں اور اسی کی راہ پر چلیں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم مجموعہ بصیرت و ہدایت ہے۔ تمام انسانوں کو کام کی باتیں اور کامیابی کی راہیں سمجھاتا ہے اور جو خوش قسمت اس کی ہدایات ونصائح پر یقین کر کے عمل پیراہو تے ہیں ان کے حق میں یہ قرآن خصوصی طور پر رحمت وبرکت ہے۔

ان آیات کے ماتحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے واقعات کو نقل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے کتاب عنایت کی اور نبوت اعلیٰ سے سرفراز کیا اور واضح احکام اور محکم ضابطے شریعت اسلامیہ کے بتا دیئے اس لئے انہیں نصیحت حاصل کرنی چاہئے اور سبق لینا چاہئے کہ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر نہ چلیں۔ آپس میں دینی اختلاف اور پھوٹ پیدا نہ کریں ۔ کتاب الٰہی کو اپنی خواہشات کے سانچے میں نہ ڈھالیں۔ احکام الٰہیہ سے کسی حال میں روگردانی نہ کریں۔ غیر مسلموں کی اتباع اور پیروی ہرگز نہ کریں۔ ان کی تہذیب۔ رسم ورواج۔ تمدن ومعاشرت کسی چیز کو اختیار نہ کریں۔ کفار ومشرکین تو باہم متحد اور مددگار ہوں گے لیکن ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو متحد ہو کر اللہ کی نصرت و حمایت کے بھروسہ پر ثابت قدم رہنا چاہئے۔ اب غور کیجئے کہ کیا سبق یہ آیات دیتی ہیں اور کیا حکم یہ اللہ کی کتاب دیتی ہے اپنے ماننے والوں کو اور آج کیا طرز عمل ہے اس پر ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں کا۔ بس اس کی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ سمجھنے والوں کے لئے اس وقت مسلمانوں کی زبوں حالی روز روشن کی طرح عیاں ہے اور نہ سمجھنے والوں کو تو اپنی ہر برائی بھلائی ہی نظر آتی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اس پر فتن زمانہ میں ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائیں۔ اور اسلام کی جو دولت ہم کو عطا فرمائی ہے اس کے قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

ان آیات میں جو فرمایا گیا **ثم جعلنٰک علیٰ شریعة من الا مر فاتبعھا** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا سو آپ اسی طریقے پر چلئے۔ اس کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ دین اسلام کے کچھ تو اصولی عقائد ہیں مثلاً توحید و آخرت وغیرہ اور کچھ عملی زندگی سے متعلق احکام ہیں۔ جہاں تک اصولی احکام کا تعلق ہے وہ تو ہر نبی کی امت میں یکساں رہے ہیں اور ان میں کبھی ترمیم اور تبدیلی نہیں ہوئی لیکن عملی احکام مختلف انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے بدلتے رہے ہیں۔ آیت مذکورہ میں انہی دوسری قسم کے احکام کو ''دین کے ایک طریقے'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اسی وجہ سے فقہا نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امت محمدیہ کے لئے صرف شریعت محمدی ہی کے احکام واجب العمل ہیں پچھلی امتوں کو جو احکام دیئے گئے تھے وہ ہمارے لئے اس وقت تک واجب العمل نہیں ہیں جب تک قرآن وسنت سے ان کی تائید نہ ہو جائے۔ پھر تائید کی ایک شکل تو یہ ہے کہ قرآن یا حدیث میں صراحتہً یہ فرمایا گیا ہو کہ فلاں نبی کی امت کا یہ حکم ہمارے لئے بھی واجب العمل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی پچھلی امت کا کوئی حکم بطور تحسین و مدح بیان فرمائیں اور اس کے بارہ میں یہ نہ فرمائیں کہ یہ حکم ہمارے زمانہ میں منسوخ ہو گیا ہے۔ اس سے بھی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حکم ہماری شریعت میں بھی جاری ہے۔ یہاں اتنی بات مسئلہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ تفصیلات اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں''۔ (معارف القرآن جلد ہفتم)

آگے منکرین اسلام اور مکذبین آخرت نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد جزا وسزا کچھ نہیں تو ان کے اس خیال باطل اور عقیدہ فاسد کی تردید فرمائی گئی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ

یہ لوگ جو بُرے بُرے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا، کہ ان سب کا جینا اور مرنا

وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (۲۱) وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

یکساں ہو جاوے، یہ بُرا حکم لگاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا، اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (۲۲) أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جاوے گا۔ سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے

سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (۲۳)

گمراہ کر دیا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے، کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آجاتی ہے، اور ان لوگوں کے پاس

عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (۲۴) وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا

اس پر کوئی دلیل نہیں، محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔ اور جس وقت ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے

بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۲۵) قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر (جب چاہے گا) تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن

لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۲۶)

جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

أَمْ حَسِبَ کیا گمان کرتے ہیں	الَّذِينَ وہ جنہوں نے	اجْتَرَحُوا کمائیں (کیں)	السَّيِّئَاتِ برائیاں	أَنْ نَجْعَلَهُمْ کہ ہم کردیں گے انہیں			
كَالَّذِينَ ان لوگوں کی طرح جو	آمَنُوا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصَّالِحَاتِ اچھے	سَوَاءً برابر	مَحْيَاهُمْ ان کا جینا	وَ اور	مَمَاتُهُمْ ان کا مرنا
سَاءَ بُرا	مَا يَحْكُمُونَ جو وہ حکم لگاتے ہیں	وَخَلَقَ اور پیدا کیا	اللَّهُ اللہ	السَّمَاوَاتِ آسمانوں	وَ اور	الْأَرْضَ زمین	بِالْحَقِّ حق (حکمت) کے ساتھ
وَلِتُجْزَىٰ اور تاکہ بدلہ دیا جائے	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا اس کا	كَسَبَتْ جو اس نے کمایا (اعمال)	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُونَ ظلم نہ کئے جائیں گے		
أَفَرَأَيْتَ کیا تم نے دیکھا	مَنِ جو۔ جس	اتَّخَذَ بنالیا	إِلَٰهَهُ اپنا معبود	هَوَاهُ اپنی خواہش	وَأَضَلَّهُ اور گمراہ کردیا اسے	اللَّهُ اللہ	عَلَىٰ عِلْمٍ علم پر۔ باوجود
وَخَتَمَ اور اس نے مُہر لگادی	عَلَىٰ سَمْعِهِ اس کے کان	وَقَلْبِهِ اور اس کے دل	وَجَعَلَ اور کردیا۔ ڈالدیا	عَلَىٰ بَصَرِهِ ان کی آنکھ پر	غِشَاوَةً پردہ		
فَمَنْ تو کون	يَهْدِيهِ اسے ہدایت دے گا	مِنْ بَعْدِ اللَّهِ اللہ کے بعد	أَفَلَا تَذَكَّرُونَ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟	وَقَالُوا اور انہوں نے کہا	مَا هِيَ نہیں یہ		

اِلَّا صرف	حَیَاتُنَا ہماری زندگی	الدُّنْیَا دنیا	نَمُوْتُ ہم مرتے ہیں	وَنَحْیَا اور ہم جیتے ہیں	وَمَا یُهْلِكُنَا اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں	اِلَّا مگر۔صرف			
الدَّهْرُ زمانہ	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ انہیں	بِذٰلِكَ اس کا	مِنْ سے۔کوئی	عِلْمٍ علم	اِنْ نہیں	هُمْ وہ	اِلَّا مگر۔صرف	یَظُنُّوْنَ اٹکل دوڑاتے ہیں
وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى عَلَيْهِمْ پڑھی جاتی ہیں ان پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیات	بَيِّنٰتٍ واضح	مَا كَانَ نہیں ہوتی	حُجَّتَهُمْ ان کی حجت	اِلَّآ اَنْ سوائے کہ			
قَالُوا وہ کہتے ہیں	ائْتُوْا تم لے آؤ	بِاٰبَآئِنَا ہمارے باپ دادا کو	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلِ فرما دیں	اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ اللہ تمہیں زندگی دیتا ہے			
ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ وہ پھر تمہیں موت دیگا	ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ وہ پھر تمہیں جمع کرے گا	اِلٰى طرف	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کا دن	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں					
فِيْهِ اس میں	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں						

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں جب بنی اسرائیل نے دین میں اختلاف پیدا کر کے فرقہ بندی اختیار کی اور گروہ در گروہ ہو گئے اور احکام الٰہیہ کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عطاء نبوت کو چھین لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرما کر دنیا میں بھیجا تاکہ انسانوں کو سیدھا راستہ بتلائیں اور جو کتاب و شریعت آپ کو عطا کی گئی وہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے فکری و عملی راہ نجات بتانے والی اور حق و باطل کا فرق نمایاں کرنے والی ہے مگر اس سے ہدایت وہی لوگ پاتے ہیں جو اس کی صداقت پر یقین لائیں اور انہی کے حق میں یہ رحمت ہے۔

مسئلہ توحید و رسالت کی دعوت کے بعد اب یہاں سے آخرت کے متعلق کلام فرمایا جاتا ہے۔ منکرین آخرت نزول قرآن کے وقت کہتے جیسا کہ اب بھی لامذہب دہریہ و نیچری کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد دوسری کوئی اور زندگی نہیں۔ دین مذہب کی قید۔ جائز۔ ناجائز۔ کی پابندی اور بدکاری۔ نیکوکاری کوئی چیز نہیں۔ نہ آئندہ کسی کی سزا ہے نہ جزا۔ بس زندگی یہی ہے جو چل رہی ہے۔ آئندہ کوئی زندگی ہی نہیں ہے۔ پیدائش اور موت زمانہ کی رفتار کا ایک سلسلہ ہے۔ باپ کے بعد بیٹا آتا ہے۔ پہلے مرتے ہیں دوسرے ان کے جانشین ہوتے ہیں۔ اگر باپ دادا ہزاروں برس گزرنے کے بعد بھی اب تک زندہ نہ ہوئے تو آئندہ کیا زندہ ہوں گے نیک ہو یا بد۔ صالح ہو یا بدمعاش۔ کافر ہو یا مومن سب کا انجام مرنے کے بعد برابر ہے۔ منکرین آخرت کے ان خیالات باطلہ کی اس پورے رکوع میں مدلل تردید فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے برائی پر کمر باندھ رکھی ہے اور گناہ سمیٹنے میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ دین کے احکام سے منہ موڑ لیا ہے۔ اللہ اور رسول اور قرآن کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ نیک و بد میں کوئی تمیز نہیں کرتے تو کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ یونہی چھوٹ جائیں گے اور ان کے برے کاموں کی سزا انہیں نہ ملے گی اور ان کا مرنا جینا بھی انہی لوگوں کا سا ہو جائے گا جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے فرمانبردار بن کر رہے اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری۔ جن باتوں کے کرنے کو کہا گیا ان کو کیا اور جن باتوں سے روکے گئے ان سے باز رہے۔ تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور خداوند عالم کی حکمت اور اس کے عدل سے یہ بات بالکل بعید ہے کہ وہ نیک و بد سے ایک جیسا معاملہ کرے۔ منکرین آخرت کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور یہ خیال بالکل مہمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کا مرنا جینا برابر کر دے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص عمر بھر اپنے اوپر دین و مذہب کی پابندیاں عائد کرے۔ جائز۔ ناجائز اور حلال و حرام کے قیود برداشت کرے۔ حق والوں کے حق ادا کرتا رہے ناجائز فائدوں اور لذتوں سے اپنے آپ کو محروم رکھے اور حق و صداقت کی خاطر طرح طرح کے مصائب اور نقصانات برداشت کرتا رہے ہر بات میں خوف خدا رکھتے ہوئے اللہ و رسول کے احکامات کو سامنے رکھے اور دوسرا شخص جو ہر طرح کی قیود سے آزاد ہو جو اپنی خواہشات کو ہر ممکن طریقہ سے پورا کرنے کے درپے رہا ہو۔ جس نے نہ خدا کا حق پہچانا نہ بندوں کے حقوق کو جانا جس طرح ہوا اپنے لئے فائدہ اور لذتیں سمیٹتا رہا تو کیا خدا سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ دونوں قسم کے آدمیوں

کا مرنا جینا یکساں کر دے گا اور دونوں کا انجام مرنے کے بعد برابر کر دے گا۔ اگر ایسا ہو تو خدا کی خدائی میں معاذ اللہ اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہو سکتی ہے الغرض اس کی حکمت اس کو ہر گز مقتضی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ دونوں کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ ظاہر ہو کر رہے اور ہر ایک کی نیکی یا بدی کے آثار یہاں دنیا میں بھی مشاہد ہوں اور ان کا پوری طرح مکمل معائنہ موت کے بعد ہو۔ آگے عالم آخرت کے ضروری واقع ہونے پر ایک دوسری دلیل دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ زمین و آسمان یعنی سارا جہان محض کھیل کے طور پر بے کار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ نہایت حکمت سے کسی خاص مقصد کے لئے بنایا ہے اور ضرور ہے کہ ایک دن اس کارخانہ ہستی کا کوئی عظیم الشان نتیجہ نکلے اور اسی کو آخرت کہتے ہیں جہاں ہر ایک کو اس کی کمائی کا پھل ملے گا اور جو دنیا میں بویا تھا وہی آخرت میں کاٹنا پڑے گا اور وہاں اس بدلہ میں ذرا ظلم نہ کیا جائے گا کہ کسی نیک انسان کو اس کی نیکی کا اجر نہ ملے۔ یا حق سے کم اجر دیا جائے یا ظالم کو سزا نہ دی جائے۔ ایسا ظلم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر گز نہ ہو گا۔ اب اتنے بلیغ بیانات کے بعد بھی اگر کوئی شخص آخرت کا قائل نہ ہو اور اس پر یقین نہ لائے اور اس کا منکر ہی رہے تو ایسے شخص کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ اس نے خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ جس چیز کی نفس نے خواہش کی اس کا ارتکاب کر گذرا۔ نہ اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حرام جانا۔ نہ اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال سمجھا۔ بس اپنے خواہش نفس کا فرمانبردار ہے۔ جدھر اس کا نفس اسے بلاتا ہے اسی طرف وہ چلا جاتا ہے۔ تو ایسا بدبخت جو محض خواہش نفس کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرا لے اور جدھر اس کی خواہش لے چلے ادھر ہی چل پڑے اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اس کے پاس یہی خواہش رہ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے پھر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں۔ نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے۔ نہ آنکھ سے حق کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر چھوڑے تو اس کے بعد کونسی طاقت ہے جو اسے راہ راست پر لے آئے۔ اب آگے ان منکرین آخرت کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں اور پھر ان کا رد فرمایا جاتا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین آخرت یوں کہتے ہیں۔ کہ اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں۔ بس یہی ایک جہان ہے جس میں ہمارا مرنا اور جینا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ آدمی پیدا ہوتا ہے۔ پھر معین وقت تک اس دنیا میں زندہ رہتا ہے۔ آخر زمانہ کا چکر اسے ختم کر دیتا ہے۔ یہی سلسلہ موت و حیاۃ دنیا میں چلتا رہتا ہے۔ آگے کچھ نہیں منکرین آخرت کے ان اقوال کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ بک رہے ہیں اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز وہم وخیال کے وہ کوئی سند اپنے قول پر پیش نہیں کر سکتے۔ ان کے پاس کوئی ذریعہ علم ایسا نہیں ہے جس سے ان کو بتحقیق یہ معلوم ہو گیا ہو کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں۔ یہ محض ان کا اٹکل پچو گمان ہے۔ پھر آگے ان بے علموں منکرین قیامت و آخرت کی کٹ حجتی بیان ہوتی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ زندہ کئے جانے کی بالکل واضح اور صاف دلیل جب ان کو دی جاتی ہیں اور قرآن کی آیات سنائی جاتی ہیں اور قائل معقول کر دیا جاتا ہے تو چونکہ کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو کہتے ہیں کہ ہم کسی دلیل کو نہیں مانیں گے اگر مسلمان اپنے دعوے میں سچے ہیں کہ مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھلا دو۔ تب ہم تسلیم کریں گے کہ بے شک موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے۔ تو اس کے جواب میں بتلایا جاتا ہے کہ تم اپنا پیدا کیا جانا اور مر جانا تو اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہو کہ تم کچھ نہ تھے اور اس نے تمہیں موجود کر دیا۔ پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے۔ تو جو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہو گا؟ بلکہ عقلاً یہ بات بداہت کے ساتھ ثابت ہے کہ جو شروع شروع کسی چیز کو بنا دے اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت ہی آسان ہوتا ہے پس وہ تمہیں قیامت کے دن کہ جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں زندہ کر کے جمع کرے گا۔ تو تم اپنی بے علمی کی بنا پر قیامت و آخرت کا انکار نہ کرو۔ تم گو اسے دور جان رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے اور تم گو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے

اب یہاں جو یہ فرمایا گیامن اتخذ الٰھہ ھوٰہ یعنی وہ شخص جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدایا معبود بنا لیا تو اس کے متعلق حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی کافر بھی اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا خدایا معبود نہیں کہتا مگر قرآن کریم نے یہاں یہ بتلایا کہ عبادت درحقیقت اطاعت کا نام ہے۔ جو شخص خدا کی اطاعت کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کرے وہ ہی اس کا معبود کہلائے گا۔ جس شخص کو حلال وحرام اور جائز نا جائز کی پروا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے جس کو حرام کہا ہے وہ اس میں خدا کا حکم ماننے کی بجائے اپنے نفس کی پیروی کرے تو گو وہ اپنے نفس کو زبان سے اپنا معبود نہ کہے مگر حقیقۃً وہی اس کا معبود ہوا...... حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ زیرآسمان دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک ہوی ہے یعنی خواہش نفسانی۔ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانش مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور مابعد الموت کے واسطے عمل کرے اور فاجر وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہش کے پیچھے چھوڑ دے اور اس کے باوجود اللہ سے آخرت کی بھلائی کی تمنا کرتا رہے۔ اور حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ نے فرمایا کہ تمہاری بیماری تمہاری نفسانی خواہشات ہیں۔ ہاں اگر تم ان کی مخالفت کرو تو یہ بیماری ہی تمہاری دوا بھی ہے۔ (معارف القرآن جلد ہفتم)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے چلنے سے کامل طور پر بچائیں۔ اور شریعت اسلامیہ کا ظاہراً او باطناً اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے ان منکرین آخرت کو جو قیامت میں واقعات پیش آئیں گے اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت وآخرت کا ایسا یقین نصیب فرمائیں کہ ہم اس زندگی میں ہمہ وقت اس کی تیاری میں لگے رہیں۔

یا اللہ ہمیں آخرت کی طرف سے غفلت میں رہنے سے بچائیے۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور خواہشات نفسانی کے اتباع سے ہم کو بچائیے۔

یا اللہ ایمان کے ساتھ ہم کو ان اعمال صالحہ کی بھی اس زندگی میں توفیق عطا فرمائیے جو آپ کی رضا کا باعث ہوں اور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت اور نجات کا سبب ہوں۔ یا اللہ اس وقت امت مسلمہ میں سب سے بڑا مرض یہی پیدا ہو چلا ہے کہ ہم خواہشات نفس کے پیرو ہوتے جارہے ہیں۔ دین وشریعت کی قیود جائز وناجائز کی پابندی سے آزاد ہوتے جارہے ہیں جس کے نتیجہ میں فسق وفجور اور ممنوعات اور مکروہات کے سیلاب میں بہتے جارہے ہیں۔

یا اللہ! اس امت مسلمہ پر رحم وکرم فرما دے اور ان کی ہدایت واصلاح کے سامان غیب سے فرما دے۔ دین کی عظمت عطا فرما دے۔ اپنا اطاعت گذار اور فرمانبردار بندہ بنا لے اور دین ودنیا کی تباہی وبربادی سے بچالے۔

یا اللہ آپ ہی کی ہدایت بخشنے سے ہم ہدایت پاسکتے ہیں اس لئے آپ ہی سے ہدایت کے طالب اور فریادی ہیں۔

یا اللہ! صراط مستقیم کی ہدایت ہم کو نصیب فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَتَرٰى

اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے۔ اور (اس روز)

كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا

آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے، ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال (کے حساب) کی طرف بلایا جائے گا، آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا۔ یہ (نامۂ اعمال)

يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے، اور ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے۔ سو جو لوگ ایمان لائے تھے

الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾

اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے تو اُن کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا، اور یہ صریح کامیابی ہے۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے | مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں | وَالْاَرْضِ اور زمین | وَيَوْمَ اور جس دن | تَقُوْمُ قائم ہوگی | السَّاعَةُ قیامت | يَوْمَئِذٍ اس دن

يَّخْسَرُ خسارہ پائیں گے | الْمُبْطِلُوْنَ باطل پرست | وَتَرٰى اور تم دیکھو گے | كُلَّ اُمَّةٍ ہر امت | جَاثِيَةً گھٹنوں کے بل گرے ہوئے | كُلُّ ہر

اُمَّةٍ امت | تُدْعٰۤى پکاری جائے گی | اِلٰى كِتٰبِهَا اپنی کتاب (نامۂ اعمال) کی طرف | اَلْيَوْمَ آج | تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جائے گا | مَا جو

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے | هٰذَا كِتٰبُنَا یہ ہماری کتاب (تحریر) | يَنْطِقُ بولتی ہے | عَلَيْكُمْ تم پر (تمہارے متعلق) | بِالْحَقِّ حق کیساتھ | اِنَّا كُنَّا بیشک ہم

نَسْتَنْسِخُ لکھاتے تھے | مَا جو | كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے | فَاَمَّا الَّذِيْنَ پس جو لوگ | اٰمَنُوْا ایمان لائے | وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے نیک

فَيُدْخِلُهُمْ تو وہ داخل کریگا انہیں | رَبُّهُمْ ان کا رب | فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں | ذٰلِكَ یہ | هُوَ وہ (یہی) | الْفَوْزُ کامیابی | الْمُبِيْنُ کھلی

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین آخرت کا ذکر فرمایا گیا تھا جو یہ کہتے تھے کہ زندگی صرف دنیوی زندگی ہی ہے۔ ہم صرف زمانہ کے اثر سے مرتے جیتے رہتے ہیں۔ اس کی تردید میں فرمایا گیا تھا کہ ان منکرین کو کوئی صحیح علم نہیں جو کسی حجت یا دلیل پر مبنی ہو بلکہ وہ محض ایک خیال باطل پکار رہے ہیں اور ان کے اس مطالبہ کے جواب میں کہ اگر واقعی قیامت ہونی ہے اور آخرت آنی ہے اور سب مرے ہوؤں کو زندہ ہونا ہے تو ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں ان کو زندہ کر کے ہمارے پاس لاؤ تو ہمیں یقین آئے کہ قیامت میں پھر مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اس کے جواب میں منکرین آخرت سے کہا گیا تھا کہ نادانو! زمانہ کیا چیز ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ ہمیں صرف زمانہ مارتا ہے۔ تم کو اللہ ہی پیدا کرتا ہے اور وہی تمہیں موت دیتا ہے اور اس کے بعد جس طرح اس نے پہلی بار پیدا کیا تھا یونہی دوبارہ زندہ کر کے تم کو قیامت کے دن جمع کیا جاوے گا جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اب آگے اس کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ سب کو قیامت کے دن جمع کر لے گا ان آیات میں فرمایا جاتا ہے ولله ملك السموٰت والارض اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں سارے جہان کی حکومت اسی کی ہے۔ اسی کے قبضہ میں آسمان و زمین ان کی تخلیق و انتظام ہے۔ وہ جو چاہے تصرف کرے اس لئے اس کو قیامت کے قائم کرنے اور سب انسانوں کو زندہ کر کے جمع کرنے پر پوری قدرت ہے۔ آگے قیامت کے بعض واقعات کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل اور تکذیب کرنے والے سراسر گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے زعم کی بنا پر اس دن کے لئے کوئی تیاری ہی نہ کی ہوگی اور محاسبہ

کے وقت ان کے پاس کچھ بھی نہ نکلے گا بجز برائیوں کے دنیا کی زندگی میں جن افکار اور اعمال کی انہوں نے خرید و فروخت کی تھی اس کا خسران اور دیوالیہ پن قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گا۔ دنیا میں جنہوں نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی اور اللہ کی کتاب کے حکموں پر عمل نہ کیا وہ قیامت میں سخت نقصان میں رہیں گے ایسے لوگوں کی ساری ٹولیاں اور گروہ قیامت کے دن خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ پھر ہر گروہ کے ہر شخص کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا تاکہ وہ اس کو پڑھ کر اپنے اعمال کے متعلق جواب دہی کرے اور جب وہ آجائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ آج تم کو ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو دنیا میں کئے تھے اور دیکھو ہماری یہ کتاب یعنی فرشتوں کی لکھی ہوئی تحریر اعمال سچی سچی سرگذشت بیان کر دے گی۔ تمہارا چھوٹا بڑا ہر کام اس میں درج ہے۔ یہ تمہارے کاموں کا بھی کھاتہ ہے اور تمہارے کرتوتوں کا کچا چٹھا ہے جو ہمارے حکم سے ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتوں نے لکھا ہے۔ اس میں ذرا کمی بیشی نہیں۔

یہ ٹھیک ٹھیک وہی بتاتا ہے جو تم نے دنیا میں کیا۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر شخص کو بلایا جاوے گا اور دائیں بائیں ہاتھ میں ہر ایک کے اعمال کے موافق نامہ اعمال دیا جائے گا۔ جس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا چہرہ نورانی ہوگا اور جس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کے چہرہ پر سیاہی چھا جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا نامہ اعمال ہم کو داہنے میں ملنا نصیب فرمائیں۔

یہاں جو آیت میں یہ فرمایا گیا **انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون** ۔ ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے تھے احادیث کی روایات میں آتا ہے کہ انسان کے اعمال کئی دفعہ لکھے گئے ہیں سب سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے تو لوح محفوظ میں قلم نے اللہ کے حکم سے تمام دنیا کے موجودات کے ساتھ ہر انسان کے عمل لکھے۔ اور اس عمل کے لکھنے میں فرشتوں کا کچھ دخل نہیں ہے۔ پھر جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ہر بچہ کی عمر بھر کے عمل فرشتہ لکھتا ہے پھر شب قدر میں سال بھر تک کے ہر شخص کے عمل لوح محفوظ سے فرشتے نقل کر لیتے ہیں۔ کراماً کاتبین زمین پر سے ہر شخص کے جو عمل لکھ کر روزانہ آسمان پر لے جاتے ہیں اس سے وہ فرشتے لوح محفوظ سے سال بھر کے عمل کی نقل جو لے کر رکھ لیتے ہیں اس کے ساتھ ہر اٹھواڑے میں مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ لکھوانے کی صورت صرف یہی ایک ممکن صورت نہیں کہ کاغذ پر سیاہی سے لکھ دیا جائے انسانی اقوال وافعال کو ثبت کرنے اور دوبارہ ان کو بعینہ اسی شکل میں پیش کر دینے کی متعدد دوسری صورتیں اسی دنیا میں خود انسان دریافت کر چکا ہے۔ جس کی مثالیں ریڈیو۔ ٹیپ ریکارڈنگ۔ گراموفون۔ ٹیلی ویژن وغیرہ ہیں۔ اور ابھی نہ معلوم آئندہ اس قسم کی اور کیا ایجادات دنیا والوں کے سامنے آجائیں۔ یہ کون جان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح انسان کی ایک ایک بات۔ اور اس کی حرکات وسکنات میں سے ایک ایک چیز اور اس کی نیت اور ارادہ اور خواہشات وخیالات میں سے ہر مخفی سے مخفی شے کو ثبت کرا رہے ہیں اور کس طرح وہ ہر انسان کا پورا کارنامہ زندگی بے کم وکاست اس کے سامنے میدان قیامت میں لا رکھیں گے اب اس اعمال نامہ کی تحریر اور سچی سرگذشت سے جو نتیجہ برآمد ہوگا آگے اس کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے مقر تھے۔ اس کے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔ اس کی کتابوں کو سچا جان کر اس کے مطابق عمل کیا تھا۔ احکام الٰہیہ کے مطابق اپنی زندگی دنیا میں بسر کی تھی۔ رسول کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلے تھے تو انہیں قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور یہی وہ سب سے بڑی کامیابی وکامرانی ہے جسے انسان حاصل کر سکتا ہے۔

یہاں آیت فاما الذین امنو اوعملوا الصلحت فیدخلھم ربھم فی رحمتہ ذلک ھو الفوز المبین میں آخرت میں اللہ کی رحمت میں داخل ہونے اور صریح کامیابی حاصل کرنے کی جو بشارت دی گئی ہے اور وعدہ فرمایا گیا ہے وہ قرآن پاک کی متعدد دوسری آیات کے موافق ایمان اور عمل صالح دونوں کے مجموعہ پر ہے۔ اب یہاں ایمان اور عمل صالح کے تعلق کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ حدیث میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنے کا نام ہے (ترجمان السنۃ جلد اول صفحہ ۴۹۴) اس حدیث اور دوسری متعدد احادیث کی روشنی میں ائمہ اہل سنت والجماعت نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ جب تک اقرار و تصدیق کے ساتھ التزام طاعت اور انقیاد قلبی نہ ہو ایمان حاصل نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق نہیں ہے بلکہ انقیاد قلبی اور التزام طاعت بھی اس کا جزو اہم ہے۔ اگر ایک شخص صرف تصدیق رکھتا ہے مگر عہد وفاداری نہیں کرتا وہ مومن نہیں کہلا سکتا اور اسی طرح اگر فرمانبرداری کے لئے تو آمادہ ہے مگر قلب و زبان سے تصدیق کے لئے آمادہ نہیں تو وہ بھی مومن نہیں ہے۔ پس ایمان صرف اس صورت کا نام ہے کہ قلب اور زبان تصدیق سے مزین ہوں اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کا عزم بھی مصمم ہو۔ شرعی تصدیق اسی کا نام ہے۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۴۷۶)

شیخ الحدیث مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ترجمان السنۃ میں اسی ایمان کی تشریح و توضیح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ''فرض کرو ایک شخص دربار نبوت میں حاضر ہوتا ہے اور تصدیق کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نہ آپ کے احکام بجا لاؤں گا۔ نہ جس چیز سے آپ منع فرمائیں گے باز رہوں گا۔ نہ فرائض خمسہ ادا کروں گا۔ ہاں شراب پیوں گا۔ چوری۔ زنا۔ نکاح محارم کروں گا۔ غرض جو نا کرنی ہے وہ سب کچھ کروں گا۔ کیا ایک لحہ کے لئے بھی کوئی شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ محض لغوی تصدیق کے بعد رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لئے ایمان کا پروانہ تحریر فرما دیں گے۔ اس کی شفاعت کا وعدہ فرما لیں گے۔ جہنم سے نجات ابدی کی بشارت سنا دیں گے۔ یا یہی جواب دیں گے کہ تو صرف کافر نہیں بلکہ بدترین کافر ہے۔ تیرا یہ ایمان۔ ایمان نہیں۔ استہزا ہے۔ یہ تصدیق نہیں بلکہ تکذیب کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اور اگر یہ بھی ایمان ہے تو پھر ابلیس کے ایمان میں کیا کسر تھی جس نے صرف ایک ہی سجدہ کا انکار کیا تھا۔ پھر قرآن کریم نے کیوں اس کو کافروں میں شمار کر لیا ہے۔ اور فرمایا استکبر و کان من الکفرین۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۴۷۷)

الغرض ایمان جس پر دین کی تمام بنیاد قائم ہے کوئی معمولی متاع نہیں۔ کوئی شخص صرف ایک بار کلمہ طیبہ پڑھ لینے سے خواہ وہ عذاب الٰہی کی دائمی اور ابدی گرفت سے نجات پانے کا مستحق ہو جائے لیکن ''مومن'' کے معزز خطاب کا اس وقت تک مستحق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی نظری اور عملی دونوں قوتیں کامل نہ ہو جائیں یعنی وہ دین اسلام کے عقائد اور اعمال کا پورے طور پر پابند نہ ہو جائے۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۵۰۶)

اللہ پاک ہمیں ایمان کامل و عمل صالح کی دولت سے دنیا میں مالا مال فرمائیں کہ جو ہم آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جائیں۔ آمین۔

الغرض دنیا میں ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں سے آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کا وعدہ فرمایا گیا۔ اور جو لوگ کافر اور منکرین آخرت ہوں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ آخرت میں ہوگا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾

اور جو لوگ کافر تھے (ان سے کہا جاوے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں سو تم نے تکبر کیا تھا اور تم بڑے مجرم تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ

اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے، تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے،

نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو یقین نہیں۔ اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام بُرے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ

وہ اُن کو آگھیرے گا۔ اور (اُن سے) کہا جاوے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے

مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٤﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ یہ (سزا) اس وجہ سے ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، سو آج

لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ

نہ تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جاویں گے اور نہ ان سے خدا (کی خفگی) کا تدارک چاہا جاوے گا۔ سو تمام خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا پروردگار

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾

تمام عالم کا۔ اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں وزمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	اَفَلَمْ تَكُنْ سو کیا نہ تھیں	اٰيٰتِيْ میری آیات	تُتْلٰى پڑھی جاتیں	عَلَيْكُمْ تم پر		
فَاسْتَكْبَرْتُمْ تو تم نے تکبر کیا	وَكُنْتُمْ اور تم تھے	قَوْمًا لوگ	مُّجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)	وَاِذَا اور جب	قِيْلَ اِنَّ کہا جاتا تھا بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	
حَقٌّ سچ	وَّالسَّاعَةُ اور قیامت	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيْهَا اس میں	قُلْتُمْ تم نے کہا	مَّا نَدْرِيْ ہم نہیں جانتے	مَا السَّاعَةُ کیا ہے قیامت	
اِنْ نَّظُنُّ نہیں ہم گمان کرتے	اِلَّا مگر۔ صرف	ظَنًّا تو ہم جیسا	وَّمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُسْتَيْقِنِيْنَ یقین کرنے والے	وَبَدَا اور کھل گئیں	
لَهُمْ ان پر	سَيِّاٰتُ برائیاں	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا (اعمال)	وَحَاقَ اور گھیرلیا	بِهِمْ انہیں	مَّا كَانُوْا جسکا وہ تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ مذاق اڑاتے
وَقِيْلَ اور کہا جائے گا	الْيَوْمَ آج	نَنْسٰىكُمْ ہم نے بھلا دیا تمہیں	كَمَا جیسے	نَسِيْتُمْ تم نے بھلا دیا	لِقَآءَ ملنا	يَوْمِكُمْ اپنے دن	هٰذَا اس
وَ اور	مَاْوٰىكُمُ تمہارا ٹھکانا	النَّارُ جہنم	وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ کوئی مددگار (جمع)	ذٰلِكُمْ یہ	بِاَنَّكُمُ اس لئے کہ تم	
اتَّخَذْتُمْ تم نے بنالیا	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	هُزُوًا ایک مذاق	وَّغَرَّتْكُمُ اور فریب دیا تمہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	فَالْيَوْمَ سو آج		
لَا يُخْرَجُوْنَ وہ نہ نکالے جائیں گے	مِنْهَا اس سے	وَلَا هُمْ اور نہ انہیں	يُسْتَعْتَبُوْنَ رضامندی حاصل کرنیکا موقع دیا جائیگا	فَلِلّٰهِ پس اللہ کیلئے			

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	رَبِّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب	وَرَبِّ الْاَرْضِ اور زمین کا رب	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب	وَلَهُ اور اس کیلئے		
الْكِبْرِيَآءُ کبریائی	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	

تفسیر و تشریح

یہ سورہ جاثیہ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا کہ جب قیامت بپا ہوگی تو اس روز اہل باطل اور تکذیب کرنے والے سراسر گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے جب حساب کتاب کے لئے بلائے جائیں گے اور ان کے اعمال سامنے رکھے جائیں گے تو بارگاہ خداوندی سے حکم صادر ہوگا کہ آج تم کو تمہارے دنیا میں کئے ہوئے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا اور یہ اعمال نامہ یعنی فرشتوں کی لکھی ہوئی تحریر سچی سچی سرگذشت بیان کر دے گی۔ پھر حساب فہمی کا نتیجہ بیان فرمایا گیا تھا کہ دنیا میں جو ایمان لائے تھے اور عمل صالح کئے تھے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے لے گا اور مقام قرب اور رضا الٰہی یعنی جنت میں داخل فرمائے گا اور یہی انسان کے لئے سب سے بڑھ کر اور زبردست کامیابی ہے۔ یہ تو معاملہ قیامت میں ہوگا نیکو کار مومنوں کے ساتھ اب آگے جو معاملہ کفار و منکرین کے ساتھ ہوگا وہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کی وحدانیت کا انکار کیا۔ اس کے رسولوں کی تکذیب کی۔ اس کی کتابوں کو جھٹلایا اور ان سے منہ موڑا۔ جنہوں نے دین مذہب کے قیود سے آزاد ہو کر من مانی زندگی گذاری۔ دنیا کی لذات و شہوات کے پیچھے پڑے رہے اور آخرت کی زندگی کا انکار کیا۔ اور اللہ کے سامنے پیش ہونے کو فراموش کر دیا اور احکام الٰہیہ کی توہین کی اور دین کی باتوں کا مذاق اڑایا اور دنیا کی زندگی پر ریجھے رہے ان سے قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں یعنی یقیناً پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں سنائی جاتی تھیں مگر تم نے نہ مانا۔ تم نے تو سرکشی کی اور غرور سے انکار کیا۔ تم نے اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھا اور احکام الٰہیہ کے آگے گردن جھکانے کو تمہارا جی نہ چاہا۔ تم نے آسمانی کتاب کی اتباع نہ کی بلکہ اس سے منہ پھیرے رہے۔ تم نے ظاہراً بھی اپنے افعال میں اس کی نافرمانی کی اور گناہوں پر دلیری کرتے چلے گئے اور باطناً بھی تم اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکذیب لئے ہوئے تھے۔ تم تھے ہی بڑے مجرم اور جب اللہ کے رسول اور اس کے ایماندار بندے تم سے کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔ وہ ضرور بالضرور قائم ہوگی۔ تو تم پلٹ کر جواب دے دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کسے کہتے ہیں؟ یہ محض ایک فرضی اور گھڑی ہوئی بات ہے۔ ہمیں تو یقین نہیں کہ قیامت آئے ہی گی۔ بھلا ہم ایسی زبانی باتوں کا کیسے یقین کر لیں۔ کفار مکہ عموماً تو قیامت کا بالکل انکار ہی کرتے تھے اور زندگی صرف دنیوی زندگی کو کہتے تھے جیسا کہ گذشتہ آیات میں ظاہر فرمایا گیا لیکن بعض کو کچھ شبہ اور شک و تردد بھی پیدا ہو گیا تھا کہ شاید یہ عالم فنا ہی ہو جائے تو ایسے منکرین کا ذکر یہاں ان آیات میں فرمایا گیا کہ جنہیں کہنے سننے سے کچھ ضعیف سا امکان اور دھندلا سا وہم گمان کبھی قیامت کا آجاتا تو بظاہر گو ان دونوں قسم کے منکرین میں فرق نظر آتا ہے کہ ایک تو قیامت اور آخرت کا قطعی اور کھلا انکار کرنے والے تھے دوسرے جو وہم کی حد تک قیامت کے امکان کا گمان تو رکھتے مگر یقین کے درجہ میں نہیں۔ لیکن نتیجہ اور انجام کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت اور آخرت پر ایمان یقین کے درجہ میں مطلوب ہے۔ کیونکہ صرف آخرت کا یقین ہی دنیا میں انسان کے رویہ کو درست رکھ سکتا ہے۔ جس کا جتنا پختہ یقین آخرت و قیامت پر ہو

گا اسی قدر اس کو وہاں کی فکر دامن گیر ہوگی۔ اور جس کا جتنا کمزور اور ضعیف یقین ہوگا اتنا ہی وہ آخرت سے لاپروا اور غافل ہوگا۔ غرضکہ جب قیامت آئے گی تو ان منکرین کی تمام بدکاریاں اور ان کے نتائج سامنے آجائیں گے اور اپنی آنکھوں سے اپنے دنیا کے کرتوتوں کا بدلہ دیکھ لیں گے اور جس عذاب کے دنیا میں انکاری تھے۔ اور جسے مذاق میں اڑاتے تھے اور جس کا ہونا ناممکن سمجھ رہے تھے وہی ان پر آپڑے گا اور انہیں چہار طرف سے گھیر لے گا اور ان کو ہر قسم کی بھلائی سے مایوس کرنے کے لئے ارشاد خداوندی ہوگا کہ دنیا میں تم نے آج کے دن کو یاد نہ رکھا تھا اور ہمارے سامنے پیشی اور ملاقات کو بھلا رکھا تھا اس لئے آج ہم تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ کریں گے جیسے کوئی کسی کو بھول جاتا ہے آج ہم تم کو مہربانی سے یاد نہ کریں گے اور ہمیشہ کے لئے عذاب میں پڑا چھوڑ دیں گے جیسے تم نے اپنے کو دنیا کے مزوں میں پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔ اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے۔ تو اس عتاب آمیز کلام میں جس سے منکرین کے لئے ابدی مایوسی ٹپکتی ہے تین باتیں فرمائی گئیں :۔

ایک الیوم ننسکم آج ہم تم کو بھول جائیں گے یعنی بمنزلہ بھولے ہوئے کر دیں گے۔

دوسرے و ماوکم النار اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تیسرے و ما لکم من نصرین۔ تمہارا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا کہ تم کو اس عذاب سے چھڑائے۔

اس کے بعد ان کے وہ جرم بھی بیان ہوتے ہیں جس پر ان کو یہ سزا آخرت میں دی جائے گی :۔

پہلا جرم یہ کہ تم نے اللہ کی آیات کو سنا اور سن کر ہنسی میں اڑا دیا۔ دین حق کا انکار کیا اور پھر اس انکار پر اصرار کیا۔

دوسرے یہ کہ تم دنیا کی ظاہری چہل پہل اور رونق پر ریجھ گئے اور اس کی بہکانے والی ٹیپ ٹاپ پر لٹو ہو گئے۔ جب دنیا میں ایسے ڈوبے کہ آخرت سے مطلقاً غافل ہو گئے۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ اس جہان فانی کی زیب و زینت اور لذات و شہوات پر ایسا مبتلا ہونا کہ انہی کو باقی سمجھ لینا اور ان کے مقابلہ میں عالم آخرت کی پروا تو کیا اس سے منکر ہو جانا۔ یہی دنیا کا دھوکہ ہے جس میں لاکھوں مبتلا ہیں۔ بوڑھے ہو گئے ہیں سفر در پیش ہے اور ایسا سفر کہ جو پھر کر کبھی واپس نہیں آنا مگر دنیاوی مال و جاہ اور اس کے فراہم کرنے میں ایسے مدہوش ہیں کہ آگے کی کچھ خبر نہ رہی۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ تم کو حیات دنیا نے فریب اور دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ آگے اس کا انجام سنایا جاتا ہے کہ نہ ان کو کبھی جہنم سے چھٹکارا نصیب ہوگا اور نہ یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو دور کر سکیں۔ عذر معذرت کے قبول کرنے کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

اخیر میں سورۃ کو حمد باری تعالیٰ پر تمام فرمایا جاتا ہے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین یعنی تمام جہانوں کا خالق اور پرورش کرنے والا ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے عزت اور بڑائی ہے کیونکہ وہی سب سے بڑا۔ سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے کہ دنیا اور آخرت کی زندگی اپنی حکمت سے مقرر کی ہے۔ یہاں خاتمہ پر جو حمد باری بیان فرمائی گئی اس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اسی رب کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے احسانات اور انعامات کی دنیا میں قدر کرے۔ اس کی ہدایات اور احکام پر چلے۔ سب کو چھوڑ کر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کرے اور اس کی بزرگی اور عظمت کے سامنے ہمیشہ باختیار خود مطیع و فرمانبردار رہے اور کبھی نافرمانی اور سرکشی کا خیال بھول کر دل میں نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسا ہی بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہاں ان آیات میں کفار و منکرین قیامت و حشر نشر کا ذکر فرمایا

گیا ہے اور دنیا میں آخرت کو بھلانے اور انکار کرنے کی سزا سنائی گئی ہے۔ اہل ایمان اور اہل اسلام کا ان آیات وعید سے بظاہر کوئی تعلق نہیں مگر یہاں منکرین آخرت کو عذاب جہنم بھگتنے کی جو دو وجوہ بیان کی گئی ہیں وہ اہل اسلام کے لئے بھی قابل غور ہیں:۔

ایک تو یہ فرمائی بانکم اتخذتم ایٰت اللہ ھزوا کہ تم نے خداتعالیٰ کی آیات کی ہنسی اڑائی تھی۔

اور دوسری وجہ یہ فرمائی و غرتکم الحیٰوۃ الدنیا اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ کیا آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں مدعیان اسلام ان دونوں وجوہ سے بالکل مبرا ومنزہ ہیں؟ اگر نہیں تو خوف کرنے کی بات ہے کہ میدان حشر میں کہیں یہ خطاب الیوم ننسٰکم کما نسیتم لقاء یومکم ھذا نہ سننا پڑے یعنی باری تعالیٰ کا ارشاد کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس ہے کہ آج کتنے ہی مدعیان اسلام ہیں کہ جنھوں نے آخرت کے معاملہ میں اپنا مسلک یہ بنا رکھا ہے کہ ؎

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت اور لاپروائی کو دور فرمائیں۔ اور ہمیں اپنے ذاکر و شاغل بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ جاثیۃ کا بیان ختم ہوا۔ اور ساتھ ہی بفضلہٖ تعالیٰ ۲۵ویں پارہ کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد ۲۶ویں پارہ سے سورہ احقاف کا بیان آئندہ درس سے شروع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اسی پر تازندگی ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ کفار و منکرین کی بدخصلتوں سے ہم کو بچایئے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

یا اللہ ہم کو آخرت کا یقین کامل نصیب فرمایئے تاکہ وہاں کی تیاری سے ہم کسی حال میں غافل نہ ہوں۔

یا اللہ اپنے فضل وکرم سے آخرت میں ہمارے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرمایئے اور نافرمان بندوں سے ہم کو علیٰحدہ رکھئے۔

اور وہاں کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ بخشئے۔

یا اللہ اس دنیوی زندگی کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیجئے اور اس کے فریب ودھوکہ سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

اے اللہ ہم سے جو تقصیرات اور کوتاہیاں سرزد ہوچکی ہیں ان پر توبہ اور ان کا تدارک کرکے آپ کو راضی کرنے کی توفیق اس زندگی میں نصیب ہوجائے۔ تاکہ آخرت میں ہم مواخذہ سے بری ہوجائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ